مکمل ناول

ادھوراپن

باسط بن مظہر راجپوت

(انتساب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

ترجمہ:

"بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

میری پیاری امی جان (مرحومہ) کے نام۔دعا گو ہوں کہ رب تعالیٰ میری والدہ کی مغفرت فرمائے اور میرے والد محترم کو ایمان اور صحت والی لمبی اور آسان زندگی عطاء فرمائے۔اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پہ سایہ فگن رہے۔

آمین

"God is with patience."
"Indeed, Allah is with the patient."
In the name of my dear mother (late). I pray that the Lord will forgive my mother and grant my Father's a long and easy life with faith and health.
And may their shadow be shaded by our heads
Amen

پیش لفظ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قارئین!

میری یہ تحریر ہر اس محب کے نام جس نے اس محبت کے حصول کے لیے ایثار کی لازوال قربانی پیش کی ہو۔

اپنے شب وروز، متعلقین حتیٰ کے گھر والوں کو بھی قربان کر دیا ہو۔ مگر ان تمام تر مشکلات کے بعد بھی وہ اس محبت کو حاصل نہ کر سکے۔

یا پھر حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے؟

محبت سننے میں تو ایک سادہ سا لفظ ہے جس کو چھونا یا دیکھنا تو ممکن نہیں لیکن اس کے اثرات انسانی زندگی کو تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔

حقیقتاً محبت کی تکمیل کے لیے بے پناہ ایثار کی درکاری ہے۔ مگر کامیابی تب ہی ممکن ہے جب حقیقی عشق کی سمت اختیار کی جائے۔

کرب کا اندازہ تب ہوتا ہے، جب آپ خلوص کے ساتھ تمام آزمائشوں اور رکاوٹوں کا مقابلہ کریں اور نتیجتاً آپ اپنی محبت کو حاصل نہ کر سکیں۔

جب منزل سے انسان چوک جائے تو یہ اس کے لیے سزا ہے (یعنی حقیقی منزل سے) اس کے برعکس اگر حقیقی محبت انسان کے مقدر میں لکھ دی جائے تو وہ کامیاب و سرفرار ہو جاتا ہے۔ کامیابی نسبتاً ایثار زیادہ مانگتی ہے۔

زندگی سے حاصل کردہ تجربہ مجھے یہ تلقین کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ محبت صرف رب کی ذات سے ہی ہونی چاہیے (یعنی حقیقی عشق۔) چونکہ وہ مکمل اور ہمیشہ رہنے والی ذات ہے۔

دنیاوی محبتین اکثر لاحاصل وادھوری ہی رہتی ہیں۔

چنانچہ اپنی قیمتی رائے سے ہمیں آشنا فرمائیں۔

شکریہ!

از قلم:- باسط بن مظہر راجپوت۔

(ادھوراپن)

(باسط بن مظہر راجپوت)

اکیس جولائی ۲۱۱۶ء۔

خوبصورت لوگوں کی شام لاہور کا منظر۔لاہور میں ابھی ہلکی ہلکی بوندا باندی اور ٹھنڈی ہواؤں نے تو جسے زندگی جینے کا سامان کر دیا تھا۔

ایک خوبصورت جوان لڑکی جس کی عمر قریب پچیس برس تھی۔وہ گھر کے وسیع و سر سبز لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی اور ساتھ میں خوشگوار موسم اور شام کے حسین رنگوں سے لطف اندوز بھی ہو رہی تھی۔

لان میں ہر طرف پھیلی بیلوں اور ہری بھری گاس کی چمک بے حد منفرد اور الگ معلوم ہو رہی تھی۔بارش کے بعد جیسے ہر شے چمک دار موتیوں سے سجادی گئی تھی۔وہ انہیں خیالات میں مگن مسکرائی،جس کی حسین آنکھیں اس کے بھورے رنگ کی زلفوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

:خاموش فضاء میں ایک آواز بلند ہوئی

"!عائشہ۔۔۔عائشہ"

اس آواز نے اس کے خیالات کا تسلسل توڑا تھا۔وہ یک دم آواز کی جانب متوجہ ہوئی:

"جی۔۔۔جی، موم! کیا ہوا؟ کچھ کام تھا آپ کو؟"

اس نے بے حد احترام اور نرم لہجے میں پوچھا تھا۔

عائشہ بیٹی! وہ موسیٰ اور اسماعیل ابھی تک گھر نہیں لوٹے، تو آپ جانتی ہو میں "

"ان کے لیے کتنی پریشان ہو جایا کرتی ہوں۔

:وہ مسکرائی اور موم کو اپنے پاس بٹھا کر کہنے لگی

موم! پریشان مت ہوں۔ موسیٰ بتا رہا تھا کالج کے بعد ان کا میچ ہے تو دیر سے "

"لوٹیں گے دونوں۔

عائشہ شادی کے بعد لندن ہی جا بسی تھی۔ جو دو ہفتے پہلے سوات سے لاہور آئی تھی۔اس نے چند روز اپنے سسرال میں قیام کیا، پھر ماں باپ سے ملنے لاہور اپنے گھر آگئی تھی۔

موسیٰ جس کی عمر ۱۸ برس جبکہ اس کے دوست کی عمر ۱۷ برس ہے۔ میچ کے بعد دونوں کالج کے میدان میں موجود تھے۔ موسیٰ غصے سے اپنے دوست کو گھور رہا تھا۔ جس کی بدولت وہ کرکٹ میچ ہار گئے تھے جو شاید موسیٰ کے لیے جیتنا ضروری تھا۔ اسماعیل سہما ہوا چپ چاپ وہیں بیٹھ گیا۔

موسیٰ بھی کچھ کہے بنا ہی وہاں سے اٹھا اور اپنے راستے چل دیا۔

اسماعیل چند قدم اس کے پیچھے ڈوڑا، آوازیں لگائیں، مگر مجال ہے موسیٰ نے اس کی کسی بات پر کان دھرے ہوں۔

اسماعیل کچھ فاصلے کے بعد تھک ہار کر اس انتظار میں وہیں بیٹھ گیا کہ موسیٰ کا غصہ کچھ لمحوں کا ہے جو ابھی ٹھنڈا ہو جائے گا اور وہ واپس لوٹ آئے گا۔ مگر آج ایسا نہ ہوا۔

اب وقت بیتنے لگا اور شام سے رات کا وقت بھی قریب آن پہنچا۔ پھر اسماعیل مایوس ہو کر گھر کی جانب چل دیا۔

گھر پہنچ کر سب سے پہلے اُس نے موسیٰ کے بارے میں پوچھا۔

عافیہ نے اسماعیل کو سینے سے لگالیا اور پوچھنے لگیں:

اسماعیل بیٹے! آپ اتنی دیر سے کیوں آئے؟"

جبکہ موسیٰ تو کافی دیر سے اپنے کمرے میں ہے، مگر اس نے کچھ نہیں بتایا۔

پلیز بیٹا! تم ہی بتادو کیا ہوا جو تم دونوں یوں ناراض ہو گئے؟ تم جانتے ہو ہم سب "کتنے پریشان تھے تمہارے لیے؟

:اسماعیل ندامت بھرے انداز میں بولا

آنٹی! میں معافی چاہتا ہوں۔ مگر موسیٰ کا تو آپ کو پتا ہی ہے وہ کتنا ضدی ہے،" آج بھی میں اُسی کے انتظار میں بیٹھا رہا تب ہی دیر ہو گئی۔

2.txt

(ادھورا پن)(2)(باسط بن مظہر راجپوت)

کالج میں میچ ہارنے کی وجہ سے وہ ناراض تھا مجھ سے اور مجھے بتائے بنا ہی گھر آ گیا

تھا۔ میں وہیں اب تک اس کا انتظار کرتا رہا۔"

پاس موجود عائشہ نے کہا:

"اسماعیل! یہ تو ہو گا۔ تم تو جانتے ہو کرکٹ اس کی رگ رگ میں سموع چکا

ہے۔ مگر تم پریشان مت ہو وہ کچھ دیر میں بہتر ہو جائے گا۔"

"مگر، بھابی جان! وہ کیسے؟ "

عائشہ نے کہا:

"وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اور ہاں، تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔"

یہ سُن کر اسماعیل کے چہرے پر خوشی سی چھا گئ:

"جی، ضرور سنائیں۔"

عائشہ نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا:

"وہ تمہاری آپی آئی ہوئی ہیں۔"

"اوہ! واقعی یہ سچ ہے کیا؟"

"ہاں، بالکل سچ ہے۔"

"اچھا، تو وہ ہیں کہاں؟"

صبر تو کر لو مل لینا۔ پہلے چینج کر لو ابھی وہ آرام کر رہی"

ہیں۔ تم جلدی سے فریش ہو جاؤ میں کھانا لگوا دیتی ہوں اور

"آیت کو بھی بلوا لیتی ہوں۔

عائشہ نے اسے صبر کی تلقین کی تھی۔

یہ ٹھیک ہے." کہہ کر وہ خوشی خوشی اپنے کمرے میں چلا گیا۔"

موسیٰ ایک بہت اونچے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اسماعیل اس کا بہت اچھا

دوست۔ مطلب ان دونوں میں ایک دوسرے کی جان بستی تھی۔ اسماعیل کچھ

عرصہ قبل ہی موسیٰ کے گھر شفٹ ہوا تھا جو موسیٰ کی ضد تھی۔

رات کا کھانا تیار تھا۔ اب بس انتظار تھا تو صرف موسیٰ کا جس نے خود کو کمرے

میں بند کر رکھا تھا۔

موسیٰ کی موم کافی پریشان تھیں۔

:عائشہ نے ان سے کہا

دیکھیں موم! آپ پریشان مت ہوں۔ میں نے آیت کو اس کے متعلق بتادیا"

"ہے وہ اُسی کو لینے کمرے کی طرف گئی ہے۔

:وہ موسیٰ کے کمرے کے باہر دستک دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی

موسیٰ! یہ بچوں والی حرکتیں چھوڑ دو، نیچے سب تمہارے لیے کتنے پریشان"

ہیں۔ اور میں تو تم سے ملنے کے لیے سوات سے آئی ہوں۔

"تو کیا اب میری بات بھی نہیں مانو گے؟

مگر موسیٰ نے کوئی جواب نہ دیا جو کافی پریشانی کا باعث تھا۔ اب آیت کچھ دیر

:خاموش رہی اور پھر کہا

ٹھیک ہے۔ تم اپنی ضد پر ثابت قدم رہو اور میں ابھی اسماعیل کو لیے گھر جا رہی"

!ہوں۔۔۔ بائے

"تمہیں ہماری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

آیت نے اتنا کہا اور نیچے کی طرف چل دی کہ اچانک موسیٰ نے پیچھے سے اس

کا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دونوں کان پکڑ کر کہنے لگا: "آپی! میں تو مذاق کر رہا تھا،

آپ یونہی ناراض ہو گئیں۔

3.txt

(ادھوراپن)(3)(باسط بن مظہر راجپوت)

"پلیز! مجھے معاف کردیں آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا، وعدہ۔

آیت اس کی سب چال بازی سمجھتی تھی، مگر اس کا موسیٰ سے پیار اکثر اسے ہار ماننے پر مجبور کر دیا کرتا۔

آج بھی آیت نے ہار تسلیم کرلی اور اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا:

دیکھو موسیٰ! تم ابھی ناسمجھ ہو۔ مگر تمہارے مذاق کی وجہ سے جو حالت" تمہارے گھر والوں اور تمہارے چاہنے والوں، یعنی میری ہوتی ہے اس کا تمہیں اندازہ نہیں۔"

:اس نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا

"آپی! مجھ سے غلطی ہو گئی، آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔"

:وہ ایک پل کے لیے خاموش رہنے کے بعد مسکرا کر بولی

چلو یہ بہت اچھی بات ہے جو تمہیں غلطی کا احساس ہو گیا۔"

"اب چلیں؟ سب کھانے پر انتظار کر رہے ہیں۔

"!چلیں آپی"

اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا اور آیت کے ساتھ کھانے کی میز پر پہنچ گیا۔

جب گھر والوں نے موسیٰ کے چہرے پر خوشی دیکھی تو وہ سب کچھ بھول گئے اور خوشی خوشی کھانا کھانے لگے۔

موسیٰ کی دادی جو اس سے بے حد پیار کرتی تھیں وہ موسیٰ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں، مگر کچھ نہ کہنے میں ہی انہوں نے بہتری سمجھی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دادی نے آیت کو اپنے پاس کمرے میں بلوا لیا

:اور اُسے پیار کرتے ہوئے کہا

"بیٹی زرا یہاں بیٹھو میرے پاس۔"

آیت مسکراتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئ۔

:انہوں نے خاموشی سے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا اور پھر کہنے لگیں

"ہاں، تو بیٹی! سناؤ تمہارا سفر کیسا گزرا اور یوں اچانک ہماری یاد کیسے آ گئ؟"

دادی! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ تو ہر وقت یاد رہتے ہیں، مگر وقت ہی نہیں"

"ملتا کہ آپ کے ہاں چکر لگائیں۔ آج کچھ موقع ہاتھ لگا تو میں حاضر ہو گئ۔

:دادی ہنس مکھ انداز میں بولیں

!یہ تو بہت اچھا کیا تم نے بیٹی"

"اور سناؤ گھر میں سب کیسے ہیں؟ تمہاری ماں، شاہد اور وہ چھوٹی مقدس؟

دادی! سب شکر ہے بالکل ٹھیک ہیں سب لوگ۔ اور آپ کو بہت یاد کرتے"

"ہیں۔

ہاں! مجھے معلوم ہے کتنا یاد کرتے ہیں مجھے۔ اسی لیے تو ہر روز میری خبر لینے"

"آ جاتے ہیں۔

:دادی نے طنزیہ طور پر کہا تھا۔ جو آیت سمجھ گئ اور کہنے لگی

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔بس بابا بہت مصروف رہتے ہیں۔ جیسے ہی وہ فری ہوں گے ضرور چکر لگائیں گے۔"

دادی نے کچھ گزرے لمحات کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا:

"بیٹی ! تم جانتی ہو تمہارے بابا اور حامد بچپن میں ہر وقت ساتھ رہے، جیسے وہ دونوں بھائی ہوں۔ مگر اب کہاں رہے وہ دن۔"

یہ کہہ کر وہ گہری سوچوں میں کھو گئیں اور پھر اظہار برہمی کے بعد بات بدلتے ہوئے مزید کہا:



4 .txt

(ادھوراپن)(4)(باسط بن مظہر راجپوت)

شاہد کے دن کیسے گزر رہے ہیں؟ تمہاری خبر گیری کے لیے گھر آتا ہے یا ڈیوٹی"
"پر ہی اپنی زندگی گزارنے کا عہد کر رکھا ہے؟

کہاں، دادی! انہوں نے تو جیسے پاک آرمی کو ہی اپنی بیوی بنالیا ہو، ہر وقت اپنی"
ڈیوٹی پر اپنے فرائض کے ساتھ مصروف رہتے ہیں۔ ہمیں بابا سے کوئی شکوہ نہیں
ہے۔ وہ ہماری ہر خواہش ہماری زبان پر آنے سے پہلے پوری کر دیتے ہیں۔ ہمیں
کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دیتے، مگر وقت جس کی ضرورت سب سے زیادہ اولاد
"کو ہوتی ہے وہ نہیں دے پاتے۔

اس نے افسوس جتایا تھا۔

دادی مسکرادیں اور اس کا ماتھا چومتے ہوئے شائستگی سے بولیں:

بیٹی! آج کل کی نسل کیا جانے ملک سے محبت کا جذبہ کیا ہوتا ہے؟ اس محبت"
پر مر مٹنے کا نشہ تو کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔ تمہاری بات ٹھیک ہے کہ وہ تمہیں
اس طرح سے وقت نہیں دے پاتا جیسے تمہارا حق ہے۔ مگر کبھی تم لوگوں نے
سوچا ہے کہ تم لوگ کتنے خوش نصیب ہو جو گھر میں بیٹھ کر دوسروں کے لیے
"قربانی دے رہے ہو۔

وہ کیسے دادی؟"آیت نے معصومانہ انداز میں سوال کیا تھا۔"

وہ ایسے کہ تمہارے بابا قوم کی حفاظت کے لیے دن رات اپنے آرمی جوانوں "

"کے ساتھ گزارتے ہیں۔اس سب میں تم لوگوں کی قربانی بھی تو شامل ہے۔

ہاں،دادی! ہمارے بابا نے کبھی بھی ہمیں کسی چیز کی کمی "

محسوس نہیں ہونے دی۔ مگر انسان جو خوشی اپنا وقت دے کر بانٹ سکتا ہے وہ

"کسی اور چیز میں کہاں؟

آیت اب تک وہیں اڑی ہوئی تھی۔

دادی نے پھر سے مسکراہٹ بھرے انداز میں آیت کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے

کہا:

ارے بیٹی! اتنی ناشکری بھی اچھی نہیں ہوتی۔وہ جو کچھ کر رہا ہے تمہارے بھلے "

کے لیے ہی تو ہے۔

حامد اور شاہد بچپن سے ہی اچھے دوست تھے اور لاہور کے رہائشی بھی۔اس لیے

وہ سگھے بھائیوں کی طرح ہمیشہ رہے تھے۔حامد کی ماں مطلب شاہد کی بھی ماں

ہوں ایسی دوستی تھی دونوں میں۔ لیکن آرمی جوائن کرنے کے بعد شاہد نے

لاہور کو خیر آباد کہہ دیا تھا اور پھر سوات ہی جا بسا تھا۔ وہیں اس کی شادی ہو گئی اور

"آج اس کے ماشاءللہ پانچ بچے ہیں۔

دادی نے کچھ پرانے قصے چھیڑ کر خاموشی سادلی تھی۔

طویل خاموشی ان کے ان الفاظ پر ٹوٹی:

"اب تم جاؤ باہر، ہم کل بات کریں گے۔"

وہ خوشی خوشی باہر جانے لگی۔

موسیٰ باہر لان میں بے چین سی کیفیت میں منہ پھلائے گہری سوچوں میں مگن

تھا۔

آیت چپکے سے اس کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گئ۔

آیت کی عمر اکیس برس تھی اور وہ سمجھدار ہونے کے ساتھ ساتھ حسن کی بھی

ملکہ تھی۔

کافی دیر گزرنے کے باوجود وہ ساکن بیٹھا رہا۔

تب آیت نے اس کے قریب ہو کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

موسیٰ یک دم کھڑا ہو کر اس انداز میں مڑا، جیسے وہ کسی سے خوف کھا گیا ہو۔ آیت نے اُس کا ہاتھ تھام لیا اور پیار سے پوچھنے لگی:

"موسیٰ! سب خیریت تو ہے؟ اتنے خوف زدہ کیوں ہو؟ کیا کوئی مسئلہ ہوا ہے؟"

"نہیں، آپی! ایسی کوئی بات نہیں بس یونہی۔" کہہ کر وہ اندر کمرے میں چلا گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ رہا تھا۔



5.txt

(ادھورا پن)(5)(باسط بن مظہر راجپوت)

وہ نہ جانے کیوں الجھا ہوا اور دکھی سا لگ رہا تھا۔

آیت کافی پریشان ہوئی کیونکہ اس نے موسیٰ کا پہلے کبھی ایسا برتاؤ نہیں دیکھا تھا۔

آیت وہیں ٹہلنے لگی اور موسیٰ کے متعلق سوچنے لگی۔۔۔۔

اسی دوران اسماعیل بھی آگیا اور پوچھنے لگا:

آپی! خیریت تو ہے؟ آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں؟"

"پہلے تو کبھی آپ کو اس قدر پریشان نہیں دیکھا۔

مگر آیت نے کوئی جواب نہ دیا۔

تب اسماعیل نے اپنا سر پکڑے اوپر دیکھ کر کہا:

"آج للہ کرے خیر ہو۔"

پھر پیچھے سے آیت کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا، تب کہیں جا کر وہ ہوش میں آئی تو یک دم پوچھنے لگی:

"ہاں۔۔۔ہاں کیا ہوا؟ کیا کہہ رہے تھے تم؟"

اس پر اسماعیل دھیمی سی آواز میں بولا:

"آپی! آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ میں کب سے آپ سے بات کرنے کی کوشش

کر رہا ہوں، مگر آپ کوئی جواب ہی نہیں دے رہیں۔"

آیت مسکرائی اور کہنے لگی:

"سوری یار! میں بس موسیٰ کی بے چینی نہیں دیکھ پا رہی۔ آج اس کا موڈ بالکل

آف ہے۔ بس اُسی کے لیے سوچ رہی تھی۔

تم بتاؤ کیا کہنا تھا تمہیں؟"

"میں نے تو کچھ نہیں کہنا تھا۔ بس آپ کو اکیلا دیکھا تو سوچا کیا وجہ ہوئی جو اتنی

پریشانی میں ٹہل رہی ہیں آپ۔"

"اچھا، میری چھوڑو۔ یہ بتاؤ آج ایسا کیا ہوا کالج میں جو موسیٰ اپنی ناک لال کیے

بیٹھا ہے؟"

اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا:

"اوہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ آپی! اس کا جنون اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ آج

ہم کرکٹ میچ ہار گئے تب سے ہی وہ ایسا برتاؤ کر رہا ہے۔ اور مجھ سے تو بات تک

نہیں کرنا چاہتا۔"

"مگر کیوں ؟تم نے ایسا کیا کیا جو وہ تم سے ناراض ہے ؟"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

آپی ! وہ سمجھتا ہے میچ ہارنے میں سب سے بڑا کردار میری فنریک ہے، بس اس" لیے۔ لیکن آپ پریشان نہ ہوں اس کی ناراضی دور کرنے کا ایک حل ہے

میرے پاس۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں؟

:آیت بولی

"بالکل، آپ ارشاد فرمائیں جناب ! ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں۔"

:اسماعیل کو اس کا یوں بات کرنا پسند نہ آیا۔وہ ناراض ہو کر کہنے لگا

آپ کو تو میری ہر بات مذاق ہی لگتی ہے۔"

"کیا میں اتنا نالائق ہوں؟

:آیت اس کے اس معصومانہ انداز پر مسکرانے لگی اور اپنے کان پکڑ کر کہنے لگی

اچھا، بابا! غلطی ہو گئی۔ تم تو ویسے ہی برا مان گی ئے۔"

6.txt

(ادھوراپن)(6)(باسط بن مظہر راجپوت)

چلو میں آئندہ خیال رکھوں گی۔

"آپ بتاؤ کیا ہے حل؟

رہنے دیں آپی! میں نے تو سوچا تھا ایک مفت کا مشورہ دے دوں، مگر میرے"

"مشورے کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں۔

:وہ اسماعیل کے قریب ہوئی اور کہا

کیا میں اپنے بھائی سے اب مذاق بھی نہیں کر سکتی۔"

"ڈرامے بازی نہ کیا کرو چلو بتاؤ کیا کہنا تھا تمہیں؟

:اسماعیل یہ کہتے ہوئے پیچھے مڑا

"لیکن ایک شرط پہ بتاؤں گا؟"

"ہاں، ٹھیک ہے ابھی بتاؤ۔"

"پہلے آپ وعدہ کریں آگے سے آپ میری باتوں کو مذاق میں نہیں لیں گی؟"

اچھا! وعدہ ہے میرا، اب برائے مہربانی کچھ پھوٹ دیں۔"

"کیوں میرا امتحان لے رہے ہو؟

آیت کے لہجے میں ہلکی سی کڑواہٹ بھر آئی تھی۔

چلیں، آپی! اب آپ اتنا اصرار کر رہی ہیں تو بتائے دیتا ہوں۔" اسماعیل بھی اپنی مثال آپ تھا وہ کہاں آیت سے ایک قدم پیچھے رہا تھا۔ وہ اسی کی زبان میں جواباً گویا:

"اس کی ناراضی دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اسے ہم، 'Eve Time Coffee shop' لے چلیں۔ جہاں اس کی من پسند کافی ملتی ہے۔ اور وہ جب بھی اس طرح ناراض ہوتا ہے انکل، آنٹی اسے منانے کے لیے وہیں لے کر جاتے ہیں، اور پھر وہ خوشی خوشی سب سے راضی ہو جاتا ہے۔"

"ارے واہ، میرے دل کے ٹوٹے! تم تو چھپے رستم نکلے۔ کیا کمال کا دماغ لگایا تم نے۔ لیکن اب تو رات ہو چکی ہے۔ تو تم بھی تیاری کر لو، میں موسیٰ کو بھی یہ بتا دیتی ہوں اور کل شام ہم چلیں گے۔"

آیت یہ کہہ کر خوشی خوشی اندر چلی گئی۔

اس نے جب موسیٰ کے کمرے پر دستک دی تو پہلے تو موسیٰ نے کوئی جواب نہ دیا تو آیت پریشان ہو کر سوچنے لگی۔

ایسا کیا کروں جو وہ مان جائے؟

اچانک اسے کچھ خیال آیا تو وہ کہنے لگی:

"دیکھو میں اس بار بالکل مذاق نہیں کر رہی، اگر اب تم نے دروازہ نہ کھولا تو میں ایک پل بھی مزید یہاں رکنے والی نہیں ہوں، بلکہ اسماعیل کو لیے اپنے گھر چلی جاؤں گی ہمیشہ کے لیے۔"

اب موسیٰ کی دکھتی رگ آیت کے ہاتھوں میں تھی۔ یہ سن کر موسیٰ ایک لمحے میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا اور کہنے لگا:

ارے نہیں۔۔۔ نہیں، آپی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔اور آپ تو میری بھی"

بڑی بہن ہیں۔

"کیا مجھے یوں اکیلا چھوڑ جائیں گی؟

موسیٰ نے ایک پل میں رنگ بدل کر تحفظات کا اظہار کیا تھا۔

آیت نے جب یہ سنا تو وہ کافی افسردہ ہوئی، پھر موسیٰ کو اپنے ساتھ لیے باہر آگئی

اور کہا:

نہیں یار! بھلا میں ایسا کیوں کروں گی۔ مگر دیکھو، اگر تم خود کو کمرے میں بند"

کیے رکھو گے تو سب لوگ کافی پریشان ہوں گے اور ناراض بھی۔

7.txt

(ادھورا پن)(7)(باسط بن مظہر راجپوت)

"اب اگر یہ حرکت تم نے دہرائی تو میں بھول جاؤں گی کہ تم کون ہو۔

اوہ ہو، آپی پلیز! ایسا مت کرنا، میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ بہت احتیاط کروں گا"

"اور کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔

اس کا سرد لہجہ اور چہرے کی معصومیت سچی لگی تھی۔

:آیت نے یہ سُنا تو اس کا چہرہ کھل اٹھا، اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"کیا موسیٰ! تم وعدہ کر سکتے ہو؟"

:موسیٰ نے اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا

"ہاں، میرے یار کے سر کی قسم میں یاد رکھوں گا اپنا یہ وعدہ۔"

آیت نے مجبوراً اُس کی بات اس کے کھلتے چہرے کو دیکھتے ہوئے مان لی اور قہقہہ لگا کر ہنسی، پھر تینوں بغل گیر ہو گئے۔



اس سے قبل آیت اور سانول کے دوستوں کی زندگی میں کیا ہوا؟ آیت لندن کب اور کیوں گئی؟

یہ سب اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

جب لندن میں آیت اور منان کی ملاقات ہوئی تب منان تو آیت کے متعلق پہلے سے جانتا تھا، مگر وہ خوبصورت نکش و نگار کی مالکن حسین جوان لڑکی نہیں۔

آیت جو قریب ۲۴ برس کی تھی اور منان ۲۲ کا۔ منان نے جب آیت کی طرف غور سے دیکھا تو اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔

یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے؟

اور لگتی بھی اپنے ملک پاکستان کی ہی ہے۔

جو یقیناً تھی۔

یہ یہاں اکیلی بیٹھی اور اتنی پریشان کیوں ہے؟

وہ صبح نو بجے مانی کے ریسٹورنٹ کے باہر لگے بینچ پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔

جہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔

مانی نے ارادہ کر لیا کہ مجھے اُس سے بات کرنی چاہیے۔

اس نے ایک لمحے میں بہت کچھ سوچ لیا اور پھر ڈرتے ڈرتے کسی طرح ہمت کر کے اس کے قریب جا پہنچا اور چپکے سے اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

اگلے ہی لمحے وہ اس کے روبرو پہنچ کر اس کا ہر طرف سے جائزہ لینے لگا، جیسے وہ اس کا اسکیچ بنانے کی سوچ رہا ہو۔

کافی وقت بیت جانے کے باوجود آیت ٹس سے مس نہ ہوئی جو کافی پریشان کن تھا۔

:منان نے دھیمی سی آواز میں کہا

". سنیں تو۔ ہیلو میڈم! میں آپ سے بات کر رہا ہوں"

وہ آیت کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

آپ پریشان لگ رہی تھیں۔ اور اگر آپ برا نہ منائیں تو میں یہاں بیٹھ "

"جاؤں؟

منان نے خوف زدہ لہجے میں کچھ فاصلے سے اس سے اجازت طلب کی تھی۔

آیت نے پہلے خاموشی سے منان کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

8.txt

(ادھوراپن)(8)(باسط بن مظہر راجپوت)

پھر کچھ روپے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے۔جو دیکھ کر منان کو برا بھی لگا اور تعجب بھی ہوا۔

اس نے حیرانی سے آیت کو دیکھ کر کہا:

"دیکھیے میڈم! میں فقیر بالکل نہیں ہوں۔بلکہ میں تو آپ کی پریشانی کی وجہ پوچھنے آیا تھا۔"

آیت نے منہ پھیرتے ہوئے اپنا بیگ اٹھالیا، جس میں کچھ ضرورت کا سامان تھا۔

پھر تکبرانہ انداز میں یہ کہہ کر وہاں سے جانے لگی:

"اوہ، پلیز! میں آپ کو بالکل بھی نہیں جانتی اور نہ ہی مجھے کسی غیر سے بات کرنے میں یا اپنا قیمتی وقت برباد کرنے میں کوئی دلچسپی ہوئی نہ ہو گی کبھی۔اور آپ پہلے یہ آئینہ دیکھیں اور پھر سوچ کر بتائیں.

"آپ کسی بھی لڑکی سے بات کرنے کے قابل ہیں؟

اس نے آئینہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

یہ سن کر اسے کافی تشویش لاحق ہونے لگی تو اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھنا چاہا، کہ آخر ایسا کیا ہے جو وہ اتنا ذلیل ہو گیا۔

منان نے جب چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو وہ چلانے لگا اور خوف زدہ بھی ہو گیا:

ارے ارے! یہ کیا ہو گیا؟ پانی... پانی لاؤ۔" اور ساتھ ہی آیت کو دیکھ کر اپنی" بتیسی دکھانے لگا۔

اگلے ہی لمحے آیت نے اُسے آئینہ دکھا کر پوچھا:

"لگتا ہے آپ کو منہ کالا کروانے کا بے حد شوق ہے؟"

یہ سُن کر منان کو بہت غصہ آیا، مگر وہ خاموش رہا۔

آیت نے پھر سے پوچھا:

"اس کا مطلب ہے میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں؟"

اس نے لفظوں کے وار جاری رکھے۔

"ویسے شوق اچھا ہے۔"

پھر اپنی بکھری ہوئی زلفیں سنوارتے ہوئے "کیری آن" کہہ کر اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

منان نے کافی کوشش کے بعد اپنا بگڑا ہوا حلیہ درست کیا، پھر آیت کے پیچھے یہ کہتے ہوئے چند قدم چلنے لگا:

ارے! ابھی تو آپ رو رہی تھیں۔ میں نے تو صرف آپ سے رونے کی وجہ" جاننا چاہی تھی تاکہ میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں، مگر آپ نے میرا ہی مذاق بنا "ڈالا۔

آیت یہ سُن کر وہیں رک سی گئی اور پلٹ کر کہا:

دیکھو، تم جو بھی ہو جیسے بھی ہو اپنی حد میں رہنا سیکھ لو۔ مجھے کوئی دلچسپی نہیں" ہے تم میں اور نہ ہی تمہاری ان بے وقوفوں جیسی حرکات میں۔ اس لیے مجھ سے "دور رہنے کی کوشش کرنا۔

ارے، میڈم! آپ تو ناراض ہی ہو گئیں، میرا مطلب یہ بالکل نہیں تھا۔اور" میں ویسے بھی آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" کہہ کر اس نے کچھ سوچے بنا اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا:

"کیا ہم دونوں دوست بن سکتے ہیں؟"



9.txt

(ادھوراپن)(9)(باسط بن مظہر راجپوت)

آیت نے پھر سے قہقہ لگایا اور منان کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگی:

اپنی شکل دیکھی ہے کبھی؟ اگر نہ دیکھی ہو تو میں پھر سے آئینہ دکھا" دوں؟" پھر طنزیہ طور پر کہا۔

"بڑا آیا دوستی کرنے والا۔ چل نکل یہاں سے فقیر کہیں کا نہ ہو تو۔"

منان نے پیچھے ہٹ جانے میں ہی بہتری سمجھی اور اپنی منزل کی طرف رواں ہو گیا۔

مناں بھی کسی سے کم تو نہ تھا۔ اب وہ ہر دن اپنے ریسٹورنٹ کے باہر آ کر کھڑا ہو جاتا اور آیت کے آنے کا انتظار کرنے لگتا اور جونہی وہ وہاں پہنچتی، منان اس کے پاس آ کر کھڑا ہو جاتا۔

دن گزرتے گئے اور آخر کار منان نے اس نک چڑھی سے دوستی بھی کر لی۔

منان نے اپنی دوست کو اپنے متعلق ساری سچائی بتا دی اور پھر اپنے کیے پر اس سے معافی بھی مانگ لی۔

کچھ دن وہ دونوں صرف ایک دوسرے کو جانتے رہے اور پھر دوستی کا رشتہ مزید گہرا ہو گیا۔

دوستی کے ایک ہفتے کے بعد دونوں روٹین کے مطابق ریسٹورنٹ کے باہر خوش گپیاں لگا رہے تھے۔

آیت کہنے لگی:

اچھا، منان! تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم بھی پاکستان سے ہو؟اور"

"سانول کے اچھے دوست بھی ہو؟

دراصل، آیت! میں بتادیتا تمہیں پہلے ہی روز، مگر میری اُس حرکت کی وجہ"

سے تمہاری اداسی کو میں نے خوشی میں بدلتے دیکھ لیا تھااور میں تو سچائی سے بے

خبر ہوں۔اس لیے اسی میں بہتری سمجھی کہ جب میں اور تم ایک دوسرے کو

"اچھے سے جان لیں تب ہی تمہیں سچائی بتاؤں۔

:آیت نے پیار بھری نگاہوں سے منان کو دیکھا پھر کہنے لگی

تم بھی نا۔۔۔ بالکل پاگل ہو۔"

"کیا کسی کی خوشی کے لیے اپنا کردار بھی بدل دیا جاتا ہے؟

:اس نے بات جاری رکھتے ہوئے یہ بھی کہا

جانتے ہو تمہاری حرکات کی وجہ سے میں تمہیں بالکل پاگل اور آوارہ سمجھنے لگی"

"تھی۔

وہ بے تکلفی میں ہنسا جو بے حد خوبصورت نظر آیا۔اس نے وقت کی نزاکت کو مد

:نظر رکھ کر آیت سے پوچھا

"وہ تو میں ہوں۔اس میں کوئی شک ؟"

:وہ اداسی بھرے لہجے میں بولی

"چل ہٹ، پاگل کہیں کا نہ ہو تو۔"

پھر چپکے سے اپنے آنسو اس انداز میں صاف کرنے لگی، جیسے آنکھ میں کچھ چلے جانے کا بہانہ ہو۔ مگر یہ صرف دکھاوا تھا۔

اس کے اندر کا درد واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔



10.txt

(ادھورا پن)(10)(باسط بن مظہر راجپوت)

:طویل خاموشی کے بعد منان نے سرد لہجے میں کہا

دیکھو، آیت! مجھے یہ نہیں معلوم کہ تمہیں اچھا لگے گا یا پھر تم برا مناؤ گی۔ لیکن" میرا سچ میں تم سے دوستی کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔۔۔اور وہ یہ کہ میں تمہاری اداسی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔

آخر ایسا کیا ہوا جو تم اپنا گھر بھار، رشتہ دار، عزیز اور اپنا ملک سب کچھ چھوڑ کر اتنی دور ویرانے میں چلی آئیں؟اور تم نے اس سب کے لیے صرف لندن کو ہی "کیوں چنا؟

آیت نے پرکشش نگاہوں سے پلکوں کا پردہ اٹھا کر منان کی طرف دیکھا اور اسے :گھور کر مسکرائی۔۔۔

تمہیں اتنی بے چینی کیوں ہے؟جو اپنے متعلق بتائے بنا ہی میری عمر بھر کی" "کہانی میں دلچسپی لینے لگے ہو؟

دیکھو، آیت! میرے متعلق بھی تم وقت کے ساتھ ساتھ جان جاؤ گی۔ مگر" "ابھی مجھے تمہاری کہانی سننی ہے اور کسی قسم کا انکار بالکل نہیں۔

یہ سن کر وہ یک دم کچھ کہے بغیر ہی اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے بہتے ہوئے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے چلتی بنی۔

منان نے بہت کوشش کی، اس کے پیچھے بھی دوڑا، مگر بے سود۔ اس نے منان کو کوئی لفٹ نہ کرائی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

اب وہ کافی پریشان تھا کیونکہ اس نے سانول سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ آیت کی ادھوری کہانی ضرور پوری کرے گا۔ اور سانول کو وہ سب کچھ بتائے گا، جو وہ آیت سے اپنے دوستوں کے متعلق جاننا چاہتا ہے۔

کافی وقت کی سوچ بچار کے بعد اس نے سانول کو فون کیا اور سارا واقعہ اُسے سُنا دیا۔ جس پر سانول کافی برہم ہوا اور منان سے ناراض ہو گیا۔

سانول سمجھتا تھا اس سب کے پیچھے منان کا کوئی قصور ہے، مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔

اب وہ بالکل اکیلا ہو چکا تھا اور جو کچھ کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا۔ جواب آیت کا سایہ بن کر اس کے ارد گرد گھومنے لگا۔

اور کافی دنوں کی انتھک محنت کے بعد آخرکار آیت اسے اپنی کہانی سنانے کے لیے راضی ہو گئی۔

آج اتوار کا دن تھا اور لندن کا موسم کافی سہانا تھا۔ مانی اپنی روٹین کے مطابق ریسٹورنٹ میں موجود گہری سوچوں میں

گم صم بیٹھا تھا کہ اچانک اس کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا، تو یوں اچانک ایسا ہونے پر وہ سہم سا گیا۔ جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آیت اس کے قریب کھڑی تھی، جسے دیکھ کر اسے تسلی ہوئی کہ وہ اس کی بات ماننے کے لیے تیار ہو گئی ہے۔

وہ پلک جھپکتے ہی اٹھ کر کھڑا ہوا۔



11.txt

(ادھوراپن)(11)(باسط بن مظہر راجپوت)

آج مانی کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

آیت اس کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں کی چمک دیکھ کر کہنے لگی:

واقعی، ماننا تو پڑے گا تمہیں۔ آج تم نے مجھے ہرا دیا اور میں خود تمہیں اپنی"
داستان سنانے چلی آئی۔

"کیا آج کل بھی دوستی پر یوں اپنا سب کچھ قربان کرنے والے لوگ زندہ ہیں؟
یہ سن کر وہ اچھلا تھا اور مسکرا کر اپنی خوشی کے اظہار کے ساتھ پوچھنے لگا:

"کیا واقعی! تم سچ کہہ رہی ہو؟"

وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولی:

"ہاں۔۔۔۔ہاں، میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

مانی یہ سن کر کچھ دیر خاموش رہا۔ مگر وہ خوش تھا اور اگلے ہی لمحے دو کپ چائے
لے کر حاضر ہوا، پھر اتاولے انداز میں پوچھا:

"اچھا، تو پھر شروع کریں کہانی؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ پوچھو کیا بتاؤں؟"

یہ پوچھ کر آیت اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئ۔ مگر اس کے پوچھنے کی ادا دلوں
میں گھر کر جانے والی تھی۔

مانی نے تمہید باندھے بنا دل کا راز زباں سے ادا کرتے ہوئے یک دم پوچھا:

اچھا، تو مجھے یہ بتاؤ موسیٰ اور اسماعیل دوست کب اور کیسے بنے؟ان کی دوستی "
" کیسی تھی اور لوگوں سے ان کے تعلقات وغیرہ؟

:آیت پوری توجہ سے اس کا سوال سننے کے بعد بولی

شروع شروع میں وہ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھ رہے تھے جب موسیٰ "
لندن سے پاکستان آ گیا تھا۔

میرے بابا اور حامد انکل کی کاروبار میں شراکت داری ہے جو ہادی بھائی اور صالح بھائی ساتھ ساتھ دیکھ رہے ہیں۔

موسیٰ بچپن سے ہی لندن میں رہا تھا۔ جو اپنے والدین کے پاکستان آنے کے باوجود صالح بھائی کے ساتھ لندن میں ہی قیام پذیر تھا۔

یہاں اسماعیل کی من پسند جگہ مری تھی جسے بابا نے وہیں
اے۔پی۔ایس 'میں داخل کرا دیا تھا۔ جبکہ موسیٰ کے لندن سے آتے ہی '
میرے بابا نے حامد انکل سے مشاورت کے بعد اسے بھی اسماعیل کے ساتھ مری ہی بھیج دیا تھا۔ بس وہیں سے ان دونوں نے بھی ایک دوسرے کو جاننا شروع کیا اور آہستہ آہستہ ان کی ملاقات گہری دوستی میں بدل گئ۔

میر اسماعیل بہت ہی معصوم اور سادہ مزاج، مگر موسیٰ بہت اڈوانس یعنی تیز اور چالاک تھا۔اس وقت ان دونوں کے باہر کے لوگوں سے تعلقات کیسے تھے؟ میں بالکل نہیں جانتی تھی، مگر جیسے تیسے وقت گزرتا گیا ان کے تعلقات بھی بنتے گئے۔"

"اچھا، آیت! کیا تم اور موسیٰ لوگ رشتہ دار ہو یا بس بزنس کی حد تک تعلقات ہیں تم لوگوں کے؟"

مانی نے اس کی بات مکمل ہوتے ہی پوچھا تھا۔

"نہیں مانی! تب رشتہ داری تو نہیں تھی، مگر میرے بابا اور حامد انکل بچپن کے اچھے دوست اور کاروبار میں شراکت دار تھے اور اب بھی ہیں۔"

اس کے بعد آیت کے یک دم تیور ہی بدل گئے اور پوچھنے لگی: "مانی! مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ تم یہ سب مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

12.txt

(ادھوراپن)(12)(باسط بن مظہر راجپوت)

:منان نے جواباً کہا

ارے! نہیں یہ سب میں نہیں جاننا چاہتا بلکہ سانول کے کہنے پر یہ سب کر رہا"

"ہوں۔

:سانول کا نام سن کر آیت کے چہرے پر افسردگی سی چھاگئی اور کہنے لگی

انسان بھی کیا چیز ہے، جو زندگی کے حسین لمحات کو ایک کہانی کی صورت میں" جاننا تو بے حد پسند کرتا ہے۔ مگر جب کوئی انسان زندگی جینے کی خواہش کرتا ہے تو اس کی خواہشات کے جنازے نکال دیے جاتے ہیں۔ پھر اس انسان کے پاس سوائے ناکامی اور

"ناامیدی کے کچھ باقی نہیں بچتا۔

:وہ حیران کن انداز میں پوچھنے لگا

"کیا مطلب آیت! کہنا کیا چاہتی ہو؟"

اس نے سنجیدگی سے مانی کو دیکھ کر اپنی بات بدلتے ہوئے کہا: "مطلب کچھ خاص نہیں ہے۔ بس انسان کی فطرت بتا رہی ہوں۔ موسیٰ اور اسماعیل کے متعلق بات کرنا مطلب اپنے سینے کو چاک کرنا ہے، مگر کوشش کروں گی تمہیں بتانے کی۔"

:اس نے ایک پل کی خاموشی کے بعد آیت کو متوجہ کیا اور سنجیدگی سے کہا

تمہیں اپنا درد مجھ سے بانٹنے کا پورا حق ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں تمہارا" ایک ایک لفظ اور ایک ایک پل قیمتی اور خود پر قرض سمجھ کر تمہیں سننے اور سمجھنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔"

:آیت طویل خاموش کے بعد کہنے لگی

"اچھا تو پھر سنو۔"

وہ شروعات سے سب بتانے لگی۔

میرے بابا دوستی کے رشتے کے ناطے ہمیشہ سے چاہتے تھے کہ ان دونوں دوستوں کی دوستی کا رنگ کچھ ایسا چڑھے کہ دونوں کی دوستی رشتہ داری میں بدل جائے۔اور شاید قدرت کو بھی یہی منظور تھا۔

میری آپی اور موسیٰ کے بڑے بھائی ایک دوسرے کو جاننے کے ساتھ ساتھ بے حد پسند بھی کرتے تھے۔چونکہ تعلیم کا معیار سوات میں بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ایمان آپی اپنی تعلیم لاہور میں ہی جاری رکھے ہوئے تھیں،اور ان کا لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کا ایک جواز تھا۔۔ تو وہ تھا بابا اور حامد انکل کی دوستی، جس بھروسے بابا نے انہیں لاہور جانے کی اجازت دے دی تھی۔

صالح بھائی اور آپی ایک ہی کالج میں زیر تعلیم تھے،دونوں کی قسمت بھی ان پر مہربان تھی اور ہر قدم پر دونوں کا بھرپور ساتھ بھی نبھایا قسمت نے۔بس اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے بابا نے فیصلہ کیا کہ کیوں نا اچھی دوستی کو رشتے جیسے انمول بندھن میں پرو لیا جائے۔

13.txt

(ادھوراپن)(13)(باسط بن مظہر راجپوت)

باباکا یہی فیصلہ دو دوستوں کو ایک بے حد پاکیزہ رشتے میں باندھ گیا۔
ہم سب گھر والے بھی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔کیونکہ اب صرف پندرہ دن ہی بچے تھے۔
دوسری طرف ہمارے باباکو اپنی دوستی اور اپنے کیے فیصلے پر اس قدر یقین تھا اور وہ بھی اتنا پختہ کہ انہوں نے ایک نہیں بلکہ دو،دو شادیاں طے کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔
کیا مطلب ؟دو،دو شادیاں کیسے ؟"وہ چونکا تھا۔"
ارے،بدھو! مطلب یہ کہ ایمان آپی کی شادی صالح بھائی سے۔اور موسیٰ کی "
"آپی کی شادی ہمارے ہادی بھائی سے کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔

:اس پر مانی نے مزاحیہ انداز میں کہا

ارے واہ! یہ تو بہت اچھا ہو گیا تھا۔ایک ہی خرچے میں دو، دو شادیاں۔ویسے "
آیت! کنجوسی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔دیکھو نا، تمہارے بابا کتنے کنجوس
"نکلے۔

اس کے اتنا کہتے ہی آیت تہش میں آ گئی اور غصے بھری نگاہوں سے اسے گھورنے
لگی۔جس کا اشارہ وہ اس کے کچھ کہنے یا بولنے سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا۔اس نے
آیت کے حاوی ہونے سے قبل اپنے لفظوں پر آیت سے معذرت کر لی۔

:جس پر آیت نے صرف اتنا کہا

دیکھو، پاگل! کہیں میرے ہاتھوں سے مر ور نہ جانا، ویسے بھی مجھے اب اپنی"
زندگی سے کچھ خاص لگاؤ بھی نہیں ہے۔اور یہاں کے قوانین تم مجھ سے بہتر
"جانتے ہو۔

:مانی یہ سنتے ہی بے اختیار ہنس پڑا اور پھر سے مزاحیہ انداز میں کہنے لگا

ارے، محترمہ! میں معافی چاہتا ہوں، خدارا کچھ ایسا ویسا مت کیجیے گا۔ویسے "
"بھی مجھے کوئی زیادہ جانتا نہیں تو کہیں گھر والے بھی نہ نکال دیں گھر سے۔

یہ کہہ کر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

:کچھ لمحات کی خاموشی چھائی رہی جو آیت کے ان الفاظ پر ٹوٹی

میں کچھ نہیں جانتی لیکن اگر تمہیں کہانی میں کوئی دلچسپی ہے تو اب کوئی فضول"

"بکواس مت کرنا۔

:اس نے ہامی بھری

"اچھا، محترمہ! جیسے آپ کا حکم۔"

اور ایسے خاموشی اختیار کرلی جیسے کبھی اس کے منہ میں زبان ہی نہ تھی۔

14.txt

(ادھوراپن)(14)(باسط بن مظہر راجپوت)

آیت نے اپنے سامنے پڑا چائے کا مگ اٹھا کر اسے بھی پلکوں سے اشارہ کیا کہ چائے پی لو۔اور پھر دونوں نے ایک ایک گھونٹ چائے پی کر مگ میز پر رکھ دیے، پھر خاموشی سے ایک دوجے کو گھورنے لگے۔

کچھ لمحات بیت جانے پر اس نے پھر سے آیت سے کچھ پوچھنے کی اجازت طلب کی، جو اس نے یہ کہتے ہوئے دے دی:

"ٹھیک ہے، مگر اس کے بعد تم بیٹھ کر صرف کہانی سنوں گے۔اور اگر یہاں وہاں کی باتیں کیں تو میں کہانی ادھوری چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

یہ مانی کو کسی صورت منظور نہ تھا سو اس نے ہامی بھری اور استانی جی کا چہرہ دیکھنے لگا۔

آیت نے کہانی وہیں سے شروع کی جہاں وہ رکی تھی:

"دونوں گھرانے بے حد خوش تھے۔

ہم لوگ دو بھائی اور تین بہنیں ہیں اور موسیٰ لوگ تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔"

اس نے بات مکمل کرتے ہی اپنے اداس چہرے سے آنسو صاف کیے اور مسکرانے کا ڈرامہ کرتے ہوئے آگے بڑھی۔

منان جو ہر بات کو مذاق سمجھ جایا کرتا تھا بالکل خاموش رہا۔اسے آیت کے حکم کی تعمیل جو کرنی تھی۔

:آیت نے آگے کی بات یہاں سے دہرانا شروع کی

بابا جان کا یہ فیصلہ دونوں خاندانوں کے لیے باعث فخر اور قدر کا حامل تھا۔"

یہ قریب دسمبر ۲۰۱۲ کا واقعہ ہے اور آج دسمبر ۲۰۱۹ جو کچھ ہی دیر میں

"شروع ہو جائے گا۔

مانی اور آیت چونکہ کافی وقت سے ایک ساتھ تھے تو دن سے شام اور شام سے رات تک کا وقت کیسے گزرا، دونوں کو کچھ علم نہیں تھا۔

آیت ماضی دہرانے لگی۔

۲۰۱۹ء میں اسماعیل مری میں زیر تعلیم تھا اور موسیٰ لندن سے لوٹا تھا۔اسماعیل کو مری سے دل لگی سی تھی اور وہ ہمیشہ وہیں رہنا چاہتا تھا۔اب چونکہ شادی قریب تھی تو اگلے ایک دو روز میں بابا نے اسماعیل کو بھی گھر بلوالیا تھا۔

موسیٰ اور ہمارے گھر والوں کی مشترکہ بیٹھک ہوئی جس میں یہ طے پایا تھا کہ ہم لوگ بھی سوات کی بجائے ان لوگوں کے ساتھ لاہور میں ایک پلیٹ فارم پر اکھٹے ہوں گے اور شادی کی تمام تقریبات وہیں پر ہوں گی۔



15.txt

(ادھوراپن)(15)(باسط بن مظہر راجپوت)

اگلے روز شام تک اسماعیل بھی گھر پہنچ چکا تھا، پھر ہم لوگ لاہور جانے کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔


★☆...☆★

آیت اچانک سے بالکل خاموش ہوئی تو مانی نے گلا کھنکار کر یاد دہانی کرائی کہ تم کچھ کہہ رہی تھیں۔

مگر۔۔۔ مگر وہ اب تک یہ فلسفہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ آخر ایسا کیا ہوا ہوگا جو آیت ہر دفعہ یوں بولتے بولتے اداس ہو کر بالکل خاموش ہو جاتی ہے۔

بہر حال منان خوف زدہ تھا کہ کہیں اس کے کچھ پوچھنے پر وہ برا نہ مان جائے، وقت آنے پر وہ خود ہی بتادے گی۔

:کچھ جھنجھلاہٹ کے بعد آیت شاعرانہ انداز میں بولی

تم کیا جانو اپنوں کی قیمت؟"

وہ تو مجھ جیسی بد نصیب ہی جان سکتی ہے جس نے ہر بار منزل کی چوکھٹ عبور کرتے کرتے جیتی بازی ہار دی ہو، اور پھر اپنی قسمت کو قصوروار ٹھہرا کر خود کو "جھوٹی تسلی دے کر خوشیاں سمیٹنے نکلتی ہو۔اور پھر ٹھوکر کھا کر گر جاتی ہو۔

آیت! دیکھو میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے، مگر مجھے جاننا" ضرور ہے۔اور رہی بات قسمت کی تو ہماری قسمت لکھنے والی ذات ہر چیز پر قادر ہے، جو اپنے بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ہاں، مگر آزماتا ضرور ہے اور تم بھی

مایوس نہ ہو۔ یہ صبر کا وقت ہے اور تمہارا امتحان، بس تم بھی اپنے خدا کی طرف رجوع کیے رکھو، وہ ضرور کامیابی اور بہتری کے راستے کھول دے گا۔"

مانی نے بڑے حوصلے سے آیت کی گفتگو کا جواب دیا تھا۔

وہ زیر لب مسکرائی اور کہا:

"اچھا لگا تم سے مل کر اور اپنا دکھ بانٹ کر۔ ویسے میں تمہیں جتنا نکما سمجھتی تھی اتنے ہو نہیں، کافی دلچسپ آدمی ہو تم اور گہری باتیں کر لیتے ہو۔

مگر یہاں لندن میں رہ کر اسلام، اپنے خدا کی خدائی اور اس کی رحمٰنیت کو اتنی گہرائی سے جاننا کیسے ممکن ہے؟"

اس نے بڑی حیرانی سے پوچھا تھا۔

منان نے ایک لمحے کے لیے آیت کو گھورا اور پھر کہنے لگا:

"یہی تو خوبصورتی ہے ہمارے اسلام اور نظریہ کی۔ ہم چاہے جہاں بھی چلے جائیں، ہمارا رب ایک ہے اور ہم مسلمانوں کا اس خالق پر نظریہ ایمان بھی ایک۔ اس لیے جو خدا کو جاننا چاہتا ہو اس کے لیے رب کے در کے دروازے ہر جگہ ہمیشہ کے لیے کھل جاتے ہیں۔"

16.txt

(ادھوراپن)(16)(باسط بن مظہر راجپوت)

:آیت نے بغور اسے دیکھ کر اپنا ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا

"واہ! کیا بات ہے۔واقعی جسے ضرورت ہو وہ پالیتا ہے، پھر چاہے خدا ہو یا دنیا۔"

اچھا، آیت! میں صرف اتنا کہنا چاہتا تھا کہ تم کبھی بھی مایوس مت ہونا۔اور"

جب کبھی ایسا محسوس کرو تو صرف ایک بار دل سے اس واحد اور حقیقی ذات کو

پکار لینا جو ہم سب کی قسمتوں کا خالق و مالک ہے، تو پھر تم کبھی مایوس نہیں

"ہو گی۔

ہاں۔۔۔ہاں، میں مایوس بالکل نہیں ہوتی۔البتہ اپ آزمائشیں سہنے کی ہمت "

"اور قوت بالکل کھو چکی ہوں۔

اس کا دکھ اسے کے لہجے سے ٹپک رہا تھا۔

:مانی نے اسے یہ کہہ کر تسلی دی

میں اپنے خدا سے دعاء کروں گا کہ وہ تمہاری اور ہم سب کی مشکلیں آسان "

"فرمائے۔

:آیت مسکرا دی

اچھا، مولوی صاحب! ضرور کر لینا، مگر اب کہانی کی طرف لوٹیں اگر اجازت "

"ہو تو؟

ہاں ضرور، مگر میری کیا اوقات؟ میں تو اس رحیم ذات کا ادنٰی سا گناہ گار غلام "

"ہوں۔مجھے اتنا بڑا لقب۔۔۔توبہ کرو۔

:اپنی بات مکمل کرتے ہی مانی نے پوچھا

"اچھا، آیت! بتاؤ سوات سے لاہور تک کا سفر کیسا رہا تھا؟"

اس نے گہری سانس لی اور جواباً کہا۔

سفر انتہائی خوشگوار اور بہترین گزرا تھا۔ اور ہم لوگوں نے خوب مستی کی تھی۔

رات گی ئے ہم لوگ لاہور پہنچ گی ئے جہاں ہمارا بھرپور انداز میں استقبال کیا گیا تھا۔ اور خوب تعظیم بھی جو لاہوریوں کے رواج میں شامل ہے۔

ہمارا موسیٰ کے گھر والوں سے ملن پہلے تو نہ ہوا تھا، مگر ایسا بالکل محسوس نہ ہوا کہ ہماری ان سے پہلی سی ملاقات ہو۔ سب لوگوں نے بڑے احسن طریقے سے ہمارا استقبال کیا اور ہم سب ایک فیملی کی طرح گھل مل گی ئے تھے۔

وہ ۱۳، ۱۲ برس کا موسیٰ جو چند روز قبل ہی لندن سے لوٹا تھا اس نے بھی اپنے حصے کی مہمان نوازی خوب نبھائی تھی۔

سچ کہوں تو ان سب میں موسیٰ مجھے بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ میں چونکہ اسماعیل کی خیر خواہ تھی اس لیے اس پر اپنی نظریں جمانے کی سوچنے لگی تھی۔

اگلے روز صبح سویرے ہی سب لوگ اٹھ گی ئے اور ناشتے کے لیے بیٹھ گی ئے تھے۔ جب میں نے پورے گھر میں نظریں دوڑائیں تو مجھے اسماعیل نظر آیا نہ ہی موسیٰ، تو مجھے فکر لاحق ہو گی کہ اسماعیل ضرور اس والیتی منڈے کے ساتھ مصروف ہو گا۔

17.txt

(ادھوراپن)(17)(باسط بن مظہر راجپوت)

میں نے گھر والوں کو سلام کر کے باہر کی راہ لی اور جیسے ہی لان میں پہنچی تو دور ایک کونے میں وہ دونوں بیٹھے تھے۔ جہاں موسیٰ اپنے لیپ ٹاپ میں اسماعیل کو کچھ دکھا رہا تھا۔

مجھ سے یہ دیکھ کر رہا نہ گیا تو میں نے کراہٹ بھرے لہجے میں اسماعیل کو آواز دی جو میری آواز سن کر سہم گیا اور فوراً میرے پاس آکر کہنے لگا تھا:

"جی۔۔۔جی، آپی! ہم تو بس۔۔۔۔"

میں نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے ایک زوردار ٹھپڑ رسید کر دیا

تھا۔

: میں نے پہلی دفعہ اس پر ہاتھ اٹھایا تھا اور چلائی بھی تھی

"چلو اندر اور اب میں تمہیں اسطرح کے فضول کام کرتے نہ دیکھوں۔"

: وہ روتے ہوئے اندر چلا گیا۔اور موسیٰ جو سامنے کھڑا تھا میرے پاس آ کر کہنے لگا

"آپ نے میرے دوست کو کیوں مارا؟"

: میں خاموش رہی تو اس نے بات بدلتے ہوئے پوچھا

کیا میں آپ کو آپی بلا سکتا ہوں؟"

" شاید آپ کو برا لگ رہا ہو گا؟

: میں پھر بھی خاموش تھی تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا

"چلیں میں آپ کو کچھ دکھاتا ہوں۔"

: میں ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر چلائی تھی

ارے! مسئلہ کیا ہے تمہارا؟"

میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔میں آئندہ تمہیں اسماعیل کے ارد گرد

" بھی بھٹکتے ہوئے نہ پاؤں۔

یہ کہہ کر میں نے اس کا کان کھینچ کر جبراً یہ بھی کہا تھا۔

ایک بات اور۔۔۔اگر تم نے کسی کو بتایا کہ یہ سب کچھ تم سے میں نے کہا ہے تو"

" پھر تمہاری خیر نہیں۔

موسیٰ خوف کے مارے وہاں سے بھاگ چکا تھا۔اس کا چہرہ تو معصوم سا تھا، مگر جو کچھ میرے دماغ میں چل رہا تھا وہ بالکل الگ تھا۔میں کچھ دیر کے بعد جب گھر کے اندر داخل ہوئی تو موسیٰ ناشتے کے لیے بیٹھا تھا، جو مجھے دیکھتے ہی نظریں چرانے لگا جو دیکھ کر مجھے مزید الجھن ہونے لگی تھی۔

کیا میں یہ اسماعیل کی بہتری کے لیے کر رہی ہوں یا اس کی دشمنی مول لے رہی ہوں وغیرہ؟

میرے پاس میرے کسی بھی سوال کا جواب نہیں تھا۔

بہر حال کچھ اچھا کرنے کے لیے اکثر سخت رویہ اپنانا پڑتا ہے۔

ناشتے کے بعد ہم سب لوگ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیۓ تھے، لیکن ابھی تک صالح بھائی کا پاکستان پہنچنے کا کچھ پتا نہ چل سکتا تھا۔
دونوں گھرانے بے حد خوش اور پر جوش تھے، چونکہ دونوں خاندان پہلی شادی کے لیے اکھٹے ہوۓ تھے۔

(ادھوراپن)(18)(باسط بن مظہر راجپوت)

ہم سب نے شادی کی تیاری میں کوئی کثر باقی نہ رکھی تھی اور شادی کی تمام تر خریداریاں بھی عروج پر تھیں۔جوں جوں وقت گزرتا گیا ہم سب پر جوش ہو

رہے تھے اور شادی کی تقریبات میں آئے دن نئے اور دلکش انداز اپنائے۔
لیکن کمی تھی تو بس صالح بھائی کی جواب تک ہم سب کے لیے سوالیہ نشان تھے۔
مایوں کی شام تھی اور ہمیں سوائے خوشی کے کچھ نہیں سوجھ رہا تھا اور بد قسمتی دیکھو۔

عین مایوں کی شام حامد انکل نے یہ خبر دی کہ:
"کچھ کاروباری مسائل کی وجہ سے صالح ابھی پاکستان نہیں آپائے گا، جس کی بدولت ہمیں دونوں شادیاں منسوخ کرنی ہوں گی اور ابھی صرف منگنی کرنا بہتر ہے، شادی کی تاریخ صالح کے پاکستان آنے کے بعد ہی طے پائے گی۔"
یہ سن کر ہم سب کے چہرے ڈھلتے سورج کی مانند اتر سے گئے تھے۔ اور ہم سب چہروں پر مایوسی لیے اپنے اپنے کمروں میں بند ہو گئے تھے۔



منان نے کچھ اداسی اور آنسو ابھی بھی آیت کے چہرے پر دیکھے تھے، جو دیکھ کر اس سے زیادہ دیر رہا نہ گیا تو وہ آیت سے مزاحیہ انداز میں پوچھنے لگا:

ارے، پگلی! تم ابھی کیوں رو رہی ہو جبکہ اس مصیبت کو ٹلے تو سات سال بیت "

"چکے ہیں؟

:یہ سن کر آیت تہش میں آگئی، اپنی جگہ پر اٹھی اور رمانی کا کان کھینچ کر پوچھنے لگی

" کیا تھے تمہارے الفاظ، ایک مرتبہ دہرانا ذرا؟"

محترمہ! تھوڑا پیار سے کھینچو نا بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" کہہ کر مانی نے اپنے "

:الفاظ بدل کر دہرائے

میرا مطلب تھا شادی میں کیا رکھا ہے بس زندگی قید ہو جاتی اور بیوی کے "

احکام اور غلامی ہی رہ جاتے ہیں۔ اب دیکھو نا میں اور تم کتنے آزاد، اپنی مرضی

"کے مالک ہیں۔ جب چاہے یہاں مل لیں اور جب چاہے گھر کو لوٹ جائیں۔

:پھر وہ سرد لہجے میں پوچھنے لگا

کیا شادی کے بعد تمہارا شوہر تمہیں اس سب کی اجازت دیتا یا میری بیوی مجھے؟"

میرا صرف یہ مطلب تھا باقی شادی کے خلاف میں بھی نہیں ہوں مگر اپنی ہو

"تو۔

:آیت قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولی

بدھو! اب تمہارے پاس آخری موقع ہے۔اب اگر تم نے کچھ بھی فضول بکنے"
کی کوشش کی تو پھر میں بھول جاؤں گی کہ تم کون ہو۔اور سانول سے تمہارا کیا
"رشتہ ہے۔
:یہ سننا تھا کہ اس کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ کان پکڑ کر کہنے لگا



19.txt

(ادھوراپن)(19)(باسط بن مظہر راجپوت)

اچھا، بابا! معاف کردو۔اب یہ غلطی نہیں دہراؤں گا۔"یہ کہہ کر وہ سنجید گی"
:سے پوچھنے لگا
"آیت! تم بتاؤ کتنا افسوس۔۔۔میرا مطلب کتنا برا لگا تھا تمہیں؟"

دراصل مانی بات کرنا، مطلب لفظوں کی ادائیگی کرنا سمجھ نہیں پارہا تھا۔

:آیت نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے جواباً کہا

"مجھے بہت برا لگا تھا، بلکہ ہم سب کو ہی بے حد افسوس ہوا تھا۔ مگر کچھ حد تک خوش بھی تھے کہ دو دوستوں کی دوستی اب صرف دوستی ہی نہ رہی تھی، بلکہ ایک مضبوط رشتہ استوار ہو چکا تھا دونوں خاندانوں کے بیچ۔ جو بہت خوش آئند تھا۔"

ہم سب لوگ ایک ہفتے تک ساتھ رہے اور ایک دوسرے کو جاننے کا بھی خوب موقع ملا جس کی بدولت ہمارے نئے اور بہترین دوست بھی بنے تھے۔

موسیٰ کی فیملی سے مل کر جہاں مجھے خوشی ہوئی وہیں اسماعیل کو بھی اپنا دوست مل گیا تھا۔ وہ دونوں کب میری نظروں سے اوجھل ہو کر اچھے دوست بن گئے تھے مجھے کچھ معلوم ہی نہیں پڑا تھا۔

موسیٰ کو سمجھنا ابھی تھوڑا مشکل تھا کیونکہ وہ ابھی لندن سے آیا تھا اور ہماری تو پہلی سی ملاقات تھی۔

میں نے بھی اسماعیل کو تھوڑا سنبھل کر رہنے کو کہا تھا، کیونکہ وہ میرا بے حد لاڈلا اور چہیتا تھا۔ میں نے اس پر نظریں بھی جمائے رکھی تھیں، لیکن ایک ہفتے میں سب بدل گیا تھا۔

میں موسیٰ کے متعلق جو بھی نظریہ رکھتی تھی، اس نے اپنی عادات اور اخلاقیات سے مجھے غلط ثابت کر دیا جس پر مجھے بے حد خوشی اور اپنی سوچ پر افسوس بھی ہوا تھا۔ میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ تھی۔

موسیٰ جتنا ہی معصوم تھا اتنا ہی سمجھ دار بھی، اس نے مجھ سے کافی دوری اختیار کر لی تھی۔ میں ہر روز اسے بہلانے کی کوشش کرتی رہی تھی، مگر بے سود۔

ہم کچھ دن لاہور میں گزار کر اپنے گھر لوٹ آئے اور سب گھر والے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔

ہادی بھائی جو کافی عرصے سے گھر پر ہی تھے وہ بھی لندن روانہ ہو گئے، کیونکہ اب شادی کافی دور چلی گئی تھی، اور ان کی وہاں صالح بھائی کو بھی ضرورت تھی۔

اسماعیل بھی اپنی پڑھائی کے لیے واپس مری لوٹ گیا تھا۔

: یہ بتا کر طویل خاموشی کے بعد آیت نے مانی کو متوجہ کر کے کہا

ارے، بدھو! کیا مجھے پاگل سمجھ رکھا ہے، سب کچھ میں ہی بتاؤں۔"

تم بھی تو کچھ بتاؤ اپنے متعلق؟ تمہارا ابھی کوئی نام، کوئی خاندان، کام کاج یا پھر

"بیوی بچے اور کوئی رشتہ دار وغیرہ؟

(ادھورا پن)(20)(باسط بن مظہر راجپوت)

: اس کا سوال مکمل ہوتے ہی منان پر سکون ہو کر بولا

محترمہ! دیکھیے یہ بیوی بچوں والا مذاق تو میری زندگی سے نکال ہی دیں۔ہاں، "

" مگر رشتہ دار، خاندان اور ماں باپ میرے بھی ہیں۔

:آیت دلچسپی لیتے ہوئے کہنے لگی

تو کیا اب ایک ایک بات آپ سے پوچھتے ہوئے اچھی لگوں گی؟ کچھ خود بھی تو بتا"

"دیں۔

:منان تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا

"ہاں، کیوں نہیں ابھی بتاتا ہوں۔"

آیت اپنی زلفیں سنوارتے ہوئے اس کی طرف یوں متوجہ ہوئیں، جیسے محترمہ کا کوئی بے حد پسندیدہ 'ٹی وی' سیریل چل رہا ہو، اور وہ پوری توجہ سے ملاحظہ فرما رہیں ہوں۔ مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔ یہاں صرف مانی بت بنا بیٹھا تھا کوئی عجوبہ سا، نہ کہ کوئی پسند کی جانے والی شخصیت۔

اب آیت اتنا اصرار کر ہی چکی تھی تو وہ کیسے انکار کر سکتا تھا: "آیت! میرا نام منان عرف مانی ہے جو تم پہلے سے ہی جانتی ہو، جو اکثر گھروں سے بگڑتا ہے۔ اور جہاں تک میرے والدین کی بات ہے تو میرے والد محترم پاکستان سے ہی ہیں، مگر والدہ یہیں برطانیہ سے۔ اس لیے میری زندگی کا زیادہ تر عرصہ برطانیہ میں

"ہی گزرا ہے۔

:آیت نے کچھ حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا

"اس کا مطلب تم پاکستانی نہیں ہو؟"

:اس نے جواباً کہا

نہیں، یار! میں پاکستان میں ہی پیدا ہوا تھا اور خود کو پاکستانی بتاتے ہوئے مجھے فخر" ہوتا ہے۔ البتہ میری ماما برطانوی نژاد ہیں، اور ماما بتاتی ہیں وہ تب بہت چھوٹی تھیں جب وہ اپنے والدین کے ساتھ یہاں آبسی تھیں اور یہیں کی ہو کر رہ گئیں۔

میرے ناناجان کا جتنا بھی کام کاروبار تھا یا اب ماما کے پاس ہے وہ یہیں سے منسلک ہے۔"

میرے بابا پاکستان میں ہوٹل چلانے والے ایک عام سے آدمی تھے جب کبھی میرے ناناجان پاکستان کے دورے پہ گی ئے تھے، وہاں ناناجان کو میرے بابا کے ہوٹل میں رکنے کا اتفاق ہوا تو ایک دو ملاقاتوں میں ہی بابا ان کی نظروں میں آ گی ئے تھے۔

پرانے وقتوں میں کچھ ایسا ہی ہوتا تھا شاید! یا پھر وہ بابا کے کام سے متاثر ہو گی ئے تھے۔

اس نے ایک اندازہ لگاتے ہوئے یہ کہانی سنائی تھی۔

آیت یک دم اس کی بات مکمل ہونے پر بولی:

ہاں! پھر تمہارے نانا جان تمہارے بابا کو لندن ساتھ لے آئے، اور تمہاری ماما" سے ان کی شادی کرادی تھی اور پھر تم لوگ یہیں کے ہو کر رہ گیئے وغیرہ وغیرہ۔"

اس نے یہ سب ایک سانس میں ایسے بول دیا جیسے وہ تب مانی کی فیملی کا حصہ ہوئی ہو۔



21.txt

(ادھوراپن)(21)(باسط بن مظہر راجپوت)

:مناان مسکراتے ہوئے بولا

"اب ایسا بھی نہیں ہوا ہو گا۔"

جی نہیں۔۔۔۔ایسا ہی ہوا تھا اور مجھے پورا یقین ہے تم کبھی مجھے سچ بتاؤ گے ہی" نہیں۔" کہہ کر اس نے ناراضی کی سی ادا لیے اپنا منہ پھیر لیا۔اس کی ہر ادا کی طرح یہ ادا بھی غضب ناک تھی۔

اچھا، بابا! تم ٹھیک کہہ رہی ہو، سچ پوچھو تو مجھے خود نہیں معلوم کہ کیا ہوا تھا۔" "اس لیے تمہاری ہی مان لیتا ہوں۔۔۔اب تو خوش ہو جاؤ۔

:یہ سن کر آیت کے لہجے میں تھوڑی نرمی آئی تو وہ کہنے لگی

یار، بدھو! کبھی تو خود ہی سچ بول دیا کرو۔ شکل دیکھی ہے؟ بالکل بندر لگ رہے" "ہو جھوٹ بول بول کر۔

دونوں قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔اور مانی اس کی ہنسی دیکھ کر پر سکون ہو گیا، پھر گویا

:ہوا

"اچھا، آیت! یہ سب باتیں بعد میں۔"

وہ پل میں موضوع بدلنے میں ماہر تھااور مدعے پر آیا۔ چونکہ وہ کوئی بھی پل ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پوچھنے لگا:

تم بتارہی تھیں کہ تم لوگ سوات پہنچ کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف" ہوگئے تھے۔

"پھر کیا ہوا تھا؟

آیت اپنے منفرد انداز میں ماضی دہرانے لگی۔

جانے انجانے میں میرے لاکھ روکنے کے باوجود ان چند روز میں موسیٰ اور اسماعیل اس حد تک بہترین دوست بن گئے تھے، کہ موسیٰ نے بھی اپنی مزید تعلیم مری میں حاصل کرنے کی ضد ٹھان لی تھی۔ جس میں وہ بالکل کامیاب رہا اور اس نے اسماعیل کے ساتھ مری میں داخلہ لے لیا تھا۔

ان دونوں کی ایک اچھی عادت تھی کہ دونوں اچھے طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ قابل اعتبار بھی تھے۔ اسی لیے دونوں کی ہر بات کسی بھی تکلف کے بنا مان لی جاتی تھی۔ دونوں نے کبھی بھی اس بات کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا تھا۔

میں جانتی ہوں تب میں خود سے شرمندہ کیوں تھی، وہ اس لیے کہ پہلی دفعہ اسماعیل نے میری بات نہ مان کر اس سے دوستی کرلی تھی۔

مجھے اسماعیل پر پورا بھروسہ تھا اور اب مجبوراً ہی سہی موسیٰ پر بھی ہونے لگا تھا۔

چونکہ میں جانتی تھی میرا بھائی کبھی غلط دوست نہیں چن سکتا۔

وہ سب کچھ مانی کے بارہا مجبور کرنے پر دہرائے جا رہی تھی، لیکن اس کے آنسو تھے کے ساون کی برسات۔۔۔جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

مانی بھی مجبوراً یہ سب اپنے دوست کے کہنے پر کر رہا تھا۔

22.txt

(ادھوراپن)(22)(باسط بن مظہر راجپوت)

کیونکہ سانول کو آیت کی داستان چاہیے تھی اور دونوں کا رابطہ ممکن نہیں تھا۔ وہ کافی کوشش کرتا رہا کہ آیت کو کوئی دکھ نہ پہنچے۔اس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر آیت سے معافی طلب کرتے ہوئے کہا:

"آیت! اگر میں تمہیں زیادہ تکلیف دے رہا ہوں تو خدارا مجھے دل سے معاف کر دینا۔"

مگر وہ ہر دفعہ اسے بے وقوف بناتے ہوئے مسکرا دیتی اور ہر بار کہہ دیا کرتی:

"تم بھی کمال کرتے ہو مانی!"

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی اپنے بچھڑ جانے والے کو یاد کر کے بھی کسی زندہ دل انسان کو تکلیف ہوتی ہو؟" پھر اس نے اک آہ بھر کر خود ہی جواباً کہا:

"ہاں، مگر ان کے بچھڑ جانے کا افسوس ضرور ہوتا ہے جو صرف اپنے ہوتے ہیں۔دکھ تو ضرور ہوتا ہے، پھر کوئی یاد دہانی کرائے یا نہ کرائے، دل میں بسنے والوں کو بھول بھی تو نہیں سکتے اور یہ تو میرے خاص تھے جن کے لیے میری جان بھی قربان۔۔۔موسیٰ اور اسماعیل۔"

منان جو خاموشی سے اس کا دکھڑا سن رہا تھا اپنے آنسو پونچھ کر کہنے لگا:

"ویسے، آیت ! بڑا دل ہے تمہارا۔ لیکن یہ سب کیسے سہن کر لیتی ہو؟"

اس کے چہرے پر پھر سے جھوٹی مسکراہٹ کھلی اور کہنے لگی:

"صبر۔۔۔ صبر کرنے والوں کو تو رب بھی پسند کرتا ہے اور مسکرانا سنت ہے۔ اس لیے میں کوئی بھی موقع ضائع نہیں جانے دیتی۔ اب جہاں تک دکھوں کی بات ہے تو یہ ہمیشہ رہنے والے بالکل نہیں ہیں۔

بس ہمیں اپنے پروردگار پر بے پناہ یقین ہونا چاہیے تو وہ ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔"

منان نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا:

"بے شک! آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں، ہمیں ہر وقت اس ذات کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔"

کچھ پل بالکل سناٹا چھایا رہا اور پھر اچانک آیت تھر تھراتے ہوئے جگہ سے اٹھ کر کہنے لگی:

یہ دسمبر بھی بہت بے وفا ہے، بالکل ایسے جیسے ہماری زندگی۔۔۔جو پہلے تو" ہمیں نہ سنبھالنے والی خوشیاں دیتی ہے اور پھر ہمارے بلند حوصلوں اور صبر کا امتحان بھی اپنے انداز میں لیتے ہیں یہ دونوں، یعنی دسمبر اور بے وفا زندگی۔
آج بھی دسمبر کی وہی ٹھنڈی رات ہے اور برف کے سفید چمکتے ہوئے گوشے، بس فرق صرف اتنا ہے کہ آج دسمبر ۲۰۱۹ء ہے۔



23.txt

(ادھوراپن)(23)(باسط بن مظہر راجپوت)

ابھی ایک دسمبر جو چند ہی قدم پیچھے ہو جیسے۔جب میں اور اسماعیل مری کے ٹھنڈے موسم میں برف پر ٹہل رہے تھے۔جو اسے بے حد پسند تھا،اور اس کی "پسند کو میں جی جان سے اپنا لیا کرتی تھی۔

لندن کا موسم بھی آج کمال کا تھا۔اسی بے وفا دسمبر کی ٹھنڈی رات،آسمان سے گرتے ہوئے برف کے سفید گوشے اور اکیلی آیت۔

وہ ایک پل کے لیے ماضی میں جا بسی تھی،پھر یک دم کیفے سے نکل گئی اور کسی قسم کی ٹھنڈ کی پرواہ کیے بغیر برف پر ٹہلنے لگی۔اس لمحے سے اس کی محبت اس قدر گہری تھی کہ ایک لمحے کے لیے دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اکیلی نہیں بلکہ اس کا جان سے پیارا بھائی بھی اس کے ساتھ ٹہل رہا ہے۔

مانی کو اس کی بہت فکر تھی،سو وہ بھی بنا کچھ سوچے اس کے پیچھے ہو لیا۔چند قدموں کی مسافت کے بعد وہ آسمان کی جانب نظریں جمائے کھڑی ہو گئی۔

مانی کے دو چار دفعہ پکارنے کے باوجود جب آیت نے کوئی جواب نہ دیا تب مجبوراً مانی کو اس کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑنا پڑا۔

اس پر وہ چونکا دینے والے انداز میں پلٹی تو ایک لمحے کے لیے مانی کے تو جیسے

اوسان خطا ہو گئے، جب اس نے آیت کی نگاہوں میں جدائی کی جھلک دیکھی۔

:مگر۔۔۔ مگر اس نے صرف اتنا کہا

"مجھے میرے خیالات کی دنیا میں گم صم رہنا پسند ہے۔"

:مانی خوف کے مارے سرد لہجے میں بولا

آیت! یہ خیالات اور خوابوں کی دنیا کسی کی دوست نہیں ہو سکتی، اس لیے جتنی"

"جلدی ہو سکے اس دنیا سے کنارہ کر لو۔

یہ کہہ کر وہ پھر سے آیت کو لیے اسی کیفے میں پہنچا جہاں وہ کچھ دیر پہلے موجود

تھے، اور اسے چائے کی پیشکش کی جو اس نے بنا تکلف قبول کر لی۔

:منان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا

اب ٹھنڈ مزید بڑھ رہی ہے تو قبل اس کے کہ ہم دونوں بھی جم جاتے۔ آپ"

"!نے یہ پیشکش قبول کر کے مجھ پر تو احسان کیا ہے، شکریہ

:آیت زیر لب مسکرائی

"تم نا، بدھو ہی رہو گے۔"

اس نے آیت کے لفظوں کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے ہامی بھری اور گرما گرم چائے کا مگ اس کی جانب بڑھا کر آنکھیں پھاڑے اسے گھورنے لگا۔

اس کے دل میں بے چینی سی تھی کہ کب اپنے دل میں دبے بوجھ کے متعلق کچھ دریافت کر سکے؟

وہ اپنی نظریں ایک ہی سمت ٹکائے بیٹھا تھا، جو دیکھ کر آیت نے چٹکی بجا کر اسے متوجہ کیا اور پوچھنے لگی:



24.txt

(ادھورا پن)(24)(باسط بن مظہر راجپوت)

ہاں! کیا مسئلہ ہے جو اتنی بے چینی سے مجھے گھور رہے ہو؟ کچھ پوچھنا ہے کیا؟""""

وہ بنا رکے بولی۔

"اگر نہیں تو جلدی سے اپنی چائے ختم کر کے مجھے ہاسٹل تک چھوڑ دو۔"

:وہ اتاولے انداز میں بولا

"ہاں۔۔۔ہاں ٹھیک ہے، بس دو منٹ۔"

:یہ کہہ کر فٹ سے اپنی چائے پی گیا، پھر ہمت کر کے اجازت طلب کرنے لگا

"ایک بات پوچھ لوں اگر برا نہ لگے تو؟"

آیت نے اپنا کچھ دستی سامان سمیٹتے ہوئے اشارتاً اجازت دی۔

"آیت! تمہارا سانول سے کیا رشتہ ہے؟"

:یہ سن کر اس نے منہ پھیر لیا اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئ

ابھی میرے پاس کچھ بھی فضول بتانے کے لیے وقت نہیں ہے، باقی کی بات"

"پھر کبھی کریں گے۔

اس کے سخت لہجے کی بدولت مانی نے ہامی بھری اور اسے لیے ہاسٹل کے لیے نکل

گیا۔

وہ ڈھیٹ کہیں کا کہاں سدھرنے یا ہار ماننے والا تھا۔

:گاڑی چلاتے ہوئے اس نے کچھ سوچا، پھر یک دم آیت سے پوچھنے لگا

"کیا تم گھر والوں کے ساتھ نہیں رہتیں یا اکیلی ہو یہاں؟"

:وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی

تم کچھ زیادہ آگے کی سوچنے لگے ہو۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور ابھی تم"

"ڈرائیونگ پہ دھیان دو۔

:آیت کے لہجے کی کڑواہٹ اس نے بھانپ لی اور یک دم معافی مانگنے لگا

ارے نہیں، آیت! ایسا کچھ بھی نہیں ہے، میں تو بس تمہارے لیے سوچ رہا تھا"

"کہ رات کافی بیت چکی ہے۔

:اس نے گاڑی روکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا

میں اپنی احتیاط کرلوں گی۔ تم اپنے کام پر دھیان دو کل ملتے ہیں۔" کہہ کر وہ"

گاڑی سے اتری اور ہاسٹل کی جانب بڑھنے لگی۔

:مانی اسے جاتا دیکھ کر وہیں رکے بڑبڑانے لگا

آخر ایسا کیا ہے جو گھر کا نام سن کر وہ اچانک بھڑک اٹھی ہے؟"

اتنے غصے میں تو کبھی بات نہیں کی اس نے۔" پھر اسے خود ہی خیال آیا کہ ابھی یہ سب سوچنے کا تو وقت بالکل نہیں ہے۔

قریب رات کے ایک بجے ٹھنڈ کی وجہ سے لندن کی سڑکیں بھی سنسان پڑی تھیں، تب مانی نے گھر جانے میں ہی بہتری سمجھی۔

گھر پہنچ کر وہ چپکے چھپکے دھبے پاؤں اپنے کمرے میں جانے کی کوشش کر رہا تھا جو ناکام ہوئی۔

پیچھے سے اسے ماما نے آواز دی اور سخت لہجے میں پوچھا:

یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا؟"

"کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ وقت پر گھر پہنچ جایا کرو۔

وہ نظریں جھکائے ماما کے قریب پہنچا اور کان پکڑ کر کہنے لگا: "سوری، ماما! آپ تو جانتی ہیں میں پوری کوشش کرتا ہوں کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں

"لیکن۔۔۔۔

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولیں:

25.txt

(ادھورا پن)(25)(باسط بن مظہر راجپوت)

کیا لیکن ؟"

ہر بار تمہارے پاس یہی تو ایک بہانہ ہوتا ہے، جاؤ کمرے میں مجھے تمہاری کوئی
"کہانی نہیں سننی۔

:اس نے ماما کے ہاتھ چوم کر اپنی صفائی میں کہا

ماما، بہت ضروری کام جو ادھورا ہے اسے مکمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، "
"!عنایت ہو گی آپ کی اگر اجازت دے دیں

:انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا

کیا ہے وہ ضروری کام ؟"

ایک شادی تو کر نہیں رہے، کتنے ارمان پال رکھے ہیں تمہاری شادی کے لیے۔

"کیا اس سے بھی ضروری کوئی اور کام ہے؟

"ہاں، ماما! قسم سے بہت ضروری ہے اور بہت جلد آپ کو بتا بھی دوں گا۔"

:خدیجہ نے مسکراتے ہوئے اسے سینے سے لگا کر کہا

مجھے بھروسہ ہے اپنے جگر گوشے پر، لیکن میری جان! زیادہ وقت باہر نہیں"

رہو گے خاص کر رات کو۔

"وعدہ کرو مجھ سے؟

:وہ یک دم خوشی سے جھوم اٹھا اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا

وعدہ کرتا ہوں ماما! میں آپ کی بات کا مان رکھوں گا۔"

ویسے، ماما! آپ نے تو تمام عمر لندن میں گزار دی ہے تو پاکستانی کب سے

ہو گئیں؟

" بالکل دیسی ماؤں کی طرح بات کرتی ہیں۔

:انہوں نے بات سمیٹتے ہوئے کہا

ابھی جا کر سو جاؤ۔اور رہی بات میری، تو میں جب سے تمہارے بابا کے نکاح"
میں آئی تھی تب سے میرا گھر بھار سب کچھ پاکستان ہی بن گیا تھا۔ تمہاری نانی
مرحوم پاکستان سے ہی تھیں، جب ہم بچے تھے تب ہی تمہارے نانا نے یہاں
لندن میں کاروبار شروع کیا تھا جو ترقی کی اونچائیوں کو چھونے لگا تھا،اس لیے ہم
"تب یہاں منتقل ہو گی ئے تھے۔

وہ سر پکڑ کر افسوس کرنے لگا کہ وہ آج تک اتنی بڑی حقیقت سے ناواقف تھا۔
اور پچھلی شام آیت اور اس کا بھی یہی موضوع تھا جو وہ جانتا ہی نہیں تھا۔
یہی سوچ لے کر وہ کمرے میں چلا گیا اور نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئ تھی۔
اگلے روز وہ صبح سویرے اٹھا اور روٹین کے مطابق اپنے ریسٹورنٹ پہنچ گیا،اور
کچھ ضروری کام نمٹانے کے بعد آیت کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

وہ دل کا حسین تو تھا ہی ساتھ ہی ساتھ دکھنے میں بھی ہیر و معلوم ہوتا تھا۔ جس
میں ہر وہ کوالٹیز موجود تھیں جن سے کوئی بھی ایمپریس ہو جائے، مگر اس سب
کے لیے قسمت کا بھی اچھا ہونا ضروری ہے، جو اس کی تھی۔

صبح سے دن ہونے کو تھا اور وہ بس ایک امید لیے بیٹھا رہا جو قریب دو پہر ساڑھے بارہ بجے پوری ہوئی۔۔۔یعنی اس نے سامنے سے آیت کو آتے دیکھ لیا، جو کچھ ہی دیر میں اس کے قریب آ کر رکی اور کہنے لگی:



26.txt

(ادھورا پن)(26)(باسط بن مظہر راجپوت)

"ہاں، بدھو! کیسے ہو؟ اور کب سے یہاں بیٹھے لڑکیاں تاڑ رہے ہو؟"

آج وہ کافی خوش اور فریش معلوم ہو رہی تھی۔

مانی یک دم اٹھ کر اسے بیٹھنے کے لیے جگہ دیتے ہوئے مزاحیہ انداز میں جوابا بولا:

میں صبح آٹھ بجے ریسٹورنٹ آگیا تھا، تو پھر تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں کب "

" سے لڑکیاں تاڑ رہا ہوں گا۔

:آیت اپنے سر پر ہاتھ مار کر چلائی

اف۔۔۔خدایا! لیکن، چلو تمہاری بات کا ہی یقین کر لیتے ہیں، تم تو کبھی کبھار "

"ہی سچ بولتے ہو۔

:مانی سنجیدگی سے بولا

"حد ہے ویسے، کیا بننے نکلا تھا اور کیا بنتے جا رہا ہوں۔"

"آیت نے دھیمی سی آواز میں کہا:" بندر۔

:مانی نے سن تو لیا تھا، مگر آیت سے الفاظ دہرانے کا کہا، تب آیت کہنے لگی

نہیں تو۔۔۔۔کچھ بھی نہیں۔ میں تو بس یونہی۔" کہہ کر وہ نظریں چرانے لگی۔"

منان نے محسوس کیا تھا کہ آج اس کا دل خوش لگ رہا ہے۔ جو اس کی امنگوں کے

عین مطابق تھا۔

:اگلے ہی لمحے آیت نے اسے مخاطب کر کے کہا

اوئے، بدھو! کل رات کے لیے معافی چاہتی ہوں کچھ زیادہ ہی کہہ گئ تھی، پلیز"

"دل پہ نہ لینا۔

:مانی نے احتجاجاً لمحے بھر کے لیے منہ پھیر لیا، پھر انداز بدل کر بولا

ایسا کر کے مجھے کیا ملے گا؟ میرا تو دل ویسے ہی بہت نازک ہے۔ اتنا بوجھ"

برداشت نہیں کر پائے گا جو ہر بات اسی پہ لادتا پھروں۔" یہ کہہ کر اس نے بات

:بدل دی

دیکھو تو آج موسم کتنا خوشگوار ہے، زمین پر برف کی جمی ہوئی پرت اور نیلے"

"!آسمان پر چمکتا ہوا سورج۔۔۔ واؤ

کچھ بھی ہو، مانی! مگر یہ پل مجھ سے سہن نہیں ہو پاتے، جانتے ہو اسماعیل ایسے"

"موسم کا دیوانہ تھا۔۔۔۔

مانی نے اس کی بات اس سے قبل ٹوک دی کہ وہ پھر سے ماضی میں کہیں جا بسے،

:اور پوچھنے لگا

"کیا ارادہ ہے؟ اچھا سا ناشتہ ہو جائے وہ بھی اس پہر؟"

:آیت چونکی

"ہیں۔۔۔ ہمم۔۔۔ہاں۔۔۔ہاں کیا کہہ رہے ہو؟"

:وہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا

"ناشتے کی پوچھ رہاہوں؟"

:وہ سنبھل چکی تھی اور بولی

ہاں، دوپہر میں ناشتہ۔۔۔ منگوالو۔ مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے، کچھ بھی"

"منگوالو مگر اورینج جوس لازمی۔

چاروں اطراف برف سے ڈھکے ہوئے، حسین موسم، نئے دوست اور بے وفا دسمبر۔آیت نے اس پل کو ضائع نہیں جانے دیا تھا۔مانی نے آیت کی بات سے اتفاق کیا، پھر دونوں ہنسنے لگے تھے۔

کھانے سے فارغ ہو کر مانی نے اسے یاددہانی کرائی کہ: "وہ آج کچھ خاص بتانے

"والی تھی۔

:اس نے اپنے ہاتھ پونچھ کر بال سنوارتے ہوئے ہامی بھری

"پوچھو کیا بتاؤں؟"

:منان نے خود کو سنبھالا اور اک آہ بھرتے ہوئے کہنے لگا

معاف کرنا، پوچھنا تو نہیں چاہیے لیکن مجبوری ہے۔"
آیت! تم گھر والوں کے ساتھ گھر پر کیوں نہیں رہتیں؟ یوں ہاسٹل میں رہنے کی

"وجہ؟
:آیت ایک نظر آسمان کو پھر مانی کو دیکھ کر مسکرائی اور کہنے لگی
دیکھو، بدھو! اوہ۔۔ نہیں معاف کرنا۔"



27.txt

(ادھوراپن)(27)(باسط بن مظہر راجپوت)

اس نے اپنے الفاظ پر نظر ثانی کر کے معذرت کر لی تھی۔
:منان نے کہا

"ارے! ایسی کوئی بات نہیں، تم کہہ سکتی ہو۔"

اس نے نفی میں گردن ہلا کر کہا:

"دیکھو، مانی! ہاں مانی۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔"

یہ کہہ کر وہ اسے اپنے متعلق بتانے لگی۔

"وجوہات تو بہت ہیں، مگر میرے گھر نہ جانے کی سب سے اہم اور بڑی وجہ یہ ہے کہ میں ٹوٹ چکی ہوں۔"

منان نے حیرانی میں پوچھا:

"کیا مطلب؟"

"مانی! مطلب یہ کہ میری زبان سے تم نے چند روز میں جو نام سب سے زیادہ سنے تھے۔۔۔ یعنی موسیٰ اور اسماعیل۔ وہ کہانی تو ان کے بچپن کی تھی۔ وقت کب اور کیسے بدل کر خود کو پیش کرے گا کوئی نہیں جانتا۔" وہ بچے اب بڑے ہو رہے تھے اور جوان بھی۔ جب ایک دن اچانک اسماعیل (یعنی میرے سانس لینے کی وجہ) کی طبیعت بگڑنے لگی تھی۔ ہم لوگ اسے ہسپتال لے کر گئے، اس کا علاج کروایا اور وہ بالکل ٹھیک بھی ہو گیا۔

پھر شام کو تندرست حالت میں ہمارے ساتھ ہسپتال سے گھر پہنچا تھا۔ یہ آج سے کچھ عرصہ پہلے یعنی ۲۰۱۸ء کے ستمبر کی بات ہے، مگر میرے لیے ہر آنے والے دن کے ساتھ نئی بن کر طلوع ہوتی ہے۔ اس رات اسماعیل اپنے کمرے میں جانے سے پہلے میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

آپی! اب میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ میری فکر نہ کرنا۔ اور ہاں۔۔۔ کل کالج" میں میرا بہت اہم میچ ہے تو میں چھٹی بالکل نہیں کروں گا۔ "میں مسکرائی اور اس کا ماتھا چوم کر کہا تھا:

"ٹھیک ہے ضرور جانا۔"

ڈاکٹر نے بھی کہہ دیا تھا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہلکا سا بخار ہے خود ہی اتر جائے گا۔ اس لیے ہم لوگوں نے بھی کوئی خاص پرواہ کیے بنا اسے کالج جانے کی اجازت دے دی تھی۔

وہ اور موسیٰ پانچ سال ایک ساتھ رہے تھے۔ اور اب وہ سوات اپنے گھر آچکا تھا۔

اس دن اسماعیل کو میں اور ہادی بھائی کالج چھوڑنے کے لیے گی ئے تھے۔

راستے میں اس نے مجھے پکار کر کہا تھا:

"آپی! ایک منٹ گاڑی رکوائیں، مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

ہادی بھائی کے گاڑی روکنے پر جب میں نے اسماعیل کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس کا رنگ پیلا پڑ رہا تھا، اور وہ کافی گھبراہٹ کا شکار بھی تھا۔ میں یک دم اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور ہادی بھائی سے گاڑی ہسپتال لے جانے کی کہی۔

ہادی بھائی بھی کافی پریشان ہو گئے اور دعائیں کرنے لگے کہ ہمارے بھائی کو کچھ نہ ہو۔

اسماعیل کا سر میری آغوش میں تھا اور کچھ ہی دیر میں ہم ہسپتال پہنچ گئے تھے۔

اس کی حالت دیکھ کر ہادی بھائی کی تو جیسے روح کانپ اٹھی تھی، مگر انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی تسلی دیے رکھی تھی۔

ہسپتال پہنچتے ہی ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا اور پھر ہادی بھائی کو اشارے سے اپنے ساتھ آنے کو کہا۔

ڈاکٹر نے بھائی کے شانے پر ہاتھ رکھے کچھ تسلی دی اور کہنے لگا: "ہم معذرت خواہ ہیں لیکن آپ کا مریض یہاں پہنچنے سے قبل ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملا

ہے۔آپ حوصلہ رکھیں، اللہ پاک آپ کو صبر دیں اور مرحوم کی مغفرت

"فرمائیں، آمین۔

28 .txt

(ادھوراپن)(28)(باسط بن مظہر راجپوت)

میں جب وہاں پہنچی تو ہادی بھائی دوزانو زمین پر بیٹھے اسماعیل کے سینے پر سر رکھے

سسک رہے تھے۔اور ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

یہ کیا کھیل کھیلا ہے میری جان تم نے ؟ابھی تو تم نے اس دنیا کے رنگ بھی"

"پوری طرح سے نہ دیکھے تھے۔

میں انہیں بے بس دیکھ کر چلا اٹھی تھی:

"بھائی۔۔۔بھائی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟آپ پیچھے ہٹیں اور پلیز اسے سونے دیں۔
آپ جانتے ہیں کتنی تکلیف میں تھا وہ؟
کہیں اس کی نیند خراب نہ ہو جائے، اگر وہ جاگ گیا تو کتنی مصیبت ہو گی اس کے لیے۔آپ پیچھے ہو جائیں۔"
میں ہادی بھائی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے دیوانہ وار چلائے جا رہی تھی۔کیونکہ جو ہوا تھا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ہادی بھائی نے مجھے سینے سے لگا لیا اور نم آنکھوں سے مجھے دیکھ کر کہنے لگے:
"ارے، پگلی! یہ اب ابدی نیند سو چکا ہے۔اب کبھی نہیں اٹھے گا اور نہ ہی کبھی کوئی تکلیف اس کے قریب سے بھی گزرے گی۔" بھائی کی یہ بات سن کر مجھ پر نہ جانے کیسا سکتہ طاری ہوا کہ میں بالکل خاموش ہو گئی تھی۔میری نظریں اسماعیل کے چہرے پر آکر ٹھر سی گئی تھی۔

آیت نے یہ سب بتا تو دیا، مگر منان بھی اس کا دکھ احساس کر سکتے میں چلا گیا۔ کیونکہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آیت کے ساتھ ماضی میں یہ سب ہوا تھا۔

:آیت کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا، مگر وہ تحمل مزاجی سے کہنے لگی

"وہ دن ہمارے گھر پر قیامت بن کر اترا، اس کے بعد ہمیں خوشی نصیب ہوئی نہ ہم نے کبھی خوشیوں کی تمنا بھی کی۔ نہ جانے کون سے گناہوں کی سزا ہمیں ملی جو میرا جان سے پیارا بھائی انیس برس میں ہی ہم سے جدا ہو گیا۔

مانی! وہ ہمارے گھر کی رونقیں بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا، سب سے چھوٹا جو تھا۔ میری ضد اور گھر کے نازک حالات کے پیش نظر بابا ہم سب کو لندن لے آئے تھے ایک سال پہلے۔

اسماعیل کی موت کے بعد جو لمحات میرے گزر رہے ہیں وہ میں جانتی ہوں اور میرا رب۔ میرا نہ پاکستان میں اس کے بغیر دل لگا اور نہ ہی لندن میں۔ اس لیے اپنا گھر چھوڑ کر اسطرح ہاسٹل میں پڑی ہوئی ہوں۔" یہ سب کہہ کر وہ بالکل خاموش ہو گئی۔

طویل خاموشی کے بعد منان نے کچھ بولنے کی ہمت کی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا:

آیت! ویسے تمہاری ہمت اور حوصلے کی داد دیتا ہوں تمہیں، لیکن یہ سب سن کر میرا دل تو چور چور ہو گیا ہے۔ للہ سے دعاء گو ہوں وہ تمہارے بھائی کی مغفرت فرمائے اور تم سب کو صبر اور حوصلہ عطاء فرمائے، آمین۔"



29.txt

(ادھوراپن)(29)(باسط بن مظہر راجپوت)

آیت نے بھی "آمین" کہا اور معصومانہ انداز میں مانی کو دیکھنے لگی۔

اس نے آیت کو ایک نظر دیکھ کر پوچھا:

"اگر اجازت ہو تو ایک بات پوچھ لوں؟"

آیت نے پلکوں کے اشارے سے اجازت دی۔

وہ سرد لہجے میں بولا:

"اسماعیل کی موت کی وجہ کیا تھی، کچھ معلوم ہوا تھا یا یونہی اچانک؟"

وہ غصے میں تل ملا گئی:

ارے، مانی! ایسے کیسے کوئی اچانک مر سکتا ہے؟"

موت سے ایک دن قبل اسے ہلکا سا بخار ہی تھا۔ اس کی موت ڈاکٹرز کی لاپروائی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ وہ ڈاکٹرز نہیں بلکہ قصائی تھے جنہوں نے میرے بھائی کو زہریلا انجکشن لگا کر مار دیا تھا۔" وہ خوف سے تڑپتے ہوئے مزید بولی:

مانی! اس کو کچھ تکلیف زیادہ تھی جسے کم کرنے کے لیے ڈاکٹرز نے اسے زہر دے کر مار دیا تھا۔ ہم نے کیس کیا تھا اور سارے ثبوت بھی عدالت میں پیش کیے جس کی بدولت عدالت نے وہ ہسپتال بھی سیل کروا دیا تھا۔ اور رقم کی صورت اچھا خاصہ ٹیکہ بھی لگا تھا اس ہسپتال کے مالک کو، جو پیسہ ہم نے غریب اور مسکین بچوں کے فلاحی ادارے کو سونپ دیا تھا۔"

آیت! بے حد افسوس ہے مجھے، لیکن ہم بے بس لوگ صبر کے سوا کر بھی کیا"

" سکتے ہیں؟

:آیت نے اپنے سینے پر پتھر رکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کچھ یوں کیا

چلو، مانی! جو ہو گیا اسے کوئی روک بھی تو نہیں سکتا تھا لیکن ایسے بے کار کے "

لوگ انسانوں کی جانوں سے کھیل کھیلیں تو دکھ ہوتا ہے۔اب دیکھو نا میرے

بھائی کا اس سب میں کوئی قصور تو نہیں تھا۔

سوری یار! یہ سب دہرا کر میں نے تمہیں بھی افسردہ کر دیا اور خود بھی دکھی

"ہو گئی، چلو اب کوئی اور بات کرتے ہیں۔

:ایک پل کی خاموشی چھا گئی جو آیت کے ان الفاظ پر ٹوٹی

"وہ کل تم پوچھ رہے تھے کہ میں سانول کو کتنا جانتی ہوں؟"

ہاں، بالکل۔ لیکن اب تم سے مزید کہانی سن کر تمہیں دکھی کرنا اور تمہارے "

"جذبات سے کھیلنا کچھ زیادہ ہو جائے گا۔

:آیت یک دم سنجیدگی سے بولی

ممکن ہے۔ لیکن کچھ کہانیاں مکمل کرنا بے حد ضروری ہوتی ہیں نہیں تو زندگی "کی کتاب کی طرح تمہاری یہ داستان (اس کا اشارہ مانی کے ہاتھ میں موجود ڈائری "کی طرف تھا) بھی کہیں ادھوری نہ رہ جائے۔

:اس نے بغور ڈائری کا جائزہ لے کر کہا

واہ۔۔۔ادھوراپن! مجھے ڈر ہے کہیں یہ ادھوراپن اپنے نام کی طرح ادھورا ہی "نہ رہ جائے۔ کیا خوب عنوان رکھا ہے، واہ۔

آیت! تم جانتی تو ہو سانول کو وہ کسی دکھی آتما سے کم تو نہیں جس کی یہ داستان" ہے۔

30.txt

(ادھوراپن)(30)(باسط بن مظہر راجپوت)

نہ جانے ایسا کیا ہے جو اس نے اتنا گہرا، مشکل اور افسردہ نام چنا ہے اس داستان کے لیے؟"

مانی کافی الجھ چکا تھا۔

آیت نے اک آہ بھرتے ہوئے گہری سانس چھوڑ کر کہا:

"تم ابھی بہت پیچھے ہو اس سے، جتنا کچھ سانول نے اس زندگی میں کھویا ہے شاید ہی کوئی اس کا ثانی ہو۔ تو پھر یہ نام تو بنتا ہے۔ چلو مانی تمہیں کچھ بتاتی ہوں۔" یہ کہہ کر آیت اسے لیے سڑک کے کنارے ٹہلنے لگی۔

دوپہر سے شام ہونے کو تھی اور دسمبر کی ٹھنڈی ہوائیں اس شام کو مزید خوشگوار بنانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

چلتے چلتے آیت اچانک ایک سائے دار درخت کے نیچے رک کر مانی کی طرف متوجہ ہوئی۔

اس کے چہرے کے تاثرات ابھی تک بدل نہ پائے تھے جو اپنے اندر اداسی لیے چہرے پر ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ کھلائے ہوئے تھی۔

:مانی حیران کن انداز میں پوچھنے لگا

سب خیریت تو ہے، آیت! اتنی ٹھنڈ میں سائے دار درخت کے نیچے کیوں"

"رکی ہو؟

:وہ زیر لب مسکرائی

ارے، مانی! تم نہیں سمجھو گے رہنے دو۔" کہہ کر اس نے بات بدل ڈالی۔"

مانی! یہ آج سے چار سال پرانی بات ہے جب میں اپنی دوستوں کے ہمراہ مری"

گئی تھی۔اور موسیٰ کو بھی ہاسٹل سے وہیں بلوالیا تھا، مگر اسماعیل نے آنے سے

صاف انکار کر دیا تھا۔تب میں نے سانول کا صرف نام ہی سن رکھا تھا اور وہ بھی

موسیٰ اور اسماعیل سے، جو تین یا چار سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے تھے یا

پھر اچھے دوست تھے شاید۔

ان تینوں کی دوستی کے متعلق مجھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ موسیٰ کی

"ڈائری پڑھ کر معلوم پڑا ہے۔

مری میں ہم لوگ جب موشن رائیڈ انجوائے کرنے ایک مال میں گئے تب میری نظر وہاں بیٹھے ایک نوجوان پر پڑی جس کی عمر اٹھارہ یا انیس برس ہوئی ہو گی۔

وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ معصوم بھی تھا، جو اپنے آپ میں مگن ہال میں لگے بینچ پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا، گویا وہ خود سے ہمکلام ہو۔

چونکہ موسیٰ مجھ سے پہلے ہال سے باہر نکل چکا تھا اور وہیں میرا انتظار کر رہا تھا، تو اب تک میرے خیال میں اس نے اپنے دوست کو نہیں دیکھا ہو گا۔

میں کافی دیر کھڑی اس لڑکے کو دیکھتی رہی تھی، مگر مجال ہے اس نے ایک پل کے لیے بھی اپنی نظریں اٹھائی ہوں۔

(ادھوراپن)(31)(باسط بن مظہر راجپوت)

اگلے ہی لمحے وہ اٹھااور اپنی منزل کو چل دیا جس کے ساتھ ساحر بھی موجود تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے خوش گپیاں کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔۔۔۔۔

مانی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا:

"اب یہ ساحر کون ہے یا تھا؟"

وہ درخت کے نیچے لگے بینچ پر بیٹھ گئی اور اسے بھی اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر کہنے لگی:

دیکھو، مانی! وقت آنے پر تم سب کچھ جان جاؤ گے، مگر ابھی تمہاری یاد دہانی" کے لیے صرف اتنا بتادیتی ہوں کہ ساحر بھی موسیٰ، اسماعیل اور سانول کی طرح "میرے بہت ہی قریب ہے اور اس کا شمار بھی میرے اپنوں میں ہوتا ہے۔

اچھا، آیت! جیسے تم بہتر سمجھو ویسے ہی کر لیتے ہیں۔" کہہ کر مانی خاموشی سے" بیٹھ گیا۔

آیت پھر سے ماضی دہراتے ہوئے کہنے لگی۔

میں بھی سانول کے پیچھے باہر نکل آئی تھی، مگر تب تک وہ ساحر کے ساتھ جا چکا تھا۔ میں تھوڑی مایوس ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی، تب ہی تھوڑی دور سے جاتے ہوئے میری نظر سانول پر پڑی، جس کا پیچھا موسیٰ کر رہا تھا۔

میں جلد بازی میں اسے تو بھول ہی چکی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ تینوں میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ لوگوں کی بھیڑ نے مجھے قدم بڑھانے سے بھی قاصر رکھا تھا۔

میں پریشان تھی کہ اب موسیٰ کو کیسے ڈھونڈوں گی؟ مجھے عجیب وسوسوں نے گھیر لیا تھا، اور اس کے انتظار میں میں
بے چین سی کیفیت میں سڑک کنارے ہی بیٹھ گئی تھی۔

موسیٰ دو گھنٹے گزرنے کے بعد واپس آیا تھا۔ تب میری جان میں جان آئی لیکن وہ کافی مایوس لگ رہا تھا۔

جب میں نے سخت لہجے میں اس سے اس لاپروائی کی وجہ پوچھی تھی، تو وہ کہنے لگا:

ارے، آپی! وہ کوئی انجان شخص نہیں ہے بلکہ میرا دوست سانول تھا۔ جو پچھلے "
تین سالوں سے میں اور اسماعیل کا دوست ہے لیکن ہماری کبھی کوئی خاص
ملاقات نہیں ہو پائی، اسی لیے اس کا پیچھا کیا، لیکن بے سود۔

" مگر وہ بہت اچھا انسان اور بہترین دوست ہے۔



32.txt

(ادھوراپن)(32)(باسط بن مظہر راجپوت)

اس کی باتیں مجھے بہت عجیب لگی تھیں، میں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور حیران بھی
ہوئی کہ یہ کیسی دوستی ہے جس میں دوست کبھی آمنے سامنے ہوئے نہیں مگر ان
کی دوستی اتنی گہری ہے کہ ایک دوسرے کے بنا ان کی سانسیں نہیں چلتیں۔

ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے یہ کسی ڈرامہ یا فلم کا کوئی کردار ہو، لیکن یہ حقیقت ہے اور اس دور میں بھی ایسے فرشتہ صفت انسان موجود ہیں، سچ پوچھو تو مجھے یقین ہی نہیں آیا تھا۔

:آیت سانس لیے بنا ایک ایک کر کے سب رازوں سے پردہ اٹھانے لگی اور کہا

"مانی! میں تو یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی، موسیٰ کے کان بھی کھینچے تھے میں نے اور سختی سے اس سے پیش آئی تھی۔ لیکن تب میں واقعی بہت بے وقوف اور نا سمجھ تھی۔"

:مانی اس کی باتیں سن کر مسکرادیا اور بولا

"آیت! جب دلوں میں محبت، اعتبار اور احساس جیسے رشتے قائم ہو جاتے ہیں تب ملاقاتوں اور دکھاوے کی کوئی اوقات باقی نہیں رہتی۔ جہاں تک میرا خیال ہے تو سانول بھی ان خیالات سے بالکل آزاد ہے۔

میں اور سانول بھی فیس بک کے ذریعے دوست بنے تھے اور پھر دوستی کب بھائی چارے میں بدلی معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔"

:اس کی بات مکمل ہونے پر آیت نے کہا

مجھے بھی اس لاعلمی اور لاتعلقی جیسے رشتے اور گہری دوستی پر بے حد تشویش"
ہوئی تھی۔ شاید تب میں سانول جیسی ہستی سے ناواقف تھی۔ خاص طور پر تب
جب موسیٰ نے مجھے اس کی دوستی کے متعلق بتایا تھا۔ مجھے اب احساس ہوتا ہے کہ
دوستی جیسے گہرے رشتے اور احساس کا کوئی ردوبدل یا ثانی نہیں ہے۔

"اچھا، مانی! تم تو سانول کے دوست ہو تو تمہارا اس سے رابطہ بھی ہو گا؟

ہاں، آیت! بالکل ہم رابطے میں ہیں، روزانہ کی بنیاد پر ہماری بات بھی ہوتی"
"ہے، لیکن وہ ضدی بہت ہے اور شاید انا پرست بھی۔۔۔

اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی آیت نے اسے غصے بھری نظروں سے
:گھورتے ہوئے گردن نفی میں ہلا کر کہا

نہ۔۔۔ایسا کچھ سوچنا بھی نہیں مانی! تمہیں شرم آنی چاہیے اس کے متعلق اتنی"
"گھٹیا سوچ رکھتے ہوئے۔

:وہ یک دم پریشانی کے عالم میں بولا

"کیا مطلب آیت؟"

مطلب یہ کہ اس سب میں سانول کا کوئی قصور نہیں ہے۔ہاں، یہ سچ ہے وہ مجھ" سے رابطہ نہیں رکھنا چاہتا، ناراض ہے، ضدی بھی ہے، مگر انا پرست نہیں۔یہ تو میری بے وقوفی تھی کہ میں اسے سمجھ نہ پائی تھی۔



33.txt

(ادھورا پن)(33)(باسط بن مظہر راجپوت)

اب تو اس کا حق ہے کہ وہ مجھے میرے کیے کی سزا دے یا دوری بنا لے، لیکن مجھے یقین ہے میں ایک دن اسے ضرور منا لوں گی۔کیونکہ وہ موسیٰ اور اسماعیل سے "جڑی کوئی بھی چیز یا شخص کھونا نہیں چاہتا۔

:مانی نے اس کی بات سے اتفاق کیا

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو شاید! میں معافی چاہتا ہوں یونہی اتنا سب بول گیا۔ میں جانتا ہوں وہ ایک انتہائی شریف گھرانے اور خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور بے حد معصوم بھی ہے، مگر جب یہ معصوم لوگ اپنی ضد پہ آجائیں تو آسمان بھی ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں نا کہ مظلوم کی آہ سے بچو، کچھ ایسا تعلق ان معصوم لوگوں کا اپنے رب سے ہوتا ہے۔"

آیت نے یک دم کہا:

"یہی فکر اور خوف مجھے بھی لاحق ہے کہ کہیں وہ میری شکایت رب سے نہ کر دے۔"

"ایسا کیا کیا تھا تم نے اس کے ساتھ آیت؟ محبت یا پھر دھوکا؟

کیونکہ یہی دو وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ناراضی اور بے مروتی جیسے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔"

وہ رنجیدگی سے کہنے لگی:

اوہ، بدھو! ایسا کچھ نہیں ہے، اور ہمارا رشتہ بہن بھائی کے رشتے جیسا ہے۔ مگر"
میں نے اس کی دوستی پر شک کیا تھا، میں نے موسیٰ اور اسماعیل کو اس سے دور
"کرنے کی کوشش کی تھی۔

:یہ سن کرمانی حیران ہوا، پھر کہنے لگا

آیت! تم پریشان مت ہو، وہ تمہیں دل سے معاف کر دے گا مجھے یقین "

"ہے۔

:مانی نے اسے تسلی دی اور آسمان کی جانب دیکھ کر پھر سے بولا

زبان کا سخت ہے، مگر دل کا بہت اچھا ہے وہ۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی بات"
:بدلتے ہوئے پوچھا

آیت! کیا تم آج میرے گھر چلو گی کچھ دیر کے لیے؟"

یہیں پاس میں ہے چند قدم کی مسافت پر۔ اگر تم چاہو تو ہم اس شام میں تھوڑی
"چہل قدمی اسی بہانے سے کر لیں؟

اس نے خاموشی سے اپنا بیگ اٹھایا، کچھ پل خاموش اور ساکن رہنے کے بعد وہ
:مانی کو دیکھ کر یوں مسکرائی، جیسے اسے کوئی اعتراض نہ ہو، پھر گویا ہوئی

کیوں نہیں، ضرور چلوں گی۔ ویسے بھی ہاسٹل میں اکیلی ہی پڑی رہتی ہوں اور"

"گھر جانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔

:مانی کو یہ سن کر اچھا لگا اور وہ کہنے لگا

بس ایک منٹ۔ میں گاڑی کی چابی ریسٹورنٹ میں چھوڑ آتا ہوں، پھر ہم چلتے"

"ہیں۔

وہ دونوں خوش گپیاں لگاتے، ٹہلتے ٹہلتے کچھ ہی دیر میں مانی کے گھر کے باہر موجود

تھے۔

مانی نے گھنٹی بجائی اور گیٹ کھلتے ہی آیت کو لیے اندر داخل ہو گیا۔ لان میں پہنچ

:کر آیت نے چاروں سمت نگاہ دوڑائی اور بے اختیار پوچھنے لگی

واؤ! یہ گھر ہے یا محل؟"

"کافی بڑا اور خوبصورت ہے۔

34.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(34)(ادھوراپن)

شاید اس نے آیت کو اتنا خوش پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔مانی نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا:

"کیا تمہیں پسند آیا؟اچھا ہے نا میرا گھر؟"

ہاں،مانی! بہت اچھا اور بہت بڑا ہے۔ بالکل ہمارے سوات والے گھر کی طرح۔"

اس نے پلٹ کر کہا:

ارے واہ! پھر تو بہت اچھا ہو گیا۔"

"ویسے وہاں کون کون ہے آج کل؟

وہ درد بھرے لہجے میں بولی:

کون ہو گا مانی! وہی دو چار نوکر چاکر اور ان کے بچے، جو دیکھ بھال کر رہے ہیں۔"

"ویسے تمہارے گھر میں کون کون رہتا ہے؟

:وہ ہنس مکھ انداز میں بولا

"ارے! پہلے اندر تو آؤ، بیٹھو تو سہی، پھر باتیں بھی کر لیں گے۔"

پھر اسے لیے وسیع و خوبصورت لاؤنج میں پہنچا اور بیٹھنے کی کہی، پھر خود اس کے

:روبرو بیٹھ کر بولا

اس گھر میں میری ماما، بابا اور میں رہتے ہیں اور ایک آپا ہیں جو اپنے گھر کی ہو چکی"

"ہیں۔۔۔یعنی وہ اب ترکی میں رہتی ہیں۔

:اس نے حیرانی سے مانی کو دیکھ کر پھر سے پوچھا

"بس! اتنے بڑے گھر میں صرف تین لوگ؟"

ارے، آیت! تین بھی کہاں، کبھی کبھار تو مجھے اکیلے بھی رہنا پڑتا ہے۔" کہہ"

:کر وہ جگہ چھوڑتے ہوئے آیت سے پوچھنے لگا

آیت! پہلے تو مجھے بنا تکلف یہ بتاؤ کیا لو گی؟ ٹھنڈا، چائے، کافی وغیرہ کچھ بھی؟"

دراصل پوچھ اس لیے رہا ہوں کہ تم باہر اتنی ٹھنڈ میں بھی ٹھنڈا جوس پینا پسند

"کرتی ہو۔

چھوڑو بھی ان رسمی باتوں کو، میں مہمان تو ہوں نہیں جو تم پریشان "

"ہو گئی ہے۔

:اس نے سختی سے کہا

بالکل خاموشی سے بیٹھ جاؤ، ابھی تم پہلی دفعہ میرے گھر پر آئی ہو اور مہمان ہو "

"ہماری۔

:آیت نے اسے بازو سے پکڑ کر روکتے ہوئے پوچھا

"کیا ابھی تمہارے گھر میں کوئی بھی نہیں ہے؟ "

:مانی نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے پلٹ کر کہا

"ہوش میں آؤ، تھوڑا سا صبر کر لو، مل لینا سب سے۔"

وہ اسے عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے ماما کو اس کی آمد کی خبر دینے نکل گیا۔

خدیجہ پہلے سے ہی اسے خوش آمدید کرنے کی مکمل تیاریاں کر چکی تھیں۔

:وہ ماما کو ڈھونڈتے ہوئے کچن تک جا پہنچا اور گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولا

"شکر ہے ماما، آپ مل گئیں، میں نے پورا گھر ڈھونڈ لیا تھا۔"

اچھا، یہ سب چھوڑو۔ مجھے یہ بتاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟"

ذرا میں اپنے بیٹے کی پسند تو دیکھ لوں۔" کہہ کر وہ لاؤنج کی جانب بڑھیں، مگر مانی

:نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا

"ماما! اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ آپ پہلے میری بات تو سن لیں، پھر مل لینا۔"

:یہ سن کر وہ سخت لہجے میں بولیں

(باسط بن مظہر راجپوت)(35)(ادھوراپن)

"جلدی بتاؤ کیا ہے تمہارا مسئلہ؟"

:وہ خوف زدہ انداز میں بولا

ماما! مسئلے کا تو مجھے کچھ نہیں پتا، لیکن میں اور آیت صرف اچھے دوست ہیں اس" سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ سو خدارا اپنے بیٹے کی تھوڑی عزت رکھ لیجیے گا، میرا مطلب کوئی ایسی بات نہ کر دینا جس سے ہمارا دوستی جیسا پاکیزہ رشتہ ٹوٹ "جائے۔

انہیں مانی کے انداز بیاں پر تعجب ہوا اور تشویش بھی۔ وہ سرد افسوس جتاتے :ہوئے بولیں

ڈوب مرنے کا مقام ہے آپ کے لیے بیٹا۔"

کسی نامحرم لڑکی سے دوستی کو پاکیزہ رشتے یا تعلق کا نام دے رہے ہو۔

"کیا ایسی تربیت کی ہے ہم نے آپ کی؟

وہ ماما کے سخت رویے اور سنجیدہ انداز سے خوف زدہ ہو گیا، اس کے لب :کپکپانے لگے

مم۔۔۔م۔۔۔ما۔۔۔ماما! میں معافی چاہتا ہوں۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں" تو بس آپ کو اتنا بتا رہا ہوں کہ ہم صرف اچھے دوست ہیں، اس کے علاوہ ہم "دونوں کے بیچ کچھ نہیں ہے۔

:انہوں نے پھر سے اسے غصے سے گھورا اور کہنے لگیں

دیکھو، بیٹا! میں مذاق بالکل نہیں کر رہی۔"

بے شک ہم نے اپنی ساری زندگی یہاں لندن میں گزار دی ہو، یہاں کے طور طریقے اپنائے ہوں، لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اپنے والدین کی دی ہوئی تربیت بھول گئی ہوں گی یا جو کچھ انہوں نے سکھایا اسے پس پشت ڈال دیا ہو۔ آزادی بڑی نعمت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کچھ بھی کر لیں، ہم نے آپ کو آزادی دے رکھی ہے، مگر ایک حد تک۔ اس سے آگے جاؤ گے تو بھٹک جاؤ گے۔

"اب مجھے بتاؤ کیا تمہارا اس لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہے؟

:وہ حیران کن انداز میں بولا

"لیکن ماما!۔۔۔۔ "

:انہوں نے اس کی بات رد کرتے ہوئے پھر سے پوچھا

"ہاں یا نہ؟ کیا تم اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ "

وہ گہری تشویش میں پڑ گیا۔

آج ماما کو ہو کیا گیا ہے؟ شاید وہ مذاق کر رہی ہیں، اس سوچ کے ساتھ وہ مسکرا کر پوچھنے لگا:

"ماما! آپ مذاق کر رہی ہیں نا مجھے چھیڑنے کے لیے؟"

انہوں نے پھر سے اسے گھور کر تلخ لہجے میں سوال دہرایا:

"ہاں یا نہ؟"

وہ خوف زدہ انداز میں دھیمی سی آواز میں بولا:

"نن۔۔۔ نہیں، ماما! میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

انہوں نے کچھ کہے بنا اس کا ہاتھ پکڑا اور زبردستی لاؤنج کی طرف لے گئیں، جہاں آیت کافی دیر سے بیٹھی تھی۔

لاؤنج میں پہنچ کر جیسے ہی ان کی نظر آیت پر پڑی، وہ تو جیسے اس پہ فدا ہو گئ ہوں۔

36.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(36)(ادھورا پن)

وہ یک دم اٹھی اور ادب سے انہیں سلام کیا۔

خدیجہ نے اسے باہوں میں لے لیا، اور یوں پیار کرنے لگیں جیسے مانی نہیں بلکہ آیت ہی ان کی اولاد ہو۔

بہر حال اب مانی کی حالت نازک موڑ پر تھی، اس کی تو جیسے سانسیں ہی اکھڑ گئی تھیں۔

وہ یہ سوچ کر بے حال ہونے لگا کہ کہیں ماما کچھ الٹا سیدھا نہ بول دیں۔۔۔یعنی شادی وغیرہ کی بات جو اس سب کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔

خدیجہ نے جب اسے دیکھا تو ان کے تیور بدلنے لگے، وہ کچھ دوری پر کھڑے مانی کے قریب آئیں، اسے سینے سے لگا کر آہستگی سے پوچھا، اور اپنا فیصلہ بھی سنایا:

کیسا لگا میرا مذاق؟ ڈر گئے تھے نا؟"

لیکن یہ لڑکی مجھے اپنی بہو کے روپ میں پسند آ گئی ہے اور یہ میرا آخری فیصلہ
"ہے۔ میں اپنے طور طریقے بالکل نہیں بدلوں گی۔

مانی اس اچانک کی سزائے موت کی وجہ سے سکتہ میں چلا گیا۔ اور اس کی ماما آیت
: کے پاس جا کر کہنے لگیں

آؤ بیٹی ! میرے ساتھ۔ میں نے کچھ دکھانا ہے تمہیں۔ "اور مانی کے قریب"
سے جاتے ہوئے اسے بھی اپنے ساتھ آنے کا کہا۔

یہ سب دیکھ کر تو جیسے وہ مسکرانا ہی بھول گیا تھا اور منہ لٹکائے ماما کے پیچھے ہو لیا۔

آیت جب خوشی خوشی گھر کے ہال میں داخل ہوئی تو وہ وہاں سبھی جنت دیکھ کر
باولی سی ہو گئی، اور آنکھیں پھاڑے مانی کو گھورنے لگی اور اشارتاً وجہ پوچھنے لگی۔

اس نے بھی اشارتاً معلوم نہیں کہا اور ماما کی طرف اشارہ کر کے یہ سمجھانے کی
کوشش کی کہ یہ سب انہوں نے کیا ہے۔

اتنے میں پورے ہال میں پھولوں کی بارش ہونے لگی اور آیت کو ایسا خوش آمدید
کیا گیا کہ مانی بھی حیران رہ گیا۔۔۔ کہ اتنے تھوڑے وقت میں ماما نے اتنا سب
کیسے کر لیا؟

انھوں نے اسے ایک میسج ضرور بھیجا تھا کہ جو لڑکی تمہارے ساتھ ہے اسے آج ساتھ لے کر ہی گھر لوٹنا، لیکن خدیجہ یہ سب سوچ چکی ہوں گی اس کا اندازہ مانی کو بھی نہیں تھا۔

گھر کو اندر سے ایسا سجایا گیا تھا جیسے دلہن ہو۔ طرح طرح کے کھانے اور نہ جانے کیا کیا انتظامات بھی کیے گئے تھے۔

اس سب میں ایک اچھی بات یہ تھی کہ جتنے بھی مہمان مدعو کیے گئے تھے وہ یہیں لندن کے رہائشی تھے، اس لیے مانی اور خدیجہ کو اس بات کا خوف نہیں تھا کہ ایک خوبصورت اور جوان لڑکی کے گھر آنے پر طرح طرح کی باتیں ہوں گی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(37)(ادھوراپن)

سب مہمانوں نے پارٹی کے خوب مزے لیے اور آیت کو بھرپور انداز میں خوش آمدید کہا، پھر کھانا پینا کرنے کے بعد ماں بیٹے کا شکریہ ادا کر کے اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

کچھ ہی لمحات میں گھر بالکل خالی ہو چکا تھا اور مانی گہری تشویش لیے کمرے میں جا کر کچھ سوچنے لگا۔

آخر ماما کو یہ انتہائی قدم اٹھانے سے کیسے روکوں؟

اس نے اسی سوچ کے ساتھ کمرے میں چہل قدمی شروع کر دی اور کچھ ہی دیر میں اس کے دماغ کی بتی جلنے لگی۔ وہ خوشی سے اچھلا اور بڑبڑانے لگا:

"اس کا توڑ اب ایک ہی ہے کہ میں خود کیوں نا کسی طرح آیت سے اس سب کے متعلق بات کر کے دیکھوں۔

آخر وہ کیا سوچ رکھتی ہے اپنی شادی کے متعلق؟ کیا وہ اپنی پسند سے شادی کرے گی یا اپنے والدین کی پسند سے، وغیرہ۔"

اس سب کا کوئی خاص فائدہ تو نہیں تھا، لیکن اتنا ضرور ہو سکتا تھا کہ مانی بے وقت کی موت سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا۔۔۔

بقول اس کی سوچ کے۔

شادی وغیرہ مانی کے نزدیک موت کے برابر تھی۔اسے یہ یقین ضرور تھا کہ آیت کم از کم اس سے شادی تو نہیں کرے گی، وہ خوبصورت ہے خاندانی بھی اور اتنے بڑے گھرانے سے، تو شادی وہ اپنی پسند سے ہی کرے گی۔ جو وہ آیت کی زبانی سن کر ماما کو بتانا چاہتا تھا۔

چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ تینوں لان میں بیٹھ گیٔے اور آیت نے خدیجہ کو متوجہ کر کے کہا:

"آنٹی! یہ جو کچھ بھی آپ نے کیا، اس سب کی ضرورت نہیں تھی۔اور مجھے بالکل اچھا نہیں لگا یہ سب کچھ۔"

وہ اس کی نادانی پر مسکرائیں اور اس کا ہاتھ تھام کر کہا:

"تم ابھی نادان ہو۔ یہ سب کچھ نہیں سمجھ پاؤ گی، تم ہمارے گھر پہلی دفعہ آئی ہو اوپر سے ہماری اپنی ہو۔"

یہ سن کرمانی کے پاؤں تلے سے زمین ہی کھسک گئ، یہ سوچ کر اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں کہ آج ماما ہمیں جدا کر کے ہی چھوڑیں گی، پھر نہ جانے آیت کا برتاؤ وغیرہ؟

اسے آیت سے محبت تو نہیں تھی، مگر کچھ نا کچھ ایسا ضرور تھا جو محبت کی آمد کو ظاہر کر رہا تھا۔

آیت کو سوچ کر مانی کی ہر بار حالت بگڑنا، طرح طرح کے خیالات اور دھڑکنوں کا بے بس ہونا محبت ہی کی تو علامت تھی، جو سمجھنے سے وہ قاصر رہا۔

وہ بس خدا خدا کرنے لگا، اس کے سوا کر بھی کیا سکتا تھا۔ خدیجہ نے اپنی بات کا رخ پل میں موڑتے ہوئے کہا:

"بیٹی! میرا مطلب تم پاکستانی ہو اور مجھے پاکستانی لوگ بے حد پسند ہیں۔"

ان کی اس بات نے مانی کو بھی کچھ حد تک سکون بخشا تھا۔ خدیجہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا:

38.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(38)(ادھوراپن)

"مجھے اس کے ریسٹورنٹ سے جب کال آئی کہ یہ ایک پاکستانی لڑکی سے کچھ عرصے سے روزانہ مل رہا ہے تو مجھ سے رہا نہ گیا۔اسی وقت تم سے ملنے کی چاہ دل میں جاگ اٹھی اور تمام تیاریاں شروع کر کے مانی کو میسج کیا کہ تمہیں ساتھ لے کر ہی گھر لوٹے۔مجھے یقین تھا کہ میرا بیٹا اپنی ماما کی خواہش ضرور پوری کرے گا۔"

آیت آنکھیں پھاڑے مانی کو دیکھنے لگی جو اسے دیکھ کر نظریں جھکائے کھڑا ہو گیا، تاکہ اسے شک نہ ہو۔اور پھر بتیسی دکھا کر کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کچھ بڑابڑایا:

"اب چلو یہاں سے۔"

آیت نے یک دم موبائل پر وقت کا تعین کیا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی:

"اوہ ہو، آنٹی! بہت دیر ہو گئ۔ باتوں باتوں میں میں بھول ہی گئ تھی کہ مجھے گیارہ بجے سے پہلے پہلے ہاسٹل پہنچنا ہے۔"

موقع کی تلاش میں کھڑا امانی اسے چڑاتے ہوئے بولا:

"محترمہ! دس تو یہیں ہو گیۓ ہیں۔"

وہ خوف زدہ تھا کہ کہیں اس کی ماما آیت کو ساس بہو کا قصہ ہی نہ سنادیں۔

آیت اسے گھورتے ہوئے آنٹی کا شکریہ ادا کر کے اجازت طلب کرنے لگی۔

خدیجہ نے اسے ڈھیر سارے تحائف اور پیار کے سائے تلے رخصت کیا۔

تحائف ملازم پہلے ہی گاڑی میں رکھ چکا تھا، جس پر آیت نے ناراضی ظاہر کی۔

خدیجہ نے مایوسی کے عالم میں پوچھا:

"کیا ایک ماں اپنی بیٹی کو اپنی خوشی سے کچھ نہیں دے سکتی؟"

ان کا یہ درد بھرا انداز آیت کے دل میں گھر کر گیا تو وہ مجبوراً مان گئ تھی۔

انہوں نے اسے خوب پیار کے ساتھ تلقین کی کہ:

"اب یہاں آتی جاتی رہنا، اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔"

:اس نے زیر لب مسکرا کر ہامی بھری

"جی ضرور، آنٹی! اور آپ بھی اپنا خیال رکھنا۔ للہ حافظ"

یہ تمام باتیں مانی کو بالکل ہضم نہ ہوئیں، جس کا منہ دیکھنے والا تھا۔

اس نے سکھ کی سانس تب لی جب وہ دونوں گھر سے باہر نکلے تھے۔مانی اب تک

:آنکھیں پھاڑے آیت کو دیکھ رہا تھا، جو اسے جلتا دیکھ کر مزید ہوا دینے لگی

دیکھو نا، مانی! مجھے چاہنے والے ہر جگہ موجود ہیں، لیکن تمہیں تو گھر میں بھی"

کوئی گھاس نہیں ڈالتا۔" کہہ کر اس نے گاڑی میں رکھے تحائف دیکھے اور کچھ

ناراضی ظاہر کی، جو موقع بدلے کی تلاش میں مانی نے ضائع نہیں جانے دیا۔

:اس نے شانے اچکاتے ہوئے تنبیہ کی

اگر اتنا ہی برا لگ رہا ہے تو آج کے بعد بے شک ہمارے گھر نہ آنا، کتنے پیار سے"

"ماما نے یہ سب کچھ دیا ہے تمہیں۔

آیت نے سر جھٹکتے ہوئے غصے بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا: "ہاں، آج تو

جیسے میں تمہارے پاؤں میں گر پڑی تھی کہ مجھے اپنے گھر لے چلو۔ دیکھو، مجھے

"کوئی شوق بھی نہیں ہے کہ میں دوبارہ یہاں آؤں۔

39.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(39)(ادھوراپن)

آیت کو سلگتا دیکھ کرمانی کو دل ہی دل میں تھوڑی بہت خوشی ملی تھی، کیونکہ وہ یہی چاہتا تھا کہ اب آیت کبھی اس کی ماما سے نہ ملے ورنہ اس کی بے وقت کی موت پکی تھی۔۔۔یعنی اس کی شادی۔

:منان نے رسماًاس سے معذرت کرلی اور کہا

اوہ، سوری !ایسی بات نہیں ہے میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم یونہی ناراض"

"ہو گئیں۔

:آیت نے طنزاً کہا

اچھا! اب اتنا کچھ قرض ہے تم لوگوں پر تو مذاق تو مانتے ہی ہوں گے۔اب" چلیں؟اس سے پہلے کہ ہاسٹل میں میری غیر حاضری کی خبریں چلنے لگیں۔ویسے گاڑی تم سنبھال نہیں پاؤ گے۔" کہہ کر وہ ہنس پڑی۔

:مانی سنجیدگی سے اسے دیکھ کر بولا

"ہاں، چلو تمہیں چھوڑ کر میں بھی سکھ کا سانس لوں۔"

دونوں نے لفظوں کے وار سے ایک دوسرے کو خوب چھیڑا اور مانی خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

اس نے جان کر لمبے راستے کا انتخاب کیا تاکہ وہ آیت سے جو اس کی شادی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے پوچھ سکے۔ لیکن شکر ہے آیت کو اس کے ارادوں کی کان و کان خبر نہ ہوئی۔۔۔جو صرف مانی کو لگ رہا تھا، جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے اسے دیکھ کر سوچنے لگا۔آخر بات شروع کیسے کروں اس سے؟

وہ بہت غصے میں تھی۔

بالآخر کافی سوچنے کے بعد اسے ایک بات یاد آئی تو اسی سے شروعات کرنا اس نے مناسب سمجھا :

"آیت !ایک بات پوچھ سکتا ہوں ؟"

وہ چڑ چڑے پن میں اس کی طرف پلٹی اور طنزاً مسکرا کر کہنے لگی :

"ارشاد فرمایئے جناب ! ہم اب آپ کے قرض دار ہیں ۔"

"نہیں آیت ! ایسا کچھ بھی نہیں ہے ۔ مہربانی ہو گی یار ! سمجھنے کی کوشش کرو ۔"

وہ سامنے نظریں ٹکائے غصے میں بڑبڑائی :

اچھا ! لگتا ہے تمہیں عزت راس نہیں ہے ؟ بکو کیا بکواس کرنی تھی ؟"

اسی لیے لمبے راستے سے آئے ہو ، ورنہ شام میں تو ہم پیدل بیس منٹ میں تمہارے گھر پہنچ گی ئے تھے ۔ مگر افسوس ! ابھی آدھے گھنٹے سے معلوم نہیں "کب پہنچیں گے ؟

منان کو اس شدت کا اندازہ نہیں تھا ۔ وہ کافی شرمندہ ہوا لیکن بات تو اسے آج ہی کرنی تھی ۔

وہ ہاتھ جوڑے کہنے لگا :

"سوری یار! ضروری بات ہے۔"

وہ جڑے ہوئے ہاتھ دیکھ کر ترس کھا گئی اور مسکرا کر کہنے لگی:

"جلدی بولو، دو منٹ ہیں تمہارے پاس۔"

مانی نے گاڑی سائیڈ پر روک دی اور گلا کھنکارتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہو گیا:

"آیت! کیا تم دعا کو جانتی ہو جو سانول کی دوست ہے یا نہیں؟"

دیکھو، مانی! ابھی مجھ سے اگر میرے متعلق کچھ پوچھنا ہے تو پوچھو۔ یہ افسانے"

"اور پیار محبت کے قصے تم رانجھے سے سن لینا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(40)(ادھوراپن)

اچھا، ٹھیک ہے۔" کہہ کر اس نے گاڑی سڑک پر دوڑا دی اور جو وہ چاہتا" تھا۔۔۔یعنی اپنے مفاد کی بات پر آ گیا، پھر بنا خوف اس سے اسی کے متعلق پوچھنے لگا۔ کیونکہ اب اس نے خود اسے اجازت دے دی تھی:

"آیت! تم شادی اپنی مرضی سے کرو گی یا پھر اپنے والدین کی پسند سے؟"

یہ سنتے ہی آیت نے اس کی طرف اتنے غصے سے دیکھا جیسے وہ ابھی اس کی جان نکال لے گی۔

اس دفعہ مانی نے خوف کے مارے اپنی انگلی ہونٹوں پر رکھ دی اور بالکل خاموشی اختیار کیے اپنی نظریں اور چہرہ پھیر لیا۔ایسے جیسے بلی کو دیکھ کر کبوتر اپنی آنکھیں بند کر لے۔

آیت نے غصے سے گاڑی روکنے کی کہی، جو مانی نے یک دم روک دی اور اسی کو دیکھنے لگا، مگر کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کرے؟

آیت پھر سے چلائی:

"ارے، بدھو! ہاسٹل پیچھے رہ گیا ہے، کیا تم بھی۔"

اس نے حیران کن انداز میں سامنے دیکھ کر "ہاں۔۔۔ہاں گاڑی تو رکی ہوئی ہے کہا۔"اور خاموشی سے بیٹھ گیا۔

آیت نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا:

دیکھو، بدھو! یہ جو شادی بیاہ ہیں یہ وقت کے ماتحت ہیں، قدرت کی مرضی کے" کھیل ہیں۔ ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں۔اور ویسے اگر مجھ سے پوچھو تو جب وقت آئے گا تب میں تمہیں اس سوال کا جواب ضرور دوں گی۔انتظار بھی کرنا "!اور یاد بھی رکھنا۔ بائے

مانی نے کچھ کہنے کی ہمت کی اور صرف اتنا کہہ پایا:

"ہاں۔۔۔ہاں، ٹھیک ہے۔اب اترو ہاسٹل آگیا ہے تمہارا۔"

اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا:

جی، بالکل۔اور یہ مت بھولو کہ میں نے ہی تمہیں بتایا ہے اور ہاسٹل تو دس قدم" "پیچھے ہے۔

وہ پھر سے گاڑی میں ٹھیک سے بیٹھ کر تیزی سے بولی:

"مجھے ہاسٹل کے گیٹ کے سامنے اترنا تھا، چلو شاباش گاڑی پیچھے لو۔"

اس نے آسمان کی جانب دیکھ کر اکتائے ہوئے انداز میں کہا:

اوہ، میرے خدا!" پھر گاڑی پیچھے کو لی اور ہاسٹل کے سامنے روک دی۔"

آیت گاڑی سے اتری اور یہ کہہ کر چلتی بنی:

"بدھو! ابھی تو تم جاؤ گھر کل پوچھوں گی۔"

وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھ کر اندر ہی اندر مسکرانے لگا، اور اس سوچ کے ساتھ پریشان بھی ہوا کہ آیت نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا، بلکہ اسے یہ کہہ کر مصیبت میں ڈال گئی تھی کہ وہ شادی نہ جانے کب کرے، لیکن بتائے گی وقت آنے پر۔ گویا وہ پسند کی شادی کرے گی یا والدین کی مرضی سے۔

41.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(41)(ادھوراپن)

مانی کو فکر یہ تھی کہ وہ اپنی ماما کو کیسے روک پائے گا؟
گھر جا کر وہ اپنے کمرے میں بند ہو کر اپنی بے وقت کی موت کا انتظار کرنے لگا تھا۔ خوف کے مارے تو وہ کچھ دن گھر سے باہر ہی نہیں نکلا۔
ایک ہفتہ گزر گیا لیکن اس نے کسی سے نہ کوئی رابطہ کیا۔
یہاں تک کہ اپنی ماما سے بھی اس کی صرف ایک یا دو دفعہ ملاقات ہو پائی تھی۔
ایک ہفتے کے بعد اس کے ریسٹورنٹ کا ایک ذمہ دار آدمی اس کے گھر آیا، اور سیدھا اس کے کمرے میں جا پہنچا۔

منان ابھی نیند سے جاگا ہی تھا جب اس نے کمرے کے دروازے پر دستک سنی۔ وہ آنکھیں موندتے ہوئے دروازہ کھول کر آئے شخص کو لیے اندر جانے لگا، جس پر اس نے کہا:

"سر! میں اس گستاخی کے لیے معذرت چاہتا ہوں اتنی صبح آپ کو تنگ کیا، لیکن مجھے ایک ضروری بات کرنی تھی جو فون پر مناسب نہیں تھی۔"

"ارے یار! ایسی کوئی بات نہیں بلکہ تم نے اچھا کیا جو یہاں چلے آئے۔"

احمد نے وہاں آنے کی وجہ بتانے کے ساتھ ساتھ ایک رقعہ اسے تھمایا اور کہا:

"سر! پچھلے ایک ہفتے سے وہ لڑکی (وہ آیت کی بات کر رہا تھا) روزانہ ریسٹورنٹ آتی رہی اور کافی دیر انتظار کے بعد مایوس ہو کر لوٹ جاتی تھی۔ لیکن کل اس نے مجھے یہ رقعہ دیا اور کہا کہ 'مجھے تمہارے مالک سے بہت گلہ رہے گا، اس رویے کی امید نہیں تھی مجھے، اور باقی اس رقعے میں لکھ دیا ہے۔ امید ہے وہ سمجھ جائے گا۔"

منان نے بنا سانس لیے یک دم رقعہ کھولا۔ جس میں لکھا تھا اور صرف اتنا۔

(" دیکھو مانی! اب بہت کھیل کھیل چکے تم میرے جذبات سے۔")

کیا سمجھتے ہو خود کو؟ تم لکا چھپی کھیلتے رہو گے اور میں تمہیں تمہارے مقاصد میں کامیاب ہونے دوں گی؟

بالکل بھی نہیں۔اور اگر تم چاہتے ہو کہ تم آگے کی کہانی جو ادھوری ہے میرے بنا مکمل کرو، تو آج شام میں ریسٹورنٹ میں تمہارا انتظار کروں گی۔۔۔اگر تمہیں مناسب لگے تو۔اگر تم نہیں چاہتے کہ سانول کا یہ ادھورا پن ادھورا رہے تو آج "شام میں تمہارا آخری انتظار کروں گی۔

(از:-آیت۔

یہ سب جاننے کے بعد منان مزید پریشانی سے دوچار ہو گیا،اس کی حالت یہ سوچ کر بگڑنے لگی کہ اگر آیت نے اس کی ماما کی اس دن کی ہوئی باتیں سن لی ہوئیں تو وہ کیسے اس کا سامنا کر پائے گا؟اور بھی نہ جانے کیا کچھ سوچ لیا تھا اس نے۔

: بہر حال اس نے احمد کا شکریہ ادا کیا اور اسے سینے سے لگا کر کہنے لگا

اگر تم نہ ہوتے تو نہ جانے کیا کچھ ہو جاتا۔ "

42.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(42)(ادھوراپن)

"یہ بہت بڑااحسان ہے تمہارا۔

:احمد کہنے لگا

ارے، سر! میں آپ کی عزت کرتا ہوں اور یہ میرا فرض ہے۔آپ یونہی"

"شرمندہ کر رہے ہیں مجھے۔

:اس نے جانے کی اجازت طلب کی اور یہ کہتے ہوئے جانے لگا

سر! آج کی چائے ادھار رہی۔"

"ویسے آیت ہے نا اس لڑکی کا نام؟

:اس نے بڑے تجسس سے پوچھا پھر معذرت کرتے ہوئے بولا

معافی چاہتا ہوں، میرا مطلب بھابی کا نام؟ان کے ساتھ ساتھ میں بھی آپ کا"
"انتظار کروں گا۔

:مانی نے مسکرا کر اسے گلے لگالیا اور کہا

یار! کیوں مجھے مروانے کے چکر میں ہے؟وہ صرف میری اچھی دوست ہے"
"اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

:احمد قہقہہ لگا کر ہنسا اور خدا حافظ کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چلتا بنا

"دیکھ لیں گے جو بھی ہے، وقت آنے پر سب عیاں ہو جائے گا۔"

شام ہوتے ہی تیار ہو کر منان آج ایک ہفتے کے بعد کمرے سے نکلا، تو اس کی ماما کے چہرے ہر بھی خوشی اور شکرانے کی سی مسکراہٹ کھلی۔انہوں نے اسے
:اپنے پاس بلا کر صرف اتنا کہا

بیٹے! آخر ماں ہوں تمہاری، مجھ سے یہ سب چھپا کر کیا ملے گا تمہیں؟"
اور جب سے وہ لڑکی اس گھر میں آئی ہے تم تو ماں سے بھی منہ پھیر بیٹھے ہو۔
"آخر کیوں؟

:اس نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر کہا

ماما! معافی چاہتا ہوں لیکن میں آپ سے جھوٹ کیوں کر بولوں گا۔"

وہ صرف میری اچھی دوست ہے اور اگر آپ اس سے میری شادی وغیرہ کی بات کرتیں تو ہماری دوستی پر اس کا منفی اثر پڑتا۔ جس سے میرے ساتھ ساتھ کچھ اور لوگوں کا بھی نقصان ہو جاتا۔ اور خاص طور پر اس آیت کا جس نے بڑی "مشکل سے کسی اجنبی شخص۔۔۔ یعنی مجھ پر بھروسہ کیا تھا۔

: خدیجہ اسے سینے سے لگا کر پیار کرتے ہوئے بولیں

"میں سب کچھ جان چکی ہوں۔"

: پھر مانی کی ڈائری اسے تھماتے ہوئے کہا

اپنی چیزوں کا خود خیال رکھا کرو۔"

اچھا! سانول سے کب ملوا رہے ہو؟ لگتا ہے بہت گہرا رشتہ ہے تم دونوں کا جس "کی بدولت تم نے اس لڑکی سے دوستی کی؟

: اس پر وہ حیران رہ گیا، جو دیکھ کر خدیجہ نے کہا

اس میں حیران ہونے والی کیا بات ہے؟ تمہاری ڈائری میں مکمل پڑھ چکی" ہوں۔ کافی دکھی اور دلچسپ کہانی ہے تمہارے دوست اور آگے سے اس کے "دوستوں کی شاید؟

:ڈائری لے کر اس نے ماما کو دیکھا

"آگے کا مجھے نہیں پتا لیکن جتنی آپ نے پڑھی ہے اتنی ہی میں جانتا ہوں۔"

"بیٹا! یہی وہ ادھورا کام تھا جو تم مکمل کرنا چاہتے تھے؟"

"!جی ماما"

:انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا

"جاؤ بیٹا! اللہ تمہیں تمہارے ہر نیک مقصد میں کامیاب کرے، آمین۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(43)(ادھوراپن)

وہ شام کے قریب ساڑھے چھ بجے ریسٹورنٹ پہنچا، جہاں آیت پہلے سے اس کے انتظار میں بیٹھی تھی، جو اسے دیکھتے ہی اس پر برس پڑی اور خوب غصہ نکالا۔ وہ رنجیدگی سے پوچھنے لگی:

"ایسے بھی کوئی بتائے بنا غائب ہوتا ہے کیا؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو کہ میں ہر دفعہ منہ اٹھائے تمہارے گھر چلی آؤں گی؟"

وہ خاموش، نظریں جھکائے کھڑا رہا کیونکہ اس کے پاس کوئی جواب تھا نہ ہی جواز۔

تب آیت نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ بے وقوف اور بدھو نکلے۔"

آیت کے خاموش ہوتے ہی اس نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لی اور آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنے کا اسے یقین دلانے لگا۔

آیت نے بمشکل اس کی بات مانتے ہوئے پوچھا:

"کوئی تو وجہ ہو گی یوں اچانک چھوڑ جانے کی؟"

:وہ سرد لہجے میں تیزی سے بولا

وجہ ہے، لیکن تمہیں اسماعیل کی قسم ابھی تم مجھے مجبور نہیں کرو گی۔ صحیح وقت "

"اور موقع آنے پر میں خود تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔

:آیت نے اس کی آنکھوں میں سچائی ٹٹورتے ہوئے ہامی بھری

صرف اسماعیل کے نام کے صدقے بخش رہی ہوں تمہیں، ورنہ تمہاری"

"آنکھوں اور دل میں کچھ اور ہی ہے۔

مانی نے الزامات کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسے کافی کی پیشکش کی، جو قبول کر لی گئی تھی۔

:آیت نے کافی کے دو گھونٹ پینے کے بعد بنا تمہید کہا

دیکھو، میں نہیں جانتی کب میرے بابا ضد پکڑ لیں کہ ہم لوگ پاکستان چلتے "

بنیں، اور ممکن ہے جلد ہی کچھ اور ارادے بھی کر لیے جائیں۔ مطلب میری

شادی۔ اس لیے جتنی جلدی ہو سکے تم

"ادھورا اپن مکمل کرو اور جو کچھ میں جانتی ہوں وہ جان لو۔

مانی نے جھکی ہوئی نظروں سے اس کا حکم تسلیم کرتے ہوئے کہا: "جو تمہیں بہتر لگے۔"

تو پھر حکم یہ ہے کہ اب بالکل چپ چاپ بیٹھ جاؤ اور سنو۔"

اچھا تو موسیٰ جس کا کچھ اتا پتہ نہیں ہے، نہ اس کے گھر والوں کو، نہ مجھے، سانول" یا کسی بھی موسیٰ کے عزیز کو۔"اسماعیل کے جانے کے بعد جب میں اس کی کچھ یادیں سمیٹنے موسیٰ کے گھر گئ، تو اس کے کمرے میں اس کا کچھ سامان بکھرا پڑا تھا جو دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا تھا۔



(باسط بن مظہر راجپوت)(44)(ادھوراپن)

میں وہ سامان سمیٹنے لگی تو اسی دوران مجھے ایک ڈائری ملی تھی۔۔۔

اس پر مانی نے یک دم کچھ کہنا چاہا، مگر آیت نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش کرادیا اور بات جاری رکھی۔

جب میں نے وہ ڈائری اٹھا کر کھولی تو وہ موسیٰ کی زندگی پر اسی کے ہاتھوں سے لکھی معلوم ہوئی تھی۔

ڈائری میں یوں درج تھا۔۔۔

★☆...☆★

آج مری میں میرا پہلا دن تھا۔ جب میں اسماعیل کی دوستی سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ رہنے کی ضد اور اپنی خواہش پوری کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ آج

زندگی میں مجھے پہلی دفعہ دلی خوشی محسوس ہوئی، جب اسماعیل نے اپنے یعنی ہمارے اسکول کے یاروں دوستوں سے میرا تعارف کرایا اور کہا:

"یہ میرا نیا اور سب سے بہترین دوست ہے، جو آج سے ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔"

اس کی باتیں سن کر مجھے بہت اچھا لگا، جو بعد میں ہمارے درمیان اچھے تعلقات کو مزید استوار کرنے میں معاون ثابت ہوئیں۔

میرے لیے یہ سب کچھ نیا اور مشکل تھا، لیکن اسماعیل نے ان سب مشکلات کو بڑے سلیقے سے سلجھایا۔ جس کی بدولت چند دنوں میں ہی میرا ابھی دل مری میں لگ گیا تھا۔

میری وہاں کے کچھ اجنبی لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور کچھ سے دوستیاں استوار ہوئیں۔ لوگوں سے مل جھل کرنی ئے طور طریقے سیکھے جو بچپن میں لندن میں سیکھنا ممکن نہیں تھے۔

لندن میں زندگی تو آسان تھی لیکن زندگی کو جینا بے حد مشکل تھا۔اس کے برعکس پاکستان میں زندگی مشکل تو تھی لیکن زندگی کو بہتر طریقے سے جینے کا سامان بھی تھا۔ جس میں سب سے قیمتی اور ضروری نئے دوست تھے۔

دن گزرتے گئے اور لوگوں کے لیے دل میں جگہ بھی بننے لگی۔ میں کبھی کبھار سوشل میڈیا پر بھی وقت گزارنے لگا۔تب ہی میری دوستی ایک اور انسان سے ہوئی۔

اس وقت میری فطرت اور عادت تھی کہ میں اپنی ذات سے باہر نہیں نکلتا تھا، لیکن یہ جو نیا اور اجنبی انسان تھا اس میں بھی مجھے اسماعیل کی طرح کچھ اپنا پن محسوس ہوا، اور ہم دونوں بھی دوست بن گئے۔۔۔یعنی سوشل میڈیا والے دوست۔

: منان نے نہ چاہتے ہوئے بھی آیت کے رکنے پر پوچھ ہی لیا

آخر یہ تیسرا انسان کون ہے ؟ جو اجنبی ہونے کے باوجود موسیٰ کے دل کو اپنا سا" "محسوس ہوا تھا؟

: آیت نے اس کے یوں رکاوٹ ڈالنے پر کافی برہمی کا اظہار کیا

(باسط بن مظہر راجپوت)(45)(ادھوراپن)

بدھو! تمہیں میں نے منع تو کیا تھا بیچ میں ٹانگ اڑانے سے ؟لیکن تم نہیں"

"سدھرو گے، بتاتی ہوں۔

:منان نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا

"!عین نوازش ہو گی محترمہ"

:آیت نے اسے پھر سے خاموش کراتے ہوئے بات آگے بڑھائی

"وہ تیسرا شخص کوئی اور نہیں بلکہ سانول تھا۔"

:منان نے انگلی دانتوں کے بیچ دبائی اور حیران کن انداز میں پوچھنے لگا

کک۔۔۔ کیا! کیا کہہ رہی ہو تم؟ سانول اور موسیٰ کی بچپن سے اتنی گہری"

"دوستی ہے؟

:آیت سر پکڑ کر بیٹھ گئی اُور چلانے لگی

ہاں۔۔۔ ہاں، بدھو! نہیں تو سانول نے تمھیں یہاں چنے بیچنے ہر گز نہیں بھیجا"

میرے پاس۔ بلکہ وہ اپنے کھوئے ہوئے دوستوں کے ہی متعلق حقیقت معلوم

"کرنا چاہتا ہے، اور کچھ بتانا چاہتا ہے۔

اس نے کافی غصے اور سنجیدگی سے یہ سب کہا تھا۔

"اوہ اچھا، محترمہ! میں معافی چاہتا ہوں، لیکن میری سوچ محدود ہے۔"

:آیت نے التجائیہ طور پر کہا

"مانی! خدارا! اب خاموش رہنا۔"

اس نے گہری سانس چھوڑی، اور ہاتھ میز پر رکھے آگے جھک کر آیت کے کچھ

نزدیک ہوتے ہوئے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

آیت نے گردن نفی میں ہلائی اور مسکراتے ہوئے بتانے لگی۔

★☆...☆★

اب میں ہر روز نت نئے کام کرنے لگا تھا جو لندن میں کبھی بھی کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ آزادی سے زندگی گزارنے کا اصل مقصد اب مجھے معلوم ہوا تھا اور یہ بھی کہ آزادی کتنی بڑی نعمت ہے۔

میں بہت خوش اور پر جوش تھا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد کی زندگی میں پہلی دفعہ کسی بھی جگہ یوں آزادی اور سکون محسوس کر رہا تھا۔

میرے نئے دوست بھی بن رہے تھے، جو کسی بھی انسان کے لیے زندگی جینے کے لیے انمول تحفہ ہوتے ہیں۔ بس مختصراً میں اتنا خوش اور پر جوش کبھی نہ ہوا تھا۔

میں اس وقت کے بعد ہمیشہ ہی اسماعیل کا شکر گزار رہوں گا، جس کی بدولت میں زندگی کے حسین رنگوں سے واقف ہو پایا تھا۔

سانول جو میرا سوشل میڈیا فرینڈ تھا در اصل وہ مری کا ہی رہائشی تھا۔

بہر حال ہم دونوں کافی گھل مل گئے تھے اور وہ میرا ہم عمر بھی تھا۔ روزانہ کی بنا پر ہماری آپس میں میسجز اور کال کے ذریعے بات ہونے لگی تھی اور کافی حد تک ایک دوسرے سے پہچان بھی۔ میں اور سانول کا تعلق کافی مضبوطی پکڑ چکا تھا۔

لیکن اسماعیل کی عادت بالکل مختلف تھی۔ وہ نہ تو کسی سے زیادہ بات کرتا تھا اور نہ ہی دوستی نام جیسا لفظ اسے پسند تھا، سوائے میری دوستی کے۔

46.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(46)(ادھوراپن)

ہاں، مگر دوسروں کا خیال رکھنا میں نے اسماعیل سے ہی سیکھا تھا۔

جب ۲۰۱۲ء میں میری سانول سے دوستی ہوئی تب میری عمر چودہ برس، سانول کی پندرہ برس جبکہ اسماعیل ہم دونوں سے چھوٹا یعنی تیرہ برس کا تھا۔

فرق صرف اتنا تھا کہ میں اور اسماعیل ا
سے کبھی

ملاقات نہیں ہو پائی۔

سانول دراصل اپنے گھر والوں کا لاڈلا تھا، دوسرا یہ کہ وہ اکیلا تھا تو اسے کسی سے ملنے یا اکیلے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ سانول کی یہی مجبوری اس کی، میری اور اسماعیل کی قسمت پر حاوی رہی، لیکن بہترین وجہ یہ تھی کہ وفاداری اس کی رگ رگ میں بھری پڑی تھی۔ اب سے پہلے میں نے اس قدر بہترین اور وفادار دوست نہیں دیکھا تھا۔

اس کی معصومانہ باتیں دل کو چھو جایا کرتی تھیں۔ اکثر جب میں اس کی معصومانہ باتیں اسماعیل سے کرتا تو وہ پریشان ہو جایا کرتا، اور ایک ہی طعنہ مارا کرتا تھا :

"موسیٰ! تم کیا پر وقت اپنے اور سانول کے متعلق سوچتے رہتے ہو، جیسے وہ تمہاری بچھڑی ہوئی لیلیٰ اور تم مجنوں ہو۔ کبھی تو مجھے بھی وقت دے دیا کرو۔"

مجھے اسماعیل کی اس بات پر شدید غصہ آجایا کرتا تھا، لیکن اس کی نادانی کی بدولت میں ہمیشہ ٹال مٹول کر دیا کرتا اور کہتا :

"!تم ابھی بچے ہو اسماعیل"

:وہ صرف اتنا کہہ دیا کرتا تھا

"ہاں۔۔۔ہاں، تم تو جیسے بہت بڑے ہو گئے ہو اور میچور بھی۔"

دوستی ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کے انسان بننے اور

اشرف المخلوقات ہونے کا احساس دلاتا ہے، اور یہ بھی کہ انسانیت کا اصل مقصد

کیا ہے، اور دوستی کا انمول رشتہ کس قدر کا حامل ہے۔

★☆...☆★

آیت !اچانک بالکل خاموش ہو گئی اور مایوسی بھرے انداز میں مانی کو دیکھنے لگی۔

مانی کو بھی کافی تشویش ہوئی کہ اچانک اسے ہو کیا گیا ہے؟ اس نے یک دم وجہ

:پوچھی تو آیت کہنے لگی

اس کے آگے جب میں نے کچھ اوراق پلٹے تو میں پریشان ہو گئی تھی۔ جب میں"

نے دیکھا کہ آگے ڈائری بالکل خالی ہے۔ میں نے کافی کوشش کی کہ کچھ مزید

"حاصل کر سکوں، مگر بے سود۔

47.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(47)(ادھورا پن)

میں بے حد پریشان ہوئی تھی اور غصے میں ڈائری کھٹ کی کے سامنے میز پر کھلی رکھ دی اور کمرے میں ہی ٹہلنے لگی تھی۔اچانک ایمان آپی نے دروازے پر دستک دی اور کمرے میں آگئیں۔انہوں نے آتے ہی سخت لہجے میں کہا:

آیت! کب سے یہاں اکیلی پڑی ہو، کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا میں نے تمہیں؟"

"چلو اب کچھ کھا پی لو۔

انہوں نے بکھرا ہوا سامان دیکھ کر ناراضی کے عالم میں پوچھا تھا:

"تم اس کبھاڑ خانے میں کیا کر رہی ہو؟"

میں رنجیدگی سے بولی:

کچھ نہیں، آپی! وہ موسیٰ اور اسماعیل کی بہت یاد آرہی تھی، سوچا کچھ وقت ان "
" کی یادوں کے سنگ ہی بتالوں تو شاید میری روح کو سکون آجائے۔

:آپی یک دم سسک کر رو پڑیں اور مجھے سینے سے لگا کر کہا

آیت! اب کس سکون کی بات کر رہی ہو؟ اور روح کا سکون تو اب روح کے "
" جسم سے جدا ہونے کے بعد ہی نصیب ہو گا۔

:اس دفعہ میں بھی تڑپ کر بولی

آپی! ہم سب بھی کتنے بدنصیب ہیں نا؟ "

ابھی اسماعیل کے جانے کا غم کم تھا کیا، جو موسیٰ نے بھی گھر چھوڑ کر قیامت ڈھا"
دی؟

اسماعیل تو ابھی انیس برس کا تھا اور ہم سے ناراضی مول لے لی وہ بھی ابدی، تو
موسیٰ کچھ تو خیال کر لیتا۔" یہ بتا کر آیت بالکل خاموش ہو گئ۔

:مانی نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی

ارے! آپ روئیں تو نہیں، کچھ بھی نہیں ہو گا۔اب جو چلا گیا اس کے لیے تو"
" صرف دعاء ہی کر سکتے ہیں، آپ پلیز! خود کو یوں ہلکان نہ کیا کیجیے۔

اس کا لہجہ اور انداز بدل سا گیا تھا کہ آیت کا دھیان کچھ حد تک بھٹک سکے، اور وہ کچھ حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔

طویل خاموشی اور کوشش کے بعد آیت کو سنبھلتا دیکھ کر وہ تجسس ظاہر کرتے ہوئے پوچھنے لگا:

"تو موسیٰ کو کیا ہوا تھا کچھ بتا سکتی ہیں پلیز؟"

آیت نے اپنے چہرے پر بکھرے ہوئے آنسوؤں کے موتی صاف کیے اور کہا:

"معافی چاہوں گی، لیکن اس کے متعلق تم اپنے دوست سے جان لینا۔ میں کچھ خاص نہیں جانتی۔۔۔ سوائے اس کے کہ موسیٰ نے اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر کچھ عرصہ پہلے گھر چھوڑ دیا تھا۔"

اب کیا معلوم وہ سچ میں نہیں جانتی تھی یا اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتی تھی، مگر مانی نے حالات کی نذاکت کے پیش نظر کہا:

"اچھا، آیت! تم فکر نہ کرو سب بہتر ہو جائے گا اور موسیٰ بھی لوٹ آئے گا۔"

وہ اس کے قریب کھڑا ہوا اور اسے چائے کا مگ تھما دیا، تو وہ کہنے لگی:

"اورنج۔۔۔ اورنج جوس لا دو، چائے نہیں چاہیے۔"

اس نے مگ میز پر رکھا اور کوبیٹر کو بھما سے بیٹھ گیا۔ آیت اس کے سامنے بیٹھی اسے گھورتے ہوئے بولی:

"اچھا، تو میں تمہیں موسیٰ کی ڈائری کے متعلق بتا رہی تھ تو سنو، پھر کیا ہوا تھا۔"



48.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(48)(ادھوراپن)

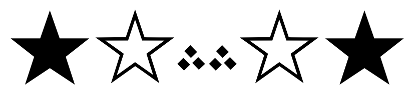
جب میں آپی کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی، اور کھانا کھا کر واپس موسیٰ کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ کمرے میں داخل ہو کر میں کچھ فاصلے پر رکی اور میز پر رکھی ڈائری دیکھنے لگی، جو بالکل ساکن اور خالی پڑی تھی۔

اسی لمحے باہر ہوا چلنے لگی اور ایک تیز ہوا کے جھونکے نے جیسے ڈائری میں روح پھونک دی تھی۔

پھڑ پھڑاتے ہوئے ایک ایک کر کے اوراق پلٹنے لگے اور میں آنکھیں پھاڑے وہ منظر دیکھنے لگی۔۔۔تب ہی اچانک جند الفاظ کا عکس مجھے محسوس ہوا تو میری جان میں جیسے جان آگئ تھی۔

میں یک مشت میز کی جانب لپکی اور ڈائری اٹھا کر پڑھنے لگی تھی۔

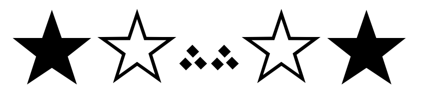




میں کسی بات کی فکر کیے بنا ہی سانول سے گھل مل گیا تھا۔ ہم دونوں بہت دیر ہر دن میسیجز یا کبھی کبھار کال پر بات کرنے لگے، جو اسماعیل کو ناپسند تھا۔

کچھ دن اسماعیل دیکھتا رہا اور بالآخر اس نے مجھے میری مرضی پہ چھوڑ دیا تھا۔ میں بہت ڈھیٹ اور شرارتی تھا لیکن سانول بے حد معصوم، مگر سمجھدار تھا۔ وہ بہت تحمل مزاجی سے سب کیا کرتا، اور اپنی عمر سے کچھ زیادہ ہی دانا تھا۔ جس کا فائدہ یہ

ہوا کہ اس نے مجھے بہت حوصلہ دیے رکھا اور ہمت سے کام کرنے کی تلقین کرتا رہتا تھا۔ اس کی بدولت میں اور اسماعیل بری صحبتوں سے بھی دور رہے تھے۔



آیت پھر سے یک دم پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہنے لگی:

"میرا پیارا بھائی اسماعیل! میں قربان جاؤں اس کی معصومیت پر۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی۔"

جب کبھی میرا جان سے پیارا بھائی گھر سے باہر ہوتا تھا تو مجھے ایک پل کے لیے بھی سکون نہیں ملتا تھا۔ شاید اسی لیے کہ وہ اپنے گنے چنے دن لے کر آیا تھا۔"

اسماعیل کبھی اپنی فکر نہیں کرتا تھا۔ وہ اگر گھر سے باہر کسی کام سے نکلتا تھا تو کسی ضرورت مند کو پالیتا تو پہلے اس کی مدد کرنے کو ترجیح دیتا، جس کی بدولت وہ اکثر گھر سے ڈانٹ کھایا کرتا تھا۔

جب وہ کبھی بابا کے ساتھ رات کو گھر سے باہر جاتا تو میں دروازے میں کھڑی اس کے آنے کا انتظار کیا کرتی اور اسے اپنے سامنے پا کر میری آنکھوں کو راحت

ملتی تھی۔اس کے گھر پہنچتے ہی میں اسے اپنے ساتھ کچن میں لے جاتی اور اسے سامنے بٹھا کر اس کی پسند (جو میں جانتی تھی) پوچھتی، جس پر وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا:

"آپی! آپ جانتی تو ہیں مجھے کیا پسند ہے؟ پھر اتنا تکلف کیوں؟"

اس کی معصومانہ ادا دیکھ کر میں اسے چوم کر مسکرا دیا کرتی اور کہتی:

"وہ اس لیے میری جان! کہ تم سے پوچھ کر بنانا مجھے اچھا لگتا ہے۔"

پھر اس کے من پسند کھانے بنا کر اپنے ہاتھوں سے اسے کھلایا کرتی تھی۔



49.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(49)(ادھوراپن)

!مگر۔۔۔مگر افسوس"

اب میں چاہوں تو راتوں کو جاگ لوں، اس کے قدموں کے نشانوں پہ بھاگ لوں۔

اس کی یادوں میں جیوں یا مروں، اس کے انتظار میں آسمان پر تارے گنتے گنتے "میری صبح ہو جائے۔۔۔ لیکن اس نے تو واپس نہیں لوٹنا۔۔۔

: منان نے اسے یہ کہہ کر خاموش کرایا

دیکھو، اب اسے تمہارے انتظار یا یادوں کی نہیں۔۔۔ ہاں مگر اسے ایک چیز کی" ضرورت ہو گی اور وہ ہے تمہارا صبر اور اس کے لیے دعائیں۔

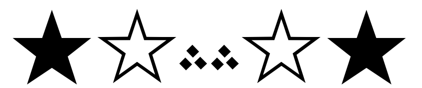
آیت! تم کوشش کرو تو تمہیں ضرور سکون بھی ملے گا، جب بھی اس کی یاد آئے "اپنے خدا کو یاد کر لیا کرو اور کچھ نہیں۔

منان نے بات مکمل کرتے ہی اس کے گالوں پر چمکتے آنسو پونچھ لیے، اور مسکرا : کر مزید کہا

"چلو، اب جلدی سے بتاؤ موسیٰ کی ڈائری میں کیا لکھا ہوا تھا؟"

اس نے ہامی بھری اور ماضی دہرانے لگی۔

نہ جانے کیوں وہ آج جلدی میں لگ رہی تھی جو ایک ایک پل کو انگلیوں پر گنتی کر رہی تھی۔



میں اور سانول تو اچھے دست بن چکے تھے، بس اب انتظار تھا تو اسماعیل کا کہ وہ کب سانول سے دوستی کرے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ آہستہ آہستہ اسماعیل بھی کبھی کبھار اس سے بات کرنے لگا تھا۔ اور پھر ہم دو سے تین ہو گئے اور تینوں کی دوستی بھی گہری ہو گئی تھی۔

تب سے میں تو اپنا سب کچھ سانول اور اسماعیل کو تسلیم کر چکا تھا۔ اور اگر ہم تینوں کو کوئی بھی مدد یا ضرورت ہوتی تو آپس میں ہی سب طے کر لیا کرتے تھے۔ سانول بہت بڑے دل کا مالک تھا اور ہمیں اس کی دوستی پر پورا یقین ہونے لگا تھا۔

دوستی جب گہری ہو جائے تو پھر ملاقاتوں کے بغیر کہاں رہا جاتا ہے، لیکن بدقسمتی۔۔۔ یہ خواہش ایک خواہش ہی رہی، یعنی اس سے کبھی ہماری ملاقات ممکن نہ ہو پائی۔

میں اور اسماعیل اب نویں جماعت میں پہنچ چکے تھے۔اس لیے بابا نے مجھے واپس لاہور بلوالیا تاکہ میں اپنی آگے کی پڑھائی اچھے سے کر پاؤں،اور میری ضد کی وجہ سے اسماعیل کو بھی میرے ساتھ داخلہ مل گیا،تب ہم دونوں ایک ساتھ میرے گھر پر لاہور میں رہنے لگے،لیکن اب ہمیں پہلے کی طرح زیادہ آزادی نہیں تھی۔ اس لیے ہم دونوں سانول کو بہت یاد کرنے لگے تھے۔



50.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(50)(ادھوراپن)

مجھے افسوس تو ہے کہ اتنا عرصہ مری میں رہ کر بھی اس سے ملاقات کیوں نہ ہو پائی؟

اوراس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے کسی علاقے، شہر یا گاؤں وغیرہ اکیلے جانے کی اجازت نہیں تھی۔

اب اسماعیل اور میں ایک ساتھ تھے جس کا مجھے سہارا تھا۔

اس سال ہم دونوں نے کافی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اب کی بار جب میری سالگرہ آئے گی تو ہم اس میں سانول کو دعوت دیں گے ،اور اسی بہانے ہماری ملاقات بھی ہو جائے گی کیونکہ مجھے اپنی سالگرہ پر مکمل اجازت تھی۔۔۔

میں جسے چاہوں اسے مدعو کر سکتا ہوں۔

اب میں دن رات اپنی سالگرہ کے دن کا انتظار کرنے لگا اور آخرکار پانچ ماہ کے طویل انتظار کے بعد وہ دن بھی آ ہی گیا۔

ایک ماہ قبل میں نے اپنے دوستوں کی طویل لسٹ تیار کی تھی، جس میں سب سے پہلا نام سانول کا تھا۔ دعوت نامے سب دوستوں تک پہنچ گئے اور میں بہت خوش تھا۔

آج بارہ دسمبر۔۔۔یعنی میری خوشی اور سالگرہ کا دن تھا۔ میں اور اسماعیل نے مل کر سالگرہ کی تقریب کے لیے ڈٹ کر تیاریاں کیں اور اپنے سارے ارمان پورے کیے، اس سب میں ڈیڈ نے ہمارا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

شام ڈھلتے ہی مدعو کیے مہمان جوق در جوق تشریف لانے لگے اور اپنے ساتھ کافی تحائف بھی لائے تھے۔ سچ کہوں تو میں آج بہت خوش تھا اور اتنا خوش شاید ہی زندگی میں کبھی ہوا ہوں گا۔ کیونکہ آج میرا بہت ہی پیارا اور دل سے بہت قریب دوست ہمارے گھر آنے والا تھا۔ وقت تو کافی گزر گیا لیکن ابھی تک سانول کا کچھ اتا پتہ نہ تھا اور نہ ہی وہ میرے میسیجز یا کال کا جواب دے رہا تھا، جو میرے لیے انتہائی تشویش ناک تھا۔ آخر کار کیک کاٹنے کا وقت بھی آ گیا اور صرف پندرہ منٹ باقی تھے بارہ بجنے میں۔ لیکن سانول ابھی تک دعوت میں نہیں پہنچا تھا۔

میں اسماعیل کو لیے گیٹ کے پاس کھڑا ہو گیا اور منہ لٹکائے سانول کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ڈیڈ دو، تین دفعہ میرے پاس آئے اور مجھے یاد دہانی کراتے رہے کہ اب لان میں آجاؤں جہاں سب لوگ صرف میرے انتظار میں کھڑے ہیں۔

میں نے کسی کی بھی پرواہ نہ کی اور اپنی جگہ ساکن کھڑا رہا۔۔اب بارہ بج چکے تھے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(51)(ادھوراپن)

ڈیڈ پھر سے میرے پاس آئے اور کہا:

"بیٹا! اب کس کا انتظار ہے؟سب لوگ تو آچکے ہیں۔۔۔ چلو کیک کاٹ لو۔"

لیکن میں کسی بھی صورت کیک کاٹنے کے لیے تیار نہ تھا۔ڈیڈ نے اس دفعہ میرا ماتھا چوما اور پھر سے وہی الفاظ دہرائے، لیکن اب کی بار میں چیخ اٹھا:

"ڈیڈ! مجھے کوئی کیک ویک نہیں کاٹنا، جس انسان کے لیے میں نے یہ انتظامات کیے اگر وہی میری خوشی میں شریک نہ ہو سکا تو میں بھی کیک نہیں کاٹوں گا۔"

مگر میری ضد بے معنی تھی۔

ڈیڈ کافی غصہ ہوئے اور غصے بھری نگاہوں سے مجھے گھور کر پوچھا:

"موسیٰ! یہ کیا پاگل پن ہے؟

کسی ایک کے نہ آنے سے کچھ نہیں بگڑے گا تمہارا۔ کوئی بھی تماشا کیے بنا چپ چاپ چلو اور کیک کاٹو۔"

میں دو ٹوک انداز میں انکار کرتے ہوئے اسماعیل کے ساتھ باہر نکلنے لگا تھا کہ ڈیڈ نے کس کر میرا بازو پکڑا اور اپنے ساتھ اسٹیج پر لے گئے۔ جہاں کیک، سب مہمان اور ان کے لائے تحائف میرا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن کمی تھی تو صرف سانول کی۔

مجھے مجبوراً اُس کے بنا ہی کیک کاٹنا پڑا جس کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔ زندگی میں آج میں نے جتنا انتظار سانول کا کیا کبھی کسی کا نہ کیا تھا، لیکن اس نے دھوکا دیا تھا۔ کیک تو میں نے کاٹ دیا لیکن خوشی کی بجائے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے، میں نے اس دن کا انتظار جتنی بے صبری سے کیا تھا، افسوس! اس صبر کا مجھے پھل نہ مل سکا تھا۔ میں نے آج پھر سے خود کو اکیلا اور بکھرا ہوا پایا، جیسے دسمبر میں درختوں سے ٹوٹ کر پتے بکھرتے ہیں۔

تقریب میں آئے مہمان بھی مجھے مبارک باد دیتے اور اپنے گھروں کو لوٹنے لگے تھے، اور میں بھی جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ سب سے ملتا اور ان کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ لیکن میرا دل اور دماغ صرف سانول کے دیے دھوکے کے متعلق سوچتے رہے اور میری نگاہیں اس کی آمد کی منتظر تھیں۔ لان تقریباً مہمانوں سے خالی ہو چکا تھا، اور میں اسماعیل کو ساتھ لیے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ مجھے یوں پریشان دیکھ کر اسماعیل کہنے لگا:

52.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(52)(ادھوراپن)

یار موسیٰ! چھوڑنا۔"
کیوں اتنے حسین دن کو کسی اجنبی کے لیے برباد کر رہے ہو؟
"کیا معلوم سانول کی کوئی مجبوری ہوئی ہو اس لیے وہ نہیں آ پایا۔
:میں نے پلٹ کر اسے دیکھا اور غصے سے پوچھا
کیا۔۔۔کیا کہنا چاہتے ہو تم؟ کیسی مجبوری کی بات کر رہے ہو؟"
نہیں آنا تھا اُسے تو مجھے تب ہی منع کر دیتا جب میں نے دعوت نامہ بھیجا تھا۔ عین موقع پر میری بے عزتی کیوں کروائی سانول نے؟ میں زندگی بھر اس کا دیا دھوکا "نہیں بھول سکتا اور نہ ہی کبھی اس سے بات بھی کروں گا۔
:اسماعیل میرے قریب آیا اور کہا

اچھا، ٹھیک ہے۔ جو دل میں آئے کرنا لیکن ابھی تو موڈ خراب نہ کر۔ چل "
"تحائف کھول کر دیکھتے ہیں مجھ سے تو صبر نہیں ہو رہا۔

اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش میں بات بدلتے ہوئے کہا تھا۔ میں اب تک ایک ہی جگہ پر ساکن پڑا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ اسماعیل کے سامنے جوڑتے ہوئے کہا:

تم جاؤ اور جو کچھ کرنا ہے، لینا ہے اور جو اچھا لگے رکھ لینا، لیکن خدا کے لیے مجھے "
"اکیلا چھوڑ دو۔

دوستوں کی محفل میں جو شرارتوں میں اول تھا کہنے لگا:

جیسے تمہاری مرضی۔ "اور پھر خود تحائف کھولنے اور ان پر لکھے نام بھی پڑھنے "
لگا۔

میں اب بھی بالکل خاموش تھا، لیکن جیسے ہی اسماعیل نے اس کا نام پڑھا، جو سنتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں اور میں تیزی سے اسماعیل کی طرف لپکا۔ میں نے سانول کا بھیجا ہوا تحفہ اُس سے چھین لیا، پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسماعیل بھی سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے پیچھے باہر آ گیا تھا۔

ہم دونوں لان میں چمکتے چاند کی روشنی میں آ گئے۔

میں تحمل مزاجی سے تحفہ کھولنے لگا جس پر سنہرے الفاظ میں لکھا تھا

"I'm so sorry!"

جو دیکھ کر میں کچھ حد تک سمجھ گیا کہ واقعی سانول کسی مجبوری میں تھا، پھر بھی میرا غصہ اس کے لیے کم نہ ہو پایا۔ مجھے تو یہ غصہ بھی دوستوں کا پیار ہی معلوم ہوا تھا۔ سانول نے میرے لیے تحفے میں ایک موبائل بھیجا تھا جو میرے لیے زندگی بھر سب سے قیمتی اور انمول رہے گا۔

آج مجھے احساس ہوا کہ دوستی رشتہ کتنا گہرا اور کتنا پیارا ہے، جس کے بغیر زندگی کا کوئی بھی رشتہ یا کوئی بھی پل مکمل نہیں ہو سکتا۔ میں دکھی تھا اور ہم نے اب یہ طے کر لیا تھا کہ اب مجھے سانول سے لڑائی کرنی ہے کہ وہ میری سالگرہ کی تقریب میں کیوں نہیں پہنچا، اور مجھے اتنا انتظار کروانے کی کیا وجہ تھی۔

اس نے اگر نہیں آنا تھا تو بتا بھی سکتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

اگلے دن مجھے جیسے ہی وقت ملا میں نے سانول کو یہی میسج کیا اور وجہ دریافت کی۔

53.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(53)(ادھوراپن)

"یار! ایسی کیا مجبوری تھی جو تم نے میرا دعوت نامہ تک قبول نہ کیا؟"
پہلے تو سانول نے کوئی جواب نہ دیا لیکن میرے بے حد اصرار کی وجہ سے آخر اسے جواب دینا پڑا جو مختصراً یہ تھا:
"مجھے بڑے لوگوں کی محفلوں میں آنا جانا بالکل پسند نہیں ہے۔ اور دوسری ضروری بات یہ کہ میرے گھر والے اس سب کے خلاف ہیں، اور میں کبھی بھی اپنے گھر والوں کے خلاف جانے اور کوئی بھی فیصلہ کرنے کا بالکل بھی حق دار نہیں ہوں۔ موسیٰ! میں جانتا ہوں میری اس خطاء پر تمہیں دکھ تو ضرور ہوا ہو گا لیکن میرا یقین کرو میں مجبور تھا۔ اس لیے میں اپنی اس خطاء پر شرمندہ بھی ہوں

اور معافی کا طلب گار بھی۔ مجھے یقین ہے تم میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش ضرور کروگے۔"

سانول کا یہ بے معنی جواب سن کر مجھے بہت غصہ آیا کیونکہ اُس وقت میں صرف وصرف اپنی ذات کے متعلق سوچ رہا تھا۔ کچھ دن تو میں نے سانول سے کوئی بات بھی نہیں کی لیکن وہ مجھے بے حد عزیز تھا۔ میں نے بھی اسے یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میرے دل میں سانول کی کتنی جگہ ہے اور وہ میرے لیے کتنا انمول ہے۔ جبکہ سانول کی عادت بالکل مختلف تھی۔ وہ کبھی کوئی بات بھی دل میں نہ رکھتا۔ ان دنوں وہ مجھے بہت سے میسجز بھی کرتا رہا کہ اس کی مجبوری تھی نہیں تو لازمی آتا۔ اس بار معاف کردے وغیرہ وغیرہ۔

یہ بچپن کی دوستی بھی نا بالکل عشق معشوقی جیسی تھی، مگر عمر کے ساتھ ساتھ شاید دوستی کی بھی عمر دراز ہو چکی تھی۔

کچھ دن یونہی چلتا رہا۔ بالآخر میں نے ہمت کر کے اپنے جگری یار کو معاف کر دیا تھا۔

دن تو گرتے گئے اور پھر مہینے اور سالوں بھی بیت گئے۔

کبھی کھبار سانول لاہور آتا اور کبھی میں بھی گھر والوں کے ساتھ مری چلا جاتا، لیکن قسمت۔۔۔ ہم دونوں کا کبھی آمنا سامنا نہ ہوا اور نہ کبھی ملاقات ہو پائی۔

:سانول کو جب بھی میں کہتا

"ہم اس بار تو نہ مل پائے، مگر اگلی بار ہم لازمی ملیں گے۔"

:مگر وہ سچے دل اور صاف نیت والا انسان ہمیشہ مجھے یہی کہتا

دیکھو، موسیٰ! ہم اچھے دوست ہیں کافی ہے، یہ ملاقاتیں وغیرہ کچھ نہیں" "ہوتیں۔

دراصل ہمارے گھروں کا ماحول ہی کچھ عجیب تھا اس لیے ہم خوف زدہ تھے کہ کہیں کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔ کیونکہ لاہور اور مری کے بیچ فاصلہ بہت تھا اور ہم دونوں بھی ابھی ٹین ایجر تھے، بس اس لیے قسمت نے بھی ساتھ نہ دیا۔

دوسرا ہمارا معاشرہ۔۔۔ جس کے رویوں کی بدولت دوستی جیسا پاکیزہ رشتہ بھی بدکرداریوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔

آیت یہ بتا کر بالکل خاموش ہو گئ۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(54)(ادھوراپن)

وہ ڈائری کے اوراق پلٹنے لگی اور پھر مایوسی کی سی ادا سے مانی کو دیکھ کر اپنا سر نفی میں ہلانے لگی۔

جب منان نے وجہ دریافت کی تو آیت نے طویل خاموشی کے بعد گہری سانس لے کر کہا:

"مانی! اس کے آگے ڈائری بالکل خالی ہے،اور سوائے ان چند تصاویر کے مجھے کچھ نہ ملا۔"

آیت نے وہ تصاویر مانی کے سامنے کرتے ہوئے مزید کہا:

موسم خزاں کو روشنی دینے کا مطلب شاید لکھنے والا اپنے دل کی بات سمجھانے "
"کی کوشش کر رہا تھا۔

ان چند تصاویر کے بعد بس اتنا لکھا تھا۔

آج سے میں، یعنی موسیٰ ڈائری لکھنا چھوڑ رہا ہوں، اور اگر یہ ادھوری کہانی میرے علاوہ کسی کے ہاتھ لگی، تو وہ میرا انتظار کیے بغیر میری باقی کی زندگی اور اس کہانی سے جڑے کرداروں کو اپنے الفاظ میں مکمل کر دے۔

: یہ پڑھ کر اس نے سوالیہ انداز میں آیت کی طرف دیکھا، پھر پوچھا

"اب کیا ہوگا؟"

: آیت نے بے بسی کا اظہار کیا

اب ہوگا کیا! بس یہ موسیٰ کی خواہش تھی کہ اس کی اس کہانی کو مکمل کیا جائے، "
جواب ہم دونوں۔۔۔ یعنی تمہاری اور میری ذمہ داری ہے۔

۲۰۱۶ء میں موسیٰ نے ڈائری لکھنا چھوڑ دی تھی، اور ۲۰۱۶ء کے شروعاتی دنوں میں ہی ہمارے بابا کا تبادلہ مری میں ہو گیا تھا، تو ہم لوگ کچھ عرصے کے لیے
"وہیں شفٹ ہو گئے تھے۔

شروعاتی دنوں میں تو مری میں ہمیں بہت مشکل پیش آئی کیونکہ بالکل نیا شہر اور نئے لوگ۔نہ ہم کسی کو جانتے تھے اور نہ کوئی رشتہ دار وغیرہ۔

لیکن آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہونے لگا۔وہاں کے لوگوں سے بھی ملنا جھلنا شروع ہوا اور کچھ اچھے پڑوسی بھی مل گئے۔اسماعیل نے بھی گھر سے باہر جانا شروع کر دیا تھا اور کچھ نہ کچھ بہتر ہونے لگا تھا۔

وہیں قریب میں ہی ساحر اور سانول کا بھی گھر تھا لیکن زیادہ قریب نہیں۔

کچھ عرصہ گزارنے کے بعد میرا بھی دل مری میں لگ گیا تھا، لیکن بابا نے زیادہ گھومنے پھرنے سے منع کر دیا تھا۔اس لیے زیادہ تر وقت گھر پر ہی گزارنا پڑتا تھا۔ میں معاشرے کی شکی عورت اس وقت اسماعیل کو سانول سے ملنے سے روکتی رہتی تھی کہ وہ کسی بھی انجان شخص سے کسی بھی قسم کا کوئی بھی تعلق نہ رکھے۔

کیونکہ تب میں نے سانول کو دیکھا ہی تھا اس کے متعلق اتنا سنا نہ تھا اور اچھی طرح سے جانتی بھی نہ تھی۔

مگر ایک بار سانول سے چھوٹی سی ملاقات ضرور ہوئی تھی تب صرف اسے " دیکھا تھا۔

اس نے مانی کو یاد دہانی کراتے ہوئے بات آگے بڑھائی۔

"جب میں کالج ٹرپ پہ گئی تھی اور موسیٰ کو بھی بلوالیا تھا۔"

اسماعیل کو میرے روکنے پر غصہ تو بہت آتا تھا۔ مگر وہ کیا کرتا میری کوئی بھی بات ٹال بھی نہیں سکتا تھا۔



55.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(55)(ادھوراپن)

"آیت! اگر برا نہ مناؤ تو میں کچھ پوچھ لوں؟"

آیت کی بات مکمل ہوتے ہی مانی کو کچھ تجسس ہوا تھا۔

آیت زیر لب مسکرائی اور کہا:

"ہاں۔۔۔ہاں، بدھو! کیوں نہیں ضرور پوچھو، کیا پوچھنا ہے؟"

:اس نے بے چینی سے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے کہا

اتنے عرصے سے تم باقی سب کی کہانیاں اور باتیں تو پورے انصاف سے سناتی" اور کرتی رہی ہو۔

لیکن کیا تمہاری بھی کوئی کہانی ہے؟ کوئی دوست یا محبت وغیرہ، یا تم اکیلی ہی ہو؟

میں جانتا ہوں یہ تمہارا ذاتی مسئلہ ہے لیکن اگر مناسب سمجھو تو مہربانی کرکے بتا "ہی دو۔

اس نے التجائیہ انداز میں سب ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا تھا۔

آیت نے یہ سن کر پہلے تو خفگی کا اظہار کیا، ھر کچھ پل کی خاموشی اور گہری سانس :لے کر کہنے لگی

ہاں، بالکل۔ میں بھی ان لاعلمی اور لاشعوری باتھوں پر یقین کر لیا کرتی تھی۔"

تب مجھے بھی ایک شخص سے محبت ہو گئی تھی جو آج بھی ہے، لیکن کچھ اپنوں کی لاپروائی اور میری خود پرستی مجھے دوبارہ اس کے متعلق سوچنے سے روکتی ہے۔

یادیں تو کوئی چھین نہیں سکتا لیکن میری محبت چھن گئی تھی۔

اور وہ بھی کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے لیکن بات تو وہی ہے۔

"جنہیں احساس ہی نہ ہو ان سے گلے کیسے ؟ شکوے کیسے ؟

آیت کی اس بات میں کافی وزن تھا۔ وہ افسردہ بھی ہوئی۔

مانی نے اس کی ہاں میں ہاں ملادی اور پھر سنجیدگی سے بولا: "آیت! زندگی جینے میں اور زندگی گزارنے میں بہت فرق ہے۔ اس لیے ہمیں بھی چاہیے ہم زندگی گزارنے کی بجائے زندگی کو جینے کی کوشش کریں، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ "زندگی واقعی میں کتنی خوبصورت ہے۔

آیت نے اس کی بات سے اتفاق کیا، پھر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا اور کچھ سنبھلنے کے بعد کہنے لگی :

اب تکلیف نہیں ہوتی پھر چاہے جتنی اونچائی سے گرائی جاؤں، بلکہ اُن لمحات کو" یاد کر کے خوشی حاصل ہوتی ہے جو میرے لیے سبق آموز رہے۔

اور رہی بات اس انسان۔۔۔ یعنی میری محبت کی تو وہ بھی مری کا ہی رہنے والا تھا۔ میں اُس شخص کو مری شفٹ ہونے سے قبل ہی جان چکی تھی اور مری میں رہنے کے لیے گھر بھی اُسی نے دلایا تھا۔

وہ خوبصورت تھا،امیر کبیر بھی لیکن میں کبھی کسی کی شکل وصورت یاشان و

"شوکت پر فدا نہیں ہوئی۔

56.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(56)(ادھوراپن)

اس شخص سے بھی میں اس کے کردار اور اخلاقیات کی بناپر متاثر ہوئی تھی۔ لیکن

میری ہی بد قسمتی تھی کہ میں اُسے جان بھی نہ سکی اور جانچ بھی نہ پائی۔

وہ کہتے ہیں نا! کہ وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش قسمت لوگوں کو ہی ملتے ہیں۔"

اکثر وقت پر سمجھ نہیں ہوتی اور سمجھ آنے تک وقت نہیں رہتا۔اسی لیے ہمیں

"اپنے وقت (چاہے اچھا ہو یا برا) کی قدر کرنی چاہیے۔۔۔

اس دفعہ بھی اس نے آیت کو یہیں روک دیا۔ وہ اس کی کہانی میں دلچسپی لینے لگا۔

"آخر بتاؤ تو سہی وہ شخص تھا کون ؟اس کا کوئی نام یا پہچان ؟"

:آیت نے اسے حیرانی سے دیکھا

ہاں شاید، تم بھول گئے ہو ؟"

بدھو! یاد کرو تمہیں کچھ دن قبل میں نے ایک نام بتایا تھا اور کہا تھا یاد رکھنا۔

"شاید تم بھول گئے ہو؟

:منان کافی دیر سوچنے کے بعد آیت کو گھورتے ہوئے بولا

جی، محترمہ! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں سچ میں بھول چکا ہوں، آپ ہی بتا"

"دیں اگر مناسب سمجھیں تو۔

:مانی نے ساری باتوں کی ایک بات کی اور ہاتھ میز پر رکھ کر پلکوں سے اشارہ کیا

"کیا خیال ہے ؟"

:مانی کی لاپروائی پر وہ برہم ہوئی

تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں نے ذکر تو کیا تھا کہ سانول کے ساتھ میں نے مری" میں ساحر کو بھی دیکھا تھا، لیکن اس نے وہاں مجھے نہیں دیکھا۔ اگر وہ مجھے وہاں "دیکھتا تو ضرور مجھ سے ملتا۔ آخر محبت تھی اور ہے وہ میری۔

ارے! ہاں۔۔۔ہاں، مجھے یاد آگیا کہ تم نے ساحر کا ذکر کیا تھا۔"

"لیکن کیا وہ سانول کا رشتہ دار تھا؟

اس نے عجیب انداز میں آیت کے بتانے پر پوچھا اور پھر خاموش ہو گیا۔

:آیت نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے کہا

اس متعلق میں بالکل نہیں جانتی اور نہ کبھی ساحر یا پھر سانول سے بات بھی" ہوئی۔" یہ کہہ کر وہ ٹہلتے ٹہلتے مانی کو اشارہ کر کے ریسٹورنٹ سے باہر آ گئ۔

وہ پاس میں موجود بڑے سائے دار درخت کے نیچے مانی کو ساتھ لیے پہنچی، پھر ایک بینچ پر بیٹھ گئی اور سامنے اسے بٹھا دیا۔

شام کے رنگ تاریکی میں بدلے کافی وقت بیت چکا تھا، اور شہر کی مدہم روشنیوں نے تاریکی کو کچھ ضیا بخشی تھی۔ اور دل کو لبھا دینے والی ہوائیں بھی رنگ جمائے ہوئے تھیں۔

طویل خاموشی اس کے ان الفاظ پر ٹوٹی:

"مانی! ان سائے دار چیزوں کی قدر کیا کرو اور ان سے اپنا ایک تعلق بنا کر رکھو،
کسی بھی موڑ پر یہ ہمارے کام آ سکتے ہیں۔"

منان نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی، جبکہ اسے کُکھ بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

آیت نے گردن نفی میں ہلائی اور مسکرانے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مانی کتنا پانی
میں ہے، پھر گویا ہوئی:

"اچھا، تو مانی! میں کہہ رہی تھی میں اور میری ماما اس کو پہلے سے جانتی تھیں لیکن
میری آپی، مقدس اور بابا کو ابھی ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ جبکہ میرا شہزادہ بھائی
'اسماعیل' میرا ہر راز جانتا تھا۔"

مجھے ساحر سے اچانک ہی محبت ہوئی تھی جب میں اور ماما مری میں اپنے لیے گھر
دیکھنے گئی تھیں، جو ساحر نے ہی دلایا تھا۔ کیونکہ وہ ایک جانا پہچانا بزنس مین اور
اچھا پراپرٹی ڈیلر بھی تھا۔

57.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(57)(ادھوراپن)

بادی بھائی اور بھابی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ یا تو ملک سے باہر گزارا یا شہر اور گھر سے۔اس لیے انہیں تو ان باتوں کی بھنک بھی نہ لگنے دی تھی۔میں، ماما اور اسماعیل نے۔

میرے بابا کا وقت بھی زیادہ تر ڈیوٹی پر دھیان رہتا، اور ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ گھر کی خیر خبر بھرپور انداز میں لے سکیں۔اس لیے بابا زیادہ تر اپنی مصروفیات میں ہی مگن رہتے تھے۔یہ نہیں تھا کہ انہیں ہماری خیر خبر نہ تھی یا کوئی پرواہ، مگر پھر بھی بابا کی طرف سے کوئی نہ کوئی کمی بیشی رہ ہی جاتی تھی۔

انسان ہے نا کبھی نا کبھی کہیں نا کہیں کچھ تو چھوٹ ہی جاتا ہے۔اور دوسرا یہ کہ بابا کو اپنی تینوں بیٹوں۔۔۔یعنی میں، آپی اور مقدس پر پورا بھروسہ تھا۔اس لیے تو

ایمان آپی کی شادی ان کی پسند سے ہو چکی تھی اور وہ کبھی کبھار ہی میکے آتی تھیں۔اس لیے میں اور ساحر کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھیں۔

ابھی ہمیں مری میں آئے کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں نے ساحر کو گھر پر بلوا لیا اور دن کے کھانے کی پیشکش کی۔اس نے تو صاف انکار کر دیا تھا لیکن میری کم عقلی اور ضد کی وجہ سے اُسے مجبوراً آنا پڑا تھا۔اور آپی بھی گھر پر ہی تھیں کچھ دنوں سے۔

اب ہوا کچھ یوں کہ اچانک بابا جان بھی گھر آ گئے تھے۔میں اور ماما کافی خوف کھائے ہوئے تھیں۔میں مسلسل آپی کو دیکھ رہی تھی اور اشاروں میں اُن سے جواب مانگنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔

آپی پہلے تو کافی حیران اور پریشان ہوئیں، پھر سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگیں۔ پریشانی میں میں نے اپنا سر پکڑ لیا تھا اور پھر جہاں ساحر کو بٹھایا گیا تھا اس جانب اشارہ کرتے ہوئے آپی سے پوچھا تھا:

"اب اس کا کیا کروں؟"

شکر ہے آپی کی کچھ کچھ سمجھ میں آگیا تھا۔ پہلے تو آپی نے بابا کی طرف بغور دیکھا اور کچھ وقت کے بعد مجھے تسلی سی دیتے ہوئے اپنا سرہاں میں ہلا دیا۔ جس کا مطلب تھا سب ٹھیک ہو جائے گا۔

: میں کچھ ہمت کر کے بابا کی طرف لپکی اور سرد لہجے میں پوچھا تھا

بابا! آج آپ نے کھانا تو نہیں کھایا؟"

" چلیں کوئی بات نہیں میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی۔

: انہوں نے مسکرا کر میرا ماتھا چوما اور کہا

کیوں نہیں، اور اگر میں کھانا کھا کر بھی آیا ہوتا تو اپنی بیٹی کے ہاتھوں سے ضرور" "کھاتا۔ تم ضرور کھانا کھلانا۔

: میں نے خوش نما انداز میں کہا

(باسط بن مظہر راجپوت)(58)(ادھوراپن)

"بابا! میرے ہاتھ سے بنی چائے پینے تو آپ بارڑ (Border)
پر تعینات ہوں پھر بھی موقع دیکھ کر گھر آ جائیں۔بس بابا! میں ابھی کھانا لے کر
آتی ہوں۔اور پھر اپنے بابا کو اپنے ہاتھوں سے بنی چائے بھی پلاؤں گی۔"

بابا مسکرائے اور کہا تھا :

"ارے، بیٹی ! اب بس بھی کر دو، کتنا مکھن لگانا ہے ؟"

"اگر کچھ چاہیے ہو تو مجھے بتا دیا کرو اتنی محنت کے بغیر ہی۔

یہ سن کر میرا منہ بن گیا اور میں ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی تھی۔

بابا نے ایمان آپی سے کہا :

اوہ۔۔۔دیکھو کیسے ناراض ہو گئی ہے۔" پھر میرے پاس آ کر بولے :"

"ارے، بیٹی ! دیکھو میں تو مذاق کر رہا تھا۔ چلو جلدی سے کھانا لگاؤ مجھے بہت
بھوک لگ رہی ہے، جلدی سے میرا بیٹا۔"

: باباکے خوشگوار لہجے نے میرے چہرے کے تاثرات بدل دیے تھے

"اچھا، بابا! آپ وردی بدل لیں میں کھانا لگوادیتی ہوں۔"

: بابا نے کمرے میں جاتے ہوئے کہا تھا

ایمان بیٹی ! میں زرا مہمان سے بھی مل لیتا ہوں تب تک تم دونوں سب کے "

"لیے کھانا لگواؤ۔

ساحر نہ جانے کب سے اسماعیل کے ساتھ بیٹھا پک رہا تھا، کیونکہ اسماعیل باتیں بہت کرتا تھا لیکن پیاری پیاری۔

میں نے بھی باباکی باتیں سن لی تھیں اور پھر میرے تو جیسے ہوش اُڑ گئے۔

ساحر میرا بہت بڑا امتحان بن کر آیا تھا اور اُس بے وقوفی کی ذمہ دار میں خود تھی۔

: ایمان آپی میرے قریب آئیں اور مجھے تسلی دیتے ہوئے سر دروی سے کہا تھا

"آیت ! دیکھو نا کتنی بری بات ہے اپنے بڑوں سے اپنی باتیں چھپانا۔"

: میں نے شرمندگی کا اظہار کیا تھا

"نہیں آپی ! میں تو بس آپ کو بتانے ہی والی تھی۔"

"ہاں، آیت ! اسی لیے تو بتا بھی چکی ہو۔"

انہوں نے غصہ ظاہر کیا تھا۔ میں سہم گئی تھی۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر آپی سے کہا تھا:

"غلطی ہو گئی، مہربانی کیجیے آج معاف کر دیں آئندہ سے کوئی بھی غلطی نہیں ہو گی۔"

انہوں نے مجھے سینے سے لگا لیا اور کہنے لگیں:

"دیکھو، کچھ بھی ہو ہم بابا کو منا لیں گے لیکن آج بنا کچھ چھپائے سچ سچ سب کچھ بابا کو بتا دینا۔ تم جانتی ہو وہ ہم تینوں بہنوں پر کتنا بھروسہ کرتے ہیں؟ خاص کر تم پر۔ تم تو بابا کا مان ہو آیت!"

ایمان آپی کی باتیں تھیں تو مشکل لیکن سچی بھی، جو سن کر میں نے سکھ کی سانس لی۔

اب کھانا بھی تیار تھا اور سب گھر میں موجود بھی تھے۔ کھانا لگواتے ہی میں اور آپی کچن میں جا رہی تھیں تب بابا نے روک لیا اور پوچھا تھا:

"تم دونوں کہاں جا رہی ہو؟" پھر خود ہی بولے:

"چلو جلدی سے بیٹھ کر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

59.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(59)(ادھوراپن)

کتنے عرصے کے بعد یہ موقع ملا ہے۔اور ہاں، شرمانا بالکل بھی نہیں۔ مہمان کے
"ساتھ بیٹھ کر کھانا اچھی بات ہے۔
کیسے بھی کرکے میں اور ایمان آپی بیٹھ تو گئیں، لیکن مجھے یہی خوف کھائے جارہا
تھا کہ نہ جانے کب بابا کچھ بول دیں جو ساحر اور گھر والوں کے لیے باعث
شرمندگی ہو۔
مگر یہ میری غلط فہمی تھی، کیونکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا اور وہ میرے بابا میرا"
"فخر تھے کسی اور گھر کے فرد بالکل نہیں۔

کھانا پینا بالکل خاموشی سے مکمل ہوا اور بابا نے عزت سے ساحر کو گھر سے ایک اچھے میزبان کی طرح رخصت کیا تھا۔

:اس کے جانے کے بعد بابا نے پوچھا

"کسی کو معلوم ہے یہ لڑکا کون تھا اور کیوں آیا تھا؟"

اس کے جواب میں میں، ایمان آپی اور ماما بھی بالکل خاموش رہی تھیں۔ کچھ دیر

: بالکل خاموش رہنے کے بعد بابا مسکرائے اور کہنے لگے

ارے! تم سب پریشان کیوں ہو گئے؟ میں اُس لڑکے سے ملا ہوں، وہ کافی"

"شریف لگ رہا تھا اور اچھے گھرانے سے بھی۔

یہ سن کر میری جان میں جان آئی اور میں خوش ہو کر آپے سے باہر ہو گئی تھی۔

اس کی تعریف سن کر میں خود ہی سچ سچ بابا کو سب کچھ بتانے والی تھی۔ اتنے میں ایمان آپی نے مجھے پیچھے کھینچا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں تو چپ ہو گئی، مگر بابا بھی اپنی بات وہیں ختم کرتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے

: لگے

"ہاں، بیٹی! کیا کہہ رہی تھی تم؟"

:میں نے انگلی دانت کے نیچے دبا کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا تھا

"نن۔۔۔ نہیں، بابا! کچھ نہیں۔ وہ میں صرف یہ پوچھ رہی تھی کہ چائے لے کر آؤں پھر سے؟"

یہ سن کر بابا پھر سے مسکرانے لگے اور مجھے اپنے پاس بلایا تھا۔ پیار کرتے ہوئے اپنے پاس بٹھا کر کہا تھا:

"ارے! کیوں نہیں ضرور لے کر آنا لیکن کچھ دیر کے بعد۔"

:ایک طویل خاموشی کے بعد بابا نے اپنی ادھوری بات مکمل کرتے ہوئے کہا تھا

"میں کہہ رہا تھا اس لڑکے (ساحر) کے متعلق۔ میں نے اُس سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا 'اُسے مالک مکان نے بھیجا ہے کہ پوچھ آؤں آپ لوگوں کو کوئی مسئلہ وغیرہ تو نہیں ہے، یا اگر کچھ کمی بیشی ہو تو معلوم کر لوں۔' میں نے تو اسے کہہ دیا کہ مجھے سب ٹھیک لگا، لیکن اگر پھر بھی کچھ کمی بیشی ہوئی تو ایک، دو دنوں میں بتادیں گے۔ اس لیے تم لوگوں سے اس متعلق پوچھنا تھا۔

"اگر کچھ بدلنا ہو یا کوئی مسئلہ وغیرہ تو بتاؤ؟

:باباجوں ہی خاموش ہوئے میں جھٹ سے بولی تھی

60.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(60)(ادھوراپن)

"بابا! مجھے بھی کچھ نہیں بدلنا سب ٹھیک ہے۔ہاں، مگر ماما اور آپی سے آپ خود
پوچھ لیں۔اسماعیل اور مقدس کو بھی سب ٹھیک ہی لگا ہے۔"
ماما جو وہیں موجود تھیں کہنے لگیں:
"اگر میرے بچے خوش ہیں تو مجھے بھی اور کچھ نہیں چاہیے، سب کچھ بالکل ٹھیک
ہے۔"
بابا نے آپی کو دیکھا اور پیار سے کہا تھا:
"ارے! میری شہزادی سے بھی تو کوئی پوچھ لے۔"

"ہاں، بیٹی ایمان! بتاؤ تمہیں اگر کچھ ناپسند لگا ہو یا بدلنا ہو؟

:آپی نے نظریں جھکا کر کہا تھا

نہیں، بابا! مجھے بھی سب ٹھیک ہی لگا ہے، بس باہر تھوڑا پانی کا مسئلہ ہے وہ حل"

"ہو جائے گا تو سب ٹھیک ہے۔

:بابا نے چائے کا کپ میز پر چھوڑا اور کہنے لگے

بالکل، وہ مسئلہ ایک دن میں حل ہو جائے گا، اور مجھے لگتا ہے مقدس کو اکیڈمی"

سے آنے میں دیر ہو جائے گی اور ابھی پانچ بج چکے ہیں۔ آیت بیٹی! میرا بیگ لادو

تاکہ میں نکلنے کی تیاری کروں، اور اگلے ہفتے اگر زندگی باقی رہی تو ملیں گے ان

"!شاءاللہ

:میں نے بیگ بابا کو تھما دیا تھا، پھر رونے لگی اور روتے ہوئے کہا تھا

بابا! آپ ہمیشہ ایسے ہی اچانک آجاتے ہیں اور پھر رکتے بھی نہیں۔ بس جانے کی"

"ہی باتیں کرنے لگتے ہیں۔

:بابا نے مجھے سینے سے لگا کر بوسہ دیا اور پوچھا تھا

میرے بہادر بچے اتنے کمزور کب سے ہو گئے؟"

اور آیت! تم؟ تم تو میرا مان ہو اور میری ہمت بھی، اگر تم ایسے کمزور پڑو گی تو میں وہاں کیسے رہ پاؤں گا۔ چلو شاباش، اچھے سپاہی کی طرح کھڑی ہو جاؤ۔ اور مسکراؤ "بابا کی جان! جلدی سے۔

اس وقت میں نے تھوڑا مسکرانے کی کوشش کی اور بابا کو فی امان اللہ کہا تھا۔

بابا تو چلے گئے لیکن ایمان آپی نے جو میری پٹائی کی تھی وہ مجھے زندگی بھر یاد رہے گی۔ اور مجھے خبردار بھی کیا تھا، کہ: "آئندہ سے اتنا بڑا فیصلہ لینے سے پہلے کسی بڑے گھر کے فرد سے مشورہ ضرور کر لینا۔ اور میں کونسا ساری زندگی کے لیے "یہیں پر رہنے والی ہوں جو ہر بار تمہیں بابا سے بچاتی پھروں گی۔

میں نے آپی سے معافی مانگ لی اور آئندہ کے لیے مجھے سبق مل گیا تھا۔



:آیت نے ایک طویل خاموشی سادلی، جس پر مانی پوچھنے لگا

آیت! اب مجھے یہ بتاؤ کہ ساحر کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ اور تم دونوں کی علیحدگی کی "
"کوئی وجہ؟

آیت اداس ہوئی:

ارے، منان! یہ مصیبتیں اور آزمائشیں کہاں پوچھ کر آتی ہیں؟"

"یہ تو آزاد ہیں جب چاہیں جہاں جس پر اپنا قبضہ جما لیں۔

ابھی میرے بابا کو میرے اور ساحر کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں تھا، مگر میں زندگی میں پہلی بار اپنے بابا سے شرمندہ تھی۔ کیونکہ میں نے اپنے بابا سے حقیقت چھپا رکھی تھی۔



61.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(61)(ادھورا پن)

خدا گواہ ہے میں مجبور تھی۔ اگر تب میں سب سچ سچ بول دیتی تو ایک احسان مند اور اجنبی شخص جس کا ہمارے ساتھ کوئی خونی رشتہ یا ناطہ تو نہیں تھا۔ اُس شخص۔۔۔ یعنی ساحر کے ساتھ بھی زیادتی نہ ہوتی۔

انسان کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ وہ چاہ کر بھی بھولتا نہیں ہے، پھر چاہے برائی ہو، اچھائی، کم ظرفی یا پھر ایثار۔ بس یہی وجہ تھی کہ میں نے ساحر کی قربانیوں اور اچھائیوں کو مد نظر رکھا اور صرف اس کی عزت کی پرواہ کرتے "ہوئے شاید بابا سے بہت کچھ چھپا رہی تھی۔

منان تو بس بات سے بات نکلنے کا انتظار کرتا، اور کسی بھی طرح چاہتا تھا کہ اب حقیقت معلوم کر ہی لینی چاہیے۔

وہ پھر آیت سے پوچھنے لگا:

آیت! اگر تم ساحر سے اتنی محبت کرتی تھیں، تو پھر اچانک ایسا کیا ہوا جس نے "سب کچھ بدل کر رکھ دیا تھا؟"

آیت کی ایک خاصیت تھی اور وہ یہ کہ وہ ہر بات پر مسکرانے لگتی۔ وہ آج بھی اپنے نرالے انداز میں بولی:

اصل میں برباد کرنے والوں میں بھی اکثر وہی لوگ شامل ہوتے ہیں، جو اچھے " وقت میں گلے لگا کر کہتے ہیں، ہمیشہ خوش رہو۔ مطلب جو ہمارے پڑوسی اور ہمارے اپنے جو نام کے تھے، انہوں نے میرے بابا کے کان بھرنے شروع کر دیے تھے۔ "

دراصل ساحر کا بہت اچھا بزنس تھا، جو اس نے والد کے انتقال کے بعد اپنی ماما کے ساتھ سنبھال رکھا تھا۔ وہ رہائشی مری کے تھے۔

مگر کافی عرصہ پہلے اسلام آباد ہی شفٹ ہو گئے تھے۔ وہ کبھی کبھار چکر لگا لیا کرتا تھا اپنے آبائی علاقے کا۔

اور جلنے والے تو موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں، پھر مل گیا تھا موقع۔

شروع شروع میں تو وہ بابا کو بے حد پسند تھا۔ مگر میں اور ساحر کے درمیان محبت کے رشتے کا پتا لگنے سے پہلے کچھ نام نہاد اونچے خاندان کہلانے والوں نے ساحر کی امیج کو بدترین شکل میں بابا کے سامنے رکھا، اور ساحر کو بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔

ہم سب گھر والوں۔۔۔یعنی میں، ماما اور اسماعیل نے بابا کو بہت سمجھایا تھا، مگر بابا نے ہماری ایک نہ سنی اور صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا:

"آج تک جو ہونا تھا ہو گیا، مگر اب وہ ہو گا جو میں چاہوں گا۔ اب وہ لڑکا کبھی اس گھر کا رخ نہیں کرے گا اور اگر میں نے اُسے یہاں پایا تو اس کی موت کے ذمہ دار تم لوگ ہو گے، یہ بات کان کھول کر سن لو میری۔"

اس دن سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی بابا کے لہجے میں اتنا غصہ نہیں پایا تھا۔ بابا کی یہ بات سن کر میرے تو جیسے رونگٹے کھڑے ہو گئے، لیکن اس وقت میں نے صرف خود کو سنبھالنے پر زور دیا کہ کہیں بابا کو سچائی معلوم نہ پڑ جائے۔ میں مایوس ہو کر خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا، کچھ کھایا نہ ہی پیا۔

میں ساحر سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی کہ اُسے بتا سکوں اب وہ ہمارے گھر کبھی نہ آئے، مگر میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہو پایا تھا۔

62.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(62)(ادھوراپن)

جو کسی ان ہونی سے کم نہ تھا۔
بابا نے ہمیں کچھ بتایا تو نہیں تھا، مگر ان کی پریشانی کے سبب سب کچھ بدل سا گیا تھا۔
کچھ دن تو ایسے ہی چلتا رہا تھا، لیکن اب گھر کے خراب ماحول کے ساتھ بابا بھی اکھڑے اکھڑے رہنے لگے تھے۔ نہ ہی زیادہ بات چیت کرتے اور نہ ہی ہمارے ساتھ پہلے جیسا رویہ رہا تھا۔
بابا اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھے، کیونکہ انھوں نے اپنی بیٹیوں اور خاندان کی بھی عزت رکھنی تھی اور معاشرے میں منہ بھی انہیں کو دکھانا تھا۔

بالآخر ایک دن اسماعیل کے ذریعے بابا نے ساحر کو پیغام بھجوایا کہ وہ اس سے ایک بار ملنا چاہیں گے، اور اگلے دن شام کو اُسے گھر پر بلوا لیا تھا۔

آپی کو بھی بابا لاہور سے کچھ بھی بتائے بنا گھر لے آئے تھے۔

میں، ماما اور آپی۔۔۔ کسی کو بھی ساحر کے آنے کا اندازہ تو نہیں تھا۔ مگر جب اُسے میں نے اپنے گھر کی دہلیز پار کرتے دیکھا تو جیسے میری سانسیں ہی اٹک گئیں اور میں اپنے ہاتھ بلند کیے بس اپنے رب سے یہی التجائیں کرنے لگی تھی کہ سب خیریت سے ہو جائے۔

اب بابا بھی آچکے تھے اور سب گھر والوں کو لاؤنج میں بلوا لیا تھا اور مجھ سے کہنے لگے:

دیکھو، آیت! میں یہ تو نہیں جانتا کہ لوگ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے، مگر اتنا" ضرور جاننا چاہوں گا کہ تم اپنے بابا سے جو کہو گی وہ بالکل سچ ہو گا۔ وعدہ کرو مجھ سے؟

میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے آج تک تم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہوئی اس لیے میں تمہاری زبان سے صرف سچ جو ہمیشہ تم نے بولا ہے اسے سننا چاہتا ہوں۔

"جلدی سے میری بیٹی! بتاؤ؟

ہم سب بالکل خاموش رہے تھے۔ بابا نے ایک نظر سب کو دیکھ کر پھر سے پوچھا تھا:

"کیا ہوا؟ کیا تم اس لڑکے سے سچ میں محبت کرتی ہو؟"

بابا نے ساری حقیقت جانتے ہوئے بھی میری زبانی سننا بہتر سمجھا تھا۔

دیکھو، آیت! میں جانتا سب کچھ ہوں اور ساحر بھی یہاں موجود ہے، لیکن میرا"

"بھروسہ اور مان تم ہو بیٹی! مجھے یقین ہے تم جھوٹ نہیں بولو گی۔

اچانک میری آنکھوں میں یہ سوچ کر آنسوں بھر آئے کہ میں نے بابا کا مان کیوں توڑا، مجھے پہلے سب سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ اب مجھ میں کچھ بھی چھپانے کی ہمت بالکل نہیں تھی۔

لیکن ایک خوف تھا کہ ساحر کے ساتھ کیا ہو گا؟ اگر میں نے ابھی سب بول دیا

تو۔

: میں نے بابا سے پہلے ایک وعدہ لینا چاہا تھا

"بابا! پہلے آپ ساحر کو گھر بھیج دیں، تو میں ابھی سب کچھ سچ سچ بتا دوں گی اگر

"مجھ پر یقین ہے تو۔

: اس پر بابا نے سخت لہجے میں کہا تھا

"ساحر کہیں بھی نہیں جائے گا۔ اور اگر تم نہیں بتا سکتی تو میں اسی سے پوچھ لوں

"گا۔

: یہ کہہ کر آیت نے گہری سانس لی، خود کو سنبھالا پھر مانی کو متوجہ کر کے بولی

"دیکھو، مانی! مجبوریاں انسان سے وہ سب کرا دیتی ہیں جس کا کبھی خواب میں

"بھی نہ سوچا ہو۔۔۔

63.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(63)(ادھوراپن)

:وہ یک دم آیت کی بات کاٹتے ہوئے بولا

ہاں شاید، تم ٹھیک کہہ رہی ہو، مگر ابھی تم ہی بات کرو تو اچھا ہے۔ میں"

"معذرت خواہ ہوں میرا بولنا نہیں بنتا تھا۔

"اچھا، مانی! اب چپ ہو جاؤ اور سنو پھر کیا ہوا تھا۔"

وہ معصومانہ انداز میں یہ کہہ کر آگے بڑھی تھی۔

:بہر حال میں نے ہمت کر کے کہہ دیا تھا

ہاں، بابا! میں محبت کرتی ہوں ساحر سے لیکن اس سب میں ساحر کا کوئی قصور" نہیں ہے، بلکہ اُسے میں نے ہی پسند کیا تھا اور کرتی بھی ہوں۔ بابا! آپ خدا کے لیے ہم دونوں کو معاف کر دیں۔ یہ سب میں نے ساحر کے اخلاق وعادات سے متاثر ہو کر کیا ہے۔ لیکن بابا! محبت اگر سچی اور پاکیزہ ہو تو اس کا کوئی گناہ نہیں جو

ہم دونوں میں ہے۔ ہم دونوں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے میری محبت یا آپ کی عزت پہ کوئی حرف آئے۔

ہمارا مقصد شرعی اصولوں کے مطابق نکاح کا ہے جس کا حق ہمیں ہمارے دین اسلام نے بھی دیا ہے۔

آپ مجھے اپنا مان سمجھتے ہیں تو میں آپ کی عزت کا مان رکھوں گی، یقین کیجیے میرا۔

بابا! میں مانتی ہوں کہ آپ سے یہ سب کچھ چھپانا میری سب سے بڑی بھول تھی لیکن۔۔۔" میں گڑگڑائی تھی۔

بابا انتہائی غصے میں مجھے ٹوکتے ہوئے بولے :

" کیا۔۔۔ کیا، لیکن ویکن ؟اور کس عزت اور مان کی بات کر رہی ہو تم؟

ارے! اگر تمہیں میری تھوڑی سی بھی عزت کا خیال ہوتا تو تم ایسا قدم اٹھانے سے پہلے سو مرتبہ سوچتی۔ لیکن نہیں، تمہیں کیا غرض میرے جذبات سے۔

" جانتی ہو تمہارے اس اقدام اور میرے تم پر یقین نے مجھے کتنا شرمندہ کیا ہے؟

بابا نے اپنی بات بلا تعطل جاری رکھتے ہوئے مزید کہا تھا :

"آج میں خود سے نظریں ملانے کے قابل نہ رہا صرف تمہاری وجہ سے۔"

باباکے لہجے میں اتنا غصہ تھا کہ ماما اور ایمان آپی بھی سہم گئی تھیں۔

مجھے اپنے گھر کی باتیں اور فیصلوں کے متعلق اب باہر سے معلوم پڑنے لگا ہے"
جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا۔اور آیت تم سے تو مجھے ایسی غلطی کی توقع نہ تھی۔
میرا سارا مان مٹی میں ملا کر رکھ دیا تم نے۔جو مان مجھے اپنی اولاد اور خاص کر تم
"بیٹیوں پر تھا۔

ایمان آپی نے آگے بڑھ کر بابا کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے،اور میں بھی آنکھوں
میں آنسو لیے بابا کے قدموں میں گر پڑی تھی۔

:بابا نے آپی کو سینے سے لگا لیا اور کہا

ارے،میری جان! مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔تم تو میری شہزادی ہو،"
لیکن آج مجھے افسوس ہوا کہ آیت کی وجہ سے مجھے بھرے بازار میں شرمندہ ہونا
"پڑا۔

:میں چیخ چیخ کر رونے لگی اور بابا کے پاؤں پکڑ کر اپنے گناہ کی معافی مانگنے لگی تھی

بابا! میں جانتی ہوں مجھ سے غلطی ہو گئی ہے لیکن میں ساحر کی محبت کی بھیک"
مانگتی ہوں۔

64.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(64)(ادھوراپن)

خدا کے لیے میری محبت مجھے سونپ دیجیے۔ کبھی زندگی میں آپ سے کوئی شکایت نہیں کروں گی اور نہ ہی کچھ مانگوں گی۔ بابا! مہربانی کیجیے اور مان جائیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں اور ساحر شادی کرکے بہت خوش رہیں گے اور "زندگی کے کسی موڑ پر آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔

میں التجائیں کرنے لگی تھی۔

بابا نے ایک جھٹکے سے مجھے پیچھے کر کے آپی سے کہا تھا:

"ایمان! اس سے پہلے کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے تم اسے لے جاؤ یہاں سے، اور آئندہ یہ میری نظروں کے بھی سامنے نہ آئے۔"

آپی، ماما اور یہاں تک کہ اسماعیل نے بھی بابا سے میری سفارش کی تھی۔ مگر بابا نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

اور مری سے بھی ہم لوگ واپس سوات لوٹ گیے تھے۔۔۔ جبکہ اسماعیل کو بابا نے پھر سے لاہور بھیج دیا تھا۔ یعنی ہم تین ماہ مری میں رہے ہوں گے۔"

تب بابا نے کہا تھا۔

تم لوگ اگر مجھ سے اپنا تعلق قائم رکھنا چاہتے ہو تو میرے سامنے کسی قسم کی کوئی سفارش نہ کرنا آیت کی۔ میں نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی پرواہ ہے کہ ساحر کا تعلق کس گھرانے یا خاندان سے ہے، مگر افسوس صرف اس بات کا ہے کہ میری بیٹی کا مجھ سے بھروسہ اٹھ گیا تھا۔ تبھی اس نے یہ راز اب تک اپنے سینے میں دفن کیے رکھا، اور اب اس کی سزا یہی ہے کہ ساحر اور آیت کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان دونوں کے حق میں ہے تو اسے پورا حق ہے یہ گھر چھوڑ کر جانے کا اور اپنی مرضی سے جینے کا۔

اگر تم سب ساحر کی زندگی چاہتے ہو تو آئندہ کبھی کسی کی زبان پر اس کا نام بھی نہ آئے، اور نہ ہی میں اسے اپنے گھر کی دہلیز پر بھی پاؤں۔ نہیں تو انجام کے ذمہ دار تم لوگ ہو گے۔

اس دوران چونکہ بابا اس کو گھر سے نکال چکے تھے اس لیے اسے اس فیصلے کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ وہ تو ویسے بھی میرے چھن جانے کی وجہ سے اپنے ہوش وحواس میں ہی نہیں تھا جب بابا نے اسے گھر سے نکالا تھا۔

اب بابا کے فیصلے کے آگے ہم سب کو جھکنا ہی تھا اور میرا بھی کوئی بس نہ چلا تھا۔ مجھے چونکہ ساحر کی محبت سے زیادہ اس کی زندگی عزیز تھی۔ ایک محبت تو کیا ساحر کی ایک سانس کے لیے میری ہزاروں سانسیں قربان ہو جائیں۔

مانی! زندگی تو کیسے بھی یادوں کے سہارے آدھی ادھوری کٹ ہی جائے گی اور " کٹ رہی ہے، لیکن محبت کے بغیر ایک پل بھی جینا دشوار ہے۔

میں اس لیے خاموش ہو گئی تھی کہ اگر ساحر سے

لاتعلقی کی بدولت اس کی زندگی اُسے میسر ہو تو اس سے بڑا تحفہ اس کے لیے نہیں تھا۔ اور مجھے اتنا یقین تھا کہ وہ جہاں رہے گا کم از کم مجھ سے الگ ہو کر زندہ تو

رہے گا۔ بس اسی سہارے اور یقین سے میں نے اس مشکل اور کھٹن دور سے خود کو نکالا تھا۔

65.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(65)(ادھوراپن)

تقریباً ایک سال میں نے بابا سے بات بھی نہیں کی اور نہ ہی ہمارے گھر کا ماحول "پہلے جیسا رہا تھا۔ بس ہر وقت صرف خاموشی اور خوف چھایا رہتا تھا۔
میں اور ماما بالکل خاموش ہو گئیں تھیں اور مقدس بھی اس وقت سے بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ عائشہ بھابھی شادی کے بعد ہی ہادی بھائی کے ساتھ لندن شفٹ ہو گئ ئتھیں، تو وہ دونوں اس سب سے لاعلم تھے۔

دراصل یہ سارا ایکچڑ ۲۰۱۶ء میں میری ساحر سے مری کے کالج میں ملاقات کے بعد اٹھا تھا۔ جب میں ایک سمینار میں شمولیت کے لیے چند روز وہاں جاتی رہی تھی، جو ساحر کی کمپنی نے منعقد کیا تھا۔

میں آرکیٹکٹ کی سٹوڈنٹ تھی اور فائنل امتحانات قریب تھے اس لیے میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہاں میری ساحر سے ملاقات ہوئی تھی اور شاید ہم دونوں بہت قریب آچکے تھے، جس کا ہمیں اس وقت اندازہ ہی نہیں ہوا اور بات اتنی بگڑ گئی کہ ہمارے ملتے ہی ہماری راہیں جدا کر دی گئی تھیں۔

مشکل سے بابا نے گھر کے حالات اور ماحول کو پہلے جیسا بنانے کی بھرپور کوششیں دو سال تک جاری رکھیں، مگر وہ اس کوشش میں تب ناکام ہوئے جب بیچ راہ میں ہمیں اسماعیل چھوڑ گیا تھا۔



طویل خاموشی اور آیت کے نہ تھمنے والے آنسو۔ اسے دیکھ کرمانی کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ بمشکل اٹھ کر اس نے پانی کا گلاس آیت کو پیش کرتے ہوئے کہا:

آیت! میرا اسلام ہے تمہاری ہمت کو جو تم نے اکیلے اتنا سب برداشت کر لیا۔"

"لیکن کیسے ؟میرے لیے تو سوچنا بھی مشکل ہے۔

:آیت نے دو گھونٹ پانی کے پیے اور اس درد میں بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی

ارے، پاگل !تم کیوں اپنے آنسو ضائع کر رہے ہو؟"

یہ تو بہت قیمتی خزانہ ہیں جو میرے جیسا انسان ہی خرچ کر سکتا ہے، چلو رونا بند

"کرو اور مسکراؤ۔

اس بار ہنسنے کا تو کوئی جواز نہیں تھا لیکن صرف آیت کا دل رکھنے کے لیے اس نے

قہقہ لگایا، کیونکہ آیت کا دل رکھنا شاید اس کا فرض تھا۔ جو کچھ اس پہ بیت چکا تھا۔

:سو، مانی نے اس کا دل رکھ لیا، پھر آیت سے پوچھا

اگر تم اتنی اذیتیں برداشت کر چکی ہو، تو اب تک ایسے خاموش کیوں ہو تم؟ کیا"

"وجہ ہے جو تم اپنے اندر کے دُکھ درد کو ایسے سنبھال لیتی ہو؟

آیت نے اپنے بکھرے ہوئے بال جو رات کی ٹھنڈی ہواؤں سے باتوں میں

:مصروف تھے سنبھالتے ہوئے کہا

دیکھو، مانی !میں نے اپنی زندگی کے گزرے ہوئے لمحات میں جو سیکھا ہے وہ"

ہے خاموش ہو جانا۔

اگر کوئی دل دکھائے، سانسیں اکھاڑے، دل کی دھڑکن روک لے خاموش ہو جاؤ۔

کوئی آپ کے بارے میں غلط سوچ رکھے یا الزامات لگائے سن لو، مگر خاموش ہو جاؤ۔ رونے کا دل چاہے یا پھر قہقہے لگانے کا خاموش ہو جاؤ۔ اذیتیں، مصیبتیں اور آزمائشیں حدوں کو چھو جائیں خاموش ہو جاؤ۔ ماضی کے دکھ، دن یارات کے کسی بھی پہر آپ کو آزمانے آئیں یا پھر کوئی آپ کو آپ کی برداشت کی آخری حد تک ستائے تب بھی، بس خاموش ہو جاؤ۔"

پھر آیت نے گہری چپ سادلی۔

66.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(66)(ادھوراپن)

اسے دیکھ کر مانی بھی پریشان ہو گیا کہ اب میں کیا کہوں؟

وہ آیت کو کچھ بات کرنے کے لیے مجبور بھی نہیں کر سکتا تھا۔اس لیے وہ بھی بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور آیت کا چہرہ دیکھنے لگا۔

:کچھ دیر میں آیت نے آسمان کی جانب دیکھا اور کہنے لگی

"اب رونا اور آنسو بہانا تو میرا معمول بنتا جا رہا ہے۔بس اپنے خالی پن کو ان تاروں کی محفل میں سجانے کی کوشش کرتی ہوں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتی ہوں شاید۔"

:مانی نے دھیمی سی آواز میں کہا

"آیت! تمہاری کہانی بھی میرے دوست کی کہانی کی سہیلی ہے۔جو میرے کلیجے کو چیر پھاڑ کر رکھ دے اور مجھے میری برداشت سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔"

:آیت اس کے خاموش ہوتے ہی معصومانہ انداز میں گویا ہوئی

"مانی! تم ابھی یہ نہیں جانتے کہ محبت دراصل چیز کیا ہے۔"

اور یہاں بات صرف میری ساحر سے محبت کی نہیں تھی، بلکہ مجھے اب اس کی عادت ہو گئی تھی، جو بعض دفعہ محبت سے زیادہ درد دیتی ہے اور جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔"

مانی نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

"ارے، آیت! کیا محبت کچھ لوگوں کے لیے ہی بنی ہے جو میں کچھ نہیں جانتا؟ کیا معلوم کل کو یہی محبت میں۔۔۔ تم اور ساحر سے بھی بڑھ کر کسی سے کرنے لگوں، جو میری جان کی بھی دشمن بن جائے؟"

وہ ہنس مکھ انداز میں طنزیہ طور پر بولی:

"ارے، بدھو! تم اور محبت کی باتیں اور وہ بھی جان کی قربانی؟"

ارے نہیں، یار! معاف کرنا، لیکن ایسے برے دن کبھی نہیں آنے والے اس محبت پہ کہ اسے تمہاری وفاؤں اور جان کی قربانی کی ضرورت پڑے۔"

اس کی بات سن کر مانی پل بھر خاموش رہا، پھر ہنس کر بولا:

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ بھلا مجھے محبت کیوں اور کس سے ہو گی؟"

وہ انہیں سوچوں میں مگن تھا، کہ آیت اپنے انداز میں بات بدلتے ہوئے بولی:

"مانی! میں نے اپنے دل پر پتھر صرف و صرف ساحر کی زندگی کی خیرات میں رکھا ہوا ہے۔ اگر یہ میری مجبوری نہ ہوتی تو اس سے شادی بھی ہو گئی ہوتی۔ اور تم بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے!

یہ محبت نہ تو کسی ایک کی میراث ہے اور نہ ہی کسی کی دوست۔ یہ جس کو ہوئی اسی کو فنا کر گئی۔"

اس کی بات پر وہ پھر سے ہنس کر بولا:

"اچھا! تو یہ بات ہے۔ ویسے تم تو بالکل لیلیٰ بنتی جا رہی ہو، جو کسی مطلب کے بنا ہی اپنے پیار کے لیے دن رات تڑپتی بھی رہتی ہو، اور دل و جان سے قربانیاں بھی دیتی ہو۔"

آیت نے آنکھیں پھاڑے اسے گھورا اور کہنے لگی:

"ارے، بدھو! تمہیں کیا پتا لیلیٰ مجنوں کی کہانی کا؟"

67.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(67)(ادھوراپن)

یہ تم جیسوں کے لیے نہیں ہے۔اور یہ لندن ہے پاکستان نہیں۔

اس لیے تم ان سب چیزوں سے دور ہی رہو۔

اور رہی بات میری تو میں اب دُکھ اور تکالیف برداشت کرنے کی عادی اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی حق دار ہو چکی ہوں۔ساحر کے جانے کے بعد اب "کسی کے حکم کا کوئی کردار میری زندگی میں نہیں ہے۔

:اس نے آیت کی بات مکمل ہوتے ہی کہا

ہاں، تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہو، لیکن کبھی تمہیں یہ خیال بھی آیا کہ جس انسان" کے لیے تم نے اپنی زندگی داؤ پر لگادی،ماں باپ سے دشمنی مول لے لی اور سب کچھ قربان کر دیا۔

"کیا وہ بھی کبھی تمہارے لیے تڑپا ہو گا؟

:اس سوال کا جواب آیت نے پر خلوص انداز میں دیا

ارے، پاگل! کیا تمہیں لگتا ہے کہ ساحر سے میں نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت "

"کرے یا اس نے مجھ سے؟

:ایک پل کی خاموشی کے بعد اس نے خود ہی کہا

نہیں، پگلے! یہ محبت ایسا روگ ہے جو اگر کسی کو لگ جائے تو پھر اُسے خود میں "

بسم ہونے تک آزاد نہیں ہونے دیتا۔

محبت میں وجہ تلاش نہیں کی جاتی بلکہ اپنا سب کچھ ایک طرف رکھ کر سچے دل

سے کی جاتی ہے، محبت۔

اب اُس کا زندگی جینے کا اپنا حق ہے، وہ جیسے چاہے اسے گزارے میں تو اس سے

کوئی شکوہ نہیں کروں گی۔

بلکہ اپنی سانس کی آخری پھونک تک میں صرف اسی سے محبت کروں گی اور اسی

کے لیے میری سانسیں چلیں گی۔

ان سب سوچوں اور خیالوں سے آزاد ہو کر کہ ساحر میرے لیے کیا سوچتا ہے؟

کیا اُسے بھی مجھ سے محبت ہے یا صرف میں ہی اُسے چاہتی ہوں؟

میں ایسا کبھی نہیں سوچوں گی۔

جب اپنی سب سے قیمتی چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتا دیکھ لیا جائے تب بیکار چیزوں اور رویوں کی کوئی اوقات باقی نہیں رہتی۔ جب ساحر کے جانے کے بعد بابا نے کسی انجان شخص سے میرے رشتے کی بات کرنا چاہی، تو میں نے "انہیں صاف انکار بھی کر دیا تھا اور کہا تھا۔

بابا! میں نے صرف ساحر سے دوری اس کی جان بخشی کے بدلے میں قبول کی' تھی، اور اس سے محبت کا رشتہ ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

لیکن ہمارے دل کبھی جدا نہیں ہوں گے اور ابھی میں کسی بھی نئے رشتے کو قبول کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ بہتری اسی میں ہے کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں کسی نئی مصیبت کو اپنے سر نہیں پڑنے دوں گی۔

اب یہی میرا آخری فیصلہ ہے پھر چاہیں تو آپ میری جان لے لیں یا گھر سے بے دخل کر دیں۔'

68.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(68)(ادھوراپن)

:مانی نے حیران کن انداز میں پوچھا

آیت! اب ساحر کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ کبھی جاننے کی کوشش کی تم"
"نے؟اور کیا تمہیں گھر سے بے دخل کر دیا گیا تھا؟

:اس نے اک آہ بھری، پھر درد بھرے لہجے میں بولی

میں نے کوشش تو بہت مرتبہ کی تھی۔ مگر اسے میری عزت اور حرمت کی فکر"
شاید میرے گھر والوں سے زیادہ تھی۔

اِس لیے ساڑھے تین سال کا عرصہ بیت گیا، ساحر سے میری ایک دفعہ بھی بات نہ ہو سکی، اور نہ ہی ہم آمنے سامنے ہوئے اس حادثے کے بعد۔

لیکن اب میں نے ساحر کا نمبر اور پتہ وغیرہ ڈھونڈ لیا ہے، کچھ دنوں کی ہی تو بات ہے اور پھر ہم پاکستان چلے جائیں گے۔

وہ اسلام آباد میں ہی ہے۔ اور مجھے گھر سے بے دخل نہیں کیا گیا۔ میرے بابا "اتنے کم ظرف نہیں ہیں۔

:مانی یک دم چونکا دینے والے انداز میں بولا

کیا واقعی !۔۔۔ آیت ! تم پاکستان چلی جاؤ گی ؟ اور اگر میں یہاں اکیلا رہ گیا تو " "کیا بنے گا میرا؟

نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے جانے کا سن کر مانی کے دل کی بات اس کی زبان پر جاری ہوئی تھی۔

:آیت نے دھیمی سی آواز میں کہا

ارے، مانی ! ہم صرف پاکستان ہی نہیں جا رہے۔ بلکہ میرے بابا نے جو وقت " مجھے آزادی کے لیے دیا تھا وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔

اب سے میری آزادی ختم اور بابا کے حکم کی تعمیل شروع۔ اب میری شادی ہو گی جو پاکستان میں نہ جانے کس سے طے پا چکی ہے۔

مانی! مجھے اس بات کا بھی علم نہیں کہ میرا رشتہ لندن یا پھر پاکستان میں طے ہوا، مگر ہوا ضرور ہے۔

دس دن پہلے بابا نے مجھے تیاری کرنے کا کہہ دیا تھا اور مجھے ایک ماہ پہلے (جب میری تم سے ملاقات ہوئی) ایک ماہ کی آزادی دی گئی تھی، جو آج مکمل ہو رہی ہے۔

اب میں کچھ بھی کروں گی، مگر اس رشتے کی اطلاع ساحر کو ضرور دوں گی، پھر چاہے تو وہ اپنی محبت کو بچالے یا پھر سولی پہ لٹکا دے۔ میری یہی ادھوری داستان تھی جو کیا معلوم کب مکمل ہو یا یونہی ادھوری رہے!

"اب مجھے محبت دھوکا دیتی ہے یا میرا ساتھ بس اسی لمحے کا انتظار ہے۔

یہ کہہ کر آیت ایک ایسے مظلوم کی طرح نگاہیں آسمان کی طرف کیے رونے لگی، جیسے اپنے رب سے ایک مظلوم اپنی اس سزا کے متعلق پوچھ رہا ہو جو اس کے نہیں بلکہ کسی اور کے حصے کی ہو، لیکن مظلوم کی قسمت میں لکھ دی گئی ہو۔

مانی نے اندر ہی اندر پختہ ارادہ کر لیا کہ جان جاتی ہے تو جائے کوئی پرواہ نہیں، مگر آیت کو اس کی منزل تک میں پہنچاؤں گا۔ جس کی وہ حق دار بھی ہے۔

مانی آگے بڑھا اور آیت کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اسے اس بات کا یقین دلایا

کہ:

میں اس کی ہر ممکن مدد کروں گا۔ پھر چاہے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی"

"پڑے۔

آیت نے مسکرا کر اسے دیکھا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے پوچھا:

لیکن تم میری وجہ سے کیوں کسی مصیبت میں پڑنا چاہتے ہو؟"

مانی! تم بہت اچھے انسان ہو اور سچے دوست بھی، لیکن تمہارا

کوئی حق نہیں بنتا میرے لیے لڑنے کا۔ ہمارا سفر یہیں تک تھا جواب مکمل ہوا۔

آگے کیا ہو گا کیسے ہو گا وہ میرا مقدر اور نصیب ہے۔" یہ کہہ کر آیت وہاں سے

جانے لگی۔

جاتے جاتے تھوڑی دور سے اُس نے مڑ کر دیکھا، پھر کہا:

ہاں، مگر ایک ملاقات ممکن ہے شاید ائیر پورٹ پر"!

69.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(69)(ادھوراپن)

"تم مجھے الوداع کہنے آؤ گے نا؟
آیت کا وہ مڑ کر دیکھنے کا انداز اور اس کی الوداع کہنے آنے کی پوچھنا تو جیسے مانی کی جان نکال گیا ہو۔
اب مانی کے پاس ہاں کے سوا کوئی جواب نہیں تھا۔
وہ پلک جھپکتے ہی اس کے قریب ہوا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے نہ جانے کن خیالات میں کھو گیا۔
:آیت نے چٹکی بجا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر سے پوچھنے لگی
ارے، بدھو! مجھے الوداع کہنے آؤ گے نا؟"

"میں ایک میسج کر دوں گی کہ ہمیں کس دن نکلنا ہے۔

:مانی نے آنکھوں سے بہتے آنسو پونچھ کر کہا

"کیوں نہیں، آیت! میں ضرور آؤں گا۔"

:آیت نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور کہا

ٹھیک ہے، آج سے ہم دونوں دوست ہیں اور عمر بھر رہیں "

"گے۔۔۔للہ حافظ۔

مانی نے ہامی بھری اور وہیں کھڑا ہو گیا، جب تک کہ آیت اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

رات کے نو بجے مانی گھر پہنچا تو وہ بہت عجیب سا محسوس کرنے لگا تھا۔ آج اس کا چین سکون نہ جانے کہاں کھو گیا؟

مانی کی زندگی میں کبھی پہلے ایسی حالت نہ ہوئی تھی جو آج تھی۔ وہ ایسے بکھر کر رہ گیا تھا جیسے اس نے سب کچھ کھو دیا ہو۔

اُس نے ایک ہفتے تک آیت کے میسج کا انتظار بے چینی سے کیا، لیکن اس کا کوئی میسج آیا نہ ہی کوئی فون وغیرہ۔ جو بات اسے مزید پریشانی میں مبتلا کرنے لگی تھی۔ اس نے سمجھنا شروع کر دیا کہ وہ اُس سے ملے اور بتائے بغیر ہی پاکستان چلی گئی ہے۔

اس کی مجبوری تھی کہ وہ اپنے وعدوں سے پھرنے والوں میں سے نہیں تھا۔اب کیا تھا مانی کے بس میں وہ تھا۔۔۔ صرف و صرف انتظار، جو اس نے جتنا ممکن ہو سکا کیا، مگر آیت نے رابطہ نہیں کیا۔اور اس کا نمبر بھی بند تھا۔

دونوں کی ملاقات ہوئے پندرہ دن گزر گئے تھے۔

وہ پندرہ دن مانی پر کسی قیامت سے کم نہ گزرے تھے۔

وہ پل بھر اس کے لیے تڑپتا تھا_ وہ ہر پل اس سے بات کرنے کو ترستا تھا۔

اس شام وہ لان میں ٹہل رہا تھا کہ اچانک اسے آیت کی یادوں نے گھیر لیا۔اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور زبان پر کچھ اشعار جاری ہوئے۔

آخری بار ملو چائے کے ڈھابے پہ وہیں"

ہم نے یادوں کے کئی نقش جہاں چھوڑ دیے ہیں

ہر ملاقات کی درگاہ پہ بتائیں جاکر

ہم نے رشتے وہ ہمارے یہاں توڑ دیے ہیں

آخری بار ملو

تری قسموں کا نہ وعدوں کا حوالہ دوں گا

نہ ہی پوچھوں گا کہ اب ترکِ تعلق کیوں ہے

مجھ سے جب عہد و پیماں باندھ لیے تھے تم نے

پھر کسی اور سے اب تم کو محبت کیوں ہے

آخری بار ملو

نہ یہ پوچھوں گا تری چائے میں چینی کتنی

اور بسکٹ بھی وہی اب ساتھ میں کھاؤ گی

نام پوچھوں گا نہ ذکر کروں گا اس کا

نہ یہ پوچھوں گا کہ تم آج کہاں جاؤ گی

نہ تو دیکھوں گا جفا کاروں کا حلیہ کیا ہے

بے وفائی میں شکل کچھ تو بدلتی ہو گی

آنکھ سے آنکھ ملاؤ گی تو کیسے جانا

بات کیا جان کہ ترے منہ سے نکلتی ہو گی

آخری بار ملو



70.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(70)(ادھوراپن)

آخری بار ملو رسم محبت ہے یہی

آج اک شام مناتے ہیں بچھڑنے کے لیے

یاد رکھنے کا مرے پاس نہ امکان رہے

"آج بس آ کے ملو دل سے اترنے کے لیے

(شاعر:- خلیل الرحمان قمر صاحب۔)

موبائل بجنے کی آواز سے اس کی یادوں کا ربط ٹوٹ گیااور وہ ساکن ہو گیا۔اس نے جیب سے موبائل نکال کر دیکھا تو آیت کا میسج تھا۔وہ آسمان کی جانب دیکھ کر زیرِلب مسکرایا، جیسے اس کی زباں پر اشعار نہیں بلکہ دعاء تھی جو قبول ہو گئی ہو۔

میسج میں صرف اتنا لکھا تھا۔

مانی! کل صبح چار بجے کی فلائٹ سے ہم پاکستان جا رہے ہیں تو تم ضرور آنا۔میں "
"انتظار کروں گی۔

اب مانی کی تو خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اسے ایک موقع مل ہی گیا آیت سے بات کرنے کا۔

اس سوچ سے آزاد ہو کر کہ یہ ان کی آخری ملاقات بھی ہو سکتی ہے، مگر وہ صرف وصرف دیدار یار کا طلب گار تھا۔

پھر مانی اُسے فون کرنے لگا تو اس کا نمبر بند مل رہا تھا۔

شام کے قریب ساڑھے چھ بجے تھے جب اسے آیت کا میسج موصول ہوا۔ وہ اسی وقت ائیر پورٹ جانے کے لیے تیاری کرنے لگا،اور پھر جلدی سے سو بھی گیا کہ کہیں نیند کی وجہ سے آخری ملاقات ناممکن نہ ہو جائے۔

اگلے روز وہ اپنے کیے وعدے کے مطابق رات کے آخری پہر تقریباً تین بجے ہی ائیر پورٹ پہنچ گیا،اور آیت کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ انتظار کے بعد آیت اور اس کے گھر والے بھی وہاں آ گئے۔

اور آتے ہی آیت نے اُسے کیفے میں آنے کا اشارہ کیا۔ ابھی فلائٹ میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔

منان نے آج سوچ لیا تھا کہ اپنی نہ جانے کب اور کس طرح کی ہوئی آیت سے بے پناہ محبت کے متعلق بھی اُسے بتا دے گا۔ لیکن پھر اسے خیال آیا کہ آیت تو

کسی اور کی امانت ہے، جسے میں اس کی محبت سے ملوانے کی زبان بھی دے چکا ہوں۔

مانی نہ جانے کب اور کیسے آیت کی محبت میں قید ہوا جو احساس اسے پچھلے پندرہ دنوں کی دوری میں ہوا تھا۔

اب قسمت کا کیا بھروسہ کیا لکھا گیا ہو؟ اسے دیکھ کر وہ تڑپ گیا تھا۔

کیفے میں جا کر آیت سے ملتے ہی اس نے شکوے شروع کر دیے کہ: "وہ اتنے دنوں سے کہاں تھیں؟ اور اس نے اُس سے کوئی رابطہ کیوں نہ کیا وغیرہ وغیرہ"؟

آیت نے اس کی مکمل گفتگو تحمل مزاجی سے سنی اور پھر سنجیدگی سے ایک ہی جواب دیا تھا:

دیکھو، مانی! میں تم سے ملنے یا رابطہ رکھنے کی بالکل بھی پابند نہیں ہوں۔ تم اتنا" حق کیوں جتا رہے ہو؟

مانی! کوشش کرنا کہ اپنی حد میں رہنا سیکھ لو، یہ ہماری آخری ملاقات ہے اور اس کے بعد تمہیں سمجھانے والا کوئی نہیں ہو گا۔" آیت کے دل میں اس کی پرواہ اس کے لہجے اور لفظوں سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

!مگر یہ صرف پرواہ تھی یا محبت؟ خدا جانے

:بہر حال اس کے خاموش ہونے پر مانی نے کہا

محترمہ! میں معافی چاہتا ہوں، لیکن کیا آپ بھول گئیں کہ ہم دوستی کا حق" رکھتے ہیں جس کے لیے ہاتھ آپ نے بڑھایا تھا۔ بس اسی حق کو جتایا میں نے۔

"لیکن اگر آپ کو برا لگا تو پھر سے معذرت، میں غلطی پر تھا مجھے معاف کر دیں۔

مانی پل بھر میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔

:آیت نے جواباً لاپروائی دکھائی تھی

اچھا، یار! زیادہ ڈرامے بازی مت کرو اور سنو۔"

71.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(71)(ادھوراپن)

اب میں تو چلی شادی رچانے پاکستان، کیونکہ میں لڑکی ہوں اور ہم لڑکیوں کو جتنی آزادی اور پیار ملنا ہوتا ہے مجھے بھی دونوں مل گئے۔

اب بس چپ چاپ بابا کی پسند سے شادی کروں گی، مگر تم اگر میرے لیے کچھ "کرنا چاہتے ہو تو بس اتنا کر دینا۔۔۔۔

:یہ کہہ کر اس نے موسیٰ کی ڈائری مانی کے ہاتھ میں تھما دی، پھر مزید کہا

اس ادھورے پن کو اگر تم مکمل کرنے میں کامیاب رہے تو سمجھنا تم نے مجھے "
"۔میں زندگی بھر تمہاری احسان مند رہوں گی۔ میری منزل تک پہنچا دیا

اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں میں آیت سے ڈائری لیتے ہوئے کپکپاتے لبوں
:سے کہا

میں وعدہ کرتا ہوں مجھ سے جو بن پایا میں کروں گا،اس ادھورے پن کو مکمل" کرنے میں۔

آیت! تم بھی مجھے بھولنا نہیں۔ یہ جو دوستی کا رشتہ ہے اسے تو نبھا ہی سکتی ہو کم از "کم؟

مانی کا دل تو تڑپ رہا تھا۔

وہ کیسے اپنی محبت سے اپنی محبت کا اظہار کرے؟

اور اگر کر بھی دیتا تو بے وقوف اور جاہل سمجھا جاتا، کہ آیت کی داستان جان کر بھی وہ اسے اپنانا چاہتا ہے۔

خود سے یہ سوال کر کے اس نے کیسے بھی خود کو روک لیا اور یہی تسلی دے کر دل کو بہلانے لگا۔

میں اور آیت تو صرف دوست تھے اور ویسے بھی اب اس کی شادی طے ہو چکی ہے۔اور وہ ہمیشہ کے لیے کسی اور کی ہونے جا رہی ہے وغیرہ۔

:آیت نے ڈائری کے ساتھ ساتھ اسے ایک عدد کارڈ بھی تھما دیا اور کہا

یہ لو میری شادی کا کارڈ ہے۔ دو ہفتے بعد پاکستان میں ہو گی اور میں تمہیں آنے"
کے لیے مجبور نہیں کروں گی۔
"لیکن ایک دوست ہونے کے ناطے تمہیں دعوت تو دے سکتی ہوں؟

آیت نے معصومانہ انداز میں اس سے پوچھا تھا۔
:مانی نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ پھر سے آگے بڑھائے اور کہا
اب اگر مجھے کچھ بھی کرنا پڑا میں وعدہ کرتا ہوں تمہاری شادی میں شرکت"
"ضرور کروں گا۔
آیت نے آخری بار جانے سے پہلے اسے مسکرا کر دیکھا اور اپنی آخری بات بھی
:کہہ ڈالی
ہاں، مانی! ممکن ہے وہاں سانول اور ساحر بھی ہوں اور کچھ ایسا ہو جائے جو"
"ممکن ہی نہیں۔
نہ جانے یہ آیت کی آرزو تھی یا پھر تحفظات، مگر وہ کچھ عجیب سی کیفیت میں مبتلا
تھی۔ جو مانی سے دیکھی نہ گئی۔
اس کے ساتھ ہی آیت نے "الوداع" کہا اور پھر اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

اسے جاتا دیکھ کر تو مانی کی جان ہی نکل گئی۔اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا،اس کی نظریں بس ایک ہی جگہ پر رک سی گئیں اور ایسا محسوس ہوا جیسے آیت ابھی بھی اس کے سامنے ہو، مگر یہ صرف مانی کا وہم تھا۔

آج وہ اپنی اصل زندگی سے ملاقات کر پایا تھا جس نے اسے ایک ہی پل میں بدھو سے انسان بنا دیا تھا۔

وہ آج تنہا اپنی قسمت پر خوب رویا تھا اور انتظار گاہ میں بیٹھ کر بڑ بڑانے لگا:

"آیا تو میں اپنی محبت کا اظہار کرنے تھا، مگر افسوس! بدلے میں میری محبت نے مجھے کسی اور کی امانت ہونے کا ایسا احساس دلایا کہ اب نام محبت سے بھی خوف آنے لگا۔۔۔ مطلب آیت نے اپنی شادی کی دعوت دے کر مجھے مجھ سے ہی جدا کر دیا۔"

72.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(72)(ادھوراپن)

پھر اسے ماما کی باتیں یاد آنے لگیں۔
اسے اپنے اس وقت کے کیے فیصلے پر ندامت بھی ہوئی کہ ماما نے تو مجھے کہا بھی تھا کہ وہ آیت کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں، مگر میں نے ہی انہیں روکے رکھا تھا، جو میری زندگی کا سب سے بدترین اور جاہلانہ فیصلہ تھا۔
آیت سے مل کر مانی کو اس بات کا بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ بھی اس شادی سے خوش نہیں ہے۔
مانی کی بدترین حالت دیکھ کر آیت کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ وہ آیت سے اندر ہی اندر محبت کرنے لگا ہے۔اور شاید اس کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہے، مگر وہ خاموش رہی تھی۔

اسے اپنے پیار کی جان بھی بچانی تھی اس لیے اپنی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئی۔

کچھ دیر گزری تھی کہ مانی لڑکھڑاتے، سنبھلتے گھر کی طرف چل دیا۔ لیکن اس کا دل ودماغ کچھ بھی کام نہیں کر رہے تھے۔ وہ اپنی گاڑی وہیں چھوڑ کر پیدل ہی گھر کی طرف نکل پڑا۔ اس میں ہمت نہ تھی کہ وہ آیت کا نام اپنے علاوہ کسی سے بھی جڑا دیکھے، سو اس نے اس کا دیا شادی کا کارڈ بغیر کھولے اور پڑھے کوڑا دان میں ڈال دیا۔ پھر پاس کی مسجد میں نماز فجر ادا کر کے اپنے رب کے سامنے خوب گڑ گڑایا، اور ہمت اور حوصلہ پانے کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ آیت کو بھول جانے کی بھی دعائیں مانگنے لگا۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ کچھ وقت وہیں سورج سے آنکھ مچولی کرنے لگا اور پاس سے گزرتی ہوئی نہر کے نظارے بھی کرنے لگا کہ کسی طرح وہ خود کو بہلا سکے، مگر سب کچھ بے سود رہا۔

منان کو آج احساس ہوا کہ آخر یہ محبت ہے کیا؟ اس کی تو سانسیں بھی آج اس سے روٹھ گئی تھیں۔

وہ گھر پہنچا تو خدیجہ ناشتے کی میز پر اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر خدیجہ بھی بے حال ہو گئیں۔ وہ تڑپتے ہوئے بیٹے کے پاس آئیں اور اُسے سہارا دے کر صوفے پر بٹھا دیا۔ اور ساتھ ہی ملازمہ کو بھی پانی لانے کا کہا، جو کچھ ہی دیر میں لایا جا چکا تھا۔

:انہوں نے درد بھرے لہجے میں پوچھا

میرے بیٹے کو کیا ہوا؟ اس سے پہلے تو میں نے کبھی اس حال میں نہیں دیکھا۔"

"بتاؤ بیٹا! جلدی بتاؤ کیا ہوا؟

ماں کے لہجے سے بیٹے کے لیے درد کا احساس واضح ہو رہا تھا۔ منان بھی اب صبر

: کرنا تو بھول ہی گیا تھا۔ ماما کے سینے سے لگ کر وہ خوب رویا اور کہنے لگا

ماما! آپ کا فیصلہ نہ مان کر میں نے اپنی بہت ہی قیمتی چیز کھو دی ہے۔"

"آج اس کے جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ میرے لیے کیا کچھ تھی۔

وہ اپنی حالت زار سے انہیں رنجیدگی سے آگاہ کرتا چلا گیا۔۔۔

ماما! میں اس سے سچی محبت کرنے لگا تھا، اور آج میں نے ارادہ بھی کر لیا تھا کہ "

"میں اپنا فیصلہ سنا دوں گا، مگر مجھ سے پہلے اس نے مجھے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

:ماما نے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے خوب پیار کیا اور پوچھا

73.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(73)(ادھوراپن)

آخرِکار اس سب کی وجہ تو بتاؤ؟ تم کس کی بات کر رہے ہو اور کس سے محبت "
"کرنے لگے ہو؟

وہ بلک بلک کر رو یا تھا۔ پھر طویل خاموشی کے بعد وہ اداس نظروں سے ماما کو
:دیکھتے ہوئے بولا

آپ کے دل کا ٹکڑا، جیسے آپ نے پہلی نظر دیکھتے ہی اپنی بہو بنانے کا سوچ لیا"
تھا۔ مگر ماما! میں ہی کم فہم تھا جس نے قیمتی ہیرا پرکھے بغیر ہی معمولی پتھر سمجھ کر
"کہیں دور پھینک دیا، جسے دوبارہ تلاش کرنا ناممکن ہے۔۔۔

:اس پر خدیجہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا

کہیں تم آیت کی بات تو نہیں کر رہے ؟اور تمہیں ان چکروں میں پڑنے کی"
"عادت کب سے ہوئی؟

:اس نے جواباً کہا

"ہاں۔۔۔ہاں، میں بالکل اسی آیت کی ہی بات کر رہا ہوں۔"

یہ سن کر خدیجہ وہاں سے اٹھ گئیں۔ وہ شدید غصے میں لگ رہی تھیں، جو اسے
:سمجھاتے ہوئے بولیں

میری جان! وہ بڑے لوگ کہتے ہیں نا۔۔۔"

کامیاب انسان کی پہچان یہی ہے کہ وہ صحیح وقت پر صحیح چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ جو
بد قسمتی سے میرے لعل سے نہ ہو سکا۔ اب پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جو
"کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب بھول جاؤ تم۔

ارے ماما!" کہہ کر وہ اٹھ کر اپنی ماما کے قریب ہوا اور ان کا ہاتھ چومتے ہوئے "

بولا:

م۔۔۔ ممم۔۔۔ میں مذاق بالکل نہیں کر رہا۔ اور ہاں، اگلے پندرہ دنوں میں اس "

کی شادی ہو رہی ہے جس سے وہ بالکل خوش نہیں ہے، یہ بات میں اچھے سے

جانتا ہوں۔ ماما! اگر آپ کو اپنے بیٹے سے تھوڑی سی بھی ہمدردی ہے تو آپ اس

کا ہاتھ اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیں، ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں آپ کے آگے

"ہاتھ جوڑتا ہوں میری یہ خواہش پوری کر دیں۔

وہ ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

انہوں نے منہ پھر لیا اور کہنے لگیں:

دیکھو، مانی! اب وقت بیت چکا ہے اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب میرے بس میں "

کچھ نہیں ہے۔

اب تمہیں آیت کو بھولنا ہو گا کیونکہ میں نے تمہارا رشتہ تمہاری خالہ (جو پاکستان

میں رہتی ہیں) کی بیٹی سے طے کر دیا ہے۔ اور تمہاری یادداشت کے لیے بتاتی

چلوں، آج شام ہم پاکستان روانہ ہو رہے ہیں۔ جہاں تمہارے پیارے بابا جان
"پہلے ہی تمہاری شادی کی تیاریاں شروع کر چکے ہیں۔

مانی یہ سن کر اپنے ہوش ہی کھو بیٹھا اور ماما کے سامنے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے
:پوچھنے لگا

کک... کیا؟ ماما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ "

خدارا کہہ دیں یہ سب جھوٹ ہے۔

"مجھے معلوم ہے آپ مذاق کر رہی ہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا ماما؟

اُس نے خود کو جھوٹی تسلی کا سہارا دینا چاہا تھا۔

انہوں نے اس دفعہ مانی کو کوئی جواب نہ دیا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(74)(ادھوراپن)

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہال میں لے گئیں جہاں گھر کے سب ملازمین کچھ تحائف اور کپڑے وغیرہ پیک کر رہے تھے۔

اب ہر شے دیکھ کر اسے اتنا اندازہ ہو چکا تھا کہ واقعی یہ کسی شادی کی تقریب میں استعمال ہونے والی اشیاء ہی ہیں۔

:پھر خدیجہ نے ٹکٹس اسے دکھائے اور پوچھا

"اب ہو گئی تسلی یا کچھ باقی ہے؟"

:وہ پھر سے تڑپ کر بولا

"مگر، ماما! میں نے تو کبھی کہا بھی نہیں کہ مجھے شادی کرنی ہے، تو پھر اتنی جلدی کیوں؟"

"دیکھو، میری جان! یہ سوالات آپ اپنے بابا سے جانو تو اچھا رہے گا۔ میں نے تو آپ کو اپنی پسند بتا دی تھی۔ اگر آپ اس وقت غور و فکر کر لیتے تو آج یہ نوبت نہ آتی اور آپ خوشی خوشی شادی کے لیے تیار ہوتے۔"

"! مگر، ماما! ایسا نہیں ہو سکتا پلیز"

اس نے احتجاجاً کہا تھا۔

:انہوں نے پھر سے اس کی بات رد کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا

اب یہ ہو چکا ہے، یہ اگر مگر سنبھال کر رکھو۔۔۔اور ہاں، اگلے پندرہ روز میں "

"ہی تمہاری شادی وہ بھی پاکستان میں ہو رہی ہے۔۔۔۔

وہ اسے شاید اس کی غلطی کا احساس دلانا چاہتی تھیں۔ کیونکہ اس نے ان کے مطابق جھوٹ بولا تھا۔وہ سمجھ رہی تھیں مانی پہلے سے ہی اس سے محبت کرتا ہے۔

لیکن مجھے بالکل مت پوچھنا کہ کسی سے؟ کیونکہ یہ حق تم اُسی دن کھو چکے تھے "
جس دن تم نے آیت کے لیے انکار کیا تھا۔ بہو تو میں نے ہیرے جسی چنی تھی، مگر تمہاری ہے وجہ کی ضد نے مجھے تمہارے بابا جان کا یہ انوکھا فیصلہ ماننے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔

میرے ہاتھ میں سوائے تمہیں پاکستان پہنچانے کے اب کچھ باقی نہیں ہے۔ چلو

" جلدی سے میرا بچہ تیاری کر لو۔

:اب وہ فرمانبردار ۲۳ سالا بچہ معصوم سا چہرہ بنائے ماما سے کہنے لگا

"اچھا، ماما! لیکن کیا میں ایک سوال پوچھ لوں ؟"

جی، بیٹا! پوچھیں جو پوچھنا ہے، سوائے لڑکی کے نام کے۔ "

"کیونکہ وہ صرف آپ کے بابا جانتے ہیں۔

اس کی ماما اب تک مذاق کر رہی تھیں کہ وہ کچھ نہیں جانتیں۔ لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا وہ آیت سے کس حد تک محبت کرنے لگا ہے؟

:اس نے صبر کر لیا تھا اور اسے بھولنے کی تمنا بھی۔ اس نے دھیمی سی آواز میں کہا

سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر، ماما! میری پاکستان میں کونسی خالہ ہیں جنہیں میں "

"نہیں جانتا؟ اور نہ ہی آپ نے کبھی ذکر کیا؟

:وہ مسکرانے لگیں اور کہا

بیٹا! یہ سرپرائز ہے۔ تم اُن سے مل کر ہی جان پاؤ گے، کیونکہ تم ابھی انہیں "

نہیں جانتے اور نہ کبھی ان کی یا تمہاری ملاقات بھی ہوئی۔ پھر وہ تمہاری سگی خالہ

" بھی تو نہیں، میری کزن ہیں۔

اچھا، ماما! جیسے آپ کی مرضی، اب تو ویسے بھی میں آیت کو پانے سے تو رہا" قاصر لیکن آپ کو پریشانی میں نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے منظور ہے رشتہ اگر آپ کو "بھی لڑکی پسند ہوئی تو۔

اس نے اپنے جذبات اور احساسات کو دل کے کسی کونے میں دفناتے ہوئے جھوٹی مسکراہٹ لبوں پہ کھلادی۔ اس بات پر خدیجہ کے چہرے اور آنکھوں سے الگ ہی قسم کی خوشی جھلکنے لگی، جو

دیکھ کرمانی کے دل کو سکون آگیا۔

:انہوں نے اس کا ماتھا چوما اور سینے سے لگا کر کہا

75.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(75)(ادھوراپن)

شاباش میرا بیٹا! مجھے میرے بیٹے سے اچھے کی ہی امید تھی۔"

میں دعاء گو ہوں خدا سے۔۔۔ جیسے ہمارے بیٹے نے ہمارا مان رکھا تو تو بھی

"ہمارے بیٹے کا مان رکھ لے، اور اسے ہر خوشی سے نواز دے، آمین۔

ماؤں کی دعائیں تو زندگی بدل دیتی ہیں، مگر۔۔۔ مگر اکثر محبت کی راہوں میں

!قسمت ان دعاؤں پر حاوی رہتی ہے۔ اب شاید مانی کی قسمت بھی بے وفا نکلے

رات گئے وہ لوگ پاکستان کے اسلام آباد انٹر نیشنل ایئرپورٹ

پر پہنچ چکے تھے۔ مگر مانی اپنے آپ میں مگن صرف آیت کے متعلق سوچ رہا تھا۔

مانی کو اب اسی کی فکر کھائے جا رہی تھی، کیونکہ ان دونوں کی شادی کا دن بھی

ایک ہی تھا اور مانی نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ دوسرا یہ کہ

دونوں کے پاس پتہ یا نمبر وغیرہ تھا اور نہ ہی وہ سوشل میڈیا پر موجود تھی ان

دنوں۔

ایک، دو دنوں میں شادی کی تیاریاں بھی شروع ہو چکی تھیں۔آج صبح اس کے بابا لان میں اکیلے بیٹھے تھے اور بے حد خوش بھی تھے۔مانی اُس لمحے کو غنیمت جانتے ہوئے یک دم اپنے بابا کے پاس گیا اور "سلام" کر کے کھڑا ہو گیا۔

:انہوں نے سلام کا جواب دیتے ساتھ ہی پوچھا

"میرا شہزادہ! کیسا ہے؟اور کچھ کام تھا کیا وہ بھی اتنی صبح صبح؟"

:وہ ڈرتے ہوئے بولا

"جی ٹھیک ہوں، بابا! بس مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔"

:وہ مانی کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے

"ہاں۔۔۔ہاں، ضرور کہو کیا کہنا ہے؟"

بابا! پوچھنا یہ تھا کہ کیا اپنے شہزادے کو اس کی شادی سے پہلے اپنی ہونے والی" "بہو سے، اور میری ہونے والی دلہن سے نہیں ملوائیں گے؟

:ایک پل کی خاموشی کے بعد اس نے گہری سانس لے کر مزید کہا

میں آپ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ مگر بابا! آپ جانتے ہیں نا آج کل شادی سے" "پہلے ایک بار ملنا لازمی چاہیے۔

:وہ مسکرانے لگے اور کہا

مانی! تم بھی بڑے شیطان بن چکے ہو، لیکن کیوں نہیں۔ جب تم چاہو۔ اور و"
یسے بھی کل وہ لوگ اسلام آباد آ رہے ہیں۔
اور پھر ان کے لیے اپنے نئے ہوٹل میں رہنے کے لیے اچھے سے بندوبست بھی
"کرنا ہے اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔

وہ اپنی بات منوانے پر خوش بھی تھا اور پھر بابا کی بات پر وہ یک دم چونکا دینے
:والے انداز میں بولا

مگر، بابا! ہمارا اتنا بڑا گھر ہے وہ یہاں بھی تو رک سکتے ہیں۔"
"کیا سوچیں گے؟ ہمارے داماد نے ہماری بالکل خاطر مدارت نہیں کی۔

:انہوں نے قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے کہا

بیٹا! چاہتا تو میں بھی یہی تھا کہ وہ یہیں ہمارے ساتھ گھر پر ہی رہیں، مگر وہ اچھے "
خاندان سے ہیں اور بڑے لوگ ہماری برابری کے بھی۔ وہ نہیں چاہتے کہ وہ
شادی سے پہلے اپنے سر بیٹی کے سسرال والوں کا احسان لیں۔
"اور ہاں، ہوٹل بھی تو اپنا ہے کون سا کسی غیر کا۔

"اچھا، بابا! ٹھیک ہے۔ مگر میری ایک خواہش ہے۔۔۔اور وہ یہ کہ میں آپ کی ہونے والی بہو سے کل ہی اکیلے میں ملنا چاہوں گا، تاکہ ہمارے درمیان کسی قسم کی کوئی غلط فہمی یا شکوے شکایات جو بھی ہوں، وہ شادی سے پہلے ہی دور ہو سکیں۔"



76.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(76)(ادھوراپن)

:انہوں نے ہامی بھری

اچھاٹھیک ہے۔ابھی میں کچھ کام نمٹالوں اور تم بھی آرام کرلو، پھر شام کو"
ہوٹل کا چکر لگا کر سارے انتظامات خود ہی دیکھ لینا۔اور اپنی شادی کے انتظامات
"کے لیے بے فکر رہو۔

"اچھا، بابا! آپ بے فکر ہو جائیں میں شام کو ہی سب تیاریاں مکمل کرلوں گا۔"

:انہوں نے اسے روک کر پوچھا

میرا بیٹا شادی سے خوش تو ہے؟"

یوں اچانک ہی تمہارے لیے اس فیصلے نے مجھے مجبور کر دیا، نہیں تو تمہاری پسند
"ضرور پوچھ لیتا۔

یہ بات جب اس کے بابا نے کی تو وہ یہ سنتے ہی افسردہ ہو گیا۔اور دھیمی سی آواز
:میں بڑبڑایا

اب کیا فائدہ یہ سب جاننے کا؟"

ہاں۔۔۔ہاں، بابا! آپ کا فیصلہ ہو اور مجھے شکایت؟ کوئی چانس نہیں، میں بے حد
"خوش ہوں۔

اس نے پھر سے اپنے جذبات کا گلا گھونٹ کر جھوٹی مسکراہٹ لبوں پہ کھلائے جواب دیا تھا۔

:جمال صاحب نے پیار بھرے انداز میں اُسے دیکھا، پھر گویا ہوئے

"ارے، بیٹا! باپ ہوں تمہارا اور یہ فنکاریاں میرے ساتھ نہیں چلنے والیں۔ چلو بتاؤ کون ہے وہ لڑکی؟ اگر واقعی تمہیں کوئی پسند تھی تو پہلے بتایا کیوں نہیں؟"

"نہیں، بابا! ایسی کوئی بات نہیں اور ویسے بھی میری پسند کے کیا کہنے۔ جس دن مجھے اس سے محبت کا احساس ہوا اسی پل خدا نے اُسے کسی اور کی امانت میں سونپ دیا۔ اور ہاں، ٹھیک میری شادی والے دن ہی اس کی بھی شادی ہے۔"

:وہ یہ سن کر پریشان ہو گئے اور رمانی کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولے

"بیٹا! تم ایک بار کہو تو میں آج ہی اس کے والدین سے کچھ بھی کر کے تمہارے لیے مانگ لوں گا اُسے۔ مجھے میرے بیٹے کی خوشی سے زیادہ کچھ بھی عزیز نہیں ہے۔"

:وہ اداسی میں مسکرانا آیت سے سیکھ چکا تھا۔ تب وہ مسکراتے ہوئے بولا

"بابا! ایک بیٹے کے لیے باپ اور خاندان کی عزت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہوتا۔اور میرے لیے آپ کی عزت سے بڑھ کر محبت بالکل نہیں ہے، آپ کا فیصلہ ہی میرا ابھی آخری فیصلہ ہے۔"

انہوں نے جب اس کا جذبہ دیکھا تو انہیں کافی خوشی محسوس ہوئی۔انہوں نے مانی کو بہت سی دعائیں اور پیار دے کر ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کا کہا،اور اپنے کام نمٹانے نکل گی ئے۔

رات کو جب مانی آرام کی غرض سے اپنے کمرے میں چلا آیا، کیونکہ کام کی زیادتی کی وجہ سے وہ تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔دن بھر وہ گھر کی سجاوٹ میں مصروف رہا تھا۔

اس نے اپنا موبائل چیک کیا تو ایک میسج تھا۔

آیت نے واٹس ایپ پر میسج کیا تھا:

"مانی! کل ہم لوگ لڑکے والوں کے ساتھ شاپنگ اور شادی کی کچھ تیاریوں کے لیے اسلام آباد جارہے ہیں۔"

77.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(77)(ادھوراپن)

وائس نوٹ سن کر وہ چونک سا گیااور ایسے پلنگ سے نیچے اچھلا، جیسے اس کے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے آیت کو میسج کیااور پوچھا:

آیت! کیا تمہیں ایک بات معلوم ہوئی؟"

ہم لوگ پاکستان آگئے تھے دو دن پہلے۔اور ایک ضروری بات وہ یہ کہ ٹھیک

"تمہاری شادی والے دن ہی میری بھی شادی ہے۔

آیت نے اس کے میسج کا جواب لاپروائی میں دیا۔

:وہ کہنے لگی

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ تمہاری بھی شادی ہو، اور سب سے بڑی بات کہ تم"

"لوگ یوں اچانک پاکستان بھی آگئے، جھوٹ ہے یہ۔

:منان نے لکھا

آیت! میں خود ابھی تک سمجھ نہیں پارہا، لیکن اتنا بتادوں کہ کل میرے"

سسرال والے بھی ہمارے ساتھ شادی کی خریداری کے لیے اسلام آباد آرہے

ہیں۔اور میں کل پہلی دفعہ اس لڑکی سے ملوں گا۔ لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا

"میں کیا کروں؟

:آیت نے طنزاً اسے جواب دیا

تم ساری زندگی لندن میں گزارنے والے آج کسی اور کی پسند سے شادی کرو"

!گے؟ جھوٹ مانی

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔اور اگر تم واقعی پاکستان آہی گئے ہو تو کل مجھ سے مل

"لینا۔ میں بالکل اکیلی ہوں۔

:پھر آیت نے لکھا

ویسے یہ کیسا اتفاق ہے کہ ہم دونوں کی شادیاں ایک ہی دن، ایک ہی جگہ اور" ایک ہی طریقے سے ہو رہی ہیں؟ اور ہم دونوں کو بھی اب تک کچھ معلوم نہیں؟ میں بھی کل ہی اُس لڑکے سے ملوں گی اور میں نے بابا سے بھی نہیں پوچھا اس کے متعلق۔ کیونکہ اب کا کوئی فائدہ نہیں۔

تم جانتے ہو کیا؟ میں نے اپنی شادی کا کارڈ بھی نہیں دیکھا۔

"مجھے تو اس کا نام تک بھی معلوم نہیں ہے اور نہ ہی جاننے میں کوئی دلچسپی۔

:مانی نے جواباً لکھا

اوہ ہو، یار! یقین کرو تمہارا دیا کارڈ میں نے بھی بنا دیکھے کوڑادان میں ڈال دیا" تھا۔

"اچھا تو کیا کل ہم مل سکتے ہیں واقعی میں؟

:آیت نے جواباً لکھا

"بالکل نہیں، کیونکہ میں نے غیروں سے ملنا چھوڑ دیا ہے۔"

آیت کو اس کی کارڈ کوڑادان میں پھینکنے والی بات کھٹکی تھی۔

اس کے بعد آیت کا کوئی میسج نہیں آیا۔

مانی اُس کے اسطرح بدلنے پر حیران ہوا کہ ابھی اس نے خود ملنے کی خواہش کی تھی اور اب انکار۔۔۔جو مانی کی دسترس سے باہر تھا۔

وہ رات بھر اپنے فیصلے پر پچھتاتا رہا کہ یہ اس سے کیا غلطی ہوئی تھی؟

مگر اب غلطی کی ہے تو پھر سزا کے لیے بھی تیار ہو گیا۔

اگلے روز صبح سویرے وہ ہوٹل کی طرف نکل پڑا، اور بابا کے کہنے کے مطابق مہمانوں کے لیے انتظامات کا جائزہ لینے لگا، لیکن اپنے کام پر دھیان نہ دے سکا۔

اب اسے صرف آیت کی یاد ستانے لگی، ہر جگہ وہی دکھائی دینے لگی۔

اور بس اسی کی آواز اس کے کانوں میں گونجتی رہی۔

78.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(78)(ادھوراپن)

کچھ دیر میں اس کے بابا بھی ہوٹل پہنچ گئے۔ وہ مانی سے کام کی تمام تر تفصیلات پوچھنے لگے اور کہا:

"کوئی کمی بیشی نہ رہی ہو۔ اگر کچھ بھی غلط ہوا تو تمہاری خیر نہیں مانی۔"

مگر اللہ کے فضل سے سب بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔

اپنے کام نمٹانے کے بعد کچھ دیر مانی نے آرام کیا اور ہر بار آیت سے رابطہ کرنے کی کوشش، مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اب دوپہر کے کھانے کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ اسے بھی بابا نے کھانے کے لیے بلوا لیا۔ مانی نے کھانا کھایا تو ضرور لیکن اُسے بے چینی سی تھی کہ اب آیت کا کیا ہو گا؟

دستر خوان پر مانی کے سرال والے تو تھے، مگر لڑکی نہیں۔ ان سے مانی پر اعتماد انداز میں ملا جو انہیں پسند بھی آیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی مانی کے بابا نے لڑکی والوں سے کہا:

آپ سب تو جانتے ہیں آج کل کی نسل کو، یہ جب تک اپنی تسلی نہ کر لیں تو" چین کہاں آتا ہے انہیں۔اس لیے میں چاہوں گا کچھ وقت دونوں بچوں کو دیا جائے تاکہ اکیلے میں ملاقات کر پائیں،اور شادی سے قبل کچھ کچھ ایک دوسرے "کے متعلق جان سکیں۔

لڑکی کے گھر والوں نے بھی ملنے کی اجازت دے دی اور لڑکی کی ماما نے اُسے بلوا کر سب کچھ بتا دیا تھا۔

وہ مانی کو دیکھے بغیر ہی اس کے آگے آگے ہال کی طرف چلنے لگی، جہاں بالکل خاموشی تھی۔

مانی بھی اپنی ہونے والی دلہن کے پیچھے ہو لیا۔

مانی نے اُسے چلتے ہوئے دیکھا تو اسے لگا وہ اور کوئی نہیں، آیت ہی ہے۔

پھر اس نے کچھ سوچ کر خود کو تسلی دی۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟آیت کی تو اپنی شادی ہے۔یہ تو صرف میرا وہم ہو گا۔

اس نے سر پر ہاتھ مارا اور خیالات کی دنیا سے خود کو آزاد کرایا۔

اتنے میں وہ دونوں چلتے چلتے ملاقات کے لیے چنی گئی جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ کچھ وقت وہ لڑکی بالکل ساکن اپنی جگہ پر کھڑی رہی اور مانی اسے ہی دیکھتا رہا۔

ہلکے نیلے رنگ کی سادی سی قمیص، سفید شلوار، ہلکا سا میک اپ کا ٹچ اور شانوں سے سنبھال کر لٹکائے ہوئے کالے سیاہ بال۔ حلیے سے وہ بہت سادہ سی لگی تھی۔

پھر اچانک اس لڑکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور یک دم آگے مڑ گئی۔

اب کی بار بھی مانی کو اس میں صرف آیت کی ہی جھلک دکھنے لگی تھی۔ اس لڑکی نے دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ چلانے لگی:

"مانی! تم؟"

اُسے بالکل بھی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ مانی ہو سکتا ہے۔

مانی بھی اس کے ہم آواز رہا تھا:

"آیت! تم؟ "

"ہاں، مانی! مگر تم یہاں کیسے؟"

مانی نے کوئی جواب دینے کی بجائے آیت سے ہی سوال کر دیا:

آیت! تم یہاں کیسے؟"

میں۔۔۔میں تو اپنی ہونے والی دلہن سے ملنے یہاں آیا تھا اور یہ۔۔۔یہ ہمارا ہی

"ہوٹل ہے۔

:پھر اس نے آیت سے پوچھا

"ہاں،اب بتاؤ؟کیا تم بھی یہاں اپنے ہونے والے شوہر سے ملنے آئی ہو؟"



79.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(79)(ادھوراپن)

:یہ پوچھ کرمانی نے اپنی بات جاری رکھی تھی

آیت!یہاں،اس ہوٹل میں تو آج ایک ہی فیملی کا داخلہ تھا۔۔۔اور وہ صرف"

میرے سسرال والے۔

"تو تم اور تمہاری فیملی یہاں کیسے ؟

وہ چپکے سے اُس کی باتیں سنتی رہی اور اس کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہونے لگا تھا۔

اس نے مانی کی آنکھوں میں غضب ناک انداز میں دیکھا، اور پھر اس کے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ شدید غصے میں تھی، اور افسوس کرتے ہوئے کہنے لگی:

مانی! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تم بھی دوسروں کی طرح دھوکے باز نکلو" گے۔۔۔؟ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا میں نے۔

مانی! میں نے تو صرف ایک تم پر بھروسہ کیا تھا۔ اور اپنی کہانی دوست سمجھ کر تمہیں سنائی تھی، اس کے باوجود تم نے اتنی گھٹیا حرکت کی۔

میں ہی پاگل تھی جو تمہیں اپنا سمجھ بیٹھی تھی اور بھروسہ کیا تھا تم پر۔ مانی! تم تو "مجھ پر احسان کرنا چاہ رہے تھے ؟ ایسا ہی نا؟

آیت نے ایک ایک کر کے اسے ہر بات یاد کراتے ہوئے درد بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔

وہ جواب تک خاموش سب سن رہا تھا کہنے لگا:

ہاں بالکل، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن آیت! جو تم سمجھ رہی ہو ایسا کچھ بھی "
نہیں ہے۔ مجھے ایک بار موقع تو دو بولنے کا، میں سب سچ سچ بتادوں گا
"! تمہیں۔۔۔ پلیز

:آیت طنزاً ہنسی تھی

"اچھا، تو دیکھ لیا تمہارا احسان۔"

یہ کہہ کر وہ سسک سسک کر رونے لگی، جسے دیکھ کرمانی کا تو برا حال ہو گیا۔

وہ خود کچھ سمجھ نہیں پایا تھا کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے؟

اوپر سے آیت کا اسے قصوروار ٹھہرانا تو مت پوچھیے۔

ہمت کر کے منان نے ایک پل کے لیے گہری سانس لی، پھر آیت کے پیچھے پیچھے
باہر آگیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

:پھر آیت سے کہنے لگا

خدا کے لیے، آیت! مجھے ایک بار سمجھانے کا موقع تو دو ضرور کوئی غلط فہمی "
ہوئی ہے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔

یہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے، میں سب سے بات کروں گا۔

اگر مجھے پہلے سے یہ سب کچھ معلوم ہوتا تو کیا میں رات گئے تمہیں اپنے دُکھ سناتا؟"

مانی نے اپنا مقدمہ اس کے سامنے رکھا اور کچھ پل کے لیے خاموش ہو گیا۔

طویل خاموشی کے بعد پھر سے کہنے لگا:

"چیک کرو اپنا موبائل۔ تمہیں سب پتا لگ جائے گا۔"

لیکن آیت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

اس نے مانی کی کسی بات کو بھی اس وقت سننے یا سمجھنے سے صاف انکار کر دیا۔اب اس کا مانی سے بھروسہ اٹھ گیا تھا۔

لیکن مانی نے پھر بھی حوصلے سے کام لیتے ہوئے اپنی انا کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا، اور آیت سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا:

(باسط بن مظہر راجپوت)(80)(ادھوراپن)

دیکھو میرے ہونٹ اور زبان جیسے تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ"

"رہے ہوں۔

اس کے لب کانپ رہے تھے اور زبان لڑکھڑا رہی تھی۔

میری پلکیں تمہارے پاؤں پڑھ رہی ہیں۔مجھے اپنے حق میں تھوڑا بولنے کا"

موقع دو، میں ہر بات تمہارے سامنے کھول کر رکھنے کے لیے تیار ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے اس وقت کوئی بھی فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہو گا، مگر کچھ سمجھنے کی کوشش کرو اور مجھے معاف کردو۔اس میں میرا کوئی قصور نہیں

ہے۔

میری شادی تو میری خالہ زاد کزن سے ہو رہی ہے اور میرا تمہارے ساتھ تو ایسا

"کوئی رشتہ بھی نہیں۔

:وہ اب تک کیسے بھی اس کی ساری باتیں چپکے سے سنتی رہی، پھر یک دم چلا اٹھی

سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ میری شادی بھی میری خالہ کے بیٹے سے ہو رہی" ہے، مگر مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تم ہو۔اب تم خدارا اتنے معصوم مت بنو۔

تمہیں یاد ہے ؟جب میں تمہارے گھر پر تمہاری ماما سے پہلی بار ملی تھی۔کیا کچھ کیا تھا انہوں نے ؟

اور تو اور، بھلا پہلی سی ملاقات میں بھی کوئی پرائی لڑکی (جس کے خاندان،ماں باپ اور گھر بھار کا بھی نہ پتا ہو) کو اپنی بہو تسلیم کر سکتا ہے ؟

تم کیا سمجھے تھے مجھے کچھ بھی معلوم نہیں تھا اس وقت ؟

مانی! میں صرف تمہاری ماما کے چہرے کی خوشی دیکھ کر خاموش ہو گئی تھی۔اس دن جب تم دونوں میرے متعلق کچن میں باتیں کر رہے تھے،میں نے چپکے سے سب سن لی تھیں۔

کیا اب بھی تمہیں لگتا ہے جو کچھ تم اور تمہاری ماما نے کیا وہ محض اتفاق تھا یا کوئی "چال یا سازش وغیرہ تمہاری؟

اس کے لہجے میں انتہا کی سختی تھی۔

آیت نے ماضی کے سارے پہلو ایک ایک کر کے اس کے سامنے عیاں کر دیے تھے۔

مانی یہ سن کر غصہ تو ہوا لیکن آیت بھی سچ کہہ رہی تھی۔اب مانی کے قدموں تلے سے زمین ہی نکل چکی تھی۔

: جیسے کیسے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آیت سے بس اتنا کہا

میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں آیت ! مگر وہ بات بہت پرانی ہے۔اس وقت تو" ہم ابھی ملے ہی تھے۔

تب میں تمہارے متعلق ایسا کوئی خیال نہیں رکھتا تھا، مگر سچ یہی ہے۔جب تم آخری بار لندن میں مجھ سے ملی تھی یہ دل تب سے تم پہ فدا ہے۔

اس متعلق میں اور میرا دل جانتے ہیں کوئی اور نہیں۔۔۔یہاں تک کہ ماما کے پوچھنے کے باوجود اب تک میں نے تم سے محبت کے متعلق کچھ نہیں بتایا "انہیں۔

: وہ پورے اطمینان سے مانی کی بات سن کر قہقہہ لگا کر ہنس دی، پھر کہنے لگی

سچ تو یہی ہے کہ محبت ہو گئی ہے نا تمہیں؟"

ارے، مانی! یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ اس دنیا کا اصول ہے جس سے ہنس کر دو، چار میٹھی باتیں کر لو اسی کی نیت بدل جاتی ہے۔ تو پھر تم کون سا دودھ کے دھلے ہوئے تھے۔



81.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(81)(ادھوراپن)

تم نے بھی اوروں کی طرح بس میرا استعمال کیا۔
پہلے دوستی کی تسبیح جپتے رہے اور پھر محبت کے سجدے میں جھک گئے۔
اب جب تمہاری نیت ظاہر ہونے لگی تو نئے
سرے سے خود کو ایماندار ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

"مگراس بار تم کامیاب نہیں ہو پائے۔

:چند لمحات کی خاموشی کے بعد اس نے دوٹوک انداز میں مزید کہا

اب بھلے ہی میری تم سے شادی بھی ہو جائے، مگر کبھی بھی مجھے تم جیسے "
دھوکے باز شخص سے محبت نہیں ہو سکتی۔

تم جتنی بھی میٹھی میٹھی باتیں کر لو، مگر یہ تمہارا وہم ہے کہ میں دل سے کبھی
"تمہیں اپناؤں گی۔

وہ تڑپ رہی تھی اور مانی بے بسی میں جھنجھلا رہا تھا۔

:آیت کچھ سنبھل کر گویا ہوئی

ارے، مانی! میری قربانیوں کا ہی مان رکھ لیتے۔ تم تو جانتے تھے میں کسی اور کی "
امانت ہوں اور کسی اور کو اپنی جان سے بڑھ کر چاہتی ہوں؟

بہت تکلیف دی ہے تم نے مجھے کبھی معاف نہیں کروں گی۔

دوست کے روپ میں تم نے سانپ بن کر ڈسا ہے۔ اور اب یہ زہر میری رگ رگ میں پھیل چکا ہے، جس کا ہر قطرہ، اور تکلیف کا سبب بننے والا ہر پل مجھے تم
"سے انتقام لینے کے لیے مجبور کرتا رہے گا۔ یاد رکھنا یہ چہرہ۔

:آیت نے اسے خبر دار کرتے ہوئے سخت لہجے میں مزید کہا

عین نکاح کے وقت تم لوگوں کی عزت کو خاک میں ملاؤں گی، یہ وعدہ ہے میرا"

"تم سے۔

آیت غصے کی آگ میں جل رہی تھی اور چیخ چیخ کر یہ الفاظ کہے جا رہی تھی۔

:مانی نے اپنے ہاتھ جوڑ کر اُس سے کہا

دیکھو یہ غصے میں کیے گئے فیصلوں کا وقت نہیں ہے۔ تم ٹھنڈے دماغ سے"

سوچو۔ خدا کے لیے میرا یقین کرو، اس سب میں میرا کوئی قصور نہیں ہے،

سوائے اس کے کہ میں نے تمہارا دیا ہوا شادی کا کارڈ بنا پڑھے اور دیکھے کوڑادان

میں پھینک دیا تھا۔ کیوں کہ میں تم سے سچی اور حقیقی محبت کرنے لگا تھا۔

"کیا کوئی سچا عاشق اپنے محبوب کا نام کسی اور کے ساتھ جڑا دیکھ سکتا ہے؟

:اس نے جواب کے بدلے سوال دہرایا تھا

محبت ؟ارے جانتے بھی ہو یہ پاکیزہ لفظ کب اور کیوں استعمال ہوتا ہے؟"

کیا تمہاری ضد جو تمہیں حاصل ہو گئی ہو اُسے محبت کا نام دیتے ہو؟

تم لوگوں کے ہاں ممکن ہے یہ رواج ہو، مگر ہمارے ہاں ایسا کچھ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔اور تم جیسے دھوکے باز اور فراڈ کے لیے تو ہر گز نہیں۔

رہی بات کارڈ کی تو اس پر کسی اور کا نہیں بلکہ تمہارا نام ہی میرے نام سے جڑا تھا۔ میری ہی غلطی تھی جو میں نے کارڈ دیکھے بنا ہی شادی کے لیے ہامی بھری

ورنہ۔۔۔

"رہنے دو تم سے کیا بحث۔

:اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر پل بھر کی خاموشی کے بعد کہا

محبت نام ہمارے ہاں اس وقت زبان سے نکلتا ہے، جب ہم لوگ مکمل یقین" اور ایمان سے کسی اچھے فعل کو اپنے فائدے یا خواہش کی بنا پر نہیں۔۔۔بلکہ اس یقین اور ارادے کے ساتھ دوسروں سے بانٹیں تاکہ ہمارے ساتھ ساتھ ان کی بھی زندگیاں اندھیروں سے نکلیں اور روشنی کو اپنی طرف آتا محسوس کر سکیں، جو اندھیروں میں راستہ بٹھک گئے ہوں۔ تم جیسے ایمان سے پھرنے والوں کے لیے نہیں۔

82.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(82)(ادھوراپن)

مانی! محبت کا مطلب صرف شادی کر لینا یا اپنی پسند پا لینا بالکل نہیں ہے۔ تم نے کہا تمہیں تو سچی محبت ہوئی ہے؟ اور جانتے ہو یہ محبت قربانیاں مانگتی ہے۔

"کیا خود کو اس محبت کے لیے قربان کر سکتے ہو تم؟

اس نے مانی کو بولنے کا موقع دیے بنا اپنے تحفظات سے اُسے آگاہ کیا۔

ہر گز نہیں۔ اور تم سے بات کرنا فضول ہے، اب کرو تیاری شادی کی۔ میں" بھی دیکھتی ہوں تم اپنی یہ خواہش کیسے پوری کرو گے۔

اب جو بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر میں لگانے جا رہی ہوں تم تو محبت کے نام "سے بھی خوف کھاؤ گے پھر۔

آج سے پہلے کبھی اُس نے آیت کو اس قدر غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ آیت کے لہجے میں انتہا کی سختی تھی۔

اب آیت بالکل خاموش تھی، مگر مانی نے اُسے اس کے بازو سے سختی سے پکڑ رکھا تھا جس کی بدولت وہ اب تک اس کے سامنے موجود تھی۔

:اُس نے آیت کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا

اب بس بھی کرو آیت! اگر تم یقین نہیں بھی کرو گی، پھر بھی مجھے تم سے ہوئی" پاکیزہ محبت کی قسم میں خود تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہیں تمہاری منزل تک پہنچاؤں گا۔

کیا ہو گا ایک جان ہی تو لگے گی اس کام کو انجام دینے میں۔ تو میری جان تمہارے لیے حاضر ہے۔

مگر آیت! تمہارا دامن میں خوشیوں سے بھر دوں گا، یہ وعدہ کیا تھا میں نے اور مجھے ابھی بھی اپنا کیا وعدہ یاد ہے۔ مت بھولو محبت سے پہلے ہم اچھے دوست تھے "اور عمر بھر رہیں گے۔

اس نے آیت کا ہاتھ پیار سے اپنے ہاتھوں میں دبائے یہ سب کہہ دیا تھا۔

: پھر التجاء کرنے لگا

آیت! اب میں تمہیں سوائے اس بات کے کچھ نہیں کہوں گا"

کہ صرف شادی والے دن کا انتظار کرلو۔اس کے بعد تم مجھے اپنے دائیں بائیں

بھی نہیں پاؤ گی۔

اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑایا اور قہقہہ لگا کر کچھ کہنا

: چاہا، جیسے اُس پر طنز کرنے لگی ہو

ارے، مانی! بہت سُنی ہیں یہ فلمی باتیں۔مجھے کل بھی تم پر یقین نہیں تھا اور آج"

بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کبھی مستقبل میں ہونے والا ہے۔اگر تم اپنے وعدوں

کے پکے ہوتے تو یہ گری ہوئی حرکت سب کچھ جانتے ہوئے بھی جو تم نے کی

ہے کبھی نہ کرتے۔اور اگر تم جیسے نالائق اور جاہل لوگ اسطرح محبت میں اپنی

"جانیں دینے لگ گئے تو محبت کی کیا اوقات رہ جائے گی۔

:مانی نے اک آہ بھر کر آنسو پونچھتے ہوئے کہا

جتنا چاہے مذاق اڑا لو، لیکن تمہیں یقین آجائے گا ایک دن کہ مجھ جیسا کم عقل" اور کم ظرف انسان بھی محبت کر سکتا ہے۔اور اسی محبت کی خاطر وہ سب بھی جو "ایک سچا عاشق کر سکتا ہے۔



83.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(83)(ادھوراپن)

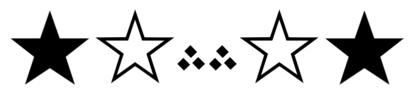
آیت کی وہ ہنسی آج اُسے بے حد پسند آئی تھی۔وہ مانی پر ہنسی تھی، لیکن۔۔۔لیکن اس کی اس ہنسی کے لیے ایک تو کیا ایسی لاکھوں محبتیں قربان۔

اسے ہنستا دیکھ کر مانی کے دل میں کچھ خیال اٹھا تھا۔مانی اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا، پھر وجہ جو بھی ہو اسے اس بات کی پرواہ کیوں کر ہوتی۔

دونوں اپنے اپنے گھر والوں کے سامنے پیش ہوئے تو آیت نے اسے سب کے سامنے اپنا جیون ساتھی تسلیم کر لیا کہ وہ مانی سے شادی کے لیے تیار ہے۔ مگر مانی سب جان چکا تھا اس کے باوجود آیت کا یہ روپ اسے بے حد عجیب لگا تھا۔

بہر حال اب کچھ بھی الگ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اب اسے آیت کا غصہ اور ناراضی کھائے جا رہی تھی۔

آیت کی رضامندی جان کر ان دونوں کے گھر والے بے حد خوش ہوئے، ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور سب کا منہ بھی میٹھا کرایا گیا۔



شام سے پہلے مانی نے کسی بھی طرح سانول سے رابطہ کر کے اسے اپنے گھر پر مدعو کر لیا۔

سانول اگلے ہی روز صبح سویرے اس کے پاس اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہ دونوں بہت زیادہ قریب تو نہیں تھے، مگر پچھلے دو، اڑھائی سالوں سے ایک دوسرے کے اچھے برے کے بہترین ساتھی ضرور تھے۔ جب اُس نے سانول کو اپنے پاس دیکھا تو اس میں جینے کی ایک نئی اُمید جاگ اٹھی۔

وہ دونوں بچھڑے یاروں کی طرح بغل گیر ہو گئے اور ایک دوسرے سے حال احوال دریافت کرنے لگے۔

:سانول نے اسلام آباد پہنچ کر سب سے پہلے اسے کاموں سے چھٹی دی اور کہا

اب تمہارا بھائی آگیا ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، " لہذا تم اب شادی ہونے تک صرف آرام کرو گے۔

"تمہاری شادی کے سارے انتظامات اب میری ذمہ داری ہیں۔

وہ پیار بھرے انداز میں سانول کے معصوم سے چہرے کو دیکھنے لگا۔ جسے دیکھتے ہی اُسے ہمیشہ اپنائیت کا احساس ہوا، لیکن آج سانول اس کی پریشانی کم نہ کر سکا تھا۔

:وہ بغور مانی کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگا

ارے، مانی! کیا کوئی مسئلہ ہے؟ تمہارے چہرے کے تاثرات کچھ عجیب سے " "لگ رہے ہیں۔ کیا وجہ؟ مجھے بھی نہیں بتاؤ گے؟

سانول کے بے حد اصرار پر اس نے اُسے ساری کہانی تفصیل سے بتادی اور اس :سے کہا

"یہ سب راز ہی رہنا چاہیے۔"

:سانول کے چہرے پر بھی کچھ خزاں سی چھا گئی۔اس نے اداس لہجے میں پوچھا

یار! آخر وجہ کیا ہو سکتی ہے ؟جو آیت نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا اور کس کو کانو کان"

"خبر تک نہ ہونے دی ؟کیا ابھی میں اس سے مل سکتا ہوں ؟

:اس نے جواباً کہا

اس سب کی وجہ بس ایک شخص ہے اور وہ ہے ساحر۔"



84.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(84)(ادھوراپن)

جس سے آیت محبت کرتی تھی اور اب بھی کرتی ہے، مگر اس کے بابا ان دونوں کی محبت اور شادی کے خلاف تھے۔

مجھے تو قسم سے پاکستان آکر معلوم پڑا کہ میری شادی آیت سے ہو رہی ہے، وہ بھی کل ہوٹل میں جب میری اُس سے ملاقات ہوئی۔ اور نہ جانے مجھے کب اور کیوں آیت سے محبت ہو گئی، لیکن میں نے اُس محبت کو کل تک راز ہی رکھا تھا۔

اب وہ ان سب ہوئے فیصلوں کا قصور وار مجھے ٹھہرا رہی ہے۔

تم اس سے مل لینا اور اپنی تسلی کر لینا پلیز۔ میں نے تو آیت کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا ہے، پھر چاہے کچھ بھی ہو جائے، اُسے اُس کی منزل تک ضرور پہنچاؤں گا۔"

مانی کے لہجے میں خوف تھا، اس نے مزید کہا:

"سانول! تم بس کسی بھی طرح ساحر کو یہاں لانے کا انتظام کرو۔ اور آیت سے آج مل کر صرف اتنا کہہ دینا کہ وہ شادی تک اپنا منہ بند رکھے، ہم مل کر ان دونوں۔۔۔ یعنی (ساحر اور آیت) کی چپکے سے شادی کرا دیں گے۔"

سانول نے غصے سے اسے دیکھا اور کہنے لگا:

مانی! ٹھیک ہے، اُس نے ساحر سے محبت کی ہو گی لیکن تم اپنی محبت یوں قربان" کیوں کرو گے؟ وہ بھی میرے ہوتے ہوئے۔

"میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا، پھر چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

اس نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔

:مانی اپنی جگہ سے اٹھا، پھر یک دم کہنے لگا

خدارا! مجھے میری پہلی اور آخری محبت کا بھرم رکھنے دینا۔ میں تمہارے سامنے" ہاتھ جوڑتا ہوں۔ ٹھیک ہے، میں نے اس سے محبت کرنے کا گناہ کر لیا ہے، مگر "میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اپنی جان سے بڑھ کر کسی اور کو چاہتی ہے۔

:سانول نے اُسے گھور کر کہا

اچھا۔۔۔اچھا، یار! اب رونا مت اور پریشان بھی مت ہو۔ کسی بھی کام یا وجہ کا" حل پریشانی نہیں ہے، بلکہ صبر اور تحمل سے کام لینا چاہیے۔اب مجھے ہی دیکھ لو کیسے اپنے دوستوں اور اپنی محبت کے بغیر اتنی خوشی خوشی جی رہا ہوں۔

کسی سے جدا ہونا یا کسی کو خود سے الگ کر لینا آسان نہیں ہوتا، لوگ سمجھتے ہیں ہم بے حس ہو گئے ہیں لیکن کچھ بہتر کرنے کے لیے پیچھے مڑنا پڑتا ہے، راستے جدا

کرنے پڑتے ہیں۔اس حقیقت میں تلخی چھپی ہوئی ضرور ہے، مگر کامیابی کے لیے حقیقت پسند بننا پڑتا ہے۔

بس میرے یار! بہتری کی امید رکھو سب اوپر والے پہ چھوڑ دو۔ دیکھنا آسانیاں "خود تمہارے پاس چل کر آئیں گی۔

ابھی وہ دونوں یہی باتیں کر رہے تھے کہ وہاں آیت آن پہنچی۔

اس نے مانی کو اکیلے ملنے کا اشارہ کیا اور ایک کونے میں جا کر کھڑی ہو گئی۔

:اس نے سانول سے اجازت طلب کی اور آیت سے ملنے جا پہنچا

ہاں، آیت! بولو کیا بات کرنی تھی؟اور رات میں یوں اکیلے کیوں یہاں آئی" ہو؟

"اگر کسی نے دیکھ لیا تو نہ جانے کیا ہنگامہ آرائی ہو گی۔

وہ سانول کی وجہ سے ہوٹل میں ہی رک گیا تھا، جہاں آیت کے گھر والے بھی دو دن سے رکے ہوئے تھے۔

85.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(85)(ادھوراپن)

آیت نے یوں منہ پھیر لیا جسے وہ مانی کی شکل بھی نہ دیکھنا چاہتی ہو، پھر تکبرانہ انداز میں کہنے لگی:

دیکھو، مانی! میرے پاس ان فضول باتوں کے لیے بالکل وقت نہیں ہے، اور" باقی یہ کہ کہنے سننے کو اب کچھ باقی نہیں ہے۔ تم مجھے پہلے ہی دھوکا دے چکے ہو "اور اب مجھے تم سے کسی بہتری کی امید بھی نہیں ہے۔

وہ ایک بھی پل مانی کی تذلیل کیے بنا رہ ہی نہیں سکتی تھی یا اب رہنا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے اس موقع کو بھی ضائع نہ کیا تھا، وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی:

بس اتنا بتانا تھا کہ ہم صبح سوات اپنے گھر جا رہے ہیں، تو تمہیں یاد دلا دوں کہ "
اگلے چار پانچ دنوں میں ہم واپس آ جائیں گے اور بابا نے کہا ہے کہ شادی یہیں
اسلام آباد میں ہی ہو گی۔ بس تم اپنا کیا وعدہ یاد رکھنا، اور تم جانتے ہو میں بابا کو
"کسی نئ مصیبت میں بالکل نہیں ڈالنا چاہتی۔

اس کے لہجے میں انا، غرور اور بدلے کی آگ بھڑک رہی تھی۔

:مانی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

مگر۔۔۔ مگر دیکھو، آیت! میں پہلے ہی تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے تمہارے اور "
میرے رشتے کے متعلق پاکستان آکر تم سے ملنے کے بعد معلوم ہوا تھا۔
یہ تلخ حقیقت ہے کہ میں تم سے سچی محبت کرنے لگا تھا، مگر تمہیں بتانے سے
خوف کھاتا تھا۔

آیت! تمہاری قسم اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تمہاری شادی مجھ سے طے ہوئی ہے، تو
میں کبھی پاکستان ہی نہ آتا۔۔۔ لیکن مجھے کچھ بھی نہیں بتایا گیا تھا۔

پلیز! تم پریشان مت ہونا۔ میں نے ساحر کو لانے کا انتظام کر لیا ہے اور اپنا وعدہ
"ضرور نبھاؤں گا۔ تم بے فکر ہو کر اپنی ساحر سے شادی کی تیاریاں کرو۔

:مانی نے ایک پل کی خاموشی کے بعد بات بدلتے ہوئے پوچھا

"اگر چاہو تو تمہیں سانول سے ملا وادوں؟"

جو سن کر آیت کے چہرے پر تھوڑی خوشی سی چھائی، لیکن اس نے اپنا ہاتھ چھڑا

:کر کہا

"ابھی کسی سے ملنے کا میرا دل نہیں کر رہا اور ویسے بھی میں سانول کا سامنا نہیں

"کر پاؤں گی۔

پھر آیت وہاں سے چلی گئی۔

مانی ہال میں کھڑا بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا۔

اس نے جو غلطی بھی نہیں کی اس کی سزا کا یوں حق دار کیسے ٹھہرا؟

اگلے ہی لمحے اسے آیت کی ایک بات یاد آئی۔۔۔

"(یہ محبت اتنی آسان نہیں ہوتی۔ ہر کوئی اسے سنبھال سکتا ہے نہ نبھا سکتا ہے۔

اور یہ جسے چن لے اس کا جینا مرنا محبت کے حکم کے تابع ہو جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ

"(انسان کی قسمت میں بھی وہ ہوتا ہے جو محبت چاہتی ہے۔

آج مانی بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکا تھا۔تب ہی اس نے اپنے شانوں پر ایک ہاتھ کا بوجھ محسوس کیا۔اور جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو سانول اس کے قریب موجود تھا۔

وہ مانی کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا:

"دوست ! سچی محبت کبھی مرتی نہیں،اور اگر آیت واقعی میں تمہاری سچی محبت ہے تو وہ خود تمہارے پاس تمہاری ہونے کے لیے چل کر آئے گی۔اور اگر تمہاری نہ بھی ہو سکی تو بھی اسے اپنی غلطیوں کا احساس ایک نا ایک دن ضرور ہو گا۔

86.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(86)(ادھوراپن)

مانی! ویسے بھی سچی محبتوں کے راہی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں، منزلوں کی پرواہ کیے بغیر۔ تم بھی پیچھے دیکھے بنا اپنا سفر جاری رکھو تو ضرور کامیاب ہو گے،ان شاءاللہ۔"

اس نے اپنی گردن مایوسی میں جھٹکی،اور کہنے لگا:

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو تم، لیکن میں اپنی محبت کو اپنے دل کے کسی کونے میں دفنادوں گا۔ مگر کسی کی امانت کو کبھی بھی اپنے عشق کے شجر سے پیوستہ نہیں ہونے دوں گا۔ پھر چاہے ساری زندگی ہی کیوں نہ محبت کی شاخوں اور خوشبو سے محروم رہوں۔"

سانول نے پوری توجہ سے اس کی بات سنی اور حیران کن انداز میں بولا:

"کیا۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو تم؟ ہوش میں تو ہو؟ تم اتنی بڑی بڑی باتیں کیوں سوچ چکے ہو؟

تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے میری جان! یہ سب قسمت کے کھیل ہیں، تم کبھی مایوس مت ہونا۔ بس بھول جاؤ کہ تم نے کبھی محبت کی تھی۔

"میری طرح بس خود کا بہلاوادے لیا کرو جب کبھی درد حد سے گزر جائیں۔

وہ اسے سمجھاتے ہوئے مزید کہنے لگا:

مانی! سچ کہوں تو تم کبھی دل چھوٹا مت کرنا۔ تمہاری محبت بہت گہری اور پاکیزہ" ہے۔ بس اصل میں اس محبت کی حق دار آیت نہیں ہے بلکہ حق دار تو کوئی محلوں کی شہزادی ہے۔

جو کہیں میرے شہزادے بھائی کے انتظار میں ہو گی۔ اور وہ شہزادی میرے بھائی کو ضرور ملے گی۔ اب اداس بالکل مت ہونا اور ہو سکے تو اپنے فیصلے پر اٹل رہنا۔

میں کل ہی ساحر سے رابطہ کروں گا۔

مانی! تم محبت میں ایسی تاریخ رقم کر دو، تاکہ محبت بھی سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ "کسی سے پالا پڑا ہے محبت کا۔

ارے، سانول! میری کیا اوقات محبت کے سامنے؟"

میں تو بس دل لگی کرنے والا ناکام عاشق ہوں۔ اور میں تم سے معافی چاہتا ہوں "یونہی اپنے دکھ لیے بیٹھ گیا تھا۔

وہ کافی رنجیدہ ہوا تھا۔

سانول نے اسے سینے سے لگالیا اور کہا:

"ارے، یار! ایسی کوئی بات نہیں۔ تم تو بچوں کی طرح رونے لگے ہو۔ ابھی تو تمہیں اس محبت سے اپنے عشق کی لڑائی بھی لڑنی ہے۔

اگر تم ابھی سے یوں مایوس ہونے لگے تو آگے کیا ہوگا؟

مانی! چھوٹی چھوٹی باتوں پہ یوں پریشان نہیں ہوتے۔ اکثر انسان کو وہاں سے مڑنا پڑتا ہے جہاں سے مڑنا ممکن نہیں ہوتا اور میرے نزدیک اصل محبت اور زندگی یہی ہے۔"

اپنی عادت سے مجبور اس شخص نے بلا تفریق سانول کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا:

"سانول! ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ میں کوشش کروں گا۔"

اس نے اس کے ساتھ ہی موضوع بدلا تھا:

"اگر تم برا نہ مناؤ تو میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟

ویسے بھی آیت تو اس کہانی کو ادھورا چھوڑ چکی ہے، مگر مجھے اس ادھورے پن کو کیسے بھی مکمل کرنا ہے۔"

87.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(87)(ادھوراپن)

پھر مانی نے ڈائری نکال کر سانول کے سامنے رکھ دی۔ جو ضرورت تو سانول کی تھی، مگر دلچسپی مانی کی۔

سانول نے مسکرا کر کہا:

"تم یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے؟ میری تو جان بھی حاضر ہے تمہارے لیے، پوچھو کیا جاننا ہے؟"

مانی نے کہا:

"شکریہ جناب! اس محبت بھرے لہجے کے لیے۔"

چلو مجھے بتاؤ پھر تم جس ادھورے پن کو مکمل کرنے کی کوشش میں تھے کیا بنا اس کا؟اور تمہاری دوست اور جان دعا کا؟

"وہ اب کہاں ہے اور تمہارے باقی کے احباب؟

مانی !کافی مشکل سوال کر دیا تم نے۔اور جہاں تک میں جانتا ہوں تمہیں آیت" نے کچھ نا کچھ شاید بتایا ہو گا۔

"باقی جو کچھ بھی ہے میں کوشش کروں گا بتادوں۔

:مانی نے اپنے دکھ درد ایک طرف رکھ کر کہا

ہاں،سانول !اس نے بتایا بہت کچھ ،لیکن صرف اسماعیل اور موسیٰ کے" متعلق۔جب میں نے تمہارے اور دعا کے متعلق پوچھنا چاہا تو اس نے بتانے سے "صاف انکار کرتے ہوئے مجھے کہا تھا۔

"(دعا کے متعلق میں تم سے ہی پوچھوں تو اچھا ہے۔)

"چل ٹھیک ہے،مانی ! میں ہی کچھ بتائے دیتا ہوں۔"

:سانول نے یہ الفاظ کہے پھر مانی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے گلا کھنکار کر کہنے لگا

میں،اسماعیل اور موسیٰ بہت اچھے دوست تھے۔"

اور پھر دوستی کا رشتہ کیسا ہوتا ہے تم بھی جانتے ہو؟

مگر زندگی جتنی بھی حسین گزر رہی ہو انت ہمیشہ لاحاصل ہی ہوتا ہے، اور زندگی حسین بھی ہو اور قربانی نہ مانگے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

میں نے زندگی کی بھیڑ میں کھوئے اور پچھڑے ہوؤں کو دوبارہ ملتے نہیں دیکھا۔

اسماعیل تو اپنے خالق حقیقی سے مل چکا ہے، اس کی تو کیا ہی بات تھی۔ اور جب حقیقت نے خود کو تسلیم کرانا ہو تو وہ خود کو ایسے بیان اور رقم کر جاتی ہے، جسے چاہ کر بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

جو الفاظ زبان سے ادا نہ ہو پائیں اکثر وہی لفظ اشک بن جاتے ہیں، ویسے ہی اکثر وہی لوگ بادلوں میں بدل جاتے ہیں جنہیں ہم ہمیشہ ستاروں کی طرح اپنے سامنے روشن دیکھنا چاہتے ہیں، جیسے ہمارا اسماعیل۔

دنیا کی کسی بھی چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی کیونکہ ہر چیز کبھی نا کبھی کسی نا کسی طرح مل ہی جاتی ہے۔ صرف

انسان ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا اور اگر ایک بار کھو جائے تو دوبارہ کبھی نہیں ملتا۔"

سانول اپنے آنسو پونچھ کر طویل خاموشی کے بعد پھر سے بولا: "یار، مانی! ایسے ہی کچھ حادثات جو اچانک ہو جاتے، جن کے چلتے انسان درد سہتے سہتے صرف ہنسنا ہی نہیں بلکہ رونا بھی بھول جاتا ہے۔



88.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(88)(ادھوراپن)

"جانتے ہو اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

پھر اس نے خود ہی جواباً کہا:

اس کی وجہ زندگی میں کچھ ایسی تبدیلیاں ہیں جن کے ہونے سے ایک اچھی" خاصی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔" کہہ کر وہ ماضی دہرانے لگا۔

میرے جگری یار موسیٰ کی غلطی یہ تھی کہ اُس نے ایک معصوم لڑکی کا سہارا بننے کی قسم کھائی تھی۔

موسیٰ ایک اونچے خاندان کا بیٹا تھا۔ مگر اس نے کبھی خود کو اتنا معزز بتانے یا بننے کی کوشش نہ کی۔

موسیٰ کے لیے کچھ بھی ممکن تھا، مگر وہ صرف زندگی گزارتا رہا۔

مانی! گزرنے کو دن تو کیا مہینے اور سالوں بھی گزر جاتے ہیں، مگر یاد صرف اتنا" رہتا ہے کہ ان دنوں، مہینوں اور سالوں میں ہمارے ساتھ کیا کچھ بیت گیا۔ اور کس نے ہمارا ساتھ دیا اور کون صرف بے وقوف بناتا رہا۔ اکثر انسان جان کر بے وقوف بن جاتا ہے، تاکہ وہ رشتوں کی حقیقت کی مناسبت سے زندگی گزارے "اور رشتوں کو اچھے طریقے سے انجام دے سکے۔۔۔

: یہاں یک دم اس نے سانول کو ٹوکتے ہوئے کہا

باتیں تو تمہاری بالکل درست ہیں، لیکن میں بے چین تمہاری اور دعا کی داستان" سننے کے لیے ہوں۔

"تم دونوں کی محبت کے متعلق کچھ تو بتاؤ؟

:اس نے کہا

"مانی! اگر ایک کپ چائے کا مل جاتا تو کیا ہی بات تھی۔"

:اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے کہا

کیوں نہیں ضرور اور اب ویسے بھی رات کافی ہو چکی ہے اور ٹھنڈ بھی۔"

"کیوں نا ہم اندر ہی چل کر آگے کی کہانی پر نظر ثانی کر لیں؟

:اس پر سانول نے کہا

بالکل نہیں، ہم اندر نہیں جا رہے۔ ابھی بس تم چائے لے آؤ، مہربانی ہو گی"

"تمہاری۔

:بے چین سی کیفیت میں مانی نے کہا

چلو ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی۔" اور پھر کچھ ہی دیر میں چائے لے کر"

حاضر ہو گیا۔

:سانول نے چائے کا مگ لیا اور ایک دو گھونٹ چائے پینے کے بعد بولا

مانی! غور طلب بات ہے غور سے سننا۔"

"آج سے کوئی دو سال قبل اس کا کالج میں پہلا دن تھا۔

میری تو ہمیشہ سے ایک انوکھی عادت ہے کہ مجھے محبت بھی انوکھے لوگوں سے ہوتی ہے۔تب مجھے اسلام آباد میں داخلہ لیے چند دن ہوئے تھے۔

میں کلاس لینے کے بعد کالج کے وسیع میدان کے کونے میں اکیلا ایک درخت کے نیچے بیٹھا اپنا کچھ ادھورا کام مکمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا، کہ کچھ لفنگوں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں۔

ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ لفنگے کسی لڑکی کے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہوں۔میں اپنی جگہ سے اٹھا اور آواز کی سمت چلنے لگا تھا۔

پھر کیا دیکھتا ہوں_ایک نئ طالبہ جو دیکھنے میں پری معلوم ہو رہی تھی۔

دراز قد، ہرنی جیسی بڑی بڑی گول اور جھیل سی نیلی گہری آنکھیں، گھنی پلکیں یوں تھیں جیسے کمان سے نکلے تیر ہوں۔۔۔اور چہرہ حجاب سے ڈھکا ہوا۔

میری نظر اس پر رک گئی تھی اور دل وجان اس پہ فدا کرنے کو جی چاہنے لگا تھا۔

89.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(89)(ادھوراپن)

میں نے اپنے حواس اسے پہلی نظر دیکھتے ہی کھودیے تھے۔اس کی معصومیت اور خوبصورتی کا ایک نقش میرے دل ودماغ میں آویزاں ہو گیا تھا۔

میں نے بمشکل خود کو سنبھالا،اور جب اس کے پاس پہنچا تو اس کی جھیل سی نیلی آنکھیں نم دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ مدد کی طلبگار ہے۔

مجھے بے حد افسوس ہوا تھا۔میں کوئی بھی وجہ معلوم کیے بغیر ہی ان لفنگوں پر چڑھ دوڑا،انھیں خوب پیٹا اور وہاں سے دفع ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہاں کچھ تماشائی بھی موجود تھے جو خود کو ہیرو تصور کرتے ہیں، مگر بازوں میں چوڑیاں پہنی ہوئی ہوتی ہیں ان سب نے۔کچھ میرے نزدیک آئے اور پوچھنے لگے تھے:

سانول! آخر یہ کیا معاجرہ ہے کہ تم نے ایک انجان لڑکی کے لیے اپنے "

"دوستوں کو ہی پیٹ دیا؟

: میں نے جواباً سخت لہجے میں کہا تھا

جو لوگ کسی لڑکی کی عزت نہیں کر سکتے وہ دوست کہلانے کے لائق بھی نہیں "

رہتے۔اور لڑکیوں کی عزت کرنا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ لڑکی جان

"پہچان والی ہے یا نہیں۔

: پھر میں نے اس لڑکی سے کہا تھا

محترمہ! آپ آئیں میرے ساتھ میں آپ کو آپ کی منزل تک چھوڑ دیتا "

"ہوں۔

وہ مجھے خوف زدہ نگاہوں سے بغور دیکھنے لگی تھی۔ مگر مجھے اس بات پر تشویش ہو رہی تھی کہ اب تک اس نے کچھ بولا کیوں نہیں؟ وہ بالکل خاموش کھڑی مجھے ہی دیکھنے لگی تھی۔ کچھ پل میں نے بھی انتظار کیا کہ شاید وہ کچھ بول دے۔ مگر اس نے میرا بالکل بھی انتظار نہ کیا اور اشارتاً میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی کلاس کی جانب چل دی تھی۔

دکھی آتما بنے میں ہمیشہ کی طرح اپنا پن خالی لیے اُسے جاتا دیکھتا رہا۔

اب کالج کا وقت ختم ہو گیا تھا اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے کی تیاری میں تھے۔ مگر ایک وہ پریشان سی وہیں کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

جب میں نے اسے پریشان دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا، میں اس کے قریب پہنچا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اُس سے پوچھا تھا: "محترمہ! اگر آپ کو برا نہ لگے تو

آپ میرے ساتھ

آسکتی ہیں۔

"میں آپ کو کہیں چھوڑ سکتا ہوں؟

مگر بے سود۔۔۔ وہ بالکل ساکن سی کھڑی رہی، اس نے کوئی حرکت کی اور نہ کچھ بولی۔ بس معصوم سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔

اس کی نگاہوں میں خوف تھا اس لیے مجھے ہی بولنا پڑا تھا۔

میں نے احتراماً کہا:

90.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(90)(ادھوراپن)

"ارے، محترمہ! آپ گھبرائیں بلکل نہیں۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ خدا گواہ ہے میری آپ کو نقصان پہنچانے کی کوئی نیت نہیں ہے۔ اور میں عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، ان لفنگوں کی طرح تو بالکل نہیں ہوں۔"

تھوڑی مشکل سے ہی سہی، مگر وہ میرے ساتھ آنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ مگر مجال ہے پورے راستے میں اس کی زبان سے ایک بھی لفظ نکلا ہو۔

مجھے تو اب شک ہونے لگا تھا کہ کہیں وہ گھونگی تو نہیں ہے؟

مگر پھر خود ہی خیال آیا کہ بھلا اتنی خوبصورت لڑکی اور بول نہ پاتی ہو؟ وہم ہے میرا۔ لیکن چلو آج نہ سہی کل تو بات کر ہی لے گی۔

اسی دوران اس نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا اور ایک چھوٹا سا کارڈ سیٹ پر چھوڑتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی جس پر صرف

'Thank you so much!'

لکھا ہوا تھا۔

میں نے وہ کارڈ اٹھایا اور نشانی کے طور پر اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں کافی دیر اس کے ہاسٹل (جو کے بالکل سامنے تھا) کے باہر کھڑا اُسے دیکھتا رہا، پھر اچانک ایک لڑکی باہر آئی تھی۔

اس نے اسے گلے لگا لیا اور اشاروں میں وہ دونوں کچھ باتیں کرنے لگی تھیں۔ اور پھر اس نے میری گاڑی کی طرف بھی اشارہ کیا تھا۔

میں بالکل سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے؟

دوسری لڑکی بھی ہمارے کالج کی ہی لگ رہی تھی، تب میں نے ارادہ کر لیا کہ کل اس سے معلوم کر لیں گے کہ یہ سب چل کیا رہا تھا۔

★☆...☆★

سانول اچانک بالکل خاموش ہو گیا۔

: کچھ پل کی خاموشی کے بعد اس نے مانی کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پوچھا

مانی! چائے بھی ختم ہو گئی اور کیا تمہاری بیٹری بھی؟ ابھی ساڑھے گیارہ بجے ہیں "

" تو تم خاموش کیوں ہو؟

نہیں، سانول! ایسی کوئی بات نہیں، وہ دراصل مجھے تمہاری داستان کے بیچ "

بولنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔ اس لیے چپ رہنے میں ہی بہتری سمجھی۔

" اور ہاں، اگر کہتے ہو تو اور چائے لاؤں تمہارے لیے؟

اس نے رسماً پوچھا تھا۔

" نہیں، مانی! اور نہیں چاہیے۔ "

اچھا، سانول! کیا تم اس ملاقات سے پہلے بھی اس کو جانتے تھے؟ یا پھر کالج کی "

" اس ملاقات کے بعد جان پہچان ہوئی؟

نہیں، بلکہ ہم دونوں مری میں ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے تب سے میں "

اسے جانتا تھا۔

کالج میں ابھی تک میں اسے پہچان نہیں پایا تھا، مگر اس کا معلوم نہیں۔

" کیونکہ وہ اونچے خاندان کی گھمنڈی سی لڑکی تھی یا شاید دل کی بہت اچھی بھی۔

اب وہ اشک بار تھا اور کہا:

"مانی۔۔۔!"

پھر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

مانی اپنی جگہ سے اٹھ کر سانول کے قریب ہوا تو معلوم پڑا صاحب رو رہے ہیں۔

افسوس کرتے ہوئے مانی نے پوچھا:

"ارے، سانول! ابھی تو تم بالکل ٹھیک تھے، پھر اچانک تمہیں کیا ہو گیا؟"

یہ سن کر سانول نے نم پلکیں اوپر اٹھائیں اور پیار سے اسے دیکھ کر بولا:

91.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(91)(ادھوراپن)

کچھ نہیں، مانی! بس مجھے تمہاری فکر ہے۔ نہ جانے آیت کیا گل کھلائے گی؟"

اسے میں جانتا ہوں وہ اپنی ضد اور خواہش پوری کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ اور اب تو وہ بے فکر بھی ہے۔ نہ اس کے آگے کوئی اور نہ ہی پیچھے سوائے ساحر کے۔

تمہیں اس مصیبت میں میں نے پہنچایا ہے۔ نہ میں تمہیں آیت سے ملنے کے لیے کہتا، نہ تم دونوں ملتے اور نہ ہی تمہیں اس سے محبت ہوتی۔ مگر افسوس!

"!میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف ہوئی، مگر افسوس۔۔۔

:اس نے سانول کی بات کاٹتے ہوئے یک دم کہا

سانول! ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم خود کو قصور وار کیوں ٹھہرا رہے ہو؟"

مانا کے میں نے آیت سے محبت کی ہے، لیکن ہمارا رشتہ میری محبت کی وجہ سے طے نہیں ہوا بلکہ وہ تو ماما بابا کے رشتہ دار ہیں۔ مطلب آیت میری خالہ زاد ہے

"اس لیے ماما نے اُسے میرے لیے پسند کیا ہے۔

پھر اس نے سانول کو گلے لگا لیا۔

:اپنی بات پر اٹل سانول نے کہا

غلطی تو پھر بھی میری ہے۔ میں نے جو تمہاری حالت کل سے دیکھی ہے کبھی"
سوچا بھی نہیں تھا کہ تم بھی کسی کے لیے اس قدر تڑپو گے۔
کاش! میں نے اپنی ادھوری کہانی مکمل کرنے کے لیے تم دونوں کو نہ ملوایا ہوتا، تو
آج تم مجبور نہ ہوتے۔ آیت کے انکار کی وجہ سے تم یوں اداس نہ ہوتے۔ مجھے
"معاف کر دے۔

پھر سانول نے اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیے۔ وہ معافی مانگنے لگا تھا۔

:مانی کے لہجے میں کچھ تلخی بھر آئی، اس نے کہا

یار! بس کر دے، اب ایک دوں گا کان کے نیچے تمہارے۔"

کیا اداسی اور بے بسی پہ صرف تم اکیلے کا حق ہے؟ کیا میرے سینے میں دل کی جگہ
پھتر ہے جو کبھی محبت نہیں کر سکتا؟ یا کسی کے لیے تڑپنا مجھ پر حرام ہے؟ کیونکہ
"میں لندن میں پیدا ہوا تھا؟

:اس نے خود ہی جواباً کہا

بالکل نہیں، اور تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ یہ سب قسمت کے کھیل ہیں"
!میری جان

چل آنسو صاف کر اپنے۔اب میں کوئی بات نہیں سنوں گا اپنے جگری یار سانول کے متعلق۔تم بدل گئے ہو گے لیکن تمہارے اندر کا سانول کبھی نہیں بدل سکتا۔"

مانی کو اس کی بے حال حالت دیکھ کر بے حد دکھ ہوا جو بہکی بہکی باتیں کرنے لگا تھا۔

"اچھا، سانول! مجھے بتانا آگے۔تم کہہ رہے تھے تم نے اس کے ساتھ ایک اور لڑکی کو دیکھ لیا تھا۔

"تو کیا اگلے دن اس لڑکی سے بھی ملاقات ہوئی یا نہیں؟

سانول جو ستاروں سے باتیں کرنے کا عادی تھا،مانی کی بات سن کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔

اگلے دن میں روٹین کے مطابق کالج پہنچا تھا، مگر سوائے اس کے سب کالج میں موجود تھے۔

92.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(92)(ادھوراپن)

جب میں نے ہر طرف دیکھ لیا تو مجھے اس کا کوئی سراغ نہ ملا تھا۔
میں اس کے انتظار میں کالج کے گیٹ کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ کافی دیر گزرنے کے بعد بھی اس کا دور دور تک کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔
اب میں خود سے مایوس ہو گیا اور چہرے پر اداسی لیے اندر کی طرف چل دیا کہ اچانک میری نظر اس کے ساتھ والی لڑکی پر پڑی تھی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور پکارنے لگا:
ارے بات سنیں، ارے، محترمہ! رکیے میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔'' مگر'' اس نے میری کوئی بات نہ سنی، تو میں تیز قدموں چلتے چلتے اس کے آگے جا کر اس کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔

:اس کی عمر قریب ۲۵ برس تھی۔ میں نے اس کا راستہ روک کر پوچھا تھا

"محترمہ! میں آپ سے مخاطب ہوں۔ کیا آپ دعا کی دوست ہیں؟"

:اس نے غصے سے مڑ کر مجھے دیکھ کر کہا

ہاں، میں ہوں۔ مگر تم کون ہو اور دعا کو کیسے جانتے ہو؟ اور اس کا نام؟"

اسے تو اس کے قریبی بھی اتنا نہیں جانتے۔

"تمہیں ایک دن میں سب کیسے معلوم ہو گیا؟

:وہ حسین کم، مگر خوش فہم زیادہ تھی۔ پھر سے کہنے لگی تھی

شاید! کل تم نے ہی اسے لفٹ دی تھی، مگر اب احتیاط کرو اسی میں تمہارے"

:لیے بہتری ہے۔" وہ زبان کی بھی تیز تھی، بولی

"نہیں تو میں۔۔۔"

:میں اس کی بات کاٹتے ہوئے میں چلایا تھا

بس۔۔۔ میں تمہیں عزت دے رہا ہوں اور تم ہو کے میرے سر پر ہی سوار"

ہونے لگی ہو۔ حد ہے یہ تو۔

ویسے کر کیا لو گی تم؟ اور مجھے دھمکی دینے والی ہوتی کون ہو تم؟

میں نے تمہیں تھوڑا بھاؤ کیا دے دیا۔ تم تو کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنے لگی ہو۔ مجھے ویسے بھی تمہارے منہ نہیں لگنا وہ بس دعا کی پوچھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ کل کسی بات سے سہمی ہوئی تھی اور مجھے اس کی فکر ہو رہی ہے۔"

یہ سن کر وہ جو کچھ دیر قبل ہواؤں میں تھی پل میں زمین پر آ گئی، اور مجھے دیکھتے ہوئے کہا:

"اچھا، یار! میں معافی چاہتی ہوں اب رکو تو سہی، مجھے کچھ بولنے کا موقع دو۔"

ہم دونوں کچھ دیر کے لیے بالکل خاموش ہو گئے اور پھر اس نے پوچھا:

اچھا! یہ بتاؤ تم اس کا نام کیسے جانتے ہو؟ اور اس کی اتنی پرواہ کیوں ہے تمہیں؟"

میں نے پل بھر میں اوپر دیکھ کر کہا تھا:

ہاں، مجھے فکر ہے اس کی کیوں کہ میں اس سے شدت کی محبت کرنے لگا ہوں۔"

یہ سن کر اس کی آنکھیں باہر آ گئیں۔

وہ حیران کن انداز میں بولی:

یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابھی تو کہہ دیا لیکن دوبارہ ایسا غلطی سے بھی نہ دہرانا۔

اس نے مجھے خبردار کیا تھا۔

:میں نے اس کے طرز بیاں پر قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے پوچھا تھا

"مگر کیوں؟اس میں غلط کیا ہے؟"



93.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(93)(ادھوراپن)

:اس نے غصیلی نظروں سے مجھے گھورا تھا

"تم پاگل ہو کیا؟"

:پوچھ کر مجھے کینٹین آنے کا کہا تھا

"آؤ میرے ساتھ ہم بیٹھ کر تسلی سے بات کر لیتے ہیں۔"

میں نے ہامی بھری اور اس کے پیچھے ہو لیا۔

:اس نے مجھے اپنے سامنے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔اور بیٹھتے ہی کہنے لگی تھی

سب سے پہلے تو میں تمہیں اپنا تعارف کرا دیتی ہوں۔"

"میرا نام ثانیہ ہے اور میں دعا کی ماموں زاد کزن اور اچھی دوست ہوں۔

:اپنے تعارف کے ساتھ میرے کچھ پوچھے بنا وہ دعا کے متعلق بتانے لگی تھی

اس کے کچھ خواب ہیں۔۔۔جیسا کہ وہ ڈاکٹر بننا چاہتی ہے۔اس لیے مری کو"

خیر آباد کہہ کر وہ لوگ کچھ سال قبل اسلام آباد اپنے نئے گھر میں منتقل ہوئے

تھے۔وہ اپنی پڑھائی کو لے کر بہت سنجیدہ ہے۔اس لیے کبھی کبھار میرے ساتھ

"ہاسٹل میں ہی رک جاتی ہے۔

:مجھے بولنے کا موقع ملتے ہی میں نے کہا تھا

محترمہ! مجھے یہ جاننے میں دلچسپی بالکل نہیں ہے کہ آپ کون ہیں؟اور دعا سے"

آپ کا کیا اور کیسا تعلق ہے۔

آپ مہربانی کریں، اور مجھے بتائیں دعا کالج کیوں نہیں آئی؟ اور آپ کیا کہنا چاہ
"رہی تھیں کہ اس سے محبت کرنا پاگل پن ہے وغیرہ، آخر کیوں؟

:ثانیہ نے میری طرف دیکھ کر احتراماً کہا

ارے! آپ تو بڑے لوگ ہیں۔ میری کیا اوقات جو آپ مجھے جاننے میں"
"دلچسپی لیں گے۔

:اس کی بات میں وزن تھا۔ پھر اس نے دعا کے کالج نہ آنے کی ایک وجہ بتائی تھی
کل اس کا اس کالج میں پہلا دن تھا اور کچھ لڑکوں نے اس کے ساتھ بدتمیزی"
کی۔ وہ لوگوں کے اس برتاؤ سے خوف کھا گئی ہے۔ میں نے دعا کو سمجھانے کی
بہت کوشش کی ہے، مگر وہ کسی کی کوئی بات ماننے کے بالکل حق میں نہیں ہے۔
بس ایک ضد پکڑ کر بیٹھی ہے، اور وہ یہ کہ اب وہ کالج چھوڑ دے گی۔
اور اگر ایسا ہو گیا تو وہ کبھی خود سے نظریں نہیں ملا پائے گی۔ اس کے سارے
خواب چکنا چور ہو کر رہ جائیں گے۔ وہ بہت معصوم ہے۔ مگر وہ تمہاری بہت
تعریف کر رہی تھی۔ اب تم چاہو تو اسے روک سکتے ہو مجھے نہیں معلوم کیسے، مگر
"تم پر یقین ہے کہ تم اگر کوشش کرو تو ممکن ہے وہ رک جائے۔

:اس نے مجھ سے ایک امید لگاتے ہوئے مزید کہا تھا

میری باتوں کا برا نہ منانا۔ محبت کرنا گناہ نہیں ہے لیکن ابھی جو حالت دعا کی ہے "
وہ کوئی نیا ہنگامہ نہ کھڑا کر دے۔ میں بس اس لیے تمہیں روکنے کی کوشش کر
"رہی تھی۔

اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ میں نے اس کی بات تسلی سے سنی اور اک آہ
: بھرتے ہوئے کہا

روک تو میں لوں، مگر جسم سے نکلتی روح کو روک پانا جیسے ناممکن ہے، بالکل "
"ویسے ضدی شخص کو منانا بھی۔ جیسے دعا اور اس کی ضد، توبہ ہے۔

:ثانیہ حیران کن انداز میں بولی

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ اور نام کیا بتایا تم نے؟"

: میں طویل خاموشی کے بعد بولا

لوگ تو سانول کے نام سے جانتے ہیں، محترمہ! اب اگر آپ بھی مناسب "
سمجھیں تو مجھے سانول پکار سکتی ہیں۔
"باقی مرضی آپ کی ہے۔

یہ کہہ کر میں خاموشی سے بیٹھ کر آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگا تھا اور اپنی گھڑی کو بھی۔

94.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(94)(ادھوراپن)

اس نے گھور کر مجھے دیکھا تھا، پھر قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کہنے لگی:

"معاف کرنا۔ میں نے لگتا ہے تمہارا قیمتی وقت ضائع کر دیا۔ لیکن ابھی لیکچر میں پندرہ منٹ ہیں۔ ہم باآسانی کلاس میں پہنچ جائیں گے۔ ابھی آٹھ چالیس ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے ثانیہ کو دیکھا جو تھرڈ ائیر تیسری مرتبہ

دہرا رہی تھی۔ جبکہ میں اور دعا نے ابھی سیکنڈ ائیر جوائن کیا تھا۔

ویسے نام اچھا ہے تمہارا سانول۔ اور لگتا ہے کافی الجھے الجھے "
رہتے ہو اپنی زندگی کے بیچ کہیں۔

"محبت میں ناکامی وغیرہ یا کوئی قصہ تو نہیں ہوا تھا؟

محترمہ نے جسے بات بدلنے میں 'پی۔ ایچ۔ ڈی' کر رکھی تھی۔

یک دم کہیں کی بات کہیں لے جاتیں، ویسا ہی اس وقت بھی کیا تھا انھوں نے۔

: میں پہلی دفعہ اپنا غصہ قابو کرتے ہوئے طنزیہ طور پر بولا

ارے نہیں، محترمہ! محبت ہم جیسے فقیروں کی قسمت میں "
کہاں؟

محبت تو ناز نخرے اور ادائیں طلب کرتی ہے، اور محبت کے نخرے اٹھانے کی اوقات ہماری نہیں ہے۔

اوپر سے آپ نے پہلی ملاقات میں ہی محبت پر صاف پابندی لگادی۔

"جو مجھے دعا کو پہلی نظر ہی دیکھ کر ہو گئی تھی۔

:وہ میرے انداز پر ہنس دی

سانول میاں! میرا مطلب یہ بالکل نہیں تھا اور آپ بھی کسی"

شہزادے سے کم نہیں ہیں۔ اچھا، بات لمبی ہو جائے گی رہنے دیجیے

"آپ۔

:ایک پل کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا

"وہ آپ کچھ روح جسم سے نکل جانے کی بات کر رہے تھے؟"

:پھر شرمیلے انداز میں بولی

دراصل میں سادہ مزاج انسان ہوں تو پہلیاں وغیرہ میری سمجھ میں نہیں"

"آتیں۔ میں بمشکل آسان الفاظ میں بات سمجھ پاتی ہوں۔

میں اس کی ڈھٹائی پر ہنسنے لگا تھا۔ پھر خود ہی ثانیہ سے معذرت

:کرتے ہوئے کہا تھا

اوہ ہو، محترمہ! میں صرف اتنا کہہ رہا تھا۔ کل جب دعا سے ملا تو میں نے اس"

سے بہت کچھ پوچھنے کی کوشش کی، اور جو چند سوالات کر سکا ان کا بھی اس نے

کوئی جواب نہ دیا۔اب میں جو بھی پوچھ لوں دعا سے وہ تو جواب ہی نہیں دیتی میری کسی بھی بات کا۔

"تو پھر میں کیسے جان پاؤں اسے کہ اس کے دل میں کیا ہے؟

ثانیہ نے ابھی چائے کا مگ اٹھایا ہی تھا کہ واپس چھوڑتے ہوئے سرد لہجے میں بولی تھی:

"ارے، سانول! تم واقعی اس صدی کے انسان ہو؟"

میں نے جواباً مذاح میں کہا تھا:

اگر میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں تو اس کا اور کوئی مطلب تو نہیں ہو سکتا۔ باقی" "مرضی ہر انسان کی اپنی ہوتی ہے۔اور آپ بھی آزاد ہیں جو چاہیں سوچ لیں۔

ثانیہ نے اپنا سر پکڑ لیا تھا، پھر کہا تھا:

واقعی، میرا شک ٹھیک تھا۔ تم اگر سچ میں اس دور کے ہوتے تو کل دعا سے مل" "کر ہی اس کی زندگی کے متعلق جان گئے ہوتے۔

میں کافی حیران ہوا تھا اور پوچھنے لگا:

آپ کے کہنے کا مطلب کیا ہے؟ میں کیا جان گیا ہوتا؟"

اس نے تو مجھے کچھ بتایا ہی نہیں، وہ تو میرے سامنے ضدی

"گھونگی بنی رہی۔

: میں اپنی بات مکمل کر کے اپنی گھڑی کا جائزہ لیتے ہوئے پھر سے بولا تھا

ہو چکے am محترمہ! وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ گیا لیکچر اب 9:30"

"ہیں۔



95.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(95)(ادھوراپن)

میں جلدی جلدی میں اٹھا اور اور اپنی کتابیں سمیٹنے لگا، کہ اچانک ثانیہ نے مجھ سے میری کتابیں چھیننے کی کوشش کی تا کہ میں مزید رک سکوں۔

اسی ہبڑ ڈبڑ میں میرے ہاتھ سے کتابیں نیچے گر کر بکھر گئیں۔ جو دیکھ کر وہ یک دم سہم گئی تھی۔ وہ معذرت کرتے ہوئے نیچے سے کتابیں سمیٹنے لگی تھی کہ اس کی نظر سے ایک شعر گزرا۔ جو کچھ یوں تھا۔

حاف۔۔ظہ اچ۔۔ھات۔۔ھامراح۔۔بت سے پہلے

افسوس اے عشق ! اب خدا بھی یاد نہیں۔

از :- باسط

وہ شعر پڑھ کر مجھے دیکھنے لگی اور دیکھ کر پوچھا تھا:

سانول ! یہ کیا ہے ؟"

ابھی تو تم کہہ رہے تھے تم محبت وغیرہ کچھ نہیں جانتے، اور یہاں تو عشق و محبت

"سے تمہاری جنگ چل رہی ہے۔

محترمہ ! بس شوق۔ یہ میں نے کل ہی لکھا ہے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ۔"

"اس وقت جب میں نے مدتوں بعد دعا کو دیکھا تھا۔

ارے واہ، سانول ! تم چھوٹے موٹے عاشق بالکل نہیں ہو۔ میں تو سب کچھ "

. تمہارے لہجے اور انداز بیاں سے جان چکی تھی

"کیا واقعی پہلی نظر کی محبت بھی اتنی شدید ہو سکتی ہے سانول؟

یہ پوچھ کر وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی، جیسے نہ جانے میں نے کوئی جرم کر دیا ہو پھر

سے۔

: میں نے یک دم جٹکی بجاتے ہوئے ثانیہ کو اپنی طرف متوجہ کیا، پھر کہنے لگا تھا

محترمہ ! حقیقی محبت تو ان دیکھی ہوتی ہے اور یہاں تو پھر بھی میں نے دعا کو "

ایک نظر دیکھ لیا تھا۔

پھر محبوب کے چہرے کو دیکھنے کا تو ہوش ہی نہ رہا، جب میری نگاہوں نے اس کی

سمندر سے گہری اور جھیل سی نیلی آنکھیں

"دیکھ لی تھیں۔

: یہ سن کر ثانیہ ہکی بکی رہ گئی اور میری کتابیں مجھے تھماتے ہوئے کہا تھا

بھائی صاحب ! خدا کے لیے یہ اپنی کتابیں لیں اور جائیں۔ کہیں اس عشق و "

"محبت کے چکر میں آپ کو کوئی سولی پہ نہ لٹکا دے۔

اس کی باتوں سے مجھے لگنے لگا تھا کہ وہ مجھے خبردار کر رہی ہو شاید، لیکن میں نے زیادہ سوچنا مناسب نہ سمجھ کر اسے خوب پکایا تھا۔

میں قہقہے لگا کر ہنسنے لگا تھا اور ساتھ یہ بھی کہا تھا:

"جب عشق میں فرض ہے محبوب کی عبادت، تو کیا فرق پڑتا ہے جان سولی پہ لٹکا کے نکالی جائے یا پھر نظروں کے تیر سینے سے آر پار ہونے سے سانسیں رک جائیں۔

"محبت میں سکون تو روح نکلنے کے بعد ہی ملتا ہے تو اب موت کا خوف کیسے؟

ثانیہ نے میرے خاموش ہونے پر اپنے دونوں ہاتھ میرے سامنے جوڑ دیے اور کہنے لگی تھی:

"میری التجاء ہے تم سے کہ یہاں سے چلے جاؤ یا مجھے کہو میں ہی چلی جاتی ہوں۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(96)(ادھوراپن)

:میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا، پھر اس سے کہا تھا

.محترمہ! ابھی تو آپ کی بات ادھوری ہے"

"آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ مجھے کرنا کیا ہے؟ دعا کو کیسے روک پاؤں گا؟

ثانیہ نے مجھے خاموش کرانے کے لیے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھی، اور گہری

:سانس لے کر اچانک سے کہنے لگی

تم کل کالج کے بعد ہاسٹل آجانا۔ دعا کل شام کو وہاں آئے گی۔ وہ دور کی مسافر"

ہے مگر یہیں تھک ہار چکی ہے۔

اور میری التجاء مان جاؤ، اور خدا کے لیے اب عشق و محبت کی کوئی بات مت کرنا

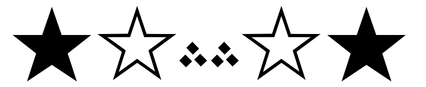
"اور دعا سے تو ہرگز نہیں۔

میں نے ہامی بھری اور پھر اچانک میری زبان سے یہ شعر جاری ہو گیا۔

التجائیں نہ کر اے دل یہ محبت کا روگ ہے"

"تڑپنا چھوڑ دے یا پھر دھڑکنا بھول جا۔

از:- باسط



مانی! خدا گواہ ہے ابھی مجھے دعا سے ملے ایک ہی دن ہوا تھا۔اور میں ہر کسی کی"
بات کا جواب شاعر کی زبان میں دینے لگا تھا۔اور میرے پاس ابھی الفاظ تھے ہی
"نہیں۔

وہ اب تک جو کافی دیر سے بالکل خاموش بیٹھا سانول کی داستان سُن رہا تھا،اس کو
:مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا

میرے یار! اپنی جگہ ثانیہ بھی بالکل ٹھیک تھی۔تم نے جن لفظوں میں محبت کو"
بیان کیا ہے وہ سن کر اچھے سے اچھا آدمی بھی سکتہ میں جا سکتا ہے،اور اشعار تو
"کمال ہیں۔

:مانی نے اپنے خیالات کے اظہار کے بعد پھر سے پوچھا

میں سمجھ نہیں پا رہا کہ جس شخص کی ہر وقت کتابوں سے جنگ جاری رہتی"
"تھی،اب پڑھنے لکھنے سے اچانک اتنی محبت کی وجہ کیا تھی؟

"مانی! اس محبت کی وجہ بھی محبت ہی ہے۔"

:مانی بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا اور کہا

کمال کرتے ہو۔"

کیا مجھے نہیں بتاؤ گے کہ ایسا کیا ہوا جو تم محبت، محبت تو کر رہے ہو؟ کیا بتاؤ گے کہ کیوں تم یہ کہانی لکھنا چاہتے ہو؟ اور اس سب کے لیے تم نے مجھے بھی ساتھ شامل کر لیا۔

اب مجھ سے نہیں رہا جاتا۔ تم مجھے آگے کے بارے میں بتاؤ کیا لکھنا چاہتے ہو؟

"اپنے (ادھورے پن) کو مکمل کرنے کے لیے؟

:ان سب سوالات کے جواب میں اس نے صرف اتنا کہا

اگر زندگی نے وفا کی تو تم میرے ساتھ ساتھ ادھورے پن کو بھی جان لو گے۔" میں تمہیں بتاؤں گا اور تمہاری بھی مہربانی جو تم نے میری مدد کی اس ادھورے پن "کو مکمل کرانے میں۔

:مانی کچھ حیران ہوا اور پوچھنے لگا

"سانول! کیا مطلب؟ ابھی یہ کہانی مکمل نہیں ہوئی؟"

"ابھی نہیں، لیکن میں تمہیں بتاؤں گا اپنے ادھورے پن کے متعلق ضرور۔"

اچھا تو بتاؤ پھر، سانول! اس دن کالج میں ثانیہ تمہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی یا پچھ "

"مزید بتایا تھا دعا کے متعلق؟



97.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(97)(ادھوراپن)

:سانول نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب دیکھا، پھر کہنے لگا

رات کے بارہ بج چکے ہیں۔"

کیا اسلام آباد میں کوئی چائے ڈھابہ ہے؟

"مجھے وہاں جانا ہے ابھی۔ آگے کی کہانی وہیں بتاؤں گا۔

ارے، سانول! تمہیں اگر چائے پینی ہے تو کسی ڈھابے کی ہی کیوں؟ ہم کسی "

"اچھے سے کیفے بھی جا سکتے ہیں۔

اپنے مزاج کے مطابق اس نے سانول کی طرف حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

:سانول مسکراتے ہوئے بولا

ہم غریب اور فقیر لوگوں کو کیفے وغیرہ جانا ہضم نہیں ہوتا۔ اور ویسے بھی کل "

سے اس ہوٹل میں رہتے ہوئے میری سانسیں گھٹن کا شکار ہیں۔ انہیں عادت

نہیں کسی ایک جگہ میں قید رہنے کی۔ مجھے سانسوں کو ان کے انداز میں ہی آزاد

"فضاؤں میں سمجھانا پڑے گا۔

مانی نے کچھ بھی کہے بنا گاڑی کی چابی ڈرائیور سے لی، تو سانول نے اسے روکتے

:ہوئے پوچھا

ارے نہیں، مانی! گاڑی سے نہیں۔ کیا ہم کسی رکشہ یا ٹانگہ وغیرہ سے جا سکتے "

"ہیں؟

:یہ سن کر وہ سانول کو دیکھنے لگا اور کہا

لگتا ہے میرے عاشق مزاج بھائی کی عاشقی نئے سرے سے حاوی ہونے لگی "

"ہے۔ چلو جیسے تمہاری مرضی، تم نے کونسا روز روز یہ فرمائشیں کرنی ہیں۔

دونوں پیدل ہی ہوٹل سے چلتے چلتے بس اسٹینڈ تک پہنچے۔ جہاں کبھی کبھار قسمت سے ٹانگہ یا رکشہ میسر ہوتا ہے۔

بہر حال وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے۔۔۔ یعنی ٹانگہ پر بیٹھ کر چائے ڈھابے پر پہنچ گئے۔

ڈھابے پر پہنچ کر سانول کا چہراہ کھلا کھلا لگ رہا تھا۔

:اس نے دو کپ چائے بول کر مانی سے کہا

"ہاں، مانی! اب پوچھو جو پوچھنا ہے؟"

یہ سن ک مانی کو خوشی سی محسوس ہوئی۔ اس نے پہلے تو چائے پینا بہتر سمجھا، پھر اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس نے ڈھابے جیسی چائے میں جتنا سکون محسوس کیا، زندگی بھر بڑے سے بڑے کیفیے اور اپنے ریسٹورنٹ میں بھی ایسی چائے کبھی نہ پی تھی۔

:خوش نما انداز میں اس نے سانول سے کہا

"شکریہ یار! اس چائے اور یہاں آنے کے اس فیصلے کے لیے۔"

:وہ پھر سے کہانی کی طرف لوٹا

ثانیہ نے تمہیں کیا وجہ بتائی تھی دعا کے کالج چھوڑ جانے کی؟اور تمہاری"

"شاعری کے بعد وہ تمہارے ساتھ رکی تھی یا نہیں؟

:سانول نے پہلے ایک سگریٹ سلگا کر دو تین کش لگائے، پھر مانی سے کہنے لگا

پریشان مت ہونا یہ میں کبھی کبھار ہی کرتا ہوں جب میں آزادی محسوس کرتا"

ہوں۔

"اگر چاہو تو تم بھی چیک کر سکتے ہو؟

وہ مانی کو سگریٹ آفر کر رہا تھا۔

جب اس نے سانول کو اتنا پر جوش اور پر امید دیکھا تو اس سے بھی رہا نہ گیا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(98)(ادھوراپن)

مانی نے اس سے سگریٹ لے کر ڈرتے ہوئے ایک، دو کش لگائے اور واقعی میں اُسے بھی کچھ الگ سا محسوس ہوا، جیسے وہ اپنے اندر کے درد کو کسی سے بانٹ کر آدھا کر رہا ہو۔

کچھ دیر رسماً گفتگو کے بعد سانول پھر سے ماضی دہرانے لگا۔

★☆...☆★

ثانیہ سے میں نے معذرت کر لی تھی اور اُسے دعا کے متعلق بتانے کے لیے منا لیا تھا۔

:ثانیہ پوچھنے لگی تھی

کیا تم سچ میں یہ نہیں جانتے کہ وہ بول نہیں سکتی؟"

"اسے۔ وہ گونگی ضرور ہے، مگر ضدی مت بولو

یہ کہہ کراس کی آنکھوں سے اشکوں کے موتی بکھرنے لگے تھے۔میں نے جب

:ثانیہ کوروتادیکھاتوجواب کی بجائے اس سے پوچھا تھا

"اگراجازت ہوتوکچھ کہوں؟"

"ہاں،سانول!ضرور۔"

اور پھر ثانیہ میری طرف متوجہ ہوگئ تھی۔

دراصل مانی!یہ بات ہے ۲۰۱۷ء کی جب دعااس کالج میں آئی تھی۔جو قریب"

۱۹ برس کی تھی اور میں ۲۰ کا۔

"اس کاآنامیرے لیے خوشی کا باعث تھا۔یہ قریب دوسال پہلے کی بات ہے۔

:میں نے بلاوجہ ثانیہ سے معذرت کرکے کہا تھا

"اب یہ غلطی نہیں دہراؤں گا۔"

ثانیہ بالکل خاموش میراچہرہ دیکھنے لگی تھی،جیسے میرے کسی سوال کے انتظار میں

ہو۔

:اس وقت میں نے اپنا پسینہ پونچھتے ہوئے پوچھا تھا

"ثانیہ ! کیا واقعی، دعا بول نہیں سکتی؟ کیا وجہ ہے اور وہ کب سے ایسی ہے؟"

:اس نے درد بھری آواز میں کہا تھا

سانول ! وہ بچپن سے ہی نہیں بول سکتی۔ جب وہ چار سال کی تھی تو ایک "

حادثے کی بدولت اس کے بولنے کی قوت چھن گئی تھی۔

دعا کے گھر والوں نے بڑی کوشش کی تھی، مگر اس وقت اس کا کوئی علاج نہیں

ہو سکا تھا۔ مگر کچھ عرصہ پہلے ڈاکٹرز نے دعا کے مکمل صحت یاب ہونے کا یقین

دلایا ہے، مگر دعا نے یہ کہہ کر اپنا علاج کروانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

میں اپنے رب کے کسی کام سے نہ خوش نہیں ہوں۔ اگر میرے رب نے مجھے '

بولنے کی قوت عطاء کر کے چھین لی تھی تو اسی میں میرے لیے بہتری ہو گی۔ اور

'ہاں، جب بھی مجھے ضرورت محسوس ہو گی میں علاج ضرور کروالوں گی۔

! دعا یہاں اپنا ایک خواب پورا کرنے آئی تھی سانول

"لیکن جانوروں کی ہوس نے اس سے یہ حق بھی چھین لیا۔

یہ کہہ کر ثانیہ کینٹین سے باہر نکل گئ تھی۔

میں اس کے پیچھے پیچھے باہر آیا اور اُسے یقین دلایا تھا کہ اب سے دعا کی چوکیداری میری ذمہ داری ہے۔ میں کل آؤں گا اور ہم دونوں اسے روکنے کی پوری کوشش کریں گے۔ تم پریشان مت ہونا۔

ثانیہ نے میرا دل سے شکریہ ادا کیا اور پھر کینٹین سے روانہ ہو گئی تھی۔

میں اگلے روز شام جب ہاسٹل پہنچا تو دعا ہاسٹل سے باہر نکل رہی تھی۔ جب میں نے دعا کو اپنے سامنے پایا تو سکھ کی سانس لی۔

میں نے جب اپنی پھولی ہوئی سانسوں پر کنٹرول پایا تو اُس سے بات کرنے کی غرض سے آگے بڑھا تھا۔

اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو اس کے چہرے پر جو خوشی کی جھلک اس وقت میں نے دیکھی، اس پر میرا دل فدا ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس روز دعا نقاب میں نہیں تھی۔

بھلے ہی میں اپنا دل تو پہلے ہی کھو چکا تھا۔

99.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(99)(ادھوراپن)

مگر تب مجھے میری محبت کا، میری زندگی کی وجہ بننے والی دعا کا دیدار برسوں کے بعد پھر سے نصیب ہو گیا تھا۔ میں اس سے بات کرنے اور اس کی اشاروں میں کرنے والی باتوں کو دیکھنے کے لیے بے چین ہونے لگا تھا۔ اگلے ہی لمحے میں اس کے بالکل سامنے پہنچ چکا تھا۔

:رسماً علیک سلیک کے بعد تھوڑی خاموشی، پھر سید ھا مدعے پر آگیا اور کہا تھا

"دیکھیے، محترمہ! میں اتنا حق تو نہیں رکھتا کہ آپ سے آپ کی ذاتی زندگی کے متعلق کچھ بھی پوچھوں یا آپ کو آپ کے کیے فیصلے پر کچھ کہوں۔ مجھے معاف کرنا، مگر آپ ایسے کیسے اپنا خواب ادھورا چھوڑ کر جا سکتی ہیں؟"

میری بات مکمل ہونے تک ثانیہ بھی وہاں پہنچ چکی تھی۔اب دعا کی باتیں سمجھنا
شاید میرے لیے آسان لگ رہا تھا۔

پہلے پہر تو اس نے مجھ ناچیز کی کوئی بھی بات سننے سے صاف انکار کر دیا تھا اور اپنی
ضد پر اڑ گئی تھی۔ مگر ثانیہ کے کہنے پر وہ تیار ہو گئی اور اشارتاً کہنے لگی تھی:

"میں تو گھر سے اس یقین اور ارادے سے نکلی تھی کہ ممکن ہے دنیا میں کہیں
انسانیت باقی ہو، اور ہو سکتا ہے میں اپنا ڈاکٹر بننے کا جو خواب دیکھتی رہی وہ پورا کر
سکوں۔ مگر افسوس! یہ صرف میرا خواب ہی رہا، حقیقت تو بالکل مختلف ہے۔"

اس کی اشاروں میں کی ہوئی باتیں میں کچھ سمجھنے کے بعد بولا تھا:

"دیکھو، دعا! تمہارے ساتھ جو بھی ہوا وہ غلط تھا اور یہ میں بھی تسلیم کرتا ہوں،
مگر اس طرح ہمت ہار جانا بے وقوفی ہے۔ ایسا نہیں کرتے بلکہ حالات کا ڈٹ کر
مقابلہ کرو۔

اور اپنے دشمن کو اس طرح سے شکست دو کہ وہ اپنی شکست کو اپنی جیت نہیں،
شکست ہی سمجھے۔ اور جو تم کرنے جا رہی ہو اس طرح دشمن تو یقینی جیت سمجھنے
لگے گا اور اپنے عزائم میں کامیاب بھی ہو گا۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب تم۔۔۔اوہ، معافی چاہتا ہوں۔

آپ پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ایک دفعہ اعتبار کر سکتی ہیں۔

میں کبھی مایوس نہیں ہونے دوں گا۔دیکھیں نا، محترمہ! میں اپنے ہاتھ جوڑتا

"ہوں خدا کے لیے رُک جائیں۔

میں نے اُسے بہت محنت کے بعد سمجھالیا تھا جو کچھ حد تک راضی لگ رہی تھی۔

اب دعا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں اور اس نے یک دم میرے ہاتھ پکڑ

:لیے، پھر اپنے انداز میں کہنے لگی تھی

"میں اعتبار تو کر لوں گی، مگر صرف اس بار۔اس کے بعد نہیں۔"

دعا نے جو کچھ اشارتاً کہا، اُسے اپنے الفاظ میں ثانیہ نے دہرا دیا تھا۔

:خوشی کے ساتھ ساتھ میں نے یہ کہتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا تھا

میں یہ بات مان جانے پر احسان مند رہوں گا آپ کا اور ہمیشہ کوشش کروں گا"

"اپنا وعدہ یاد رکھوں۔

دعا نے خوشی کا اظہار کیا اور مجھے چائے پی کر جانے کا اشارہ کیا۔جو مسکرا کر میں

نے بنا تکلف قبول کر لیا تھا۔

100.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(100)(ادھوراپن)

نہ جانے کیوں زندگی میں پہلی مرتبہ ایسا محسوس ہوا تھا کہ میرا سب کچھ آج"
سے دُعا ہی ہے۔
اور میں ہمیشہ، ہر پل اور زندگی کے ہر قدم پر اُس کے ساتھ گزرے وقت کا
"احسان مند رہوں گا۔
:یہ کہہ کر اس نے مانی کو متوجہ کرتے ہوئے مزید کہا
بس مجھے دعا سے سچی محبت ہو گئی تھی، اور میرا ایک رشتہ جسے احساس کہتے ہیں"
"وہ استوار ہو گیا تھا اس سے۔

ارے، سانول! رشتے تو خون کے ہوتے ہیں تو یہ کون سا نیا رشتہ نبھانے کی"

"سوچ رہے تھے تم؟

مانی نے اپنی عادت کے عین مطابق موقع پر وار کرتے ہوئے ٹانگ اڑانا چاہی تھی۔

:سانول نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

دیکھو، منان! رشتے خون کے ساتھ ساتھ احساس کے ہونا بھی لازم ہیں۔"

اگر احساس ختم ہو جائے تو خون کے رشتے بھی بکھر جاتے ہیں۔ احساس ہو تو غیر بھی اپنے ہوتے ہیں، مگر احساس اگر نہ رہے تو اپنے بھی اجنبی لگتے ہیں۔

انسان کی زندگی میں رشتے درختوں کی مانند ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہمیں احساس نہیں ہو پاتا اور ہم اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی خاطر انہیں کاٹتے چلے

"جاتے ہیں، اور آخر کار ایک سائے سے خود کو محروم کر لیتے ہیں۔

:مانی یہ سب مذاق میں لے گیا تھا، پھر گویا ہوا

"اچھائی کرو گے تو اکیلے ہی رہ جاؤ گے۔۔۔۔"

:مانی نے سو باتوں کی ایک بات کی تھی، پھر مزید کہنے لگا

سانول! تو بہتر ہے کچھ کیے بغیر اکیلا رہا جائے۔"

مجھے بتاؤ تمہاری دعا نے اُس کے بعد کالج کا رخ کیا تھا یا اپنی ضد پر اڑی رہی؟ تم

"نے اظہار محبت کیا یا بس دل ہی دل میں اسے اپنا تسلیم کر لیا تھا؟

:سانول دھیرے سے مسکرا کر کہنے لگا

مانی! اظہار محبت اتنا آسان ہوتا تو آج کوئی بھی سچا عاشق اکیلا نہ ہوتا۔اس محبت"

میں برسوں ایڑیاں رگڑنی پڑتی ہیں، پتھر سا کلیجہ چاہیے ہوتا ہے عاشقی نبھانے

"کے لیے۔

:مانی نے کہا

"یہ فلسفے چھوڑ، اب مجھے یہ بتا دے حقیقت کیا ہے؟ مجھے اتنا آزما کیوں رہا ہے؟"

:اُس نے بھیگی پلکوں سے مانی کو دیکھتے ہوئے کہا

میں سب بتاؤں گا تمہیں، تم ضرور مکمل کرنا اس ادھوری کہانی کو۔ مگر اب جو"

بات ہوگی تمہاری شادی کے بعد، چند دن باقی ہیں۔اب خود بھی سکون کر اور

مجھے بھی شادی کے مزے لینے دے۔

"ٹھیک ہے؟

"اچھا، سانول! ٹھیک ہے۔ ایسا ہی سہی، میں انتظار کرتا ہوں کچھ دن۔"

پھر دونوں دوست ہوٹل کی جانب چل دیے۔

دونوں کمرے میں پہنچ کر سونے کی تیاری کر رہے تھے، تو اس نے سانول سے ایک سوال پوچھنے کی اجازت طلب کی، پھر اجازت ملنے پر پوچھنے لگا:

سانول! تمہیں اب بھی ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ میری شادی ہو گی؟"

میں جس منزل کا مسافر ہوں اس کی مسافت مجھے بہت دور پہنچا دے گی۔ جہاں سے واپسی کا سفر انتہائی کٹھن معلوم ہوتا ہے۔

پہلے تو تھوڑی امید باقی تھی کہ ہو سکتا ہے آیت سب کچھ بھول کر شادی کے لیے تیار ہو جائے، مگر اب شادی سے انکار کی ذمہ داری مجھ پر ہے میں سمجھ نہیں پا رہا۔"

اس نے پھر سے مانی کو جھوٹی تسلی دیتے ہوئے کہا:

دیکھ، مانی! سب بہتر ہو گا اور دل چھوٹا نہیں کرتے۔"

"آیت ضرور مان جائے گی، اگر اوپر والے کو منظور ہوا تو۔

101.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(101)(ادھوراپن)

اچھا، سانول! آج سے اس ادھورے پن کو تم اکیلے ہی آگے لے کر چلو گے، "
مجھ میں اور ہمت نہیں ہے۔ تم نے جتنا کہا تھا میں نے کوشش کی، مگر اب مجھ
"سے کچھ نہیں ہو پائے گا۔
سانول مسکرا دیا اور کہنے لگا:
"ٹھیک ہے میں تیار ہوں، مگر ابھی تم سو جاؤ۔"



آخر کار آج وہ دن بھی آ ہی گیا۔ آج مانی کی شادی اور اس کی زندگی کی بربادی کا
دن تھا۔ بقول مانی کے۔

چونکہ آیت نے کسی قسم کی رضامندی ظاہر نہ کی تھی۔ وہ ساحر سے ہی شادی کرنا چاہتی تھی۔

وہ کیا ہے کہ کچھ لوگ محض درد کا ذائقہ چکھنے کو پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ محبت کا تو جیسے صدیوں کا جھگڑا ہو اُن سے، جو دل کے تو صاف مگر قسمت کے کالے ہوتے ہیں۔

آج مانی کی محبت کا امتحان بس کچھ ہی وقت میں شروع ہونے والا تھا۔ سانول بس اُسے تسلی دیتا رہا اور وہ مسکراتے ہوئے اس پر بھروسہ کرتا رہا۔

نکاح پڑھانے آئے مولانا صاحب نے درخواست کی کہ :

"دلہن کو بلوایا جائے نکاح کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہاں پر موجود ہر دوسرا شخص خوش تھا سوائے مانی کے۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ کیا کچھ ہونے والا ہے۔

اسٹیج پر موجود مانی کے والدین اور ترکی سے آئی ہوئیں اس کی آپی، سب بہت خوش تھے۔

کچھ ہی دیر بعد اچانک سانول کی نظر تھوڑی دور موجود ساحر پر پڑی اور ساتھ ہی مانی پر بھی۔مانی اس وقت کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

مولانا صاحب نے پھر سے دلہن کو لانے کی درخواست کی، مگراس بار آیت نے اپنی دوست کے ذریعے انکار کا پیغام بھیجا۔

یہ سن کر آیت کے بابا کافی برہم ہوئے اور غصے سے لال پیلے ہو گئے. انہوں نے اجازت طلب کی اور آیت کو لینے جانے لگے۔ تبھی انکا ہاتھ پکڑ کر مانی نے روک دیا اور کہا:

"انکل! میں معافی چاہتا ہوں، مگر آیت سے شادی کا حق دار میں نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس سے وہ محبت کرتی ہے،اور اپنی زندگی اسی کے نام کر چکی ہے۔"

پھر مانی نے سامنے موجود ستائیس سالا ساحر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"وہ رہا اس شادی کا اصل حق دار۔"

ساحر کو دیکھتے ہی آیت کے بابا آگ بگولا ہو گئے۔وہ مانی کا گریبان پکڑ کر چلا اٹھے:

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی جو تم نے میری بیٹی کا نام اس منحوس سے جوڑنے کی بات کی؟اوقات کیا ہے اُس سڑک چھاپ کی؟"

انکل !آپ پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔آیت کی بھی یہی مرضی "

"ہے، مگر وہ ڈرتی تھی آپ کو بتاتے ہوئے۔

سانول نے جب شاہد صاحب کو غصے میں دیکھا تو وہ اسٹیج کی جانب لپکا،لوگوں کے کندھے پھلانگتا ہوا۔



102.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(102)(ادھوراپن)

مگر جب تک وہ اسٹیج پر پہنچتا آیت کے بابا نے مانی کو پیچھے دھکیل دیا،اور وہ اسٹیج سے نیچے گر پڑا۔ جبکہ وہ کسی کی پرواہ کیے بنا غصے میں ساحر پر چڑھ دوڑے۔

سانول اسٹیج کے پیچھے مانی کی طرف دوڑ پڑا۔ جہاں اب لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو چکا تھا۔

جب وہ وہاں پہنچا تو مانی بے ہوش پڑا تھا۔ کیونکہ اسٹیج کے ساتھ اس جگہ پر کانچ کی بوتلیں رکھی تھیں تو ایک کانچ ٹوٹ کر مانی کی گردن میں اندر تک دھنس چکا تھا۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا۔

سانول چلاتے اٹھا :

"ارے۔۔۔ارے ! کوئی تو ایمبولنس بلوا دے۔"

پھر آیت کے بابا سے شکوہ کرتے ہوئے مزید چلایا :

" پڑ گئی ٹھنڈ آپ کے سینے میں ؟ لے لی نا جان میرے یار کی ؟ قصور کیا تھا اس معصوم کا ؟

وہ تو آپ کی عزت اور محبت کا بھرم رکھنے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا۔۔۔تا کہ آپ کی بیٹی اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزار سکے، مگر آپ کیا سمجھو گے محبت کے معنی۔ آپ تو صرف حکم کر سکتے ہیں اور اگر انا کی تسکین حاصل نہ ہو پائے تو لوگوں کی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔"

پل بھر کی خاموشی کے ساتھ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے رنجیدگی سے مزید کہا:

"ارے! محبت کرتا تھا وہ آپ کی بیٹی سے، لیکن آپ کی بیٹی پہلے ہی دن سے ناخوش تھی۔ مگر آپ کی عزت۔۔۔ صرف آپ کی عزت کے لیے مانی نے اسے خاموش رہنے کو کہا اور خود قربانی کے لیے تیار ہو گیا، لیکن کیا کہوں۔ آپ جیسوں کو تو اللہ پوچھے۔" کہہ کر وہ مانی کو لیے ہسپتال روانہ ہو گیا۔

جلد بازی میں اسے مانی کے گھر میں مچے کہرام کا اندازہ نہ ہو سکا تھا۔

ہسپتال پہنچتے ہی مانی کو ڈاکٹرز نے 'آئی۔سی۔یو' میں منتقل کر دیا اور جلدی سے آپریشن کا فیصلہ کیا۔

سانول وارڈ کے باہر پریشانی کے عالم میں نظریں آسمان کی طرف اٹھائے اپنے رب سے اس کی صحت یابی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

اچانک ایک نرس اس کے پاس آکر پوچھنے لگی:

"محترم! اندر جو مریض ہے اس کے ساتھ آپ ہیں کیا؟"

"جی۔۔۔جی، مم۔۔۔میں ہوں۔"

آپ بتائیں کیسی حالت ہے اب میرے بھائی کی؟" پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

:نرس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

محترم! مشکل تو ہے لیکن سچ تو بتانا ہے مجھے۔اور بری خبر یہ ہے کہ آپ کا بھائی" کوما میں ہے۔ ہم اس کی حالت کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔آپ حوصلہ "رکھیں اور اپنے بھائی کے لیے دعاء کریں۔

:پھر اس نے ایک پرچی سانول کے ہاتھ میں تھما کر کہا

بلڈ گروپ چاہیے ہو گا۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی (O+) جلدی سے" ہے آپریشن کے دوران۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(103)(ادھوراپن)

تین بجے کے بعد خون کا ملنا کچھ مشکل ہو گا،اس لیے جلدی سے یہ پرچی کاؤنٹر پر جمع کروادیں۔"

سانول نے ہامی بھری اور کاؤنٹر کی جانب دوڑ لگادی۔

ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ وہ ایک نرس سے ٹکرا گیا۔نرس کے ساتھ ایک آٹھ،نو سالا بچہ بھی تھا جس کا کچھ سامان بھی اس سے گر کر بکھر گیا۔سانول جلدی میں نیچے سے اس کا سامان سمیٹنے لگا اور اُس سے معذرت بھی کرلی۔

جب وہ اوپر اٹھا اور اس کی نظریں نرس کے چہرے کی جانب اٹھیں،تو وہ چکراتے ہوئے چند قدم پیچھے دیوار پر جا گرا،اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

ایسا محسوس ہوا جیسے سانول کے قدموں تلے سے زمین ہی نکل گئی ہو۔اُس نے خود کو کچھ حد تک سنبھالنے کی کوشش کی،لیکن اداسی نگاہوں میں لیے اسی نرس کو دیکھتے دیکھتے منزل کی جانب چل دیا۔

سانول کا سارا دھیان اسی نرس پر تھا۔

جب وہ بلڈ بینک پہنچا تو اس کے ہاتھ سے پرچی غائب تھی۔

سانول پیچھے مڑا تو اُس نرس کے ساتھ جو بچہ کچھ پل پہلے تھا، وہ اب اُس کے پیچھے موجود تھا۔

:بچے نے سانول کا ہاتھ تھامتے ہوئے سرد لہجے میں کہا

انکل !میری پھپھو نے مجھے کہا کہ جب تک وہ واپس نہیں آ جائیں میں آپ کے "ساتھ رہوں۔

معصوم بچے کی معصومیت نے سانول کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔اُس نے مسکرا کر بچے کو دیکھا اور پھر اُسے اپنے ساتھ لیے

آئی۔سی۔یو' کی جانب بڑھنے لگا۔وہ 'آئی۔سی۔یو' کے باہر موجود ڈاکٹر سے' :مخاطب ہوا

محترم !اگر برا نہ لگے تو مجھے پرچی دوبارہ بنا دیں، وہ پرچی غلطی سے کہیں کھو گئی" "ہے۔

:ڈاکٹر نے سانول کو بغور دیکھا اور مسکرا کر کہا

"بیٹا !وہ پرچی کھوئی نہیں ہے بلکہ بالکل درست جگہ پر پہنچ گئی ہے۔"

ڈاکٹر کا اشارہ اُسی نرس کی جانب تھا جو کچھ دیر قبل سانول سے ٹکرائی تھی۔

سانول نے جب اس کی جانب غور کیا تو وہ اپنا خون عطیہ کر رہی تھی، اور اس کی زبان پر رب کا ذکر واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بے زبان اپنے رب سے ہم کلام ہو۔

سانول بچے کو لے کر سامنے موجود بینچ پر بیٹھ گیا اور پھر خوش مزاجی سے بچے سے ہمکلام ہوا:

"بیٹا! آپ کا نام کیا ہے؟"

بچے نے اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیں:

104.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(104)(ادھوراپن)

میرا نام حمزہ ہے۔اور میں اسکول سے واپسی پر کبھی کبھار اپنی پھپھو کے پاس"

" آجاتا ہوں، پھر شام میں ہم دونوں ساتھ گھر چلے جاتے ہیں۔

:سانول نے کہا

اچھا جی،اور بہت پیارا نام ہے آپ کا۔"

"ویسے آپ کا نام رکھا کس نے ہے؟

"،جی انکل! Thank you

"میرا نام میری ماما نے رکھا تھا۔

وہ معصوم یہ کہہ کر اپنی نظریں جھکائے بیٹھ گیا۔

کچھ پل کی خاموشی کے بعد اس نے سانول کی طرف دیکھا اور اس سے سوال

:کرنے لگا

"انکل آپ کا کیا نام ہے؟"

:وہ بینچ سے اٹھا اور دو زانوں زمین پر بیٹھ کر حمزہ کو جواباً کہنے لگا

"ہاں، تو میرا نام سانول ہے۔اور میرا نام میری امی محترمہ نے رکھا تھا۔"

:حمزہ نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھلائے کہا

انکل ! میری پھپھو کہتی ہیں جو اپنے ہوتے ہیں ان کا نام زندہ رہنا چاہیے۔اور "

"ان کا بھی جو تمہیں دھوکا اور تکالیف دیتے ہیں۔

:سانول نے جب یہ سنا تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور حمزہ سے پوچھنے لگا

"ارے، بیٹا! آپ اتنی بڑی بڑی باتیں کیسے کر لیتے ہو؟"

نہیں، انکل ! بڑی باتیں نہیں بلکہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ پھپھو کہتی ہیں "

"جھوٹ بولنا بہت بری عادت ہے۔

یہ کہہ کر وہ اپنا شرمیلا انداز چھپانے لگا۔

سانول کو اس نے لاجواب کر دیا تھا۔

کچھ ہی لمحات کے بعد دعا بھی سانول کے سامنے موجود تھی، جسے دیکھتے ہی سانول ادب سے کھڑا ہو گیا اور اپنی آنکھوں میں آنسو لیے ہاتھ جوڑ کر اس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

:تب حمزہ نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا

ارے، انکل ! آپ پریشان کیوں ہیں؟"

"آپ روئیں تو نہیں پلیز۔

سانول نے اپنے ہونٹوں پر جھوٹی مسکراہٹ کھلائی اور اس کی طرف متوجہ ہو کر

بولا:

نہیں، میں رو نہیں رہا بلکہ آپ کی پھپھو کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ میرے بھائی"

"کے لیے انہوں نے اتنا کیا۔

دعا نے حمزہ کا ہاتھ تھاما اور کوئی بھی اشارہ کیے بنا اسے لیے چل پڑی۔

لیکن کچھ قدموں کی مسافت کے بعد اس کا مڑ مڑ کر دیکھنا سانول کے دل پر تیر کی

طرح اثر انداز ہوا، اور اسے ماضی میں کوسوں دور دھکیل گیا۔

سانول دیوار سے پیٹ ٹکائے زمین پر بیٹھ گیا اور گہری سوچوں میں کھو گیا۔

مانی کے والدین کچھ ہی دیر میں ہسپتال میں موجود تھے۔

وہاں آتے ہی مانی کی ماما نے سانول کا گریبان پکڑ لیا اور رنجیدگی سے بولیں:

105.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(105)(ادھوراپن)

ارے ! تم کب سے اتنے بڑے ہو گئے ہو؟ اکیلے کر لو گے یہ سب ؟"

"وہ ہمارا ابھی تو بیٹا ہے۔

اور پھر سانول کو سینے سے لگا کر وہ خوب روئیں۔

:اس نے انہیں یہ کہتے ہوئے سہارے سے بینچ پر بٹھادیا

آنٹی ! اس کا بہت خون بہہ چکا تھا اور اس وقت مجھے اور کچھ بھی یاد نہیں تھا۔"

"سوائے مانی کے۔

یہ سانول کی ان سے پہلی سی ملاقات تھی، مگر اس کے اخلاق اور دوستی نے انہیں اس قدر متاثر کیا تھا کہ وہ دو دنوں میں ہی اسے اپنا سمجھ چکے تھے۔

:وہ پھر اٹھ کر مانی کے بابا کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا

انکل! آپ بیٹھیں پلیز اور دعاء کریں۔ان شاء اللہ مانی بہت جلد آپ کے"

ساتھ آپ کا سہارا بن کر کھڑا ہو گا۔

اور میں بھی تو آپ کے بیٹے جیسا ہوں،اور وعدہ کرتا ہوں اس کے لوٹنے اور

"شادی ہو جانے تک میں بھی اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔

:انہوں نے حسرت بھری نگاہوں سے سانول کو دیکھا اور سسکتے ہوئے کہا

ہاں،بیٹا! کیوں نہیں۔اور اللہ تمہاری زبان مبارک کرنے کے ساتھ ساتھ"

"تمہیں ہمت اور حوصلہ بھی دے،آمین۔

:سانول نے مسکرا کر خدیجہ سے اجازت طلب کی

اچھا،آنٹی! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں انکل سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا"

"ہوں؟

انہوں نے جواباً اپنی گردن ہاں میں ہلائی اور وہ جمال صاحب کو لیے ایک طرف

چل دیا۔

:اس نے انہیں ساری بات تفصیل سے بتادی اور یہ بھی کہ

"وہ کوما میں ہے۔اور ڈاکٹرز اس کا آپریشن کرنے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ آپ پریشان مت ہوں میں نے سب کاغذی کاروائی بھی مکمل کر لی ہے اور آپریشن کی رقم بھی جمع کروادی ہے۔اب بس ہمیں اپنے رب سے اس کی زندگی کی بقاء طلب کرنی ہے۔"

جمال صاحب کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا تھا۔انہوں نے صبر اور حوصلے سے اس کی بات سن کر اسے گلے لگا کر کہا:

"بیٹا! میں کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں؟اس مشکل وقت میں جیسے تم نے سب کچھ سنبھالا،وہ سب کچھ ہم سے کبھی نہ ہو پاتا۔"

پھر ایک خالی چیک دستخط کر کے سانول کو پیش کر دیا اور کہا:

"تم جو چاہو اس پر لکھ سکتے ہو، جتنی رقم چاہیے لکھ دو تمہیں مل جائے گی۔"

وہ اس سے گھل مل چکے ضرور تھے، مگر ابھی اس کی حقیقت ان پر واضح نہیں ہوئی تھی۔

یہ دیکھ کر سانول نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے چیک پھاڑ کر ہوا میں اچھالتے ہوئے کہا:

واہ،انکل !ابھی تو میں نے کہا کہ آپ لوگوں کا بیٹا بن کر آپ کے ساتھ رہ لوں "
گا،مانی کے واپس آنے اور اس کی شادی کرانے تلک۔اور آپ یہاں میری
"خودداری خریدنے کی بات کررہے ہیں۔

:وہ خاموش رہے تو سانول کے لہجے میں تلخی بھی شامل ہوئی

ارے،انکل !میں نہیں رہوں گا آپ کے ساتھ اگر آپ کو میرا وجود پسند نہیں "
ہے تو۔مگر یہ ہرگز مت سمجھیے گا کہ میں مانی کو بھول جاؤں گا یا اس حالت میں
اُسے آپ کے ساتھ چھوڑ دوں گا۔" پھر ایک طرف جا کر بینچ پر بیٹھا خود کو کوسنے
لگا۔

جمال صاحب کو اپنے کیے پر شرمندگی ہوئی تو وہ سانول کے پاس پہنچ کر
:گڑگڑانے لگے اور بولے

(باسط بن مظہر راجپوت)(106)(ادھوراپن)

بیٹا! میں اس گستاخی کے لیے معذرت خواہ ہوں اور میرا مقصد تمہارا دل دکھانا"
بالکل نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں مانی اور تمہارا رشتہ، مگر میں بھول گیا تھا۔

"وقت کی رفتار اور نزاکت اکثر انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ پلیز! معاف کر دو۔

سانول نے اپنا منہ پھیر لیا اور خاموش رہا۔

:پھر انہوں نے کہا

"اچھا، بیٹا! مجھے سو روپے دینا تمہاری آنٹی کے لیے پانی کی بوتل لانی ہے۔"

یہ سن کر وہ یک دم پلٹا اور سو روپے نکال کر انہیں دے دیے۔ جو لے کر وہ اسے
:کچھ سمجھانے کی غرض سے مڑے اور کہا

جانتے ہو جو چیز وقت پر کام نہ آئے اس کے ہونے سے نہ ہونا بہتر ہے۔ اس"
"وقت میری جیب خالی ہے کہ میں ایک بوتل پانی بھی نہیں خرید سکتا۔

سانول کو کافی حیرانی ہوئی یہ سن کر۔

:انہوں نے اسے سینے سے لگالیااور مزید کہا

بیٹا! اب ہو گیانا حساب برابر؟ "

میرا تمہیں چیک دینے کا مقصد یہ تھاکہ کل کو تمہیں کسی اور شخص کی اگرامداد کے لیے بڑھناہو، تو تمہیں تمہاری جیب خالی نہ ملے۔

کیوں کہ اکثر بینک دوپہر میں بند ہو جاتے ہیں اور مشکل وقت میں کریڈٹ "کارڈز بھی دھوکا دے جایا کرتے ہیں۔ جیساکہ آج میرے ساتھ ہوا۔

:سانول کچھ کچھ سمجھ گیااور مسکرا کر بولا

اگر کبھی اس سب کی نوبت آئی تو میں آپ سے مانگنے میں ذراسی بھی ہچکچاہٹ" "محسوس نہیں کروں گا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھااور مسکراتے ہوئے بغل گیر ہو گئے۔انہوں نے سانول کے شانے پر اپناہاتھ رکھااور اس کو لیے آگے بڑھے۔

ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آیااور سانول کو ساتھ آنے کی گزارش کر کے چند قدم آگے جاکر رک گیا۔

مانی کے والدین بھی اسی طرف لپکے اور والدہ نے ڈاکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے

:پوچھا

"ڈاکٹر! کیسی طبیعت ہے ہمارے بیٹے کی وہ ٹھیک تو ہے نا؟"

:ڈاکٹر نے کہا

الحمدللہ، میڈم! آپریشن کامیاب رہا، لیکن ابھی کچھ بھی کہا نہیں جاسکتا۔ آپ" پلیز حوصلہ رکھیں اور اطمینان سے میری بات سُننے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے

"گا۔

:جمال صاحب نے خدیجہ کو سہارا دیا اور بولے

ہاں، آپ پلیز جاری رکھیں۔ ہم اپنے خدا پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ سب بہتر ہو"

"گا۔

:ڈاکٹر نے سانول کی جانب دیکھ کر کہا

آپ کا مریض کوما میں ہے۔ اور اس کا زخم بہت گہرا تھا، جس کی بدولت کچھ" نسیں متاثر ہوئی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ

خدانخواستہ مریض اپنے بولنے کی قوت کھودے۔ کوما میں جانے کی وجہ بھی کچھ گہرے زخم ہی ہیں، پھر بھی ہم اپنی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ باقی سب اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔ آپ سے بس دعاء کی گزارش ہے۔ میں آپ لوگوں کو کسی قسم کی جھوٹی تسلی نہیں دیناچاہتا تھا۔"



107.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(107)(ادھوراپن)

ایک پل کے لیے تو سانول اور جمال صاحب کی بھی جڑیں ہل گئی تھیں۔ مگر دونوں نے صبر سے کام لیتے ہوئے اس نازک موڑ کو سمجھا اور رمانی کی ماما کو سہارا دیا۔ وہ ٹوٹ کر بکھر چکی تھیں۔ انہیں اس وقت سہارے کی ضرورت تھی۔

اس کی ماما نے کچھ فاصلے پر جائے نماز دیکھی تو اس طرف اشارہ کیا، تو سانول نے سہارے سے انہیں وہاں پہنچا دیا۔ وہ اپنے خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو کر گڑ گڑانے لگیں۔

اپنے بیٹے کی صحت یابی کی دعائیں مانگنے لگیں۔

اتنے میں آیت اپنے بابا کے ساتھ وہاں موجود تھی اور وہ دونوں ہاتھ جوڑے مانی کے بابا کے سامنے پیش ہو گئے۔

سانول کا تو خون کھولنے لگا تھا، مگر وہ خاموشی سے کھڑا رہا۔ مانی کے بابا نے آیت کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے شاہد صاحب کو دیکھا، جو ندامت بھرے انداز میں سر جھکائے کھڑے تھے، پھر کہا:

"ہونی کو تو کوئی نہیں ٹال سکتا، مگر جو برا ہو گیا اس کو سدھارنے کے لیے ہمیں اپنے خدا کے سامنے گڑ گڑانا ہو گا۔"

آیت نے ہاتھ جوڑ کر رنجیدگی سے کہا:

"انکل! ہمیں معاف کر دیں۔ بہت بڑی کوتاہی ہوئی مجھ سے اور میرے بابا سے۔ پلیز! معاف کر دیں۔"

سانول کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آیت کو وہیں گھاڑ دے، مگر وہ بڑوں کے بیچ مخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جب آیت کے بابا اور جمال صاحب کے بیچ بات چیت مکمل ہو چکی تو سانول نے تلخ لہجے میں کہا:

"اب کوئی میری بھی بات سن لے۔"

جو سن کر آیت سہم سی گئی۔ مانی کی ماما بھی وہاں پہنچ چکی تھیں۔

سانول اس کی حالت پر قہقہہ لگا کر ہنسا اور اسے بازو سے پکڑ کر بولا:

"ارے، آیت! ڈر ور کا جھوٹا ڈرامہ یہاں نہیں چلے گا۔ اور تمہیں اتنا بڑا فیصلہ لینے میں تو خوف نہیں آیا تھا۔"

پھر اس کے قریب ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے شائستگی سے بولا:

"کان کھول کر سن لو۔ مانی بھی یہی کرنے چلا تھا۔۔۔ تم سب جانتی ہو۔ وہ چاہتا تھا تم اپنی پسند کی شادی ساحر سے کرو، مگر تمہاری خواہش کے لیے اس نے اپنی محبت کے ساتھ ساتھ اپنی روح کا بھی گلا گھونٹ دیا۔ اور اب اپنی سانسوں سے زندگی کے لیے لڑ رہا ہے۔"

آیت کی تکلیف کا اندازہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر لگایا جا سکتا تھا۔اور جس انداز میں سانول نے اس کا بازو کس کے پکڑ رکھا تھا، وہ بھی دردناک تھا۔

:سانول نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑ کر کہا

اب اگر تمہیں اپنے گناہوں کی تلافی کرنی ہے تو تمہارے پاس صرف تین دن" ہیں۔تم اپنے من چاہے شخص سے شادی کرو گی۔یعنی تم تین دنوں کے اندر اندر ساحر سے شادی کرو گی بس۔مجھے لمبی چوڑی بات کرنے کی عادت نہیں ہے اس لیے سید حامد ے کی بات کر ڈالتا ہوں۔

اس سے یہ ہو گا کہ میرے جگری دوست کی خواش بھی پوری ہو جائے گی اور "تمہیں تمہاری منزل بھی مل جائے گی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(108)(ادھوراپن)

:آیت کی سانسیں اٹک گئیں، کہنے لگی

"م۔۔۔ مم۔۔۔ مگر، ما۔۔۔ مما۔۔۔مانی۔۔۔۔؟"

:سانول نے اسے ٹوکتے ہوئے اتنا ہی کہا

یہ اگر مگر کچھ نہیں۔اور مانی کی فکر کرنے والے ہم زندہ ہیں۔"آیت کے بابا"

:نے کہا

مگر، بیٹا! ابھی یہ سب ممکن نہیں ہے۔اور مانی بھی کوما میں ہے تو کیسے میں ان"

حالات میں اپنی بیٹی کی شادی کر دوں؟وہ بھی اس شخص سے جس سے میں

"نفرت کرتا ہوں؟

:سانول اپنا سر پکڑ کر چلایا

ارے، انکل! آپ نے کیسی تیاری کرنی ہے اور اب تو آپ کی بیٹی کا راستہ بھی"

صاف ہے۔ وہاں گھر میں تو نکاح کے کاغذات اور

"مولانا صاحب بھی موجود ہیں۔

: پھر اس نے چٹکی بجا کر مزید کہا

بلکہ نکاح تو آج ہی ہو جانا چاہیے۔ ہاں، بالکل۔۔۔ اگر مانی نے قربانی آج دی"

"ہے تو نکاح بھی آج ہی ہو گا۔

: اس نے جیسے پل بھر میں فیصلہ سنا دیا تھا

"رخصتی بھلے ہی اگلے تین دنوں میں کر لیجئے گا۔"

: شاہد صاحب نے مانی کے بابا کی طرف مایوس کن انداز میں دیکھ کر کہا

"جمال! یہ جذبات میں بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ یار! تم ہی کچھ سمجھاؤ اسے۔"

: انھوں نے کہا

شاہد بھائی! مجھے لگتا ہے وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اور ایک نا ایک دن تو شادی کرنی"

"ہی ہے۔ تو پھر ابھی کیوں نہیں؟

آیت کے بابا کافی پریشانی میں مبتلا گہری سوچوں میں پڑ گئے، تو جمال صاحب نے

: ان کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا

ہاں، شاہد بھائی! ابھی بات مزید بگڑے اس سے پہلے آپ دونوں جائیں یہاں" سے۔اور ہاں، نکاح کی تیاری مکمل ہے۔ ہم دونوں شام میں شرکت کر لیں گے۔" پھر سانول کی جانب متوجہ ہو کر مسکرا کر گویا ہوئے:

"میرا یہ بیٹا میرے مانی کی دیکھ بھال کر ہی لے گا۔"

ہم بھی کیسے کیسے خواب دیکھتے ہیں، مگر حقیقت تو اس کے بر عکس ہوتی ہے۔ جیسے کچھ دن قبل مانی کی شادی کی تیاریاں اور آج اس کی زندگی کی بھیک۔

بس یہی ہے ہماری اصلیت اور ہماری اوقات، ہم ہر خوشی اور ہر غم میں اس ذات کے محتاج ہیں۔

صبح و شام وہ بھی مانی کی صحت یابی کی دعائیں ہی کر سکتے تھے۔

آیت بھی اپنے گناہوں کی تلافی اور اپنے کیے پر شرمندگی کا احساس دلانے لگی تھی۔ مگر اس کے گناہوں کی تلافی اب اوپر والے کے ہاتھ میں ہی ہے۔اُسے تو خوش ہونا چاہیے، کیوں کہ آج اس کا نکاح اس کے من چاہے شخص سے ہونے جا رہا تھا۔

مگر کاش! محبت میں لوگ کسی کو قربان کرنے سے پہلے سمجھ جایا کریں تو زندگی کتنی آسان ہو سکتی ہے۔

آیت بھی اب مانی کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی تھی جب وہ زندگی کا ہی محتاج ہو چکا ہے۔ مگر یہ احساس وہ پہلے کر لیتی تو یہ حادثہ پیش ہی نہ آتا۔

بہر حال اُن دونوں کا نکاح سادگی سے ہو گیا۔مانی کے والدین نے تقریب میں شامل ہو کر رشتوں کے احساس کی رسی کو مضبوطی سے باندھ دیا تھا۔ ویسے بھی وہ لوگ اپنے کیے پر معافی مانگ چکے تھے اس لیے سانول نے مانی کے والدین کو روکنے کی کوشش نہ کی تھی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(109)(ادھوراپن)

:سانول نے کہا تھا

آپ لوگ جانا چاہتے ہیں تو بے شک جائیں، مگر میرا دل اتنا بڑا نہیں ہے۔ میں "
زندگی بھر اس لمحے کو بھول نہیں سکتا۔ اور خوش تو وہ بھی نہیں رہ پائے گی
میرے یار کی محبت سے کھلواڑ کرنے والی۔ اگر وہ مانی کی محبت نہ ہوتی اور اسماعیل
"کی بہن تو اب تک اس کی سانسیں رک چکی ہوتیں۔

:خدیجہ نے غصے بھری نظروں سے اُسے دیکھ کر کہا تھا

نہ، بیٹا! ایسا نہیں کہتے کسی کے متعلق۔ دیکھو، دنیا کا ایک نظام ہے اور اس نظام "
کو چلانے والی ذات کسی کی محتاج نہیں۔ اس لیے وہ سب غیب کے علم رکھتا ہے۔
"بس اپنی تمام تر آزمائشیں اس کے سپرد کر دو پھر کمال دیکھو۔

:سانول نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی، پھر کہا تھا

"بس آپ ہی دعاء کیا کریں سب بہتر ہو۔"

اور پھر دونوں کوالوداع کہہ کر بینچ پر آکر بیٹھ گیا تھا، تب سے اپنے پروردگار سے دعائیں مانگ رہا تھا۔

اب آیت اور ساحر کی شادی تو خیر سے ہوگئ، مگر فکر تھی تو صرف مانی کی۔ وہ محبت کامان رکھتے رکھتے اب کوما میں موت سے زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا۔
شادی کے بعد دونوں خاندان۔۔۔ یعنی مانی اور آیت کے گھر والے ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے لگے تھے۔ اور دونوں گھرانوں میں سب بھلا کر پھر سے ایک ہونے کا تعلق بن گیا تھا۔
مگر سانول کو یہ معلوم نہ ہو پایا تھا کہ آیت اور مانی کا آپسی رشتہ کیا تھا؟
جو دونوں گھرانے سب کچھ بھول کر پھر سے ایک پلیٹ فارم پر اکھٹے ہو گئے تھے۔

بہر حال یہ ایک اچھا اقدام تھا جو انسانیت کا درس دیتا ہے۔ یہی سمجھ کر اس نے خاموش رہنا بہتر سمجھا تھا۔

★☆...☆★

حادثے کو دو ماہ کا عرصہ بیت چکا تھا۔ اب مانی کی حالت بھی پہلے سے بہتر ہونے لگی اور ڈاکٹرز نے بھی اُس کے جلد ہوش میں آنے کی نوید سنا دی۔

اب بس سانول کو اس دن کا انتظار تھا کہ اس کا یار پھر سے لوٹ آئے۔

دن تو گزر رہے تھے، مگر بہت ہی گئے گزرے۔

دو ماہ خوشی خوشی گزرنے کے بعد نہ جانے آیت اور ساحر کے رشتے کو کس انجان کی نظر لگ گئی تھی یا پھر شاید سانول جیسے کسی گناہ گار کی بد دعاء (جو اس نے جذبات میں آکر آیت کو دی تھی) اپنا اثر دکھانے لگی۔

ان دونوں کے رشتے کی عمر ابھی سے کم ہونا شروع ہو گئی تھی۔

عشق و محبت کے دعوے تو بہت کیے گئے تھے اور ان کو نبھانے کی بھی ہر ممکن کوشش۔

مگر جب کوئی چال باز چال چلتا ہے، تو محبت تو کیا زندگی بھی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

110.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(110)(ادھوراپن)

ساس بہو کا چکر ہو اور لڑائی جگڑے نہ ہوں۔۔۔یہ ممکن ہی نہیں۔

ساحر اصلیت تو نہیں جانتا تھا، مگر وہ اپنی ماں پر بیوی کو

ترجیح بھی نہیں دینا چاہتا تھا یا پھر اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کی سوچ رکھتا تھا؟

آیت کی ساس نے کچھ عرصہ تو آیت کو نئی نویلی دلہن تسلیم کر لیا تھا، مگر ابھی کچھ

ہی دن گزرے تھے کہ دونوں کے تعلقات زنگ آلود ہونے لگے تھے۔

آیت چونکہ بڑے خاندان کی پڑھی لکھی سلجھی ہوئی لڑکی تھی، اور حاجرہ ہٹ

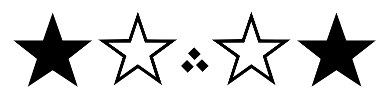
دھرمی کی آخری حد پر فائض ضدی عورت۔

آیت نے خاموش رہ کر ہر دکھ اور تکلیف کا سامنا صبر و تحمل سے کیا، مگر اس کی ساس صاحبہ نے اس کی معصومیت کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اسے ہر پل مانی سے تعلقات پر طعن و طنز کا سامنا کرنا پڑنے لگا۔

اس کے باہر جانے آنے پر پابندیاں لگوائی گئیں اور اسے پڑھائی جاری رکھنے سے بھی روک دیا گیا۔

اس نے محبت کو بچانے کی خاطر ہر پابندی کو اپنا حق سمجھ کر تسلیم کر لیا تھا۔

ساحر پڑھا لکھا کاروباری شخص تھا، مگر اس کی والدہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھیں اور کافی ضدی خاتون بھی۔ اوپر سے یہ شادی ان کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی۔ نہ ہی بہو ان کی پسند کی، نہ ہی کسی نے انہیں اس شادی کے متعلق آگاہ کیا تھا اور نہ ہی ان کی رضامندی پوچھی گئی تھی۔



اس لڑائی سے دو ماہ پہلے۔

شادی کے بعد ساحر کے آفس کا پہلا دن تھا۔

اس لیے آیت نے اپنے مان کا مان رکھنے کے لیے صبح سویرے اٹھ کر ہی تیاری شروع کر دی۔اس نے سب سے پہلے گھر کے باہر موجود باغیچے کا رخ کیا اور گلاب کے پھولوں کی پتیاں توڑ لیں۔

گلاب کے پھولوں پر موجود شبنم کے قطرے ساحر کو بے حد پسند تھے۔

مارچ کے دوسرے عشرے میں اسلام آباد میں بھی کچھ حد تک گرمی کی شروعات ہو چکی تھی۔اور بہار اپنے جوبن پر تھی۔

اس نے ساحر کے اٹھنے سے پہلے پورے کمرے اور کھانے کی میز کو بھرپور انداز میں رنگا رنگ پھولوں اور پتیوں سے سجا ڈالا تھا۔

:اسی دوران اس کی ساس نے اسے آوازیں لگانا شروع کر دی تھیں

ارے اوہ کمبخت لڑکی! کہاں مر گئی ہے؟"

یہاں بوڑھی جان بھوک سے نڈھال ہو رہی ہے۔

"ارے! کوئی مجھے بھی ناشتہ دے دے اور ایک جوڑا کپڑے استری کر دے۔

ان کی اس حرکت پر کوئی بھی اپنا سر پیٹ لے، مگر وہ مسکرائی تھی۔

گھر میں ملازمین کی کمی نہیں تھی، مگر کچھ لوگ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتے۔

:آیت نے جلدی سے اپنا کام نمٹایا اور سیڑھیوں سے اترتے ہوئے بولی تھی

"آنٹی! میں ابھی آئی۔"

مگر اس کی ساس صاحبہ کو تو بس بات مل گئی تھی۔

:وہ پھر سے رونا رونے لگی تھیں

ہائے! اب مجھ بوڑھی جان میں کسی کو کیا دلچسپی؟"

میرا تو کوئی حال بھی نہ پوچھے۔



111.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(111)(ادھوراپن)

"جا۔۔۔جا، تو بس اپنے میاں کی خبر ہی لیتی ہے، میرا کوئی احساس نہیں تجھ کو۔

"آنٹی! بس آئی۔ میں آپ کے لیے چائے تیار کر رہی ہوں دو منٹ بس۔"

کچن سے آیت کی درد بھری آواز آئی تھی۔

اتنی دیر میں کمرے میں ساحر بھی جاگ چکا تھا۔ مگر اُسے آیت ابھی میسر نہ تھی اس لیے اس نے موبائل پر ٹائم دیکھا تو سات بجنے والے تھے۔ وہ اوندھے منہ لیٹ گیا اور آیت کے آنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

:آیت نے اپنی ساس کو چائے کا کپ تھمایا اور کان پکڑ کر کہا تھا

سوری! آج کے بعد دیر نہیں ہو گی، دراصل آج ساحر کے آفس کا پہلا دن ہے" تو مصروف تھی میں۔" یہ کہہ کر وہ اُلٹے پاؤں اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

ساحر نے قدموں کی آہٹ کو محسوس کیا تو بستر منہ پہ لیے سونے کا ڈرامہ کرنے لگا تھا۔

:آیت نے آتے ہی چلانا شروع کر دیا

اُف خدایا، ساحر! سات بج رہے ہیں اور آپ کو تو بس سونے سے ہی فرصت" "نہیں۔ آفس کے لیے دیر ہو جائے گی۔

:ساحر نے آنکھیں موندتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا

ارے ! یہاں تو آؤ میرے پاس، تاکہ آج کی صبح حسین سے حسین تر ہو"

"جائے۔

:اس نے آیت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اپنی اور کھینچتے ہوئے بولا

ماشاءللہ۔۔۔ماشاءللہ۔"

قیامت لگ رہی ہو اس لال جوڑے میں۔ میرا تو دل کر رہا ہے یونہی زندگی بھر

"تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر جی بھر دیکھتا رہوں۔

شرمیلے انداز میں اس نے ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑایا، پھر تلخ لہجے میں گویا ہوئی

:تھی

پاگل ہو رہے ہیں آپ۔ اس سب کے لیے پوری زندگی پڑی ہے۔ ابھی آپ"

"جلدی سے اٹھیں اور آفس جانے کی تیاری کریں، میں ناشتہ لگا دیتی ہوں۔

کچھ بھی کہے بنا ساحر نے باہر جاتی آیت کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ جس پر وہ کافی

برہم ہوئی تھی۔ اس نے گلابوں کا گلدستہ جو شبنم کے قطروں سے بھرا ہوا تھا،

اٹھا کر وہ قطرے ساحر کے اوپر چھڑکنے لگی۔ جس کی بدولت اس کی ساری محبت

فٹ سے دور ہو گئی۔

ساحر نے یک دم اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور فوراً سے اٹھ کر ہنستی ہوئی آیت کے پیچھے

: باہر آ گیا تھا۔ وہ ٹھنڈ کے مارے تھر تھراتے ہوئے بولا تھا

آ۔۔آیت کی بچی! کہیں تمہاری محبت کا یہ روپ میری جان ہی نہ لے لے۔"

"تم جانتی ہو مجھے ٹھنڈے پانی سے کتنی چڑ ہے؟

یہ سن کر آیت کے قدم وہیں جم سے گئے تھے، اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ

: نے لگا تھا، اور وہ رنجیدگی سے یہ کہتے ہوئے کچن کی جانب بڑھ گئی تھی



112.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(112)(ادھوراپن)

"اللہ نہ کرے، ساحر! مریں آپ کے دشمن۔ بھلا میں کیوں آپ کی جان لوں گی۔اور ہاں، اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو آئیندہ سے میں مکمل احتیاط کروں گی۔"

ساحر اس کے پیچھے کچن میں پہنچ گیا، جہاں وہ منہ پھلائے اپنے کام میں مصروف تھی۔

ساحر نے اس کا ہاتھ تھاما تو اس نے نگاہیں پھیر لیں، جو دیکھ کر ساحر نے کہا تھا:

"اُف یہ ادائیں؟ ہائے، میں مر جاواں۔"

"میری جان! اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے کہ تم ہر روز مجھ پر ٹھنڈا پانی گراؤ، تو تمہاری ایک مسکراہٹ کے لیے مجھے منظور ہے۔ تم مجھے صرف ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو، یہ اداسی تمہارے لیے نہیں بنی۔"

آیت نے چپکے سے ناشتہ اٹھایا اور باہر لے جا کر کھانے کی میز پر رکھ دیا تھا۔

ساحر خوشی خوشی باہر آیا، مگر وہاں اپنی ماں کو بیٹھا دیکھ کر اس کی سٹی گم ہو گئی اور ماں کو سلام کر کے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

زندگی میں اتار چڑھاؤ تو آتے ہی رہتے ہیں۔

ساحر اور آیت کی محبت بھی لازوال مثالیں رقم کرنے لگی تھی۔دونوں کی محبت کے چرچے پڑوس اور محلے میں بھی گردش کرنے لگے تھے۔

مگر وہ کہتے ہیں نا۔۔۔

نظر بد اچھے بھلے اونٹ کو تندور اور ایک خاصے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی "

"ہے۔

کچھ ایسا ہی یہاں بھی ہونے والا تھا۔اور جن کے دشمن گھر میں موجود ہوں بھلا انہیں اور کسی آفت کا انتظار کیسا۔

ساحر صبح سویرے دفتر چلا جاتا، مگر گھر لوٹتے ہی سو سو باتیں اور شکوے ہونے لگتے۔

حاجرہ بس سلام کا جواب ناک لال کیے دیتیں اور پھر شکایات کی بوری کھل جاتی تھی۔

آج آیت نے مجھے وقت پہ چائے نہ پوچھی، آج اس نے مجھے کھانا مانگنے پر انکار "

"کیا مطلب نوکر کے ہاتھوں بھیجا وغیرہ وغیرہ۔

پھر جھوٹ موٹ کے آنسو پلکوں پہ سجائے پوچھنے لگتیں:

کیا میں تم دونوں اور گھر پر بوجھ ہوں؟"

ہائے، اللہ! تو مجھے اٹھا کیوں نہیں لیتا۔" کہہ کر پھر نگاہیں جھکائے اندر ہی اندر سوچنے لگتیں کہ ساحر کیا محسوس کر رہا ہے۔

وہ ہمیشہ ماں کی باتوں کا مان رکھتے ہوئے چیخ چیخ کر آیت کو وہیں بلوا لیتا اور خوب باتیں سناتا۔

آیت بھی دل پر پتھر رکھ کر سب کچھ سہہ جاتی تھی۔ وہ سمجھ دار تھی اس لیے اس نے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ لیکن محبت تو ساحر بھی کرتا تھا اس لیے اب وہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ لانے کا عادی ہو چکا تھا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(113)(ادھوراپن)

ہر رات دونوں دیر تک لان میں بیٹھ جاتے تھے۔اور گھنٹوں تک چاند ستاروں کو دیکھتے، پھر اپنے تمام شکوے گلے دور کر کے کمرے میں جاتے۔اور پھر ساحر تحفہ دے کر معافی مانگ لیتا تھا۔

اور محبت بھرے انداز سے شرماتے ہوئے ہر دفعہ آیت دل سے معافی اور تحفہ قبول کر لیتی تھی۔

کیونکہ ساحر اس کی اکلوتی حسرت تھی جو بڑی قربانی کے بعد اس کے ہاتھ لگا تھا۔
سو وہ اسے پا کر کھونا نہیں چاہتی تھی۔

دو ماہ بعد۔

آج کی رات بھی ہر رات کی طرح رومینٹک ہی رہی اور صبح آیت بھی پھول اور پتیاں چننا نہ بھولی۔

اس کی ساس آج بھی اُسے ذلیل کرنے کے لیے اپنی آنکھیں لال کیے تیار بیٹھی تھیں۔ جوں ہی انہیں محسوس ہوا کہ ساحر کی آنکھ کھل چکی ہے وہ چلانے لگیں اور اسے بددعائیں دینے لگیں:

"خدا تیرا بیڑا غرق کرے، تجھے بے موت مار دے اور تجھے کبھی اولاد کی نعمت سے نہ نوازے۔ پھر تجھے احساس ہو کہ اولاد کا چھن جانا کیسا اجیرن ہوتا ہے۔

"میرے بیٹے کو کھا گئی تو۔ تو کبھی سکھی نہ رہے۔

آیت نے پھر سے صبر اور تحمل سے کام لیا۔ اور اپنی اشک بار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے سے پہلے ساس صاحبہ کو چائے کی پیالی تھمائی اور مسکرا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

آیت کو جب لگا کہ ساحر جاگ گیا ہے تو اپنے آنسو چھپاتے ہوئے پھر سے مسکرا دی اور معصومانہ انداز میں بولی:

"اوہ، تو آپ جاگ گئے۔"

اور پھر نارضی کی سی ادا سے نگاہیں پھیر کر بولی:

میں ناراض ہوں آپ سے۔میں اتنی محنت کرتی ہوں یہ پھول چننے میں، لیکن "

"آپ نے آج ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔

مگر آج ساحر کا انداز بالکل الگ اور موڈ آف تھا، کیوں کہ وہ اپنی ماں کی دل خراش گفتگو سن چکا تھا۔اس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

اس نے آیت کے لہجے میں درد محسوس کیا تھا۔جو اُس نے آج اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔

:ساحر نے اس کا ہاتھ تھامے چوما، پھر رنجیدگی سے کہا

کیا اتنی شدت کی محبت بھی کبھی ہوتی ہے؟"

ایسا تو میں نے ہیر،رانجھا کی محبت میں بھی نہیں پڑھا یا سنا۔

کیوں اتنا سب سہتی ہو؟ کیا میں اتنا گناہ گار ہوں جس کے گناہوں کی سزا تم مظلوم ہو کر کاٹ رہی ہو؟

اور ہر دفعہ بے قصور ہونے کے باوجود سارے جرم تسلیم بھی کر لیتی ہو تم۔

یہاں دیکھو آیت !اور میری آنکھوں میں دیکھ کر بتاؤ۔

"کیا میں تمہاری اس محبت کے قابل ہوں؟

:اس نے اپنی پلکیں اٹھائیں اور مسکرا کر بولی

ساحر میں نے محبت کتابوں سے پڑھ کر نہیں سیکھی اور نہ ہی میں نے ہیر، رانجھا"

کی محبت کے قصے سنے ہیں۔

ہاں، مگر مجھے اس حقیقی عاشق کا نام یاد ہے جس نے حقیقی عشق کی بدولت اپنا بدن جلتے انگاروں پر سلگتا برداشت کیا، جس کے سینے کو بھاری پھتروں کے بوجھ تلے روندا گیا، ہر طرح کی تکالیف اور آزمائیشیں پہنچائی گئیں، مگر اس مردِ مجاہد نے اپنے محبوب کا نام لینا نہیں چھوڑا تھا۔



114.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(114)(ادھوراپن)

میرے نزدیک عشق عشق ہوتا ہے بس۔اس میں کوتاہی کی
سزا جسم سے روح کی جدائی ہے۔اور میاں بیوی کا عشق بھی تو حقیقی عشق ہے
جس کی اجازت ہماری شریعت میں بھی ہے۔آپ میرے مجازی خدا ہیں۔ کمی
"کوتاہی للہ معاف فرمائیے، مگر مجھے عشق کی یہی صورت معلوم ہے۔

:ساحر یہ سن کر تڑپ اٹھا اور کہنے لگا

کس نیکی کا انعام ہو تم؟آیت !مجھے سمجھ نہیں آتی میں تمہیں کیسے سنبھالوں؟"
"تمہاری اس محبت کے کیسے صدقے اتاروں۔۔۔؟

:آیت نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا

بس آپ مجھے خود سے کبھی جدا نہ کرنا۔میں تو اپنے رب سے بس یہی دعاء"
کروں گی۔

وہ مجھے بے شک اولاد عطاء نہ کرے،زمانے کی خوشیوں سے کوسوں دور رکھے،
مگر آپ کے دامن سے کبھی جدا نہ کرے اور میرا نام آپ کے نام سے ہمیشہ
"جوڑے رکھے۔

:ساحر نے اس کے آنسو پونچھ کر کہا

میری جان ! بالکل ایسا ہی ہو گا، مگر مجھ سے تمہارے یہ دکھ دیکھے نہیں"

"جاتے۔

: پھر گہری سانس لے کر اس نے مزید کہا

آج ہم پورا دن گھومیں پھریں گے اور خوب انجوائے کریں گے۔ میں آفس"

"نہیں جا رہا۔

: اس نے حیرانی ظاہر کی

مگر، ساحر ! ؛ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ کیسی باتیں لیے بیٹھ گئے۔ میں نہیں"

چاہتی کہ میری وجہ سے آپ کے کام میں کوئی خلل آئے یا خدا نخواستہ کوئی

"نقصان ہو۔

آیت نے کمرے کی حالت بحال کرتے ہوئے یہ سب کہا تھا۔

: ساحر نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور کہنے لگا

میری جان ! یہ کام گھر کے ملازمین دیکھ لیں گے، اور تم میری زندگی کا قیمتی"

سرمایہ ہو۔ تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی نفع یا نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

"چلو جلدی سے ناشتہ کرو اور تیار ہو جاؤ۔

: آیت نے اس کی جانب دیکھا، پھر پیار سے کہنے لگی

پھر بھی آج آپ کی بہت ضروری میٹنگ ہے، آپ آفس جائیں اور جلدی سے" اپنا کام نمٹا کر آجانا، پھر ہم چلیں گے۔ ہوں۔۔۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں میں آپ کے ساتھ آفس چلتی ہوں۔ اور وہاں آپ کی ٹیم سے بھی ملاقات کر لوں گی اور "کچھ بدلاؤ بھی آجائے گا۔ پھر ہم وہیں سے چلے چلیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟

: ساحر نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور پھر حیران کن انداز میں بولا



115.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(115)(ادھوراپن)

ارے واہ! کیا دماغ لگایا ہے، مجھے یہ مشورہ اچھا لگا۔ چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ اور "
"پھر ناشتہ کر کے نکلتے ہیں۔

اس کی والدہ کے دماغ میں عجیب عجیب سے وسوسے آنے لگے تھے۔ چونکہ اس کے دفتر جانے کا وقت نکلا جا رہا تھا۔

جب ساحر اس کو لیے نیچے آیا تو اسے یوں تیار دیکھ کر ناشتے کی میز پر بیٹھیں ساحر کی والدہ کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی۔ وہ آیت پر برس پڑیں :

ارے او کمبخت! تم کہاں چلی سج سنور کر؟"

"ایک گلاس ملک شیک کہا تھا اب تک اسی انتظار میں بیٹھی ہوں۔

آیت ان کے لہجے کی سختی سے سہم کر بولی :

وہ، آنٹی! آپ نے کہا تھا کمرے میں پہنچا دوں تو میں وہاں رکھ آئی تھی۔ بس "
میں ابھی لائی۔" کہہ کر ان کے کمرے میں جانے لگی۔

حاجرہ نے یک دم کہا :

لو کر لو بات۔ اب اس محل میں میری اوقات ایک نوکرانی کی سی ہو گئی ہے۔ "
اب مجھے ملک شیک بھی باسی ملے گا۔

میرا بیٹا اربوں روپے کی جائیداد کا وارث ہے اور اس کی بیوی اس کی ماں کو کھانے

"کے لیے ترسائے گی۔

ساحر خاموش کھڑا تھا، مگر اس کے غصے کا اندازہ اس کے چہرے کی سرخ رنگت

سے لگایا جا سکتا تھا۔ جس نے آیت کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک رکھا تھا، پھر غصہ پیتے

:ہوئے پیار سے بولا

"پیاری ماں! اس محل میں بہت سے نوکر چاکر یہی کام سرانجام دینے دن رات

یہاں موجود رہتے ہیں۔

آپ یہ سارے کام اُن سے کروا سکتی ہیں۔ ٹھیک ہے آیت اپنی خوشی سے آپ

کے کام کر دیتی ہے، تو ہرگز اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس کے ساتھ

"نوکروں کی طرح پیش آئیں۔

حاجرہ نے قہقہہ لگایا اور اٹھ کر آیت کے پاس آئیں۔ اس کے گالوں کو زور سے دبایا

:جو بے حد تکلیف دے تھا، پھر کہنے لگیں

"یہ اس منحوس کی بات کر رہا ہے تو۔ ارے یہ تو نوکرانی ہی ہے، اس سے بڑھ کر

اس کی۔۔۔"۔

:ساحر نے ان کی بات کاٹتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کیا

بس ماما! اس سے آگے میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔اور خوف کھائیں" اس خدا کے قہر سے جس نے آپ کو بھی ایک عدد بیٹی دے رکھی ہے۔ جس کے "ناز نخرے اٹھانے کے لیے آپ آسمان کو بھی چیر پھاڑ دیں۔

:ساحر کا لہجہ انتہائی سخت ہونے لگا تھا

میری خاموشی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ اس معصوم پر اس طرح کا تشدد" "کرنے لگیں۔

:اور پھر آیت کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے اُس نے مزید کہا

یہ بھی اپنے ماں باپ کے نازوں سے پلی ہوئی آپ سے کئی گناہ بڑے خاندان" کی بیٹی ہے۔ جو آپ کی خوشی کے لیے سب کچھ اس لیے برداشت کرتی ہے کہ آپ ایک ماں ہیں۔

116.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(116)(ادھوراپن)

صرف ظلم و ستم ہی نہیں بلکہ طرح طرح کے گھٹیا طعنے سننے اور سہنے کے بعد بھی اس نے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ بلکہ آپ کو اپنی ماں تسلیم کیے سب سہہ جاتی ہے۔

ہاں، ایک بات اور وہ یہ کہ آج میں اسے اس کا حق دینے کے لیے اپنے ساتھ دفتر لے جا رہا ہوں۔ اپنے بزنس اور جائیداد میں سے پچاس فیصد کا حق دار بنانا چاہتا "ہوں، اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔۔۔۔

:وہ یک دم ساحر کو ٹوکتے ہوئے بولی

مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ پلیز! آپ ایسا نہ کریں۔ اس سب پر آپ کی بہن اور ماما کا" "حق ہے، آپ اُنہیں دے سکتے ہیں۔

اتنے میں ایک انیس، بیس سال کی جوان اور خوبصورت لڑکی۔۔۔یعنی زویا بھی نیند سے بیدار ہو کر جمائیاں لیتے ہوئے وہاں پہنچ گئی۔اور آتے ہی آیت کو سینے سے لگا کر کہنے لگی:

"دیکھیں، بھائی! بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔اس سب پر مجھ سے زیادہ آپ کا حق ہے اور یہ فیصلہ ان کا اکیلے کا نہیں بلکہ میرا بھی ہے۔اور میں اپنی خوشی سے یہ سب کہہ رہی ہوں، پلیز انکار مت کیجیے گا۔"

ساحر نے بھی ہامی بھری اور کہا:

"آیت! چلو میرے ساتھ،اور اب سے تم صرف اپنا حکم چلاؤ گی۔تم اب سے اس گھر کی بھی مالکن ہو۔"

یہ سب خاموشی سے سننے والی حاجرہ نے اپنے سینے کو زور سے دبایا اور چلائیں:

"ہائے۔۔۔ہائے میرا دل۔ہائے! میں یہ سب دیکھنے کے لیے زندہ ہی کیوں بچی۔"اور اپنے پیچھے موجود صوفے پر گر پڑیں۔

آیت یک دم ان کی جانب لپکی، مگر ساحر نے اُسے روک کر اپنی والدہ کا ہاتھ تھاما،اور دائیں سے بائیں طرف دل پر رکھوا کر کہنے لگا:

"ماما! دیکھیے، دل یہاں دھڑکتا ہے۔"

جس کے بعد وہ فوراً سے اٹھیں اور اندر ہی اندر بڑبڑانے لگیں:

"اپنی ماں کے ساتھ مذاق کرتا ہے بیوی کے سامنے۔"

آیت نے ساحر کی طرف دیکھ کر رنجیدگی سے کہا:

ساحر! وہ ماں ہیں، آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ ان سے معذرت کریں" "پھر ہی میں آپ کے ساتھ چلو گی۔

آیت کے کہنے پر اس نے ماما سے معافی طلب کی اور اُسے لیے دفتر کے لیے نکل گیا۔

117.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(117)(ادھوراپن)

وہ آج پہلی دفعہ آفس آئی تھی۔اس لیے ساحر نے اسے خوش آمدید کرنے کے لیے شاندار انتظامات کرر کھے تھے۔

صبح کے ساڑھے نو بج رہے تھے جب وہ اپنے ساتھ آیت کو لیے دفتر میں داخل ہوا، پھر چاروں اطراف سے آیت کا شاندار استقبال کیا گیا اور پھولوں کی بارش بھی۔

سب اسٹاف ممبرز نے اُسے تحائف بھی پیش کیے تھے۔

یہ سب دیکھ کر آیت کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ کھل اٹھی۔جسے دیکھ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے تمام دکھ اور آزمائشیں بھی اس حسین پل کی بھیڑ میں کہیں گم سے ہو گئے ہوں۔

وہ بس سامنے کھڑے ساحر کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی،اور سب لوگوں کا شکریہ ادا کر کے ساحر کے آفس میں جانے لگے وہ دونوں۔

اندر داخل ہوتے ہی ساحر نے اُسے پیار سے اپنی کرسی پر بٹھا دیا اور خود اس کے سامنے میز پر بیٹھ کر اس کی ٹھوڑی پکڑے اپنی طرف متوجہ کر کے پوچھنے لگا:

"ہاں، تو میری جان! کیسی لگی آج کی صبح؟"

:آیت اوپر دیکھ کر مسکرا دی اور بولی

"Thank you so much!"

سب کچھ بہت اچھا لگا اور سب لوگ بھی بالکل آپ کے جیسے ہیں، مہمان نواز اور خوش اخلاق۔ مگر مجھے یہ سب کچھ بالکل بھی پسند نہیں ہے۔اس سے بہتر تھا آپ سب کو اچھا سا کھانا کھلا دیتے یا کچھ روپے ورکرز کو بونس کے طور پر دے دیتے۔"

ساحر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھیں نمی سی بھر آئیں۔وہ آیت کے پیچھے فریم کی ہوئی تصویر کے پاس پہنچا اور بولا:

تم جانتی ہو؟ یہ میرے بابا جان کا انداز تھا جو آج تم نے اپنایا ہے۔"

جب وہ میری ماما کو پہلی دفعہ اس دفتر میں لے کر آئے تھے تب سے ہی یہ ریت چلی آرہی ہے۔

یہ گارمینٹس کی فیکٹری میرے باباجان نے اپنے خون پسینے اور سخت محنت سے کھڑی کی تھی، جو آج ان کے بھروسے مند ساتھیوں اور دوستوں کی محنت سے آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہے، مگر آج یہاں باباجان نہیں ہیں۔

ہمارا ایک اور بزنس بھی ہے آرکیٹکٹ کا جو میں نے تمہارے نام کر دیا ہے، کیونکہ تم نے آرکیٹکٹ کی تعلیم حاصل کی ہے اور تم سے بہتر اس کو کوئی نہیں "سنبھال پائے گا۔

: پھر اس نے دوبارہ تصویر کی جانب دیکھ کر مزید کہا

جب آپ کی محنت اور لگن سے ملی ترقی سے لوگ حسد کرنے لگیں تو پھر تم " جانتی ہو کیا ہوتا ہے؟

وہی جو کچھ میرے باباجان کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

اس کے بعد سے میری ماما بھی ڈرتی ہیں کہ کہیں وہ اس جلتی آگ میں مجھے بھی نہ کھو دیں۔

میں دس برس کا تھا جب یہ واقعہ پیش آیا تھا۔اس کے بعد میری ماما نے میری پڑھائی مکمل ہونے تک اس کام کو سنبھالے رکھا اور جب میں اس قابل ہوا تو مجھے سونپ دیا۔

تمہارے بابا کا شک بجا تھا کہ میں ایک آوارہ انسان ہوں۔ کیونکہ باپ کی نظر میں روپیہ پیسہ نہیں، تعلقات دیکھے جاتے ہیں۔ جو میرے ان کی نظر میں ٹھیک نہیں تھے۔ ہر پل خطرہ، چاروں اطراف گارڈز کا ہجوم۔



118 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(118)(ادھوراپن)

اسی وجہ سے انکل بھی خوف زدہ تھے، مگر وہ مجھے غنڈہ سمجھتے تھے یا ہیں شاید۔

"اب اگر میں بھی اپنے باباجان کی طرح کسی حاسد کی نظر ہو گیا تو تمہارا کیا ہو گا؟

:آیت یک دم پلٹ کر اٹھی اور ساحر کے شانے پر سر رکھ کر کہا

"اللہ نہ کرے کبھی کچھ ایسا ہو۔"

:وہ اپنے آنسو پونچھ کر اسے دیکھ کر مسکرا دیا اور اُسے تسلی دیتے ہوئے بولا

میری جان! اب تم میرے ساتھ ہو تو مجھے کوئی بری نظر سے دیکھ بھی نہیں"

"سکتا، تم پریشان مت ہو۔

:اس کے بعد اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے پھر سے کہا

آیت! بس اسی خوف کی وجہ سے ہم لوگ ہمیشہ کے لیے مری کو خیر آباد کر"

آئے تھے۔

چونکہ میں اور زویا مری میں ہوتے اور ماما دن رات یہاں اسلام آباد میں

مصروف، پھر انہوں نے یہی فیصلہ بہتر سمجھا کہ ہم یہاں آباد ہو جائیں۔ تاکہ زویا

کی تعلیم بھی بہتر ہو سکے اور کاروبار میں بھی کوئی خلل پیدا نہ ہو۔۔۔ جو میرے

"باباجان کا خواب تھا۔

:آیت نے اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

اب آپ بے فکر رہیں۔ میں آپ کا ساتھ دوں گی زندگی بھر اور کبھی مایوس"
"نہیں کروں گی۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور ایک دراز عمر۔۔۔ ساٹھ، پینسٹھ سالا
شخصیت اجازت طلب کرتے ہوئے داخل ہوئے اور سلام کر کے وہیں رک
گیئے۔

:ساحر ان کی طرف بڑھا اور انہیں سینے سے لگا کر کہنے گا

ارے، انکل! کیوں شرمندہ کر دیتے ہیں ہر دفعہ۔ آپ کو کبھی بھی کہیں بھی"
"آنے جانے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

:انہوں نے جواباً کہا

ارے، بیٹا! بس تمہارے بابا کے ہوتے ہوئے کبھی فکر نہیں تھی، مگر آج کل"
"کی نسل کا کیا بھروسہ کب ان کے دماغ میں کیا چل رہا ہوتا ہے۔

ساحر نے مسکراہٹ بھری اور انہیں ساتھ آنے کے لیے کہا، پھر اس نے کھڑکی
:سے باہر جھانک رہی آیت کو مخاطب کیا

"آیت! یہ ہیں انکل صدیق، جو میرے بابا جان کے اکلوتے اور بھروسے مند دوست ہیں، جن کی بدولت ہمارا بزنس آج بھی اسی تیزی سے ترقی کر رہا ہے جیسے بابا جان چاہتے تھے۔"

آیت نے رسماً علیک سلیک کے بعد کہا:

"انکل! بہت اچھا لگا آپ سے مل کر۔"

صدیق صاحب بولے:

"جیتی رہو بیٹی! اور خدا ہمیشہ تم دونوں کو خوش اور سلامت رکھے، آمین۔"

ساحر نے اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور باہر جاتے ہوئے بولا:

"اچھا تو، انکل! آج سے یہ۔۔۔ یعنی میری شریک حیات اس کاروبار میں پچاس فیصد کی حصہ دار ہیں، اور اس دفتر کی مالکن بھی۔ آپ ان سے کچھ ضروری چیزوں پر بحث کر لیں اور میں میٹنگ کے لیے جا رہا ہوں۔ ان کا خیال رکھیے گا بہت نازک دل کی مالکن ہیں۔ اور ہاں، وکیل کو بلوا کر کاغذی کاروائی بھی مکمل کر لیجیے گا۔"

صدیق صاحب مسکرائے تھے:

ٹھیک ہے، جناب! آپ بے فکر ہو کر جائیں۔"

119.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(119)(ادھوراپن)

اچھا، محترمہ! باتیں تو ہوتی رہیں گی۔

اب آپ بتائیں کیا منگواؤں آپ کے لیے؟

"معافی چاہتا ہوں میں بھول ہی گیا تھا باتوں باتوں میں۔

انہوں نے رسیور اٹھا کر پوچھا تھا۔

آیت زیر لب مسکرائی:

کوئی بات نہیں انکل! بس چائے منگوالیں۔اور ہاں،اس کے فوراً بعد تمام "
ورکرز کو باری باری یہاں بلوائیں اور اکاؤنٹس منیجر سے کہیں کہ مجھے سب کے
اکاؤنٹس کی تفصیلات میل کردیں۔

صدیق انکل! آپ یہیں میرے ساتھ رہیں اور باقی کی تفصیلات سے آگاہ کیجئے
"گا۔

صدیق صاحب نے ہامی بھری اور چائے سے فارغ ہوتے ہی اپنے کام میں لگ
گئے۔

آیت نے تمام ورکرز سے ملاقات کی اور ان کے مسائل جان کر ان کے حل کے
لیے اگلے ہی دن سے مینجمنٹ کی میٹنگ رکھ لی،اور ساتھ ہی سب ورکرز کی تنخواہ
:میں پانچ فیصد اضافے کا حکم بھی جاری کردیا، پھر کہا

"یہ اضافہ اس مہینے کی تنخواہ میں ہو جانا چاہیے۔"

:صدیق صاحب کا چہرہ کھل اٹھا

محترمہ! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ بے فکر ہو جائیں۔یہ سب انتظامات "
"میں ذاتی طور پر دیکھوں گا۔

ساحر جب میٹنگ کر کے لوٹا تو ہر طرف صرف آیت کے نام کی گونج تھی جو کافی حیران کن تھا۔ وہ اپنے آفس میں آیا جہاں آیت اور صدیق صاحب کام میں اس قدر مصروف تھے کہ انہیں ساحر کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ وہ چپ چاپ صوفے پر بیٹھ گیا۔

:کچھ دیر کے بعد آیت نے کہا

ٹھیک ہے، صدیق صاحب! اب آپ جائیں اور جتنی چیزیں میں نے کہی ہیں"

"ایک فائل بنا کر مجھے دکھا دیجیے گا، تاکہ میں اپنی تسلی کر لوں۔

:صدیق صاحب نے ہامی بھری اور پوچھا

"اچھا، محترمہ! تو اب میں گھر جا سکتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو؟"

ہاں، بس یہ جو نام میں نے بتائے ہیں ان کی تفصیلی رپورٹ مجھے بھجوا دیں اور"

"پھر آپ چلیں جائیں۔

"جی۔۔۔جی، محترمہ! بے حد شکریہ۔"

انہوں نے اٹھ کر ساحر کو حیرانی سے دیکھا اور گہری سانس لے کر باہر جانے لگے۔

آیت پھر سے اپنے کام میں لگ گئی۔

ساحر نے اپنا گلا کھنکار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا، تو وہ سہم سی گئی اور اوپر دیکھ کر بولی:

"ہوں۔۔۔ ہمم۔۔۔ ہاں، آپ آ گئے؟"

یہ دیکھ کر ساحر کا سر چکرانے لگا، پھر اس نے کہا:

"میڈم! مجھے یہاں بیٹھے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ بیت چکا ہے، اور اس دفتر میں آٹھ گھنٹے کام ہوتا ہے جو چار بجے اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور ابھی چھ بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں۔"

اس نے ساحر کو بیٹھ جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اچھا نا، بس تھوڑی دیر اور، اور پھر چلتے ہیں۔"

یہ سن کر وہ ایک طرف گردن لٹکائے بیٹھ گیا اور آیت کے چہرے کا دیدار کرنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد آیت نے پانی کے دو گھونٹ پیے، پھر اٹھتے ہوئے بولی:

"اب چلیں ساحر؟"

میں نے کہا تھانا اتنی بڑی ذمہ داری مجھے نہ سونپیے۔اب میرے پاس آپ کو وقت دینے کے لیے بھی وقت نہیں ہو گا۔

:ساحر اٹھا اور پیار سے اُس کا ہاتھ تھام کر بولا

"بس اتنی سی بات۔میں تو دن رات تمہارے پاس رہوں گا اور تم کون سا وقت کی پابند ہو، بلکہ مالکن ہو بزنس اور گھر کی جب تمہارا دل کرے جہاں آؤ جاؤ۔"



120.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(120)(ادھورا پن)

:ساحر کے پرنسل سیکٹری نے اس کا بیگ اٹھایا جو آیت نے اس سے لے کر کہا

"!آپ جائیں، شکریہ"

: پھر وہ حیران کن انداز میں بیگ ساحر کو تھماتے ہوئے بولی

ہاں! میں پابند نہیں ہوں، مگر آپ کی طرح کام چور بھی نہیں۔" کہہ کر وہ طنزاً"
. مسکرائی تھی۔

: ساحر بوکھلا گیا اور کہنے لگا

دیکھو، یہ تم مجھ معصوم پر الزام لگا رہی ہو۔ میرا تو بس اب ایک ہی کام ہے اور وہ"
"یہ۔۔۔وہ ہے تم سے محبت کرنا۔

: اس نے ناک سکڑتے ہوئے کہا

باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے، مگر اب چلیں کافی وقت برباد ہو چکا ہے فضول"
" باتوں میں، اور ہاں، یہ دفتر ہے تو کل سے اپنی محبت کو گھر پر چھوڑ کر آیئے گا۔

گاڑی میں بیٹھ کر ساحر نے ڈرائیور کو رسٹورنٹ کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

: آیت نے ایک لسٹ لیپ ٹاپ میں نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا

ساحر! آپ کتنے کنجوس ہیں، یہ دیکھیں۔"

ہر انسان کی سو مجبوریاں ہوتی ہیں، مگر آپ نے کبھی دھیان ہی نہیں دیا۔

بہر حال میں نے سب ورکرز کی تنخواہ میں پانچ فیصد اضافے کا نوٹس بھیج دیا ہے۔

"میں اس گستاخی کے لیے معافی چاہتی ہوں، مگر جو مجھے بہتر لگا وہ میں نے کیا۔

:ساحر نے مسکرا کر اسے دیکھا، پھر کہا

نہیں، یار! تم اپنے فیصلے کرنے کی حق دار ہو۔ تم جو چاہے کرو، "

مجھے خوشی ہو گی۔

اور جانتی ہو اس نوٹس بھیجنے کے تین گھنٹے میں کمپنی کے شیئرز میں بارہ فیصد

"اضافہ ریکارڈ ہوا، جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

:اس نے خوشی کے اظہار میں ہاتھ ہوا میں لہرایا اور کہنے لگی

".ارے واہ! یہ تو کمال ہو گیا، مگر پھر بھی مجھے آپ کی اجازت لینی چاہیے تھی"

:ریسٹورنٹ پہنچ کر اس نے ساحر کو متوجہ کیا اور بولی

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

وہ خوشی سے جھوم اٹھا، کہ شاید وہ کسی چیز کی فرمائش کرنا چاہتی ہے۔ وہ سن کر

:ہنس مکھ انداز میں بولا

"آپ بس حکم کریں، جانم! میری جان بھی حاضر ہے۔"

اللہ نہ کرے۔ کتنی دفعہ کہا ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ آپ کی تو کیا میری عمر بھی"

"!آپ کو لگ جائے ساحر

اس نے افسردگی سی لہجے میں لیے کہا تھا اور خاموش ہو گئی۔ ساحر سنجیدگی سے

:بولا

ہرگز نہیں۔ ایسا بھی نہ ہو، آیت! میں تمہارے بغیر اور وہ بھی تمہارے حصے کی"

زندگی جیوں۔۔۔ لعنت ہو میری ایسی زندگی اور ایسے لمحے پر جب ہم دونوں جدا

ہوں۔

آج کے بعد تمہاری زبان سے ایسا کچھ نہ سنوں۔

"ٹھیک ہے نا؟

:وہ کافی رنجیدہ تھا۔ آیت نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور بولی

"اچھا نا غلطی ہو گئی، مگر آپ بھی وعدہ کریں آئندہ ایسی بات نہیں کریں گے؟"

جب سوال پہ سوال ہونے لگ جائیں تو سمجھ لو دونوں

اطراف سے محبت لاجواب اور حد سے بڑھ کر ہو رہی ہے، جیسے ان دو عاشقوں

میں۔

:ساحر نے ہامی بھرتے ہی پوچھا

"اب بتاؤ پہلے کہاں چلیں؟ شاپنگ پہ یا کھانا کھالیں؟"

:اس نے جواباً کہا

" ہسپتال۔۔۔"

:جو سن کر ساحر چونکا دینے والے انداز میں بولا

"مگر وہاں کیوں؟"

:آیت نے معصومانہ انداز میں کہا

بس آپ مجھے وہاں لے چلیں، مجھے مانی کو دیکھنا ہے۔اگر آپ برا نہ منائیں تو۔"

121.txt

"آپ تو جانتے ہیں اس کی اس حالت کے ذمہ دار میں اور میرے گھر والے ہیں۔

:ساحر نے ایک پل کے لیے کچھ سوچا اور کہنے لگا

ہاں، میں سمجھ سکتا ہوں، مگر تمہارا وہاں جانا ان کے لیے باعث نفرت ہو گا اور"
میں برداشت نہیں کر سکتا کہ تمہیں کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔

اور ویسے بھی پچھلے تین مہینوں میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا، جس دن میں اس کا
حال پوچھنے اور ہمارے گناہوں کی تلافی کے لیے وہاں نہ گیا ہوں۔ مگر حقیقت یہ
"ہے کہ وہ لوگ ہمیں کبھی دل سے معاف نہیں کریں گے۔

:آیت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پھر وہ سنبھل کر بولی

منان نے اتنی بڑی قربانی دے کر مجھے بہت بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔"

"ساحر! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے وہاں لے چلیں۔

پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

:ساحر نے اس کے جڑے ہاتھ چوم کر کہا

"اچھا، بابا! ٹھیک ہے، مگر روؤ تو نہیں پلیز۔ اور پہلے کچھ کھالو، پھر چلتے ہیں۔"

آیت نے نفی میں گردن ہلائی اور گاڑی میں جا بیٹھی۔ ساحر کو مجبوراً ہار ماننی پڑی اور پھر دونو ہسپتال پہنچ گئے۔

شادی کے بعد آج وہ آیت کو پہلی دفعہ دفتر لے کر گیا تھا، تاکہ وہ دونوں کچھ وقت ایک ساتھ گزار سکیں۔ مگر وہ دفتر جاتے ہی کام میں لگ گئی اور پھر صبح سے شام بھی ڈھل گئی۔

آیت کی ملاقات منان کی والدہ سے ہوئی۔

جنہیں دیکھتے ہی اُس نے شرمندگی سے نظریں جھکا لیں اور معافی کے لیے ہاتھ جوڑ لیے۔ مگر انہوں نے بیٹی سمجھ کر اسے باہوں میں لے لیا اور پھر اس کے چہرے کی طرف نگاہیں کرتے ہی انگلی کا اشارہ منان کی طرف کر دیا، پھر مایوسی کے عالم میں کہنے لگیں:

دیکھو نا میرے بیٹے کی طرف، ایک تم ہی تو ہو جو اسے اچھی طرح جانتی ہو۔" ایسا تھا کیا میرا بیٹا؟

"اس سزا کا اس کی زندگی سے کہاں کا رشتہ ہے جو اس سے لپٹ گئی؟

سوالیہ انداز میں آیت کو دیکھ کر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی تھی:

بیٹی ! وہ خدا بھی اب ہماری نہیں سنتا۔ ہم تو دعائیں مانگ مانگ کر تھک گئے، نہ "
" جانے کس غلطی کی سزا ہمیں ملی ہے۔

: آیت کے چہرے پر شرمندگی کے اثرات چھانے لگے اور بولی

آنٹی ! آپ کیوں خود کو قصوروار ٹھرا رہی ہیں۔ آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے "
بلکہ اس سب کی ذمہ دار میں ہوں۔ آپ جو چاہیں مجھے سزا دیں مجھے منظور

" ہے۔

: انہوں نے آیت کا چہرہ اپنی جانب کرتے ہوئے کہا

ایسا نہ سمجھو۔ سزا تو وہ ذات دیتی ہے، ہم تو بس سر جھکائے تسلیم کرنے والوں "
میں سے ہیں۔

"اب قسمت کے لکھے کو تمہاری غلطی تسلیم کرنا جہالت ہے۔

: آیت ان کے ہاتھوں کو چوم کر سسکنے لگی

"آپ خدارا، مجھے ایک دفعہ اُسے دیکھنے دیں۔ کیا پتا وہ مجھے معاف کر دے۔"

اس کے دل میں خواہش اٹھی تھی۔

"ہاں۔۔۔ ہاں، بیٹی ! کیوں نہیں۔ تم مل سکتی ہو اس سے۔۔۔"

انہوں نے اتنا کہا تھا کہ سانول بھی وہاں آنپہنچا اور ان کی بات کاٹتے ہوئے طنزاً بولا:

ضرور ملو۔۔۔کیوں نہیں، ضرور۔"

122.txt



(باسط بن مظہر راجپوت)(122)(ادھوراپن)

اکثر جب زہر کا اثر ختم نہ ہو پائے تو اس کے لیے بھی زہر کی ہی ضرورت پڑتی ہے۔"

آیت نے اس کی طرف دیکھا اور معافی طلب کرنے کے لیے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

مگر سانول نے کوئی خاص دلچسپی نہ دکھائی۔

:ساحر آگے بڑھ کر چلایا

"-آیت! یہیں رک جاؤ تم"

خدیجہ نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے خاموش رہنے کو کہا اور سانول سے کہنے لگیں:

"بیٹا! ہٹ جاؤ اور راستہ دو آیت کو۔"

وہ پیچھے ہٹ گیا اور آیت 'آئی۔ سی۔ یو' میں داخل ہو گئی۔

باقی لوگ باہر سے جائزہ لینے لگے اور دل ہی دل میں منان کی صحت کے لیے دعائیں کرنے لگے۔

اندر جاتے ہی آیت نے اس کا چہرہ دیکھا تو اپنے حواس پر قابو نہ پاتے ہوئے خوف کے مارے چند قدم پیچھے کو گر پڑی۔

:یہ دیکھ کر ساحر اس کی جانب لپکا، مگر خدیجہ نے اسے یہ کہہ کر روک دیا

دیکھو، بیٹا! وہ اس سب کا مجرم خود کو سمجھے ہوئے ہے، تو آج اُسے یہ احساس ہو"
نے دو کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا تاکہ وہ خود کو معاف کر سکے۔ اور کیا معلوم
اس کے ایک بار بات کرنے سے میرے بیٹے کی زندگی لوٹ آئے۔
"تمہیں تمہارے پیار کا واسطہ رک جاؤ۔

ساحر نے بات مان لی اور رک گیا۔ وہ مجبور اور بے بس تھا۔

کچھ لمحات کی خاموشی ٹوٹی اور آیت خود سے اٹھ کر منان کے سرہانے جا کھڑی
:ہوئی، پھر آنکھوں میں امید کے آنسو لیے کہنے لگی

دیکھو، مانی! میں سب جانتی ہوں، تم میری ساری باتیں سنو گے اور مجھے یقین"
ہے تم جواب بھی ضرور دو گے۔ میں مجرم ہوں تمہاری۔
مگر کیا مجھے انجانے میں کی ہوئی غلطی کی سزا اس طرح زندگی بھر اپنی زندگی سے
"روٹھ کر دو گے؟ تاکہ میں کبھی خود سے بھی نظریں نہ ملا سکوں؟۔۔۔

:اسی دوران ڈاکٹرز بھی راؤنڈ پر آ چکے تھے، جنہوں نے آتے ہی شور مچا دیا
آپ لوگ اتنے لاپرواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟"

مریض سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں اور وہ بھی رات کے وقت ہر گز نہیں۔ یہ اس کی زندگی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ باہر نکالو اس لڑکی کو، "وغیرہ۔

مانی کی ماما دروازے کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو گئیں اور ڈاکٹرز سے کہنے لگیں:

"میں معافی چاہتی ہوں، مگر کیا اب بھی آپ کو لگتا ہے کہ تین مہینے سے جو کچھ آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس سے میرے بیٹے کی زندگی لوٹ آئے گی؟ اگر آپ لوگ اتنے پرامید ہیں تو اس قدر پابندیاں لگانے کا جواز ہی نہیں بنتا تھا۔ اب میرے بیٹے کو آپ کی دواؤں کی طاقت کی نہیں بلکہ اس کی محبت کی صدا کی ضرورت ہے، جو اس کے پاس موجود ہے۔" پھر ساحر کی طرف متوجہ ہو کر مزید کہا:

"بیٹا! مجھے معاف کرنا، مگر سچ یہی ہے۔ اور جو کچھ ہوا تھا تم بھی اس کے عینی شاہد ہو۔"

ساحر حیرانی میں انہیں دیکھتے ہوئے بولا:

"جی۔۔۔جی میں جانتا ہوں۔"

:پھر خدیجہ ڈاکٹرز کی طرف متوجہ ہو کر بولیں

"اب تم لوگ جا سکتے ہو۔"

:ایک نرس آگے بڑھی اور کہنے لگی

میڈم !آپ مہربانی کریں، ہماری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ہماری بھی کچھ "مجبوریاں ہیں۔"



123.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(123)(ادھورا پن)

:اس پر انہوں نے تلخ مزاجی سے کہا

"ارے، واہ! مجبوری؟ مجبوری، اور ہم کیا یہاں بھیک مانگنے آئے ہیں؟ جاؤ یہاں سے تم لوگ۔"

اس بار ڈاکٹر زرک گئے اور خاموش کھڑے سب دیکھنے لگے۔

آیت کافی دیر سے خاموش کھڑی منان کا چہرہ دیکھ رہی تھی، پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولی:

"میں ہرگز تمہاری معافی کے کابل نہیں ہوں، مگر یقیں مانو میں صدق دل سے معافی کی طلب گار ہوں۔ مجھے معاف کر دو اور پھر سے اپنی زندگی میں لوٹ آؤ۔ دیکھو اٹھ کر میری کیا حالت ہے؟ میں خوف کے مارے کس قدر بے جان ہوتی جا رہی ہوں۔"

ایک لمحے کی خاموشی، پھر سسکتے ہوئے مزید بولی:

"پلیز! اٹھ جاؤ، نہیں تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ آنکھیں کھولو، تمہیں میری قسم ہے۔ اگر میں آج یوں بے بس لوٹ گئی تو زندگی بھر تم میری پرچھائی بھی نہیں دیکھ پاؤ گے۔"

مگر کوئی حل نظر نہیں آیا۔تب آیت نے بے بس ہو کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور دیوار سے سہارا لیے کھڑی ہو گئی،اور اندر ہی اندر کچھ بڑ بڑانے لگی تھی۔

ساحر اپنے جی کو مار کر یہ سب برداشت کر رہا تھا، مگر وہ مجبور تھا۔نہیں تو یہ سب اسے ہر گز قبول نہیں تھا۔

:وہ پھر اچانک سے پکارا اٹھی

"تمہیں تمہاری ادھوری محبت کا واسطہ تم آنکھیں کھولو۔"

اور پھر آنسو پونچھتے ہوئے،بے بسی نگاہوں میں لیے باہر آگئی اور آنٹی کے گلے لگ کر رونے لگی۔

:کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ اچانک آیت نے یہ الفاظ بولے تھے

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ما۔۔۔مم۔۔۔مانی۔۔۔مانی کی آنکھیں۔

:خدیجہ نے یک دم اسے پیچھے کرتے ہوئے پوچھا

"کیا ہوا بیٹی کیا کہنا چاہتی ہو؟"

:اس کے چہرے پر امید کی کرن چھانے لگی،اور وہ بولی

"آنٹی! وہ مانی کو ہوش آگیا۔"

اس کے لہجے میں خوشی اور خوف برابر شامل تھے۔ سب کی نظریں اسی طرف مرکوز ہو گئیں۔

سانول نے جب مڑ کر دیکھا تو اسے مانی کے جسم میں تھوڑی سی حرکت محسوس ہوئی، تو وہ بے لگام گھوڑے کی طرح اندر کی جانب دوڑ گیا۔

مانی کے پاس پہنچ کر اسے محسوس ہوا کہ وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خدیجہ نے یک دم خدا کا شکر ادا کیا اور آیت کو گلے لگا اس کا ماتھا چومنے لگیں۔

سانول نے مانی کو قریب سے سننے کی کوشش کی تو اس کی زبان پر کافی رکنت اور لہجے میں گھبراہٹ تھی، وہ ایسے بول رہا تھا جیسے سرگوشیاں کر رہا ہو۔

:مانی کے الفاظ یہ تھے

آج کیوں آپ کے لہجے میں اتنی تڑپ ہے میرے لیے ؟ اور آج کس محبت کا" واسطہ دینے آئی ہیں ؟

اس محبت پر تو کبھی آپ کو یقین ہی نہیں تھا۔ میں بہت تڑپا تھا، گڑگڑایا تھا اور منتیں بھی کی تھیں۔ اس وقت تو آپ کے دل کا دروازہ نہ کھل سکا تھا، مگر آج نہ جانے کس کی دستک کا الزام میرے سر آئے گا۔

مگر میں آج بھی ویسی ہی سچی اور پاکیزہ محبت کرتا ہوں آپ سے۔آپ نے صرف ایک دفعہ اس محبت کو صدا لگائی اور میں موت کے سفر سے الٹے قدم لوٹ آیا ہوں۔ایسی تھی میری یکطرفہ محبت۔



124.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(124)(ادھوراپن)

مگر آپ دیکھیے گا آپ کے ساتھ مر مٹنے کی قسمیں کھانے والے بھی کبھی میری "طرح ٹوٹ کر آپ سے محبت نہیں کر پائیں گے، یاد رکھیے گا۔۔۔ کبھی نہیں۔

وہ مکمل ہوش میں تو نہیں تھا، مگر لوٹ ضرور چکا تھا۔اور اس کی آنکھوں کی نمی بتا رہی تھی اس کے دل کا حال۔

آیت چہرے پر اداسی لیے دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے ملزم بنی کھڑی تھی۔

:ساحر نے آنٹی کو سینے سے لگا لیا اور کہا

خدا کا شکر ادا کریں اُس نے آپ کا بیٹا لوٹا دیا ہے۔ بہت بہت مبارک ہو آپ" "کو۔

:وہ مسکرا کر بولیں

لیکن میں ایک بیٹے کے لیے نہیں بلکہ تین تین بیٹوں کے لیے اپنے رب کے" "حضور شکرانے کے نوافل ادا کروں گی۔

انہوں نے مانی کا ماتھا چوما، ساحر اور سانول کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نوافل ادا کرنے باہر نکل گئیں۔

:ساحر نے سانول کو گلے لگایا اور کہا

"!ہمیں معاف کر دینا یار"

:سانول نے مسکرا کر کہا

یہ تو تمہاری بیوی کا احسان ہے، جس کی بدولت میرا یار واپس لوٹ آیا۔ مجھے "

"شرمندہ مت کر پاگل۔

سانول نے پلٹ کر آیت کا شکریہ ادا کیا۔

: تمام ڈاکٹرز نے بھی اس کی ہمت کی داد دی اور سینیر نے کہا

جو کام ہماری دوائیں اور انتھک محنت نہ کر سکی وہ تمہارے ایک لفظ نے کر دیا۔ "

"بہت بہت مبارک ہو تم سب کو۔

مانی کی ماما بھی نوافل ادا کر کے آچکی تھیں۔ پہلے انہوں نے ساحر کا شکریہ ادا

: کرتے ہوئے کہا

تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔ اگر تم آج آیت کو نہ لاتے تو نہ جانے کب تک "

"میرا بیٹا ایسے ہی پڑا رہتا۔

: ساحر زیر لب مسکرایا

اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ تو نصیب اور قسمت کا فیصلہ ہے، اور بس "

آیت کو خدا نے وسیلہ بنا کر بھیجا ہے۔

"مگر انکل نظر نہیں آرہے؟

"بیٹا! وہ نمازادا کرنے گئے تھے۔ شاید دیر سے لوٹیں، بیٹے کے لیے دعاء مانگ رہے ہوں گے۔"

پھر آیت کو بانہوں میں لے کر چوما اور اس کا بھی شکریہ ادا کیا۔

مگر اس نے صاف لفظوں میں کہا:

"مجھے شکریہ کی نہیں بلکہ آپ کے بیٹے کی صحت اور آپ لوگوں سے معافی کی ضرورت ہے۔"

"بیٹی! پرانی باتیں دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں، بس خوش رہا کرو۔"

پیچھے سے مانی کے بابا کی آواز آئی، جو حقیقت جان چکے تھے اور اپنے بیٹے کے لیے بے حد خوش تھے۔

انہوں نے اپنی بیگم کو سینے سے لگا کر مبارک باد دیتے ہوئے کہا:

"آخر آپ کے صبر کا پھل مل ہی گیا۔"

اور پھر آیت، سانول اور ساحر کو بھی گلے لگا کر ان کا شکریہ ادا کرنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد ساحر نے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا:

اچھا، انکل! اب ہمیں اجازت دیں ہم کل پھر چکر لگائیں گے۔ اور اگر کسی بھی"
"چیز کی ضرورت ہو تو ایک کال کر دیجیے گا۔
خدیجہ اور جمال نے شکریہ کے ساتھ دونوں کو الوداع کہا اور پھر رب کا شکریہ ادا
کرنے لگے۔



125.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(125)(ادھوراپن)

:ساحر نے گاڑی میں بیٹھ کر پوچھا
"آیت! کیا ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"
مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ نہ جانے وہ کن خیالات میں گم صم بیٹھی تھی؟

ساحراس کی طرف متوجہ ہوا تو اسے یوں خود میں مگن دیکھ کر حیران ہوا، اور خود مسکراتے ہوئے آیت کو دیکھنے لگا۔

مگر مجال ہے اُس نے کوئی حرکت بھی کی ہو۔

ساحر نے ایک پل کے لیے کچھ سوچا اور فٹ سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ دیا۔

:آیت چونکا دینے والے انداز میں اس کی طرف متوجہ ہو کر بولی

ہاں، کیا ہوا؟ گاڑی کیوں رکوادی، گھر نہیں جانا کیا؟"

"آنٹی انتظار کر رہی ہوں گی۔

:اُس نے جواباً کہا

سب ٹھیک ہے۔ اور ہاں، میں تو بھول ہی گیا تھا کہ ہمارا کوئی گھر بھی ہے۔ اب" اگر تم اپنے خیالات کی قید سے آزاد ہو چکی ہو تو سامنے دیکھ کر بتاؤ ہم کہاں

"ہیں؟

"آیت نے کہا: "رکیں۔

:اور اپنا سر کھڑکی سے باہر نکالتے ہی چاروں طرف دیکھ کر بولی

"مجھے لگتا ہے ہم کسی سنسان سڑک کے بیچ کھڑے ہیں۔"

:ساحر "افف" کہہ کر اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا

"محترمہ! غور فرمائیں اور بتائیں یہ کونسی جگہ ہے؟"

:آیت خاموشی سے نیچے اتری اور سامنے دیکھ کر چلانے لگی

"ساحر! گھر تو آگیا ہے، تو ہم یہاں باہر کیوں کھڑے ہیں؟"

پھر اندر جانے کے لیے آگے بڑھتی ہوئی آیت کا ہاتھ اُس نے پکڑ کر روک لیا،

:اور سرد لہجے میں کہا

"مجھے تو یاد ہے اپنا گھر، مگر شاید آپ کسی بات کا جواب دینا بھول گئی ہیں۔"

:آیت پلٹ کر حیرانی میں بولی

"مگر آپ نے کیا پوچھا؟ جو میں جواب دوں؟"

نہیں ابھی پوچھا نہیں ہے۔ میں آپ کے حکم کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اگر حکم ہو تو کچھ عرض کروں؟

ساحر یہ کہہ کر خاموشی سے آیت کو دیکھنے لگا۔

:اس نے صرف اتنا کہا

"مگر، ساحر! باتیں تو ہم اندر چل کر بھی کر سکتے ہیں۔ گھر سامنے ہی ہے۔"

نہیں آیت! میں آدھے گھنٹے سے تمہاری اجازت چاہتا ہوں، مگر ابھی تم گھر"

"چلنے کی بات کر رہی ہو۔

ساحر نے اُسے اپنی طرف کھینچا اور قریب کرتے ہوئے بولا تھا۔

:آیت کی پلکیں ادب سے جھک گئیں اور خاموش لب کُھلے

"اچھا نا، سوری! چلیں میں نے کان پکڑ لیے۔ اب پوچھیں بات؟"

ساحر مسکرا دیا اور اسے ساتھ لیے وہیں سڑک پر ٹہلنے لگا، مگر آیت نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑایا اور شرما کر پیچھے ہٹنے لگی۔ اور گاڑی کے پاس جا کر رک گئی۔

کچھ ہی دیر میں ساحر اس کی نظروں سے اوجھل ہونے لگا اور پھر بادلوں نے بھی برسنے کی نوید سنا ڈالی۔

:آیت نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر ساحر کو پکارتے ہوئے چلائی

دیکھیں، ساحر! رات کے گیارہ بج رہے ہیں اور موسم کے تیور بھی بدل رہے"

"ہیں، آپ پلیز واپس آجائیں۔

مگر وہ اس کی صداؤں سے کافی آگے نکل چکا تھا۔

آیت کو اب مجبوراً اُس کے پیچھے جانا پڑا۔
آیت اس کے نزیک پہنچ کر رکی تب اس نے مڑ کر دیکھا، تو بچاری پھولی ہوئی سانس کے ساتھ تھکی ہاری غصے بھری نگاہوں سے ساحر کو ہی گھور رہی تھی۔

126.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(126)(ادھوراپن)

:پہلے تو ساحر نے عادتاً اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا
اف۔۔۔یہ محبت، یہ محبت بھی کتنی ضدی ہوتی ہے۔دل نہ چاہتے ہوئے بھی"
"انسان سے وہ کچھ کرا جاتی ہے جس کا کر گزرنا اس کے بس میں نہ ہو۔
:آیت اس کے قریب آ چکی تھی اور غصے سے غرائی

آپ نے کبھی محبت کی ہو تو معلوم پڑے، آپ تو ہمیشہ میرا مذاق بنا دیتے ہیں۔"
میں تو آپ کے لیے یہاں تک پیدل چل کر آئی ہوں اور آپ کو ابھی بھی مذاق

"سوجھ رہا ہے۔

:پھر منہ پھیر کر مزید کہا

میں جا رہی ہوں، اور جب آپ کا دل آوارہ گردی سے بھر جائے تو گھر لوٹ"

"آنا۔

ساحر نے اسے چڑانے کے لیے قہقہہ لگایا، اور سامنے موجود دکان سے پانی کی
بوتل لے کر آیت کے پیچھے بھاگنے لگا۔

:اس کے پاس پہنچتے ہی بوتل اسے تھمائی اور کہنے لگا

"پپ۔۔۔پہلے یہ ٹھنڈا پانی پیو۔"

:اس دفعہ وہ پھر سے بھڑک اٹھی اور تلخ لہجے میں کہنے لگی

اس کی ضرورت مجھے نہیں بلکہ آپ کو ہے، تاکہ آپ کے الفاظ واضح طور پر ادا"

"ہو سکیں۔

:ساحر نے اسے غور سے سنا اور پھر ہنستے ہوئے بولا

نہیں، پہلے تم پیو تا کہ اس میں وہ مٹھاس پیدا ہو، جو تمہیں میری تم سے بے حد"
"محبت کا یقین دلا سکے۔

آیت نے نظریں پھیرتے ہوئے اسے پیچھے دھکیلا۔ جس سے وہ جان کر زمین پر
گرا اور چوٹ لگنے کا بہانہ کرنے لگا۔ جو آیت سے برداشت نہ ہوا۔

: وہ دوزانو زمین پر بیٹھ گئی اور بے ساختہ رونے لگی، پھر درد بھرے لہجے میں بولی
ساحر! اٹھیں، آپ ٹھیک تو ہیں؟"
"میں ہرگز یہ نہیں چاہتی تھی، پلیز مجھے معاف کر دیں۔

مگر اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ جو دیکھ کر آیت نے پاگلوں سا برتاؤ شروع کر
دیا، اور قریب میں موجود لوگوں سے مدد مانگنے لگی۔ اس پر کچھ لوگ وہاں پہنچ
بھی گئے تھے۔

مگر جب آیت اس کی طرف متوجہ ہوئی، تب تک وہ سڑک کی بجائے کنارے پر
لگے ایک بینچ پر بیٹھا، اس کی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔

آیت نے جب اس کی طرف دیکھا، تو اس نے غصے میں اپنے ہاتھ سے موبائل اور پانی کی بوتل زمین پر دے مارے، پھر نفی میں گردن ہلاتے ہوئے وہاں سے چل دی۔

وہ لمحہ ساحر کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔

ساحر نے بھی دوڑ لگا دی اور آیت تک پہنچ کر رک گیا، پھر اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا:

سوری، یار! میں تو تمہیں خوش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ معاف کر دو مجھے، "نہیں تو میں رو دوں گا۔"

آیت نے نگاہیں پلٹ کر اسے دیکھا اور کہا:

آپ کو تو بس مذاق کرنا آتا ہے۔ کبھی تو دوسروں کے جذبات بھی سمجھ جایا" کریں۔

127.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(127)(ادھورا پن)

بہت چین ملتا ہے نا آپ کو مجھے تکلیف دے کر؟

آپ نا مجھے پیٹ دیا کریں۔اس سے آپ کے دل کو سکون بھی مل جائے گا اور

"میرے جذبات بھی مجروح نہیں ہوں گے۔

:ساحر کا منہ لٹک سا گیا،وہ خوف زدہ بھی تھا، کہنے لگا

"ارے نہیں، میری جان! میں ایسا ہر گز نہیں چاہتا۔"

:اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خود کو پٹواتے ہوئے بولا

لو تم مجھے پیٹ لو جتنا چاہو،اور تب تک جب تلک تمہارا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو "

"جاتا۔

آیت نے تیزی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور پھر سے آگے بڑھنے لگی۔

اب آسمان پر بادل گرجنے لگے اور برسنے بھی۔

تب ساحراس سے چند قدم آگے نکل کر اپنا چہرہ اس کی طرف موڑے الٹے

: پاؤں چلتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا تھا

ارے، بابا! ہوگئی نا غلطی، پلیز معاف کردو۔ دیکھو نا، تمہاری ناراضی پر آسمان "

" بھی چیخ چیخ کر آنسو بہانے لگا ہے، خدارا مان جاؤ۔

اس کی حرکات دیکھ کر آیت کے لبوں پر یک دم ہلکی سی مسکراہٹ کھلنے لگی، اور وہ

خاموشی سے ساحر کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چہل قدمی کرنے لگی۔

چند قدموں کی مسافت کے بعد آیت نے سوالیہ انداز میں ساحر کی طرف دیکھ کر

:اس سے پوچھا

"ساحر! آپ کو یوں بارش میں بھیگنے اور بھٹکنے کا شوق کیوں ہے؟"

: ساحر وہیں پر رک گیا اور آسمان کو دیکھ کر کچھ بڑبڑایا

وہ اس لیے، میری جان! کہ میں بارش کا ساتھ پا کر اپنے دل کے تمام غم "

آنسوؤں کے ذریعے دل سے باہر نکال پھینکتا ہوں، اور کسی کو محسوس بھی نہیں

"ہوتا۔

آیت یہ سن کر مشکل میں پڑ گئی اور سوچنے لگی۔ سوچوں میں گم صم آیت کو ہوش میں لانے کے لیے ساحر نے بارش کا کچھ پانی ہاتھ سے اس کے چہرے پر چھڑکا

:اور پوچھنے لگا

مجھے بتاؤ اصل محبت کا مطلب کیا ہے ؟اور کیسے محسوس ہوتا ہے کہ محبت واقعی"

"میں ہے یا صرف دکھاوا ہے ؟

اس بار پھر سے سوال کا جواب سوال تھا۔

:آیت نے ناک چڑھائے پوچھا

پہلے تو مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے کون سے ایسے غم ہیں جو آپ لوگوں سے" چھپاتے ہیں ؟اور ان کو دل سے اتارنے کے لیے بارش میں یہاں وہاں بھٹکتے

"رہتے ہیں ؟

:ساحر نے یکدم جواب دیا

محبت کو بھرپور انداز میں پاکر اس کے باوجود اس کی ناقدری کرنا میرا سب سے" بڑا غم ہے۔۔۔یعنی تم۔

میں نے تمھیں اور تمہاری محبت کو حاصل تو کر لیا، مگر بدلے میں تمہاری اور اس محبت کی صرف و صرف بے قدری ہی کی ہے میں نے۔ بس یہی میرا اکلوتا غم ہے، جسے میں نہ کسی سے بانٹ سکتا ہوں اور نہ ہی میرا دل اس غم کا بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔"

آیت نے حیران کن انداز میں اسے دیکھا اور پھر مزاحیہ انداز میں افسوس کرتے ہوئے بولی:

"اوہ! بہت افسوس ہوا سن کر مجھے۔"



128.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(128)(ادھوراپن)

یہ تو دنیا میں محبت والوں کو ملا۔۔۔ ملا نہیں بلکہ ان کا خود سے حاصل کردہ سب

"سے بڑا غم ہے۔

:وہ پھر سے کہنے لگی

چلیں رہنے دیں۔ یہ تو سائیں لوگوں کی باتیں ہیں۔ ہمیں ان سے کیا لینا دینا۔ """

کہہ کر وہ مدعے پر آئی۔۔۔

تو آپ پوچھ رہے تھے حقیقی محبت ؟"

دراصل محبت کا مطلب ہے ایک دوسرے کا یا دوسروں کا احساس کرنا۔ اور حقیقی

محبت کو پالینا یا نبھانا درویشوں کا پیشہ ہے ہمارا نہیں۔ اور اگر ہم واقعی میں کسی سے

محبت کرتے ہیں تو اس محبت کو حقیقی بنانے کے لیے ہمیں سب سے پہلے

دوسروں کے جذبات، حقوق اور فرائض کا خیال رکھنا چاہیے۔ پھر دیکھیے محبت

کیسے اپنی وضاحت کرتی ہے۔

مگر دکھاوے کی محبت میں صرف و صرف مطلب کے لیے محبوب سے تعلقات

قائم ہوں گے۔ یعنی ہم لوگ جب ہر طرف سے تھک ہار جاتے ہیں تو خود کو تسلی

دینے کی غرض سے اپنے خدا سے رجوع کر لیتے ہیں، تو مطلب ہم اپنے مطلب

کے لیے اُسے پکار رہے ہوتے ہیں۔ وگرنہ خوشحالی میں تو ہمیں کبھی خدا یاد بھی نہیں ہوتا اور محبت در حقیقت خدا کا دوسرا نام ہے۔

"امید ہے آپ پر دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو گیا ہو گا؟

وہ آبدیدہ ہو گیا اور تالیاں بجا کر کہنے لگا:

ارے واہ، آیت! تم تو استانی ہو عاشقوں کی۔"

مگر کیا تم نے واقعی میں مجھ سے کبھی سچی محبت کی ہے یا تم بھی دکھاوا ہی کرتی آئی ہو؟"

در حقیقت ساحر کے دماغ میں ابھی تک مانی، آیت اور اس کے وہاں بولے الفاظ گھونج رہے تھے۔اس کے دماغ میں وہ تصویر واضح طور پر چل رہی تھی جو کچھ دیر قبل ہسپتال میں ہوا تھا۔

اب اگر محبت آسانی سے مل جائے تو اس کی قدر کہاں رہتی ہے، شک وشبہات اور وسوسے انسان کو یوں ہی گھیر لیتے ہیں۔

آیت کی طرف سے چند لمحات کی خاموشی کے بعد ایک شاندار اور دل کو چھو جانے والا جواب ملا:

دیکھیے، ساحر! میں اپنی محبت کا اظہار یوں دکھاوے کے لیے نہیں کرتی، مگر اتنا" ضرور کہوں گی کہ میری محبت اُس دن آپ پر واضح ہو جائے گی، جس دن کبھی میں آپ سے جدا ہو گئی یا ہم بچھڑ گئے۔آپ کے دماغ میں کیا چل رہا ہے اُس سے میں بخوبی واقف ہوں۔اور میں خاموش بھی اس لیے ہوں کہ آپ کا شک اور خوف بجا ہے۔

مگر مجھے میرے اسلام نے بھی درس دیا ہے کہ کبھی کسی سے نفرت نہیں کرنی۔ محبت سب کو دو لیکن ہمارے حقیقی عشق کا حق دار صرف خدا ہے اور خدا کے بعد مجازی خدا۔۔یعنی شوہر۔اور میرے مجازی خدا تو آپ ہیں۔اس لیے میری "محبت کے حقیقی حق دار بعد از خدا آپ ہی ہیں۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(129)(ادھوراپن)

:ساحر یہ سن کر بوکھلا سا گیا اور چلا اٹھا

ارے، نہیں! ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو۔ میں تو بس یون ہی۔"
اور رہاں، للہ نہ کرے ہم دونوں کبھی میں اور تم
"ہو کر رہ جائیں۔اب کبھی ایسی بات کی تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔

:آیت کے معصومانہ لب ہنسی میں بدلے اور کہنے لگی

آپ نے آگے کونسا فرق چھوڑا ہے۔دن میں تین چار مرتبہ تو نکال ہی دیتے"
"ہیں میری جان اور۔۔۔۔

:ساحر اس کی بات کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے بولا

ہاں، مگر وہ میرا محبت کرنے کا انداز ہے۔ تم بے وقوفوں والی باتیں نہ کیا کرو"
"!آیت

اچھا۔۔۔اچھاٹھیک ہے۔اب ہمیں گھر چلنا چاہیے۔بارہ بجنے والے ہیں اور"
آنٹی بھی انتظار میں ہوں گی۔اوپر سے یہ بارش اور آپ کی حالت زار۔۔۔یہ نہ
"ہو کہ کل آپ کو بخار چڑھا ہوا ہو اور مجھے اکیلے ہی آفس جانا پڑے۔

ساحر نے اُسے گھورا اور ہاں میں سر ہلا کر اسے بانہوں میں تھامے گھر کی راہ داری
پر دونوں چلنے لگے۔

ابھی وہ دونوں گھر پہنچے اور آیت کا برا وقت شروع ہو گیا۔ساحر کی والدہ جو رات
کے اُس پہر بھی لاؤنج میں موجود اپنی نیم دراز آنکھیں داخلی راستے کی جانب
ٹکائے بیٹھی تھیں۔

:جیسے ہی آیت اور ساحر گھر میں داخل ہوئے اس کی والدہ کہنے لگیں
ہوں! آگئیں ماہ رانی صاحبہ دن بھر میاں کے ساتھ عیش کر کے؟ کیا معلوم"
"تھکان ہو گئی ہو، کہو تو میں ٹانگیں دباؤں یا اور کسی قسم کی خدمت کروں؟

ساحر نے کچھ کہنا چاہا، مگر آیت نے اُسے فوراً سے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا،
اور خود وہیں رک گئی۔اس نے اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں اور حاجرہ کے خاموش
ہونے پر انہیں سلام کیا۔

جس کا اُسے پہلے موقع نہ مل پایا تھا۔

:مگر جواب کچھ یوں تھا

بس۔۔۔بس! زیادہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ جلدی سے میرا کھانا لے کر"

"آؤ۔

"اچھا، آنٹی! میں ابھی لائی۔ بس سامان کمرے تک چھوڑ دوں۔"

:وہ بھڑک اٹھیں اور کہا

میں نے کہا کھانا لے کر آؤ۔"

اب تم میرے سامنے زبان چلاؤ گی۔ کیا سامان مجھ سے زیادہ ضروری ہے؟

"مگر تم جیسی بداخلاق لڑکی کو بہو بنا کر غلطی ہو گئی۔

:یہ شور سن کر ساحر بھی کمرے سے باہر نکل آیا اور نیچے جھانکتے ہوئے پوچھنے لگا

آیت! کہاں ہو؟"

"میں یہاں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

:نیچے سے درد بھرے لہجے میں آواز آئی

"بس رکیں، میں آئی۔"

یہ سب ساحر کو پسند نہ آیا تو وہ جلدی سے نیچے آیا۔اور آتے ہی سامنے موجود آیت کی طرف دیکھا، جس کے ہاتھوں میں کھانے سے بھری تھالی اور آنکھوں میں نہ رکنے والے آنسو تھے۔جو دیکھ کر ساحر سمجھ گیا کہ ضرور یہ اس کی ماں کا کیا دھرا ہے۔



۔

130.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(130)(ادھوراپن)

:اُس نے آیت کا ہاتھ پکڑا اور اپنی ماں کے سامنے لے جاتے ہوئے کہنے لگا

دیکھیں، ماما! اس معصوم کے چہرے کو دیکھیں۔"

کیا آپ کو خدا سے ڈر نہیں لگتا؟

"ایک آپ کی بھی بیٹی ہے۔

:اس نے سامنے کھڑی زویا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزید کہا

"کیا یہ سب کچھ آپ اس کے لیے پسند کرتی ہیں؟"

_اس نے اپنی بات سخت لہجے میں جاری رکھی تھی

یہ بھی اس گھر کی ملازمہ نہیں ہے، بلکہ آج سے اس گھر کی قانونی طور پر بھی"

مالکن ہے۔اور آج کے بعد اگر کوئی بھی میری آیت کو رولائے گا یا اس سے

زیادتی کرے گا، وہ اس گھر سے اپنا سامان اُسی پل سمیٹ لے۔ مجھے آیت کی

"خوشی اور عزت کے سوا کچھ بھی محبوب نہیں ہے۔

:زویا آگے بڑھی اور آیت کے آنسو پونچھتے ہوئے بولی

بھابی! آپ ان کاموں سے صاف انکار کیوں نہیں کرتیں؟ اتنے ملازم تو ہیں"

"یہاں۔

:آیت نے مسکرا کر کہا

"یہ میری ماں ہیں یار! اور مجھے ان سے کوئی شکوہ نہیں، بلکہ ان کے کام کرتے

"ہوئے مجھے الگ سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔

:ساحر نے اک آہ بھرتے ہوئے کہا

"کاش! یہ خود کو اس کابل بنالیں، اُس دن میری زندگی کا حسین ترین دن

"ہوگا۔

وہ آیت کو ساتھ آنے کے لیے کہہ کر کمرے میں چلا گیا۔ وہ شدید غصے میں تھا۔

جب آیت کمرے میں پہنچی تو ساحر دیوار پر آویزاں پینٹنگ دیکھ رہا تھا۔ قدموں

:کی آہٹ سن کر وہ پلٹ کر کہنے لگا

"کس مٹی کی بنی ہوئی ہو تم آیت؟ اتنا سب کچھ کیوں برداشت کرتی ہو؟"

آیت نے ایک کتاب اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھی تھی، وہ پلنگ پر بیٹھ گئی، پھر کتاب کا

:مطالعہ کرتے ہوئے اگلے ہی لمحے کتاب بند کر کے بولی

"محبت۔۔۔ محبت تو نام ہی برداشت کا ہے۔"

اور مجھے یہ سب آپ کی محبت کے صدقے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ آپ کی محبت اور ساتھ میرا غرور ہے، جو کوئی طاقت مجھے توڑ نہیں سکتی۔ اور جب تک آپ میرے ساتھ ہیں مجھے دنیا کی پرواہ نہیں ہے، کیوں کہ میری طاقت آپ کا ساتھ ہے۔ امید ہے ہمیشہ قائم رہے گا۔ جتنی بھی خزائیں یا طوفان آئیں۔"

"ضرور، آیت! میں آج وعدہ کرتا ہوں زندگی بھر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر میری زندگی نے وفا کی تو تمہاری ساری وفاؤں کا بدلا لوٹاؤں گا۔"

وہ اُس کی آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گیا اور اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ آیت نے آنکھیں پھاڑے ساحر کو دیکھا اور اپنے ہاتھ سے کتاب ایک طرف رکھ کر رنجیدگی سے کہنے لگی:

"میں آپ کی وفاؤں اور وعدوں پر تو یقین رکھ سکتی ہوں۔ مگر آج کل محبت میں کیے وعدے اکثر سوکھے پتوں کی طرح کرچیاں بن کر ہواؤں میں اڑ جاتے ہیں یا ریت کے ذرات کی مانند مٹھی سے بکھر جاتے ہیں۔"

ساحر جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا:

مگر، میری جان ! تم مجھ پر یقین کر سکتی ہو۔میں تمہاری محبت اور یقین کبھی "
"ادھورا نہیں چھوڑوں گا، چاہے مجھے اپنی جان بھی دینی پڑے۔

131.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(131)(ادھوراپن)

وہ یک دم بستر سے اٹھی اور ساحر کے کپڑے سمیٹنے لگی۔اسے دیکھتے دیکھتے وہ لیٹ گیا۔کچھ لمحات ہی گزرے تھے کہ اس نے پوچھا :
آیت ! اگر برا نہ مناؤ تو مجھے چائے مل سکتی ہے، شدت سے طلب ہو رہی ہے "
"مجھے ؟

اس نے مسکراہٹ بھری اور سب کام چھوڑ کر چائے بنانے چلی گئی۔ جب وہ چائے بنا کر لا چکی تو ساحر بلنگ پر اوندھے منہ پڑا گہری نیند سو چکا تھا۔ پہلے اس نے ساحر کو جگانے کی کوشش کی، مگر اپنا ہاتھ اس کے سر کے قریب ہی روک لیا۔ اس سوچ کے ساتھ کہ یہ سکون کی نیند کہاں ہر کسی کے نصیب میں ہوتی ہے؟ پھر اس کے شوز اتار کر اسے سیدھا کر کے بستر پر لٹا دیا۔ اور اس انتظار میں بیٹھ گئی کہ کب اس کی آنکھ کھلے تو وہ اسے چائے پیش کرے، مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کافی انتظار کے بعد رات کے آخری پہر میں آیت کو بھی نیند ستانے لگی، مگر اس نے نیند کو مات دیتے ہوئے ٹہلنا شروع کر دیا۔

اس نے نماز فجر ادا کی، پھر ساحر کے سرہانے اس کے جاگنے کے انتظار میں بیٹھ گئی۔

اب رات کا اندھیرا سنہری صبح میں بدلنے لگا تھا۔ آیت جلدی جلدی باغ کی طرف جانے لگی، تاکہ ہر روز کی طرح تازے گلاب کے پھول اور پتیاں چن کر لا سکے۔

باغ تھا تو گھر کا حصہ، مگر گھر کے دوسرے کونے میں۔ وہ جب پھول لے کر گیٹ کے پاس پہنچی تو گھر کا چوکیدار (جو زندگی کی ساٹھ بہاریں یا شاید کچھ زیادہ دیکھ چکا تھا) کہنے لگا:

ماشاءاللہ، بیٹی! تمہاری اس محبت کو خدا نظر بد سے بچائے اور تم دونوں کی جوڑی" "تا قیامت ایسے ہی بنی رہے۔

آیت نے خوشی کا اظہار کیا اور آمین کہتے ہوئے کمرے میں جانے لگی۔ جہاں ساحر ہر دفعہ کی طرح سونے کا ڈرامہ کر رہا تھا۔

آیت نے پھولوں کی کچھ پتیاں اس پر پھینکیں تو اس نے آنکھیں موندتے ہوئے کھول دیں۔

آیت نے لبوں پر مسکان کھلائے کہا:

آفس نہیں جانا ہے؟"

جلدی کریں میں تو تیار ہوں۔ بس آپ کے لیے چائے لاتی ہوں، تب تک سونا "نہیں واپس۔ ٹھیک ہے؟

آیت نے مانو کہ حکم کیا تھا۔

: جاتی ہوئی آیت کا بازو اس نے پکڑا اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہنے لگا

کہاں تھیں رات بھر؟"

"میں نے ایک کپ چائے کا کہا تھا، مگر تم نے اپنی نیند ہی قربان کر دی۔

: آیت نے معصومانہ انداز میں کہا

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، اس لیے میں نے سوچا آپ"

"کی نیند خراب نہ ہو۔ بس اس لیے بیٹھی کتاب پڑھتی رہی۔

: ساحر نے اس کی بات پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا

میری جان! میں اتنی محبت کا حق دار نہیں ہوں اور مجھے ایک ساتھ اتنی محبت"

"دے کر ضائع مت کرو۔

ساحر! زندگی اور قسمت کہاں تک وفا کریں کسی کو معلوم نہیں، اس لیے جو میں"

"کر رہی ہوں مجھے کرنے دیجیے۔

132.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(132)(ادھوراپن)

:پھر یک دم دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھ کر وہ چلائی

اُف! کیا مصیبت ہے؟ آج ہی آفس کا دوسرا دن اور آج ہی دیر ہو گئی۔"

معاف کیجیے گا آج 'بیڈ ٹی' نہیں مل پائے گی اور ناشتہ بھی آفس میں کر لیں

:گے۔" کہہ کر وہ جب رات کا پڑا مگ اٹھانے لگی تھی تو ساحر نے کہا

"آج مجھے چائے چاہیے بھی نہیں۔"

جب آیت نے مگ دیکھا تو خالی ہو چکا تھا۔

اس نے مایوس نگاہوں سے ساحر کی جانب دیکھا، مگر اُس کے چہرے پر 'بیڈ ٹی'

والی تازگی تھی۔

.آیت نے وہ تازگی اور اس کی خوشی محسوس کی اور بولی

"I love you!"

ساحر نے اٹھتے ہوئے جمائی لی اور

"I love you too!"

کہا۔

:آیت نے اس لمحے کو بھرپور انجوائے کرتے ہوئے کہا

"کاش! ہر بیوی کو یوں محبت کرنے اور درد سمجھنے والا شوہر اور ساتھی نصیب

"ہو۔

:تب ساحر نے سرد لہجے میں کہا

"جب ساتھ اور محبت نبھانے والی تمہاری طرح مضبوط اور بھروسے مند ہو، تو

"محبت کرنے والے مل ہی جاتے ہیں۔

"اچھا، ساحر! باتیں بعد میں، ابھی چلیں ہم پہلے ہی بہت دیر کر چکے ہیں۔"

ناشتے کی میز ناشتے سے سج چکی تھی، مگر آج وہاں ساحر کی والدہ موجود نہ تھیں۔

:آیت نے ملازم سے جاننا چاہا تو اس نے کہا

"مالکن! آج وہ کمرے سے باہر نہیں آئیں۔"

تب آیت نے پہلے ایک گلاس ملک شیک تیار کیااور ساتھ لیے والدہ کے کمرے میں چلی گئی۔اس نے دروازے پر دستک دی اور کمرے میں داخل ہو کر سلام کیا، پھر معذرت کرنے لگی:

"معاف کیجئے گا، آج کچھ دیر ہو گئی۔"

منہ پھیرتے ہوئے اس کی ساس نے کہا:

"ارے ! لے جاؤ یہاں سے، مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے۔"

آیت کہنے لگی:

"ہاں ناراضی اپنی جگہ، مگر یہ آپ کو پینا پڑے گا۔ورنہ میں یہاں سے جانے والی نہیں ہوں۔"

انھوں نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے تو لیا، مگر اُسے بغور دیکھنے کے بعد سامنے دیوار پر دے مارا، جس پر آیت بھی سہم سی گئی اور ملک شیک کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر پڑے۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

دروازے میں کھڑی زویا بھی اندر آ گئی، اور اس کے پیچھے پیچھے ساحر بھی یہ کہتے

ہوئے:

"ارے، یار! تم یہاں۔۔۔ جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔"

آیت نے یک دم پلٹ کر کہا:

"ساحر! آپ بس کچھ دیر رکیں میں ابھی چینج کر کے آئی۔"

اور پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

گیٹ پر گھنٹی بجی اور کچھ ہی دیر میں آیت کے بابا اور ماما داخل ہوئے، جنہیں دیکھ

کر ساحر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

133.txt

اس نے فوراً سے ملازم سے ناشتہ تیار کرنے کے لیے کہا، اور انہیں لیے لاؤنج میں پہنچ گیا۔

آیت کی ماما نے ساحر اور زویا کو متوجہ کرتے ہوئے پوچھا:

"بیٹا! تم لوگ کیسے ہو؟ سب خیریت تو ہے؟ بیٹی زویا! تم کب آئی ہو اور پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟"

زویا نے مختصراً کہا:

"آنٹی! مجھے آئے کافی عرصہ ہو گیا ہے اور سب بالکل ٹھیک چل رہا ہے۔ آپ بتائیں گھر میں سب ٹھیک ہیں؟"

انہوں نے مسکرا کر کہا:

"سب ٹھیک ہیں۔" اور پھر ساحر کی طرف متوجہ ہو کر بولیں:

"بیٹا! تم آج آفس نہیں گئے؟"

"آنٹی! ہم بس آفس کے لیے ہی نکل رہے تھے، آیت آ جائے تو۔"

اتنے میں ساحر کی والدہ بھی وہاں آچکی تھیں، جنہوں نے آتے ہی آیت کی برائیاں شروع کر دیں۔ جو اس کے والدین کے لیے باعث شرمندگی تھا، اور ان کی نظریں شرم کے مارے جھک گئیں۔

:ساحر کی والدہ کہنے لگیں

صبح صبح یہ دیکھنے چلے آئے کہ تمہاری بیٹی کیسی ہے؟"

بیٹی کی چھوڑو، بلکہ یہ سوچو ہم کیسے ہیں جن کے پلے تم نے اپنی بداخلاق بیٹی باندھ ڈالی ہے۔"

آیت تب کچھ فاصلے پر کھڑی یہ سب سن رہی تھی۔

ساحر اور زویا نے اپنی ماں کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر بے سود۔

آیت کے والدین مجبور تھے اور جن حالات میں اس کی شادی ہوئی تھی وہ بھی کچھ خاص نہ تھے۔

:اب کی بار زویا نے اپنی ماں کے آگے ہاتھ جوڑے کہا

خدا کے لیے، ماما! کسی کا تو لحاظ کر لیا کریں۔"

انکل، آنٹی! آپ خدارا برا نہ منائیے گا۔ ان کی عادت ہے ہر کسی سے یوں ہی

"پیش آنے کی۔

:نازیہ مسکرا کر بولیں

بیٹی! جہاں بیٹیوں کے رشتے دیے جاتے ہیں وہاں جھک کر رہنا ہوتا ہے، ہو سکتا"

"ہے ہماری بیٹی سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو۔

آیت کے بابا جواب تک بالکل خاموش تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور تلخ لہجے میں

:بولے

بس بیگم! بہت سن لیں ہم نے، ہم یہاں اپنی عزت اچھلوانے نہیں آئے تھے،"

بلکہ بیٹی سے ملنے آئے تھے۔ مگر بے بسی یہ ہے کہ ہم بیٹی کے سامنے ہوتے

ہوئے بھی اس سے نہیں مل سکتے۔

چلو یہاں سے۔" کہہ کر شاہد صاحب نے بیگم کا ہاتھ پکڑا اور باہر کی طرف چل

دیے۔

:آیت کی ماما نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہنے لگیں

"شاہد! اس سے مل تو لیں۔"

:انہوں نے غصے سے کہا

چھوڑو اسے، اگر اسے ملنا ہوا تو گھر آ کر مل لے گی، لیکن میں اب ایک پل بھی"

"یہاں نہیں رکوں گا۔

پھر گاڑی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو چلنے کا کہا۔

آیت کا چہرہ غصے سے لال ہو چکا تھا، وہ چیختے ہوئے اپنے والدین کے پیچھے پیچھے باہر آ گئی۔

:ساحر بھی ان کے پیچھے یہ الفاظ دہرا رہا تھا

انکل، پلیز! بیٹا سمجھ کر معاف کر دیں، میں اپنی ماما کے اس رویے پر شرمندہ"

ہوں اور آپ لوگ پریشان مت ہونا۔ میں آیت کو سوات لے کر آؤں گا۔ پلیز

"مجھے معاف کر دیں۔

وہ دونوں کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے نکل گئے تھے۔

134.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(134)(ادھوراپن)

مگر آیت کی ماما کی نظریں مڑ مڑ کر تڑپتی ہوئی آیت کو دیکھ رہی تھیں، جو ساحر کے سینے پر سر رکھ کر روئے جا رہی تھی۔

شاید ساحر کے پاس اس کو تسلی دینے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

آیت چونکہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اس سے ملنے اس کے گھر آئے۔اس لیے وہ اپنے والدین کو روک بھی نہ سکی تھی۔

کچھ لمحات کے بعد ساحر اپنا سر شرمندگی سے جھکائے کھڑا ہو گیا۔

:آیت نے غصے بھری نگاہوں سے اپنی ساس کو گھورتے ہوئے کہا

اب مجھے سمجھ لگ گئی ہے کہ آپ انسان نہیں بلکہ انسان کے لبادے میں ایک" شیطان پالے ہوئے ہیں۔ مگر میرا خدا آپ سے ضرور پوچھے گا۔"اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

"میں غلط تھی جو آپ کو ہمیشہ اپنا مانتی رہی، مگر اب نہیں۔"

آیت کا لہجہ اور لہجے کی تلخی اس کے دل کا حال بتا رہے تھے۔ ساحر نے سسکتی ہوئی آیت کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں کمرے میں جانے لگے۔

کمرے میں پہنچ کر آیت نے زور سے دروازہ بند کر دیا اور بلنگ پر اوندھے منہ لیٹ کر خوب رونے لگی۔ ساحر اس کے قریب ہو کر بولا:

"معذرت خواہ ہوں میں آیت! ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

آیت کے لہجے میں کچھ نرمی سی آئی اور اس نے کہا:

ساحر! مجھے آج تک آپ اور آنٹی سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ مگر آج جو کچھ انہوں" نے میرے والدین کے ساتھ کیا کبھی معاف نہیں کروں گی۔ وہ تو یہاں مجھ سے ملنے آئے تھے۔ مگر میں بدنصیب محبت میں اپنی بصارت اور تمام تر صلاحیتیں کھو "دینے والی لڑکی انہیں روک تو کیا اُن سے مل بھی نہ پائی۔

ساحر نے پلکیں اٹھا کر رنجیدگی سے کہا:

.میں جانتا ہوں میری جان! اور بہت مجبور بھی ہوں"

"تم تو سمجھ سکتی ہو۔ پلیز! مجھے معاف کر دو۔

:آیت نے الماری سے اپنے کچھ کپڑے نکال کر باہر رکھتے ہوئے آنسو پونچھ کر کہا
بات صرف معافی کی نہیں ہے۔ وہ کتنا ناراض ہوئے کہ اپنی بیٹی سے ہم کلام "
"تک نہیں ہوئے، مجھے افسوس اس بات کا ہے۔

ساحر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہنے لگا: "اچھا نا، یار!
اب پلیز خود کو سنبھالو اور جلدی سے تیاری کرو، ہم آج ہی تمہارے گھر چلیں
گے، اور تم جب تک چاہو وہاں رہ لینا۔ اور میں بھی وہیں رہوں گا تمہارے ساتھ
"کچھ دن۔

یہ سن کر پہلے تو اس کے لب خوشی سے کھل اُٹھے، مگر اگلے ہی لمحے وہ بیزار سے
:انداز میں بولی

(باسط بن مظہر راجپوت)(135)(ادھوراپن)

نہیں، ساحر! اتنا بڑا فیصلہ ہم ایک پل میں نہیں لے سکتے۔ اور اگر ہم دونوں" ایک ساتھ نکل گئے تو بزنس کون سنبھالے گا؟ ابھی تو کچھ چیزیں بہتر ہونا شروع "ہوئی ہیں۔

:ساحر نے یک دم کہا

ارے، یار! تم بے فکر رہو، زویا ہے نا۔ بے شک وہ عمر کی کچی ہے، مگر کافی" "ذہین ہے، وہ سب سنبھال لے گی۔ تم صرف سوات جانے کی تیاری کرو۔

اسی دوران زویا نے دروازے پر دستک دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اندر بھی آگئی۔

:ساحر نے بہن کو پیار سے گلے لگایا اور ماتھا چوم کر بولا

"ارے، واہ! کافی لمبی عمر ہے تمہاری۔ ابھی تمہیں ہی یاد کر رہے تھے ہم۔"

:زویا نے مسکرا کر کہا

"اوہ، اچھا! ایسی کونسی بات تھی جو مجھے یاد کیا جا رہا تھا بھائی؟"

:آیت نے اسے ساحر کے فیصلے سے آگاہ کیا اور پوچھا

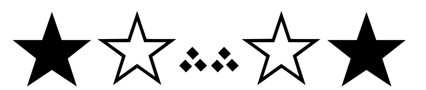
"کیا یہ سچ ہے زویا! تم ہماری غیر موجودگی میں بزنس سنبھال لوگی؟"

زویا نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور پھر ہنستے ہوئے بولی:

"کوئی شک؟"

"ارے نہیں، میں تو بس تمہاری زبان سے سننا چاہتی تھی۔"

پھر آیت اپنا سامان خوشی خوشی پیک کرنے لگی۔



دوپہر کے ساڑھے بارہ بجے جب آیت کے والدین ہسپتال پہنچ گئے، اور جاتے ہی ان کی ملاقات سانول سے ہوئی، جو شاید اب تک ان سے ناراض تھا۔ کیونکہ وہ انہیں دیکھتے ہی باہر نکل گیا۔

وہ دونوں وہیں اداس کھڑے تھے کہ خدیجہ بھی وہاں آ نپہنچیں۔ جنہیں دیکھتے ہی آیت کے بابا اپنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگے، اور بولے:

"بہن! ہم اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہیں۔"

انہوں نے جواباً جیسے سب بھلا کر کہا:

"ارے، بھائی صاحب! آپ ایسا تو مت کریں۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب تو خدا کا شکر ہے میرا بیٹا لوٹ آیا ہے۔ اور ان شاءاللہ وہ جلد از جلد مکمل صحت یاب ہو کر پھر سے زندگی کی رنگینیوں میں مشغول ہو جائے گا۔"

شاہد صاحب نے بھی خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

"جی، ان شاءاللہ ضرور۔"

"اور اگر اجازت ہو تو میں اُس سے اکیلے میں مل سکتا ہوں؟"

خدیجہ نے انھیں ساتھ لیا، پھر بولیں:

"جی۔۔۔جی کیوں نہیں۔"

شاہد صاحب جوں ہی 'آئی۔ سی۔ یو' میں داخل ہوئے، مانی انہیں دیکھ کر ادب سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے جلدی سے اُنہوں نے سہارا دیا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا:

"بیٹا! مجھے معاف کر دو میں نے جانے انجانے میں بہت غلطیاں کی ہیں۔ میں تو تمہارا سامنا کرنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ ہو سکے تو مجھے دل سے معاف کر دینا۔"

:مانی کو انکا یوں معافی مانگنا اچھا نہ لگا تو وہ بمشکل دھیمی سی آواز میں بولا
انکل! آپ مجھے گناہ گار بنا رہے ہیں۔ بڑے چھوٹوں سے معافی مانگتے ہوئے"
اچھے نہیں لگتے، بلکہ انہیں دعائیں دینی چاہئیں۔



136.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(136)(ادھوراپن)

"آپ پلیز مجھے شرمندہ نہ کریں۔
انہوں نے جب مانی کی حالت دیکھی تو بے ساختہ رو پڑے اور ان الفاظ کے ساتھ
:باہر نکل گئے
"یہ مجھ سے کیا ہو گیا؟ میں نے ایک ہنستی بستی زندگی اور جوانی اجاڑ دی۔"

:منان کی ماما نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا

"بھائی صاحب! بس اب میرے جگر گوشے کے لیے دعاء کریں۔وہ جلدی سے

اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے،اور آپ خود کو ہلکان مت کریں۔"

آیت کے والدین نے خدیجہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت طلب کی اور اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔



اگلے روز صبح سویرے آیت اور ساحر سوات پہنچ گئے تھے۔آیت کے گھر کے باہر ایک گاڑی رکی اور ہارن دیا، جس پر چوکیدار نے گیٹ کھولا۔

:لان میں پودوں کو پانی دیتے ہوئے آیت کے بابا کی آواز آئی

"ہاں، بھئی! آج اتنی صبح صبح کس کو ہماری یاد آگئی؟ کون ہے باہر؟"

:چوکیدار نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا

"مالک! وہ آیت بی بی اور داماد جی آئے ہیں۔"

یہ سن کر شاہد صاحب نے پودوں کو ادھورا چھوڑا اور گیٹ کی طرف لپکے۔ آیت گاڑی سے اتری اور وہیں کھڑی یہاں وہاں دیکھنے لگی، جس کا ہاتھ اس کے بابا نے پکڑ کر اسے گلے سے لگالیا اور کہنے لگے:

"ارے، میری گڑیا! کیا انجان لوگوں کی طرح رک سی گئی ہو۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے، چلو اندر چلو۔"

پھر ساحر سے ہم کلام ہو کر دونوں کو لیے اندر چلے گئے۔

آیت شادی کے بعد پہلی دفعہ گھر آئی تھی اور پریشان تھی اپنے والدین کے برتاؤ کے لیے۔ کیونکہ اس کے شادی کے فیصلے سے اس کے بابا کی عزت مجروح ہوئی تھی، اور ایک دن قبل جو کچھ ان کے ساتھ اسلام آباد میں ہوا وہ بھی بھیانک ترین تھا۔

اس کے بابا کافی خوش معلوم ہو رہے تھے، جیسے وہ سب بھول چکے ہوں۔

انہوں نے اپنی بیگم کو پکار کر کہا:

"محترمہ! کہاں ہیں آپ؟

دیکھیں تو کون آیا ہے۔"

ماں نے جب اپنی بیٹی کو دیکھا تو پہلے پہر تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آیا، مگر جب وہ آیت کے قریب ہوئیں تو انہیں یقین ہوا کہ واقعی ان کی بیٹی ان کے سامنے موجود ہے۔اس کی ماما کی تو جیسے جان میں جان لوٹ آتی تھی۔

اپنی بیٹی کو سینے سے لگالیا۔اور خوب پیار کر کے اپنی حسرت بھری نگاہوں کو سکون پہنچانے کے لیے آیت کا چہرہ دیکھ دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

پھر جلدی سے ملازمہ کو ناشتے کا بندوبست کرنے کا کہا۔

شاہد صاحب، آیت اور ساحر کو لیے بیٹھک میں جا بیٹھے۔

:کچھ دیر کے بعد آیت جو کسی الجھن کا شکار تھی کہنے لگی

"ماما! آپ لوگ باتیں کریں میں ابھی آئی۔"

پھر وہ یک دم اسماعیل کے کمرے کی طرف جانے لگی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(137)(ادھوراپن)

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی اس کے کانوں میں ایک آواز گونجنے لگی، جو ہر دفعہ اسے اسماعیل کے کمرے میں داخلے پر سنائی دیا کرتی تھی۔

آپی! آپ آگئیں؟"

اور مجھے کسی نے بتایا بھی نہیں۔

"اور آپ بھی کمرے میں آنے سے پہلے ہمیشہ دستک دینا کیوں بھول جاتی ہیں؟

جیسے وہ آیت سے سوال کر رہا ہو۔

آیت بھی یادوں میں گم صم اس کے ہر سوال کا جواب دینے لگی تھی، اور اسماعیل اس کے بالکل سامنے موجود اپنے بالوں میں ہاتھ پھیراتا ہوا مسکرا رہا تھا۔

پھر اسماعیل نے گھڑی کی طرف دیکھا اور بولا:

اچھا، آپی! معاف کرنا ابھی میں جا رہا ہوں، لیکن پریشان مت ہونا میں ہمیشہ "

"آپ کے ساتھ رہوں گا۔

باہر کھڑے آیت کے والدین یہ سب دیکھ رہے تھے، اور وہ دیوار پر آویزاں اسماعیل کی تصویر کے سامنے کھڑی یہ سب باتیں کر رہی تھی، اور اُسے اپنے سامنے محسوس کر رہی تھی۔

آیت کی مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔ پھر اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکنے پر اس کی یادوں کا تسلسل ٹوٹ گیا، تو وہ چلانے لگی:

"اسماعیل۔۔۔اسماعیل! واپس آجاؤ۔ پلیز کچھ دیر اور رک جاؤ۔"

اُس کی ماما نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا اور کہا:

"بیٹی! سنبھالو خود کو، یہاں کوئی نہیں ہے اور یہ سب صرف تمہارا وہم ہے۔"

آیت کے آنسو ٹپک کر اس کے قدموں میں گر رہے تھے، مگر اس کی نگاہیں اب تک تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔

اس کی ماما نے اسے جنجھوڑا، پھر حقیقت کو تسلیم کرنے کی تلقین کرنے لگیں:

بیٹی! ہوش میں آؤ، دیکھو اسماعیل اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔ تم کیوں خود" کو سزا دے رہی ہو؟ ہم اب اس کے لیے صرف دعاء کر سکتے ہیں۔

وہ یک دم سہم سی گئی اور ماما کے سینے سے لگ کر بولی:

مگر، ماما! وہ ابھی یہیں تھا اور مجھ سے بات کر رہا تھا، وہ ایسے کیسے مجھ سے ملے "

"بغیر جا سکتا ہے۔ پلیز! اسے روکیں۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔

:شاہد صاحب آگے بڑھے اور اُسے تسلی دیتے ہوئے رنجیدگی سے بولے

ہاں۔۔۔ہاں، بیٹی! میں اگلی دفعہ اسے روک کر رکھوں گا اور کہوں گا اس سے "

کہ تم سے ملے بغیر نہ جایا کرے۔ میری جان! ابھی تم خود کو سنبھالو نہیں تو وہ

"ناراض ہو جائے گا۔

:اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے آنسو پونچھ کر پوچھا

"ٹھیک ہے، بابا! اب میں نہیں روؤں گی تو پھر وہ آئے گا نا؟"

:انہوں نے سرد لہجے میں جواباً کہا

"ہاں، بیٹی! وہ ضرور آئے گا۔"

:اور پھر ساتھ میں آئی ملازمہ کو اشارہ کر کے کہا

"آپ یہ دروازہ لاک کر دیں۔"

اس نے ہامی بھری اور آیت کے والدین آیت کو لیے ناشتے کی میز پر آ گئے۔

اسماعیل کی موت کے بعد اس کا سارا وقت لندن میں گزرا تھا۔ سوائے اس کی شادی سے پہلے کے چند دنوں کے، اور وہ بھی اس نے سوات اپنے گھر کی بجائے ایک ہوٹل میں گزارے تھے۔

اس لیے ایک عرصے کے بعد گھر لوٹنا اس کے لیے نہایت مشکل ثابت ہوا تھا۔



138.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(138)(ادھوراپن)

وہ ناشتے کی میز پر تو آ گئی تھی، مگر اب بھی اسماعیل کی خالی کرسی دیکھے جا رہی تھی اور انتظار کر رہی تھی۔

سچ کہتے ہیں۔۔۔ جب پرانے زخم تازہ ہوتے ہیں تو ان کی تکلیف

بھی نئے عزم کے ساتھ ہمارا استقبال کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے۔

آیت کے والدین اُس کی حالت دیکھ کر بے حد افسردہ تھے، کہ اُن کی بیٹی ایک عرصہ بیت جانے پر گھر آئی تو ہے، مگر وہ پر سکون نہیں ہے۔

ناشتے کے بعد اس کے بابا نے ساحر کو اکیلے میں اپنے پاس بلوایا اور قصہ تمام اس کے سامنے رکھ کر بولے:

"بیٹا! آیت کی حالت اب مزید یہاں رہنے والی نہیں ہے، تو تم کچھ بھی کرو، کوئی بھی بہانہ بناؤ، مگر اسے جلد از جلد یہاں سے لے جاؤ۔"

ساحر یہ سن کر کافی اذیت میں مبتلا ہو گیا اور بولا:

"انکل! جن نازک حالات سے گزر کر وہ یہاں آئی ہے وہ آپ بھی جانتے ہیں، اور اگر ایسے میں میں اُسے ابھی واپسی کی کہوں گا تو وہ ہم سب سے بد گمان ہو جائے گی۔"

پھر انہیں اطمینان دلاتے ہوئے اُس نے مزید کہا:

لیکن انکل! آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے امید ہے وہ خود کو سنبھال لے گی۔ میں" تو ایک دو دنوں تک نکل جاؤں گا اور کوشش کروں گا وہ مان جائے تو اسے بھی "ساتھ لے جاؤں گا۔

اس پر آیت کے بابا نے رضامندی ظاہر کی اور کچھ حد تک مطمئن بھی دکھائی دیے۔

آیت نے اپنے گھر میں جتنے دن گزارے وہ اس کے والدین کے لیے اذیت ناک تھے۔ کیونکہ آیت اپنے سینے میں بہت کچھ دفن کر چکی تھی، جو اس کے لیے اذیت ناک تھا۔

بہر حال اس نے دکھاوے کے لیے ہی سہی مگر خود کو سنبھال لیا تھا، لیکن اولاد کا دکھ والدین سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔

آخر کار آج وہ دن بھی آ ہی گیا، جب آیت نے واپسی اسلام آباد روانگی کا فیصلہ کر لیا تھا۔

آج دوپہر دس دن بعد وہ سوات سے اسلام آباد کے لیے روانہ ہو گئی۔

اسلام آباد میں جو حالات تھے آیت کو بخوبی اندازہ تھا، مگر جو کچھ اُس نے وہاں جا کر دیکھا وہ اس کی سوچ سے بھی مختلف تھا۔آیت اور ساحر کی غیر موجودگی اور زویا کی غفلتوں اور چال بازیوں سے بزنس کا بیڑا غرق ہو چکا تھا۔

ساحر کو چونکہ یہ بزنس اور اپنے بابا جان کا دیکھا خواب اپنی جان سے بھی عزیز تھا، اس لیے اس کے دن ورات بکھر چکے تھے۔اور پریشانی کی حد یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی کی حقیقت تک کو بھول چکا تھا۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جگڑے تک اتر آتا۔

اسے بس تلاش تھی تو اصل مجرم کی تاکہ وہ مجرم کو تلاش کر کے اسے حقیقی انجام تک پہنچا سکے۔

دوسری طرف اکیلی آیت تھی جس نے ہار نہ ماننے کا عزم کر لیا، اور پھر صدیق صاحب سے بات چیت کر کے اپنا سارا وقت بزنس کے لیے پیش کر دیا۔

دن، رات انتھک محنت کر کے اس نے دو مہینوں کے اندر بزنس کو پھر سے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

139.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(139)(ادھوراپن)

اب وقت تھا دھوکے باز لوگوں اور مجرموں کو پکڑنے کا، جس کے لیے آیت نے قانون کا راستہ چنا اور تمام ملازمین جو بزنس میں نقصان کے ذمہ دار تھے انہیں قانون کے حوالے کر دیا۔

ہر ممکن کوشش اور کامیابی کے باوجود وہ ساحر کا غصہ اور اس کی نفرت کم نہ کر سکی، جو اس نقصان کے بعد وہ اپنے آپ سے بھی کرنے لگا تھا۔ اسے سمجھا پانا اب شاید ہی کسی کے بس میں تھا۔

حقیقت تو خدا بہتر جانتا ہے اور وہ کب کسے کیسے آزمائے اس کا کوئی ثانی نہیں۔

تفتیش کے دوران مجرموں کے بیانات سے جو کچھ ثابت ہوا اس نے ساحر کے ساتھ ساتھ آیت کی بھی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔ کیونکہ ان بیانات کے مطابق تمام الزامات آیت پر عائد ہوئے جو کسی چالاک چال باز کی چال تھی۔

وہ کہتے ہیں نا۔۔۔اکثر نیکی کرنے والے ہی سزا کاٹتے ہیں۔

جیسے آیت نے کچھ عرصہ پہلے اپنے ورکرز پر کچھ خاص مہربانیاں کی تھیں۔ جس کی بدولت وہ سب کی نظر میں آگئی اور چال باز نے ایسا وار کیا کہ آیت اوندھے منہ زمین پر جا گری۔

ساحر نے بھی اس کی ساری محنت اور اپنی محبت کے ساتھ ساتھ تمام تر عہد فراموش کر ڈالے، اور لوگوں کی باتوں میں آکر آیت کے خلاف کھڑا ہو گیا۔

صدیق صاحب چونکہ ساحر کے باباجان کے اچھے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کابل اور وفادار منیجر بھی تھے۔ اُنھوں نے ساحر کو کافی سمجھایا۔۔۔

"کہ یہ سب لوگ جو کہہ رہے ہیں جھوٹ ہے، آیت ایسا نہیں کر سکتی۔"

مگر اس کی آنکھوں پر جو شک کی پٹی بندھ چکی تھی، اس میں اسے اپنی ذات اور بزنس کے علاوہ سب گہرے اور گھپ اندھیرے کے مانند دکھ رہا تھا۔

:آیت آج اس کی منتیں ترلے کرتی رہی کہ

"اس سب میں اس کا کوئی قصور نہیں۔"

مگر ساحر نے اس کی کسی بات کا بھروسہ نہ کیا۔اور اپنا فون ایک طرف پھینک کر غصے میں باہر نکل گیا۔

آیت دفتر میں بیٹھی اپنے نصیبوں پر آنسو بہانے لگی تھی۔

دراصل ساحر کے غصے اور آیت سے نفرت کی وجہ بزنس نہیں بلکہ کچھ عرصہ قبل ہسپتال میں مانی سے کی گئیں محبت کی باتیں تھیں۔جو اس وقت تو ساحر نے دل پر پھتر رکھ کر برداشت کرلیں، مگر اب وہ باتیں اُسے کھٹکنے لگیں اور وہ آیت سے نفرت کرنے لگا تھا۔اس کے علاوہ اس کی والدہ کا جو آیت سے سلوک تھا۔۔ساحر کے مطابق وہ اسی کا بدلا لے رہی ہے۔

کچھ دیر بعد زویا بھی دفتر میں آئی اور جھوٹ موٹ کا رونا روتے ہوئے آیت سے کہنے لگی:

اوہ ہو، بھابھی! یہ سب کیا ہو گیا؟ نہ جانے کس کی نظر لگی آپ اور ساحر بھائی" کے پیار کو۔

"کیا ملا اتنی شدید محبت کر کے آپ کو؟

:زویا اس کی نازک حالت پہ طنز کر رہی تھی

بھابی! کہتے ہیں جس شخص کو شدت سے چاہا جائے، وہ کبھی نا کبھی کہیں نا کہیں "

"تڑپاتا ضرور ہے۔



140.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(140)(ادھوراپن)

:آیت اُٹھ کر زویا کے قریب آئی اور سسکتے ہوئے کہنے لگی

"زویا! تم تو میرا یقین کرو۔اس وقت مجھے صرف تم ہی بچا سکتی ہو پلیز۔"

:زویا نے دانت کچکچاتے ہوئے مڑ کر دیکھا اور کہنے لگی

ہاں۔۔۔ہاں کیوں نہیں، مگر اب بھائی کو کون سمجھائے گا؟ لیکن آپ فکر نہ "

کریں میں آپ کے ساتھ ہوں اور عدالت کا فیصلہ ہمارے حق میں ہی آئے گا پھر

"دیکھنا۔

مگر وہ معصوم آیت کس کی میٹھی باتوں کا یقین کرتی، سب اس کے خلاف تھے۔

وہ چیختی چلاتی، روتی رہی مگر اس کی صدا کسی نے نہ سنی۔

ساحر اس سے اس حد تک بدگمان ہو چکا تھا کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ

دیکھتا۔ راتوں کو وہ اکثر دیر سے گھر آتا، مگر دروازے پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی

آیت سے بات تک نہ کرتا اور صبح سویرے گھر سے نکل جاتا۔

اب جب آیت اپنی ساری قوتیں اور توقعات کھو چکی تھی تو اس نے اپنے رب

سے لو لگالی اور دن رات دعائیں اور معافیاں مانگنے لگی۔ اس گناہ کی جو کبھی اس

نے کیا ہی نہیں تھا یا شاید اسے یاد نہیں تھا۔

خدا تو فیصلے بہترین اور اپنے مطابق کرتا ہے۔

پھر ایک دن اسے اچانک مانی اور سانول کا خیال آیا۔

وہ رات بھر بہتری کی سوچتی رہی اور پھر صبح سویرے ہسپتال روانہ ہو گئی۔

آیت جیسے ہی ہسپتال میں داخل ہوئی تو سامنے موجود ساحر ٹہلتے ہوئے اس کے قریب آیا اور بولا:

"اوہ! تو تم یہاں پہنچ ہی گئی؟"

آیت کافی خوف زدہ تھی اور سہمے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگی:

آپ۔۔۔آپ کب آئے؟"

میں تو بس یہاں سانول سے اپنی بے گناہی کی گواہی دینے کی بھیک مانگنے آئی تھی، تاکہ اپنی محبت کو بچا سکوں۔"

ساحر تلخ لہجے میں بولا:

کونسی محبت؟ اور کس قسم کی بے گناہی چاہتی ہو تم؟"

ارے تم نے تو اس کے ساتھ مل کر مجھے دھوکا دیا اور آسمان سے زمین پر لا کھڑا کر دیا۔"

یہ سن کر سانول کو جھٹکا لگا تھا کیونکہ اب تک وہ سارے معاملے سے ناواقف تھا۔ مگر آیت کی اس حالت کے بارے میں کبھی اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ سانول نے خود کو سنبھالا اور ساحر سے کہنے لگا:

یہ تم کیسے بات کر رہے ہو؟"

میں جانتا ہوں وہ تمہاری بیوی ہے، مگر ایسے بات کرنے کا تمہیں کوئی حق

"نہیں۔

:یہ سن کر ساحر بھڑک اٹھا اور کہنے لگا

"تمہیں کیا لگتا ہے میں کچھ نہیں جانتا؟"

سانول کی طویل خاموشی کی بدولت اس نے خود ہی اپنے سوال کا جواب دیا۔

اس کا انداز پھیکا تھا۔

میں سب جانتا ہوں یہ یہاں کس بے گناہی کا ثبوت لینے آئی ہے۔ بلکہ نہیں یہ"

تو اپنے یار سے ملنے آئی ہے، جسے محبت کی قسم دے کر اس نے زندگی کی بہاروں

"میں واپس موڑا تھا۔

:سانول کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا اور وہ جذبات میں چلایا تھا

کیا بکواس کر رہے ہو تم؟"

"اپنی زبان سنبھال کر بات کرو۔ اب تم حد سے بڑھ رہے ہو۔

141.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(141)(ادھورا پن)

:ساحر نے طنزیہ طور پر قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کہا

ارے، میاں! سچی باتیں یونہی کڑوی لگتی ہیں۔اصل حقیقت یہی ہے اور یہ"

"صرف آج نہیں بلکہ ہر روز صبح اپنے یار سے ملنے آتی ہے۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ سانول نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا، جس پر وہاں موجود

:آیت بھڑک اٹھی اور سانول کو پیچھے دھکیلتے ہوئے چلائی

تمہاری ہمت کیسے ہوئی اُن پر ہاتھ اٹھانے کی؟ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔تم"

"ہوتے کون ہو میرے شوہر پر ہاتھ اٹھانے والے؟

:سانول نے چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا

آیت! وہ بکواس کر رہا ہے، اور میں ہر گز برداشت نہیں کر سکتا کوئی میرے یار"
مانی یا تم پر جھوٹا الزام لگائے۔ تم میری بہن ہو اور ساحر کو کوئی حق حاصل نہیں وہ
"یوں کسی کو بدنام کرے یا تمہارے متعلق بکواس کرے۔

:آیت نے کس کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور پھر سے چلائی

کیوں نہیں حق؟"

وہ میرا شوہر ہے اور وہ میرے لیے کچھ بھی کرنے یا کہنے کا شرعی حق قانونی طور پر
"رکھتا ہے۔

:ساحر پھر سے ہنسا اور بولا

اب تو میرا شک پختہ یقین ہو چکا ہے۔اس کی آنکھوں میں جو بے چینی ہے وہ"
"اس بات کا ثبوت ہے کہ آیت یہاں مانی سے ہی ملنے آتی ہے۔

:سسکتی ہوئی آیت نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا

ساحر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پلیز میرا یقین کریں۔ میں یہاں ڈاکٹر کے"
"کہنے پہ آتی ہوں، وہ آنٹی کے کچھ۔۔۔۔۔۔

:ساحر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا

کیا... کیا کہنا چاہتی ہو تم ؟"

تم اپنی غلطی چھپانے کے لیے ماما کو الزام مت دو۔اب مجھے تمہاری کسی بھی بات پر بھروسہ نہیں رہا۔میں نفرت کرتا ہوں، شدت کی نفرت۔۔۔ تمہارے ہر لفظ سے، تمہاری سوچ سے اور اب تو تمہاری شکل وصورت سے بھی۔

اس سے پہلے کہ تم میرے منہ سے کچھ بکواس سنو، دور ہو جاؤ میری نظروں اور زندگی سے بھی۔ تم پہلے ہی بہت غلط ثابت ہو چکی ہو اور میرا تم پر سے بھروسہ اٹھ گیا ہے۔

"ابھی کے ابھی نکل جاؤ یہاں سے۔

:آیت گڑگڑائی تھی

"مگر خدا کے لیے آپ میری بات تو سنیں۔'

:ساحر بے لگام ہو چکا تھا اور جذبات میں آکر بولا

اب کوئی بات نہیں سننی، بلکہ میں آج ہی تمہیں آزاد کر دیتا ہوں تاکہ تم خوشی"

"خوشی اور اپنی مرضی سے رنگ رلیاں منا سکو۔

:آیت بے بسی کے عالم میں روتے ہوئے بولی

نہیں، ساحر! آپ کو خدا کا واسطہ ایسا ظلم نہ کریں، آپ کو میری محبت کا واسطہ۔" میں وہی کروں گی جو آپ چاہیں گے۔ مگر پلیز ایسا نہ کریں۔

"میں کیا جواب دوں گی اپنے ماں باپ کو اور اس زمانے کو؟

اس دوران سانول بھی اس جگڑے میں شامل ہو گیا اور ساحر کو متوجہ کر کے کہا:

تم ابھی حقیقت سے ناواقف ہو، تم سچ سن بھی نہ پاؤ شاید۔۔۔ لیکن تمہارے" لیے جاننا ضروری ہے۔



142.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(142)(ادھورا پن)

حقیقت یہ نہیں جو تمہارے سامنے ہے بلکہ ہوا کچھ یوں تھا کہ آیت اور مانی کا

"رشتہ طے ہو گیا تھا۔ جس میں دونوں کی مرضی شامل نہ تھی۔

وہ ساحر کو ماضی میں کہیں دھکیل رہا تھا۔

مگر یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ یہ تمہیں اس قدر چاہتی تھی کہ صرف تمہارے"

خواب دیکھتی تھی۔

لندن سے پاکستان آئی دونوں فیملیز نے جب آیت اور مانی کے دن رکھے تب یہ

دونوں وہاں ملے ضرور تھے، مگر صرف وصرف دوستی کی حد تک نہ کہ ایک ہو

جانے کے لیے۔

یہ دونوں تو یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے رشتے الگ الگ طے ہوئے ہیں، مگر

جب حقیقت معلوم ہوئی تو مانی نے اس فیصلے پر گھر والوں سے جھگڑا بھی کیا تھا۔

بے شک وہ آیت سے بے پناہ محبت کرتا تھا، مگر اسے معلوم تھا آیت کسی اور کے

خواب آنکھوں میں سجائے ہوئے ہے۔ اس لیے اس نے آیت سے کچھ وعدے

کر رکھے تھے ،اِس کو اس کی محبت دلانے کے۔ مر مٹنے کا عزم تک کر لیا اور آخر

اپنی جان کی بازی لگا کر تم دونوں کو ایک کیا۔ مانی نے اپنے پیار کو قربان کر دیا تھا۔

اس سب میں ان دونوں کا قصور صرف و صرف ان کی نادانی تھی۔ لیکن اُس نادانی کے باوجود میرے یار نے اپنی محبت تمہارے لیے قربان کر دی اور آج اس کی جو حالت ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔

میں تمہیں نیچا دکھانے کے لیے یہ سب نہیں بتا رہا، مگر حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ آیت کے دامن پر کوئی داغ نہیں ہے اور نہ ہی اس نے مانی سے "محبت کی تھی۔

: سانول نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مزید کہا

خدا کے لیے آیت کی محبت کا ہی کوئی مان رکھ لو، یہ تو معصوم بے قصور ہے۔ مانی "" کی محبت تو یکطرفہ تھی۔

: ساحر نے پلٹ کر صرف اتنا کہا

مجھے کچھ نہیں سننا۔ بس میرا آخری فیصلہ ہے میں ابھی آیت کو آزاد کر دیتا "

"ہوں۔

: سانول آگے بڑھا اور ساحر کے قدموں میں گر پڑا، اُسے خدا کے واسطے دیے کہ

یہ فیصلے جذبات میں نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کیے جاتے ہیں، تم اپنا فیصلہ واپس" لو۔ میں یقین دلاتا ہوں وہ ابھی گھر چلی جائے گی، تمہاری زندگی سے دُور۔ پلیز! تم اتنا بڑا فیصلہ اتنی جلد بازی میں نہ کرو۔ وہ محبت ہے تمہاری اور شرعی طور پر "تمہاری بیوی ہے۔

سانول سے جتنا ہو سکا اس نے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی تھی۔

:ساحر کہنے لگا

ہے نہیں تھی۔ اب میرا کوئی تعلق نہیں اُس سے اُسے ابھی یہاں سے جانے" "کے لیے کہو۔

:سانول اٹھ کھڑا ہو کر آیت کے پاس گیا اور سسکتے ہوئے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا

آیت! میں سمجھ سکتا ہوں تمہارا دکھ، مگر تم بھی وقت کی نزاکت کو سمجھو اور" "گھر چلی جاؤ۔

آیت بھی اپنا محبت کا رشتہ بچانے کے لیے اپنی صفائی میں کچھ کہے بنا وہاں سے چلی گئی۔

:سانول، ساحر کے قریب ہو کر اسے سمجھانے لگا

دیکھو، یار! ٹھنڈے دماغ سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔ یہ جلد بازی اور غصے "
کے کام شیطان کے ہیں۔ اُسے خود پر حاوی مت ہونے دینا۔

143.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(143)(ادھوراپن)

"یہ کسی بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔
ساحر کی نم آنکھیں اس کے اندر کا حال بیان کر رہی تھیں۔
:وہ کہنے لگا
ٹھیک کہا تم نے۔ وہ میری جان ہے، میں بھی اس کے بغیر مر جاؤں گا۔ مگر اس "
نے مجھے دھوکا دیا ہے جو کبھی میں اسے معاف نہیں کر پاؤں گا۔

وہ کہتی ہے اُسے محبت مجھ سے ہے۔ مگر وہ دن رات کسی اور کے لیے تڑپے یہ مجھے گوارہ نہیں ہے۔

تم جانتے تو ہو شرک کی معافی تو میرا خدا بھی نہیں دیتا۔

اس کے علاوہ اس نے بزنس میں جو کچھ کیا۔۔۔مجھے پیسے سے غرض نہیں ہے لیکن اس بزنس میں میرے بابا جان کا خون شامل ہے۔اس بزنس کو منزل پر پہنچانے کے لیے میرے بابا جان نے اپنی جان پیش کر دی تھی۔ جو ہمیشہ سے ان کا خواب تھا۔

اس خواب کو میں پورا کرنے کی سوچ لے کر ہی آیت کو بھی ساتھ لیے نکلا تھا، مگر اس نے ٹھیک اس وقت مجھے منہ کے بل گرادیا جب میں منزل پر پہنچنے والا تھا۔

"مجھے دکھ صرف اس بات کا ہے۔

سانول کو چونکہ آیت کچھ دیر قبل سب بتا چکی تھی اس لیے وہ ساحر کو تسلی دیتے ہوئے بولا:

میں تمہارے جذبات سمجھ سکتا ہوں، مگر ابھی عدالت کا فیصلہ باقی ہے۔ تم اس"
طرح جلد بازی مت کرو۔ آیت کے متعلق تمہیں بہت بڑی غلط فہمی ہے اور یہ
"میں اپنے یقین سے کہہ سکتا ہوں۔

:ساحر نے غصے بھری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور کہنے لگا

اب میری زندگی اور گھر کے تمام دروازے ہمیشہ کے لیے اُس پر بند ہیں۔ وہ"
میری محبت کے قابل نہیں ہے اور عدالت جو فیصلہ کرے گی وہ آگے کی بات
"ہے۔ کیونکہ اب آیت میرے قابل نہیں ہے۔

یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کس کے قابل نہیں ہے۔ اس نے اپنی محبت میں"
کوئی کثر باقی نہیں رکھی، خدا کے لیے اُسے اس بربادی کے لیے اکیلا نہ چھوڑنا۔
اور وہ ہسپتال کیوں آئی تھی یہ بھی اپنی والدہ سے معلوم کر لینا، اور رحم دل بنو
"بزدل نہیں۔

یہ کہہ کر سانول وہاں سے چلا گیا۔

سانول اور ساحر رشتے میں تو ماموں زاد کزنز تھے، مگر کچھ آپسی رنجشوں اور غلط فہمیوں کی وجہ سے دونوں گھرانے کافی سالوں سے دور دور ہی رہے ہیں۔ مگر ساحر اور سانول نے آپسی تعلق کو استوار کیے رکھا ہے کچھ حد تک۔

اس شام وہ جب گھر پہنچا تو آیت، زویا کے سامنے ہاتھ جوڑے اپنی زندگی اور محبت کی بھیک مانگتے ہوئے کہہ رہی تھی:

"خدا کے لیے تم اپنے بھائی کو روک لو اور میری مدد کرو۔ میں ان الزامات کے بوجھ تلے روندی جاؤں گی۔ پلیز مجھے بچا لو، پلیز میری محبت کو بچا لو۔" کہہ کر آیت گڑگڑانے لگی۔

یہ سب سن کر اور اس کی بے بسی دیکھ کر زویا اندر ہی اندر خوش تھی، مگر اسے تسلی بھی دیتی رہی کہ:

"وہ بھائی سے ضرور بات کرے گی آپ کو پریشان ہونے کی ضرور نہیں ہے۔"

ساحر سے آیت کی موجودگی برداشت نہ ہوئی، وہ بے اختیار چلا اٹھا:

"تم اب تک یہیں ہو؟ میں نے کیا کہا تھا تمہیں؟"

"نکل جاؤ اس گھر سے اور میری زندگی سے ہمیشہ کے لیے۔

:آیت اپنی قسمت اور بربادی پر آنسو بہاتے ہوئے بولی

ساحر! مجھے ایک دفعہ بولنے کا موقع تو دیں، پھر آپ جو چاہیں گے میں وہی"
"کروں گی۔

144.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(144)(ادھوراپن)

شام کا سورج ڈھلے کچھ پل بیت چکے تھے اور روشنی تاریکی میں بدل رہی تھی۔
پرندے خدا کی حمد و ثناء کرتے ہوئے اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔
ساحر نے آیت کو بالوں سے پکڑا اور گھسیٹا ہوا لان میں لے آیا، اور گیٹ کھول کر
باہر دھکیل دیا۔

یہ سب دیکھ کر گھر کا دراز عمر چوکیدار کافی برہم ہوا،اور گرتی ہوئی آیت کو سہارا دیتے ہوئے کہنے لگا:

ارے،مالک! کیا ہو گیا ہے؟ خیریت تو ہے؟"

آپ اتنے ظالم تو کبھی نہ تھے۔ کسی کی بہن بیٹی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے سے پہلے اتنا سوچ لینا چاہیے کہ یہ دنیا مکافات عمل ہے۔اور رب کا انصاف بہترین انصاف ہے۔"

ساحر غصے بھری نگاہوں سے پیچھے مڑ کر چلایا:

تم اپنے کام سے کام رکھو اور مجھے مت سکھاؤ۔ میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔"

پل بھر کی خاموشی کے بعد وہ تلخ لہجے میں اپنا حکم چلانے لگا:

اور ہاں،اگر تمہیں دوسروں کا اتنا ہی خیال ہے تو تم بھی نکل جاؤ اس گھر سے۔" نہ جانے کہاں کہاں سے منہ اٹھائے آجاتے ہو۔"

چوکیدار نے آیت کو سہارا دے کرسی پر بٹھا دیا اور اپنے آنسو پونچھ کر فریاد کرنے لگا:

ٹھیک کہا آپ نے مالک ! ہم غریبوں کی کیا اوقات جو کسی کے ذاتی معاملات "
میں دخل اندازی کریں۔

مگر کیا کریں، اُس خدا نے ہمارے سینے میں بھی ایک دل رکھا ہے، جو بد قسمتی سے آپ بڑے لوگوں کی طرح پتھر کا نہیں. اور ہاں، رزق بھی اس خدا نے اپنے ذمے لیے رکھا ہے کیوں کہ وہ انسان کی فطرت سے واقف ہے۔ اس لیے مجھے بھی یہاں نوکری کر کے اپنے بچوں کا گناہ گار نہیں بننا۔

چلتا ہوں مالک ! اور اگر کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو معاف کیجئے گا۔ میں دعاء گو ہوں اس مظلوم اور معصوم بچی کی آہوں سے آپ کا جینا حرام نہ ہو جائے۔ کیونکہ " مظلوم اور اس کے خالق کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

ساحر کا چہرہ غصے سے لال ہو چکا تھا، مگر وہ خاموشی سے یہ سب سن کر منہ پھلائے اندر چلا گیا۔

آیت کی نگاہیں اب تک گھر کی چوکھٹ پر مرکوز تھیں۔

چوکیدار اندر ہی اندر کچھ بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھا اور کچھ سامان ساتھی چوکیدار کو دے کر آیت کی طرف جانے لگا۔ اُس نے آیت کے پاس پہنچ کر کہا :

اچھا، بیٹی ! چلیں اب رات ہونے کو ہے اور یہاں کے ظالم لوگ آپ کو"
جانوروں کی طرح نوچ کھائیں گے۔
" صبح ہوتے ہی میں آپ کو آپ کے گھر پہنچادوں گا۔



145.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(145)(ادھوراپن)

آیت نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور کچھ باتیں اپنے رب سے دل ہی دل میں کرنے لگی۔نہ جانے رات پناہ ملنے پر شکر تھا یا گھر سے نکالے جانے پر شکوہ، مگر وہ بے حد افسردہ تھی۔

کچھ دیر بالکل خاموشی چھائی رہی۔ پھر آیت کچھ کہے بنا ہی چوکیدار کے ساتھ جانے کے لیے رضامند ہو گئی، کیونکہ وہ جانتی تھی اب اس گھر اور ساحر کے دل میں اس کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

:آیت نے اپنا سامان اٹھانا چاہا، مگر چوکیدار نے کہا

"بیٹیاں یہ سب کرنے کے لیے نہیں ہوتیں میں ہوں نا، آپ کا سامان اٹھالوں گا۔"

:آیت نے خفگی ظاہر کی

"نہیں، انکل! میں اٹھالوں گی۔ آپ خوا مخوا تکلف کر رہے ہیں۔"

ارے، بیٹی! اس میں تکلف کیسا؟ میں ہمیشہ سے ہی اپنے مالک کا وفادار رہا ہوں۔"

:اور پھر سامان اٹھائے آگے بڑھتے ہوئے بولا

"جو سلوک آج آپ کے ساتھ ہوا تو میری وفاداری بھی جواب دے گئی۔"

:آیت سڑک کنارے پر رکتے ہوئے رنجیدگی سے بولی

انکل! وہ سب تو ٹھیک ہے، مگر آپ کو میری وجہ سے اپنی روزی کو لات نہیں"
مارنی چاہیے تھی۔ میں تو کسی ہوٹل میں رات گزار لیتی یا پھر وہیں گھر کی چوکھٹ
"پر پڑی رہتی۔

:سامان رکھتے ہوئے چوکیدار کہنے لگا

نہ بیٹی نہ۔ میری غیرت کو کیسے گوارہ تھا کہ ایک بیٹی کی عزت پر بات آئے اور"
میں اپنی روزی بچاتا پھرتا۔ میں بھی دس جماعتیں پاس ہوں تو زیادہ نہیں، مگر اتنا
"جانتا ہوں میرا رازق مجھے اور میرے بچوں کو کبھی بھوکا نہیں سونے دے گا۔

آیت نے مسکراتے ہوئے اپنا ڈوپٹہ آگے بڑھا کر چوکیدار کے ماتھے سے پسینہ
:صاف کیا اور کہنے لگی

کتنا بڑا دل ہے نا آپ کا۔ نہ جانے لوگ کیوں غریب لوگوں سے نفرت کرتے"
"ہیں، جبکہ وہ تو خود محبت کے قابل نہیں ہوتے۔

:راشد نے گردن نفی میں ہلائی

نہیں، مالکن! لوگ اچھے یا برے نہیں ہوتے، برا تو وقت ہوتا ہے۔ جو انسان کو"
"برائی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

:آیت نے حیرانی ظاہر کی

اچھا! اور اگر یہ حقیقت ہے تو وقت تو اچھا بھی ہوتا ہے۔ تب ان لوگوں کی"
"اچھائیاں کہاں کھو جاتی ہیں؟

اس سوال نے راشد کو لاجواب کر دیا۔ اس لیے وہ آیت کی بات بدلتے ہوئے

:بولا

مالکن! رکشہ آگیا ہے، معافی چاہتا ہوں یہ سواری آپ کے شایان شان تو"
"نہیں، مگر آج کی رات آپ کو کسی نہ کسی طرح بیتانی پڑے گی۔

آیت خوشی خوشی رکشہ پر سوار ہو گئی اور کچھ ہی دیر میں وہ اسلام آباد کی رونقیں چھوڑ کر کچی آبادی میں پہنچ چکے تھے۔

:راشد نے رکشہ رکوایا اور سامان اتار کر آیت کو اترنے کا کہتے ہوئے بولا

مالکن! یہ رہا میرا ساری زندگی محنت کر کے کمایا پھل جو میرے لیے کسی"
"خوبصورت محل جیسا ہی ہے۔

اس کا اشارہ کچی آبادی میں موجود دو تین کمروں پر مشتمل ایک پکے مکان کی جانب تھا۔

:آیت نے نظر بھر کر گھر کو دیکھا، پھر کہنے لگی

"ماشاءللہ، بہت خوبصورت گھر ہے آپ کا۔اور جگہ دل میں ہو تو کم یا زیادہ ہے، فرق نہیں پڑتا۔"



146.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(146)(ادھوراپن)

:راشد مسکراتے ہوئے دروازہ کھول کر بولا

"آئیں مالکن !اندر آئیں۔

پھر یک دم سامان ایک طرف رکھ کر سامنے لگے صوفے کو صاف کر کے گزارش کی :

"آپ یہاں بیٹھیں میں ابھی آیا۔"

وہ بنا تکلف وہاں خوشی خوشی بیٹھ گئی جو کبھی اس سب کی عادی نہیں تھی۔ راشد کچھ ہی دیر میں اپنی بیگم کے ہمراہ آیت کی طرف آیا، جس نے ہاتھ میں شربت کا گلاس تھامے رکھا تھا، اور اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف تھا۔

اُس نے شربت کا گلاس میز پر رکھ دیا اور آیت سے مصافحہ کرنے کے لیے کانپتا ہوا ہاتھ آگے بڑھایا، جس پر آیت نے اٹھ کر اسے سینے سے لگالیا اور افسردگی کے عالم میں بولی:

"میں آپ دونوں کا یہ احسان کیسے چکا پاؤں گی؟

احساس کا حقیقی معنی تو مجھے آج معلوم ہوا ہے۔ خدا آپ کو ہمیشہ یوں ہی دوسروں کے کام آنے کی ہمت عطاء فرمائے، آمین۔"

راشد سرد لہجے میں بولا:

"مالکن! یہ احسان نہیں بلکہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر حال میں دوسروں کے کام آئے، اور آپ کا یہاں آنا آپ کا احسان ہے ہم پر۔"

راشد کی بیگم کچن میں چلی گئی جبکہ وہ آیت کے ساتھ بیٹھ کر کچھ قصے کہانیاں سنانے لگا۔

:آیت نے شربت پینے کے بعد کچھ تجسس ظاہر کیا

"اچھا، انکل! آپ کے بچے نظر نہیں آ رہے؟"

:راشد قہقہہ لگا کر ہنسا، پھر معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا

ارے، مالکن! وہ تو اب ہمیں بمشکل نظر آتے ہیں تو آپ تو پہلی پہلی دفعہ آئی" "ہیں، تو کیسے ملاقات کر سکتی ہیں۔

:آیت نے حیرانی ظاہر کی

"کیا مطلب، انکل! میں کچھ سمجھی نہیں۔"

:راشد مسکرا دیا

ارے، مالکن! وہ تو ماشاءاللہ سے جوان ہو چکے ہیں اب۔ ایک بیٹی ہے، وہ تو" اپنے گھر کی ہو گئی ہے خدا ہمیشہ آباد رکھے، اور میرا بیٹا ابھی فوج میں بھرتی ہوا ہے۔ بڑا قابل بچہ ہے۔

"وطن کی محبت اُسے اپنی جان سے بھی عزیز ہے۔

: آیت سن کر کافی خوش ہوئی اور راشد کو سراہتے ہوئے بولی

واہ! واقعی یہ تو بہت خوشی اور خوش قسمتی کی بات ہے آپ دونوں کے لیے۔ "

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اپنی اولاد کو بہت محبت اور محنت سے جوان

کیا ہو گا۔ اور ہاں، اگر آپ کو کبھی بھی کیسے بھی میری ضرورت پڑے تو بنا تکلف

مجھے بتا دیجیے گا۔ میرے بابا بھی پاک آرمی سے منسلک ہیں، تو آپ کے بیٹے کے

" لیے میں ان سے بات کروں گی۔

: راشد اٹھ کھڑا ہوا اور نظریں جھکائے کہنے لگا

مالکن! آپ ہمارے لیے بے حد محترم ہیں، مگر معاف کیجیے گا۔ میرا بیٹا کسی "

میڈل یا عہدے کے لیے فوج میں بھرتی نہیں ہوا۔

بلکہ وہ اس دھرتی کی محبت کے لیے خود کو دان کرنے کے لیے فوج سے منسلک

ہے۔

147.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(147)(ادھوراپن)

وہ بہت محنتی ہے اور مجھے امید اور بھروسہ ہے وہ اپنے آپ کو اس قابل بنا لے گا
کہ اس کا بھی اپنا مقام ہو۔

ہمارے ملک میں تو بس سفارش کو اہمیت دی جاتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب
"نہیں کہ دھرتی کی ماؤں نے بہادر اور نا ڈر اولادیں پیدا کرنا چھوڑ دی ہیں۔

:آیت کافی شرمندہ ہوئی

انکل! میرا مطلب وہ نہیں تھا، معاف کیجے گا۔اور میں نے جو امید کی کرن آپ"
کی آنکھوں میں آپ کے بیٹے کے لیے دیکھی ہے، تو وہ ضرور اپنی محنت اور لگن
"سے اپنی منزل پا لے گا، ان شاءاللہ۔

راشد کی بیگم نے کچن سے اشارتاً اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ جس پر اس نے فوراً
:سے کھانا لگایا اور آیت کے سامنے نظر جھکا کر کہنے لگا

مالکن! کھانا تیار ہے، مگر میں پہلے ہی معذرت خواہ ہوں۔ ہم لوگوں کی اتنی" اوقات نہیں کہ آپ کے معیار پر اتریں مگر۔۔۔ مگر ہم نے اپنی پوری کوشش کی "ہے کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے۔

:آیت نے مسکرا کر کہا

انکل! جو کچھ اس خدا نے عطاء کیا ہے ہمیں اس پر اس کا شکر گزار ہونا" "چاہیے۔

پھر وہ دونوں بھی کھانے کی میز تک جا پہنچے، جہاں راشد کی بیگم پہلے سے موجود تھیں۔

آیت نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر آمنہ کی خوب تعریف بھی کی، کیوں کہ :کھانا سچ میں بہت لذیذ تھا۔ کھانے کے بعد آیت نے معذرت کرتے ہوئے کہا

اچھا، انکل! زیادہ تکلف نہ کیجے گا، مگر مجھے جگہ بتا دیں میں نے سونا ہے۔ کافی" "تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔

:راشد نے بیگم کو متوجہ کیا

"آمنہ! تم مالکن کو مجاہد کے کمرے تک چھوڑ آؤ اور پنکھا بھی چلا دینا۔"

آمنہ نے ہامی بھری اور آیت کو لیے کمرے میں چلی گئی۔

:آیت کو کمرہ بہت پسند آیا، اس نے کہا

!ماشاءاللہ"

"کافی خوبصورت ہے آپ کا گھر۔

:آمنہ نے نظریں جھکائے کہا

شکریہ، بیگم صاحبہ! مگر معاف کرنا ہمارے ہاں کمرے کو ٹھنڈا کرنے کا کوئی" انتظام نہیں ہے، سوائے اس پنکھے کے۔ لیکن آپ کو زیادہ تکلیف نہیں ہو گی۔ میں نے کھڑکی بھی کھول دی ہے۔اس طرف رات بھر ٹھنڈی ہوائیں چلتی "ہیں۔

:آیت پلنگ پر بیٹھ گئی اور باہر جاتی ہوئی آمنہ کو اپنے پاس بلا کر بٹھاتے ہوئے بولی

آنٹی! مجھے کسی بھی چیز کی کمی محسوس نہیں ہو رہی، اور آپ نے میرے لیے" جتنا کیا زندگی بھر آپ دونوں کی احسان مند رہوں گی۔ آپ بے فکر ہو جائیں اور "اگر چاہیں تو یہاں میرے پاس سو سکتی ہیں آپ۔

ارے نہیں، بیگم صاحبہ! یہ تو آپ کا بڑا اپن ہے، جو آپ نے ہمارے لیے اتنا"
سوچا۔اب آپ آرام کریں اور اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو میرا نام پکار
"دیجیے گا۔

:آیت نے شکریہ ادا کیا اور آمنہ کو کہنے لگی

"مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے، اب آپ بھی آرام کر لیں۔"

آمنہ کمرے سے باہر آ گئی اور دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔

★☆...☆★

رات کے نو بج رہے تھے۔ ساحر کھانے کی میز پر اکیلا بیٹھا گہری سوچوں میں مگن تھا۔

:اس پر پاس کھڑے باورچی نے کہا

(باسط بن مظہر راجپوت)(148)(ادھوراپن)

"صاحب! کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ بیگم صاحبہ اور زویا بی بی کھانا کھا چکے ہیں۔"

:ساحر سہمے ہوئے انداز میں اس کی طرف متوجہ ہوا

ہاں۔۔۔ہاں کیا، وہ۔۔۔وہ بس آیت آجائے تو ہم ساتھ میں کھائیں گے۔وہ"

"میرے بنا کھانا نہیں کھاتی، آپ اسے بلوادیں۔

باورچی نے اپنا سر نفی میں ہلایا، جیسے وہ ساحر کی حالت پر افسوس کر رہا ہو اور پھر

:بولا

"مگر، صاحب! آیت بی بی تو یہاں پر نہیں ہیں۔"

:ساحر نے حیران کن انداز میں پوچھا

"کیا مطلب وہ یہاں نہیں ہیں؟"

:اس نے اسے کچھ یاد دہانی کرائی

صاحب! شام میں آپ نے ہی غصے میں اُنہیں باہر نکال کر گیٹ بند کروادیا"
"تھا۔

یہ سن کر پہلے تو ساحر کو زور کا جھٹکا لگا اور پھر وہ آنکھیں پھاڑے باورچی کو دیکھتے ہی دوڑ کر باہر نکل گیا۔

گیٹ سے باہر نکل کر پہلے وہ اسی جگہ پر بیٹھ گیا، جہاں کچھ دیر قبل آیت بیٹھی سسک رہی تھی اور ہاتھ جوڑے کہہ رہی تھی:

پلیز! ایسا تو نہ کریں میں صبح ہوتے ہی گھر چلی جاؤں گی، پلیز میرا یقین کریں"
"!ساحر پلیز

ساحر اس کی فریاد کو یاد کر رہا تھا اور پھر تڑپتے ہوئے زمین پر ہاتھ لگا لگا کر چومنے لگا، اور خود کو کوسنے لگا:

میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اتنا ظالم نہیں ہو سکتا۔۔۔ وہ تو"
"میری روح میں بستی ہے، میں اسے روح سے جدا نہیں کر سکتا۔

اسی دوران اس کا ضمیر جاگا اور اس کے اندر کا انسان اس کے سامنے نمودار ہو کر اس کی بے بسی پر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا:

ارے، میاں !اب کیا ہو گا پچھتانے سے ؟ کتنا ظالم ہے نا تو ؟"

کیا کیا وعدے کیے تھے تم نے کہ تم کبھی اس کا ایک آنسو تک بہنے نہ دو گے، مگر آج تمہاری وجہ سے اس کی عزت بھی پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔۔۔جب لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔تب تو تمہیں اپنی محبت اور وعدوں کا خیال نہیں آیا۔

اور کیا کہا تھا تم نے ؟؟؟

جس دن تو اسے خود سے الگ کرے گا وہ دن تیری زندگی کا آخری دن ہو گا۔کیا تمہیں نہیں لگتا آج تم نے اسے خود سے نہیں بلکہ اس کی روح سے بھی جدا کر دیا ہے۔اب یہاں اپنی بے بسی پر ماتم کرتے ہوئے شرم نہیں آئی تجھے ؟ وہ بے قصور ہے،اس لیے سب کچھ خاموشی سے سہہ گئی۔

جانتا ہے کیوں ؟

کیونکہ اس کے دل میں شرک تھی نہ ہی منافقت۔تو تو یہ بھی نہیں جانتا کہ حقیقت میں دھوکا ہوتا کیا ہے۔

میں بتاؤں ؟

!تو پھر سن

دھوکا تم نے اسے دیا ہے محبت میں سارے خواب چکنا چور کر کے۔

"افسوس، یار ساحر! تیری اس لاپروائی اور بے وفائی پر افسوس۔

149.txt



(باسط بن مظہر راجپوت)(149)(ادھورا پن)

پھر اچانک اس کے اندر کی آواز خاموش ہو گئی اور وہ دل برداشتہ ہو کر تڑپنے لگا،

:اپنا سر پیٹنے لگا، پھر چلایا

میں دھوکا نہیں دے سکتا، میں اپنی محبت کا قاتل نہیں ہو سکتا، میں اپنی آیت کو"

"واپس لاؤں گا۔

وہ زمین سے اٹھا اور اپنے آنسو پونچھ کر لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھا ہی تھا کہ ڈرائیور نے گاڑی نکالنا چاہی، مگر چوکیدار نے اُسے روک کر کہا:

"ارے، یار! رک جا یہ وقت احساس کا ہے۔ مالک کو تھوڑے دھکے کھانے دے تاکہ ان کی عقل جاگ سکے۔"

وہ سڑک پر چلنے لگا اور اُسے جو شخص سامنے ملتا اُسے آیت کی تصویر دکھا کر پوچھنے لگتا:

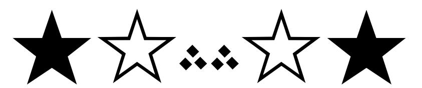
"کسی نے میری آیت کو دیکھا ہے؟ کسی نے اسے دیکھا ہے؟"

مگر اس کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر ہر کوئی اُسے دیوانہ سمجھ کر پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھ جاتا۔

آخرِ کار وہ تھک ہار کر ایک جگہ سڑک کنارے بیٹھ گیا اور خود کو کوسنے لگا۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات گردش کر رہے تھے، مگر ان کا جواب اسے نہ مل پایا۔

کچھ دیر کے بعد اسے خیال آیا کہ آیت کو فون کر کے دریافت کر لے کہ وہ کہاں ہے؟ مگر جب اس نے اپنی جیبیں تلاشیں تو اس کے پاس موبائل ہی موجود نہ

تھا۔ساحر کو کافی ندامت ہوئی اور وہ مایوس ہو کر دھبے پاؤں گھر کی جانب چل دیا۔



اگلے روز صبح ہوتے ہی آیت بیدار ہو چکی تھی اور پھر گھر جانے کے لیے تیار بھی۔

:ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے راشد اور آمنہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا

میں زندگی بھر آپ لوگوں کا احسان نہیں بھولوں گی۔دعاء کروں گی آپ"
ہمیشہ خوش اور سلامت رہیں اور خوشیاں بانٹتے رہیں۔بس اب اجازت چاہتی
"ہوں،اور اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اس کے لیے معذرت۔

:دونوں میاں،بیوی نے کہا

"مالکن !آپ تو ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں۔"

راشد نے بات جاری رکھی تھی۔۔۔

اور مہمان تو رب کا تحفہ ہوتے ہیں،یہ آپ کی نیک دلی کا ثمر ہے جو رب نے"
"آپ کو اتنا خوش اخلاق اور احسان کرنے کے قابل بنا دیا۔

:آمنہ آگے بڑھی

اچھا، مالکن! زندگی باقی ملاقات باقی، اور امید ہے آپ ہم سے ملنے آتی رہیں"

"گی؟

:آیت نے مسکرا کر آمنہ کو گلے لگالیا اور بولی

"ہاں ضرور، مگر ایک خواہش ہے میری۔"

راشد اور اس کی بیگم یہ سن کر حیران ہوئے، جس پر اس نے کہا: "بس میں چاہتی

ہوں آپ مجھے مالکن نہیں بلکہ بیٹی کہہ کر

"بلائیں گے۔

:راشد نے گہری سانس چھوڑ کر کہا

چھوٹا منہ بڑی بات۔"

مگر، بیٹی! آپ کبھی مایوس مت ہونا۔ جو کچھ آپ پر بیت گیا اسے خدا کی آزمائش

سمجھ کر صبر کرلینا۔ کیونکہ وہ صبر کرنے والوں کو بے حد پسند کرتا ہے۔ اور وہ

بہترین انصاف کرنے والوں میں افضل ترین ہے۔

150.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(150)(ادھوراپن)

بیٹی !ایک باپ ہونے کے ناطے میرا یہی مشورہ ہے کہ اس بات کا ذکر ابھی اپنے گھر والوں سے مت کرنا، کیونکہ ماں باپ کا دل اولاد کے معاملات میں بہت نازک ہوتا ہے۔اور رشتوں میں نشیب و فراز آتے ہی رہتے ہیں، بس ہمیں برے وقت کا مقابلہ ڈٹ کر کرنا چاہیے۔"

آیت گھر سے باہر آگئی اور کہنے لگی:

"جی۔۔۔جی،انکل !میں خیال رکھوں گی میری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں؟"

راشد نے سامان زمین پر رکھتے ہوئے رنجیدگی سے کہا:

بیٹی! آپ نے کہہ دیا اور ادا بھی ہو گیا اور اپنوں میں یہ تکلفات معنی نہیں" رکھتے۔

اب اگر آپ کی اجازت ہوتی تو میں آپ کو سوات تک چھوڑ آتا، مگر آپ تو شاید "ہوائی سفر کریں گی؟

جی، انکل! ابھی آٹھ بجے مجھے ائیر پورٹ پہنچنا ہے، آپ بے فکر رہیں میں پہنچ" "کر آپ کو اطلاع کر دوں گی۔

آیت نے کچھ پیسے نکال کر راشد کو تھمانے چاہے، مگر وہ مکر گیا۔۔۔ جس پر آیت نے کہا:

یہ کیا، انکل! اگر مجھے بیٹی سمجھتے ہیں تو انکار نہیں کریں گے، بلکہ تحفہ سمجھ کر" "قبول کر لیجیے مجھے بے حد خوشی ہو گی۔

اب انکار کی کوئی وجہ نہیں بچی تھی۔ مجبوراً ہی سہی، مگر وہ تحفہ راشد کو قبول کرنا پڑا۔

راشد اور آمنہ نے آیت کو بہت سی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے سائے تلے رخصت کیا، اور کافی اداس بھی ہوئے اس کے لیے۔



آیت دو پہر سوا بارہ بجے اپنے گھر۔۔۔یعنی سوات پہنچ چکی تھی۔جسے اچانک گھر پر دیکھ کر ایمان، مقدس اور بھابی عائشہ بے حد خوش ہوئیں۔

آیت نے ایمان کو سینے سے لگالیا اور پھر رنجیدگی سے پوچھا:

"آپی! آپ کب آئیں لاہور سے اور کیسے ہیں وہاں سب لوگ؟"

ایمان بھی کافی دکھی تھی اپنی بہن سے مل کر۔

آیت کی شادی کے چھ ماہ میں ان کی پہلی ملاقات تھی۔اس نے آیت کا ماتھا چوم کر سرد لہجے میں جواب دیا:

سب ٹھیک ہیں۔"

اور تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی؟

اور پوچھ تو ایسے رہی ہو جیسے خود ہر روز کال کر کے ہمارا حال احوال دریافت کرتی رہی ہو۔"

ایمان نے شکوہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

پیچھے سے ایک آواز ابھری تھی:

"اب اگر تم دونوں کی باتیں ختم ہو گئی ہیں تو کوئی ماں کو بھی پوچھ لے۔"

آیت یک دم اپنی ماما کی جانب لپک کر ان کے سینے سے لپٹ گئی۔ انھوں نے اسے خوب پیار کیا اور ساتھ لیے لاونج میں جانے لگیں، اور پھر سب وہیں بیٹھ گئے۔

عائشہ نے ملازمہ کو آیت کی پسند کے کھانے بنانے کو کہا اور سب کے لیے ٹھنڈا مشروب لیے حاضر ہوئی۔



151.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(151)(ادھوراپن)

:آیت نے کچھ دیر سب سے گپ شپ کی اور پھر پوچھنے لگی

"ارے! آج بابا کو گھر پر ہونا چاہیے تھا۔ کہاں ہیں؟"

مقدس اس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور کہنے لگی:

"آپی! آپ بھول رہی ہیں بابا بزنس مین نہیں بلکہ آرمی آفیسر ہیں۔ تو ان کے گھر آنے جانے کا کون سا وقت ہوتا ہے؟"

آیت نے سر اس کے شانے پر پٹک کر کہا:

"اوہ، معذرت! ابھی ان کا ڈیوٹی ٹائم ہے، مگر کھانا تو وہ ہمارے ساتھ ہی کھائیں گے۔"

دن کے کھانے کے لیے میز سجا دیا گیا اور اسی دوران آیت کے بابا بھی تشریف لا چکے تھے۔ انہوں نے گھر میں داخل ہوتے ہی آیت کو دیکھ کر اپنی باہیں کھول کر کہا:

"ارے، ماشاللہ۔ آج تو میری گڑیا بھی آئی ہوئی ہے۔"

آیت دوڑ کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

شاہد صاحب نے اس کا ماتھا چوما اور ساتھ لاؤنج میں لے آکر اُسے پاس بٹھایا اور حال احوال کے بعد پوچھا:

"ہاں، بیٹی! کب آئی ہو اور ساحر نظر نہیں آرہا؟"

: یہ سن کر آیت کی خوشی افسردگی میں بدل گئی۔اس نے صرف اتنا کہا

بابا! وہ نہیں آئے۔" پھر یہ کہتے ہوئے کمرے میں جانے لگی۔"

"میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں کافی تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔"

: عائشہ نے کمرے میں جاتی آیت کو روک کر کہا

"مگر، آیت! کھانا تیار ہے کھالو، پھر آرام کر لینا۔"

: آیت نے ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس کا کندھا تھپتھپایا اور بولی

بھابی! ابھی بھوک نہیں ہے بعد میں کھاؤں گی۔" کہہ کر وہ کمرے میں چلی" گئی۔

: کھانے سے فارغ ہو کر شاہد صاحب نے اپنی بیگم سے کہا

بیگم! کچھ نا کچھ تو ہوا ہے۔ تم نے اس کا انداز دیکھا تھا؟ وہ ساحر کا نام سن کر مر" "جھا سی گئی تھی اور اتنا سامان تو وہ کبھی اپنے ساتھ نہیں لاتی۔

: اس کی ماما نے کہا

شاہد! مجھے بھی کچھ عجیب ہی لگا ہے، لیکن ابھی اسے آرام کرنے دیں۔ ہم شام" "کو اس سے تفصیلی بات کریں گے۔ بس دعاء کریں سب اچھا ہو، آمین۔

:انہوں نے "آمین" کہا اور اپنے کمرے میں جاتے ہوئے بولے

"اچھا، بیگم! مجھے ایک کپ چائے بھجوادیں۔"



ساحر چار بجے کے قریب اپنے دفتر سے نکلتے ہوئے سامنے رکھی آیت کی تصویر کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اچانک اسے آیت کی محبت بھری باتیں ستانے لگیں تو وہ تصویر کو الٹتے ہوئے کہنے لگا: "نہیں۔۔۔ وہ اس طرح مجھے یاد نہیں آسکتی، یہ میرا وہم ہے۔

وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی، وہ صرف دھوکا دے سکتی ہے۔ اگر اُسے مجھ سے سچی محبت ہوتی تو اب تک لوٹ آئی ہوتی۔"

مگر افسوس! وہ یہ بھول رہا تھا کہ آیت نے اتنا مشکل فیصلہ اپنی محبت اور ساحر سے اپنا رشتہ استوار رہے، صرف اس لیے کیا تھا۔

152.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(152)(ادھورا پن)

شام کے وقت جب آیت کے گھر والے چائے کے لیے لان میں اکھٹے ہوئے تو اس کے بابا نے عائشہ کو متوجہ کیا:

"عائشہ! دیکھ لو اگر آیت جاگ چکی ہو تو اسے بلوالو۔"

عائشہ نے ہامی بھری اور ایمان بھی اس کے ساتھ آیت کے کمرے کی طرف جانے لگی۔

جب وہ دونوں اس کے کمرے پر دستک دینے لگیں تو کمرے کا دروازہ کھلا تھا، اور آیت سامنے اسماعیل کے کمرے کے باہر کھڑی بڑبڑا رہی تھی:

دیکھو نا، اسماعیل! آج میں تم سے ملنے اسلام آباد سے آئی ہوں، اور تم آج شکوہ" بھی نہیں کر سکتے۔

میں کب سے دستک دے رہی ہوں، مگر تم دروازہ ہی نہیں کھول رہے۔

"کیا ناراض ہو مجھ سے ؟

:ایمان آگے بڑھ کر کہنے لگی

آیت ! سنبھالو خود کو۔ کیا ہو گیا ہے ؟"

"آیت ! تم سن رہی ہو ؟

مگر بے سود، وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

: پھر ایمان نے اسے جھڑکا جس پر وہ نگاہوں میں اداسی لیے پیچھے مڑی

آپی ! دیکھیں نا یہ اسماعیل کتنا ضدی ہو گیا ہے۔ کب سے میں کھڑی دستک" دے رہی ہوں، مگر وہ دروازہ ہی نہیں کھول رہا اور آج تو اس نے بات تک نہیں "کی۔

ان دونوں کو نازیہ نے پچھلی دفعہ ہوئے واقعے سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور آیت کی حالت بگڑنے کا بھی بتا دیا تھا۔

یہ سن کر عائشہ اور ایمان بے اختیار ہنسنے لگی تھیں جو ان کی مجبوری تھی۔

: آیت یہ دیکھ کر حیران ہوئی

"کیا ہوا؟ آپ دونوں میرا مذاق اڑا رہی ہیں، بہت ہنسی آ رہی ہے آپ کو؟"

:ایمان نے ہامی بھری

ہاں نا، اسماعیل ابھی اکیڈمی گیا ہوا ہے۔ اور دروازے پر لاک تمہیں نظر نہیں" آرہا؟ حد کرتی ہو۔ یونہی اس بیچارے کو ڈانٹ دیا۔

"چلو اب بابا نیچے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

آیت بھی اپنی بے بسی پر ہنس پڑی اور پھر وہ تینوں نیچے آ گئیں۔

:عائشہ نے کہا

"اچھا، آپ لوگ باہر چلیں میں ابھی اچھی سی چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

اسماعیل تو اب اس دنیا میں نہیں تھا، مگر وہ معصوم اپنی تمام تر یادیں وہیں چھوڑ گیا تھا۔ آیت اس کے لیے پاگل ہو چکی تھی، وہ بس ہر جگہ ہر پل اکیلے یا بھیڑ میں بھی اُسے اپنے ساتھ پاتی۔ چونکہ دونوں میں پیار ہی بہت تھا۔

آیت اپنے گھر میں اسماعیل کی غیر موجودگی ہر گز تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی، کیونکہ اس کی اچانک موت کا یقین کسی کو بھی نہیں تھا۔

بہر حال حقیقت کو ایک نا ایک دن تو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے، آج نہیں تو کل۔

آیت بھی لان میں موجود اپنے والدین کے ہمراہ بیٹھ گئی، اور چائے پیتے پیتے ان کے ساتھ یوں گویا رہی جیسے اسے کسی قسم کی پریشانی لاحق نہ ہو۔ مگر اس کا لہجہ اور چہرے کے تاثرات بے حد مختلف تھے۔ جس کی بدولت اس کے بابا نے اس کی چوری تو پکڑ لی، مگر خاموش رہے۔

آیت خود اپنے بابا کو تفصیلات سے آگاہ کرنا چاہتی تھی، مگر وہ صحیح وقت کی تلاش میں تھی۔



153.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(153)(ادھوراپن)

وقت گزرنے لگا اور بالآخر ایک ہفتے کے بعد وہ پل بھی آگیا جس کا آیت کو انتظار تھا۔ آیت نے رات کے کھانے کے بعد بابا کو اکیلا لان میں پایا، تو وہ جلدی سے بابا کے پاس جا کر ان کی گود میں سر رکھے زمین پر بیٹھ گئی۔

:انہوں نے اُسے پیار کرتے ہوئے اُٹھانا چاہا، مگر وہ کہنے لگی

نہیں، بابا! میں یہاں سکون میں ہوں اور مجھے آپ سے بے حد ضروری بات "
"کرنی تھی۔

اچھا، ٹھیک ہے، مگر یہاں دیکھو میری طرف۔ "

"میری گڑیا! آپ کے لیے بھی چائے بناؤں؟

انہوں نے کپ میں دودھ اور چینی ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔

:آیت نے انہیں دیکھ کر مسکراہٹ بھری اور ہاں میں گردن ہلا کر کہنے لگی

جی، بابا! کیوں نہیں۔ اب ایسے نصیب کہاں کہ آپ کے ہاتھ کی چائے ہو اور "
"میرے نخرے۔

یہ بات اس کے بابا کے دل پر لگی تھی۔ وہ اندر ہی اندر مزید پریشان ہو گئے۔

:انہوں نے چائے اسے پیش کرتے ہوئے رنجیدگی سے پوچھا

"بیٹی! آپ کو کوئی ضروری بات کرنی تھی؟"

:آیت ان کی طرف متوجہ ہوئی اور بولی

"جی، بابا! مگر پہلے آپ وعدہ کریں آپ ناراض نہیں ہوں گے؟"

:انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر بولے

لو بھئ! اب میں اپنی بیٹی کے بات کرنے پر کیوں ناراض ہونے لگا۔ بے فکر ہو"

"کر بتاؤ کیا بات ہے؟

آیت گہری سانس چھوڑتے ہوئے اپنے بابا کی طرف دیکھ کر مسکرا دی، پھر اپنے اور ساحر کے درمیان ہوئے سب معاملات سے اپنے بابا کو تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ اور ان کی گود میں سر رکھ کر رونے لگی۔

شاہد صاحب کے تو پاؤں تلے سے زمین ہی نکل گئی اور آنکھیں بھی بھر آئیں۔

:طویل خاموشی کے بعد وہ کچھ سنبھل کر بولے

بیٹی! مجھے دکھ بہت ہے، مگر یہ زندگی تم نے اپنی مرضی سے چنی تھی۔ میں" تمہیں نیچا دکھانے کے لیے یہ سب نہیں کہہ رہا، لیکن اب سوائے پچھتاوے کے

ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر پھر بھی تمہیں لگتا ہے کہ اس سب میں

"تمہارے والدین کا قصور ہے، تو اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔

وہ جس کی رنگت رزدی مائل، آنکھوں کے گرد سیاہ ہلقے، آنکھیں نینداور دکھوں

سے لدی ہوئیں، بکھرے ہوئے بال، اکھڑی ہوئی سانسیں اور جسم روح سے

:آزاد محسوس ہو رہے تھے۔ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی اور تڑپ کر بولی

ارے نہیں، بابا! آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ آپ پلیز ایسا تو نہ بولیں۔"

میں جانتی ہوں یہ سب میری ضداور لاپروائی کا نتیجہ ہے یا پھر کسی کی بددعاء۔

"مگر میں اپنے کیس کے لیے آپ سے آپ کے وکیل کی مدد تو لے سکتی ہوں؟

اس نے التجائیہ طور پر کہا تھا۔

مجھے ساحر پر پورا بھروسہ ہے وہ کبھی میرے لیے غلط نہیں سوچ سکتے، وہ ضرور"

"کسی کی باتوں میں آکر بہک گئے ہیں۔

:شاہد صاحب نے اس کا ماتھا چوم کر کہا

بیٹی! تمہارا بھروسہ اپنی جگہ بجا ہے، مگر سچی محبت کرنے والے کبھی بہکتے نہیں"

ہیں، اور جو بہک جائے وہ یقیناً ایمان اور نیت کا کمزور ہوتا ہے۔

154.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(154)(ادھوراپن)

مگر تم پریشان مت ہو۔میں اپنی بیٹی کے لیے اچھے سے اچھے وکیل سے صبح ہی بات کروں گا۔

"بس تم اپنے خدا پر یقین رکھو۔ حقیقی جج اور وکیل تو وہی ہے۔

آیت نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر دونوں دیر تک چاند سے باتیں کرتے رہے۔

طویل وقت کی گپ شپ کے بعد انہوں نے آیت کو سمجھا کر کمرے میں بھیج دیا اور خود وکیل کے متعلق سوچنے لگے۔

کمرے کی راہداری پر اس نے ایمان کے کمرے میں روشنی دیکھی تو وہیں چلی گئی۔ جہاں عائشہ اور ایمان بیٹھی تھیں۔

:آیت نے دروازے پر دستک دی تو عائشہ نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا

"آجاؤ، یہاں کچھ دیر ہمارے ساتھ بھی گزار لو۔"

تینوں ایک ساتھ مل بیٹھ گئیں اور گپ شپ کے ساتھ بہت سے گلے شکوے بھی دور ہوئے۔

اگلے دو دنوں میں اس کی عدالت میں پیشی تھی۔ جس کے لیے وہ پیشی والے دن صبح سویرے اپنے بابا کے ساتھ اسلام آباد روانگی کے لیے ابھی ائیرپورٹ کے لیے نکلے ہی تھے، کہ آیت کی نظر ایک شخص پر پڑی۔ تو اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا:

"ڈرائیور۔۔۔ڈرائیور! گاڑی روکو۔"

:شاہد صاحب نے مڑ کر پوچھا

"کیا ہوا ہے؟"

:آیت پھر سے کھڑکی سے باہر پیچھے کی طرف جھانکتے ہوئے چلائی

"ڈرائیور! سنا نہیں، میں نے کہا گاڑی روکو۔"

اس کے بابا نے گاڑی رکوائی تو وہ گاڑی سے اتر کر دیکھے ہوئے شخص کے پاس جا پہنچی، جو اپنے موبائل میں مصروف تھا۔

:اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اس کے پاس پہنچتے ہی ھانپتے ہوئے بولی

سس۔۔۔سا۔۔۔ساحر! آپ کب آئے؟ اور آپ کا فون کیوں بند جا رہا تھا؟"

میں معافی چاہتی ہوں آپ کی کالز اور میسیجز چیک نہیں کیے، جلدی سو گئی تھی

"رات کو۔

مگر اس شخص نے کوئی جواب دیا نہ ہی اپنا چہرہ دکھایا۔

آیت کافی ڈری ہوئی تھی، اس نے کانپتے ہوئے لبوں سے کچھ کہنا چاہا، مگر نہ کہہ پائی۔ اور پھر کوشش کر کے اس شخص کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ کر نظریں

:جھکائے کہنے لگی

"!سنیئے، پلیز"

:نکال کر بولا 'Earbuds' یک دم وہ شخص پلٹا اور کانوں سے

جی۔۔۔جی مجھ سے کچھ کہا؟"

"معاف کیجیے میں نے سنا نہیں۔

آیت نے پلکیں اٹھائیں اور بس اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ کیوں کہ وہ شخص ساحر نہیں تھا، لیکن اس کے ہُو بہ ہُو تھا۔

:آیت نے اداسی بھرے لہجے میں کہا

"اوہ، سوری! معاف کرنا میں۔۔۔ میں وہ۔۔۔۔"

:اس کی بات مکمل ہونے تک شاہد صاحب بھی وہاں پہنچ گئے اور کہنے لگے

بیٹا! میں اس سب کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ برا نہ منانا، یہ میری بیٹی کچھ دنوں"
"سے بہکی ہوئی ہے۔

:وہ شخص مسکرادیا اور ادب سے نظریں جھکائے بولا

"کوئی بات نہیں، انکل! میں سمجھ سکتا ہوں۔"

آیت مایوس ہو کر گاڑی کی طرف جانے لگی اور کافی شرمندہ بھی تھی۔

:اُس شخص نے شاہد صاحب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا

"جناب! اگر آپ کو برا نہ لگے تو کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟"

"جج۔۔۔جی۔۔۔کہیے؟"

155.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(155)(ادھوراپن)

انکل ! دراصل میں نے نفسیات کی ڈگری مکمل کی ہے اور پاس میں میرا" انسٹیٹیوٹ ہے۔اور معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں، آپ کی بیٹی نفسیاتی مریضہ ہیں۔میں نے ان کی آنکھوں میں یہ علامت دیکھی ہے۔

دن کے اوقات میں آپ مجھے ایک فون کر کے آسکتے ہیں۔میں ان کا تفصیلی معائنہ کروں گا، کیوں کہ ایسے مریض وقت کے ساتھ ساتھ کافی نقصان کر لیتے ہیں اپنا۔لیکن آپ پریشان مت ہوں ابھی مرض کابل تشخیص ہے۔" کہہ کر اپنا وزٹینگ کارڈ انہیں تھماتے ہوئے اپنی منزل کی جانب چل دیا۔

شاہد صاحب کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے، انھوں نے نم آنکھیں آسمان کی جانب بلند کر کے رحم کی دعاء طلب کی اور گاڑی میں جا بیٹھے۔

:آیت انہیں دیکھ کر اپنے کان پکڑے بولی

سوری، بابا! مجھے لگا ساحر ہیں۔۔۔ بالکل وہی چال چلن، لہجہ اور عمر و شکل بھی۔"

"اس لیے صبر نہیں ہوا مجھ سے۔

:وہ مسکرا دیے

کوئی بات نہیں۔" یہ کہہ کر بات ہی بدل دی۔"

خود کو سنبھالو۔اب تمہیں کمزور نہیں پڑنا بلکہ اپنے لیے اور سچائی کے لیے لڑنا"

"ہے۔

آیت نے گردن ہاں میں ہلائی اور پھر وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

صبح گیارہ بجے وہ دونوں بھی عدالت پہنچ گئے، جہاں ساحر اور آیت کے کیس کی

.سماعت ایک گھنٹے کے بعد ہوئی

دونوں اطراف سے وکلاء تو بہت اچھے کیے گئے تھے، مگر قدرت کو انصاف کا معاملہ کرنا تھا۔

سنوائی مکمل ہو چکی تھی اور فیصلہ اخذ کر لیا گیا تھا، کہ آیت کے وکیل نے جج سے ایک اکاؤنٹ اور اس کی تفصیلات پیش کرنے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔

:آیت کے وکیل نے کہا

جج صاحب! اگر اس فراڈ اور غیر قانونی کام میں آیت ملوث ہوتی، تو وہ ہر گز" اس سارے نقصان کے بعد پھر سے اس بزنس کو آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچانے کے لیے کسی سے قرض نہ لیتی۔

"جس کی تفصیلات تاریخ اور مقررہ دن اس فائل میں موجود ہیں۔

:جج نے وہ فائل طلب کی اور اس میں موجود تفصیلات جان کر حکم دیا

ممکن ہے یہ فائل درست ہو، مگر ایسے پیچیدہ کیس کے فیصلے کے لیے یہ" "کاغذات کافی نہیں، بلکہ گواہوں کی بھی ضرورت ہو گی۔

آیت کے وکیل نے گواہ کے طور پر سانول کو پیش کیا۔

سانول نے عدالت کو وہ ساری تفصیل بتائی جو ساحر اور آیت کے بیچ مانی کو لے کر ہسپتال میں ہوئی۔اور ساحر کی والدہ کی رپوٹس جن کے لیے آیت ہسپتال جاتی رہی تھی۔

:یہ دیکھ کر ساحر کے وکیل نے الزام لگایا کہ

"یہ شخص ان دونوں کی ذاتی زندگی میں دخل دے رہا ہے۔"

اس پر سانول نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر معذرت کرتے ہوئے کہا:" بالکل آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، مگر ہم میں حقیقت کا سامنا کرنے کی ہمت ہونی چاہیے۔"

اور پھر سانول نے ساحر کے آفس کی تمام ویڈوز جن میں مجرم کا چہرہ بے نقاب ہو سکتا تھا، پیش کرتے ہوئے مزید کہا:

(باسط بن مظہر راجپوت)(156)(ادھوراپن)

جج صاحب !اگراس جرم کی پاداش میں مجھے پھانسی کی سزادی جائے تو بھی قبول" ہے۔ مگر آیت پر الزام تراشی کے جرم میں ساحر کو بھی سلاخوں کے پیچھے ہونا "چاہیے۔

جج نے تمام ثبوتوں اور گواہان کی گواہی کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام تر الزامات مسترد کر دیے۔اور اگلی پیشی میں آیت کو پیش کرنے کا حکم دیااور آگے کا فیصلہ اس پر چھوڑتے ہوئے کہ وہ ساحر پر ثابت ہوئے جرم پر اسے معاف کرنا چاہے یا سزا دلوانا چاہے۔اس کا فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہے اور عدالت دو دن کے لیے ملتوی کر دی گئی۔

اگلے دو دن سب کی نظریں آیت پر تھیں جس نے عدالت جانے سے قبل ہی کیس واپسی کی درخواست دے رکھی تھی، مگراب یہ ممکن نہیں تھا کیوں کہ کیس دائر ہو چکا تھا۔اوراب کیس کی ایک سنوائی بھی۔

:آیت نے عدالت جاتے ہی جج کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے

"بے شک معاف کرنا میرے رب کی سنت ہے۔"

اور پھر ساحر کو دل سے معاف کر دیا۔اور زویا کو بھی جو اصل مجرم تھی۔

ساحر پر کیس آیت نے نہیں بلکہ سانول نے اسے بتائے بنا کر دیا تھا، جو آیت کو ناگوار گزرا تھا۔

اسے اس کیس کے متعلق تین دن پہلے ہی صدیق صاحب نے آگاہ کیا تھا۔ جس کے بعد اس نے بابا سے وکیل کے متعلق بات کی تھی۔ ساحر کا جرم آیت پر جھوٹا الزام لگانے اور بلا وجہ اس پر شک کرنے کا تھا۔

ساحر اب خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہ تھا۔ چونکہ وہ تمام تر حقیقت جان چکا تھا اور یہ بھی کہ آیت صرف و صرف اس سے محبت کرتی ہے۔

عدالت کے باہر سانول اور رمانی (جو ایک ہفتہ قبل ہسپتال سے ڈسچارج ہوا تھا) انتظار کر رہے تھے۔

مانی کی طبیعت سنبھل چکی تھی اور وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا۔ آیت نے باہر آتے ہی ایک نظر دوڑائی اور کچھ فاصلے پر موجود مانی اور سانول کے پاس پہنچ گئی۔ مانی اسے دیکھ کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنا چہرہ بھی پھیر لیا۔

:اس نے سانول کو متوجہ کر کے تلخ لہجے میں پوچھا

تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے جو تم نے میری اجازت کے بنا یہ کیس دائر کیا تھا؟"

"تم ہوتے کون ہو بلاوجہ میری زندگی میں ٹانگ اڑانے والے؟

:وہ اس کی اتراہٹ پر طنزاً ہنس کر بولا

اوبی بی! جاؤ یہاں سے اور اپنے میاں پہ یہ رؤب جاڑو۔ میں نہ ہی تمہارے حکم" کا پابند ہوں اور نہ ہی تمہارے واسطے یہ سب کیا، بلکہ میں نے مانی کی عزت کی خاطر یہ قدم اٹھایا ہے جس پر تمہارے میاں نے جھوٹے الزامات لگائے تھے۔ اور ایک بے قصور لڑکی کی خاطر جس کے لیے لڑنا میرا فرض تھا، کیونکہ وہ میرے دوست کی محبت تھی۔ اور میں محبتوں کو یوں سرعام نیلام ہوتا نہیں دیکھ "سکتا۔

یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا اور سر جھٹکتے ہوئے جانے لگا۔

اب آزمائش کا وقت ساحر کا تھا کہ وہ آیت کے دل میں اپنا کھویا ہوا مقام کیسے بنا پائے گا؟اور محبت اس قصور پر اسے کیا سزا دے گی؟

:آیت نے مانی کا راستہ روک کر سرد لہجے میں کہا

حالت تو دیکھو میری۔اور کتنی سزائیں باقی ہیں میرے لیے؟"



157.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(157)(ادھوراپن)

سانول جذباتی ہے، مگر تم تو میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو اور معاف کر دو۔

میں نے تم سے محبت کا جرم نہیں کیا تھا۔

میری غلطی صرف یہ تھی کہ میں تم سے ملی تھی اور تمہارے بہت قریب تر ہو گئی تھی۔ مگر کبھی اقرار جرم تو نہیں کیا،

پھر کیوں تم نے مجھے اپنے دل میں قید کر لیا؟اور کیوں میری زبان تمہارے عشق کے ترانے گنگنانے لگتی ہے؟

"جبکہ میرے دل میں تمہارے لیے دوستی کے جذبات کے سوا کچھ بھی نہیں۔

:مانی آنسوؤں سے ترپلکیں اٹھا کر رنجیدگی سے بولا

میں نے کسی کی امانت میں خیانت کرنا چاہی تھی، جو میرے بس میں خود کو" روکنا نہیں تھا۔ مجھے اس گناہ کی سزا مل چکی ہے۔ اور اب جو ہوا، جیسے ہوا، مجھے کسی سے محبت ہوئی تھی اور میں وہ پا نہ سکا۔

اب زندگی بھر تڑپنا میرے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ تو میں کیا کروں؟ میرا خدا گواہ ہے۔ میرے دل میں آپ کے لیے کوئی خلش نہیں ہے اور نہ ہی آپ سے

کوئی شکوہ۔ بلکہ اس سب کے لیے اور سانول کے برتاؤ پر میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ہاتھ جوڑ کر پلکیں جھکائے کھڑا ہو گیا۔

سانول بات بگڑنے سے پہلے اسے بازو سے پکڑے پیچھے گھسیٹتے ہوئے ساتھ لے گیا، اور اگلے ہی لمحے وہ آیت کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

کچھ ہی دیر میں زویا اپنا مرجھایا ہوا چہرہ اور نم آنکھیں لیے ہاتھ جوڑے چہرے پر شرمندگی کے احساس کے ساتھ آیت کے سامنے حاضر ہوئی۔ اور نظریں جھکائے کہنے لگی:

"بھابی! مجھے معاف کر دیں بہت شرمندہ ہوں میں۔"

آیت نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کہا:

ارے، پگلی! یہ کیا کر دیا تم نے؟ اگر تمہیں کچھ چاہیے تھا یا کچھ ضروریات تھیں تمہاری تو مجھ سے کہا ہوتا۔ میں اپنا سب کچھ تمہارے نام کر دیتی۔"

زویا گڑگڑاتے ہوئے اس سے لپٹ گئی اور کہنے لگی:

بھابی ! مجھ سے غلطی ہو گئ، خدارا مجھے بخش دیں۔ مجھ سے بھائی کی آپ سے "
محبت دیکھی نہیں جاتی تھی۔

"پلیز بھابی ! اس محبت کے صدقے ایک بار کہہ دیں آپ نے مجھے معاف کر دیا۔

: آیت نے اُسے سینے سے لگا کر کہا

یار ! اپنوں میں شکوے گلے نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی کی بات کا برا منانا میری "
فطرت میں ہے سوائے ایک کے۔ (اس کا اشارہ سانول کی طرف تھا۔)

میری فطرت ہے معاف کرنا، میں نے دل سے معاف کیا۔ ہاں، مگر مجھے یہ سب برا اس لیے لگا کہ اس سب کی وجہ سے میری محبت پہ انگلی اٹھی ہے۔ اور میری محبت کو کھوکھلا کہا گیا۔ میری کھوئی ہوئی وہ محبت تمہیں کبھی معاف نہیں کرے "گی، جب تک میں اسے اپنی روح میں اتار نہیں لیتی۔

یہ کہہ کر وہ اپنے بابا کے ساتھ اپنی منزل کی جانب جانے لگی۔ وہ ابھی گاڑی کے پاس پہنچی ہی تھی کہ ساحر دوزانوں زمین پر بیٹھا گڑگڑانے لگا۔ اور ہاتھ جوڑے اپنی غلطیوں کی بخشش مانگ رہا تھا۔

آیت سے یہ سب دیکھا نہ گیا تو اس نے ساحر کو سہارے سے اٹھایا اور اس کی گاڑی کے قریب چھوڑ کر آگے بڑھی۔

ساحر نے پیچھے سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے تڑپ کر کہا:

"آخر کر دی نا محبت میں اس قدر حد کہ میں چاہتے ہوئے بھی تمہارا یہ قرض نہ لوٹا سکا۔ جو محبت تم نے مجھ سے کی میں نبھا نہ سکا، اور آخرِ کار اس محبت کا بھی خاتمہ ہو ہی گیا۔"



158.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(158)(ادھورا پن)

:آیت نے مڑ کر دیکھا اور اپنی گردن نفی میں ہلاتے ہوئے سنجیدگی سے بولی

"یہ غلط فہمی ہے آپ کی۔ محبت کبھی مرتی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا انت ہوتا ہے۔ بلکہ محبت، محبت کی تسبیح کرنے والوں کے جب دل بھر جائیں تو محبت کھو کھلی پڑ جاتی ہے، جو سامنے ہوتے ہوئے بھی دکھائی نہیں دیتی۔"

:آیت نے آنکھ سے چھلکتے ہوئے آنسو پونچھ کر مزید کہا

"میری محبت قیامت تک آپ کے ساتھ رہے گی پھر چاہے وہ یادوں کے روپ میں ہی کیوں نہ ہو۔"

:وہ یک دم ندامت بھرے انداز میں بولا

"آیت! میری زندگی تمہارے بن ادھوری ہے۔ تمہارا ساتھ میرے لیے جسم میں روح کی طرح کا ہے۔ خدارا، سب کچھ بھول جاؤ اور پھر سے اس مردہ جسم کو زندگی بخش دو۔ خدا کے لیے میرے ساتھ گھر چلو۔"

یہ کہہ کر وہ ہاتھ جوڑے کھڑا ہو گیا۔

:آیت پہلے تو مسکرائی۔ پھر دردناک انداز میں کہنے لگی

"کاش! مجھے آپ کے بنا جینا آتا۔"

ہاں، مگر کوشش کروں گی۔

چیزوں کی قدر و قیمت ضرور بڑھ جایا کرتی ہے۔ مگر کسی کے چلے جانے یا چھوڑ جانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ زندگی جینے کی وجہ واضح ہو جاتی ہے۔اور "اب آپ کو ایسے ہی مکمل جینا ہو گا۔

پھر آنسو پونچھتے ہوئے منزل کی جانب بڑھ گئی۔

ساحر بے بسی کے عالم میں وہیں بیٹھ کر آنسو بہاتا رہا۔اور زمین پر اپنے ہاتھ مار مار کر بے حال ہونے لگا۔

:مانی نے کچھ فاصلے سے جب اس کی حالت دیکھی تو سانول سے کہنے لگا

"چل یار! اُسے تسلی دے آتے ہیں، کتنا تڑپ رہا ہے۔"

:سانول غصے بھری نگاہوں سے اسے گھور کر چلایا

چھوڑ یار! جانے دے۔ابھی تو سزا شروع ہوئی ہے۔ابھی دیکھ اس کے ساتھ "کیا کچھ ہوتا ہے۔"

دونوں دوست گپ شپ میں مصروف تھے کہ اچانک سانول کا ہاتھ پیچھے سے ایک بچے نے تھام لیا اور کہنے لگا:

"انکل! کیا ہوا یہاں کیسے؟"

پہلے تو سانول چونک سا گیا اور سوچنے لگا، کون ہو سکتا ہے؟

:پھر جب اس نے مڑ کر دیکھا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلا

"ارے، حمزہ! آپ؟ بیٹا! آپ یہاں کیوں اور کسی کے ساتھ آئے ہو؟"

:اس نے کہا

"میں پھپھو کے ساتھ آیا ہوں۔"

:اور پھر انگلی کا اشارہ کر کے بولا

وہ سامنے رہیں۔ اور آپ سے پھر سے ملنے کا وعدہ کیا تھا نا؟ بس آج پورا کر"

"دیا۔

"اچھا، بیٹا! بتاؤ کیا کھاؤ گے؟"

اس کے کچھ کہنے سے پہلے، سانول نے اُسے مانی کے ساتھ پاس میں موجود کینٹین میں بھیج دیا۔

سانول کی ترسی ہوئی نگاہیں کچھ فاصلے پر موجود دعا پر گامزن تھیں۔ جو سائے دار درخت کے نیچے حمزہ کے انتظار میں کھڑی تھی شاید۔

سانول کو گزرا وقت یاد آگیا۔ جب کبھی کالج میں وہ دعا کو دیکھ کر ساکن ہو جایا کرتا تھا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اکیلی وہاں پر اسی کے آنے کا انتظار کر رہی ہو۔ وہی معصومیت، نورانی چہرہ، جھیل جیسی نیلی اور خوبصورت گہری آنکھیں اور مر مٹ جانے والی خوبصورتی جو نقاب کے باوجود پرکشش اور نورانی نگاہوں سے چھلک رہی تھی۔

بدلا تو کچھ بھی نہیں تھا سوائے وقت کے۔ جوان دونوں کی زندگی میں نیا روپ دھار چکا تھا۔ سانول اُسے دیکھ رہا تھا اور شاید چند قدم اس کی جانب چلا بھی تھا۔ اُسے مانی نے آواز دی اور کہا:

159.txt

ہاں، بھائی! خیریت تو ہے سب ؟ کیا دیکھ رہا ہوں میں ؟اور کسے گھورے جارہا"
"ہے وہ بچہ یا اس کی کچھ لگتی؟

:مانی نے ایک سانس میں بہت سے سوالات اس کے سامنے رکھتے ہوئے پھر کہا

"وہ دونوں جا چکے ہیں۔اب اگر آپ کا دل چاہے تو ہمیں بھی چلنا چاہیے۔"

اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے اُسے یاد دہانی کرائی تھی۔سانول چونکا
:دینے والے انداز میں مڑا

ہاں۔۔۔ہاں، نہیں یار! میں کچھ وقت اس جگہ پر گزارنا چاہتا ہوں۔اس کا"
اشارہ اس طرف تھا جہاں چند لمحے پہلے اس کی جان موجود تھی۔

:مانی نے قہقہہ لگا کر پوچھا

"مگر وہاں کیا ہے؟"

:سانول اُس جانب بڑھتے ہوئے بولا

اس کے قدموں کے نشان اور میری روح کی تازگی۔۔۔یعنی اس کا لمس جو"
محسوس کر کے میری زندگی کو قرار آجائے گا۔ پلیز میرے ساتھ کچھ وقت یہاں
"خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔

:مانی تیار تو ہو گیا۔ مگر اس خواہش کے ساتھ کہ

"وہ ساری داستان ابھی اسے سنائے گا۔ وہ ہے کون وغیرہ وغیرہ؟"

:سانول تیار ہو گیا

"ٹھیک ہے، میری جان! گھر چل کر میں سب بتاؤں گا۔"

شام میں جب وہ دونوں گھر پہنچے تو مانی نے ہمیشہ کی طرح کمرے میں آتے ہی
:دروازہ اندر سے لاک کر لیا اور سانول کے سر پر سوار ہو لیا

"اب بتانا وہ کون تھی؟ تو اسے کب سے جانتا ہے؟ اور وہ بچہ؟"

:سانول اس کی بے صبری پر طویل خاموشی کے بعد کہنے لگا

مانی! صبر وسکون کی سانس لے میں بتاتا ہوں۔"

:کچھ دیر سانول نے اس کے صبر کا امتحان لیا پھر بولا

وہ لڑکی اور کوئی نہیں بلکہ دعا تھی۔ میری زندگی، میری پہلی اور آخری محبت، "
میری روح۔ مگر افسوس! وہ اب اپنی سانسیں کسی اور کے نام کر چکی ہے۔
یہ وہی دعا ہے جس کے متعلق میں تمہیں تمہاری شادی سے پہلے بتا رہا تھا۔
"کچھ یاد ہے؟
:سانول نے اسے یاد دہانی کراتے ہوئے پوچھ کر اپنی بات جاری رکھی
اور ہاں، اس حادثے کے دوران ہسپتال میں اس نے تمہارے لیے خون کا"
"عطیہ بھی کیا تھا۔
:مانی نے کچھ پل کے لیے یادوں کا سہارا لیا اور کہنے لگا
ہاں، سانول! تو کہہ رہا تھا کہ تجھے اس سے محبت ہونے لگی تھی، "
"پھر ایسا کیا ہوا کہ تم دونوں بچھڑ گئے اور تمہاری محبت بھی ادھوری رہ گئی؟
:سانول نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا
اچھے سوال کرنے لگے ہو تم بھی۔ انسان جب ایک دفعہ گر کر اٹھتا ہے تو وہ"
"! بہت کچھ سیکھ چکا ہوتا ہے۔ مثلاً تم مانی
:وہ یہ سن کر کافی حیران ہوا اور پوچھنے لگا

"کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں؟"

" سمجھ جاؤ گے۔ بس اس لمحے کا انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر سانول نے بات آگے بڑھائی اور ماضی دہرانے لگا۔

دراصل میں نے دعا کو اپنانا بہت آسان سمجھ لیا تھا۔

مانا کہ وہ خوبصورت تھی، پرکشش اور بڑے خاندان سے بھی۔ مگر میں نے سمجھا قدرت کی اس پر کچھ آزمائش ہے (یعنی اس کو بولنے کی صلاحیت سے محروم رکھا گیا تھا) تو اُسے اتنا بھاؤ کیوں دوں؟

مگر میں غلط تھا۔ وہ لاکھوں میں ایک تھی، وہ سب سے الگ تھی۔ تو اس کا محبت کرنے کا انداز بھی نرالا تھا۔

جب چیزیں بہت آسان لگنے لگ جائیں تو سمجھ لینا چاہیے وہ اتنی ہی بڑی مشکل کھڑی کرنے والی ہیں۔

میں نے جب دعا کو کالج چھوڑنے سے روک لیا تھا، تو میں تکبر میں آگیا تھا کہ اب وہ صرف میری ہے۔ ہم دونوں اچھے دوست بن گئے تھے۔ اور وہ مجھ پر بھروسہ کرنے لگی تھی، چونکہ ہم ساتھ ساتھ رہنے لگے تھے۔

160.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(160)(ادھوراپن)

ہم دونوں اب کلاس میں بھی ایک ہی بینچ پر ایک ساتھ بیٹھنے لگے تھے۔تب میں یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ مجھے شاید پہلے بھی کبھی میری سادگی اور بے وقوفیوں کی وجہ سے اپنی زندگی سے دربدر کر چکی ہے۔ مگر تب ہم بچے تھے، آٹھویں جماعت کے۔اس کے بعد ہماری ملاقات وہاں کالج میں ہوئی تھی اور ہم ماضی کو بھول چکے تھے۔

اس صبح جب میں کلاس میں پہنچا تو دعا پہلے سے وہاں موجود پڑھائی میں مصروف تھی۔

میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ آج اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ میرا جی بھرنے سے قاصر تھا۔ اور پھر اس نے میرا پسندیدہ بھورے رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ کیوں کہ آج اس کی کزن یعنی ثانیہ کی سالگرہ تھی۔ اس لیے ہم سب یونیفارم کی بجائے رنگ برنگے لباس زیب تن کیے وہاں موجود تھے۔

وہاں موجود سب کی نظریں مجھ پر اور میری نظر بس دعا پر گامزن تھی۔ جب دعا نے مجھے اپنی طرف یوں مائل دیکھا تو اس نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔

جیسے پوچھ رہی ہو:

"کیا ہے، مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو؟"

میں نے بھی ہاتھ کے اشارے سے کہا:

"قیامت ڈھا رہی ہو آج۔"

وہ شرمائی اور مسکرا کر اشارتاً کہا:

"جاؤ کام کرو اپنا۔ میں اس سب پر بھروسہ نہیں رکھتی۔"

میں بھی سدھرنے والوں میں سے کہاں تھا،اپنی ہر ترکیب اسے اپنا بنانے میں استعمال کرنے لگا تھا۔

اور پھر میری محنت اور لگن رنگ لے آئی،اور وہاں سے بھی گرین سگنل مل گیا۔

جو صرف مجھے لگا تھا۔

تب میں ہنس کر بات کرنے کو محبت سمجھتا تھا۔۔انجان جو تھا۔

بہر حال اب میرے پیر زمین پر کیسے ٹکتے،ہواؤں میں اڑنے لگا تھا میں۔اور اپنی سوچوں کی مہربان قسمت پر رشک کرنے لگا تھا۔پھر سے شیخ چلی کے خواب۔۔۔

یعنی وہ مجھ سے محبت تو کرنے لگی تھی،مگر مجھے زیادہ منہ نہ لگاتی تھی۔

ہم دونوں جب بھی روبرو ہوتے آنکھوں کی زبان بولا کرتے تھے۔

زندگی اس قدر حسین ہو گئی تھی کہ پہلی دفعہ مجھے بھی موت اور بچھڑ جانے کا خوف کاٹنے لگا تھا۔اور میں وہ درد حقیقت میں محسوس کرنے لگا تھا۔

وہ ایک دن مجھے اکیلے میں ملی اور اپنے انداز میں کہنے لگی:

سانول! مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"کیا پوچھ سکتی ہوں؟

: میں نے جواب میں کہا

"جی آپ حکم کریں۔ میں زندگی بھر سننے کے لیے تیار ہوں۔"

:اس نے مجھے غصیلی نظروں سے دیکھا اور اشارتاً کہا

"میں مذاق نہیں پسند کرتی۔"

: میں گھبرا گیا اور یک دم معذرت کرتے ہوئے بولا

"! معاف کیجیے گا محترمہ"

اس کا اشاروں میں بات کرنا اب مجھے سنائی دینے لگا تھا، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہو۔

اُس نے زمین پر بکھرے ہوئے کچھ پتے اٹھائے اور انہیں پیار سے ہتھیلی پر رکھ کر

: اپنے انداز میں بولی

انسان کو محبت نہیں کرنی چاہیے، اور خاص طور پر اس جوانی کی عمر میں تو ہر گز" "نہیں۔

: میں اس کی بات مکمل ہوتے ہی حیران کن انداز میں اُسے دیکھ کر بولا

"مگر کیوں؟"

وہ اس لیے کہ ہم جذباتی اور نہ سمجھ ہوتے ہیں۔اور نہ جانے اس جوانی کے "
جنون میں کیا کچھ سوچ لیتے ہیں۔

161.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(161)(ادھورا پن)

جب کبھی ہماری ایسے انجانے میں ہوئی محبت کو منزل مل جائے تو یہ ہمیں ایسے معلوم ہونے لگتی ہے، جیسے ہم کسی کھلونے کے لیے ضد کرتے ہیں یا کوئی بھی من چاہی شے۔اسے حاصل کرنے کے لیے ہم جنونی ہو جاتے ہیں، مگر جب ہم اپنی ضد پا لیتے ہیں یا ہمارا جنون پست ہونے لگتا ہے تو اس کی قدر کھو دیتے ہیں، پھر چاہے وہ من چاہی محبت ہی کیوں نہ ہو۔

یہ سب انسان کے بس میں تو نہیں۔۔۔ لیکن انسان کی فطرت ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی شاید۔"

اب جب وہ رکی تو میں نے اسے داد دیتے ہوئے کہا:

"دعا! تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر میں تم سے محبت، سچی اور دل سے کرتا ہوں۔ اس میں میرا جنون دور دور تک شامل نہیں ہے، اور میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کروں گا مگر اتنا ضرور کہوں گا۔ اگر میں تمہیں اپنانے میں کامیاب رہا تو زندگی میں کبھی تمہاری آنکھوں کے سامنے اندھیرا نہیں چھانے دوں گا۔ مطلب دھوکا اور فریب میرے کاغذات میں شامل نہیں، اور جو کچھ ہوگا تم اور میں دونوں اس کا مل کر مقابلہ کریں گے۔"

اس کے بعد سانول بالکل خاموش ہو گیا۔

مانی نے اُسے دیکھتے ہی چلانا شروع کر دیا:

"ارے، یار! تم رو رہے ہو؟"

تم تو اتنے بہادر ہو کہ کچھ بھی قربان کر دیتے ہو، مگر آج ایک لڑکی کے لیے اتنے

"آنسو؟

:سانول اگلے ہی لمحے جھوٹی مسکراہٹ لیے بولا

یار! وہ لڑکی میری روح کی غذا تھی، میری ادھوری زندگی کو اس نے مکمل کر دیا"

تھا۔ وہ آج بھی میری تنہائیوں کی ساتھی ہے۔

میں اس کی یادوں کے بنا نا مکمل ہوں اور یادیں آنسوؤں کے بنا۔ مگر اسے نہ پا کر

"میں آج بھی ادھورا ہوں۔

:مانی نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا

میں تمہارا دکھ سمجھ سکتا ہوں۔"

مگر منزل کے اتنے قریب آکر جب زندگی نے جینے کے لیے تم دونوں کے دلوں

کے دروازوں پر دستک دے تھی۔

"تب منہ کیوں پھیر لیے تھے تم دونوں نے؟

:سانول نے بے بسی کی سی ادا لیے صرف اتنا کہا

بس وہ ایک ایسا حادثہ تھا کہ میں اس لمحے کو بھی یاد کرنے سے خوف زدہ ہو جاتا"

"ہوں۔

مانی نے اُس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے اُسے متوجہ کیا اور کہنے لگا:

اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتا سکتے ہو، اس خوف کی حقیقت۔ دراصل ہو کیا تھا؟"

"درد بانٹنے سے کم ہو جاتے ہیں۔

سانول نے گردن ہاں میں ہلائی اور کھڑی کے پاس جا کھڑا ہوا،

اپنے آنسو پونچھتے ہوئے گہری سانس چھوڑ کر بولا:

"اس دن ہماری دوستی کا ایک سال مکمل ہو گیا تھا۔"

لوگوں کی برتھ ڈے ہوتی ہے یا شادی کی سالگرہ، مگر اس دن ہماری محبت کی پہلی سالگرہ تھی۔

اور ایسی دوستی کے چرچے کالج میں نہ ہوں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میں اور دعا کی دوستی اور ہم فہمی کے چرچے شروع دن سے ہی ہو چکے تھے۔

میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود ہمارے دوستوں نے ہماری اس سالگرہ کو منانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

162.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(162)(ادھوراپن)

میں تو اندر ہی اندر خوش تھا کہ موقع کی مناسبت سے دعا کو پرپوز کرنے کا موقع مل جائے گا۔

مگر دعا کو ان فضولیات میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

مگر کافی منت سماجت کے بعد وہ بھی مان تو گئی، مگر کافی اکھڑی اکھڑی معلوم ہو رہی تھی۔

ہمارے دوستوں نے اس دن کو منانے کی خوب تیاریاں کرر کھی تھیں، چونکہ وہ جانتے تھے آج سے ایک سال قبل دعا کا کالج میں پہلا دن تھا۔اور میں سب کی نظروں میں کیسے ہیرو بن گیا تھا۔

اس دن سورج ڈھلتے ہی خوش نما شام کی مدہم ہوتی ہوئی روشنی میں ہم سب کالج پہنچ چکے تھے۔کافی اچھے انتظامات کیے گیۓ تھے اور پورا کالج بھی رنگارنگ روشنیوں سے جگ مگا رہا تھا۔

اب بس دعا کے آنے کا اور دعاء قبول ہونے کا انتظار تھا۔

کچھ دیر کے انتظار کے بعد دعا بھی پہنچ چکی تھی، مگر دعاء کا کیا کہوں؟

بہر حال وہاں موجود سب دوستوں نے ہمیں مبارک باد دی اور میری کامیابی کی دعائیں بھی۔کیک جو ہمارے انتظار میں کچھ آخری سانسیں جی رہا تھا، کیک کٹائی کی رسم بھی شروع ہوئی۔میں اور دعا نے مل کر کیک کاٹا تھا۔

پورا میدان پھولوں کی بارش سے بھرنے لگا۔اور پھر میں دعا کا ہاتھ تھامے، اپنا ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہنے لگا:

"تم جانتی ہو دعا! میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں؟"

:وہ خاموش کھوئی ہوئی معلوم ہوئی تو میں نے بات جاری رکھی

ہم جب ساتھ میں ہوں تو جی میں آتا ہے اپنی سانسوں کو بھی خاموش کرادوں،"
جو تمہارے دیدار میں خلل پیدا کرتی ہیں۔جی میں آتا ہے اس ہوا کو بھی ساکن کر
"دوں جو سانس لینے کا سبب بنتی ہے،اور جی بھر کر تمہارا دیدار کرتا رہوں۔

میرے یہ فلمی ڈائیلا گز سن کر چاروں طرف سے مجھے داد دینے کے لیے تالیوں
کی گونج ہر سو بکھرنے لگی تھی۔

میرے لبوں پر مسکان بہار میں کسی گلاب کے پودے کی طرح کھلنے لگی تھی۔

:میں نے دعا کا ہاتھ ادباً اپنے ماتھے پر لگا کر نگاہیں اوپر اٹھاتے ہوئے کہا

دعا! میں تمہیں تمہارے پاکیزہ نام کی طرح اپنی پاکیزہ محبت کے رشتے میں قید"
"کرنا چاہتا ہوں۔

یہ کہہ کر انگوٹھی اس کی انگلی کی طرف بڑھائی ہی تھی کہ اس نے ایک جھٹکے سے
اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔اور اگلے ہی پل ایک زوردار تھپڑ اس نے میرے منہ پر دے مارا
اور اشارتاً کچھ کہا، جیسے کہہ رہی ہو۔۔۔

"بلکہ یہی کہا تھا اس نے۔"

"لیکن میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں۔"

اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کالج کے میدان سے باہر کی طرف دوڑ گئی۔

میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور میں قدموں کے ساتھ ساتھ اپنی نظروں سے بھی گر گیا تھا۔ میرے سارے ارمان اور خواب چور چور ہو گئے تھے، جیسے کانچ کے ٹکڑے۔



163.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(163)(ادھوراپن)

وہاں موجود ہر ایک کی زبان پر تالے پڑ گئے تھے، اور سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے تھے۔ میرے آنسو زمین پر ٹپک رہے تھے۔ سب دوست مجھے یوں مایوس دیکھ کر کافی پریشان ہو گئے تھے۔ ثانیہ جو چند قدم کی دوری پر کھڑی تھی میرے قریب آئی اور مجھے سہارا دے کر اٹھایا، اور پھر وہاں لوگوں سے مخاطب ہو کر چلاتے ہوئے سنجیدگی سے بولی:

"ہو گئی تسلی، پڑ گئی تم سب کے سینوں میں ٹھنڈ؟

افسوس! آج ایک اور محبت ادھوری رہ گئی۔" اور پھر وہ بھی اپنی منزل کی طرف چل دی تھی۔

"اس دن مجھے بھی ایسا محسوس ہوا، جیسے میں جلتا ہوا ایک دیا تھا، مگر ایک ہوا کا تیز جھونکا آیا اور مجھے ہمیشہ کے لیے بجھا کر گہری تاریکی میں دھکیل گیا۔۔۔ یعنی وہ میری زندگی کا سیاہ ترین دن تھا۔ جس کے بعد محبت تو کیا محبت کے درمیان آنے سے بھی ڈر لگتا ہے مجھے۔"

مانی نے سانول کی بات مکمل ہونے پر پوچھا:

میں اور آیت بھی تو محبت کرتے تھے۔ تو تم ہمارے درمیان کیوں آئے؟ کیوں"

"تم نے اس سے میرے لیے محبت کی بھیک مانگی تھی؟

ہاں، مانی! آیا تھا میں اپنے یار کی خوشیوں کی خاطر۔"

مگر، میری جان! آیت تم سے محبت نہیں کرتی بلکہ صرف تو اس سے محبت کرتا

"ہے۔ سمجھا؟

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

:مانی حیران کن انداز میں بولا

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

:سانول قہقہہ لگا کر ہنس دیا

"اب تک تو مطلب نہیں سمجھا تو کیا خاک محبت کی ہے تم نے؟"

مانی کو تنگ کرتے ہوئے اس نے یہ کہا تھا۔

:مانی نے منہ بنالیا اور احتجاجاً کہا

ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں، مگر میں تم جیسی محبت نہیں کر سکتا۔" کہہ "

کر رونے لگا۔

:جو دیکھ کر سانول نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا

!میں مذاق کر رہا تھا یار"

اور جو قربانی تم نے دی ہے اس کے لیے بڑا جگرا چاہیے جو ہر کسی کے پاس

"کہاں۔

:کچھ دیر بالکل سناٹا چھا گیا۔ پھر مانی نے سب بھلا کر پوچھا

اچھا، اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ وہ کالج آئی تھی یا تمہارے ساتھ ہر چیز کو الوداع"

"کہہ گئی تھی؟

دراصل مانی! جب میں اگلے دن کالج پہنچا تو رات کی بات پر سب دوستوں نے"

"میرا اور میرے پیار کا خوب مذاق اڑایا تھا۔

میں سب سنتا رہا اور پھر دعا کو ان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا، اور چیخ چیخ کر

:پوچھنے لگا تھا

کیا کسی لڑکی کو اتنا حق نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنا شریک حیات چن سکے؟"

کیا میں نے محبت کر کے اس سے نکاح کرنا چاہا تو میں نے گناہ کیا؟

ہاں، مجھے معلوم ہے مجھ میں لاکھوں خامیاں ہیں۔اس لیے دعا نے مجھے ٹھکرایا، لیکن مجھے دعا سے کوئی شکوہ نہیں، چونکہ میں جانتا ہوں میں اس کے قابل نہیں تھا۔



164.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(164)(ادھوراپن)

مگر تم میں کونسا ایسا شخص ہے جس نے محبت کی اور اُسے پالیا ہو؟ ہاں بتاؤ اب؟

"خود پہ آئی تو سانپ سونگ گیا سب کو؟

میں پھر سے چلایا تھا۔

لیکن میں تو بھول ہی گیا تھا۔۔۔جو لوگ انسانیت کو سمجھ ہی نہیں سکتے انہیں کیا" معلوم محبت کیا ہوتی ہے؟ تم جیسے تو بس جسموں کے پجاری ہوتے ہیں۔ محبت کرنے والے کبھی کسی کا یوں مذاق نہیں بناتے۔ میں دعا سے اب بھی اتنی ہی "محبت کرتا ہوں یا شاید پہلے سے زیادہ۔

دعا نے اس وقت پھر مجھے ایک تھپڑ رسید کیا اور وہاں سے چلی گئی تھی۔

مگر، ہائے! میں اس کے دیے غموں کے صدقے واری جاؤں۔ جو کم از کم" میرے ساتھ جی تو رہے ہیں۔

اب میں اور دعا جدا ہو چکے تھے، مگر اس کے پیچھے کی وجہ اب تک راز ہی تھی۔

میں ابھی بھی اسے اپنی روح کا حصہ سمجھتا تھا اور اسی آس پر جیتا رہا کہ وہ ایک دن میری ہو جائے گا۔" سانول بہت رنجیدگی سے بنا رکے ماضی دہراتے چلا گیا۔

اس کے بعد دعا نے کالج آنا چھوڑ دیا تھا جو میرے حق میں بہتر نہ تھا اور نہ ہی اس سے کوئی رابطہ ہو پا رہا تھا۔ میں ایک مہینے تک اس کی دوست ثانیہ کے آگے پیچھے گھومتا رہا کہ شاید اسے کچھ معلوم ہو، مگر وہ ہر دفعہ پیٹھ دکھا کر نکل جاتی تھی۔

ایک ڈھیڑھ مہینہ گرز گیا تو اچانک وہ ایک دن میرے پاس آئی اور کہنے لگی تھی:

آج شام مجھے تم سے ملنا ہے،اور کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ مجھ سے کالج کی "

" کینٹین میں مل لینا۔

میں محبت میں پاگل شخص یہ بھی نہ جان سکا کہ آخر ایک سال میں دعا کی زندگی میں کیا کچھ بدل گیا تھا؟

شام ہوتے ہی میں ثانیہ کے بتائے وقت پر کینٹین پر پہنچ گیا،اور اس کا انتظار بے تابی سے کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر میں ثانیہ بھی وہاں پہنچ گئی، تو میں نے اسے دیکھتے ہی اپنے وہاں ہونے کا ثبوت اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دیا تھا۔ثانیہ میرے پاس آئی اور خاموشی سے کچھ دیر بیٹھی رہی تھی۔ میں بے تابی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔

:ثانیہ نے گلا کھنکارتے ہوئے پوچھا

"کیا لوگے ؟ ٹھنڈا، چائے، کافی یا پھر اور کچھ ؟"

"نہیں کچھ نہیں، مجھے بس دعا کے متعلق جاننا ہے۔"

:ثانیہ نے گہری سانس چھوڑ کر کہا

"تھوڑا صبر رکھو، اتنی جلد بازی بھی اچھی نہیں ہوتی۔"

:اس نے خود سے دو چائے کا آرڈر دیا اور پھر کہنے لگی تھی

اچھا، تو بات کچھ یوں ہے کہ دعا نے تمہارے لیے ایک خط بھیجا ہے، جو مکمل" راز ہے۔ جس کے متعلق میں بھی نہیں جانتی یا پھر یہ معافی نامہ ہو؟ مگر اس نے یہ تم تک سلامت پہنچانے کے لیے سمجھ لو حکم دیا ہے۔ اور وہ تمہیں "کچھ بتانا چاہتی ہے۔



165.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(165)(ادھوراپن)

:میں نے جذباتی ہو کر سوال کیا تھا

مگر کیوں، ثانیہ! وہ خوش کیوں نہیں ہے؟اور اگر وہ مصیبت میں تھی، تو اس"
"نے مجھے کیوں حقیقت نہیں بتائی؟

دیکھو، سانول! میں زیادہ تفصیل میں نہیں گئی، اور نہ ہی اس نے کچھ زیادہ بتانا"
مناسب سمجھا، مگر اتنا کہا کہ اس کے رشتہ دار اس کے دشمن بن گئے ہیں۔

اس کے ایک کزن کا رشتہ آیا تھا اس کے لیے، لیکن اس کے بابا نے صاف انکار کر
"دیا۔ جس کی بدولت اس کے کزنز دشمنی تک اتر آئے ہیں۔

:یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور میں غصے میں چلایا تھا

ثانیہ! اتنا سب کچھ ہو گیا اور تم لوگوں نے مجھے بتایا تک نہیں۔ مجھے اپنی دعا کے "
ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنی محبت کو یوں نیلام ہونے کے لیے نہیں چھوڑ
"سکتا۔

:ثانیہ نے میرا ہاتھ تھام کر کہا

دیکھو، میں تمہارے جذبات سمجھ سکتی ہوں، مگر ابھی ہوش کی ضرورت ہے "
جوش کی نہیں۔ اور اس کے کزنز بہت خطرناک ہیں، جو کسی بھی حد تک جا سکتے
ہیں۔

اور دعا بھی نہیں چاہتی کہ تم کسی سے اُلجھو۔اس کے بابا قانون کی مدد سے سب
"! سنبھال لیں گے، لیکن تمہیں کچھ ہو گیا تو تمہارا تو کچھ نہیں بچے گا، پلیز
:اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے بات آگے بڑھائی تھی
"اور ہاں، کوئی بھی فیصلہ لینے سے پہلے یہ رقعہ پڑھ لینا۔"
:یہ کہہ کر اس نے ایک انولپ میری طرف بڑھا کر مزید کہا تھا
مجھے بھی بتانا اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ جو دعا نے امانت کے طور پر تم تک "
"پہنچانے کے لیے کہا۔
:میں نے وہ رقعہ کھولنے سے پہلے ثانیہ کے سامنے عہد کیا تھا
کچھ بھی ہو جائے، میں دعا کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گا۔" پھر میں نے "
رقعہ کھولا اور پڑھنے لگا، جو کچھ یوں تھا۔
دیکھو، سانول! میں بہت شرمندہ ہوں جو کچھ اس محفل میں میں نے ")
تمہارے ساتھ کیا۔اور میں نہیں جانتی تم میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہو
گے، مگر ایک بار مجھے دل سے معاف کر دینا۔ میں بہت مجبور تھی۔ جس وجہ سے
مجھے یہ فیصلہ لینا پڑا اور میں امید کرتی ہوں کہ تم مجھے، میرے جذبات اور اس

فیصلے کو بھی سمجھ جاؤ گے۔اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا جس سے تمہاری محبت کی توہین ہو۔اور ہاں، میں کچھ دنوں میں تم سے مل کر ایک اور حقیقت بتاؤں گی، "میرا انتظار کرنا۔

(از قلم:-دعا

:مانی اس کی جانب حیرانی سے دیکھ کر بولا

یار! یہاں تو دعا کچھ محبت کی بات کر رہی تھی۔جیسے وہ بھی تم سے محبت کرتی ہو" شاید۔

"کیا وہ تم سے ملنے آئی تھی؟

:سانول زیر لب مسکرایا

"ہاں،وہ آئی تھی مجھ سے ملنے اور میری محبت کو دفنانے۔"

اگلے دو دن میں نے اس کا انتظار کیا تھا۔اور دو دن کے بعد وہ دوپہر میں کالج کی کینٹین پر آئی تھی۔

مجھ سے مل کر پہلے تو اس نے اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا تھا،اور پھر اپنے انداز میں کہا:

میں جانتی ہوں جو کچھ میں آج تمہیں بتاؤں گی تمہارے لیے افسردہ ہو گا، مگر" میں سچائی چھپانا نہیں چاہتی تم سے۔

سانول! تمہاری محبت بہت پاکیزہ تھی اور میں قدر کرتی ہوں تمہارے جذبات کی، مگر شاید تمہاری قسمت وفانہ کر پائی۔

مجھے تمہاری ذات سے یا تمہارے فیملی بیک گراؤنڈ وغیرہ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن مقدر کا لکھا کوئی ٹال بھی تو نہیں سکتا۔



166.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(166)(ادھوراپن)

سانول! مجھے معاف کر دینا۔ مگر میں تمہاری محبت کے اظہار سے پہلے ہی اپنا دل

"کسی اور پہ وار چکی ہوں۔

:اس کے بعد دعا نے مجھے ایک ڈائری تھماتے ہوئے مزید کہا تھا

میں نے سب کچھ جو تمہیں جاننا ہے، اس میں لکھ دیا ہے۔ اسے پڑھ لینا اور ہو "

"سکے تو مجھے معاف کر دینا۔

یہ کہہ کر وہ پلکوں پہ نمی سجائے اپنی منزل کی طرف چل دی، اور میں اداس اور مایوس ہو کر ہاسٹل میں پہنچا تھا اور کمرہ بند کر کے ڈائری پڑھنے لگا تھا، جس میں یہ درج تھا۔

★☆...☆★

موسیٰ کے گھر میں ایک دن اس کی کلاس میٹ کے روپ میں گئی تھی۔ اور اس نے اپنے گھر والوں سے بھی میرا تعارف بس اتنا ہی کروایا تھا۔ مگر حقیقت یہ نہیں تھی۔ میں اس کی کلاس میٹ نہیں تھی، بلکہ ہم دونوں میں محبت کا رشتہ استوار ہو چکا تھا۔

میں بول نہیں سکتی تھی اور ابھی تک میں نے موسیٰ کو مڈل کلاس فیملی سے بتائے رکھا تھا۔

اب شاید اسے یہ خوف بھی تھا کہ وہ ایک بڑے خاندان سے ہے، تو کیا معلوم اس کے گھر والے مجھے قبول بھی کریں گے یا نہیں۔۔۔

:اس کی بات کاٹتے ہوئے مانی نے کہا

سانول! معذرت کے ساتھ۔ مگر کچھ عجیب لگ رہا ہے مجھے۔"

"دعا اور موسیٰ میں ایسا کیا تھا جو موسیٰ خوف زدہ تھا؟

مانی اتاولا ہونے لگا تھا۔

:سانول نے اسے اشارے سے کہا

خاموشی سے بیٹھ جا، بتاتا ہوں۔مانی! میں نے جب یہ کہانی پڑھی تھی، تو میں" نے ہر بات کا جواب دعا کو اپنے پاس محسوس کر کے جانا تھا، خیالات کی دنیا میں۔ اور جانتے ہو اس نے ہر سوال کا جواب ایسے دیا تھا، جیسے وہ میرے سامنے بیٹھی

"میری ہر بات سن رہی ہو۔

جب میں نے یہی سوال دعا سے کیا تھا۔

"تم دونوں میں ایسا کیا تھا؟ جو تم دونوں اس قدر خوف زدہ تھے؟"

کہنے لگی:

"محبت تھی۔ محبت، عشق وجنون کی حد تک۔"

"کیا۔۔۔ کیا کہا؟ محبت!

"مگر کس محبت کی بات کر رہی ہو تم دعا؟

میں چلایا تھا۔

وہ سہم گئی:

محبت کی بات کر رہی ہوں، یعنی میری محبت۔۔۔ یعنی میں اور موسیٰ کی محبت۔" جو حقیقی اور بے مثال تھی۔ اور یہاں محبت مجھے ہوئی تھی اس کے کردار اور اس کے انداز سے، یا شاید اس کے حسن سے۔"

ڈائری میں مزید درج تھا۔

میں زندگی میں پہلی دفعہ اس دن خود کو زندہ محسوس کر رہی تھی، جس دن میں نے پہلی نظر موسیٰ کو دیکھا تھا۔

صبح کے گیارہ بجے تھے اور موسم بھی حسین شہر کی طرح خوشگوار تھا۔

میں لاہور انار کلی بازار میں خریداری کے لیے گئی ہوئی تھی، جب میرے سامنے ایک انیس، بیس سالا خوبصورت نوجوان لڑکا اپنی قیمتی گاڑی سے اترا۔ جسے دیکھ کر میں نہ جانے کن تصورات میں کھو گئی تھی۔

موسمِ بہار اپنے جوبن پر تھا اور ہر طرف پھولوں کی مہک بکھری ہوئی تھی۔

وہ نوجوان شخص میری جانب بڑھ رہا تھا اور میری نظریں اس کے چہرے کو گھور رہی تھیں۔ میں اپنا تن، من، دھن سب اس پہ فدا کر چکی تھی۔

پہلے پہر تو اس نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہ دی، مگر مجھے اپنی طرف مائل دیکھ کر رک سا گیا تھا وہ۔ اور بغور مجھے دیکھ کر شاید مسکرایا بھی تھا۔

میں انیس سال کی عمر میں اس کی محبت میں قید ہو چکی تھی۔

اس روز مجھے اس بھیڑ میں سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(167)(ادھورا پن)

اس نے میرے قریب آکر چٹکی بجائی، مگر میں ویسے کی ویسی ساکن کھڑی رہی۔
پھر اس نے اپنے ڈرائیور سے پانی منگوایا اور کہنے لگا:
"ذرا محترمہ پر چھڑکیں۔ لگتا ہے میڈم نے کوئی انوکھی چیز دیکھ لی ہے جو شاید
کسی دوسرے جہاں سے ان کے لیے اتاری گئی ہو۔"
میں سب سن رہی تھی، مگر اس کی آواز میں ایک جادو تھا یا میرا پاگل پن، مگر مجھے
اس کی آواز سے ایک سکون حاصل ہوا تھا۔
اذیت ناک بات یہ تھی کہ میں بول نہیں سکتی تھی تو ایک خوف تھا کہ کہیں سچ
جان کر پہلی ہی ملاقات میں وہ بچھڑ نہ جائے۔ مجھے خاموش دیکھ کر اس نے اپنی
گردن نفی میں ہلائی اور اپنی منزل کی طرف چل دیا۔ میں نے ہمت کر کے اس
کی کلائی دبوچ لی۔ جس پر اس نے پلٹ کر دیکھا، جیسے اُسے زور کا جھٹکا لگا ہو۔

وہ سامنے سے آتے ہوئے ایک پھول والے سے ٹکرا گیا، جسکی بدولت اس کے سر پر رکھی پھولوں کی ٹوکری الٹ گئی۔اور پھول ہم دونوں پر بارش کی طرح برسنے لگے۔

اس نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑائی اور آگے بڑھتے ہوئے یک دم پلٹا،اور اسی لمحے میرا نقاب اتر چکا تھا۔میں نے اپنا نقاب دوبارہ کرنے کی کوشش کی، مگر اب تک وہ مجھے۔۔۔یعنی میرا چہرہ دیکھ چکا تھا۔اور بس اس کی نظریں میرے چہرے پر ٹھہر سی گئی تھیں۔

:اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا اور کہا

"اف، خدایا! اتنا حسین چہرہ اور گہری آنکھیں۔پلکیں ہیں یا کمان سے نکلے تیر؟ کہیں یہ وہ آسمانی مخلوق تو نہیں جس کی میں سوچ رہا تھا۔"

اس نے اپنے دماغ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

میں نے اس کے دل کا حال اس کی نگاہوں میں دیکھ لیا تھا۔وہ اپنے حواس کھو چکا تھا۔

:اب اس دفعہ چٹکی میں نے بجائی تھی اور پلکوں کے اشارے سے پوچھا

"کہاں کھو گئے، جھٹکا لگا گیا؟"

وہ کچھ سمجھ تو نہیں پایا، مگر اپنے کیے پر شرمندہ ضرور تھا۔

:دھیمے سے لہجے میں بولا

"اوہ، سوری۔ میں۔۔۔ میں وہ۔ "

اور پھر مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر اس کی قاتل نگاہیں اب تک مجھ پر گامزن تھیں۔ اب وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا اور اپنے موبائل کی :جانب اشارہ کرنے لگا، جیسے وہ کہہ رہا ہو

"مجھے کال کرنا۔"

:مگر میں نے حیرانی میں اشارتاً پوچھا

"مگر کیسے؟"

اس نے میرے پاؤں کی طرف دیکھا اور مسکرا کر ڈرائیور کو چلنے کی کہی۔

میں گہرے خیالات میں گم صم تھی کہ اچانک خیالات کی آزادی پر ایک بچہ میں :نے اپنے سامنے کھڑا پایا تھا۔ جو کہہ رہا تھا

"آپی۔۔۔ آپی! آپ کا فون۔"

میں اچانک ہڑ بڑا سی گی اور بچے سے فون لے کر کچھ روپے اسئے نکال کر دیے۔

168.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(168)(ادھوراپن)

میں تو بھول چکی تھی کہ میرا فون تو میں بوتیک میں ہی بھول آئی ہوں۔جب میں نے لاک کھولا تو وال پر اسی شخص کی تصویر دیکھ کر مجھے سمجھ آیا کہ وہ میرے پیروں کی جانب کیوں دیکھ رہا تھا۔

اگلے ہی لمحے ایک فقیر نے میری راہ روک لی اور بولا:

"بیٹی! اللہ کے نام پر کچھ دیتی جاؤ، بدلے میں میں تمہارے پیار کے لیے اس رب سے دعاء کروں گا۔"

: میں کافی خوش ہو گئی اور کچھ روپے نکال کر اسے تھما دیے جو لے کر وہ کہنے لگا

مگر۔۔۔ مگر میں نے جو کچھ تم دونوں کے درمیان دیکھا ہے، مجھے یہ پیار ادھورا"

"لگ رہا ہے۔اور اس پیار میں تم دونوں میں سے کسی ایک کو قربان ہونا ہو گا۔

میں نے کافی تشویش ظاہر کی اور اندر ہی اندر سوچنے لگی۔۔۔

ایسی کوئی بات نہیں۔

اور ویسے بھی مجھے کسی پیر فقیر پر کوئی بھروسہ نہیں تھا۔میرے نزدیک یہ سب

باتیں ہوتی ہیں۔

: پھر اس فقیر نے کہا

بیٹی! تمہاری قسمت تمہاری زندگی سے بہت کھیل کھیل چکی ہے،اور یہ آگے "

" بھی تمہارے مخالف ہی کھیلے گی۔

میں یہ سن کر اپنے غصے پر قابو نہ پا سکی۔میں نے فقیر کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اشارتاً

: کہا

جاؤ تم یہاں سے اور مجھے اپنی قسمت سے کوئی شکوہ آج سے نہیں رہا اور جو پہلے "

" تھے وہ سب اس سے ملتے ہی دفن ہو گئے۔

شایداس نے میرے اندر کی خوشی بھانپ لی تھی۔وہ میرے اشارے سمجھ چکا تھا اور مسکراکرانگلی آسمان کی جانب اٹھائے اس انداز میں گویاہوا جیسے کہہ رہاہو:

"میں تمہاری شکایت اوپر والے سے کروں گا۔"

اس بار میں بھی خوف زدہ سی ہوگئ اورایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری ہوگئ تھی۔میں وہاں سے جلدی میں نکلی اور سامنے ہی موجود داتادربار پہنچ گئ۔

آج میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی مزار کارخ کیا تھاکیونکہ کہتے ہیں مزارات فقیروں اورعاشقوں کاگھرہوتے ہیں۔

جب میں وہاں پہنچی توکچھ دیر یہاوہاں دیکھ کررک سی گئی۔اورپھرجب نگاہیں اٹھائیں توسامنے ایک فقیر کوپایاجوذکر میں مشغول تھا۔

میں اس کے پاس پہنچی اوراپناہاتھ اس کے سامنے پیش کردیا۔اُس نے جھکی ہوئی نظروں سے میراہاتھ دیکھااورایک جھٹکے سے چھوڑکرذکرالٰہی بلند کرتے ہوئے بولا:

"ایک ہی فعل کودہرانے سے زندگی کی حقیقتیں بدلانہیں کرتیں۔جوسچ تھامیں نے تمہیں بتلادیااب آگے تمہاری مرضی۔"

جب میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو میں حیران رہ گئی، چونکہ کچھ دیر قبل میں نے اسی فقیر کو دھکیلا تھا۔ میں نے اپنے کیے پر شرمندگی ظاہر کی اور معافی کے لیے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارتاً کہا:

"خدارا! مجھے معاف کر دیں اور ایک بار مکمل تفصیل بتا دیں۔"

اس پر اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کر کے اشارہ دیا۔۔۔ کہ بس دعاء اور معافی اس ذات سے مانگنی چاہیے۔



169.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(169)(ادھورا پن)

میں اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے اٹھی اور الٹے پیروں پیچھے ہو گئی۔ جہاں کچھ فاصلے پر موجود میری نظر ایک نوجوان پر پڑی تو میرے قدموں تلے سے زمین ہی کھسک گئی۔ اور میں چکرا کر گر پڑی تھی۔

خوف کے مارے میرے پسینے چھوٹنے لگے اور آنکھیں بس آسمان کو تکتی رہ گئیں۔

میں نے وہاں پر موسیٰ کو فقیر بنے دیکھ لیا اور پھر گرتی سنبھلتی کسی طرح اس کے پاس پہنچی اور اس کے چہرے کو دیکھ کر میں نے دونوں ہاتھ آنکھوں کے سامنے رکھ لیے۔

کیونکہ وہ موسیٰ ہی تھا۔

اب میں اپنے رب سے التجاء کرنے لگی کہ یہ سب میرے ساتھ کیا ہو گیا؟ خدایا! مجھ پر رحم فرما اور یہ جو کچھ میں دیکھ رہی ہوں میرا وہم ہو، آمین۔

پھر میں نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں، مگر تب تک وہاں کوئی نہیں تھا۔

اب میں ادھر ادھر چکر لگاتے ہوئے اُسے ڈھونڈنے لگی، مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ البتہ اس فقیر پر میری نظر ضرور پڑی تھی جو اب تک اپنے رب سے ہی بات

کرتا محسوس ہورہا تھا۔ میں غصے سے لال پیلی ہورہی تھی کہ اچانک موسیٰ کے دیے فون پر کال آئی، جو میں نے جلدی سے ریسیو کی۔اس کی آواز سنتے ہی میرا انگ انگ ساکن ہو گیا اور میرے قدم وہیں پر جم سے گئے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جو کچھ دیکھا وہ میرا وہم ہی تھا۔

اس کی طرف سے ایک میسج بھی آیا تھا۔

"I'm so sorry!"

میرے دل کو سکون ملا، مگر میں تھک ہار چکی تھی۔ تو سیدھی بوتیک پہنچی، جہاں ثانیہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

صبح ہوتے ہی میں دس منٹ کا کہہ کر نکلی تھی، مگر مجھے واپسی پر دوپہر ہو گئی، جس پر ثانیہ بھی خوب غصہ ہوئی تھی۔ جب میں نے فون چیک کیا تو موسیٰ کے کچھ اور میسیجز ریسیو ہوئے جس میں وہ پوچھ رہا تھا:

"میڈم! آپ کا نام پتہ وغیرہ تو معلوم نہیں ہے، مگر اتنا جان چکا ہوں کہ مجھے آپ سے پہلی ہی ملاقات میں محبت ہو گئی ہے۔

"تو کیا ہم اسی جگہ پر پھر سے ملاقات کر سکتے ہیں؟

مجھے اس سب پر کافی حیرانی ہوئی اور شاید خوشی بھی، چونکہ محبت میں بھی اس سے کرنے لگی تھی۔

اس وقت میں اور ثانیہ میرے بوتیک میں تھیں، جو لاہور میں ہے، تو کبھی کبھار میں بھی لاہور کا چکر لگا لیا کرتی تھی۔ اس دفعہ بھی آج سے تین مہینے پہلے میں اور ثانیہ کالج سے چھٹیوں پر وہاں گئی تھیں۔ اسی دوران میری ملاقات موسیٰ سے پہلی دفعہ ہوئی۔

ڈاکٹر بننا میرا خواب ہے تو بوتیک چلانا میرا جنوں۔ مگر میں نے جنون پر خواب کو فوقیت دی، تو زیادہ تر اپنا وقت پڑھائی پر ہی منحصر رہتا ہے۔

میں نے کافی سوچ بچار کے بعد موسیٰ کو جواباً لکھا تھا:

170.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(170)(ادھوراپن)

"ہاں، ملاقات ہو سکتی ہے، مگر میرے بوتیک میں۔"
اور اسے اپنے بوتیک کی لوکیشن واٹس ایپ کر دی، پھر لکھا۔"ابھی کچھ دنوں
"کے لیے میں یہاں ہوں تو جب چاہے آجانا میں مل لوں گی۔
نہ جانے کیوں میں اس دفعہ کوئی غلطی کر کے مطمئن بھی تھی اور خوف سے آزاد
بھی۔
وہ اگلے روز دوپہر کے وقت ہمارے بوتیک میں پہنچ گیا، جس پر نظر پڑتے ہی
میں اپنے کیمبن سے باہر آگئی تھی۔
وہ جوں ہی میری طرف متوجہ ہوا میں نے فوراً سے نقاب کر لیا اور چہرہ پلٹ کر
خوف زدہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔
ہم پہلی دفعہ یوں ایک دوسرے کے لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے
تھے۔اور میری پلکیں اس کے حسن کے آگے دوزانو پڑی تھیں۔میں نظر بھر کر
اسے دیکھ بھی نہ پائی تھی۔

:وہ یک دم مسکرایا اور کہنے لگا

"اف! یہ ادائیں، تو کیا اب دیدار کے لیے بھی اجازت طلب کرنی ہو گی؟"

:میں نے اشارتاً جواب دیا

"جی بالکل، کیوں کہ میں غیر محرم سے ہم کلام نہیں ہوتی۔"

:اس نے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھا جیسے کسی مشکل میں ہو، اور کہنے لگا

"یقین جانیے مجھے آپ کی یہ زبان بالکل سمجھ نہیں آتی۔"

میں نے کوئی ہنگامہ کھڑا کیے بنا ثانیہ کو اشارہ کیا، تو اس نے جب یہ بات اس کے سامنے دہرائی تو وہ ثانیہ سے کہنے لگا:

اچھا، جی! رشتے سے تو ہم آپ کے بھی محرم نہیں ہیں، تو آپ ہم سے ہم کلام"

"کیوں ہوئیں؟

ثانیہ نے اسے جواب دینے کی بجائے میرے کیبن میں آنے کے لیے کہا تھا۔

وہ آ تو گیا، مگر بہت افسردہ تھا۔

:جب میں نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو اشارتاً وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا

تم ہو وجہ۔ کیا تم سچ میں بول نہیں سکتیں یا بس میرے ساتھ مذاق کر رہی ہو؟"

مگر میں ایک بات بتائے دیتا ہوں، بے شک تم مذاق کر رہی ہو یا پھر یہ حقیقت ہے لیکن سچ یہی ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ اور مجھے تم ہر صورت قبول ہو، پھر چاہے مجھے تمہیں اپنانے کے لیے آخری حد تک ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ ایک بات اور۔۔۔ وہ یہ کہ میں سچ منہ پہ بول دیتا ہوں نہ کہ کسی کی پیٹھ پیچھے۔ اور "یہ ہنر مجھے میرے دوست نے سکھایا تھا، جو مجھے بے حد پسند ہے۔

اس کے انداز بیاں۔۔۔ توبہ۔۔۔ توبہ۔

: یہ سن کر میں یک دم حیرانی میں اس کی جانب دیکھنے لگی اور ثانیہ سے اشارتاً پوچھا

"یہ سب کیا ہے؟"

: موسیٰ نے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا

ارے! اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ اور میں کچھ پوچھ نہیں رہا بلکہ "

بتا رہا ہوں۔

اور اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو کل دوپہر اڑھائی بجے میں تمہیں لینے آؤں گا۔ اگر تم نہ آئی تو میں انکار سمجھوں گا اور اگر آئی تو اقرار۔ کوئی مشکل بات تو "نہیں کی میں نے؟

وہ مکمل دھٹائی سے بے لگام بولتا گیا۔ "اب تمہارے پاس ایک دن کا وقت ہے سوچنے کے لیے۔ میں سدھارن انسان ہوں، مجھے محبت میں انتظار کرنا یا کروانا "پسند نہیں ہے۔

مانو کہ وہ حکم کر رہا تھا۔

بے بس انسان کیا جانے انتظار جب مقدر میں لکھ دیا جائے تو جیتی بازیاں بھی ہارنی پڑتی ہیں۔

:اس نے پھر سے مجھے گھورتے ہوئے پلکوں کے اشارے سے پوچھا

ٹھیک ہے نا کل تین بجے؟" پھر پر اعتماد انداز میں جانے لگا۔"

171.txt

اس کے جاتے ہی میں فوراً کھڑی ہو گئی اور نقاب ہٹا کر گہری سانس لینے لگی۔ پھر اشارتاً ثانیہ سے سوال کیا:

"ثانیہ یہ سب کیا تھا؟"

ہاں، مجھے اس سے محبت تھی اور ہے بھی، مگر میں اظہار نہیں کر سکتی تھی۔

ثانیہ کی بھی خاموشی ٹوٹی تھی اور وہ کہنے لگی:

"یار! پریشان مت ہو۔ اس نے تو تمہاری راہ ہموار کر دی ہے۔"

اس بات پر مجھے غصہ تو کافی آیا مگر کیا کرتی وہ سچ کہہ رہی تھی، اور میں بھی ساکن ہی رہی۔ اب مجھے ثانیہ کے مشورے کی ضرورت تھی۔ میں نے اپنے انداز میں پوچھا:

"تم کیا کہتی ہو؟ مجھے جانا چاہیے؟"

میں شدید اضطراب کا شکار تھی، اپنے انداز میں گویا ہوئی:

"نہ جانے اس کی فیملی کیسی ہو؟ کیا بیک گراؤنڈ ہے ان لوگوں کا؟ دیکھنے میں تو اونچے گھرانے سے تھا وغیرہ وغیرہ۔"

میں نے ایک ہی سانس میں اس سے سب پوچھا، جیسے وہ جانتی تھی۔

:ثانیہ میری بیچارگی پر مسکرا کر بولی

میری جان! زندگی تمہاری ہے اور اس کے فیصلے بھی۔ مگر میں اتنا جانتی ہوں، "
محبت کبھی پوچھ کر یا بتا کر نہیں ہوتی بلکہ ہونے والوں کو ہو ہی جاتی ہے۔ تم ان
خیالات میں نہ رہو بلکہ اس سے ملو اور خود کو مطمعن کرو اور دیکھو وہ اور اس کے
"گھر والے ہماری شہزادی کے قابل ہیں یا نہیں۔

مجھے ثانیہ کی بات سے کافی حوصلہ ملا تھا۔

اگلے دن بتائے وقت پر موسیٰ مجھے لینے آگیا۔ اور مجھے اس کے انتظار میں کھڑا دیکھ
کر وہ بھی گھبرا سا گیا، پھر کافی خوش بھی ہوا تھا۔

:اس نے پہلے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر کہنے لگا

سب سے پہلے تو رب کا شکریہ کہ اس نے مجھے تم سے ملوا دیا۔ اور تمہارا بھی کہ "
تم نے مجھے انکار نہیں کیا۔ آج میں بتا نہیں سکتا کہ میں کتنا خوش ہوں کہ مجھے تم
جیسی جیون ساتھی مل گئی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کے تمہارے لیے اس کائنات
"سے لڑ جاؤں گا۔

میں عجیب سی کیفیت میں مبتلا تھی کہ محبت اتنی آسان ہے تو لوگ اسے خطرناک کیوں سمجھتے ہیں؟

یہاں میں نے صرف موسیٰ سے محبت کا سوچا تھا اور ایک ہی ملاقات میں اس نے مجھے اپنانے کا بھی وعدہ کر لیا تھا۔ وہ کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا اور پھر سے کہنے لگا:

"تمہارا یوں پردہ کرنا کہیں میری جان نہ لے جائے۔ تم تو نقاب میں بھی قیامت لگتی ہو۔" طویل خاموشی کے بعد وہ پھر پوچھنے لگا۔

"ہم ہمیشہ یوں ہی ملیں گے یا کبھی دل بھر دیدار بھی نصیب ہو گا؟"

اس نے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور خاموش گیا۔

میں اندر ہی اندر مسکرانے لگی اور شرما بھی گئ، میں نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

اب موسیٰ کے چہرے پر سنجیدگی سی آنے لگی اور اس نے کہا:

"مجھے پتا ہے میرے گھر والے تمہیں اپنی بہو تسلیم نہیں کریں گے لیکن تم فکر مت کرنا میں منا لوں گا۔ مجھے جھوٹ کا سہارا لینا پسند نہیں ہے، اس لیے حقیقت تمہیں ابھی بتا رہا ہوں لیکن میں نے اپنی آپی کو سب بتا دیا ہے۔ تم ہمارے گھران

کی دوست بن کر آنا باقی وہ سنبھال لیں گی، مگر اتنا خیال رکھنا کہ ہمیں آپی کے اشاروں پر چلنا پڑے گا۔"

میں خوف کے مارے خاموش تھی کیونکہ اسے کھونا مطلب روح سے سانسوں کو آزاد کرنے جیسا تھا۔



172.txt

(ادھوراپن)(172)(باسط بن مظہر راجپوت)

:وہ ہر بات کھول کر میرے سامنے رکھنے لگا تھا

میرے موم، ڈیڈ اپنی کلاس اور لوگوں کی بہت فکر کرتے ہیں اور اپنی اولاد کے ہر قدم پر ان کی نظریں جمی رہتی ہیں۔ بس تمہیں میرا بننے کے لیے میرا ساتھ دینا ہوگا وغیرہ۔"

ہم اب تک میرے آفس کے باہر ہی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اس کے ہر حکم کے آگے پلکیں جھکا دیں، کیونکہ وہ میری پہلی حسرت تھی جو پوری ہونے کو تھی۔

آج میں پہلی دفعہ موسیٰ کے محل نما گھر اس کی آپی کی دوست بن کر گئی، جنہیں میں جانتی تک نہ تھی۔

موسیٰ کے والدین نے مجھے دیکھا اور کچھ کہے بنا اس کی آپی کو اشارے سے کمرے میں آنے کو کہا، اور موسیٰ بھی فون سننے کے لیے ایک طرف کو چل دیا۔

گھر تھا یا جنت؟ میں اس کے محل کو دیکھ کر پگلا سی گئی تھی۔ مگر مجھے وہاں سکون کی کمی دکھی تھی۔ ہر کوئی خود میں مگن، نہ کسی کی کسی کو پرواہ اور نہ ہی بات چیت سوائے ایک طرف کے، جہاں کچھ بچوں کے کھیلنے اور چلانے کی آوازیں میری سماعتوں کی نظر ہوئی تھیں۔

میں لاونج میں اکیلی بیٹھ گئی اور سوچنے لگی۔

نہ جانے کیا کچھ ہو گا اب؟ کیا معلوم اس کے والدین میرے متعلق کیا سوچیں گے؟

میں انہیں خیالات میں گم تھی کہ موسیٰ کی آپی وہاں آئیں اور مجھے متوجہ کر کے بولیں:

ہیلو، دعا! کیا ہو گیا ہے؟ کن سوالات کے جواب تلاش کر رہی ہو؟"

"میں کافی دیر سے دیکھ رہی ہوں تم بہت پریشان لگ رہی ہو۔

ان کا انداز بیاں بہت سادہ اور دلکش تھا۔

پہلے تو ان کی زبان سے اپنا نام سن کر میں پریشان ہوئی، پھر یک دم کھڑی ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

وہ پھر سے بولیں:

دعا! اب سکون سے بیٹھ جاؤ اور اپنا دیدار ہی کرا دو۔ پلیز! اب نقاب ہٹا دو۔ اور" بے فکر ہو جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ مدعے پر آئیں۔ "موسیٰ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے اور یہ تم جانتی ہو۔

اور تم پریشان مت ہو، مجھے تمہارا نام ابھی تمہارے بیگ پہ لگے کی چین سے معلوم پڑا ہے۔ مجھے معاف کرنا میں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کر دیے، مگر موسیٰ نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے اور میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

تو اب اس سے پردہ کرنا چھوڑ دو، باقی سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور اس کی طرف سے تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا یہ ذمہ داری میری ہے۔

میں نہیں جانتی تم کون ہو؟ تمہارا خاندان وغیرہ؟ اور یہ مجھے جاننا بھی نہیں ہے۔

میرے لیے اتنا کافی ہے کہ تم موسیٰ کی پسند ہو اور اس کی پسند ہمیشہ سے ہی انمول "اور لاجواب رہی ہے۔ جیسے تم۔

اس کی آپی نے تفصیلی تبصرہ کیا تھا۔

میں اب تک ایک لاش کی طرح ان کا منہ دیکھ رہی تھی اور کر بھی کیا سکتی تھی ایک گونگی لڑکی؟

وہ میرے پاس آئیں اور مجھے گلے لگا کر پوچھنے لگیں:

دعا! کیا مجھ سے دوستی کرو گی؟"

ویسے بھی میرے گھر والے تمہیں میری دوست ہی سمجھتے ہیں۔"میں نے مسکرا کر گردن ہاں میں ہلا دی۔

وہ بے حد خوش ہوئیں اور کہا:

تو ٹھیک ہے پھر، میں بھی وعدہ کرتی ہوں کہ یہ دوست آخری سانس تک تمہارا" اور موسیٰ کا ساتھ دے گی۔



173.txt

(ادھوراپن)(173)(باسط بن مظہر راجپوت)

پریشان مت ہونا ہمارے والدین تھوڑے الگ ہیں، مگر اب تم اور موسیٰ کو ایک کرنا میری ذمہ داری ہے۔

"اگر تم راضی ہو تو؟

میں نے پھر سے ہاں میں گردن ہلادی۔ مگر مجال ہے آپی نے مجھے ایک دفعہ بھی میرے نہ بولنے کی وجہ پوچھی ہو۔

:موسیٰ بھی لاؤنج میں پہنچ گیا اور کہنے لگا

واؤ، آپی! آج تو بہت خوش ہیں آپ، خیریت تو ہے؟ یا پھر دوستی ہو گئی؟"

"اب کچھ کھانے کے لیے بھی منگوالیں، وہ پہلی دفعہ ہمارے گھر آئی ہے۔

اتنے میں گھر کی ملازمہ چائے وغیرہ لیے آ گئی تھی۔

:آپی نے اس کی بات کا جواب دیا

ہاں، دوستی تو ہو گئی ہے بیٹا! مگر جب کوئی انمول تحفہ ہاتھ لگے تو اس کا صدقہ "

اتارنا چاہیے یا ٹریٹ وغیرہ۔

"اب میری ٹریٹ کا کیا؟ کب دے رہے ہو؟

:موسیٰ طویل خاموشی کے بعد سر کھجاتے ہوئے بولا

"....! وہ۔۔۔وہ۔۔۔آپی"

"ہاں، میں سمجھ گئی، کنجوس کہیں کا۔ چلو پیسے میں دے دوں گی۔ اب بتاؤ؟"

آپی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تھا۔

:وہ سرد لہجے میں بولا

"اوہ سچی؟"

"تو پھر دیر کس بات کی؟ چلتے ہیں ابھی۔

:آپی نے اس کا کان پکڑ کر پوچھا

"کیا مطلب ابھی چلیں؟ ابھی کنجوسی دکھا رہے تھے تو اب کیا جلدی ہے؟"

:وہ معصومیت سے بولا

"آپی! آپ ہی تو کہہ رہی ہیں۔"

:وہ اس کی ڈھٹائی پر مسکرا کر گویا ہوئیں

ہاں، ٹھیک ہے۔ موم، ڈیڈ آجائیں تو چلتے ہیں۔ تب تک نئی دوست کے ساتھ چائے پی لی جائے۔" پھر میری طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا خیال ہے دعا؟"

میں نے بھی سر ہلا دیا اور پھر ہم تینوں چائے پینے لگے تھے۔

تب اس نے مجھے بنا نقاب کے پہلی دفعہ دیکھا تھا اور پھر خاموشی سے دیکھتا ہی رہ گیا۔

موسیٰ جیسا نظر آتا تھا وہ ویسا تھا نہیں۔ وہ کافی الگ مزاج اور دنیا پسند تھا۔

جیسا کہ اس کی آپی نے بتایا تھا کہ:

"وہ بس اپنے دل کی سنتا ہے اور اپنی ذات کے سوا کسی پر یقین نہیں رکھتا۔ انہوں نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ اُسے صرف تم بدل سکتی ہو یا پھر خدا۔ جس پر اسے یقیں نہیں۔"

یہ سن کر مجھے کافی تشویش لاحق ہوئی تھی، مگر میں ابھی کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی، کیونکہ وہ میری ضرورت بن چکا تھا۔



سانول نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ڈائری ایک طرف رکھ دی۔ اور نگاہیں آسمان کی جانب ٹکائے زمین پر بیٹھ گیا۔

مانی نے اس کا قریب سے جائزہ لیتے ہوئے پوچھا:

"سانول! تو رو رہا ہے یار؟ تو تو بہت مضبوط ہے۔ ایسے کیسے چلے گا؟"

:وہ طویل خاموشی کے بعد گرم جوشی سے بولا

"اب تو مجھے الزام تو نہ دے، مجھے بھی میرے دُکھ بانٹنے کا حق حاصل ہے۔"

:مانی نے اتفاق کیا

ہاں، بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، لیکن جب قسمت کھیل کھیلنے کی ٹھان لے تو"

"انسان لکیر کے اندر ہونے کے باوجود آؤٹ ہو جاتا ہے۔

اس کی بات سادہ تو تھی، مگر دمدار بھی۔

:سانول نے چونکا دینے والے انداز میں مڑ کر پوچھا

کیا واقعی تم خود ہو مانی؟ آج عقل سے کام لے رہے ہو یا کسی کتاب کا مطالعہ کیا"

"ہے؟

جو تو بہتر سمجھے۔اور تم ہی کہتے ہو میں نے محبت نہیں بلکہ ٹائم پاس کیا ہے، مگر"

"ایسا نہیں ہے۔

مانی سنجیدگی سے یہ سب کہہ رہا تھا۔

174.txt

(ادھوراپن)(174)(باسط بن مظہر راجپوت)

:اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مزید کہا

یہ جو دل ہے نا، یہ عشق و محبت کا زہر پی لیتا ہے اور اتنے سارے درد سہہ جاتا" ہے کہ ہمیں محسوس تک نہیں ہونے دیتا۔ مگر جب اُن دردوں اور یادوں کے جنازے اس دل سے وداہوتے ہیں تو پھر درد تو ہمیں ہی ہوتا ہے، کیونکہ اس دل "سے دل جیسارشتہ ہے جو اپنا۔

:سانول نے اسے سینے سے لگالیا اور کہا

اوئے! اتنی سنجیدگی؟ "

ارے، پاگل! میں کبھی کبھار مذاق بھی کرلیتا ہوں، میری بات کو دل پر نہ لیا "کر۔

:مانی مسکرا کر کہنے لگا

"چل کوئی نہیں، میں برا نہیں مناتا۔"

اس نے جیسے صبر کرنا مقدر سمجھ لیا تھا۔

★☆...☆★

ساحر بھی آیت کے جانے کے بعد اپنا گھر چھوڑ کر اکیلا اپنے گیسٹ ہاؤس میں رہنے لگا تھا۔اور ہر پل اپنے کیے پر شرمندہ بھی رہنے لگا تھا۔اسے آیت سے بچھڑے کافی وقت بیت چکا تھا۔

آج رات اچانک آیت کا موبائل رنگ کرنے لگا۔اس نے چیک کیا تو "unknown" نمبر تھا۔آج نہ جانے کیوں اُس نے کال اٹھائی اور پھر خاموشی سے سننے لگی۔

:دوسری طرف سے دھیمی سی آواز آئی

"ہیلو! کیا تم سن رہی ہو؟"

:وہ بالکل خاموش رہی اور کچھ دیر سسکتی رہی، پھر صرف اتنا کہا

"جی۔۔۔جی، میں نے پہچانا نہیں کون بات کر رہے ہیں؟"

ساحر نے اس کی آواز سنی تو جیسے اس کی جان میں جان آئی ہو۔اس نے موبائل

اپنے سینے سے لگالیااور پھر رنجیدگی سے بولا:

"اب کیا روح کو زندہ رکھنے کے لیے بھی سانسوں کی اجازت چاہیے ہو گی؟"

دونوں طرف طویل خاموشی اور رنجیدگی چھا گئی۔

ساحر پھر سے سرد لہجے میں بولا:

"تم پلیز فون مت کاٹنا۔ تمہیں تمہاری محبت کا واسطہ خاموش ہی سہی مگر کچھ پل

تو میرے ساتھ گزار دو، میں تمہاری سانسوں کو اپنے جینے کی وجہ سمجھ کر زندگی

جی لوں گا، مگر اس قدر بے رخی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ خدارا! مجھے معاف کر دو۔

میں تمہارے بن ادھورا ہوں، میں ایسا ادھورا ہوں جیسے روح کے بنا جسم۔ ایک

بار مجھے معاف کر کے تو دیکھو۔"

اس نے آیت کی منت سماجت کی تھی۔

آیت بھی دکھ سے نڈھال ہو چکی تھی، مگر اس نے ہمت کرتے ہوئے کہا:

"محترم! آپ کو شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ مہربانی کیجیے اور آئندہ یہاں کال

مت کیجیے گا۔"

175.txt

(ادھوراپن)(175)(باسط بن مظہر راجپوت)



:وہ یک دم ہڑ بڑا گیا

آیت ! مجھے معلوم ہے تم جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کر رہی ہو۔اور" حقیقت یہ ہے کہ تم مجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتیں۔" وہ اپنی غلطیوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے آگے بڑھا۔

میں مانتا ہوں میری غلطی تھی، میری آنکھوں پر پٹی بندھ چکی تھی۔ مگر تم تو مجھ" سے شدت کی محبت کرتی ہو۔

آج مجھے اس محبت کی اور تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز! مجھے یوں برباد ہونے کے

"لیے مت چھوڑو۔ میں مر جاؤں گا۔

:آیت کی خاموشی ان درد بھرے الفاظ پر ٹوٹی

شاید! آپ بھول رہے ہیں۔ جس شخص سے جتنی شدت کی محبت ہوتی ہے اس"

سے کئی گناہ زیادہ نفرت بھی ہو جاتی ہے۔

مجھے بھی آپ سے محبت تھی، ہے نہیں۔ جو تھی وہ میں نے ایک ساتھ دے دی۔

اور ہاں، یہ میری غلطی تھی میں تب انجان تھی جب آپ کہا کرتے تھے۔۔۔۔

"

اس نے ساحر کو کچھ یاد دہانی کرائی۔

مجھے اس قدر محبت نہ دو کہ ایک دن یہ ختم ہو جائے۔"""دیکھیں، آخر آپ کی"

بات سچ ثابت ہوئی اور آپ جیت گئے۔ آج وہ دن آہی گیا جب اس محبت کا بھی

جنازہ نکلنا تھا۔ میں معذرت خواہ ہوں میں اس جنازے میں شرکت نہ کر پائی۔

!اس کے لیے مجھے معاف کرنا اور اب یہاں کال مت کرنا۔ پلیز

"اور نہ ہی سمجھنا ہم دونوں کبھی ایک تھے۔

کچھ پل دونوں طرف خاموشی چھا گی اور آسوؤں کی برسات ہونے لگی۔

:آیت نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے مزید کہا

ساحر! آپ یاد بہت آتے ہیں۔ مگر کاش! کبھی آپ کو بھی مجھ سے سچی محبت"

"ہوئی ہوتی تو آج مجھے بھی آپ میری طرح یاد کرتے۔

اور پھر خود اپنی محبت کی بیچارگی پر قہقہے لگانے لگی۔

:ساحر نے ایک پل کے لیے آہ بھری اور کہنے لگا

آیت! مانا کہ میں بے وفا ہوں، تمہاری محبت کی قدر نہ کر سکا۔"

مگر۔۔۔ مگر ایسا نہیں کہ تم مجھے یاد نہیں آتیں۔

تمہاری قسم بہت یاد آتی ہو اس وقت جب دل پر غموں کا بوجھ ہو اور میری خبر لینے والا کوئی نہ ہو۔ یاد آتی ہو اور بے حساب یاد آتی ہو، جب بارش کا موسم ہو اور میں اُس میں بھیگ کر تمہاری اس میٹھی ڈانٹ کا منتظر رہتا ہوں جو تم ایک قطرہ بارش کا مجھ پر گرنے پر چلا اٹھتی تھی۔

ہاں، یاد۔۔۔یاد آتی ہو اس وقت جب تمہارے سنگ دیکھے خواب مجھے ستانے آتے ہیں۔اور تم ہی تو ہو جس کی یادوں سے میں اپنے دل کو بہلاتا ہوں۔ہاں، " بے شک بہت یاد آتی ہو تم۔۔۔۔

پھر آیت نے کال کاٹ دی۔

دونوں عاشق اپنی اپنی محبت کو دفنا کر خوب روئے،اور اپنے پیار بھرے دنوں اور یادوں میں کھو گئے۔

ساحر فون کٹنے کے بعد آنسوؤں سمیت لان میں آگیااور چاند کی جانب دیکھ کر آیت کے ساتھ گزرا وقت یاد کرنے لگا۔جب ہر دن وہ محبت کی خاطر نہ جانے کیا کچھ برداشت کر جایا کرتی تھی۔

دوسری جانب آیت کا حال بھی کچھ الگ نہ تھا۔وہ بھی اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی چاند کی چاندنی سے اپنے وہ دکھ بانٹ رہی تھی، جن لمحوں میں اس کی محبت کا گلا گھونٹ کر مار دیا گیا تھا۔

176.txt

(ادھوراپن)(176)(باسط بن مظہر راجپوت)

ساحر نے جب ایک مدت کے بعد اس کی آواز سنی تو وہ پھر سے اپنے ماضی میں جا بسا تھا۔

زویا جس نے اپنے عشق کی سلامتی کے لیے اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی اور بھابی کو بے دردی سے لوٹا، اور سارا الزام آیت پر ڈال دیا تھا، جس سے اُن دونوں کی محبت بھری زندگی بربادی میں بدل گئی تھی۔

اگلی صبح جب زویا اپنے بھائی کے دفتر پہنچی تو وہ بے بسی کے عالم میں بیٹھا رو رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک تصویر تھی جو آیت کی تھی۔

وہ تصویر کو دیکھ کر ایک پل کے لیے تھم سا جاتا، اور اگلے ہی پل تڑپنے لگتا۔

قدرت کی کرنی دیکھیے۔ آج زویا سے اپنے بھائی کی یہ اداسی دیکھی نہ گئی جو اس سب کی ذمہ دار تھی۔ وہ ساحر کے قریب ہوئی اور ہاتھ جوڑ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگی۔ مگر ساحر کو کسی بھی قیمت اس کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہ تھی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ زویا اس کے پاؤں میں گر پڑی، اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی:

بھائی! میں جانتی ہوں میں آپ کی معافی کی حق دار نہیں ہوں، مگر آپ کو" آیت کے پیار کی قسم آپ مجھے معاف کر دیں۔

میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں اُنہیں واپس لاؤں گی اور مجھے امید ہے بھابی میری بات کبھی نہیں ٹالیں گی۔ بس ایک دفعہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ پلیز!"

یہ سنتے ہی ساحر کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے، اس نے زویا کو زمین سے اٹھایا اور سامنے کھڑا کر کے دیوانہ وار بولا:

کیا کہا؟ کیا تم واقعی میری آیت کو واپس لا دو گی؟ تم سچ کہہ رہی ہو؟ وہ۔۔۔ وہ" آئے گی نا؟

"وہ مجھے ایسے اکیلا چھوڑ ہی نہیں سکتی۔

چند سوالات کے بعد ساحر کچھ دیر کے لیے بالکل خاموش ہو گیا۔ زویا نے اپنی گردن ہاں میں ہلائی۔ اب کی بار ساحر پلٹا اور اپنے چہرے پر سنجیدگی لیے زویا کو متوجہ کر کے کہنے لگا:

جانتی ہو، میں آیت کے بنا ایسے نامکمل ہوں، جیسے (قرآن) کی کوئی سورت" آیت کے بنا نامکمل ہو۔ اور خدا کی دین کی منتظر ہوں، میں بھی خدا کے کن کا "انتظار کروں گا۔

ساحر نے پھر سے دیوانہ وار کہا۔ "تم ایک کام کرو۔ تم یہ آفس، یہ گاڑی کی چابی، میری ساری جائیداد اور میرا سرمایہ سب رکھ لو۔ بس خدا کے لیے مجھے میری آیت لا دو، میرا ادھورا پن مکمل کر دو۔" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

(ادھوراپن)(177)(باسط بن مظہر راجپوت)

زویانے اُسے اپنے سینے سے لگالیااور تسلی دینے لگی۔

:وہ سنبھل کر بولا

زویا! میری زندگی آیت ہے،مجھے جینا ہے مگراس کے ساتھ اوراگرایسانہ ہواتو"
میں اپنی جان قربان کردوں گااور پھر دیکھناوہ آئے گی،وہ میرے جنازے میں
"ضرور شرکت کرے گی۔

ساحرنے اس کے ساتھ اپنی بات مکمل کی اور روتے ہوئے کھڑکی سے باہر
جھانکنے لگا۔

زویانے اس دیوانے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور خود آنسو بہاتے ہوئے ان
:الفاظ کے ساتھ گویاہوئی

بھائی ! یہ قرض کیسے بھی اتار نا ہوا میں وعدہ کرتی ہوں میں بھابی اور آپ کو "
ضرور ملواؤں گی، اور اپنا وعدہ نبھانے کے لیے میں کسی بھی حد تک جا سکتی
"ہوں۔

: ساحر کی والدہ بھی اب بدل چکی تھیں۔ وہ ہر پل بس آیت کی رٹ لگائے کہتیں
اب وہ چاہے مجھے معاف کرے یا سزا دے، میں تو اس کا سامنا کرنے کے قابل "
بھی نہیں ہوں۔ آیت کے جانے کے بعد تو جسے خوشیوں نے اس گھر کی اور دیکھنا
ہی چھوڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے یہ سب ہمارے مظالم اور اس معصوم کی بد دعاء
کا نتیجہ ہے۔ اب اس سے معافی مانگنی ہو گی پھر چاہے اس کے پاؤں پکڑنے پڑیں،
" مگر اسے واپس لانا پڑے گا۔

وہ دن رات اپنے خدا کے آگے گڑ گڑا کر معافی طلب کر تیں اور اپنے کیے پر
افسوس بھی۔

زویا نے بھی اب بھابی کو لانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔

وہ اگلے دو دن بعد سوات کے لیے روانہ ہو گئی۔

دراصل ساحر اور آیت کی شادی جن حالات میں ہوئی تھی تو کوئی نہ جان سکا تھا کہ آیت کون ہے؟ اور کس خاندان سے؟ اور پھر اس کی شادی والے دن جو کچھ مانی کے ساتھ ہوا اس کے بعد وہ بالکل بدل چکی تھی، جس کی بدولت اس کی حقیقت کسی پر عیاں نہ ہو پائی تھی۔ اُس کی معصومیت، کسی بھی ظلم کو برداشت کرنا اور اپنی خواہشات تک کو بھی دفن کر دینا۔

اس لیے اس کے سسرال والوں کی نظر میں وہ کسی چھوٹے یا غریب گھرانے سے معلوم ہوئی تھی۔

ساحر تو سب جانتا تھا، مگر اپنے گھر والوں کے دل کا راز نہیں۔ و گرنہ وہ سب ان پر عیاں کر چکا ہوتا۔ ایک مرتبہ اس نے آیت کے متعلق ماں کو بتایا تھا مگر جلد بازی میں، تو شاید وہ اس حقیقت سے ناواقف تھیں۔

زویا نے سوات پہنچتے ہی آیت کو کال کرنے کی سوچی، مگر پھر اس کے دل میں خیال آیا۔۔۔۔

ابھی نہیں۔ابھی میں انہیں کیسے کال کرلوں ؟میں اس قابل کہاں کہ وہ مجھے یہاں سے پک کریں۔پھراس نے فون بیگ میں رکھااور گہری سوچوں میں گم ہو گئ۔

زویایہ سوچ کرخوف کھائے ہوئے تھی کہ نہ جانے وہاں اس کے ساتھ کیاسلوق ہو؟وہ لوگ کیسے ہوں گے وغیرہ؟



178.txt

(ادھوراپن)(178)(باسط بن مظہر راجپوت)

پھراچانک اسے اپنے بھائی کا گڑ گڑانا یاد آگیااوراس نے ارادہ کرلیا کہ کچھ بھی ہو وہ معافی تومانگ کرہی لوئے گی۔

: ٹیکسی بھی بتائے پتہ پر پہنچ گئی، پھر ڈرائیور نے کہا

"محترمہ! آپ کا بتایا ہوا پتہ یہی ہے۔ میں سامان نکال دیتا ہوں۔"

زویا وہ جگہ دیکھ کر حیران رہ گئی، کیوں کہ وہاں سوائے بنگلوں اور عالیشان

: کوٹھیوں کے کچھ نہ تھا۔ اس نے بغور جگہ کا جائزہ لے کر کہا

سر! آپ شاید مجھے غلط جگہ لے آئے ہیں۔"

"آیت کا گھر یہاں کیسے ہو سکتا ہے؟

: ڈرائیور مسکرا کر بولا

محترمہ! اس ایریا میں 'بریگیڈیئر شاہد' کا گھر یہی ہے اور ان کا باہر سے کوئی بھی"

مہمان آئے اکثر اُسے میں ہی چھوڑنے آتا ہوں. آپ مجھے میرے پیسے دے

دیجیے میں نے اور بھی کام نمٹانے ہیں۔" زویا جو بغور گھروں کا جائزہ لے رہی

: تھی چونکا دینے والے انداز میں مڑی

ہاں۔۔۔ہاں" کہتے ہوئے ٹیکسی والے کو پیسے دیے اور خود آیت کے گھر سے"

کچھ قدم کی دوری پر رک گئی۔

کچھ انتظار کے بعد وہ گیٹ کے پاس آئی اور گھنٹی بجانے کے لیے ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے پیچھے کھینچ لیا۔

وہ کافی خوف ذدہ اور حیران ہوئی جب گھر کے سامنے اس نے گارڈز تیار کھڑے دیکھے۔ جیسے وہ کسی بڑی شخصیت کا پروٹوکول ہو۔

گیٹ کھلتے ہی سامنے سے آیت اور اس کی ماما باہر نکل رہی تھیں۔اس کی تیاری سے تو معلوم ہو رہا تھا وہ کسی پارٹی وغیرہ میں جا رہی ہو جیسے۔

آیت کو عائشہ نے پیچھے سے آواز دی تو وہ اُسی جانب متوجہ ہوئی اور چلتی بھی رہی کہ وہ گیٹ میں کھڑی زویا سے ٹکرا گئی۔وہ یک دم آگے مڑی اور غصے میں چلائی:

"اف! یہ کیا مصیبت ہے؟ دوپہر کے دو بج چکے ہیں اور آج کوئی بھی کام ٹھیک سے نہیں ہوا، اوپر سے یہاں لوگ انسان کو بھی نہیں دیکھ پاتے۔ گرتے گرتے بچی ہوں میں۔"

زویا سہم گئی اور سرد لہجے میں بولی:

"معاف کیجیے گا بھابی! میں نے آپ کو دیکھا نہیں۔"

آیت نے فوراً سے اپنی چپل ٹھیک کرتے ہوئے پلکیں اٹھائیں تو

:زویا کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور بولی

یار! تم؟"

"سوری! میں نے بالکل نہیں دیکھا جلدی میں تھی۔ تمہیں چوٹ تو نہیں لگی؟

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھ کر مزید کہنے لگی۔

"میری کسی بات کو دل پہ مت لینا میں ایسی نہیں ہوں، مگر آج نہ جانے کیوں

"سب الٹا ہی ہو رہا ہے۔

:زویا زیر لب مسکرائی

کوئی بات نہیں بھابی! اور آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا جو مجھے گراں گزرے، اوپر"

"سے غلطی میری ہے اور آپ کچھ بھی کہنے کا حق رکھتی ہیں۔

وہ کافی سنجیدگی سے سب کہہ رہی تھی۔

:اتنے میں باہر سے آواز آئی

آیت! اب کیا وہاں کھڑی ہو گئی ہو؟"

179.txt

(ادھوراپن)(179)(باسط بن مظہر راجپوت)

"ابھی تو لیٹ ہونے پر برس رہی تھیں اور اب رک گئی ہو۔

:وہ بابا کی جانب متوجہ ہوئی

"چھوڑیں، بابا! میں کہیں نہیں جارہی، آپ چاہیں تو ہو آئیں ماما کے ساتھ۔"

:شاہد صاحب نے گاڑی کی جانب اشارہ کر کے کہا

"مگر اب سب تیار ہے۔"

:اس نے لاپروائی سے کہا

"بابا! مجھے نہیں جانا۔"

:وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے مسکرائے

اچھا۔۔۔اچھا، کوئی کہیں نہیں جا رہا اب تم اپنا موڈ خراب مت کرو اور اندر چلو"
"تم لوگ، میں ایک کال کر کے آتا ہوں۔

وہ اسے کوئی دکھ نہیں دینا چاہتے تھے چونکہ اس کی حالت کوئی صدمہ برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

زویا کی آنکھیں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب اس نے پورش کے سامنے سے گزرتے ہوئے قیمتی گاڑیاں کھڑی دیکھیں اور اس کا خوبصورت محل دیکھ کر اندر ہی اندر اسے شرمندگی ہوئی۔ وہ سوچنے لگی کہ میں نے ایک محل کی رانی پر چند کوڑیوں کا الزام لگایا، جس کی وجہ سے نہ صرف اس کی بلکہ اپنے بھائی کی بھی زندگی برباد کر دی ہے۔ وہ ندامت بھرے انداز میں نظریں جھکائے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی اور آیت سے معافی مانگنے لگی۔ آیت نے اس کے ہاتھ تھام کر پیار سے کہا:

پلیز، یار! ابھی تم ہماری مہمان ہو، اور ویسے بھی میں ماضی کی تلخیوں کو دہرانا"
"نہیں چاہتی۔ چلو اچھے بچوں کی طرح مسکراؤ اور سامان یہیں چھوڑ دو۔

شاہد صاحب بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

زویا نے "ہیلو انکل!" بولا۔

:انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا

"جیتی رہو بیٹی! اب چلو۔۔۔اندر چلو اور پریشان مت ہو۔"

اس کی پلکیں نم ہو گئیں اور سوچنے لگی۔

یہ کیسے لوگ ہیں؟ میں نے ان کی بیٹی کی زندگی برباد کر دی اور یہ سب ایسے پیش آ رہے ہیں جیسے میں اسی گھر کی بیٹی ہوں۔ میں بھی کتنی کم عقل تھی، جتنا ہمارے بزنس میں نقصان ہوا اتنی تو ان کے چند ملازمین کی تنخواہ ہو گی۔

مگر اب سوائے پچھتاوے کے کچھ باقی نہیں بچا تھا۔

:آیت اسے لیے گھر کے اندر داخل ہو گئی اور کہنے لگی

لو بھئی! یہ رہا ہم خان لوگوں کا چھوٹا سا گھر جہاں ہم سب الحمدللہ خوشی خوشی" رہتے ہیں اور تم بھی جب تک چاہو یہاں رہو، یہ گھر جتنا میرا ہے اتنا ہی تمہارا بھی "ہے۔

:اس نے سرد لہجے میں کچھ کہنا چاہا

"لیکن۔۔۔۔۔"

: مگر آیت نے اس کی بات کاٹ دی

ارے، یار! یہ لیکن ویکن چھوڑو میں تمہیں اپنے کمرے میں چھوڑ آتی ہوں، "
فریش ہو جاؤ پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ پریشان مت ہو یہاں سب لوگ سچائی سے واقف ہیں، مگر میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں میرے یا ساحر کے متعلق کوئی سوال نہیں کرے گا۔ میری ماما اپنے کمرے میں ہیں اور عائشہ بھابی کھانے کی تیاری میں مصروف ہوں گی اور بابا سے تم مل چکی ہو۔ باقی ایک مقدس ہے وہ ان جھمیلوں سے آزاد اپنی خوشگوار زندگی جی رہی ہے۔ تم پرسکون اور سوچ بچار سے
" آزاد ہو جاؤ۔

آیت نے بڑے پیار اور اطمینان سے اسے تسلی دیتے ہوئے سمجھایا تھا۔

: زویا اس کا ہاتھ تھامے کہنے لگی

بھابی! مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں جو میرا یہاں آنے کا اصل "
" مقصد ہیں۔

: آیت نے ٹھنڈا مشروب اسے پیش کیا اور کہا

180.txt

(ادھوراپن)(180)(باسط بن مظہر راجپوت)

"ہاں بتاؤ، میں سن رہی ہوں۔"
وہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی اپنی جیولری سمیٹتے ہوئے اس کی جانب متوجہ تھی۔
آیت کے لہجے کی مٹھاس اور چہرے کی خوبصورتی میں
معصومیت دیکھ کر قدرت کی تخلیق کی ثناء کرنے کو جی چاہتا تھا۔
دراصل بھابی! میں چاہتی ہوں آپ سب کچھ بھول کر مجھے اور بھائی کو معاف"
!کر دیں اور واپس گھر چلیں۔۔۔پلیز
میں نے بھائی سے وعدہ بھی کر لیا ہے کہ آپ کو ساتھ لے کر ہی لوٹوں گی۔" پھر
زویا نے اپنے تحفظات سے اسے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"مگر میں آپ کے ماما، بابا کا سامنا کیسے کر پاؤں گی مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا؟"

آیت نے گہری سانس لیتے ہوئے سب کام چھوڑے اور اس کے قریب ہو کر بولی:

دیکھو، میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں میرے ہوتے ہوئے کوئی بھی تمہیں یہ" نہیں پوچھے گا کہ تم یہاں کیوں آئی ہو۔

اب تم چاہتی ہو کہ میں دوبارہ اس گھر میں جاؤں اور ساحر کو معاف کر دوں؟۔۔۔تو اس سب کے لیے میری کچھ شرائط ہیں۔

تم جانتی ہو اس معاشرے میں بیاہ کر گھر بسانے والی عورت کی پہچان اس کا سرال اور شوہر کا نام ہوتا ہے، اس کے باوجود میں کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بنا یہاں کیوں ہوں وہ بھی تمہیں معلوم ہے۔اس لیے میں نے ابھی ایک فیصلہ کیا ہے، اگر تم لوگوں کو منظور ہوا تو میں تمہارا وعدہ پورا کرنے میں ضرور تمہاری مدد کروں "گی۔

زویا یہ سن کر خوشی سے کھل اٹھی تھی:

جی۔۔۔جی! آپ کا ہر فیصلہ اور ہر شرط منظور ہے۔آپ حکم کریں، میں بھائی" کو منالوں گی۔

"بس ایک دفعہ ان سے مل کر یہ کہہ دینا کہ آپ نے اُنہیں معاف کر دیا۔

:آیت کہنے لگی

زویا! تم جانتی ہو محبت کا رشتہ بھی بے حد انمول ہوتا ہے۔اس لیے میں نے" محبت کے رشتے کے ساتھ ساتھ محبت کو بھی بچانا ہے۔"ایک لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے مدعے کی بات کہہ ڈالی۔"میرا مطلب تمہارے بھائی کو دوسری شادی کرنی پڑے گی کیونکہ یہ میں چاہتی ہوں۔ ممکن ہے میں اب کبھی ان کے ساتھ نہ رہ پاؤں اور انہیں اسطرح ادھورا بھی تو نہیں چھوڑ سکتی۔

میں یہاں رہ کر محبت کا رشتہ بچا رہی ہوں تو اس دردناک فیصلے سے اپنی محبت کو "بھی۔

:زویا کو ایک جھٹکا لگا، وہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی، پھر سر د روی میں کہا

بھابی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا کبھی اس کا انجام سوچا ہے؟"

یہ تو آپ اپنی زندگی برباد کرنے کی سوچ رہی ہیں اور آپ کو بھائی سے الگ ہوئے آٹھ مہینے بیت چکے ہیں۔۔بے شک آپ اس عرصے میں کچھ وقت ان کے ساتھ بھی رہیں، مگر آپ میں ویسے تعلقات تو نہیں تھے۔

"کیا آپ یہ دوریاں مزید بڑھانے کی سوچ رہی ہیں؟

زویا نے سنجیدگی سے یاد دہانی کرائی اور منہ لٹکائے بیٹھ گئ۔



181.txt

(ادھوراپن)(181)(باسط بن مظہر راجپوت)

:آیت لاپروائی سے بولی

نہیں تو۔۔۔میں نے تو ایسا ہر گز نہیں سوچا اور ویسے بھی میں اور ساحر کافی "

عرصہ ایک ساتھ رہے تھے، تب انہیں دوریاں بناتے ہوئے کچھ دکھائی نہ دیا اور

اب تو مجھے اکیلے رہتے ہوئے اتنا وقت بیت چکا ہے۔

"اور ایک راز کی بات بتاتی ہو !۔۔۔۔

:زویا سوالیہ نظروں سے اسے گھورنے لگی۔ طویل خاموشی کے بعد آیت نے کہا

"زویا! تم پھپھو بننے والی ہو۔"

یہ سن کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا، اس نے آیت کو سینے سے لگا کر اپنی خوشی کا

:اظہار کیا

آپ نہیں جانتیں آپ نے کتنی بڑی خوشخبری دی ہے مجھے۔"

کاش! آپ اپنے گھر میں ہوتیں اور بھائی کو جب یہ معلوم پڑتا۔۔۔وہ تو خوشی سے

"پاگل ہو جاتے۔

:آیت مسکرانے لگی اور اپنے خوشی کے آنسو پونچھتے ہوئے بولی

لیکن اب صرف اگر، مگر اور کاش ہی بچا ہے، باقی سب تو میں نے اپنوں کی "

"مہربانیوں سے گنوا دیا۔ بہر حال، وہ خدا بہتر جاننے والا ہے۔

:زویا کو اپنی غلطی کا احساس تھا اس نے شرمندگی کے ساتھ افسردہ لہجے میں کہا

بھابی! اس وقت میری آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں کسی کی "
باتوں میں آگئی تھی، مگر میں اس جرم کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہوں آپ جو سزا
"چاہیں میرے لیے تجویز کر سکتی ہیں، مگر بھائی کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔

اس نے ساحر کی طرف داری کرتے ہوئے وہ سب کہا تھا۔

:آیت اس انداز سے آئینے کی طرف دیکھ کر بولی، جیسے وہ خود سے ہمکلام ہو

ہاں، زویا! تم نے ٹھیک کہا۔ غلطی تو میری تھی جو میں ساحر سے محبت کرتی "
تھی۔ ویسے بھی جب محبت میں کھوٹ آجائے تو پھر نیک ارادے اور منتیں کسی
کام کے نہیں رہتے، اور جب کوئی اپنا اور صرف اپنا یوں بیچ راہ میں چھوڑ جائے تو
انسان جیتے جی مر جاتا ہے۔ جیسے میں۔۔۔ اور اب مجھے فرق نہیں پڑتا کون میرے
لیے کیا سوچتا ہے اور کیا کچھ کرتا ہے۔

میں چلوں گی تمہارے ساتھ اسلام آباد اور اگر ساحر کو میری شرط منظور ہوئی تو
"میں ان سے ملاقات بھی کروں گی اور ان کی شادی کی پوری تیاری بھی۔

زویا کے دو دن سوات میں ایسے گزرے جیسے وہ اسی گھر کی فرد ہو۔ آیت کے والدین، عائشہ اور مقدس نے اس کا بھرپور انداز میں خیال رکھا اور خوب محبتیں بھی دیں۔

دو دن سوات میں گزارنے کے بعد زویا اور آیت اسلام آباد آ گئیں۔

شام ڈھلنے کو تھی جب زویا اپنے بھائی کی رہائش گاہ پر پہنچی۔ وہ اسے دیکھتے ہی یک دم اٹھا اور پوچھنے لگا:

"آ گئی ہو تم؟ کیا میری آیت کو ساتھ لیتے آئی ہو یا اس نے انکار کر دیا؟"

پھر وہ تجسس بھری ترسی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

182.txt

:زویا نے گہری سانس چھوڑ کر کہا

"جی۔۔۔جی، بھائی! وہ میرے ساتھ آئی ہیں، مگر ابھی وہ یہاں نہیں ہیں۔"

ساحر کے چہرے پر جو امید کی کرن تھی وہ شام کے ڈھلتے سورج کی کرنوں کے ساتھ ڈھل گئ تھی۔ وہ اداسی چہرے پہ لیے گھر کے آنگن میں بیٹھ گیا۔

:زویا اس کی پریشانی کا سبب جانتی تھی، اس نے بھائی کو تسلی دیتے ہوئے کہا

بھائی! آپ پریشان مت ہوں وہ کل صبح آپ سے ملیں گیں۔ ابھی وہ ہوٹل" میں رکی ہیں، لیکن انہوں نے آپ سے ملنے کے لیے اور اسلام آباد آنے کے لیے اپنی کچھ شرائط رکھی ہیں۔ اگر وہ آپ کو منظور تو ٹھیک، نہیں تو وہ ملاقات "تک نہیں کریں گی۔۔۔۔

:وہ یک دم جگہ سے اٹھ کر بڑبڑایا

ارے! شرط تو کیا، وہ حکم کرے، لیکن ایک دفعہ مڑ کر تو دیکھ لے میری کیا" حالت ہو چکی ہے اس کے بنا۔ مجھے اس کے ایک دیدار کے صدقے اس کی ہر "شرط منظور ہے۔ اور وہ۔۔۔۔۔۔

:زویا نے اُسے ٹوکتے ہوئے کہا

بھائی! یہ شرط ایسی ہے جسے پورا کرنے کے لیے آپ کو آپ کی دھڑکن سے "
مقابلہ کرنا ہو گا" کہہ کر اس نے بلا تمہید کہا۔

آپ کو ان کی مرضی کی لڑکی سے شادی کرنی ہو گی اور یہ شادی وہ خود کروائیں "
"گی۔اور سب سے ضروری بات! آپ کو یہ شادی دلی خوشی سے کرنی ہو گی۔

زویا نے تمام تر حقیقت سے یک دم پردہ اٹھایا تھا۔

ملاقات کا سُن کر خوشی سے بے حال ہونے والا ساحر یک دم بوکھلا سا گیا۔اس
کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور وہ اپنی انکھوں سے ٹپکتے آنسو پونچھ کر بے
:بسی کے عالم میں بولا

کیا کہہ رہی ہو تم زویا؟ کیا میں یہ سب کچھ سہنے کے بعد زندہ رہ پاؤں گا؟"
میں تو ایک زندہ لاش بن کر رہ جاؤں گا۔خدارا اُسے روک لو اور کہو کہ میری
محبت کو اتنا نہ آزمائے۔اس سے کہو کوئی اور شرط رکھ لے۔میں اپنے دل میں جو
"صرف اس کے لیے دھڑکتا ہے، کسی اور کو کیسے شامل کر لوں۔

:وہ بھی اپنے بھائی کا محبت میں تڑپ جانا نہ سہ پائی تھی، مگر ہمت کر کے کہنے لگی

بھائی! مجھے معاف کر دینا میں نے آپ کے راستوں میں ہر طرف کانٹے بچھا"
دیے ہیں، اب اور کوئی راستہ نہیں ہے منزل تک پہنچنے کا سوائے ان کانٹوں پر
چلنے کے۔اب آپ کو ان کی ہر شرط ماننی ہو گی نہیں تو سوائے پچھتاوے کے اور
!کچھ نہیں بچے گا ہمارے ہاتھ۔۔۔پلیز بھائی

اور ہاں، آج یہاں آپ کا آخری دن ہے، صبح بھابی سے ملاقات
"کے بعد میں ایک پل بھی آپ کو یہاں نہیں رہنے دوں گی۔

ساحر نے کچھ بھی سوچے بنا اپنا سر ہاں میں ہلا دیا اور زویا گھر کے لیے نکل گئ۔

اگلے روز صبح نو بجے زویا اپنی بھابی کو لیے دفتر کے کیفے پہنچ گئی۔

وہ دونوں آپس میں باتیں کرتی آ رہی تھیں اور کافی خوش بھی تھی آیت۔

ساحر پہلے سے ہی ان کے انتظار میں بیٹھا تھا جس پر اچانک نظر پڑنے پر آیت کے
:قدم وہیں رک سے گئے۔اس نے انگلی کا اشارہ کر کے کہا

یہ۔۔۔یہ۔۔۔یہ ساحر نہیں ہو سکتے، وہ کبھی اتنے لاپرواہ نہیں تھے جو اپنا خیال"
"!بھی نہ رکھ سکیں

183.txt

(ادھورا پن)(183)(باسط بن مظہر راجپوت)

مگر، بھائی! یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ اُن کے ساتھ تھیں۔اب"
صرف آپ کی یادوں کے سہارے جی رہے ہیں وہ۔
"لیکن اب آپ کو دیکھ کر وہ اپنی اصل حالت میں لوٹ آئیں گے۔
زویا یہ کہہ کر اسے لیے آگے بڑھی۔وہ بمشکل ساحر کے قریب پہنچ چکی تھی اور
اس کا ہاتھ تھامے پیار سے اس کے چہرے کی جانب دیکھنے لگی۔
وہ کافی الجھا ہوا تھا اور گہری سوچوں میں گم صم بھی۔

اُس نے جب آیت کو اپنے پاس پایا تو چونکا دینے والے انداز میں یک دم پلٹا۔ اسے دیکھ کر یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی جان میں پھر سے روح پھونک دی گئی تھی۔

آیت نے سرد لہجے میں پوچھا:

"ساحر! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے آپ نے؟"

وہ مسکرا کر بولا:

"ارے! مجھے کیا ہو گا؟ یہی تو میری اصلیت ہے، میری پہچان تو تم تھیں۔ اور جب سانس لینے کی وجہ ہی چھن جائے تو جی کر کیا کرنا۔"

آیت بھی اشک بار ہو گئی، اس کی بے حال حالت دیکھ کر رنجیدگی سے کہنے لگی:

"مگر یہ زندگی آپ کی اپنی چنی ہوئی ہے، اور مجھے تو میری غلطی کی سزا مل گئی ہے جو میری محبت کو کھوکھلا کہا گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا الزامات لگائے گئے تھے۔

میں نے تو اس محبت کو اپنا ایمان مان لیا تھا، اس محبت کو میں اپنا قبلہ سمجھ چکی تھی اور آپ کو تو اپنی ساری منتوں کا حاصل وصول۔۔۔ مگر جب آپ نے اس محبت کا قرض اتارنا چاہا تو بدلے میں اس دل سے کھیل کھیلا جہاں صرف محبت کا بسیرا

نہیں، بلکہ وہ رب بستا ہے۔اور جب رب کے گھر کی بے ادبی کی جائے تو اس کی سزا وہ خود دیتا ہے۔

دیکھیئے نا، میں نے آپ کو محبت کا تعویز سمجھ کر پہنے رکھا اور آپ نے کسی تیسرے شخص کی خاطر مجھے نفرتوں کا بوجھ سمجھ کر اتار پھینکا، کبھی یہ نہ سوچا کہ محبت حقیقت میں اپنے رب کو سجدہ کرنے کے برابر ہے۔

ساحر! میں نے کبھی آپ کو اپنی دھڑکن سے کم نہیں سمجھا، مگر آپ نے مجھے دل سے اس طرح بے گھر کیا جیسے استعمال کی ہوئی سانس کو ہمارا جسم نکال پھینکتا ہے۔جب میں نے آپ کو پالیا تھا تو دعاء کے لیے ہاتھ ضرور اٹھتے تھے، مگر کچھ مانگنے کو باقی نہیں تھا آپ جو مل گئے تھے۔ لیکن افسوس! آپ نے جب بھی ہاتھ اٹھائے مجھ سے علیحدگی کی دعائیں مانگیں۔

کیا میں نے آپ کے ساتھ ہوتے ہوئے کبھی کسی غم کو خود پر حاوی ہونے دیا تھا؟ مگر آپ نے جب بھی مجھے ساتھ پایا سوائے آزمائشوں کے کچھ نہ دیا۔

184.txt

(ادھوراپن)(184)(باسط بن مظہر راجپوت)

آپ کی محبت کے صدقے میں نے کبھی شکوؤں کا ایک بھی آنسو بہنے نہ دیا۔

مگر۔۔۔ مگر آپ نے تو مجھے زندگی بھر میری اس معصومیت کے جنازے نکالنے

"اور اس پر بیٹھ کر آنسو بہانے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس نے سانس لیے بنا ہر دکھ اور تکلیف کو اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

ساحر اب تک بالکل خاموش کھڑا آیت کی داستان سن رہا تھا اور اپنے کیے پر

شرمندہ بھی تھا، چونکہ آیت کی ہر بات لفظ بالفظ درست تھی۔اور وہ یہ بھی جانتا

تھا کہ اس نے آیت کو اُسے چھوڑ جانے کا فیصلہ لینے کے لیے خود ہی مجبور کیا تھا۔

اس کے ماضی کے لمحات کے طعنے دے کر اور مانی سے چپکے چھپکے ملاقاتیں کرنے

کے الزامات کے ساتھ جو بالکل ایک عورت کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے،

وہ بھی من چاہے شخص کی طرف سے الزامات کی صورت میں تو ہر گز نہیں۔

ساحر جو نظریں جھکائے سب سن رہا تھا۔اس کی خاموشی ٹوٹی اور اس کے لرزتے

:ہوئے لبوں سے کچھ الفاظ جاری ہوئے

بس کر دو آیت ! خدارا بس کر دو۔"

چاہو تو میرا گلا گھونٹ دو، مجھے جان سے مار دو، مگر اس طرح اپنے لفظوں سے

میری سانسیں اکھڑنے سے بچالو۔ تم جانتی ہو تمہارے اس لہجے سے میری روح

"کانپ اٹھتی ہے۔

آیت بھی اندر ہی اندر شاید حوصلہ ہار چکی تھی چونکہ آنسوؤں کے چند قطرے

اس کے گالوں پر بکھر چکے تھے۔

:ساحر نے اسے بغور دیکھ کر کہا

دیکھو، تم مت رونا۔ میں آج تم سے ان سب گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو"

جانے انجانے میں مجھ سے ہوئے" کہہ کر وہ آنسو پونچھتے ہوئے مزید بولا۔"میں

"تمہیں اس طرح آنسو بہاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

:آیت نے ہنستے ہوئے طنزیہ طور پر اسے دیکھا، پھر تکبر انا انداز میں گویا ہوئی

یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں آپ کو کبھی معاف کروں گی۔اور رہی میرے"
آنسوؤں کی بات تو میرے ہر چھلکنے والے آنسو کے ساتھ آپ سے کی ہوئی محبت
بارش کی مانند بہہ جاتی ہے اور اب میں ان آنسوؤں کو روک کر خود پر نام نہاد
"محبت کا مزید بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔

پھر دونوں طرف بالکل خاموشی چھا گئی جو آیت نے گلا کھنکارتے ہوئے توڑی اور
:کہنے لگی

اگر آپ کو معافی چاہیے تو اس کے لیے ایک شرط اور وعدہ ہے، جو پورے"
"کرنے ہیں آپ کو۔

ساحر نے کچھ امید پکڑی اور اپنی بات شروعات سے شروع کر ڈالی، اور مسکرا کر
:گویا ہوا

آیت! تم جیسی محبت کرنے والی بیوی یہ سب کہنے کا حق رکھتی ہے، اور میں"
بالکل تمہاری اس محبت کے قابل نہیں ہوں۔

تو کیا تمہاری معافی کا حق دار بھی نہیں ہوں؟

مجھے تمہاری ہر شرط اور ہر بات منظور ہے، اور وعدہ کرتا ہوں کبھی تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ بس ایک گزارش ہے۔۔۔ خدارا! مجھ ادھورے انسان کو پھر سے مکمل کردو۔"

:آیت نے اپنی زلفیں سنواریں اور کہنے لگی

"ہاں، ساحر! سوچا تو میں نے بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

:جو سن کر ساحر کی جان میں جان آئی، اس نے آیت کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا

کیا واقعی تم مجھ سے راضی ہو گئی ہو؟"

"مجھے معلوم تھا میری آیت مجھے کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتی۔

وہ خود سے ہی اندازے لگانے لگا تھا۔" مجھے اپنی محبت پہ پورا یقین تھا کہ میں ضرور کامیاب ہوں گا۔"

(ادھوراپن)(185)(باسط بن مظہر راجپوت)

:آیت نے غصے بھرے انداز میں ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا، پھر بھڑک اٹھی

کون سی محبت اور کس یقین کی بات کی آپ نے؟"

آپ کو تو محبت کا نام بھی نہیں لینا چاہیے، اور ویسے بھی ابھی میری بات ہماری محبت۔۔۔ نہیں، میری محبت کی طرح ادھوری ہے۔

کیوں کہ آپ نے جو کی وہ محبت نہیں ضد تھی، نہیں تو محبت میں محبوب کا مان رکھنا محبت کے نام کی تسبیح جپتے رہنے سے زیادہ افضل ہے۔ ساحر! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ کے ادھورے پن کو مکمل کرنے کے لیے آپ کی دوسری شادی کروادوں۔"

آیت نے اس قیامت خیز جملے پہ اپنی بات مکمل کی تھی۔

ساحر کے تو پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی، اُسے زویا کی بات پر یقین نہیں آیا تھا، مگر اُسے حقیقت معلوم پڑ چکی تھی۔ اس نے کافی سنجیدگی سے اس سے سوال کیا:

کیا کہا! دوسری شادی اور وہ بھی تمہارے ہوتے ہوئے؟"

"یہ سوچ بھی کیسے لیا تم نے آیت! میں تمہاری جان لے لوں گا۔

وہ پاگل انسان آپے سے باہر ہو گیا اور غصے سے اس کا چہرہ بھی سرخ پڑ گیا تھا۔ وہ کرنا تو بہت کچھ چاہتا تھا، مگر اس وقت اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔

آیت نے جواباً صرف اتنا کہا:

"کیا اب بھی جان لینے میں کچھ باقی ہے؟"

اس بار ساحر کی نظروں میں حقیقی محبت کو محسوس کیا جا سکتا تھا، مگر ان دونوں کے درمیان جو نفرت کا پردہ گر چکا تھا اس نے سب فنا کر دیا تھا۔ ساحر پیار بھرے لہجے میں بولا:

"I'm so sorry!

معاف کردو یار! اور کہہ دو یہ سب مذاق ہے۔میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتا۔ خدارا مجھے واپس لے آؤ، مجھے ان لمحات کو جینا ہے جن میں تم میرے سامنے ہو۔"

آیت نے نگاہیں پھیرتے ہوئے کہا:

"یاد ہے کچھ؟

اسی محبت کو لے کر میں بھی کتنی جذباتی اور جنونی ہو گئی تھی؟

اور پھر اس کا مزہ بھی چکھ لیا ہے۔اب میں نہیں چاہتی کہ اس عشق میں اور کوئی جذباتی یا جنونی فیصلے کرے۔اس لیے یہ میرا خود کا فیصلہ ہے جس کو ماننے کا وعدہ آپ پہلے کر چکے ہیں۔"

ساحر تڑپ اٹھا اور چلانے لگا:

"آیت! تمہیں حق ہے تم میری نیندیں چرا لو میں جی لوں گا، مگر مجھ سے اپنے وہ خواب مت چھینو جو میں نے تمہارے ساتھ جینے مرنے کے دیکھے تھے۔

اگر تم وہ خواب ہی چھین لو گی تو میں کس کے سہارے جی پاؤں گا؟"

اب کی بار آیت کے لہجے میں ذرا تلخی آئی اور اس نے ختمی فیصلہ سنایا:

یہ ذمہ داری جب تک مجھ پر تھی میں نے خوب نبھانے کی کوشش کی، مگر اس" وقت آپ کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ میں نے سیدھا راستہ دکھانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، مگر آپ نے میرا ساتھ اور ہاتھ ہی چھوڑ دیا تھا اور آسمانوں کی اونچائیوں سے مجھے گرا دیا تھا۔ اب اس جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ میری بات مان لیں اور اپنا وعدہ نبھائیں۔



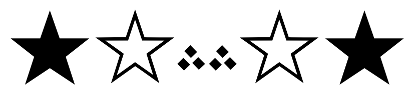
186.txt

(ادھوراپن)(186)(باسط بن مظہر راجپوت)

کیونکہ ساحر! جس بھروسے کے آئینے میں میں نے محبت کو دیکھا تھا وہ اب ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے، جو شاید ہی اب کبھی جڑ کر بھی مجھے محبت کی اصل صورت دکھا پائے۔"

آیت نے اپنی بات مکمل کی اور کچھ فاصلے پر موجود زویا کو چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئیں۔

ساحر گہری سوچوں میں گم صم بس اس کا راستہ ہی دیکھتا رہا اور آنکھوں سے بادل برسانے لگا تھا۔



سانول اور مائی گھر سے باہر خوشگوار موسم کے مزے لے رہے تھے اور خوشگپیوں میں مصروف تھے۔

دوپہر ایک بجے کا وقت تھا اور مئی کی جھلسا دینے والی گرمی جو انسانیت کے لیے خدا کا قہر تھی۔ مگر آج اچانک آسمان پر ہر طرف کالے بادل منڈلانے لگے تھے اور اچانک تیز بارش شروع ہو گئی، جو خدا کا کرم تھا۔

اسی دوران سانول کا فون رنگ کرنے لگا تو اس نے کال ریسیو کر کے موبائل مانی

"کو تھماتے ہوئے اشارتاً بتایا کہ "آیت کی کال ہے۔

"ہیلو۔۔۔ہیلو، آیت! تم؟ آج سب خیریت تو ہے ہمیں کیسے یاد کر لیا؟"

:آیت نے جواباً کہا

یہاں سب خیریت ہے۔ وہ مجھے تم لوگوں سے بہت ضروری بات کرنی تھی۔"

کیا تمہارے پاس میرے لیے کچھ وقت ہے؟

"میں معافی چاہتی ہوں میں نے تم لوگوں کو تنگ کیا۔

ارے، آیت! ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم بھی آج یونہی موسم کے مزے لوٹ"

رہے تھے۔ تم حکم کرو، میں تو سب کچھ حاضر کر دوں تمہارے ایک اشارے

"پہ۔

نہیں، مانی! میری اتنی اوقات کہاں۔ میں تو صرف اپنے ایک پرانے اور وفادار"

دوست سے مدد کی گزارش کرنا چاہتی تھی۔

"مگر مانی! اس نے بات کیوں نہیں کی؟ یہ تو اسی کا نمبر ہے۔

آیت نے تشویش ظاہر کی تھی۔

:مانی نے قہقہہ لگا کر کہا

ہاں، اُسی کا نمبر ہے اور وہ تمہاری بات سن بھی رہا ہے، لیکن کچھ بول نہیں "

" سکتا۔ تم بات کر وہ سن رہا ہے۔

"کیا ہوا اسے سب خیریت تو ہے؟"

آیت چونک سی گئی۔

کچھ نہیں۔ وہ گرما گرم پکوڑے دیکھ کر اس کا ہاتھ نہیں رکا، اور اب کچھ بول "

نہیں پا رہا۔

"تم بتاؤ کیا حکم ہے؟

:آیت نے کہا

تھینک گاڈ" اور پھر اپنی گزارش دہرانے لگی۔"

اچھا! تو پھر سنو۔ میں ساحر کی دوسری شادی کروانے کی سوچ رہی ہوں اور "

مجھے تم دونوں کی مدد چاہیے۔

"کیا میری مدد کرو گے؟

سانول نے جب یہ سنا تو اس نے غصے میں آ کر جلدی جلدی پکوڑے نگل لیے اور

چلایا:

آیت! ہوش میں تو ہو؟ یہ کیا بے ہودہ باتیں کر رہی ہو تم؟"

"کیا تم نے اس سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس کے بغیر جی پاؤ گی تم؟



187.txt

(ادھوراپن)(187)(باسط بن مظہر راجپوت)

:پل بھر کی خاموشی کے بعد سانول نے اپنے لہجے پر نظر ثانی کی، پھر نرمی سے بولا

دیکھو، ابھی تم بدلے کی آگ میں جل رہی ہو اور یہ آگ تمہیں جلا کر راکھ کر"

دے گی۔ ایسا کر کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا سوائے اذیتوں کے۔ اس لیے

معذرت! ہم ایسی کسی بے وقوفی میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے، ہو سکے تو اب "یہاں فون مت کرنا۔۔۔

اس نے دوٹوک لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

آیت جو کافی دیر سے سانول کی تقریر سن رہی تھی۔ یک دم بولی: "او ہیلو، محترم! میں نے مدد ضرور مانگی ہے لیکن آپ کو مشورہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر تم لوگوں نے ساتھ نہیں دینا تو مت دو۔ میں اس کے گھر والوں کو راضی کر چکی ہوں اور ساحر بھی میری بات ماننے کے پابند ہیں۔

بہر حال اگر پھر بھی تمہارا فیصلہ بدل گیا تو تین دن بعد مہندی کی رسم ہے ساحر کے گھر پر وہیں آجانا، خدا حافظ۔" کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔

:سانول شدید غصے میں کہنے لگا

ارے، یار! یہ لڑکی پاگل ہو چکی ہے۔ اپنی انا کی تسکین کے لیے اپنی زندگی ہی" برباد نہ کر بیھٹے، پتا نہیں کیا چاہتی ہے؟

"پہلے لڑ جگڑ کر اپنی محبت حاصل کی اور اب عجیب پاگل پن ہے۔

:مانی نے کہا

چھوڑنا۔۔۔ہمیں کسی کی ذاتیات میں دخل اندازی کی کیا ضرورت ؟تو اپنے" پکوڑوں کے مزے لے۔اور ہم چلیں گے اس کے دوست ہونے کے ناطے اس کی مدد کے لیے۔

دونوں نے آنکھیں پھاڑے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر گھر کی راہ لی۔



ساحر چونکہ آیت سے اپنے گھر واپس جانے کا وعدہ بھی کر چکا تھا، تو وہ آج دفتر کے بعد پیدل ہی آیت کی یادوں میں گم صم گھر کو لوٹ رہا تھا۔

موسم دن بھر بارش کے بعد کافی ٹھنڈا ہو چکا تھا اور شام ڈھلتے ہی تھم چکی بارش پھر سے برسنے کی تیاریوں میں تھی۔

(ادھوراپن)(188)(باسط بن مظہر راجپوت)

اچانک بادل گرجے اور تیز باش ہونے لگی۔تب ساحر نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر چاروں جانب اپنی نگاہیں دوڑانے لگا، کہ کہیں سے کوئی آئے اور اس پر سایہ کرلے تاکہ وہ بارش سے بیگ نہ پائے۔ مگر آج کوئی سہارا بننے نہ آیا۔

اس نے جب اپنی طرف توجہ کی تو وہ پوری طرح بھیگ چکا تھا، جو دیکھ کر وہ فریاد کرنے لگا:

"آیت! تم کہاں ہو؟

کیا آج تمہارے ہاں بادل نہیں برسے؟

دیکھو، میں بھیگ رہا ہوں اور اگر صبح مجھے نزلہ ہو گیا یا میں بیمار پڑ گیا تو آفس کا کتنا خرج ہو گا۔"

مگر افسوس! آج صرف و صرف بادلوں کے گرجنے کی آواز تھی اور ساحر کی پکار۔

وہ بے بس ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور پھر بیتے لمحوں کو یاد کر کے خوب رویا۔

اس کی نظر جہاں تک گئی اسے آیت اس کے سامنے نظر آئی، جو اس کی حالت پر قہقہے لگا رہی تھی۔

: ساحر اس کی جانب دیکھ کر مزید چلاتا اور کہتا

ہنس لو آج جتنا چاہو، مگر میری اس حالت کی ذمہ دار صرف تم اور تمہاری حد" سے زیادہ محبت ہے۔" پھر رب کے حضور التجا بلند کیے گڑ گڑا کر کہنے لگا۔

اے خدا! مجھے ایک بار میری آیت لوٹا دے۔ میں زندگی بھر اسے خوش" رکھوں گا اور کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا، بس آخری دفع اُسے واپس بھیج "دے۔

اس کی دعاء مکمل ہوئی اور وہ وہیں منہ کے بل گر پڑا۔

اسی دوران ایک گاڑی اُس کے قریب آ کر رکی جس میں آیت موجود تھی، جو کچھ خریداری کر کے ہوٹل جا رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ ساحر سڑک کنارے پڑا ہے تو اس سے رہا نہ گیا۔

وہ دوڑتی ہوئی اس کے قریب پہنچی تو وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں پایا گیا۔

آیت نے ڈرائیور کی مدد سے ساحر کو سہارا دیا اور گاڑی میں لٹا دیا۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں بھی اس کے لبوں پہ ایک ہی لفظ دہرا رہا تھا:

"آیت! لوٹ آؤ، بس ایک بار لوٹ آؤ۔"

اس کا سر آیت کی گود میں تھا۔ وہ تیز بخار میں جل رہا تھا، اور آیت اسے دیکھ کر تڑپ رہی تھی۔ اس نے فوراً ڈاکٹر کو فون کیا اور اسے ساحر کے گھر پر پہنچنے کی کہی۔



189.txt

(ادھوراپن)(189)(باسط بن مظہر راجپوت)

کچھ ہی دیر میں اُس نے ساحر کو اس کے گھر کے باہر چوکیدار کے حوالے کیا اور وہاں سے چلتی بنی۔

اس سے جب رہانہ گیا تو کچھ فاصلے پر اس نے گاڑی رکوادی اور ساحر کے گھر کی طرف لپکی، پھر اس کے گھر کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بارش میں بھیگنے لگی۔

گارڈز ساحر کو اندر لے جا چکے تھے اور ڈاکٹر بھی آچکا تھا۔

آیت اس دوران گھر کے باہر انتظار کرتی رہی اور ڈاکٹر کے باہر آتے ہی اس سے ساحر کی طبیعت معلوم کرنے لگی۔

ڈاکٹر نے کہا:

محترمہ! کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ ٹھنڈ لگنے کی وجہ سے بخار کچھ زیادہ تھا" اور ساحر صاحب اپنے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھ رہے، جس کی وجہ سے اثر کچھ زیادہ تھا۔ بہر حال میں نے دوا دے دی ہے، ان شاءاللہ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔" پھر وہ تجسس بھرے انداز میں پوچھنے لگا۔

مگر، میڈم! آج سے پہلے تو جب بھی وہ بیمار ہوتے میں آپ دونوں کو ایک" ساتھ ہی پاتا۔ مگر آج آپ وہاں موجود نہیں تھیں؟

جانتی ہیں، وہ نیند کا انجکشن لگنے اور اس کے اثر انداز ہونے تک آپ کو ہی پکار

"رہے تھے۔

:آیت نے جھوٹی مسکان لبوں پر کھلاتے ہوئے آنسو چھپائے کہا

"نہیں، مجھ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہ جارہی تھی۔اس لیے باہر آ گئی۔"

اچھا، میں اجازت چاہتا ہوں۔اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے ایک کال کر دیجیے "

"گا۔

:وہ نظریں چرائے کہنے لگی

جی، ضرور۔۔۔بے حد شکریہ آپ کا جو اتنے خراب موسم میں وقت نکال کر "

"حاضر ہوئے۔

میڈم !اس میں شکریہ کی کیا بات ہے، یہ تو ہمارا فرض ہے۔بس آپ مریض کا "

خیال رکھیں۔" کہہ کر ڈاکٹر اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

آیت گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور اپنی نگاہیں ساحر کے کمرے کی کھڑکی پر

ٹکائے بیٹھ گئی،اس انتظار میں کہ ساحر کھڑکی سے جھانکے تو وہ چلی جائے گی۔

بارش تھم چکی تھی۔

190 .txt

(ادھورا پن)(190)(باسط بن مظہر راجپوت)

آیت لان میں بنے چبوترے کے نیچے بیٹھی رہی اور جب کافی دیر گزرنے کے بعد کھڑکی میں سایہ نمودار ہوا، جو ساحر کا ہی تھا۔ جس کا مطلب تھا وہ ہوش میں آ چکا ہے۔

آیت نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئی۔ تب رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ساحر نے اپنی عجیب سی کیفیت محسوس کی تو وجہ پوچھنے لگا۔ جس پر ملازمہ کے ہاتھ کھانا لائی زویا نے اُسے تفصیل سے آگاہ کیا تو وہ ہمت کر کے کھڑکی کے پاس پہنچ کر نیچے جھانکنے لگا، مگر

تب تک آیت جا چکی تھی۔زویا نے چکراتے ہوئے ساحر کو سہارے سے پلنگ

:پر لٹادیااور کہا

"بھائی !آپ جانتے ہیں ؟بھابی کتنی ضدی ہیں۔

اب جو فیصلہ وہ کر چکی ہیں شاید ہی کوئی بدل پائے لیکن اس فیصلے سے کم از کم آپ

دونوں کا رشتہ تو بنا رہے گا۔آپ پلیز !آرام کیجیے۔"

اگلے روز صبح کی روشنی پھوٹتے ہی وہ ساحر کے گھر پہنچ گئی اور سانول کو فون

کرنے لگی۔۔۔مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا۔

وہ کافی پریشان ہو گئی کیونکہ اسے شادی کی مکمل تیاریاں کرنی تھیں جو اکیلے ممکن

نہ تھیں۔اب وہ ایک کونے میں جا کر کھڑی ہو گئی جہاں ہمیشہ وہ اور ساحر کچھ

حسین پل بتایا کرتے تھے،اور دل کا بوجھ بھی ہلکا کر لیا کرتے تھے۔مگر آج نہ

جانے کیوں وہ خود کو اکیلا محسوس کر رہی تھی۔

:اس نے اپنے رب کے حضور التجاء بلند کی

"اے خدا!میں نے کیا غلطی کی ہے؟"

میں نے تو ہمیشہ تیری رضا کو اپنی خوشی سمجھا، اتنے سارے دکھوں کے باوجود میرے مولا آج سے پہلے تجھ سے کوئی شکوہ نہ کیا۔اے مالک! میں نے تو پیار بانٹنے اور تیرا شکرادا کرنے میں کوئی کمی نہ رکھی، پھر اس جرم کی مجھے سزا کیوں مل رہی ہے جو میں نے کیا ہی نہیں۔

"اے خدا! آج بھی مجھے صبر دے اور میری مدد فرما، آمین۔

دعاء مانگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔



191.txt

(ادھوراپن)(191)(باسط بن مظہر راجپوت)

کچھ دیر گزرنے کے بعد جب اس نے نگاہیں اٹھائیں تو اپنے سامنے ایمان کو کھڑا پایا۔ وہ آیت کو اس حال میں دیکھ کر پوچھنے لگی :

ارے میری جان ! کیا ہوا؟ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اور یہ سب کچھ کیا کرنے " جا رہی ہو ؟ "اس نے پوچھ کر بات جاری رکھی۔

"کیوں خود کو اس آگ میں جھونک رہی ہو جو کسی اور کی لگائی ہوئی ہے۔"

آیت کچھ کہے بنا ایمان کے گلے لگ گئی اور کچھ دیر کے بعد حیران کن انداز میں بولی :

"آپی ! آپ ؟ آپ یہاں کیسے ؟"

ایمان نے اس کا ماتھا چوما اور رنجیدگی سے کہا :

تم کیا سمجھتی ہو خود کو ؟ اگر تم کوئی بات چھپاؤ گی اور اتنی پریشانی میں ہو گی تب " بھی مجھے معلم نہیں پڑے گا ؟

آیت ! وہ سامنے دیکھو، وہ رہا وہ فرشتہ صفت انسان جس کی محبتیں، نیتیں اور احسانات تم نے ایک ہی جھٹکے میں زمین دوز کر دیے تھے، مگر اس شخص نے

صرف تم سے سچی محبت کرنے کی غلطی کی تھی۔ جس کی سزا وہ آج بھی کاٹ رہا

"ہے۔

ایمان کا اشارہ سامنے سے آتے ہوئے مانی کی طرف تھا، جو سانول کو ساتھ لیے

پہنچ چکا تھا۔

:آیت نے جب ان دونوں کو دیکھا تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا، تو کہنے لگی

آپی! میں اس وقت محبت میں اس قدر اندھی ہو چکی تھی کہ مجھے سوائے ساحر"

کے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں جانتی ہوں میں اس معصوم کی مجرم ہوں

اور آج اسی جرم کی سزا اس صورت میں کاٹ رہی ہوں۔

میں نے اپنی من پسند محبت تو حاصل کر لی مگر کسی کا سکون برباد کر کے، کسی کے

جذبات سے کھیل کر وہ خوشیاں کیسے حاصل کر سکتی ہوں جن کے خواب میں نے

"دن رات دیکھے تھے۔

:ایمان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

میں تمہارا دکھ سمجھ سکتی ہوں، مگر اب ماضی کو یاد کر کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

مگر تم جو آج کر رہی ہو۔

کیا تم ساحر کی دوسری شادی کروا کر خوش رہ سکو گی؟
آیت! جب مجھے سانول اور مانی نے یہ بات بتائی تو میں نے بابا کو بھی تمہارے اس فیصلے سے آگاہ کیا تھا۔ تب بابا نے کہا کہ اس کی اجازت تمہیں وہ پہلے ہی دے چکے ہیں۔"



192.txt

(ادھوراپن)(192)(باسط بن مظہر راجپوت)

ایمان کافی سنجیدگی سے آیت کو دیکھنے لگی، جو اپنے فیصلے پر پر اعتماد معلوم ہو رہی تھی۔ آیت نے کہا:

اپی ! مجھے میری خوشیوں کی پرواہ نہیں ہے۔ بس، مجھے لگتا ہے کہ ساحر میرے"
اس فیصلے سے خوش رہیں گے۔

اور بابا کو میں نے اپنی کہانی تفصیل سے بتائی، جس پر بابا نے کہا تھا کہ 'اگر اس فیصلے سے میں خوش رہ لوں گی تو اس کام کو سرانجام دے دوں۔' آپی ! مجھے ساحر سے کوئی شکایت نہیں تھی، مگر جب دوسرے کے دل میں آپ کی جگہ نہ رہے تو ہمیں خود ہی دربدر ہو جانا چاہیے۔ اور یہاں میرے دل کے ساتھ ساتھ میرا بھروسہ بھی ٹوٹا ہے، جو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

جب انسان شک کا عادی ہو جائے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے. ساحر نے میری عزت کی بھی پرواہ نہ کی تھی جب مجھ پر جھوٹا الزام لگایا گیا۔ انہیں چاہیے تھا میرا ساتھ دیتے، مگر اس وقت اُنھوں نے نگاہیں پھیر لی تھیں۔ اب
"میری باری ہے۔

آیت نے گرم جوشی سے تبصرہ کیا اور پھر خاموش ہو گئی تھی۔

:ایمان نے اطمینان سے اس کی مکمل گفتگو سن کر کہا

میری جان! رشتوں کو انا کے ترازو میں نہیں تولتے۔رشتے نبھانے کے لیے تو"

"لوگ اپنی جانیں تک قربان کر دیتے ہیں۔

:آیت نے ایک نہ سنی۔ وہ اپنے فیصلے پر اٹل رہی اور تلخ لہجے میں بولی

آپی! میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور اگر آپ کو میرا ساتھ دینا ہے تو ٹھیک، نہیں تو"

میرا حوصلہ پست نہ کریں۔

آج رات مہندی کی رسم ہے اور مجھے اس کی تیاری بھی کرنی ہے۔" پھر وہ سانول

"کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "اچھا تو موصوف تشریف لے ہی آئے؟

:اس طرف خاموشی چھائی رہی تو آیت نے مزید کہا

!اچھا، تم دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں کان کھول کر سن لو"

ہم لڑکی والوں کی طرف سے شامل ہوں گے، وہ بے چاری بالکل اکیلی ہے۔"

اُس کے لہجے میں کچھ نرمی آئی تھی۔ "سانول! پہلے تم لڑکی کو پار لر لے کر جاؤ

"گے اور وقت پر واپسی کی ذمہ داری بھی تمہاری ہے۔

سانول اور مانی نے سرہاں میں بلایا اور گاڑی سے سامان نکلوانے لگے۔

:ایمان بھی اس گفتگو کا حصہ بنی تھی

"آیت! باقی سب تو ٹھیک ہے، مگر گھر کے باقی افراد کہاں ہیں کوئی نظر ہی نہیں آ
رہا؟"

:آیت مسکراتے ہوئے بولی



193.txt

(ادھوراپن)(193)(باسط بن مظہر راجپوت)

"آپی! وہ لوگ اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔ اور صرف میری ضد کی وجہ سے
خاموش، منہ پھلائے کمروں میں بند ہیں۔" کہہ کر وہ ہنسی تھی۔

:ایمان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

اچھا، آیت ! اب میں آگئی ہوں، میں دیکھ لوں گی سب کو۔ تم باقی کے کام"
نمٹالو، بارہ بجنے والے ہیں۔ اور مانی تم کیٹرنگ کا سارا سامان اور گھر کی سجاوٹ
"دیکھ لینا۔

وہ یک دم آگے بڑھا اور "جی آپی" کہہ کر اپنے کام میں لگ گیا۔

:آیت بھی اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے بولی

"! یہ ہوئی نا بات، آپی"

وہ مسکرا کر گھر کے اندر چلی گئی اور سب سے پہلے ساحر کی والدہ سے ملی اور زویا کو
بھی وہیں بلوالیا۔

:ساحر کی والدہ نے افسردگی کے عالم میں کہا

بیٹی ! خدا کے لیے تم اُسے سمجھاؤ ایسا نہ کرے، میں اُس سے معافی مانگنے کے"
"لیے تیار ہوں۔ ہم سب بہت شرمندہ ہیں اپنے کیے پر۔

:ایمان نے ساحر کی والدہ کے جڑے ہوئے ہاتھ تھام کر کہا

آنٹی! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں، لیکن میری ضدی اور نادان سی "
بہن جو فیصلہ کر چکی ہے وہ ہم نہیں بدل سکتے، وہ جو کچھ سوچ چکی ہے ہم نہیں
جان سکتے۔

مگر وہ جانتی ہے جب ایک شاخ پر لگے گلاب کے پھولوں میں سے ایک مرجھا
جائے تو اسے دوسرے کی بقاء کے لیے شاخ سے الگ کر لینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

ابھی وہ بھی صرف اس پھول کی طرح اپنے رشتے کی بقاء چاہتی ہے، جس کے لیے
اس نے یہ سخت اور مشکل فیصلہ کیا۔

اب جب بابا اسے اجازت دے چکے ہیں تو میں کیسے روک سکتی ہوں اُسے۔اور
حالات سے ناواقف آپ بھی نہیں ہیں، کیونکہ ایک ماں اور عورت ہی دوسری
عورت کا دکھ سمجھ سکتی ہے۔

ویسے بھی آیت آپ کے بیٹے کی خوشی اور اپنی محبت کی عمر دراز کے لیے یہ کڑوا
"گھونٹ پی رہی ہے۔

منہ پھلائے بیٹھیں ساحر کی والدہ کو ایمان نے اپنے ساتھ لیا اور کھڑکی کے پاس
:آ کر رک گئی، پھر سے کہنے لگی

194.txt

(ادھوراپن)(194)(باسط بن مظہر راجپوت)

"وہ دیکھیں اُن دونوں کی محبت ابھی زندہ ہے۔"

اس کا اشارہ لان میں موجود ساحر اور آیت کی جانب تھا جو مل کر اسٹیج سجانے میں مصروف تھے۔ چند لمحات کے لیے آیت رک سی جاتی اور جی بھر کر ساحر کو دیکھتی، اور اپنے ڈوپٹے سے اس کا پسینہ پونچھ لیتی۔

یہ سب دیکھ کر ساحر کی والدہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے، اور کہنے لگیں:

"چلو، زیادہ نہ سہی مگر کچھ لمحوں کے لیے تو میرے بیٹے کی سکھ کی سانسیں لوٹ آئی ہیں۔ خدا دونوں کو نظر بد سے بچائے، دونوں کے بیچ جو بھی خلش اور رنجشیں ہیں جلد دور ہوں اور دونوں پھر سے ایک ہو جائیں، آمین۔"

آیت نے ساحر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"ساحر! اب آپ جائیں کافی دیر سے کام میں مصروف ہیں۔ آپ کچھ دیر آرام کر لیں ہم شام میں ملیں گے اور باقی کے جتنے بھی کام ہیں وہ بھی نمٹ جائیں گے۔"

پہلے تو ساحر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ جانے کن خیالات میں مگن تھا۔ تب آیت نے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے تو وہ یک دم اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا:

"ہاں۔۔۔ ہاں، ٹھیک ہے۔ لیکن اب کھانے کا وقت بھی قریب ہے تو ہم سب ایک ساتھ ہی کھائیں گے۔ اور تم بھی یہیں آرام کر لو اپنے کمرے میں۔ تم جانتی ہو تمہارے جانے کے بعد آج تک وہاں کسی نے قدم تک نہیں رکھا، تمہارا کمرہ اسی سلیقے سے سجا ہوا تمہاری راہیں دیکھ رہا ہے۔"

:آیت نے پھولوں کی ٹوکری اٹھائی اور مانی کو تھماتے ہوئے رنجیدگی سے کہنے لگی

ساحر! آج آپ کے ہاتھ رنگ دیے جائیں گے اور پھر آپ کسی اور کے نام لکھ "
دیے جائیں گے۔دوسری بات۔۔۔آپ کے رشتہ دار وغیرہ پہنچ رہے ہوں گے
تو ہم نے ان کے لیے کھانا منگوالیا ہے، میں بھی وہیں کھالوں گی۔اور آرام کی
"ضرورت آپ کو ہے مجھے نہیں۔

:اور پھر اسے دھکیلتے ہوئے اندر بھیج کر چلانے لگی

اُف۔۔۔مانی! یہ کیا مصیبت ہے؟ مہمان پہنچنے والے ہوں گے اور ابھی تک "
!کرسیاں بھی ٹھیک سے نہیں لگائیں۔ جلدی ہاتھ چلاؤ پلیز
اور ہاں، میں اور آپی ہوٹل جا رہی ہیں۔

(ادھوراپن)(195)(باسط بن مظہر راجپوت)

تم لوگ یہ کام نمٹا کر کچھ دیر آرام کر لینا اور سانول سے کہنا ثانیہ کو لے کر شام "میں وقت پر پہنچ آئے۔

مانی نے پوری بات سن کر گردن ہاں میں بلائی اور کرسیاں ٹھیک کرتے ہوئے بولا:

ٹھیک ہے، آیت! میں بتادوں گا۔ بس تم دیکھ لو سب ٹھیک ہے؟ کوئی کمی بیشی" "ہو تو بتاؤ۔

اس نے چاروں سمت نظریں دوڑائیں اور کہنے لگی:

مانی! وہ سامنے میز پر جو پھول ہیں لال رنگ کے اس میں سفید رنگ کے پھول" بھی ایڈ کروادو، وہ ساحر کو پسند ہیں۔ اور اسٹیج پر مجھے فریش سفید رنگ کے پھول "لازمی چاہئیں۔

بے فکر رہو۔ جیسے تم نے سیٹنگ کہی تھی ویسی ہی ہو جائے گی شام تک۔ مگر" یہاں سب مینج کرنا مشکل ہے لیکن کوشش کروں گا ہو جائے گا شام تک۔" کہہ کرمانی اپنے کام میں لگ گیا۔

آیت اس طرح کام میں مگن تھی جسے وہ اس شادی سے خوش ہو، مگر وہ صرف اپنا دل بہلانے کے لیے خود کو اس قدر مصروف رکھے ہوئے تھی۔

اُس نے یہ فیصلہ شاید اس لیے کیا تھا تاکہ اس کی بچی کچی محبت پر ایک نئے رشتے کی پرت پڑنے سے شاید وہ بچی کچی محبت محفوظ رہے۔ اور شاید وہ اس لاحاصل کو حاصل کرلے جس کے لیے اس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

ساحر کھڑی سے قہقہے لگاتی ہوئی آیت کو دیکھ رہا تھا۔ جو اپنی آپی کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

وہ بس دعاء مانگ رہا تھا:

اے خدا! ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تو تو مولا ہے، قادر ہے، بس ایک کن کہہ "
" دے اور میری سانسیں لوٹا دے، آمین۔

آیت نے ایمان کو ساتھ لیا اور کہنے لگی:

"آپی! بس کر دیں۔ ہنس ہنس کر میری حالت خراب ہو رہی ہے۔اب بس صرف ایک کام باقی ہے۔۔۔وہ ہے آرڈر کیا گیا کھانا۔وہ ہم شام میں دیکھ لیں گے۔"

آیت اور ایمان گھر کے لاوازمات مکمل کر کے ہوٹل روانہ ہو گئیں۔مانی نے باقی کی تمام تیاریاں اور گھر کی سجاوٹ آیت کے کہنے کے عین مطابق شام تک مکمل کر لیے تھے۔



196.txt

(ادھوراپن)(196)(باسط بن مظہر راجپوت)

شام ہوتے ہی آیت اور ایمان بھی گھر پر آگئی تھیں۔

گھر کی سجاوٹ دیکھ کر آیت حیران رہ گئی۔اور اتنی دلکشی اور خوبصورتی دیکھ کر مانی کو داد دیے بنا نہ رہ سکی:

"ہاں، بھئی! کہاں ہے سانول؟اب تک ثانیہ کو لے کر نہیں پہنچا؟"

"آیت نے آتے ہی بے صبری سے پوچھا تھا۔

اسی دوران ایک گاڑی گیٹ سے داخل ہوئی جسے دیکھ کر اس نے خود ہی گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا:

"لو، آگئے۔۔۔شکر ہے۔"

وہ ثانیہ اور اس کی والدہ کے ساتھ حاضر ہو چکا تھا۔اور پھر کچھ ہی دیر میں مہندی کی رسم بھی شروع ہو گئی۔

ایمان اور زویا نے مہمانوں کے استقبال کی بھی تیاریاں کر لیں اور آیت نے تمام کاموں کا پھر سے جائزہ لینے کے بعد رسم شروع کرنے کا کہا۔

مہمان زیادہ تو نہیں، مگر ساحر کے رشتہ دار اور قریبی دوست احباب موعو کیے گئے تھے۔جو تشریف لا چکے تھے۔

سب نے آیت اوراس کے ساتھیوں کی محنت کی کافی تعریف کی،اور سب نے خوب موج مستی کی اس شام۔

کچھ ہی دیر کے بعد ثانیہ اور ساحر کوا سٹیج پر لایا گیاتو نئی بننے والی جوڑی کو سب نے مبارک باد پیش کی،اور رشتہ داروں نے ثانیہ اور ساحر کے ساتھ تصاویر بنوانے کے ساتھ ساتھ ان کے چہرے اور کپڑوں کا بھی حشر نشر کر دیا تھا۔

اب بس سب آنکھوں کو تلاش تھی تو آیت کی،جو دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ایمان اسے تلاش کرتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوئی تو سامنے کے کمرے سے سسکیوں کی آواز آئی۔

اس نے جب کمرے کے اندر جھانکا تو آیت کھڑکی کے پاس کھڑی باہر لان میں بیٹھے ساحر کو دیکھ رہی تھی۔آیت کی حالت نازک معلوم ہو رہی تھی۔وہ روتے، چلاتے ہوئے کہہ رہی تھی:

اے خدا!بس آج کے دن مجھے صبر عطاء کر دے تاکہ میں اس امتحان میں" کامیاب ہو جاؤں۔

197.txt

(ادھوراپن)(197)(باسط بن مظہر راجپوت)

میرے مالک! مجھے معلوم ہے تو کسی سے ناانصافی نہیں فرماتا بلکہ اپنے خاص بندوں کو آزماتا ہے۔بس مجھے اس آزمائش میں کامیاب کر دے اور ساحر کو بھی ہمت دے تاکہ وہ اس نئے رشتے کو بآسانی قبول کر سکیں۔اور ان کے تمام دکھ "درد دور فرمادے،آمین۔

:ایمان نے کمرے میں داخل ہو کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا

آیت! میری جان! تم یہاں کھڑی ہو اور میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں "

"ڈھونڈا۔

وہ پلٹ کر ایمان سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

:ایمان نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی اور کہا

ارے، بابا! ایسے بچوں کی طرح رو رہی ہو۔ایسے کیسے تم اس فیصلے پر قائم رہ سکو"

"گی؟ چلو اب باہر سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

آیت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

:اس کے لہجے میں کافی درد بھر چکا تھا۔وہ کہنے لگی

آپی! مجھے کیسے صبر آئے؟"

جس شخص کو میں اپنا سمجھ کر ناز کرتی تھی، جو میرا غرور تھا، وہ آج میری ذات سے بھی دور ہونے جا رہا ہے۔

میں نے ان کے ساتھ مل کر کیا کچھ کر گزرنے کی سوچ لی تھی، کتنے خواب بنے تھے۔ مگر افسوس! آج وہ سب ریزہ ریزہ ہو گئے۔

میری خواہشات، میری تمنائیں، میری تمام تر دعائیں اور وہ منتیں جو صرف میں نے ساحر اور اپنے پیار کے لیے مانگیں، مجھ سے چھن گئیں۔

آپی! مجھے کمزور اور بزدل مت سمجھنا، لیکن درد اور افسوس تو مجھے بھی ہوتا ہے۔

وہ میری پہلی خواہش ہے۔

میں نے زندگی میں سب سے پہلے اور سب سے آگے ہمیشہ ساحر کو دیکھا ہے، لیکن کسی دیوانے کی بددعائیں ہماری محبت کو کھا گئیں۔" کہہ کر اس نے اپنے آپ کو کچھ سنبھالا، اور پھر حسرت بھری نگاہوں سے مہندی کی رسم میں مصروف ساحر کو دیکھنے لگی۔

:ایمان نے اس کا ہاتھ تھام کر چوما اور کہنے لگی

198.txt

(ادھورا پن)(198)(باسط بن مظہر راجپوت)

بس آیت ! اب میں تمہاری زبان سے کوئی شکایت نہ سنوں۔ یہ سب اب "
تمہیں زندگی بھر برداشت کرنا پڑے گا۔

اس سب میں کوئی نا کوئی بہتری ہو گی۔ تم اسطرح اداس مت ہوا کرو۔اب چلو
" باہر سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

ایمان نے اسے سخت لہجے میں سمجھایا تھا۔

آیت نے گہری سانس لی اور ایمان کے ساتھ باہر آگئی۔

وہاں موجود تمام لوگوں کی نظریں اسی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ کچھ محلے کی عورتیں
آپس میں سر جوڑے نہ جانے کیا کھچڑی پکا رہی تھیں۔

: آیت کو دیکھ ایک نے کہا

ارے ! لو دیکھو یہ ہے وہ لڑکی جس نے اپنا ہنستا بستا گھر اجاڑ دیا۔اور خود اپنے "
"شوہر کی دوسری شادی کروانے نکل پڑی۔

: دوسری عورت کہنے لگی

ارے، بہن ! ہم کیا جانیں آج کل کی نسل کے دماغ میں کیا کچھ چل رہا ہے ؟"
ممکن ہے یہ اپنا کوئی عیب جو اسے معیوب لگا ہو کو چھپانے کے لیے یہ اقدام

اٹھانے پر مجبور ہو۔" پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ "میرا مطلب۔۔۔اولاد کا نہ ہونا۔"

یہ سن کر ایمان کا خون کھولنے لگا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس عورت کا منہ لال کر کے جواب دیتی۔ایمان جواب دینے کے لیے پلٹی، مگر آیت نے اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا:

"آپی! ہم جب کچھ کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں، تب ہمیں لوگوں کی باتوں اور طعنوں کی پرواہ کیے بغیر منزل کی جانب اس وقت تک چلتے رہنا چاہیے، جب تک کہ ہم اپنی منزل پا نہ لیں۔"

"مگر، آیت! وہ۔۔۔۔"

آیت اسے ٹوکتے ہوئے بولی:

"اگر مگر کچھ نہیں۔اب ہمیں رسم میں شرکت کے لیے جانا چاہیے۔"

ایمان نے ہامی بھری، مگر اس کی نگاہیں اُنہیں عورتوں کو گھور رہی تھیں جو آیت کے متعلق بکواس کر رہی تھیں۔

اسٹیج کے قریب پہنچ کر آیت کی نظریں ساحر پر جم سی گئیں۔

199.txt

(ادھوراپن)(199)(باسط بن مظہر راجپوت)

وہ بس ساحر کو دیکھنے لگی، جو خود کو دھوکا دیتے ہوئے انتہائی خوش لگنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ آیت سے وعدہ جو کر چکا تھا کہ وہ اس رشتے کو خوشی خوشی قبول کر لے گا، جو آیت نے اس کے لیے چنا ہے۔

کچھ لمحات کے لیے تو آیت نے بھی صبر اور حوصلے سے کام لیا، مگر پھر اچانک سے اس کا حوصلہ پست ہونے لگا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بکھر کر قدموں میں گرنے لگے۔

وہ اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگی پھر اچانک سے اُسے چکر آنے لگے۔ وہ چکرا کر ایک طرف گرنے ہی والی تھی، جسے زویا نے سنبھال لیا اور خوف زدہ انداز میں پوچھنے لگی:

"ارے بھابی! کیا ہوا؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟"

آیت نے اُسے خاموشی سادنے کی کہی اور بولی:

"ہاں، میں ٹھیک ہوں۔ بس کچھ تھکاوٹ کی وجہ سے شاید چکرا گئی۔ تم فکر نہ کرو، میں کچھ دیر آرام کروں گی تو بہتر محسوس کروں گی۔ صبح پھر سے سارے کام بھی تو دیکھنے ہیں۔"

زویا نے اسے ہاتھ کے سہارے سے اٹھانے کی کوشش کی اور بولی:

"بھابی! چلیں میں آپ کو کمرے تک چھوڑ دوں۔"

اس پر آیت نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے کہا:

"اس محبت کے لیے شکریہ!

بس تم آپی کو بلوا دو، ہم نے ہوٹل میں کمرہ لیا ہوا ہے۔ میں وہیں پر آرام کر لوں گی۔"

:زویا نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا

"لیکن گھر تو یہ بھی آپ ہی کا ہے۔"

:اس نے لاپروائی سے کہا

ہاں، زویا! تھا۔ مگر اب میں یہ سب ثانیہ کے نام کر چکی ہوں، اور اگر ہو سکے تو"

"آپی کو بلوا دو۔

اس نے ہامی بھری اور وہاں سے چلی گئی۔

کچھ لمحات میں ایمان وہاں آ چکی تھی جو آیت کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ اس

:نے فوراً سانول جو چند قدم کی دوری پر تھا کو آواز دی اور بولی

"سانول! جلدی سے گاڑی نکالو، آیت کو ہسپتال لے جانا ہے۔"

:اس نے ہامی بھری، مگر آیت نے یہ کہہ کر اسے روک لیا کہ

"میں کہیں نہیں جانے والی، بلکہ وہ اسے اور ایمان کو ہوٹل تک چھوڑ آئے۔"

200.txt

(ادھوراپن)(200)(باسط بن مظہر راجپوت)

"مگر۔۔۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے آیت نے کہا:

"سانول! اگر مگر کچھ نہیں۔ جتنا کہا اتنا کر دو پلیز!"

"اچھا، میں گاڑی نکالتا ہوں۔"

اتنے میں مانی دعا کو (جو ڈاکٹریٹ کی پڑھائی کر رہی تھی) اپنے ساتھ لیے وہیں چلا آیا اور کہا:

"دعا! آپ ہماری دوست کا معائنہ کر لیں گی کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟"

وہ زیر لب مسکرائی اور اشارتاً "ہاں ضرور" کہہ کر اپنے کام میں مگن ہو گئی اور پھر اپنے ہی انداز میں کہنے لگی۔ "سب ٹھیک ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں بلکہ

خوشخبری ہے۔ آیت ماں بننے والی ہے۔ آپ بس اس کا خیال رکھیں اور کسی اچھے "ڈاکٹر کو دکھائیں۔

ایمان نے سکھ کی سانس لی اور خدا کا شکر ادا کر کے دعا کو سینے سے لگائے اس کا بھی شکریہ ادا کرنے لگی۔

دعا نے اُسے تسلی دی اور وہاں سے جانے لگی۔

ایمان نے آیت کو گاڑی میں بٹھا دیا، لیکن سانول آنکھیں پھاڑے دعا کو جاتا دیکھ کر خیالات میں کہیں گم ہو گیا۔۔۔ جیسے کالج میں اُن کی پہلی ملاقات ہو اور وہ اپنی آنکھوں سے باتیں کر رہی ہو، مگر وہ جا چکی تھی۔

:مانی نے دونوں جانب اپنی نگاہیں دوڑائیں اور پھر سانول کو مخاطب کر کے کہا

ہاں، محترم! کیا ہوا؟ اور آپ کے چہرے کے تاثرات بدلے بدلے سے کیوں "لگ رہے ہیں؟

:وہ پل بھر میں ہڑبڑا سا گیا

" "ہاں۔۔۔ہاں، کیا ہوا؟ چلیں کیا؟

:مانی نے ہلکی سی مسکان چہرے پر کھلاتے ہوئے کہا

مجھے اندازہ ہے۔ لیکن یار! اب اُسے بھول جا۔ وہ کسی اور کی امانت ہے اور یہ تو"

"مجھ سے بہتر جانتا ہے۔

:سانول نے گاڑی اسٹارٹ کی اور سرد لہجے میں بولا

ہاں یہ تو میں جانتا ہوں، مگر یہ سب میرے لیے آسان نہیں ہو گا۔ البتہ میں"

کوشش کروں گا۔

:آیت پچھلی سیٹ پر ایمان کے ساتھ بیٹھی تھی جو بولی

"کوئی مجھے بھی پوچھ لے۔ تم دونوں کیا ہمیشہ کھسر پھسر میں لگے رہتے ہو؟"

:مانی یک دم اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا

کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"آپ بتائیں کیا کہہ رہی تھیں؟

(ادھورا پن)(201)(باسط بن مظہر راجپوت)

شکر ہے تمہارے کان کھلے ہیں۔وہ میں کہہ رہی تھی، کل کے انتظامات تم"
دونوں نے آپی کے ساتھ مل کر دیکھنے ہیں۔مجھے کوئی شکایت نہیں چاہیے کان
"کھول کر سن لو تم دونوں۔

:سانول نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور نظریں جھکا کر بولا

"جو حکم! ہم تابعدار آپ کے۔"

:آیت مسکرا کر بولی

ہمیشہ مسکراتے رہا کرو بہت اچھے لگتے ہو۔اور ہاں، خیال رکھا کرو اپنا بھی اور"
اپنوں کا بھی۔کوئی تیسرا نہیں آئے گا تمہیں سنبھالنے،اور شاید یہ تم مجھ سے بہتر
"جانتے ہو۔

:اس نے کہا

ہاں میں جانتا ہوں، مگر ابھی مجھے نہیں آپ کو اپنا خیال رکھنے کی ضرورت "
ہے۔"
وہ بے تکلف بولتی چلی گئ:
سانول! میں جانتی ہوں تم نے بہت اپنوں کو کھویا ہے میری طرح، مگر تمہیں "
ابھی بہت آگے جانا ہے۔ اب میں چاہ کر بھی ان دوستوں کو ملوا تو نہیں سکتی چونکہ
اسماعیل اب رہا نہیں اور موسیٰ۔۔۔ اس کا کچھ اتا پتہ نہیں ہے۔ نہ جانے وہ کہاں
اور کسی حال میں ہو گا؟
مگر کیا میری انجانے میں کی خطاؤں پر مجھے معاف کر سکتے
ہو تم؟"
اس نے نظریں پھیرتے ہوئے کہا:
ابھی اس متعلق سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ یہاں میں صرف اپنی دوستی کا حق ادا "
کرنے آپ کے پاس آیا تھا۔ باقی آپ بے فکر رہیں، میں اور مانی سب سنبھال لیں
گے۔"
آیت نے خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھی۔

کچھ دیر میں وہ مانی کے ہوٹل پہنچ چکے تھے۔ جہاں مانی نے دونوں بہنوں کے رہنے کے لیے بہترین انتظامات کیے تھے۔ دونوں دوست اُن بہنوں کو ہوٹل چھوڑ کر شادی والے گھر لوٹ آئے۔

مہندی کی رسم تو مکمل ہو چکی تھی اور مہمان بھی آہستہ آہستہ گھروں کو لوٹ گئے تھے۔

اب وہ دونوں اگلے دن کے لیے سیٹنگ بدلنے لگے اور تمام چیزیں آیت کے بتائے طریقے پر سیٹ کر دیں۔

تمام تر کام مکمل کر کے وہ دونوں آرام کی غرض سے وہیں بیٹھ گئے اور سانول سگریٹ سلگائے گہری سوچوں میں کھو گیا۔

ساحر جو آیت کی وجہ سے بے سکون تھا وہ بھی ٹہلتے ٹہلتے وہیں آن پہنچا اور آتے ہی پوچھنے لگا:

"کیا تم لوگوں نے آیت کو کہیں دیکھا ہے؟"

سانول نے اس کی آواز سنتے ہی غصے میں اپنی نگاہیں پھیر لیں اور مانی انجان بنا خاموشی سے بیٹھا رہا۔

:ساحر نے پھر سے وہی سوال دہرایا، جس پر مانی نے کہا

202.txt

(ادھوراپن)(202)(باسط بن مظہر راجپوت)

"ہمیں نہیں معلوم۔ ہم خود اسی کے انتظار میں یہاں بیٹھے ہیں۔"

وہ کافی مایوس ہوا اور اندر ہی اندر کچھ بڑبڑاتے ہوئے اندر چلا گیا۔

:اس کے جاتے ہی سانول کہنے لگا

واہ، مانی! بڑا تیز ہو گیا ہے۔ مگر دیکھ، نہ جانے کب کیا ہو جائے۔۔۔ کچھ معلوم"

"نہیں۔اس لیے ہمیں ساحر کی والدہ کو حقیقت سے آگاہ کر دینا چاہیے۔

مانی نے ہامی بھری پھر دونوں گھر کے اندر چلے گئے اور تمام تر حالات سے ساحر کی والدہ کو آگاہ کر دیا۔

جس کے بعد وہ بضد تھیں کہ وہ ابھی اپنی بہو سے ملنا چاہتی ہیں، لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔

دونوں دوستوں نے مشکل سے انہیں سمجھایا اور صبح ہو جانے کا انتظار کرنے کے لیے کہا۔ کیونکہ ابھی رات کا ایک بج چکا تھا اس لیے دونوں کی جان بخشی ہو گئی۔ ساحر کی والدہ نے انہیں لاؤنج میں بٹھایا اور چائے بجوانے کے لیے کچن کی راہ لی۔ جس کے بعد دونوں دوستوں نے لمبی سی آہ بھری اور خدا کا شکر ادا کیا۔۔۔اور ہنسنے لگے۔

:اگلے ہی لمحے زویا لاؤنج میں پہنچتے ہی تلخ نما لہجے میں بولی

"ہاں۔۔۔ہاں! بہت بڑا کام سر انجام دے دیا ہے سچ چھپا کر، اب ہنسو۔ کیا جتانا چاہتے ہو تم لوگ ایک ساس اور شوہر سے حقیقت چھپا کر؟ خدانخواستہ کل کو اُسے کچھ ہو گیا تو تم ذمہ داری لو گے؟۔۔۔"

:سانول یک دم اٹھ کھڑا ہوا اور بھڑک گیا

!او کسی اور دیش کی عوام"

یہ پارٹ ہمیں پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنا اچھا برا خوب جانتے ہیں اور اگر خدانخواستہ اُسے کچھ ہو گیا تو اس کے ماں باپ ابھی زندہ ہیں۔

مگر مجھے حیرانی ہوتی ہے تم جیسوں کے منہ سے ذمہ داری کی بات سنتے ہوئے۔

ویسے خوب ذمہ داری نبھائی تم لوگوں نے۔" کہہ کر اس نے مانی کو بازو سے پکڑ "کر مزید کہا۔" چل یار! ہم باہر لان میں ہی رات گزار لیں گے۔

اس نے باہر جاتے ہوئے زویا کو گھورتے ہوئے طنزاً کہا۔ "اب ایسوں کی زبان "سے ذمہ داری کی بات۔۔۔۔۔مجھے کچھ ہضم نہیں ہوا۔

203.txt

مانی نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی جسے سمجھانا بے حد مشکل تھا۔ بہر حال کیسے بھی ان دونوں نے لان میں ہی رات گزار دی۔

اگلے دن ساحر کی دوسری شادی تھی۔ ان دونوں نے گزری رات کے آخری پہر تھوڑا آرام کیا اور صبح ہوتے ہی دونوں دوست تیاریوں میں لگ گئے۔

دو گھنٹے کی مشقت کے بعد گھر کو آیت کے بتائے نقشے کے عین مطابق تیار کر لیا گیا تھا۔

وہ ابھی آرام کی غرض سے بیٹھے ہی تھے کہ سانول کو ایمان کی کال آئی۔ وہ خوف زدہ انداز میں کہنے لگی:

"آ۔۔۔آ۔۔۔آیت کی طبیعت بگڑ رہی ہے۔ تم دونوں میں سے کوئی ایک جلدی سے پہنچو، میں اسے ہسپتال لے کر جا رہی ہوں۔"

سانول نے اسے تسلی دی اور پریشانی کے عالم میں سب مانی کو بتانے لگا، جو ساحر کی والدہ نے کچھ فاصلے سے سن لیا۔

انہوں نے ساتھ جانے کی ضد ٹھانے پورا گھر سر پر سوار کر لیا تو مجبوراً سانول کو ہار مانی پڑی۔

اس نے مانی اور آنٹی کو وہاں بھیج دیا اور کسی بھی مسئلے کی صورت میں رابطہ کرنے کی تلقین کی۔

:مانی یہ کہتے ہوئے روانہ ہوا

ارے، یار! تم پریشان مت ہونا۔ میں سب سنبھال لوں گا اور سب بہتر ہو گا ان "شاءللہ۔"

مختصر اور سادہ تقریب کی بدولت دس بجے ہی مدعو کیے مہمان تشریف لا چکے تھے اور نکاح کا وقت بھی ہو گیا تھا۔

مولانا صاحب نے نکاح کا آغاز کیا، مگر ساحر نہ جانے کن خیالات میں گم صم تھا۔

اس نے بمشکل مولانا کے سوالات کے جوابات دیے تھے۔

اس کی نگاہیں چاروں سمت آیت کو تلاش رہی تھیں، لیکن پیاسی کی پیاسی رہیں۔

ہسپتال میں موجود مانی کے پاس ایک نرس کچھ کاغذات کے ساتھ حاضر ہوئی اور :کہنے لگی

"محترم! یہاں آپ کے دستخط چاہیے ہوں گے۔خدانخواستہ آپریشن کی نوبت آ گئی اور اس دوران آپ کی بیوی کو کچھ ہو گیا تو ہمیں اس سب پر قصور وار نہ ٹھہرایا جائے، ہم اپنی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں اس کی نوبت نہ آئے، باقی جو خدا کو منظور۔ مگر یہ کچھ ضروری ہدایات ہیں ان کے بنا ہم اپنا کام آگے نہیں بڑھا پائیں گے۔"

:مانی چونکا دینے والے انداز میں پلٹ کر بولا

"للہ نہ کرے اُسے کچھ ہو۔اور ہاں، وہ میری بیوی نہیں ہے بلکہ ہم اچھے دوست ہیں۔"

اس پر عجیب سا خوف طاری تھا۔

(ادھوراپن)(204)(باسط بن مظہر راجپوت)

:نرس نے مایوسی کی سی ادا لیے پوچھا

ان کے شوہر کو ان حالات میں کیا ضروری کام آگیا جو وہ اتنے نازک موڑ پر "

"بیوی کے پاس نہیں ہیں؟

:مانی کی سرد آنکھوں میں غصہ اُمڈ آیا اور وہ کہنے لگا

ہاں مگر، یہ وقت اگر مگر کا نہیں ہے۔آپ کو آپ کے کام کی طرف توجہ دینی "

"چاہیے نہ کہ کسی کی ذاتیات میں دخل۔

نرس نے غصہ ظاہر کیا تھا۔

:ایمان یک دم معذرت کرتے ہوئے مانی کو دستخط کرنے کا کہہ کر بولی

!تم خود وقت برباد کر رہے ہو مانی"

"چلو دستخط کرو تا کہ وہ اپنا کام آگے بڑھائیں۔

"مگر آپی! میں کیسے؟"

اس نے حیرانی ظاہر کی تھی۔

"ہاں، بیٹا! یہ سوچنے کا وقت نہیں۔ ایمان ٹھیک کہہ رہی ہے تم دستخط کردو۔"
آیت کی ساس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

اب دستخط کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔ اس نے بات ماننے میں ہی بہتری سمجھی اور دستخط کر دیے۔

وہاں ساحر کے نکاح کی مکمل تیاری ہو چکی تھی۔

جہاں اداس لڑکی کو ہونا چاہیے گھر سے وداع ہونے پر اشک بار لڑکی کو ہونا چاہیے تھا، مگر یہاں سب اس کے برعکس ہو رہا تھا۔ ساحر کے آنسو اس کے گالوں پر موتیوں کی طرح چمک رہے تھے اور پھر اس کی ہلکی ہلکی داڑھی میں جذب ہو رہے تھے۔

آج اسے آیت کی محبت یاد آئی تھی، مگر اسے اپنی محبت سے کیا وعدہ ہر صورت نبھانا تھا، جیسے کیسے بھی اسے محبت میں یہ کڑوا گھونٹ پینا تھا۔

اس نے مولوی صاحب کے ساتھ تین دفعہ "قبول ہے"۔۔۔۔ دہرایا اور پھر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے سسک سسک کر رونے لگا۔

یہاں نکاح کے تین بول مکمل ہوتے ہی مانی نے سانول کو کال کر کے بتایا کہ:

"آیت کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔اور اب ماشاءاللہ دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔"

سانول کو سن کر بے حد خوشی ہوئی،وہ مزاحیہ انداز میں بولا:

"اچھا،یار! بہت مبارک ہو تمہیں۔تم ماموں بن گئے۔"



205.txt

(ادھوراپن)(205)(باسط بن مظہر راجپوت)

اس کے یہ الفاظ مانی کو ناگوار گزرے،اُس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔اس نے سنجیدگی سے کہا:

ہاں۔۔۔ہاں اڑا لے میرا انداق تمہیں حق ہے، مگر یاد رکھنا یہ محبت کی آگ ہے آج جس میں میں جل رہا ہوں۔اور تم کونسا امر ہوئے تھے عشق کی راہ میں؟

"ابھی تو تم بھی محبت کی منزل کے مسافر ہو۔

اس کا لہجہ اس کے اندر کے درد اور غصے کی صاف نمائندگی کر رہا تھا۔

:سانول ہنس مکھ انداز میں کہنے لگا

"ارے یار! تم تو برا مان گئے۔میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"

:اس نے گہری سانس لی

ہاں جو بھی ہے میں سب جانتا ہوں، بس تھوڑا انظار میں گھر آکر تم سے ملتا" ہوں۔" کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔

ہسپتال میں آیت کے والدین بھی پہنچ چکے تھے. جو بے حد پریشان تھے اپنی بیٹی کے لیے۔

شاہد صاحب نے پہلی فرصت میں ایمان سے آیت کا حال احوال دریافت کیا، پھر اپنے قدم زمین پر جماتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا۔اور اپنے نواسے اور بیٹی سے ملنے کی چاہت میں آگے جانے لگے۔

ساحر نے اپنی دوسری بیوی سے نکاح کے فوراً بعد اجازت طلب کی، پھر وہ آیت

اور اپنے بیٹے سے ملنے ہسپتال پہنچ گیا۔

اُسے وہاں دیکھ کر ایمان کا چہرہ اتر سا گیا، مگر آیت نے اس کا

ہاتھ تھام کر کہا:

آپی! بہت بری بات، ہمیں ساحر کے معاملات میں ایسا برتاؤ تو نہیں کرنا۔ یہ "

"ساحر کی اولاد ہے اور انہیں اپنے بیٹے سے ملنے کا پورا حق ہے۔

ایمان نے ہامی بھرتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ کر ساحر کو آگے آنے کا راستہ دیا،

جس کی ندامت بھری نگاہیں آیت کو گھور رہی تھیں۔

اُس کی آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر آیت کو کھو دینے کا ملال تھا۔

آیت یک دم مسکرائی، پھر کہنے لگی:

"شادی مبارک ہو، خدا آپ کو ہمیشہ خوش اور سلامت رکھے۔"

اُس نے دردمندانہ انداز میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"مگر وہ خوشی تمہارے بغیر کیسے میسر ہو گی؟ اور میرا بیٹا؟"

اب کی بار اس کی نگاہیں آیت کی گود میں موجود اپنے بچے پر تھیں۔

206.txt

(ادھوراپن)(206)(باسط بن مظہر راجپوت)

:آیت نے بچہ آگے بڑھاتے ہوئے کہا

"اس سے مل سکتے یہ ہمارا بیٹا۔ یہ میرے ساتھ ہی رہے گا، مگر آپ جب چاہیں اس ہیں۔ آپ کو کوئی روک نہیں سکتا۔"

آیت نے بڑے احسن طریقے سے وقت کی نذاکت کو سمجھا اور اپنا فیصلہ بھی سنا دیا تھا۔ جس پر شاید ہی کسی کو کوئی اعتراض ہوا ہو۔

:پل بھر کی خاموشی کے بعد آیت نے کہا

آج میں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں، خدا نے یہ نعمت عطاء کر کے ہمارے "

محبت کے رشتے کو مزید خوبصورت اور پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیا ہے۔ اور

میرے دکھوں اور صبر کا پھل بھی مجھے عطاء کر دیا ہے۔

"ہاں، مگر من چاہی چیز کو کھو کر پانے میں دیر تو لگتی ہے۔

ساحر نظریں جھکائے سب سن رہا تھا اور اپنے بیٹے کا دیدار کر کے مسکرا رہا تھا۔

:اس نے آیت کا شکریہ ادا کیا اور کہا

میں دعاء کروں گا میں نے جو بے خیالی میں کھو یا وہ مجھے لوٹا دیا جائے۔ اور وعدہ "

"کرتا ہوں اب کی بار میں اپنی من چاہی اس محبت کا بے حد خیال رکھوں گا۔

:ساحر نے بچے کو پیار بھرے انداز میں دیکھ کر پوچھا

"اچھا، آیت! مجھے یہ تو بتاؤ ہمارے بیٹے کا نام؟ نام کیا رکھیں اس کا؟"

:وہ اسے گھور کر مسکرائی پھر کہا

آپ شاید بھول گئے ہیں، مگر میں اپنے کیے وعدے نہیں بھولی۔ اس کا نام "

"رکھنے کے پہلے حق دار آپ ہی ہیں۔

پھر اس نے ماضی کے وہ پل ساحر کو یاد دلائے جب وہ ہر پل، ہر دفعہ کچھ نئے

وعدے اور ارادے کیا کرتا تھا۔

اس نے گہری سوچوں میں کھوئے ہوئے ساحر کو متوجہ کرنے کے لیے چٹکی بجا کر

: کہا

"آپ ہمارے بچے کا نام خود تجویز کریں، کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

اس نے اپنے ارد گرد نگاہیں دوڑائیں جہاں سے اُسے ساس سسر کا بھی مثبت

اشارہ مل گیا۔

: ایک لمحے کے لیے اس نے کچھ سوچا پھر بڑبڑایا

-ہاں، یہ ٹھیک رہے گا"

"عبداللہ۔۔۔عبداللہ نام ٹھیک رہے گا۔

یہ سن کر آیت اور اس کے والدین مسکرائے اور یک زبان ہو کر کہا: "ماشاءاللہ،

" بہت پیارا نام ہے۔

: شاہد صاحب نے کہا

: خدا مبارک کرے۔" پھر ساحر سے کہنے لگے "

"اچھا، بیٹا! اب تمہیں گھر جانا چاہیے۔ وہاں کوئی تمہارے انتظار میں ہے۔"

207 .txt

(ادھوراپن)(207)(باسط بن مظہر راجپوت)

ان کا اشارہ اس کی دوسری بیوی کی طرف تھا۔

اس نے حیران کن انداز میں سسر کو دیکھ کر کہا:

"مگر وہ میں۔۔۔۔"

"ساحر! اگر مگر کچھ نہیں۔ بابا بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

آیت نے اسے ٹوک کر کہا تھا اور مزید یہ بھی کہ ۔۔۔ "ویسے بھی جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں اس سب کی کوئی گنجائش اب نہیں رہی۔ میرے لیے میرے والدین کافی ہیں اور یہ میں کہہ رہی ہوں۔ آپ کو ابھی جانا ہو گا۔"

ساحر کے چہرے پر مایوسی چھانے لگی تھی، مگر اب اس کے بس میں کچھ نہیں تھا، سوا اسے محبوب کے حکم کے آگے سر جھکانا پڑا۔ وہ مشکل سے ہی سہی مگر گھر کو لوٹ گیا۔

★☆...☆★

سانول بھی شادی کے بعد تمام تر کام اور لین دین نمٹا کر رات کے گیارہ بجے مانی کے گھر آ چکا تھا۔

مانی اپنے کمرمیں بے حد سنجیدگی سے ٹہل رہا تھا۔ اس نے سانول کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کچھ برہمی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"ہاں، بھئی! یہ کیا مذاق چل رہا تھا فون پہ؟"

تم سے اس قسم کے مذاق کی امید نہیں تھی۔ تم تو خود محبت کی آگ میں سلگنے والے ایک شعلے ہو تو کیا کسی بھی محبت کرنے والے کو اپنی طرح راکھ کر ڈالو "گے؟

وہ بالکل خاموش رہا جسے مانی گھورتے ہوئے جواب مانگ رہا تھا۔ وہ چند لمحات کے لیے بے چارگی کے عالم میں مانی کو دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا:

دیکھ، یار! زندگی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک مکمل اور دوسری ادھوری۔ اور" "! میرا مقصد ہرگز تمہاری دل آزاری کرنے کا نہیں تھا۔ سوری

وہ بالکل خاموش ہو چکا تھا۔

مانی نے یہ کہتے ہوئے اسے پانی کا گلاس پیش کیا:

کوئی بات نہیں یار! مگر میں دن بھر بہت الجھا رہا ہوں۔ اس لیے میرے لہجے" "میں کچھ کڑواہٹ بھر آئی ہے۔ چل چھوڑ نا، کچھ سیکھ ہی حاصل کر لیتے ہیں۔

وہ تجسس بھرے انداز میں کہہ کر زمین پر بیٹھ گیا، پھر مزید کہا:

"مجھے بتا یہ ادھوری زندگی کا کیا مطلب ہے؟"

اس نے پانی کی پیش کش قبول کی اور پوچھنے لگا:

"پہلے مجھے یہ بتاؤ تمہیں مکمل زندگی کیا ہے کچھ معلوم ہے؟"

:وہ یک دم ہڑبڑایا تھا

!ہاں شاید۔۔۔۔"

مکمل زندگی وہ ہوتی ہے جس میں انسان اپنی من چاہی مرادیں اور خواہشات پالیتا

"ہے،اور۔۔۔۔

:سانول نے اس کی بات رد کردی

بالکل نہیں۔خواہشات اور من چاہی مرادیں پالینے کا نام زندگی نہیں ہے۔""""

سانول پھر اپنے سوال پر تبصرہ کرنے لگا۔

208 .txt

حقیقی اور مکمل زندگی وہ ہے جو انسان کے دل میں دوسروں کا احساس پیدا"
کرے ،انسان اپنے ہر قول و فعل سے دوسروں کو خوشیاں عطاء کرے اور اپنی
خواہشات ادھوری چھوڑ کر زندگی کے اصل مقصد کو حاصل کرنے کے لیے
کوشاں ہو۔
اس دنیا میں کوئی شخص اپنی زندگی مکمل نہیں کر پاتا جب تک کہ وہ اپنے رب کو
"نہیں پالیتا،اور اپنی زندگی اس کے احکامات کے عین مطابق نہیں بنالیتا۔۔۔۔
عادت سے مجبور مانی یک دم بولا؛
ہاں، یار! واقعی زندگی کا اصل مقصد تو یہی ہونا چاہیے۔ مگر افسوس! ہم تو بس"
"دنیاوی محبتوں کے پیچھے اپنی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔
مانی کی آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی وہ ہر بار کی طرح آج بھی سانول کی باتوں
سے کافی متاثر ہوا تھا۔
:سانول نے گہری سانس لے کر کہا

نہ۔۔۔نہ، مانی! محبت کرنا غلط نہیں ہے، بلکہ رب تو ہماری نیتیں دیکھتا ہے۔"

ہاں مگر، محبت پانے کا اصل مقصد جائز ہونا چاہیے نا کہ صرف من کی شانتی۔ پھر

یہ محبت ہمیں کہاں سے کہاں لے جاتی ہے ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

"محبت چاہے پروردگار سے ہو یا اس کی مخلوق سے، ہوتی تو محبت ہی ہے۔

:یہ سن کر مانی کے لہجے میں اداسی چھانے لگی

یار! مجھے اتنی مشکل باتیں سمجھ نہیں آتیں، مگر میں نے محبت کرنے میں کوئی"

"کثر باقی نہ چھوڑی تھی۔

:سانول نے اسے تسلی دی

ہاں، سچی محبت کبھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ انسان کے لیے آزمائشوں کا سبب بنتی"

ہے۔" کہہ کر وہ اپنے ہاتھوں کو یوں مسلنے لگا جیسے وہ کسی بے چینی میں ہو۔

مانی کچھ پل اُسے گھورتا رہا اور موقع کی مناسبت سے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بنا پو

:چھنے لگا

اچھا، تو پھر تمہاری اور دعا کی محبت کا کیا بنا؟ اس نے موسیٰ کے متعلق کچھ بتایا تھا"

"یا نہیں؟

:وہ گہری سوچوں میں مگن تھا، پھر اس کی خاموشی ان لفظوں پر ٹوٹی

مانی! محبت قربانیاں مانگتی ہے۔اور جب ہم کسی اپنے کی خاطر قربانی دیتے ہیں تو"

اس کا اپنا ہی ایک مزہ ہوتا ہے۔

"دعا کی داستان کا اگلا پہلو کچھ یوں تھا۔



موسیٰ کی فیملی سے میری پہلی ملاقات میری سوچ سے بالکل مختلف تھی۔اس کی آپی درد کو سمجھنے والی دوست تھیں۔انہوں نے مجھے پہلے روز ہی اپنی دوست تسلیم کرلیا تھا جس کی بدولت مجھے بھی سکون حاصل ہوا۔

209.txt

(ادھورا اپن)(209)(باسط بن مظہر راجپوت)

چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور اپنے تحفظات اور حدشات سے مجھے آگاہ کرنے لگی تھیں:

"دعا! میرا بھائی بہت ہی معصوم، ناسمجھ اور ضدی ہے۔

جب وہ کسی ضد کو خود پر حاوی کر لے تو سمجھو وہ اسے حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ مجھے تم دونوں کی جوڑی بے حد پسند آئی ہے۔

مگر ہمارے ڈیڈ۔۔۔ ڈیڈ الگ ہی سوچ کے مالک ہیں۔ مجھے نہیں لگتا وہ کبھی تم دونوں کے رشتے کو تسلیم کریں گے۔ میں تمہیں دھمکا نہیں رہی لیکن تمہیں کسی اندھیرے میں بھی نہیں رکھنا چاہتی۔

میں جانتی ہوں اس سب میں تم یا موسیٰ قصوروار نہیں ہو، مگر ڈیڈ کے اصول اور قاعدے بے حد مختلف ہیں۔ وہ موسیٰ کے لیے بہت الگ سوچ اور رائے رکھتے ہیں، کیونکہ وہ اس گھر میں سب کا لاڈلا ہے۔ دعا! میں وعدہ کرتی ہوں مجھ سے جو کچھ ہو سکا تم دونوں کے لیے کروں گی، مگر تم دونوں کو بھی میرا ساتھ دینا

ہو گا۔ موسیٰ نادان ہے وہ ہر فیصلہ جذبات میں کرتا ہے، مگر تم بہت سمجھ دار ہو۔

"جہاں تک میں جانتی ہوں۔

انہوں نے مجھے ایک قابل شخصیت سمجھنے کی حیثیت سے اپنی رائے میرے سامنے رکھی تھی۔

میں نے انکاہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیااور یقین دلایا کہ میں کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گی جو کسی کے لیے بھی باعث شرمندگی ہو۔

نہ جانے کیوں ان کی باتیں مجھے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لیے مجبور کر رہی تھیں۔

مجھے اب ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا تھا۔ میں اب اِس راستے سے پیچھے ہٹنے کا تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی، مگر مجھے اتنا ضرور سوچنا تھا کہ میں ایک بہترین دوست اور بہن کا بھروسہ نہیں توڑ سکتی۔

وہ مسکرا کر بس مجھے گھور رہی تھیں، جیسے مجھ سے اُنہیں کافی امیدیں تھیں۔

210 .txt

(ادھوراپن)(210)(باسط بن مظہر راجپوت)

ثانیہ چونکہ میری کزن اور بچپن کی دوست تھی اس لیے ہم دونوں ہمیشہ ایک ساتھ ہی رہی ہیں۔ میں اور وہ بوتیک میں ایک ساتھ تھیں جب میں نے اُسے خوشخبری سنائی کہ:

"موسیٰ کی آپی ہم دونوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں اور وہ بہت اچھے اخلاق کی مالکن ہیں۔"

یہ سن کر وہ یوں دیوانہ وار خوشی سے اچھلنے لگی، جیسے میں کہیں اس کی بات پکی کر کے آئی ہوں۔

میرا موسیٰ سے رابطہ فون پر بہت کم رہتا تھا۔ ہمیں جب بھی ملنا ہوتا یا بات کرنی ہوتی، میسیجز کے ذریعے ہی بات کرتے تھے۔

اسے مجھ سے اس قدر گہری محبت ہو چکی تھی کہ جب وہ مجھے کال کرتا تو بس کہتا تھا:

"دعا! پلیز کال کاٹنا مت۔ مجھے تمہاری دھڑکن سن کر ہی سکون مل جاتا ہے۔ اور اس سارے وقت کے دوران میں تمہیں اپنی سانسوں سے زیادہ قریب محسوس کرتا ہوں۔"

وہ بہت سی باتیں کرتا اور میں مسکرا کر صرف سنا کرتی تھی۔ اس کی آواز میری روح کی غذا بن چکی تھی۔

ابھی ہماری دوستی کو کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ ایک دن اس نے میسیج کیا۔

"دعا! میں اور آپی باہر جا رہے ہیں اور تمہیں بوتیک سے پک کر لیں گے شام میں، تیار رہنا۔"

میں کچھ سوچ بچار کر پاتی کہ اس کی کال بھی آ گئی۔

"ہیلو دعا! تم جانتی ہو آج ہماری محبت کا پہلا امتحان ہے۔اس لیے میں نے تمہارے لیے چوڑیاں خریدی ہیں، جو تمہیں بے حد پسند ہیں۔اب تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ تم جو ڈریس پہن کر آؤ اگر اس کا رنگ چوڑیوں سے میچ ہوا تو مطلب یہ پہلا امتحان پاس۔ مطلب یہ کہ ہم دیکھتے ہیں ہماری سوچ کتنی ملتی ہے۔"



211 .txt

(ادھوراپن)(211)(باسط بن مظہر راجپوت)

وہ جتنا معصوم تھا اس کے کام اتنے ہی مختلف۔ وہ الگ ہی سوچ کا مالک تھا۔

پلیز! برامت منانا یہ کوئی شرط نہیں ہے۔ صرف دلوں کا حال جاننے کی ایک "
"سمجھ لینا۔ 'trick'

"پھر اس نے یک دم پوچھا۔ "تم سن رہی ہو نا؟

اگلے ہی لمحے قہقہہ لگا کر خود ہی کہنے لگا۔ "ہاں، تم لازمی سن رہی ہو۔ اس لیے تو
"میری سانسیں چل رہی ہیں۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ محبت میں حد سے گزر جاتا میں نے کال کاٹ دی تھی۔

مجھے اس کی باتوں سے خوف آنے لگا تھا۔ اسے کھو دینے کا خوف، جو محبت میں ہر
اذیت سے بڑا دکھ ہوتا ہے۔

اس محبت کے امتحان کی تیاری نہ ہونے پر میں گہری سوچوں میں گم صم ہو گئی۔

اور جب سامنے لگے آئینے میں خود کو دیکھا تو میرا رنگ زرد پڑ چکا تھا اور پیشانی پہ
پسینے کی پھوار امڈنے لگی تھی۔

:ثانیہ میرے نزدیک آئی اور میرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے پوچھنے لگی

سب خیریت تو ہے میری جان! کیا ہوا کوئی پریشانی ہے ؟"

"لگتا ہے شہزادی صاحبہ کو شہزادے نے کسی بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے۔

اس نے اندازہ لگایا تھا، جو بالکل درست تھا۔

میں نے اپنی نظریں اوپر اٹھائیں اور گردن ہلاتے ہوئے ہامی بھری۔

212.txt

(ادھوراپن)(212)(باسط بن مظہر راجپوت)

:وہ مسکرائی تھی

اوہ، مگر میری جان! پریشان مت ہو۔ میں ہوں نا۔"

"مجھے بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟

:میں نے کپڑوں کی الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے انداز میں پوچھا

"بتاؤ پھر کیا پہن کر جاؤں؟"

:میرا لٹکا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ پھر سے مسکرائی اور پوچھا

"تمہیں خود پر یقین ہے نا؟"

میں نے پھر سے گردن ہاں میں ہلائی۔

:اس نے مجھے الماری کے سامنے کھڑا کر دیا پھر کہنے لگی

بس اپنی آنکھیں بند کرو اور جس جوڑے کے سامنے میں تمہیں روک دوں، "

سمجھ جانا وہی تمہارے اس امتحان میں تمہاری

"کامیابی کی کنجی ہے۔

میں آنکھیں بند کر کے الماری کے سامنے کھڑی ہو گئی۔اس نے مجھے گول گول

:گھمایا اور پھر ایک سمت پر روک کر بولی

کیا تم نے سوچ لیا ہے؟"

"اگر ہاں تو اپنی آنکھیں کھولو۔

میں نے گہری سانس لی اور پھر آہستہ آہستہ آنکھیں کھول لیں۔

مگر میری دھڑکنیں میرے بس میں نہیں تھیں۔

میں نے جب سامنے دیکھا تو ایک سفید رنگ کا جوڑا تھا۔ جسے دیکھ کر میں نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور مایوس ہو کر زمین پر ہی بیٹھ گئ۔



213.txt

(ادھوراپن)(213)(باسط بن مظہر راجپوت)

:ثانیہ بھی میرے سامنے بیٹھ کر بولی

دیکھو، میں جانتی ہوں یہ جوڑا محبت کے رنگین رنگوں میں سے نہیں ہے، مگر" اس رنگ کو محبت کے سبھی رنگ چڑھ ضرور جاتے ہیں۔ اور جب تم نے موسیٰ کو پہلی نظر میں پسند کیا تھا اس وقت بھی تو تم نے یہی جوڑا پہن رکھا تھا۔

پھر آج کیوں نہیں ؟

"مجھے یقین ہے تم اس جوڑے میں خوب سجو گی۔

میرا دل تو مطمئن نہیں تھا۔

بہر حال اُس کے بے حد اصرار پر میں نے وہ جوڑا پہن لیا تھا۔

وہ مجھے دیکھ کر باولی سی ہو گئی اور میری نظر اتارنے لگی۔

میں نے بمشکل اسے یہ سب کرنے سے روکا، پھر ہم دونوں باہر جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔

میں بہت ہی الجھن کا شکار تھی اور ڈر بھی لگ رہا تھا کہ نہ جانے کیا ہو گا؟ میں کیسے اس کا سامنا کر پاؤں گی اور اگر اس امتحان میں فیل ہوئی تو محبت پر کیسا اثر پڑے گا وغیرہ وغیرہ؟

دوپہر دو بجے کا وقت تھا جب موسیٰ کا میسج آیا تھا۔

میں نے لوکیشن واٹس ایپ کر دی ہے پلیز ثانیہ کو لیے پہنچ آؤ۔ ہماری گاڑی"

"راستے میں خراب ہو گئی ہے۔

میں کچھ ہی دیر میں اس کے بتائے پتہ پر پہنچ گئی تھی ثانیہ کے ساتھ۔

میں گاڑی سے اتر کر نقاب کرنے لگی تھی کہ اچانک میری نظر موسیٰ پر پڑی جو کچھ فاصلے پر اپنی گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔

214.txt

(ادھوراپن)(214)(باسط بن مظہر راجپوت)

میں نے ثانیہ کو اشارہ کیا، پھر ہم دونوں اسی طرف چلنے لگیں۔

اس کی گاڑی کے پاس پہنچ کر ثانیہ نے گلا کھنکارا، تو وہ یک دم پیچھے مڑ کر اپنی شرٹ کی سلوٹیں نکالنے لگا اور میرے نزدیک آ کر حیران کن انداز میں بولا:

"ہائے! میں صدقے تھیواں، اے چن دا ٹوٹا۔ آئے۔۔۔ سبحان تیری قدرت، للہ نظر بد سے بچائے۔ آج دن میں اتنا پر نور اور روشن چاند دیکھنے کو مل گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا، کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔"

اس نے ایک لمحے میں یہ سب کہہ ڈالا تھا۔

میں خوف زدہ انداز میں کھڑی یہ سوچ رہی تھی کہ اس کی لائی چوڑیوں کا رنگ نہ جانے کیسا ہو؟

مگر اب جو ہو سو ہو گا، میرا جوڑا اور عبایا سفید رنگ کے ہی تھے۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی نظریں جسم سی گئیں، وہ بالکل اسٹیچو لگ رہا تھا۔

عائشہ آپی نے اس کی اس حرکت پر غصہ ظاہر کرتے ہوئے اسے جھنجھوڑ کر کہا:

"اب اگر نیند پوری ہو گئی ہو تو چلیں؟"

وہ بوکھلا گیا:

"ہاں۔۔۔ ہاں، ہم یہاں کیوں ہیں؟"

اس نے پھر سے مجھے گھورتے ہوئے مزید کہا۔۔۔ "واہ! کیا بات ہے، سفید لباس۔"

پھر وہ ایک منٹ رکنے کا کہہ کر اپنی گاڑی کی جانب چل پڑا۔

آپی نے اُس کی اس حرکت پر اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا تھا:

"اُف! یہ لڑکا بھی نامصیت ہے ایک قسم کی، بالکل بچوں جیسا برتاؤ کرتا ہے۔"

اسی دوران وہ اپنے ہاتھ پشت کے پیچھے چھپائے کچھ لیے ہماری طرف بڑھا۔ وہ میرے روبرو ہو کر بولا:

"دعا! اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ پلیز!"

میں نے ڈر کے مارے اپنی گردن نفی میں ہلا دی تو اس نے چوڑیاں آپی کو دے کر کہا:

"آپی! لگتا ہے وہ شرما رہی ہے، آپ ہی پہنا دیں۔"

انہوں نے دوٹوک انداز میں منع کر دیا:

"نہیں! تم اس کے ہاتھ میں دے دو وہ خود پہن لے گی جب اس کا دل چاہے گا۔"

215.txt

(ادھوراپن)(215)(باسط بن مظہر راجپوت)

: یہ سن کراس کا چہرہ مرجھا گیا۔اس نے معصومیت میں کہا
"آپی! میں اس کی کلائی پر ابھی چوڑیاں سجی دیکھنا چاہتا ہوں۔پلیز! اسے کہیں ابھی پہن لے۔"
اس کے قدرے اصرار پر میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر پلکوں کے اشارے سے پہنانے کا کہا تھا۔
پہلے تو وہ حیران ہوا، پھر پلکیں جھپکے بنا مجھے دیکھنے لگا،اور پھر آپی کو یوں دیکھنے لگا جیسے وہ اجازت مانگ رہا ہو۔
اسے اجازت مل گئی تو جیسے اس کی جان میں جان آئی تھی۔

:اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرا ہاتھ تھامے یک دم آنکھیں پھاڑ کر بولا

واؤ! مہندی؟ مہندی مجھے بہت پسند ہے۔"

"کس نے لگوائی، بہت پیاری لگ رہی ہے۔

:کچھ فاصلے سے آپی نے اسے گھور کر کہا

"چل جھوٹا، مجھے تو کبھی لگانے نہیں دی کہ تمہیں پسند نہیں ہے۔"

:اس نے بات گھمانے کی کوشش کی تھی

ہاں۔۔۔ہاں، مگر آج سے پسند ہے۔اب سے آپ بھی لگانا۔" کہہ کر وہ ہنسنے" لگا۔

اچھا! اب یہ فضول بحث چھوڑو۔" آپی نے جواباً اسے جھڑکا تھا۔" جلدی سے" "چوڑیاں پہناؤ وہ تھک چکی ہے۔

پلک جھپکتے ہی اس نے میرا ہاتھ اپنے خوبصورت ہاتھوں میں تھام لیا۔اس وقت جو خوشی کی جھلک میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھی تو مجھے دلی سکون محسوس ہوا تھا۔

لیکن میرا امتحان ابھی باقی تھا سو میں خوف زدہ بھی تھی۔

جب میں نے اس کے ہاتھوں میں چوڑیوں کا رنگ دیکھا

تو میں نے اک آہ بھری اور سکھ کی سانس لی، کیونکہ سفید چوڑیاں۔۔۔ مطلب محبت کا پہلا امتحان پاس۔ بقول موسیٰ کے۔

میری نگاہیں آسمان کی جانب اٹھ گئیں، میں نہ جانے کن خیالات میں گم صم تھی۔

"چوڑیاں کیسی لگیں؟ کیا تمہیں بھی سفید رنگ پسند ہے؟"

مجھے یہ محسوس بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے کب مجھے چوڑیاں پہنا دی تھیں، مگر اُس کے کسی بھی سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں حیران کن انداز میں اسے دیکھنے لگی، چاروں طرف بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوئی جواب نہ ملنے پر وہ کچھ مایوس ہوا اور ہلکی سی مسکراہٹ سجائے کہنے لگا:

ہاں، کوئی بات نہیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری مجبوری۔"

216.txt

(ادھوراپن)(216)(باسط بن مظہر راجپوت)

تمہیں سوچنے کے لیے وقت چاہیے ؟

"جتنا چاہو وقت لے لو۔میں تمہارا انتظار کروں گا۔

کچھ لوگوں کے پل بھر کے انتظار کی سوچ ان کی خواہش کے طور پر عمر بھر کے انتظار میں بدل دی جاتی ہے۔

وہ آگے بڑھ رہا تھا اور میں اُسے دیکھ رہی تھی۔اُسی لمحے مجھے کچھ یاد آیا تو میں اسی کی طرف لپکی،اس کا ہاتھ پیچھے سے پکڑ کر ہانپتے ہوئے اس کی دی ہوئی چوڑیوں کو چوم کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے گردن ہاں میں ہلا دی۔

:وہ مجھے خاموشی سے گھورتا رہا، پھر کہنے لگا

اچھا، دعا! مجھے بھی کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیں جسے دیکھ کر مجھے محبت کا ہر پل" یاد رہے، خاص طور پر یہ لمحہ۔

: میں نے حیران کن انداز میں اشارتاً پوچھا

"مگر کیا؟"

اس نے ایک پل کے لیے کچھ سوچا، پھر میرے ہاتھ میں موجود چابی کو دیکھنے لگا۔

:ثانیہ کہنے لگی

"مگر یہ تو گاڑی کی چابی ہے۔"

: وہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا

وہ تو مجھے بھی نظر آرہی ہے، مگر مجھے کی چین چاہیے۔ دعا! یہ تمہارا نام زندگی" بھر میرے ساتھ رہے گا۔ اگر تم برا نہ مناؤ تو پلیز! نشانی کے طور پر مجھے دے "دو۔

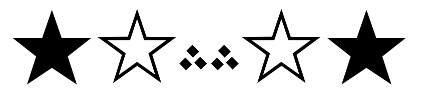
میں نے کی چین اُسے دے دیا جو لے کر وہ خوشی سے اچھلنے لگا تھا۔

: آپی نے اُسے جھنجھوڑا تھا

"موسیٰ! ہوش میں آؤ، اور اسے جیب میں ڈالو۔"

اس نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کی چین چوم کر جیب میں ڈال دیا اور بے حد خوش نظر آرہا تھا وہ۔

میرے بس میں نہیں تھا کہ اس لمحے کو دل کی کسی دیوار پر کرید لوں اور یہ وقت تھم سا جائے۔



دعا کی دی ہوئی ڈائری مکمل کر کے میں نے ثانیہ سے ملاقات کی تھی اور اس کے متعلق مزید جاننا چاہا تھا کہ:

"وہ مجھ سے معافی کیوں مانگ رہی تھی؟ اور اتنا سب مجھ سے چھپائے کیوں رکھا تھا؟"

ثانیہ نے کہا:

"سانول! یہ معافی اس کے لیے تھی جو کچھ عرصہ پہلے اس نے تمہاری محبت کو ٹھکرایا تھا، مگر وہ تمہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ میرا مطلب جب تک تم صرف اس کے دوست بن کر رہے اس نے خوب نبھائی، مگر تمہارے اظہار محبت نے اُسے توڑ کر رکھ دیا تھا، کیونکہ وہ موسیٰ کے سوا اپنی زندگی میں کسی اور کی محبت کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ دوسرا یہ کہ کہیں اس کی وجہ سے دو بہترین دوست کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔

217.txt

(ادھوراپن)(217)(باسط بن مظہر راجپوت)

ممکن ہے کچھ دنوں میں اس کی شادی کی تاریخ بھی پکی ہو جائے۔ گزرے چند
"دنوں میں اس کے بہت سے رشتے بھی آچکے ہیں۔
مکمل خاموشی سے اب تک میں ساری گفتگو سن رہا تھا۔
:مگر شادی کی بات سن کر مجھے جھٹکا لگا تو میں چلایا
"مگر کس سے؟"
:وہ نظریں جھکائے کہنے لگی
"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ہاں، مگر تم سے تو نہیں۔"

: میں اداسی میں مسکرا کر بولا

"اتنا تو مجھے بھی معلوم ہے۔ایسی شہزادی مجھ جیسے فقیر کی قسمت میں کہاں۔"

:اُس نے مجھے تسلی دینے کی کوشش میں کہا

ایسی بات بالکل نہیں ہے۔سانول! تم بھی کسی شہزادے سے کم نہیں ہو، مگر"

"کچھ شہزادیاں بھی بد قسمت ہوتی ہیں۔ جیسے دعا۔

: میں نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا

ایسا تو نہ کہو ثانیہ! اس نے جس انسان کا انتخاب کیا ہے وہ حقیقتاً شہزادہ ہے۔"

"اور اس کے لیے یہ محبت تو کیا میری جان بھی قربان۔

:ثانیہ نے مجھے گھور کر گویا ہوئی

" !ہاں، انتخاب تو اچھا ہے، مگر تب جب وہ دونوں ایک ہو جائیں۔ کاش"

★☆...☆★

-: آج سے دو سال پہلے

دعا سے اس ملاقات کے کچھ دن بعد موسیٰ ایک شام عائشہ کے کمرے پر دستک

دے رہا تھا۔

:اندر سے آواز آئی

"آجاؤ کیا کام ہے؟"

:وہ اندر داخل ہوتے ہی بولا

آپی! آج ڈیڈ بہت خوش لگ رہے ہیں، اور مجھے آپ کو لینے کے لیے بھیجا ہے۔"

"وہ کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔

:عائشہ نے ہاتھ میں موجود کتاب پلنگ کے بائیں طرف کی میز پر رکھ کر پوچھا

"موسیٰ! سب خیریت تو ہے؟ آج ایسی کونسی ضروری بات کرنی ہے ڈیڈ نے؟"

:وہ شانے اچکاتے ہوئے لاعلمی میں بولا

آپی! مجھے نہیں پتا، مگر آج ہم دُعا کے متعلق سب بتا دیں گے۔" عائشہ نے"

:اُسے غصے سے گھورتے ہوئے اپنا سر نفی میں ہلایا

خدا کا واسطہ ہے ابھی ایسا کچھ مت کرنا، وہ بہت ہی معصوم ہے۔ اور ڈیڈ کا تمہیں"

پتا بھی ہے یوں اچانک وہ اس کا ذکر بھی سننا برداشت نہیں کریں گے۔

218.txt

(ادھوراپن)(218)(باسط بن مظہر راجپوت)

کچھ دن صبر کرلو میں موم سے بات کر کے اس معاملے کو آگے بڑھاؤں گی۔
پلیز! جلد بازی نہ کرو سب جیسے چل رہا ہے چلنے دو۔اور میں صالح بھائی سے
"بات کروں گی تب سب کچھ آسانی سے ہو جائے گا۔
عائشہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک لمبی سی تقریر اسے سنائی تھی۔

:اب وہ پریشانی کے عالم میں اسے دیکھنے لگا
"ہاں، مگر وہ ابھی پاکستان میں نہیں ہیں۔"
:اس نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور اس کے بالوں کو پیار سے سہلاتے ہوئے کہا

تو کوئی بات نہیں۔ میں آج رات ہی فون پہ اُن سے تفصیلی بات کروں گی، مجھے " یقین ہے وہ ہمارا ساتھ ضرور دیں گے۔ "کہہ کر اس نے پوچھا۔ "اب چلیں ڈیڈ " کے پاس؟

لان میں آتے ہی عائشہ نے سلام کیا۔

حامد صاحب نے جواب کے ساتھ ہاتھ کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کو کہا۔

:موسیٰ الٹے پاؤں اندر کی جانب جانے لگا، تب اس کے ڈیڈ نے اسے متوجہ کیا

موسی! آپ بھی یہاں بیٹھ جائیں۔ ہمیں آپ کے متعلق ہی کچھ بات کرنی " ہے۔"

"مگر میرا ابھی کسی سے بات کرنے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔"

اس نے لاپروائی دکھائی اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

حامد صاحب اس کے اس رویے سے کافی برہم ہوئے۔

"اسے کیا ہوا؟ پہلے تو کبھی ایسی حرکت نہیں کی اس نے؟"

:ان کی پریشانی دیکھ کر عائشہ یک دم جگہ سے اٹھ کر بولی

ڈیڈ! کوئی خاص وجہ نہیں ہے، بس وہ مجھ سے ناراض ہے۔اس لیے اس کا موڈ"
"!آف ہے آج۔ سوری

اُس نے معاملے کو کچھ سلجھانا چاہا اور معذرت کرتے ہوئے اس کے کمرے میں چلی گئ۔

وہ دروازہ کھولے پلنگ پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔

:عائشہ نے تلخ لہجے میں پوچھا

موسیٰ! یہ کیا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا؟ جانتے تو ہو سب تم سے کتنی"
"محبت کرتے ہیں؟۔۔۔

وہ سہمے ہوئے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

تم یہ سب کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

ابھی چلو اور ڈیڈ سے سوری بولو، نہیں تو میں تمہارا بالکل بھی ساتھ نہیں دوں
"گی۔

عائشہ نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

موسیٰ کو اپنی غلطی کا احساس بھی تھا اوپر سے عائشہ کا غصہ۔

اُس نے پہلے عائشہ سے معذرت کی، پھر نظریں جھکائے اپنے ڈیڈ کے سامنے حاضر ہوا:

"ڈیڈ سوری! آگے سے کبھی ایسا نہیں ہو گا، پلیز معاف کر دیں۔"

اُسے غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ حامد صاحب کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا تھا۔ اُنھوں نے باہیں پھلائے اُسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور گلے لگا کر ماتھا چوم کر گویا ہوئے:

"کوئی بات نہیں بیٹا! مگر اب آپ بڑے ہو چکے ہو۔ معلوم ہے نا؟"

اس نے ہامی بھری اور گھبراہٹ کا شکار ہو گیا۔

حامد صاحب نے اُسے بغور دیکھ کر کہا:

(ادھوراپن)(219)(باسط بن مظہر راجپوت)

"بیٹا! آپ وہاج اور اریحہ کو کیوں تنگ کرتے ہو؟اور کالج بھی نہیں جارہے ؟"

:اس نے معصومانہ انداز میں کہا

ڈیڈ! کچھ دنوں سے میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔اور آپی مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے "

" بھی نہیں دیتیں۔

:حامد صاحب نے اُسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا

مگر، میری جان! وہاج تک تو ٹھیک ہے، لیکن اریحہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔آپ "

"کو خیال کرنا چاہیے۔

:اس نے معافی مانگتے ہوئے بتایا کہ

وہاج نے میرے بائیک کی لائیٹ توڑ دی تھی۔میں اس کے ساتھ لگا تھا کہ پانی "

"اریحہ پر گر گیا۔میری غلطی ہے، مگر میں نے جان کر نہیں کیا تھا۔

وہ بیچارگی میں اپنی غلطی تسلیم کر کے نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

:حامد صاحب مسکرادیے اور کہا

"چلو ٹھیک ہے، مگر آپ نے بھابی کو سوری بولا یا نہیں؟"

:ایمان آگے بڑھ کر کہنے لگی

ڈیڈ! اس نے تو سوری بولا تھا، مگر عائشہ نے اپنا سارا غصہ اس کو ڈانٹ کر نکال "

"لیا تھا۔

:ایک پل کی خاموشی کے بعد انہوں نے بات ختم کرتے ہوئے کہا

"اچھا، بچو! آگے سے ایسا کچھ نہیں کرنا، نہیں تو میں بہت ناراض ہوں گا۔"

عائشہ اور موسیٰ نے یک زبان ہو کر اپنے کیے پر معافی مانگ لی اور یقین دہانی کرائی

کہ آئندہ خیال رکھیں گے۔

عائشہ نے ڈانٹ نہ پڑنے پر سکھ کی سانس لی، پھر خاموشی سے بیٹھ گئی۔

:موسیٰ کو حامد صاحب نے اپنے پاس بلایا

"بیٹا! یہاں آؤ تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔"

وہ پہلے تو حیران ہوا، پھر اچانک سے اُسے کچھ یاد آیا۔

تمام گھر والوں کی نظریں اب حامد صاحب پر تھیں جو اپنا فیصلہ سنانے کے لیے

تیار تھے۔

:موسیٰ ایک پل کے لیے خاموش رہا، پھر یک دم بولا

"ڈیڈا کیا آپ میری سپورٹس کار آرڈر کر آئے ہیں؟"

حامد صاحب نے بغور اُسے دیکھا، پھر اپنی گردن ہاں میں ہلادی۔ موسیٰ نے تو جیسے آسمان چھو لیا ہو۔

:اب وہ کچھ سنجیدہ لہجے میں کہنے لگے

"مگر بیٹا! میری بات تو سن لو۔۔۔اصل خوشخبری یہ نہیں تھی۔"

:وہ پھر سے الجھن کا شکار ہو گیا

"ڈیڈ! تو پھر کیا ہو سکتی ہے؟"

بیٹا! وہ یہ کہ میں نے اپنے بیٹے کے لیے ایک لڑکی پسند کی ہے۔"

(ادھوراپن)(220)(باسط بن مظہر راجپوت)

"کیونکہ مجھے لگتا ہے اب آپ بڑے ہو چکے ہو۔
یہ سن کر اس کا چہرہ اتر گیا، جیسے اس کی ساری خوشیاں مٹی میں مل گئیں ہوں۔ وہ حیران کن انداز میں بولا:
"ڈیڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"
عائشہ بھی اس کے حق میں بول پڑی:
مگر، ڈیڈ! ابھی تو اس کی پڑھائی بھی مکمل نہیں ہوئی۔"
"تو اتنی جلدی کیوں؟
حامد صاحب نے تحمل مزاجی سے جواباً کہا:
"بیٹا! ابھی لڑکی دیکھی ہے، بات پکی نہیں کی۔"
ان کی بات مکمل ہونے پر ایمان دو قدم آگے بڑھی اور سرد لہجے میں گویا ہوئی:
ڈیڈ! اس طرح تو موسیٰ کی زندگی میں بہت بڑا بدلاؤ آئے گا، پھر وہ پڑھائی بھی"
"نہیں کر پائے گا۔ مطلب موسیٰ کی زندگی پر گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

:عائشہ نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا

"ڈیڈ! لڑکی کون ہے؟"

بیٹے! میں مقدس کی بات کر رہا ہوں،اس کو میں نے اپنے بیٹے کے لیے پسند کیا"

"ہے۔

: عائشہ یک دم الجھ چکی تھی

ڈیڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟میرا مطلب آپ نے لڑکی بھی دیکھ لی اور ہمیں"

"پوچھا تک نہیں؟

موسیٰ نے اسے بے یقینی کے عالم میں گھورا،اس کی نگاہوں میں مایوسی چھا رہی تھی۔اس نے غصے میں اپنی گردن نفی میں ہلائی اور چابی اچھالتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گیا۔

ایمان اور عائشہ اس کے پیچھے گیٹ تک گئیں، مگر وہ اپنی بائیک لے کر نکل چکا تھا۔

:عائشہ،ڈیڈ کے پاس آئی، پھر رنجیدگی سے کہا

ڈیڈ! آپ تو جانتے ہیں وہ کتنا ضدی اور لاپرواہ ہے، آپ اس کی شادی کی بات "
"اس سے الگ بھی تو ہم سے کر سکتے تھے۔

:اس کی موم جو اس سارے معاملے میں اب تک خاموش تھیں، کہنے لگیں

حامد! آپ تو اس کے غصے سے واقف ہیں۔ اگر میرے بچے کو کچھ ہوا تو میں "
"آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔

انھوں نے ہمت سے کام لیتے ہوئے گارڈز کو اشارہ کیا، پھر بیگم کو تسلی دینے
:لگے

حوصلہ رکھو۔۔۔ تم لوگ ایسے پریشان ہو رہے ہو جیسے میں تمہارا دشمن ہوں۔"
"وہ میری اولاد ہے اور میں کبھی اس کے لیے غلط نہیں سوچوں گا۔

محافظوں نے حکم کی تعمیل کی اور یک دم اس کے پیچھے نکل چکے تھے۔

(ادھوراپن)(221)(باسط بن مظہر راجپوت)

:وہیں موجود ایمان نے کہا

ڈیڈ! ہمارا ہرگز آپ کا دل دکھانا مقصد نہیں ہے، مگر اس سب میں موسیٰ کی"

"مرضی بھی تو شامل ہونی چاہیے۔

:انہوں نے مسکرا کر ایمان کو دیکھا، پھر کہا

بیٹی! تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے، تم تو مقدس سے واقف ہو۔ وہ تمہاری بہن"

ہے۔

"کیا وہ کسی شہزادی سے کم ہے؟

:ان دونوں کے بیچ ہوئی گفتگو کا جواب عائشہ نے کچھ یوں دیا

نہیں، وہ کسی شہزادی سے کم نہیں ہے، مگر۔۔۔ مگر ابھی موسیٰ اس سب کے"

"لیے تیار نہیں ہے۔ اور مجھے اس کے متعلق آپ سے بات بھی کرنی تھی۔

:انہوں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا

"ہاں، بتاؤ کیا بات تھی؟ "

وہ موسیٰ لوٹ آئے تو بتا دوں گی۔" کہہ کر نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے اپنے "

پروردگار سے التجا کرنے لگی۔ "اے رب! میرے بھائی کو اپنی حفظ وامان میں

"رکھنا اور اسے جلد اور سلامتی سے گھر پہنچا دیں، آمین۔

کچھ پل کی دیری کے بعد محافظ اسے لیے گھر پہنچ گئے۔ جسے دیکھتے ہی سب گھر والوں کے جسموں میں جان آگئی۔ سب نے خدا کا شکر ادا کیا اور موسیٰ کی طرف لپکے، مگر اس نے کسی سے بات کیے بنا خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔

حامد صاحب بے بسی کے عالم میں شام کے رنگوں کو تاریکی میں بدلتا دیکھنے لگے اور لان میں ہی بیٹھ گئے۔

عائشہ اس کے کمرے کے باہر موجود تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا:

یار موسیٰ! ایسا نہیں کرتے۔ پلیز دروازہ کھولو۔ اتنی ضد بھی اچھی نہیں ہوتی۔ "

میں مانتی ہوں ڈیڈ نے جو فیصلہ سنایا ہے وہ سن کر تمہارا دل دُکھا ہو گا۔ اور ویسے

بھی وہ ابھی تمہاری پسند ناپسند تو نہیں جانتے،اس لیے حوصلہ رکھو اور پلیز اپنے لیے مشکلات کو دعوت نہ دو۔دیکھو تو موم نے کیا حالت بنالی ہے؟

"اس سب میں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔

عائشہ نے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔



222.txt

(ادھوراپن)(222)(باسط بن مظہر راجپوت)

:موسیٰ نے اک آہ بھری اور درد بھری آواز میں بولا

مگر آپی!یہاں کسی کو میرے جذبات کی کوئی فکر ہے؟"

آپ نے تو کہا تھا آپ ڈیڈ سے دعا کے متعلق بات کریں گیں، لیکن اب انہوں
"نے میرے رشتے کی بات کرلی ہے۔اب مجھے تسلی دینے سے کیا ہو گا؟

میری جان! میں ابھی ان سے بات کروں گی اور مجھے امید ہے وہ مان جائیں"
"!گے۔ابھی مجھے بھائی سے مشورہ کرنے دو پلیز

عائشہ نے ایک اور ناکام کوشش کی تھی۔

اچھا، آپی! جب آپ ڈیڈ کو منالیں تو پھر یہاں آیئے گا۔ نہیں تو میں کچھ الٹا"
"سیدھا کرلوں گا۔

اس نے دوٹوک لہجے میں عائشہ کو دھمکایا تھا۔

:اس کی تو جیسے جان نکل گئی ہو، وہ چلا اٹھی

موسیٰ! تمہیں تمہارے پیار کی قسم تم ایسا کچھ نہیں کروگے اور ابھی دروازہ کھو"
"لو۔

اب موسیٰ کے پاس اس کی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارا نہیں تھا۔دروازہ کھلتے
ہی آگے بڑھ کر عائشہ نے اُسے سینے سے لگالیا اور رونے لگی، پھر سنبھل کر
:پوچھا

"موسیٰ! کیا تم سچ میں اُس سے محبت کرتے ہو؟"

:اس نے اپنے آنسو پونچھ کر عائشہ کو دیکھا، پھر جواب کے بدلے سوال کر دیا

"کیا آپ کو مذاق لگ رہا تھا؟"

:اس نے بلا تمہید یک دم کہا

"سچ پوچھو تو بالکل۔۔۔ کیونکہ مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔"

:موسیٰ پہلے تو حیران ہوا، پھر ہنس کر طنزاً کہنے لگا

اوہ اچھا! اپنی محبت محبت اور میری محبت بے وقوفی؟ یہ اچھا انصاف ہے۔"

"آپی! یہ آپ کس انداز میں بات کر رہی ہیں؟

اس کے انداز گفتگو میں سنجیدگی پیدا ہونے لگی تھی۔" کیا آپ نے محبت نہیں کی

"اور پسند کی شادی؟ کیا ڈیڈ نے بھی بے وقوفی کی تھی؟ اور صالح بھائی نے؟

اب وہ جواب کا منتظر اسے گھور رہا تھا، اور پلکوں کے اشارے سے جواب طلب کر رہا تھا۔

:ایک طویل خاموشی کے بعد عائشہ کہنے لگی

موسیٰ! اپنا فیملی بیک گراؤنڈ دیکھو، اور اپنی محبت کو دیکھو۔"

کیاتم دونوں کا کوئی میچ ہے؟" یہ پوچھ کر اس نے بات جاری رکھی۔"ہاں، اگر دعا بھی کسی بڑے خاندان سے ہوتی تو پھر ڈیڈ سے بات کرنے میں ہمیں کوئی

"مسئلہ نہ ہوتا۔

یہ سُن کر موسیٰ کی تو جیسے روح کانپ اٹھی تھی۔



223.txt

(ادھوراپن)(223)(باسط بن مظہر راجپوت)

:اس کے لب لرزنے لگے تھے

اچھا!۔۔۔۔تو یہ بات ہے؟"

آپی! مجھے آج اندازہ ہوا کہ غریب ہونا بھی جرم ہوتا ہے، بقول آپ کے۔ مگر یہ محبت کا بازار ہے جہاں محبت خریدی نہیں جاسکتی اور جہاں اپنے ہی دشمن ہوں وہاں خریدی تو کیا محبت کی بھی نہیں جاسکتی اور اگر کرلی جائے تو بھی پائی نہیں جاسکتی.

آج تو مجھے آپ کو اپنی بہن کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی ہے۔ اور رہی بات دعا کی تو اس کے بغیر میں جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، پھر چاہے مجھے جہاں سے لڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔"

اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا اور سک سک کر رونے لگا۔

اُس کی یہ حالت عائشہ سے برداشت نہ ہوئی، اس نے موسیٰ کو اپنی بانہوں میں لینا چاہا، لیکن موسیٰ نے ایک جھٹکے سے خود کو بچایا اور کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ جہاں سے لان کے موجودہ حالات کی واضح جھلک دیکھی جاسکتی تھی۔

وہاں اس کے ڈیڈ گہری سوچوں میں گم صم ٹہل رہے تھے۔

عائشہ نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ احساس دلایا کہ: "اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں تھا، جس سے اس کی دل آزای ہو۔

مگر موسیٰ! جو کچھ تم کر رہے ہو یہ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے، تم ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ میں آج ہی ڈیڈ سے بات کروں گی اور انہیں قائل بھی کر لوں گی۔

" مگر مجھے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔ پلیز! تم خود کو سنبھالو۔

:اُس نے اپنی نم زدہ نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا

آپی! میں آخری مرتبہ آپ پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ اگر اس دفعہ آپ ناکام" ہوئیں تو میں خود دعا سے شادی کر لوں گا اور بغیر کسی کی اجازت اُسے یہاں لے "آؤں گا۔

:عائشہ نے پھر سے اُسے سمجھانا چاہا تھا

مگر بھروسہ تو صرف خدا کی ذات پر کرنا چاہیے، صرف وہی ہماری مدد کر سکتا" "ہے۔

:وہ یک دم ناک لال کیے تلخ مزاجی سے بولا

ابھی آپ بھائی کو کال کریں پھر ڈیڈ سے بات۔ میرے پاس بھروسہ کرنے کا"
وقت نہیں ہے۔
"جو کچھ ہم خود کر سکتے ہیں وہ رب سے کیوں مانگیں؟
اس نے تکبرانہ انداز میں لاپروائی سے پوچھا تھا۔



224.txt

(ادھوراپن)(224)(باسط بن مظہر راجپوت)

:عائشہ نے اس کے ان کفریہ الفاظ پر اسے ٹوکتے ہوئے جواباً کہا
موسیٰ! میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں، مگر اس طرح"

کی بکواس آئیندہ مت کرنا۔ تمہیں یہ بغاوت کہیں کا نہیں چھوڑنے والی۔اور رب سے منہ پھیر کر اس سے دعا کے مل جانے کی توقع_ یہ غلط فہمی ہے تمہاری۔ اورہاں، یہ بد دعاء نہیں حقیقت ہے۔اور ویسے بھی ایسی چھوٹی اور گھٹیا سوچ رکھنے والے شخص کو بد دعاؤں کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی یہ بغاوت ہی "اس کی ناکامی، شرمندگی اور حلاکت کے لیے کافی ہوتی ہے۔

اس تمام تر بحث کے باوجود موسیٰ کا انداز نہ بدلا تھا۔

:وہ پھر سے اسی تکبرانہ لہجے میں بنا کسی ملامت کے آگے بڑھا

آپی! آپ ابھی مجھے اسلام نہ سکھائیں، بلکہ کوشش کریں۔اور ہاں، اگر ہم" "ناکام ہوئے کوشش کرنے کے باوجود تو پھر رب سے ضرور مانگیں گے۔

اُس نے اُسے ایک تھپڑ رسید کرنا چاہا، مگر نہ چاہ کر بھی اپنے غصے پر قابو پاتے :ہوئے اپنی مٹھی کو کس کر بند کر لیا۔اور اپنے دانت بھینچے یہ کہہ کر باہر نکل گئی

تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے اور یہ میرے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھو، اپنے" "گناہوں کی معافی مانگ لو اس سے قبل کہ بہت دیر ہو جائے۔

اس کے قہقہہ لگا کر ہنسنے پر عائشہ کو مجبوراً دروازے سے مڑنا پڑا تھا۔

وہ کہنے لگا:

"اگر محبت کرنا گناہ ہوتا تو آج اس گناہ کی سزا آپ، ڈیڈ اور بھائی بھی کاٹ رہے ہوتے، مگر مجھے تو کبھی ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا۔۔۔"

وہ ڈھٹائی سے اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا جسے عائشہ نے ٹوکتے ہوئے صوفے پر بٹھادیا، اور شفقت سے اس کے سر پر ساتھ رکھ کر نرم مزاجی سے کہا:

"موسیٰ، پلیز! بس کر دو۔ رب کی لاٹھی بے آواز ہے، کہیں سر نہ پڑ جائے۔ پلیز یار! کچھ بھی کرو، مگر یوں کفریہ کلمات سے اجتناب کرو۔"

اُس نے منہ بنا کر سر ہلاتے ہوئے کہا:

"اچھا! کوشش کروں گا۔ ابھی آپ بات کریں ڈیڈ سے۔"

رات کے کھانے کے بعد عائشہ نے صالح کو کال کی اور تمام تر تفصیلات سے اسے آگاہ کرنے لگی۔

صالح نے صرف اتنا پوچھا:

"کیا تم دعا سے ملی ہو؟"

225.txt

(ادھوراپن)(225)(باسط بن مظہر راجپوت)

:اس نے ہامی بھری

ہاں، میں ملی ہوں۔وہ بہت اچھی لڑکی ہے، لیکن ڈیڈاس کو کبھی اپنی بہو تسلیم "
"نہیں کریں گے۔

عائشہ نے مایوسی کااظہار کیا تھا۔

"کیوں عائشہ !اس کی وجہ بتاسکتی ہو؟"

صالح اس کے انداز بیاں پر چونکا تھا۔

:اُس نے ہمشکل جواب دیا

دراصل بھائی! وہ۔۔۔وہ بول نہیں سکتی،اور وہ لوگ ہماری فیملی سے بالکل میچ "

"نہیں کرتے۔میرا مطلب وہ مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔

:صالح نے اس کی سوچ پر افسوس کا اظہار کیا تھا

واہ،عائشہ !کیا تم میری ہی بہن ہو ؟ہو کیا گیا ہے تمہیں اور یہ خاندانوں کی اونچ "

"نیچ تم کب سے کرنے لگیں ؟

طویل خاموشی دونوں طرف چھائی رہی۔

:پھر صالح نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا

مجھے کچھ معلوم نہیں،مگر اس بار میں موسیٰ کا ساتھ دوں گا اور اس کی شادی بھی "

وہیں ہو گی جہاں وہ چاہتا ہے۔تم ڈیڈ کو منانے کی کوشش کرو میں خود بھی ان

سے بات کروں گا۔

موسیٰ اب تمہاری ذمہ داری ہے اور وہ کتنا غیر ذمہ دار اور ضدی ہے مجھ سے بہتر

"تم جانتی ہو۔

عائشہ نے،"جی بھائی !جیسے آپ کی مرضی کہا۔"اور کال کٹ گئی۔

اب وہ لان میں ٹہلتے ڈیڈ سے بات کرنے کے متعلق خود سے سرگوشی کر
رہی تھی:

"آخر ڈیڈ کو یہ سب کیسے بتاؤں؟ کیسے موسیٰ کو سمجھاؤں؟ میں کہاں جاؤں؟

میرے اللہ! میری رہنمائی فرما۔۔۔"

ایمان یہ کہتے ہوئے حاضر ہوئی:

"اف۔۔۔ عائشہ! تم یہاں ہو؟

میں نے پورا گھر چھان مارا تمہیں ڈھونڈنے میں۔

آج موسم کتنا خوشگوار ہے؟" پھر چائے کا مگ اسے تھما کر مزید کہا۔ "عائشہ! کیا
ہوا؟ گہری سوچوں میں گم ہو سب خیریت تو ہے؟"

وہ سب جاننے کی دلچسپی لیتے ہوئے اس کے پاس رکی تھی۔

عائشہ نے گہری سانس لیتے ہوئے چائے کی پیشکش قبول کی، پھر کہا:

"یار! تم تو جانتی ہو وہ اس لڑکی کے لیے پاگل ہو چکا ہے اور عجیب عجیب باتیں
بھی کرنے لگا ہے۔ اور پھر ڈیڈ!

مجھے تو یہ سمجھ نہیں آ رہی میں ڈیڈ کو کیسے بتاؤں کہ وہ دعا سے محبت کرتا ہے، جبکہ "وہ اُس کے لیے لڑکی بھی پسند کر چکے ہیں۔

:ایمان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا

میں جانتی ہوں جو تمہارے دماغ میں چل رہا ہے، لیکن پریشانی کسی بھی مسئلے کا" حل نہیں ہوتی۔



226.txt

(ادھوراپن)(226)(باسط بن مظہر راجپوت)

موسیٰ ابھی نا سمجھ ہے اور اس عمر میں اکثر محبتیں ہو جایا کرتی ہیں۔اس کی محبت کا "بخار بھی جلدی یا کچھ دنوں میں ٹھنڈا ہو جائے گا۔

:عائشہ نے بے یقینی کے عالم میں اُسے دیکھ کر پوچھا

مگر کیسے؟"

"!یہ ممکن نہیں ہے ایمان

اس نے تشویش ظاہر کی تھی۔

اچھانا، تم پریشان مت ہو۔ ہم اس کا حل بھی ڈھونڈ لیں گے، لیکن اگر ہم اسے" زیادہ روک ٹوک کریں گے تو وہ اس محبت کو اپنی ضد بنا لے گا اور پھر ضدی شخص "کو سمجھانا یا سنبھالنا کسی کے بس میں نہیں رہتا۔

ایمان نے اُسے پھر سے سمجھایا تھا۔

یہ سب تو ٹھیک ہے ایمان! مگر وہ اس قسم کا عاشق نہیں ہے۔ میں نے اس کی" "آنکھوں میں دعا کے لیے محبت دیکھی ہے اور آنسو بھی۔

:ایمان نے اسے دیکھا، پھر آسمان کی طرف نگاہیں ٹکائے کہنے لگی

عائشہ! اب اس سے پہلے کہ کچھ بھی الگ ہو، ہمیں ڈیڈ کے فیصلے کے خلاف جانا" پڑے گا۔ بھلے ہی مقدس میری بہن ہے، مگر جب تک موسیٰ اس رشتے کے لیے رضامند نہیں ہو گا ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور میں ہر حال میں موسیٰ کا ساتھ

دوں گی۔اگر آج ہم ہمت ہار گئے تو کل کو ہمیں شرمندگی کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا "ہے۔ ہمیں جلد ہی ڈیڈ سے بات کرنی ہو گی۔

عائشہ نے اس کی بات سے اتفاق کیا،اور پھر دونوں اندر چلی گئیں۔

:اُس نے کمرے کی راہداری پر عائشہ کو مخاطب کر کے پوچھا

"تم گھر کب جا رہی ہو؟"

:اس نے بے سکونی سے لہجے میں کہا تھا

جانا تو کل تھا، مگر ابھی رکنا ہو گا۔ موسیٰ کو اس حال میں چھوڑ کر بالکل نہیں جا" "سکتی۔

اس مسئلے کے حل کے لیے وہ دونوں ایمان کے کمرے میں محوِ گفتگو تھیں، جب :دروازے پر دستک دیتے ہوئے ملازم نے نظریں جھکائے کہا

مالکن! آپ دونوں کو بڑے مالک نے ڈرائنگ روم میں بلوایا ہے۔" عائشہ یک" :دم کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے زیر لب کہا

اب نہ جانے کیا حکم نامہ جاری ہو گا۔" پھر ملازم کو یہ کہہ کر بھیج دیا۔"آپ" جائیں ہم دونوں آجائیں گیں۔

"ایمان! اب چلو اس سے پہلے کہ ڈیڈ نافرمانی کی سزا سنا دیں۔

دونوں ڈرائنگ روم میں پہنچ گئیں، جہاں عافیہ اور حامد بالکل خاموش بیٹھے تھے۔

ایمان نے سلام کیا، پھر دونوں نظریں جھکا کر فرمان کا انتظار کرنے لگیں۔



227.txt

(ادھوراپن)(227)(باسط بن مظہر راجپوت)

حامد صاحب نے اشارتاً جواب دیا اور انہیں بیٹھ جانے کو کہا۔ وہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی، جو حامد صاحب کے ان الفاظ پر ٹوٹی:

"ہاں، عائشہ! آپ کچھ بات کرنا چاہ رہی تھیں؟"

انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھ کر وقت کا تعین کیا، پھر عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ "گیارہ بج رہے ہیں اور مجھے ایک ضروری کام بھی ہے۔

"آپ کے پاس بیس منٹ ہیں۔

وہ ڈرتے ڈرتے دھیمی آواز میں بولی:

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔مو۔۔۔موسیٰ کے متعلق بات کرنی تھی۔۔۔۔"

انہوں نے قہقہہ لگایا:

اوہ۔۔۔اچھا! میں سمجھا کوئی ضروری بات کرنی ہے۔اس کے متعلق کیا بات "

"ہو سکتی ہے؟ وہ تو ابھی بچہ ہے، پھر سے کوئی بچگانا حرکت کی ہو گی اُس نے؟

وہ اندازہ لگا کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگے۔

نہیں، ڈیڈ! بالکل نہیں۔ وہ ہر گز اب بچہ نہیں رہا اور نہ ہی اس نے کوئی ایسی "

"حرکت کی ہے جس پر ہم لاپروائی سے کام لیں۔

انہوں نے چونکا دینے والے انداز میں مڑ کر پوچھا:

"اچھا! تو پھر کھل کر بتاؤ کیا بات ہے؟"

وہ بمشکل کانپتے ہوئے لبوں سے کہنے لگی:

اُسے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔"اس دفعہ اس کے ڈیڈ خاموش رہے"

تھے۔

:جب موم نے یہ سنا تو وہ خوشی سے کھل اٹھیں اور عائشہ کو گلے لگا کر بولیں

"کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

:اُس نے گردن ہاں میں ہلائی

"بھلا میں جھوٹ کیوں بولوں گی۔"

:حامد صاحب نے سخت لہجے میں پوچھا

کیا تم لوگوں کا دماغ ٹھیک ہے؟یعنی اب میرے فیصلے کی کوئی وقعت نہیں"

"رہی؟

:وہ غصے میں تلملا رہے تھے۔عائشہ نے انکا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا

:نہیں ڈیڈ!ایسی کوئی بات نہیں، مگر....."انہوں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا"

تو پھر یہ اگر مگر کا وقت نہیں ہے۔کیا تم لوگوں نے سنا نہیں تھا؟میں نے اس"

کا رشتہ مقدس سے طے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے جو ہر گز بدلنے والا نہیں ہوں

"میں۔

:اب خاموش ایمان بھی اس گفتگو میں شامل ہوئی

"ڈیڈ! وہ نئے دور کا بچہ ہے اور اس کی زیادہ تر زندگی لندن میں گزری ہے۔ وہ کبھی خود پر ان فیصلوں اور پابندیوں کو مسلط نہیں ہونے دے گا اور یہ سب اُس کے لیے بالکل بھی آسان نہیں ہو گا۔" حامد صاحب کو اس کی باتیں ناگوار گزریں۔



228.txt

(ادھوراپن)(228)(باسط بن مظہر راجپوت)

:وہ تلخ مزاجی سے پوچھنے لگے

"ایمان! تم بھی اپنی بہن کے حق میں نہیں ہو کیا؟"

:اُس نے پر اعتمادی سے جواباً کہا

ڈیڈ ! یہاں بات بہن بھائی کے حق کی نہیں ہے۔اور مجھے معلوم ہے آپ اپنی" اولاد کے لیے بہتر سے بہترین فیصلہ کریں گے، مگر موسیٰ بہت مختلف اور آزاد "خیالات کا مالک ہے۔اُسے ہم یوں اپنے فیصلوں کا پابند نہیں کر سکتے۔

انہوں نے گہری سانس لی، پھر عائشہ کی طرف دیکھ کر کہا:"عائشہ ! میں نے اپنا فیصلہ سنا تو دیا ہے، مگر اب یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ آخر وہ لڑکی ہے کون ؟ذرا معلوم تو ہو آخر موسیٰ کی پسند اور سوچ کی حد کیا ہے ؟اور کیا وہ اپنے اسٹیٹس اور "معیار کو سمجھ چکا ہے یا ایک عام آدمی کی طرح سوچتا ہے ؟

:عائشہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگی

"وہ دراصل ڈیڈ !۔۔۔۔"

:انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک کر پوچھا

"یہ کیا ہے عائشہ ؟یہ، وہ لگا رکھی ہے۔ جلدی سے بتاؤ ؟"

:اب کی بار اُس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا تھا

ڈیڈ! وہ دعا سے محبت کرتا ہے اور وہ ایک دو مرتبہ ہمارے ہاں آچکی ہے"

"پہلے۔۔۔۔

ہاں، آئی ہو گی لیکن مجھے غرض نہیں اس سے۔ مجھے غرض ہے تو اس کے"

"خاندان اور فیملی بیک گراؤنڈ سے۔

انہوں نے مدعے کی بات کی پھر چائے کا مگ اٹھائے وہیں ٹہلنے لگے۔

:عائشہ نے مزید کہا

وہ مڈل کلاس فیملی سے ہے اور وہ کچھ ہی عرصے میں ڈاکٹریٹ"

"کی ڈگری مکمل کر لے گی۔۔۔ لیکن وہ بول نہیں سکتی۔

:عائشہ کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے

مجھے اندازہ تھا۔ مگر اس حد تک تم لوگ معیار سے گر جاؤ گے کبھی سوچا نہیں"

"تھا۔

:عافیہ ان کے روبرو ہوتے ہوئے کہنے لگیں

آپ تو یونہی بات بڑھا رہے ہیں حامد! اس میں برائی ہی کیا ہے اگر میرے"

"لاڈلے کو کوئی لڑکی پسند آ ہی گئی ہے تو؟

اب وہ سوالیہ انداز میں حامد صاحب کو گھور رہی تھیں۔

:وہ پھر سے اپنی شان وشوکت کے غرور میں بھڑک کر بولے

بیگم ! تمہارا جولاڈلا ہے، وہ میری عزت اوراس شان وشوکت کو مٹی میں ملا کر"

رکھ دے گا۔



229.txt

(ادھوراپن)(229)(باسط بن مظہر راجپوت)

کیا یہی تربیت دی ہے میں نے اپنی اولاد کو؟ کیا اتنے ناز نخروں سے صرف اسی

"لیے پالا تھا کہ میری ہی عزت کو خاک میں ملادیں؟

:ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ خود ہی بولے

ہر گز نہیں۔ مجھے یہ محبت ہر گز قبول نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس لڑکی کو کبھی اپنی"

"بہو تسلیم کروں گا۔

موسیٰ جو چند قدم کی دوری پر کھڑا سب سن چکا تھا۔ وہ سرد لہجے میں سنجیدگی سے

:بولا

دیکھیے، ڈیڈ! میں نے ہمیشہ آپ کے ہر حکم کو اپنا فرض سمجھ کر تسلیم کیا، مگر اس"

"دفعہ میں اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو پاؤں تلے روند ڈالوں گا۔

اُس نے دوٹوک لہجے میں کہہ کر اپنا فیصلہ سنایا۔ "ڈیڈ! آپ کا فیصلہ چاہے جو بھی ہو، لیکن میرا آخری فیصلہ یہی ہے۔ اور میں دعا کے بغیر جینا ناممکن سمجھتا

"ہوں۔

یہ سب سن کر حامد صاحب کے تو قدموں تلے سے جیسے زمین ہی کھسک گئی۔ وہ

:اپنی بیگم کی طرف متوجہ ہوئے

دیکھ رہی ہو بیگم! دیکھو اپنے لاڈلے کو۔ ایک معمولی سی لڑکی کی خاطر اپنے"

"باپ سے بغاوت پر اتر آیا ہے۔

:عافیہ نے بات سنبھالنے کی کوشش کی

دیکھیے، حامد! وہ نادان ہے اور جذبات میں یہ سب کہہ دیا اس نے۔ آپ پلیز"
اپنے غصے پر قابو رکھیں، ہم لوگ اسے سمجھائیں گے۔
آپ ابھی اپنے کمرے میں جائیں۔" کہہ کر عافیہ نے انہیں کمرے میں بھیج دیا تھا۔

عائشہ اور ایمان غصے میں تلملا رہے موسیٰ کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی گئیں۔

:ایمان نے اُسے پیار سے دیکھ کر کہا

پلیز، موسیٰ! خود کو سنبھالو۔ اور ڈیڈ سے اس لہجے میں بات کر کے تم صرف اپنا"
"نقصان کر رہے ہو۔

:عائشہ نے بھی اس کی بات کی تائید میں کہا

ایمان بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم سب ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے اور"
ابھی بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم ڈیڈ سے بات کر رہے ہیں وہ مشکل سے ہی سہی

لیکن مان جائیں گے، مگر تمہیں صبر سے کام لینا ہو گا۔اب چلو میری جان غصہ

"تھوک دو۔

230.txt

(ادھوراپن)(230)(باسط بن مظہر راجپوت)

:وہ اکھڑے لہجے میں بولا

آپی! آپ لوگ جائیں۔مجھے جب ضرورت محسوس ہو گی میں ضرور سب کر"

"لوں گا۔دعاء بھی کر لوں گا، صبر بھی اور نماز بھی ادا کر لوں گا۔

عائشہ نے اس کے لہجے پر تشویش ظاہر کی، پھر پیار سے کہا: "دیکھو، میری جان! ایسی باتیں نہیں کرتے، اصل کامیابی تو اسی راہ پر ہے۔ اور دعا کو پانے کے لیے "تمہیں اسے رب سے دعاؤں میں مانگنا ہوگا۔

:اس نے آنکھیں پھاڑ کر عائشہ کو دیکھا، پھر اپنے ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگا

آپی! آپ کو آپ کے اُس خدا کا واسطہ ہے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں " "ابھی بالکل کسی بحث کی حالت میں نہیں ہوں۔

:ایمان نے آگے بڑھ کر اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے سرد لہجے میں کہا

اوکے۔۔۔اوکے۔۔۔ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی۔ اب پلیز تم اپنا موڈ" ٹھیک کرو۔ ہم ابھی باہر چلیں گے اور خوب مستی کریں گے۔ تم جلدی سے تیار "ہو جاؤ۔

:ایمان نے عائشہ کو اپنے ساتھ لیا اور کہنے لگی

اُسے کچھ وقت دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب چلو نماز میں بہت دیر ہو چکی" "ہے، نماز کے بعد اگر وہ مانتا ہے تو کچھ دیر کے لیے اسے باہر لے چلتے ہیں۔

عائشہ نے ہامی بھری اور پھر دونوں نماز کی تیاری میں مصروف ہو گئیں۔

دونوں نماز سے فارغ ہوئیں تو موسیٰ لان میں ٹہل رہا تھا، جو دونوں کے آتے ہی نظریں جھکائے گاڑی کے پاس جا پہنچا۔ عائشہ نے اُسے چابی پیش کر کے گاڑی ڈرائیو کرنے کو کہا، مگر وہ نفی میں گردن ہلا کر پیچھے کا دروازہ کھولتے ہوئے خاموشی سے بیٹھ گیا جو کافی حیران کن تھا۔

ایمان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، مگر پورے راستے موسیٰ کی خاموشی نہ ٹوٹ سکی۔ جو مزید پریشانی کا سبب تھی۔

موسیٰ نہ جانے کن خیالات میں گم صم تھا اور ابھی اُسے محبت ہوئے چند ماہ ہی گزرے تھے۔

:ایمان نے گاڑی ایک کیفے کے سامنے روک دی اور کہنے لگی

چلو موسیٰ! یہاں سے کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ تمہاری پسندیدہ جگہ ہے۔" مگر مجال" ہے اس کے کانوں پر جوں تک رینگی ہو۔

اس کے ہاتھ میں دعا کا دیا ہوا کی چین تھا جو اس کی توجہ کا مرکز بھی تھا۔

:عائشہ نے مایوسی کن انداز میں اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا

ایمان ! یہ تو گیا کام سے۔اب ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے،اس کا تو اللہ ہی حافظ "
"ہے۔

231.txt

(ادھوراپن)(231)(باسط بن مظہر راجپوت)

جب موسیٰ کو بہلانے کا ہر حربہ ناکام ہوا تو مایوس ہو کر انہوں نے واپسی گھر کی راہ لی۔گھر کے قریب پہنچ کر ایمان نے اپنے سامنے موجود مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

عائشہ ! چلو ہم مولانا صاحب سے اس متعلق پوچھ لیں۔ہو سکتا ہے کسی اللہ "
"کے ولی کے پاس اس سب کا توڑ مل جائے !۔۔۔

موسیٰ نے گاڑی سے نہ اترنے کا فیصلہ کیے رکھا تھا۔

ان دونوں نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور مسجد کے حجرے پر دستک دے کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگیں۔

کچھ دیر کے بعد مولانا صاحب نے دروازہ کھولا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر

: سلام کیا، پھر ایمان نے نظریں جھکائے کہا

مولانا صاحب! رات کے اس پہر کی گستاخی کے لیے معذرت، لیکن اگر آپ"

"کی اجازت ہو اور مصروف نہ ہوں تو کچھ مسائل پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں؟

: مولانا مسکرائے اور دھیمی سی آواز میں کہا

ضرور، بیٹی! اندر آجاؤ۔ مہمان تو خدا کا تحفہ ہوتے ہیں تو برا ماننے کا تو سوال ہی"

"پیدا نہیں ہوتا۔

انہوں نے دونوں کو چارپائی پر بیٹھنے کو کہا، پھر اشارتاً وجہ دریافت کی۔

: عائشہ اتاولے انداز میں بولی

"وہ مجھے اپنے بھائی کے متعلق آپ سے بات کرنی ہے۔"

: مولانا نے اُس کی طرف دیکھ کر پوچھا

"ہاں، بیٹی! بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

:اس نے سرد لہجے اور خوف زدہ انداز میں بات کا آغاز کیا

مولانا صاحب! مجھے لگتا ہے میرا بھائی باغی ہو گیا ہے اور بغاوت بھی کسی غیر "
سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار سے۔ نہ جانے ہماری کونسی خطاء کی سزا مل رہی ہے
"ہمیں؟

یہ سن کر مولانا چونکا دینے والے انداز میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ "لاحول ولا قوۃ"
"باآواز بلند پڑھا پھر بولے۔ "اللہ رحم کرے۔ بیٹی! مطلب کیا ہے تمہارا؟

عائشہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اُس نے بمشکل ہی سہی لیکن تمام تر
:تفصیلات سے مولانا کو آگاہ کر دیا، پھر التجاء کرنے لگی

کچھ بھی کیجیے، آپ جتنی رقم کہیں گے جو کچھ مانگنا چاہیں میں دینے کے لیے تیار "
"ہوں۔ بس بدلے میں مجھے میرا پہلے والا بھائی واپس چاہیے۔

:مولانا نے تسلی دیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر مسکرا کر بولے

بیٹی! میں تو بس دعاء ہی کر سکتا ہوں۔ باقی میرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ تم پر "
"یشان مت ہو۔ اللہ سب بہتر کر دے گا۔

:کچھ دیر کی خاموشی کا خاتمہ مولانا کے ان الفاظ پر ہوا

"بیٹی! کیا میں اس سے مل سکتا ہوں اس وقت؟"

اُس نے گردن ہاں میں ہلائی اور مولانا کو ساتھ لیے گاڑی کی جانب بڑھی، جہاں موسیٰ کچھ مسافت پر موجود تھا۔



232.txt

(ادھوراپن)(232)(باسط بن مظہر راجپوت)

مولانا دو قدم آگے بڑھے اور پہلی ہی نظر اسے دیکھ کر وہیں رک گئے اور نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئے۔

عائشہ بھی حیران ہوئی، جب اُس نے وجہ معلوم کرنا چاہی تو مولانا اس کی طرف خوف زدہ انداز میں پلٹے۔ جس پر عائشہ بھی گھبرا گئی۔

:ایمان نے آگے بڑھ کر احتراماً پوچھا

مولانا! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کچھ تو بتائیں؟"

"آپ کی خاموشی میری بے چین کیفیت کو نہ جانے کن راہوں پر لے جائے۔

اُس نے اپنے دل کا حال بیان کیا تھا۔

:مولانا اس کی طرف متوجہ ہوئے

بیٹی! میں اس کی اس خوبصورت جوانی اور معصومیت کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

میری ملاقات اکثر اس سے ہوتی رہی ہے، کافی عرصے سے تو یہ نماز کی پابندی بھی کر رہا ہے۔ اور میری اِس سے دینی مسائل پر گفتگو بھی رہتی ہے۔ ماشاءاللہ بہترین اخلاق اور پاکیزہ سوچ رکھنے والا بچہ ہے۔

نہ جانے ایسا کیا ہوا جو پچھلے ایک ہفتے سے میری اس سے ملاقات بھی نہ ہو پائی۔

اور نہ جانے اس کی بغاعت کی وجہ کیا ہے؟

کیا معلوم اس کی تلخ مزاجی ہمیں کسی مغالطے میں رکھے ہوئے ہے۔ ":انہوں نے بہت سے خدشات ظاہر کیے تھے، پھر کہا۔

اب فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ یہ اگر واقعی میں باغی ہو چکا ہے، تو اس کی وجہ کیا" ہے؟اور اس کا حل بھی ہمیں ہی تلاش کرنا ہے۔

اس کی صورت سے تو محسوس ہوتا ہے یہ محبت میں جلنے والا شعلہ ہے جو راکھ بننے سے پہلے کبھی بجھتا نہیں ہے۔

"یہ محبت ہر گز کسی کی دوست نہیں ہوتی سوائے خدا سے سچی محبت۔

ایمان کے تحفظات پر انہوں نے تفصیلی تبصرہ کیا اور اپنی پریشانی سے اُسے آگاہ کیا تھا۔

:عائشہ نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے پوچھا

"وہ سب تو ٹھیک ہے، مگر آپ اس کی محبت کے متعلق کیسے جانتے ہیں؟"

:وہ مسکرا کر بولے

اس کی حالت سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ محبت کا ہی مرض ہے جسے دعاء اور" عشق کی دوا چاہیے۔۔۔یعنی اُسے سب سے زیادہ اس کے گھر والوں کی ضرورت

ہے۔اتنی محبت اور بے انتہا پیار تا کہ وہ اپنی سوچ کو وسیع کر سکے اور حقیقی عشق کی طلب اسے اس مشکل سے نکال لائے۔پریشانی اور دکھ اس مسئلے کا حل نہیں ہیں۔



233.txt

(ادھوراپن)(233)(باسط بن مظہر راجپوت)

اسے اس کی غلطی پر سزا کے لیے اکیلا مت چھوڑنا بلکہ بھلائی کے راستے پر چلنے میں اس کی رہنمائی تمہارا فرض ہے اور وہ بھی پیار و شفقت سے۔ہم صرف کوشش اور دعاء کر سکتے ہیں کہ یہ اسے اپنے حق میں قبول کروالے۔

رہی بات اس کی بغاوت کی تو یہ محبت انسان کے لیے سب سے بڑی آزمائش ہے۔ خدا اسے اس آزمائش میں کامیاب کرے اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دے، آمین۔"

ایمان اور عائشہ نے بھی یک زبان ہو کر "آمین" کہا اور عائشہ نے کچھ روپے نکال کر مولانا کو پیش کرنا چاہے جو لینے سے انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا:

"بیٹی! یہ رقم تم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دو، جو اس کے حق دار ہیں۔ خدا تمہاری ہر مشکل آسان فرمائے، آمین۔"

اس دعا پر دونوں نے مولانا سے اجازت طلب کی اور شکریہ ادا کر کے آگے بڑھیں۔

گاڑی کے پاس پہنچ کر معلوم ہوا کہ موسیٰ وہاں موجود نہیں ہے۔

عائشہ نے اس کے متعلق ایمان سے پوچھا۔

ایمان نے تھوڑی دور ایک شخص کی جانب اشارہ کیا:

"وہ۔۔۔ وہ رہا موسیٰ۔"

عائشہ اُس جانب لپکی، لیکن ایمان نے یہ کہہ کر اسے روک لیا:

"عائشہ! اسے کچھ وقت اپنی دنیا میں مگن رہنے دو، اسی میں ہم سب کی بہتری ہے۔"

اسے تعجب ہوا تھا:

"مگر وہ۔۔۔ وہ وہاں کس سے باتیں کر رہا ہے؟ اس کے ارد گرد تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

ایمان نے گہری سانس لی اور مسکرا کر کہا:

"یہی تو ہے محبت میں جینے کا اصل مزہ، اور دیوانہ پن۔ جب انسان دنیاوی فکر سے آزاد ہو کر ہر لمحہ صرف اپنی محبت کو سوچتا اور محسوس کرتا ہے۔"

عائشہ اس کی اس حالت کی ذمہ دار خود کو ٹھہرانے لگی:

"مجھے کیا معلوم تھا اس کا ہمارے ساتھ آنا مزید پریشانیوں کا باعث بنے گا۔"

"ایمان! ہم لوگوں نے شاید بہت بڑی غلطی کر دی ہے اور مجھ سے اس کا یوں تڑپنا دیکھا نہیں جاتا۔" کہہ کر اس نے رنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا ہمارا موسیٰ ایسا تھا؟

اُس کے سوال نے ایمان کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔

ایمان نے اُسے سینے سے لگا کر کہا:

234.txt

(ادھوراپن)(234)(باسط بن مظہر راجپوت)

"یہ قسمت ہے۔ جس کے فیصلے ہمارے ہاتھ میں بالکل نہیں ہوتے۔ ویسے، جیسے دل ہوتا تو ہمارے سینے میں ہے، مگر ہمارا اس پر کوئی اختیار نہیں۔
ایسے ہی قسمت اور مقدر کی لکیریں ہوتیں تو ہمارے ہاتھوں میں ہیں، مگر ہم صرف انہیں دیکھ سکتے نا کہ بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔" پھر وہ عائشہ کو تسلی دینے لگی۔
"تم پلیز! رونا بند کرو اور گھر چلو ہم اس کا بھی کوئی حل ڈھونڈ لیں گے۔'



کچھ دن تو جوں کا توں چلتا رہا تھا۔

عائشہ نے حالات کا مقابلہ کرنے کی ہر ممکن کوشش جاری رکھتے ہوئے ڈیڈ سے بھی موسیٰ کے متعلق بات چیت جاری رکھی، جو انہوں نے ہر بار اگنور کی اور موضوع بدل دیا کرتے تھے۔

جب موسیٰ پر تمام دروازے بند ہونے لگے تو اس نے اپنی بات منوانے کا حل ڈھونڈ لیا۔۔۔یعنی اس نے ڈیڈ سے دوری اختیار کر لی تھی۔

جب بھی ان کے گھر آنے کا وقت قریب ہوتا وہ اپنے کمرے میں یہ کہہ کر چلا جاتا کہ:

"اسے کسی بھی صورت تنگ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔"

عائشہ، موم اور بھابی اُس کے جذبات کی قدر جانتی تھیں۔ اس لیے وہ سب موسیٰ سے بحث نہ کرتیں، اور اسے آزاد فضاء میں رہنے کا پورا پورا موقعہ مل جاتا تھا۔ جو اس موقع پر بھی صرف اپنے عشق کو ترجیح دیتا اور دیوانہ وار دُعا کے نام کی تسبیح جپنے لگتا تھا۔

چند روز تو حامد صاحب بھی اس کی یادوں اور باتوں سے بیزار رہے، مگر مسلسل پانچ دن کی اس کی غیر حاضری نے اُنہیں اس کے متعلق سوچنے اور پوچھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اُس رات وہ دفتر سے واپسی کے بعد کھانے کی میز پر بیٹھے مسلسل اپنی دائیں طرف موجود خالی کرسی کو گھور رہے تھے۔

انہوں نے ایمان کی طرف نگاہیں دوڑائیں اور اشارتاً موسیٰ کے متعلق پوچھا۔

:اُس نے لقمہ منہ کے قریب روک کر کہا

ڈیڈ! وہ شاید اپنے کمرے میں ہو گا، کہہ رہا تھا کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اسی" "لیے ہم نے اسے تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

(ادھوراپن)(235)(باسط بن مظہر راجپوت)

:حامد صاحب نے عائشہ کو مخاطب کر کے پوچھا

کیاہوامیرے بیٹے کو؟ وہ تو کبھی کھانے پر دیر نہیں کرتا۔"اُس نے ڈیڈ کی یاد"

دہانی کے لیے خاموشی اختیار کیے رکھی۔

عافیہ اور ایمان بھی خاموشی سے کھانا تناول کرتی رہیں۔

وہ کھانا چھوڑ کر ان تینوں کو گھورتے رہے، جن کے چہروں سے ناراضی صاف

ظاہر تھی۔جو وہ جان چکے تھے۔

اب وہ اس وقت تک خاموشی رہے جب تک کہ تینوں کھانا کھانہ چکی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ایمان نے ملازمہ کے ساتھ

مل کر میز سے برتن اٹھائے اور عافیہ خاموشی سے کمرے میں چلی گئیں۔

عائشہ نے ڈیڈ کے لیے پلیٹ میں کھانا نکال کر انہیں پیش کیا اور جانے لگی۔

عائشہ !رکو مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"انہوں نے یہ کہہ کر اسے روک لیا تھا۔"

ان کا لہجہ کافی دوستانہ تھا، جیسے وہ ہتھیار ڈال چکے تھے۔ "میں جانتا ہوں تم سب ناراض کیوں ہو۔ آخر میں بھی انسان ہوں کبھی کبھار غلطیاں ہو جاتی ہیں۔"

اس پر عائشہ نے سرد لہجہ اور نم آنکھیں لیے پوچھا:

"تو پھر آپ میری بات مان کیوں نہیں لیتے؟" یہ پوچھ کر اس نے رنجیدگی سے اپنی بات آگے بڑھائی تھی۔ "وہ اس کے بغیر نہیں جی پائے گا اور اگر اسے کچھ ہوا تو میں جیتے جی مر جاؤں گی۔

ڈیڈ! میں نے زندگی میں آپ سے کچھ نہیں مانگا کیونکہ مجھے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، مگر آج التجاء کرتی ہوں۔۔۔ پلیز! اپنی ضد چھوڑ کر اپنے بیٹے کی ضد مان لیں۔ ڈیڈ! میں جانتی ہوں آپ جو بھی فیصلہ کرتے ہیں وہ ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے، مگر موسیٰ ابھی جذبات میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتا ہے۔

آپ تو جانتے ہیں وہ کتنا ضدی ہے؟

آپ پلیز! صرف ایک بار اس کی خوشی کے لیے دعا کے گھر رشتہ لے کر چلیں۔

ہم ابھی بات پکی نہیں کریں گے، صرف موسیٰ کو تسلی دلانے کے لیے مان جائیں۔ پلیز۔۔۔ پلیز!"

وہ گڑگڑائی تھی،اور ڈیڈ کی منت سماجت کر رہی تھی۔

:انہوں نے اسے سینے سے لگا کر کہا

ٹھیک ہے، بیٹی! مگر یاد رہے صرف ایک بار۔وہ بھی تمہارے کہنے پر میں وہاں"

"جاؤں گا۔

اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

:حامد صاحب کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہنے لگے۔

"مگر میری ایک شرط ہے۔"

236.txt

(ادھورا پن)(236)(باسط بن مظہر راجپوت)

وہ یک دم پلٹی، چند آنسوؤں کے موتی اس کے گالوں پر بکھرنے کے بعد اس کے قدموں پر گرے، لیکن وہ مسکرا کر بولی:

جی۔۔۔جی، ڈیڈ! مجھے ہر شرط منظور ہے۔"

"بس ایک دفعہ آپ وہاں چلیں اور موسیٰ کو یہ خوشخبری آپ خود سنائیں۔

وہ یہ کہتے ہوئے موسیٰ کے کمرے کی طرف چل دیے تھے:

"ہاں۔۔۔ہاں، بیٹی! مگر میں اپنا فیصلہ ہرگز نہیں بدلوں گا۔"

عائشہ خوش تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ عارضی خوشی کے چند پل بھی ہو سکتے ہیں، مگر یہ جان کر موسیٰ کو تھوڑی

ہی سہی مگر خوشی تو ہو گی۔

ایک بہن کیسے اپنے بھائی کی اداسی میں اسے تڑپنے کے لیے اکیلا چھوڑ سکتی تھی۔

اس نے دن رات ڈیڈ سے بات کر کے انہیں اس متعلق سوچنے کے لیے قائل کر ہی لیا تھا۔

حامد صاحب اگلے ہی لمحے موسیٰ کے کمرے کے باہر موجود تھے۔ دروازے پر دستک دے کر کہنے لگے:

"موسیٰ بیٹے! دیکھو، اتنی ضد بھی اچھی نہیں ہوتی۔ پانچ دن ہو گئے، تمہارے دیدار کو ترس سا گیا ہوں۔ اب ویسے بھی ہم ہار تسلیم کر چکے ہیں تو پھر اس بے مروتی کی وجہ بھی ختم ہو جانی چاہیے۔ پلیز یار! ناراضی دور کرو اور دروازہ کھول دو۔"

ان کی آواز میں ایک درد تھا جو اس نے محسوس کیا، پھر دروازہ کھولتے ہی ڈیڈ کے سینے سے لپٹ گیا۔ وہ بے حد خوش بھی تھا اور اپنے برتاؤ پر شرمندہ بھی۔

حامد صاحب نے اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا، پھر کہنے لگے:

"ابھی تو تمہارے پیار کی شروعات ہے تو تم نے اپنی حالت بگاڑ لی ہے، اور خدانخواستہ تمہاری یہ ضد پوری نہ کی گئی تو تم تو دنیا ہی ہلا دو گے۔"

وہ طنزاً مسکرایا تھا:

"ڈیڈ! یہ ضد نہیں بلکہ میری محبت کی طلب ہے۔ بہر حال، میں آپ کے اس فیصلے پر ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا اور کبھی آپ کو آپ کے اس فیصلے پر شرمندگی کا احساس نہیں ہونے دوں گا۔" دونوں مسکرا کر بغل گیر ہو گئے، جیسے سالوں سے بچھڑے دو یار مدتوں بعد آمنے سامنے ہوئے ہوں۔

چلو بیٹا! اب کھانا کھالو۔" انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے اسے ساتھ" چلنے کو کہا تھا۔

:اس نے ہامی بھرتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے ڈیڈ کو دیکھا

"ڈیڈ! پہلے آپ وعدہ کریں آپ دعا کے گھر جائیں گے ؟"

:وہ وہیں رک کر ایک پل کے لیے کچھ سوچنے کے بعد بولے

ٹھیک ہے، بیٹا! مگر وہاں سے جو بھی فیصلہ آئے گا تمہیں تسلیم کرنا ہو گا۔"



237.txt

(ادھوراپن)(237)(باسط بن مظہر راجپوت)

اس کے بعد جیسا میں چاہوں گا تم ویسا ہی کرو گے۔" انہوں نے دوٹوک لہجے میں اسے بتایا تھا۔

:اس نے سر کھجاتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا

دیکھوں گا ڈیڈ! مگر دعا کے علاوہ کسی اور سے شادی تو کیا بات تک نہیں کروں "گا۔"

:اس پر حامد اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگے

یہ تو کوئی گارنٹی والی بات نہیں ہے بیٹا! اگر ان لوگوں نے اس رشتے سے انکار " کر دیا تو تمہیں مقدس کو اپنانا ہو گا۔ مجھے کسی قسم کی کوئی بے وقوفانا بات نہیں "سننی۔"

:اس نے لاپروائی دکھائی اور منہ پھلائے بولا

اچھا، ڈیڈ! ابھی آپ رشتے کی بات تو کریں، مگر پلیز کوئی ڈیل مت کر دیجیے " "گا۔"

اس کی یہ بات حامد صاحب کے دل پر کانٹے کی مانند چبھی، مگر وہ اسے محسوس :کرائے بنا مسکرائے اور صرف اتنا کہا

تم شیطان ہی رہو گے۔ اچھا، اب چلو کچھ کھالو۔ باقی کی بات کل ہو گی۔ شب "بخیر۔"

موسیٰ کے چہرے پر مسکان کھلی اور وہ "گڈ نائٹ" بول کر کھانا کھانے کے لیے کچن کی طرف چل دیا تھا۔



شام کے ڈھلنے اور رات تاریکی میں بدلنے کا سانول اور مانی کو معلوم ہی نہ ہو سکا۔ وہ دونوں بے حد مصروف تھے، چونکہ مانی کو بیتی داستان سننے کا بے حد شوق تھا، جبکہ سانول کو اس کی حسرت پوری کرنے کا جنون۔

سانول نے انگڑائی لیتے ہوئے جمائی کو انگلیوں کے سہارے سے روکا، اور ٹانگیں پھیلائے ڈائری کے اختتامی اوراق کا جائزہ لینے لگا۔

مانی جو بالکل خاموش تھا، اس نے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا تو رات کے پونے بارہ ہو چکے تھے، اور دونوں کو نیند بھی ستانے لگی تھی۔

کافی دیر کی خاموشی مانی کے اس سوال پر ٹوٹی:

"سانول! کچھ اور بھی سناؤ۔ رک کیوں گئے تم؟"

:اس نے تلملاتی نگاہوں سے اُسے گھور کر کہا

"اب بس کر دے۔اس ڈائری میں مزید کچھ بھی نہیں تمہیں سنانے کو۔"

اس نے ڈائری بائیں طرف میز پر رکھی، پھر سگریٹ سلگائے بالکونی میں کھڑا ہو کر گہرے کیش لگاتے ہوئے بولا:



238.txt

(ادھوراپن)(238)(باسط بن مظہر راجپوت)

"مانی! زندگی بھی اس سگریٹ کی مانند ہوتی ہے۔جب تک اس میں کسی کا دخل نہ ہو۔

زندگی بھی کتنی پرسکون اور آزاد ہوتی ہے، لیکن ہم اپنے سکون کی خاطر جب سگریٹ سلگاتے ہیں، اس سے دھواں اڑھتا ہے اور پھر یہ راکھ بن کر بکھرنے لگتا ہے۔ بالکل ویسے جیسے زندگی میں بے حد چاہنے والا داخل ہو، اپنی محبت بھری باتوں سے ہمارا دل جیت کر ہمیں تنہا چھوڑ جائے، پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ ہم اس کی یادوں کی آتش میں جلتے ہیں، پل بھر کے لیے سلگتے ہیں اور سانسیں رک جانے پر راکھ کا ڈھیر بن کر بکھر جاتے ہیں۔

محبت چاہے انسان سے ہو یا کسی جان بے جان شے سے، بخشش کسی کی نہیں ہوتی۔"

مانی اس کی آنکھوں کی نمی کو بھانپ چکا تھا اور کسی حد تک شاید اس کے جذبات کو جانچ بھی۔

:اس نے "شب بخیر" بولا اور یہ کہتے ہوئے کمرے کی طرف چل دیا

"اچھا، سانول! اب کچھ دیر آرام کر لے۔ میں چائے بھجواتا ہوں۔"

اس نے اشارتاً اسے وداع کیا، پھر آسمان پر نظریں جمائے گہری سوچوں میں کھو گیا۔



ساحر کی دوسری شادی ہوئے چند ماہ بیت چکے تھے۔

آج شام دفتر سے واپسی پر اس نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی اور اندر جانے کی بجائے لان میں ہی ٹہلنے لگا۔

آج شاید کچھ ارمان جاگنے کا وقت تھا یا کسی کے دل میں قید خاموش محبت کی آزادی کا دن تھا۔

رات کی ہلکی سیاہی کو گہرائی میں بدلنے کالے بادل آسمان پر امڈ آئے تھے۔

چند لمحات گزرے تھے کہ چند بارش کی بوندیں اس کے چہرے سے یوں ٹکرائیں جیسے کسی نے دل کے دروازے پر دستک دی ہو۔پہلے پہر وہ بوکھلا گیا، پھر ایسے مسکرایا جیسے اس کی من چاہی مراد پوری ہو گئی ہو یا ایک عرصے سے کہیں صندوق میں بند پڑی کسی شے کی اسے اچانک یاد آئی ہو اور اس نے اس صدا پر لبیک کہا ہو۔

وہ خیلات کی گہرائی میں جا پہنچا۔

گھبرائی ہوئی آیت دوڑتے ہوئے داخلی دروازے پر پہنچی۔اس نے ساحر کے

:ہاتھ سے بیگ لے کرایک طرف پھینک کر کہا

ساحر! آپ آگئے ؟"اور ٹاول سے اس کے بال اور چہرہ سکھاتے ہوئے بولی۔ "

"آپ بھی ناحد کرتے ہیں۔ کتنی دفعہ بولا ہے اپنی صحت کا بھی خیال کیا کریں۔



239.txt

(ادھوراپن)(239)(باسط بن مظہر راجپوت)

"موسم خراب ہو تو جلدی گھر آجایا کریں، لیکن آپ کو کیا پرواہ؟

:وہ مسکرا کر کہنے لگا

جب اتنی حسین شہزادیوں سی بیوی پرواہ کرنے والی ہو تو پھر کسی کو پرواہ کی کیا"

"پرواہ؟

اس نے ایک لمحے کے لیے اسے گھورا، پھر اس کے کپڑے صاف کرنے میں لگ گئی اور کہا:

ہاں، آپ کو کیا؟ آپ تو بس باتیں کرتے رہا کیجیے۔"

دیکھ لیجیے گا جب پرواہ کرنے والی نہیں رہے گی تو پھر آپ کو ہر پل کی پرواہ ہونے لگے گی۔" یہ کہہ کر اس نے سرد لہجے میں مزید کہا۔ "دیکھیں نا، آپ پورے بھیگ گئے ہیں۔ اگر بیمار پڑ گئے تو؟"

ساحر کو اس کا پیار بھرا غصہ جنت کی ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اس پل کو ایک لمحے کے لیے بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ خاموشی سے اس کے پھول برساتے لبوں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور وہ ایسا برتاؤ کر رہی تھی جیسے کوئی اسکول کا بچہ گھر پہنچے اور ماں اسے دیکھ کر تڑپ اٹھے۔

اس نے آیت کا ہاتھ تھام کر تاول اس سے لیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہنے لگا:

میری جان! پلیز، مجھ سے اتنی محبت ہضم نہیں ہو گی، میں اتنی محبت کے قابل" نہیں ہوں۔ کبھی تو مجھے جھڑک دیا کرو، کبھی تو مجھ سے نفرت کا اظہار بھی کر دیا کرو، تاکہ مجھے بھی محبت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔اور پلیز! غلطی سے بھی "یہ بچھڑ جانے والی باتیں نہ کیا کرو، میرا دل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بیگ زمین سے اٹھایا اور یہ کہہ کر :اندر جانے لگی

میں نے کہا نا، کہ آپ سے بس باتیں کروا لے کوئی۔اس سب میں تو ماہر ہیں" آپ۔"آیت کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

اچھا! میں آپ کی پسندیدہ ادرک والی چائے بناتی ہوں، آپ اندر آکر چینج" "کر لیں۔

ساحر کی یادوں کی ڈوری ثانیہ کے چلانے پر ٹوٹی، تو وہ یک دم آواز کی جانب اپنے دائیں طرف مڑا۔

:ثانیہ اس کے قریب ٹاول لیے کھڑی تھی، کہنے لگی

"یہ لیں اپنے بال صاف کریں اور اندر چلیں۔نہ جانے کن خیالات میں کھوئے رہتے ہیں؟میری تو کوئی پرواہ ہی نہیں آپ کو۔کب سے دروازے میں کھڑی آوازیں دے رہی تھی آپ کو۔"

"اوہ سوری!مجھے سنائی نہیں دیا شاید۔

Any Way Thank you!"



240.txt

(ادھوراپن)(240)(باسط بن مظہر راجپوت)

ثانیہ نے منہ پھلائے کہا:

ہاں، میں بتا رہی ہوں کہ یہاں آپ کو یادوں سے فرصت ملے تو میری صدائیں "

" بھی آپ کو سنائی دیں، لیکن میں یہ فضول بحث کسی سے کر رہی ہوں۔

اُس نے تشویش کا اظہار کیا تھا۔

: ساحر نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا

ارے، یار! میں سوری تو بول چکا ہوں۔ اور پھر تم تو میرے حالات سے واقف "

بھی ہو، پھر تمہارے اتنے تحفظات یہ سب میری دسترس سے باہر ہیں۔ تم نہ

" جانے۔۔۔۔۔

" اچھا! اب اگر سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی ہو تو اندر آ جائیں، میں چائے بنوا رہی ہوں۔ "

ثانیہ نے لاپروائی سے اُس کی بات کاٹ کر کہا تھا۔

اس نے ثانیہ کا ہاتھ پیچھے سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اس کی آنکھوں میں

: آنکھیں ڈالے کہنے لگا

شاید! تمہیں معلوم نہیں ہے میں اسی لہجے کا عادی نہیں ہوں۔ "

اور رہی میرے خیالات کی دنیا میں رہنے والی عادت تو بتا دوں مجھے اب اُسی دنیا

میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ تمہاری ہے وجہ کی اتراہٹ میری دسترس سے

کوسوں دور ہے۔ تم یہ بھی بھول رہی ہو کہ میرے دل کے ایک کونے میں معمولی سی جگہ، یہ شہانہ اندازِ زندگی اور اتنی شان و شوکت تمہیں آیت کی محبت کے صدقے میں ملی ہے۔اس لیے اتنی شوخیاں دکھانا تمہیں مہنگا پڑ سکتا ہے۔"

ساحر نے اسے خبردار کیا تھا۔

وہ اپنی کلائی میں درد محسوس کر رہی تھی، جو اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا۔ اور خوف اس کی آنکھوں سے۔

ساحر نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا اور شانے اچکائے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ثانیہ آنکھیں پھاڑے اس کے بڑھتے ہوئے قدم دیکھ رہی تھی،اور اپنی پھولی ہوئی سانس پر قابو پانے کے لیے اس نے سینے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ وہ خوف کے مارے الٹے قدموں دیوار تک پہنچی، پھر دیوار کا سہارا لیے کھڑی ساحر کے انداز بیاں پر غور و فکر کرنے لگی۔

اب وہ سمجھ چکی تھی کہ جو کچھ وہ کر رہی ہے یہ سب اس کے لیے نقصاندہ ثابت ہو سکتا ہے۔

کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد وہ منہ لٹکائے چپکے سے کمرے میں داخل ہوئی۔ ساحر کے سخت لہجے نے اُسے بہت سی ناآشنائیوں سے آشنا کرا دیا تھا اور وہ خوف زدہ بھی تھی۔



241.txt

(ادھورا پن)(241)(باسط بن مظہر راجپوت)

کمرے میں آتے ہی ثانیہ نے کہا:

"دیکھیں، ساحر! میں آپ کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں اور میں جب آپ کی دیوانوں سی حالت دیکھتی ہوں تو مجھے خوف آتا ہے، آپ کو کھو دینے کا خوف۔"

پھراس نے ساحر کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔"اگرآپ برا نہ منائیں تو کچھ کہوں؟"

:ساحراس کی جانب پلٹااور بے حد اداسی میں بولا

"ہاں، کہو۔ مگر پہلے ایک کپ چائے بنوادو۔ میرا سر درد سے پھٹا جارہا ہے۔"

:وہ اتاولے انداز میں نمبر بڑھانے کی غرض سے بولی

"میں سر دبادوں؟ شاید کچھ آرام آجائے۔"

:ساحر مسکرادیا، پھر پلنگ پر لیٹتے ہوئے کہنے لگا

"اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے خود ہی سکون مل جائے گا۔"

:ثانیہ نے پھر سے منمانی کی

ارے! میں بیوی ہوں آپ کی اور یہ میرا فرض ہے۔" کہہ کراس کے ماتھے پر" اپناہاتھ رکھ دیا۔

ساحر نے اسے آنکھیں پھاڑے گھور کر ایک جھٹکے میں اس کا ہاتھ پیچھے کردیااور

:بھڑک اٹھا

تمہیں ایک دفعہ کی سمجھ نہیں آتی؟ جب میں نے کہہ دیا مجھے اس احسان کی"

"ضرورت نہیں ہے، تو پھر تم کیا جتانا چاہتی ہو؟

:وہ یک دم پلنگ سے نیچے اتری، خوف کے مارے اس کا پورا جسم لرزنے لگا تھا

"وہ۔۔۔م۔۔۔میں۔۔۔ہم۔۔۔۔۔۔"

:ساحر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا

"کیا، وہ۔۔۔میں لگا رکھی ہے۔۔۔؟"

:کچھ دیر خاموش کھڑی ثانیہ کو گھورنے کے بعد اس نے بات مکمل کرنا چاہی

یاد رکھنا! تمہاری ہر ادا، میرے لیے محبت اور یہ احسانات اپنی جگہ، لیکن"

میرے سنورے ہوئے بالوں کو انگلیوں سے بگاڑنے کا حق

صرف و صرف آیت کو تھا، ہے اور رہے گا۔ اور اگر کسی نے اس کے حق پر اپنا

"حق جتانے کی کوشش بھی کی تو میرا یہی رویہ پائے گا۔

:ثانیہ کے گالوں پر آنسوؤں کے موتی چھلکنے لگے۔ وہ سسکتے ہوئے بولی

"I'm So Sorry!

مگر میں اب آپ کی بیوی ہوں اور یہ اختیار مجھے بھی ہے۔" پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

242.txt

(ادھوراپن)(242)(باسط بن مظہر راجپوت)

:وہ طنزیہ انداز میں ہنسا

اوہ اچھا! لیکن تم یہ بھول رہی ہو کہ وہ میری بیوی ہے، تھی اور رہے گی۔ وہ" میرے بچے کی ماں ہے، پھر میں کیسے کسی کو بھی اس کے حق جو میرے دل پر، "میرے وقت پر اس کا ہے، کیوں کسی کو قابض ہونے دوں؟

کوئی بھی عورت اپنے خاوند کی زبان سے کسی دوسری عورت، پھر چاہے وہ اس کی محبت یا بیوی کی اچھائی یا عزت افزائی کرنا برداشت نہیں کر سکتی۔ بالکل ایسے جیسے ثانیہ نے اس کے برتاؤ پر رد عمل دیا تھا۔

:وہ یک دم اُٹھ کھڑی ہوئی اور چلاتے ہوئے کہنے لگی

ہاں۔۔۔ہاں! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، مگر میں آیت نہیں ہوں۔ "

"دیکھیں مجھے۔

اس نے اپنے چہرے سے آنسو صاف کیے پھر ساحر کو گھورنے لگی، جیسے وہ جواب طلب کر رہی ہو۔

اب وہ اس کی باتوں سے اُکتاتے ہوئے اٹھا۔ اُس نے ثانیہ کو آئینے کے روبرو لاتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا:

دیکھو اپنا چہرہ! غور سے دیکھو خود کو۔ کیا تم آیت ہو سکتی ہو؟" پھر وہ دیوار پر لگی " اس کی تصویر ثانیہ کو دکھاتے ہوئے بولا۔

تم اس تصویر کو غور سے دیکھو اور ایک نظر خود کو، پھر مجھے بتاؤ تم کس زاویے " سے اس کا مقابلہ کرنے پر تلی ہو؟ تم اس کی پرچھائی کے برابر بھی نہیں ہو۔ اور

جو صرف اس کا ہے اس پر اپنا حق جتا کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟ یہ سب میری دسترس سے باہر ہے۔۔۔۔"

وہ غصے میں تلملا رہا تھا اور ثانیہ نم آنکھوں سے خاموش کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ وہ کسی بھی سوال کے جواب کا حق رکھتی ہے، لیکن اس کے پاس اِن سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

ساحر نے دوٹوک لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے ہوئے مزید کہا:

"یاد رکھنا ثانیہ! یہ تمہاری بھول ہے کہ تم آیت کے ہوتے ہوئے میرے دل میں گھر کر لو گی۔ اس لیے بہتر یہی ہو گا کہ تم خاموشی سے جو کچھ جیسے چل رہا ہے چلنے دو، یہی میرے اور تمہارے لیے بھی بہتر رہے گا۔۔۔۔"

دروازے پر دستک ہوئی جو دونوں کی گفتگو کے خاتمے کا باعث بنی۔

زویا نے دروازہ کھول کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا مگ تھا۔

ساحر نے اجازت دی:

"ہاں آجاؤ۔"

243.txt

(ادھوراپن)(243)(باسط بن مظہر راجپوت)

:اس نے چائے کا مگ آگے بڑھائے کہا

"بھائی! آپ کی ادرک والی چائے۔"

ساحر نے چائے کا مگ اس سے وصول کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا، پھر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ جہاں سے گھر کے باہر دور تک پھیلا ہوا پھولوں کا باغ اور پھولوں پر چمکتے ہوئے بارش کے قطرے چاند کی چاندنی میں حسین لگ رہے تھے۔ وہ نظارہ کرتے ہوئے چائے پینے لگا۔

دوسرے کونے میں صوفے پر بیٹھی ثانیہ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپایا ہوا تھا۔

:زویا اس کے قریب پہنچی

"بھابی! کیا ہوا؟ آپ اس قدر اداس ہیں۔اور رو کیوں رہی ہیں؟"

:وہ یک دم آنسو پونچھ کر مسکرائی

ار۔۔ارے، کچھ نہیں۔ تم کب آئی؟ بیٹھو نا۔"اس نے بات ٹال مٹول" کرنے کی کوشش کی۔

:زویا اس کے پاس بیٹھ کر بغور اسے دیکھنے لگی

بھابی! آپ اداس ہیں اور مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں۔مجھے جاننا ہے آپ مجھے " "حقیقت بتائیں۔

:وہ پھر سے رسماً مسکرائی

"بس وہ امی کی یاد آ رہی تھی۔اِس لیے کچھ اداس ہوں۔"

:یہ سن کر زویا نے اپنے سر پر ہاتھ مارا

اُف۔۔۔بھابی! اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ آپ مل آئیں نااُن سے،"

ویسے بھی وہ مری میں ہیں اور مری کونسا دور ہے۔ میں تو کہتی ہوں آپ اپنی

"تیاری کرلیں۔۔۔۔

:اس کی بات ابھی ادھوری تھی جب ساحر نے کہا

"یہ لو کپ، لے کر جاؤاور سنبھال کر رکھنا۔"

:ساحر کے تلخ لہجے کی بدولت وہ گھبراتے ہوئے مڑی

جج۔۔۔جی، بھائی! مجھے دیں۔" کہہ کراس نے اپنی بات مکمل کی۔"

"بھابی! آپ صبح بھائی کے ساتھ چلی جانا۔وہ آپ کو چھوڑآئیں گے۔"

ثانیہ زیرلب مسکرائی۔

:ساحر نے اپنا حلیہ سنوارتے ہوئے کہا

زویا! تم دونوں چلی جاناڈرائیور کے ساتھ۔مجھے آفس میں ایک ضروری"

"میٹنگ کے لیے جاناہے۔

:زویا حیرت سے اُسے دیکھنے لگی

بھائی! آپ بھابی کو مری چھوڑ آنا، گاڑی کونسی آپ نے ڈرائیو کرنی ہے اور "

"آفس کی ٹینشن نہ لیں میں ہوں نا۔

اُس نے فخریہ انداز میں اپنی پیکشن سامنے رکھی تھی۔

ساحر نے اسے آنکھیں پھاڑ کر گھورا۔

اسے زویا کے وہی الفاظ یاد آنے لگے جو کچھ عرصہ پہلے اُس نے ساحر اور آیت کو

سوات بھیجنے کے لیے کہے تھے۔



244.txt

(ادھوراپن)(244)(باسط بن مظہر راجپوت)

آیت بھائی ! بزنس کی ٹینشن نہیں لینا۔ آپ آرام سے ایک دو ہفتے بھائی کے "

"ساتھ سوات جاسکتی ہیں، بزنس میں سنبھال لوں گی۔

:اُس نے خیالات میں کھوئے ہوئے ساحر کو متوجہ کیا

"بھائی ! آپ جا رہے ہیں نا؟"

:وہ یک دم غصے بھرے انداز میں پلٹ کر بھڑک اٹھا

تمہیں ایک دفعہ کی سمجھ نہیں آتی ؟ کیا پھر سے میرا گھر برباد کرنے کا ارادہ "

"ہے ؟

وہ سہم گئی اور خوف کے مارے اس کے ہاتھ سے کپ گر کر ٹوٹ گیا۔

یہ بھی توڑ دیا؟" وہ پھر سے چلایا تھا۔ "کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتیں تم، "

"کسی کابل نہیں ہو، نکلو یہاں سے۔

اس کا اشارہ دروازے کی جانب تھا، جبکہ ثانیہ بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

:زویا ان الفاظ کے ساتھ رخصت ہوئی

سس۔۔۔ سوری، بھائی ! غلطی سے ٹوٹ گیا۔ پلیز معاف کر دیں، میں صفائی "

"کروادیتی ہوں۔

: وہ زمین پر بیٹھ کر کہنے لگا

ابھی جاؤ یہاں سے، میں کر لوں گا۔" پھر ایک ایک کر کے کانچ کے بکھرے" ہوئے ٹکڑے اٹھانے لگا۔

: ثانیہ بھی اس کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ تھامے کہنے لگی

"آپ اٹھیں میں صفائی کر دوں گی، چوٹ لگ جائے گی آپ کو۔"

اس کا یہ کہنا تھا کہ ساحر کے ہاتھ سے ٹپکتا ہوا خون دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔"اوہ! آپ۔۔۔آپ کو تو چوٹ لگ گئی، دیکھیں کتنا خون بہہ رہا ہے۔ پلیز! رہنے "دیں۔

: وہ اپنے کام میں مگن رہتے ہوئے بولا

کونسی چوٹ؟ کس خون کی بات کر رہی ہو؟"

یہ تو محبت کا رنگ ہے، چوٹ نہیں۔ یہ محبت میں بیتے ہوئے لمحوں کی یاد دلانے کا "ایک بہانہ ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔

: وہ اپنے گرتے ہوئے آنسو پونچھ کر اس کے زخم پر مرہم لگاتے ہوئے بولی

"پلیز ساحر! خود کو سنبھالیں۔ مجھ سے آپ کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔"

وہ زمین سے اٹھ کر بڑ بڑایا:

"بس ہو گیا۔اور تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اور ہاں، یہ ٹکڑے کانچ کے نہیں بلکہ میرے دل کے ہیں، سنبھال دو۔"



245.txt

(ادھوراپن)(245)(باسط بن مظہر راجپوت)

وہ ایک نظر پیار سے اُسے دیکھ کر باہر نکل گیا۔

ثانیہ نے وہ ٹکڑے سمیٹ کر سنبھال دیے، پھر کھڑکی سے باہر لان میں جھانکنے لگی۔

ساحر لان میں کھڑا تڑپ رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی اُس کے پاس پہنچی اور اس کا ہاتھ تھام کر پوچھنے لگی :

"سب خیریت تو ہے ؟ آپ رو رہے ہیں۔"

وہ خاموش رہا۔

ثانیہ نے التجائیہ طور پر کہا :

"پلیز! مجھے معاف کر دیں۔ اب کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

بارش کے بعد اب آسمان سے بادل غائب تھے اور چاند کی روشنی زمین پر موجود بارش کے چند قطروں کی باقیات پر قابض تھی۔ جو بے حد حسین لمحہ تھا۔

وہ جو چاند سے اپنے جذبات بانٹ رہا تھا، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا :

"ثانیہ! میں جانتا ہوں میرا برتاؤ تمہارے ساتھ کچھ اچھا نہیں ہے، لاکھ کوششوں کے باوجود میں آیت کو بھول نہیں سکتا۔

اس کی ناقدری میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی اور اب اس کی یادیں میرے لیے سزا بن چکی ہیں، جو نہ مجھے جینے دیں گی اور مرنے کی تمنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اب اپنے نفس کو کوسنے کے سوا میں کر بھی کیا سکتا ہوں ؟" پھر

اس نے ہاتھ جوڑ کر مزید کہا۔ "ثانیہ! میں اور کچھ نہیں تو تم سے معافی کی امید تو کر ہی سکتا ہوں؟ میں ہر ممکن کوشش کروں گا تمہیں مزید دکھ نہ ملیں۔"

ثانیہ نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور مسکرا کر کہا:

"مجھے محبت کی حقیقت سے تو واقفیت نہیں اور نہ ہی کبھی اس قدر گہرہ تجربہ کیا، مگر۔۔۔ مگر اتنا ضرور جانتی ہوں یہ ایک ایسا احساس ہے جو انسان کو مکمل بدل ڈالتا ہے۔ مجھے آپ سے شکوہ نہیں ہے، لیکن محبت سے شکایت ضرور ہے۔ کیونکہ میں نے محبت اس شخص سے کی تھی جو محبت کرنا تو جانتا ہے، مگر نبھانا نہیں۔"

ساحر کے اندر کا درد مزید بڑھ رہا تھا، جو اس کی آنکھوں کی نمی کے ساتھ چھلک رہا تھا۔ وہ پھر سے گڑگڑانے لگا:

"ثانیہ! مجھے سکھ کیسے نصیب ہو گا؟"

246.txt

(ادھوراپن)(246)(باسط بن مظہر راجپوت)

میں نے جس لڑکی سے پیار کیا، جسے اپنا ایمان سمجھا، جس کی محبت کا ایک پل بھی میں قضاء کرنے سے ڈرتا تھا اُسی کا باغی نکلا۔ میں نے تو اپنے ایمان پر شک کیا، تو پھر کیسے بخشا جاؤں گا؟

اس معصوم پر اتنے ظلم ڈھائے۔ اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو جیتے جی مر جاتا، مگر اس نے جس حوصلے سے یہ سب سہا ہے، مجھے خوف ہے کہیں اس کا دل توڑنے کے جرم میں مجھے کوئی سزا ہی نہ سنا دی جائے۔ ثانیہ! تم ایک لاش سے محبت کی "امید لگائے ہوئے ہو۔

:ثانیہ نے اُسے تسلی دینا چاہی

ساحر! جہاں محبتیں سچی ہوں وہاں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کوئی معنی نہیں" "رکھتیں۔

:وہ پھر سے اداسی بھرے لہجے میں خود کو کوستے ہوئے بولا

"وہ سب تو ٹھیک ہے، لیکن جو غلطی میں نے کی ہے میں زندگی بھر خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔"

"تو کیا آپ اس سے مل کر معافی نہیں مانگ سکتے ؟ مجھے امید ہے وہ آپ کی بات نہیں ٹال پائے گی اور اس سے ممکن ہے آپ کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے۔"

طویل خاموشی کے بعد ثانیہ نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔

:وہ آسمان کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگا

"وہ سچی محبت کرتی تھی مجھ سے۔ کھوٹ تو میرے دل میں تھی، جو اُسے سمجھ نہ سکا اور اب شرمندگی اس قدر کہ اُس کا سامنا کرنے کی ہمت بھی نہیں ہے۔"

:ثانیہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا

"ساحر! آپ پریشان مت ہوں۔ میں خود اس سے بات کروں گی۔ اس کا دل بہت بڑا ہے اور وہ مان بھی جائے گی۔"

:دونوں اطراف بالکل خاموشی چھاگئی جو ساحر کی اس بات پر ٹوٹی

"ٹھیک ہے، ثانیہ! اب رات کافی ہو چکی ہے، چلو اندر چلو۔ اور کل تم تیار رہنا ہم باہر گھومنے اور تمہارے لیے کچھ خریداری کرنے چلیں گے اور اگلے ہفتے تمہارے گھر بھی۔"

دونوں اس گفتگو کے دوران داخلی دروازے کے سامنے موجود تھے۔

ثانیہ نے رک کر پیچھے دیکھا:

"لیکن آپ کی تو ضروری میٹنگ تھی۔ ہم پھر کبھی چلے جائیں گے۔"

ساحر نے پیار سے اسے دیکھ کر کہا:

"مجھے معلوم ہے، لیکن تم بھی میری ضرورت ہو۔ اگر میں تمہارا خیال بھی نہ رکھ پایا تو کیا منہ دکھاؤں گا محبت کی عدالت میں جس محبت کا میں عادی مجرم ہوں؟"

(ادھوراپن)(247)(باسط بن مظہر راجپوت)

: گہری سانس چھوڑتے ہوئے اس نے دوٹوک انداز میں مزید کہا
"اب مجھے کوئی بہانہ نہیں سننا۔بس میں نے کہہ دیا، سو ہم صبح جارہے ہیں۔"
دونوں کے چہرے خوشی سے کھل رہے تھے۔
کچھ دیر پہلے کی تلخی آسمان پر موجود بادلوں کی طرح کچھ دیر برسنے کے بعد جھٹ چکی تھی۔
اگلے روز وہ دونوں صبح ہی تیاری کر کے خریداری کرنے نکل گئے۔دونوں نے پورا اسلام آباد گھوما، خوب موج مستی اور خریداری کے ساتھ ساتھ اچھا وقت بھی ایک ساتھ گزارا۔
دوپہر ایک بجے کے قریب ساحر نے تھک ہار کر ہتھیار ڈال دیے اور ثانیہ سے
: کہنے لگا

ثانیہ! چلو۔ میری تو بس ہو گئی، اب چلو کچھ کھا پی لیتے ہیں۔" دونوں مال میں" موجود کیفے پہ پہنچے اور کھانے کا مینیو چیک کرنے لگے۔

ساحر کی نظر جو اچانک اٹھی تو اس کی نظریں ایک ہی سمت جم گئیں۔

اس کے سامنے آیت اور مقدس موجود تھیں، جو کیفے میں کچھ فاصلے پر بیٹھی تھیں۔ وہ تو جیسے خیالات کی دنیا میں کہیں دور نکل چکا تھا۔

:ثانیہ نے اُسے دیکھے بغیر دو تین دفعہ اُسے متوجہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی

ساحر! آپ نے آرڈر کے لیے کیا سوچا؟ میرا تو فائنل ہو گیا۔" مگر وہاں سے" کوئی جواب نہ ملا۔

اُس نے جب ساحر کی طرف دیکھا تو کچھ کہے بغیر اس کی جمی

:ہوئیں نظروں کی سمت دیکھ کر بڑبڑائی

بس ہو گئی ہماری شاپنگ، کھا لیا ہم نے کھانا اور کر لی موج مستی۔"

"اب ان کے مسیحا کی آمد ہو چکی ہے۔ نہ جانے آگے کیا ہو گا؟

اس کے دل کے خدشات کی جھلک اس کے چہرے پر نمودار ہو چکی تھی۔ وہ بس سرد نظروں سے ساحر کو گھور رہی تھی اور نہ جانے کیا کچھ سوچنے پر مجبور تھی۔

:آخر اس کے صبر کا پیمانا لبریز ہو چکا تھا، تو وہ چلائی

ساحر! میں کب سے بات کر رہی ہوں آپ سے، مگر آپ مجھے یوں اگنور کر"

"رہے ہیں جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہیں آپ کی زندگی میں۔

وہ مسکرا کر لاشعوری طور پر ایسے گویا ہوا، جیسے ثانیہ جانتی ہی نہیں کہ اب تک وہ

:کہاں مصروف تھا



248.txt

"ثانیہ !ایسی کوئی بات نہیں۔وہ میں آج کی میٹنگ کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

:وہ طنزاً اُس کی چالاکی پر ہنس کر بولی

ہاں، میں تو جیسے اندھی ہوں، جسے کچھ بھی کہا جائے گا خاموشی سے اس پر یقین" کرلوں گی۔

آپ نے اگرایسا ہی کرنا تھا تو مجھے یہاں لے کر ہی کیوں آئے اور مجھ سے شادی کیوں کی تھی؟

جبکہ آپ تو اب بھی آیت سے ملنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ آج۔ آج بھی اس کی آمد کی جانکاری تھی آپ کو اسی لیے صبح ہوتے ہی یہاں لے آئے مجھے تاکہ اس کے سامنے میری تذلیل کر سکیں۔یا مجھے جھوٹی محبت "۔۔۔

:اُس نے ثانیہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا

دیکھو، بہت ہو گیا۔ میں کوئی تماشہ نہیں چاہتا۔"اس کا لہجہ سرد مگر بات میں دم" تھا۔"تم جانتی ہو وہ میری بیوی اور واحد محبت ہے جس کی جگہ میرے دل میں کوئی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ہماری شادی جن حالات میں ہوئی تھی تم اس

سب سے واقف ہو۔ یہ ایک حادثہ تھا جس کو میں نے اپنی محبت کی عمر دراز کے صدقے میں سہا تھا۔اس لیے جو جیسے چل رہا ہے چلنے دو اور مجھے کوئی سخت فیصلہ لینے کے لیے مجبور مت کرو۔"

وہ پھر سے چلائی:

"مگر میں نے تو کوئی صدقہ یا نظرانہ نہیں پیش کرنا تھا۔میری تو پہلی شادی ہے۔ آپ اس طرح میرا حق، میرا وقت اور میرے حصے کی محبت مجھ سے چھین نہیں سکتے۔میں آپ کو یوں خود پر ظلم نہیں کرنے دوں گی۔" کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ یک دم اٹھ کھڑا ہوا، جو غصے میں لال ہو چکا تھا اور تلخ لہجے میں بولا:

"اُف! میں کیسے سمجھاؤں تمہیں؟

میں اس لہجے کا عادی نہیں ہوں اور رہی بات محبت کی تو وہ میں تم سے نہیں کرتا۔ کڑوی ہی سہی، لیکن اس حقیقت کو اپنے دماغ میں اچھے سے بیٹھالو۔"

وہ اپنے جذبات کا اظہار کر کے وہاں سے جانے لگا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اُسے جاتا دیکھ کر روئے جا رہی تھی۔

وہ تیز قدموں سے آیت کا پیچھا کرنے لگا۔اس کے قریب پہنچ کر اس نے آیت کو متوجہ کیا اور ندامت بھرے انداز میں نظریں

جھکائے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

: وہ یک دم پلٹی اور اچانک ساحر کو سامنے دیکھ کر لاشعوری انداز میں مسکرائی

ساحر! آپ آ گئے؟ کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں؟"



(ادھوراپن)(249)(باسط بن مظہر راجپوت)

"اب چلیں؟

ایک پل میں اس نے ایسے سوالات کیے، جسے کچھ دیر پہلے کے بھولے بچھڑ کر وہ دوبارہ سے ملے ہوں۔

محبت بھی انسان کو کسی کا عادی بنا کر جیسے بھول جاتی ہے۔

ساحر بھی یہ سب سن کر حیران رہ گیا اور آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ محبت جو زندگی جینا بھول چکی تھی پھر سے سانسیں لینے لگتی،

مقدس نے اُسے جھنجھوڑ کر سخت لہجے میں پوچھا:

آپی! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" پوچھ کر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔"

ہم یہاں دو لوگ ہی تھے اور کوئی نہیں تھا ہمارے ساتھ۔"

جسے ہم بھول چکے ہیں اس سے نئے تعلقات استوار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

مقدس کے لہجے اور لفظوں نے اُسے ایک پل کے لیے سوچنے پر مجبور کیا تو وہ اپنے پاگل پن پر ہنس دی، پھر مقدس کے ساتھ چلنے لگی۔

:ساحر پھر سے ان کے پیچھے چل دیا اور کہا

پلیز آیت! ایک منٹ میری بات سُن لو۔ میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔" ہو سکتا ہے میری بات سن کر تمہارا میرے متعلق جو فیصلہ ہے بدل "سکوں۔۔۔۔

مقدس پھر سے کراہٹ بھرے انداز میں دونوں کے درمیان حائل ہوئی اور :تیکھے لہجے میں بولی

بھائی! اب کیا بات کرنی باقی ہے؟"

"مجھے نہیں لگتا کچھ کہنے سننے کو بچا ہو گا۔

اس نے ساحر کو اس کی غلطیوں کا احساس دلانا چاہا اور آیت کو ساتھ لیے آگے بڑھ گئی۔

:وہ سامنے سے انہیں روک کر کہنے لگا

آیت! تمہیں زندگی اور محبت کی اہمیت کا اندازہ تو ہے۔ بس ایک پل کے لیے"
میری بات سن لو۔" وہ اس کی منتیں کرنے لگا تھا۔

اُس نے مقدس کو ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے پلکوں کے اشارے سے
کچھ سمجھایا، جس پر وہ منہ لٹکائے خاموشی سے اُن دونوں کو دیکھنے لگی۔

جی بولیں کیا بات کرنی تھی آپ نے؟" وہ ساحر کی طرف متوجہ تھی۔"

اس کا اندازِ بیاں آج بھی اس کی پاکیزہ محبت اور تربیت کی مثال تھا۔

:اس نے وقت برباد کیے بنا مدعے کی بات کی

آیت! تم سب کچھ بھول کر واپس گھر کیوں نہیں آجاتیں؟ کیا میرے گناہوں"
"کی سزا اب تک نا مکمل ہے؟

(ادھوراپن)(250)(باسط بن مظہر راجپوت)

ساحر نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے مزید کہا۔ " تمہیں خدا کا واسطہ اپنی منزل کی طرف لوٹ آؤ، جس کی چوکھٹ پر میں، میری محبت اور آرزوئیں نہ جانے کس حال میں کب سے تمہارے انتظار میں گھٹ گھٹ کر مرے اور جیے جا رہے ہیں۔"

وہ نم آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

آیت نے پر سکون ہو کر ساری گفتگو سنی، پھر اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگی:

"ساحر! کونسی محبت، کونسی آرزوئیں اور کونسی منزل؟

وہ منزل جس کی راہیں آپ نے خود ہی جدا کی تھیں؟

وہ محبت جسے آپ نے گھٹیا اور بے جان کہا تھا؟

وہ آرزوئیں جن کا گلا آپ نے گھونٹ کر نہ جانے کہاں دفن کر دیا تھا یا پھر وہ چوکھٹ جس کی دہلیز سے مجھے دھکے دے کر نکال باہر کر دیا تھا آپ نے؟"

اس نے سوالات کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا جن کا شاید ہی ساحر کے پاس جواب موجود ہو۔

چند لمحات کی خاموشی کے بعد آیت نے پھر سے اُسے چند حقیقتوں سے روشناس کرانا چاہا تھا:

پھر آپ کو معلوم تو ہو گا ہی؟"

جب راہیں جدا کی جائیں تو منزلیں خود بخود نظروں سے اوجل اور زندگی سے آزاد ہو کر نہ جانے کہاں کھو جاتی ہیں۔

ساحر! تقدیر کو شاید یہی منظور تھا کہ اب ہماری راہیں الگ الگ لکھی جا چکی ہیں۔

اب جن راہوں پر ہم چل پڑے ہیں وہاں سے مڑنا ممکن نہیں ہے۔

آپ نے ایسے زخم دیے ہیں کہ میں چاہ کر بھی واپسی کی نہیں سوچ سکتی۔ میں ہمیشہ آپ کی شکر گزار رہوں گی جو مجھے ایسے زخم دیے کہ میں جینا سیکھ گئی۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو شاید میں بھی محبت کو حقیقت تسلیم

کر کے اپنی زندگی ایک جھوٹے سہارے اور جھوٹی تسلی کے ساتھ گزار دیتی۔ اور زندگی کی حقیقتوں سے لاعلم ہی رہتی۔"

ساحر کی تو روح تک یہ سن کر کانپ اٹھی تھی۔

:اس نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ نفی میں لہراتے ہوئے کہا

نہیں۔۔۔ نہیں، آیت! اس سب کی قصوروار محبت نہیں، بلکہ مجھ جیسا نااہل"
اور جاہل انسان ہے جو محبت کی حقیقت اور اس کے معنی کو سمجھ نہ سکا۔ تم مجھے جو
"چاہو کہہ دو لیکن محبت کو قصوروار نہ ٹھہراؤ۔۔۔ یہ محبت تو تمہاری پہچان ہے۔



251.txt

(ادھوراپن)(251)(باسط بن مظہر راجپوت)

آیت نے پہلے تو نیم دراز نگاہوں سے اُسے گھورا، پھر اس کی حالت پر اظہار
:تشویش کرتے ہوئے بولی

مجھے نہیں معلوم کے آپ کے اس انداز بیاں پر ہنسوں یا روؤں ؟"

لیکن مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ اب آپ کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو

گیا ہے۔" پھر مختصراً کہا۔" ساحر! اب آپ ثانیہ کا خیال رکھا کیجیے اور اپنا بھی۔

" ابھی مجھے جانا ہو گا۔

آج پھر ساحر کو اپنی خوشیوں پر پانی پھرتا دکھائی دیا۔اس نے پھر سے گڑ گڑا کر

:معافی مانگی

میں بہت جاہل، کم عقل اور نادان تھا جو تمہاری محبت کو نہ سمجھ پایا۔مجھے ایک "

" موقع تو دے کر دیکھو، میں تمہاری غلامی میں باقی کی زندگی گزار دوں گا۔

آیت کی اداسی کی جھلک اس کے لفظوں میں پروان چڑھی۔اُس نے تحمل مزاجی

:کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا

ساحر! ایسی کوئی بات نہیں۔مجھے آپ سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں ہے۔اور "

رہی بات ہماری اس جدائی اور ادھوری محبت کی تو یہ سب نصیبوں کے کھیل ہیں،

" جو ہمارے بس میں نہیں شاید۔ہمارا ابھی یوں جدا رہنا مقدر میں لکھ دیا گیا تھا۔

آیت ! میں تمہاری اس محبت اور تمہاری معصومیت کے صدقے واری "

جاؤں۔ " پھر ساحر کے لرزتے ہوئے لبوں سے کچھ ایسے الفاظ بکھرے تھے۔

"" "کہاں سے سیکھا ہے اتنا حوصلہ اور صبر ؟

: وہ مسکرا کر بولی

کی بیٹی 'On Duty Officer' آپ بھول رہے ہیں کہ میں ایک "

ہوں۔ اور میرا ایک بیٹا بھی ہے۔ وہ دونوں میرے جینے کا مقصد، میرے دل کی

آرزو، میری جان اور میرے جینے کی وجہ ہیں۔ جو مجھے کہیں حوصلہ ہارنے نہیں

" دیتے۔

: ساحر نے اس کے حوصلے کی حوصلہ افزائی کی اور خوشنما لہجے میں کہنے لگا

ماشاءاللہ ! خُدا تاقیامت تمہارے جذبے کو سلامت رکھے۔ " یہ کہہ کر اُس نے "

" گفتگو سمیٹتے ہوئے پوچھا۔ " ہاں، تو میرے شہزادے سے کب ملوا رہی ہو ؟

" جی، جلد ہی ملواؤں گی۔ ان شاءاللہ۔ "

آیت نے انہیں لفظوں پر اجازت چاہی، پھر منزل کی طرف چل دی۔

252.txt

(ادھوراپن)(252)(باسط بن مظہر راجپوت)

ساحر اپنے دکھوں کو سمیٹنے کے لیے زمین پر ہی بیٹھ کر اسے جاتا دیکھنے لگا۔

★☆...☆★

آج سے ڈیڑھ، دو سال قبل ایک رات دعا کو عائشہ کا ایک میسج موصول ہوا تھا۔ جو کچھ یوں تھا۔

دعا! ہم لوگ کل موسیٰ کے رشتے کی بات طے کرنے تمہارے گھر آ رہے "ہیں۔"

یہ جان کر دعا کی تو جیسے عید ہو گئی تھی۔

اس نے سب سے پہلے یہ خوشخبری اپنی کزن ثانیہ کو سنائی اور یہ بھی کہا کہ:

"وہ صبح جلدی اس کے گھر آجائے، بہت سے کام کرنے ہیں۔"

وہ رات بھر مصلٰے بچھائے رب سے دعائیں کرتی رہی اور اس کی عطاء پر شکر بھی۔

اگلے روز صبح سویرے ثانیہ اس کے گھر پہنچ گئی۔

آج دعا کا چہرہ کھلا کھلا معلوم ہو رہا تھا۔۔۔یعنی وہ بے حد خوش تھی۔

وہ ایک ذمہ دار اور سلجھی ہوئی بیٹی تھی۔ اس لیے اس کے گھر والے بھی اس کا بھر پور ساتھ دیتے، اس کی ہر بات بنا تکلف مان لیا کرتے۔

:اُس نے بس ایک دفعہ اپنا مقصد والدین کے سامنے رکھا کہ

اسے ایک لڑکا اپنے جیون ساتھی کے روپ میں پسند آگیا ہے اور اس کے گھر" والے ہمارے ہاں رشتے کی بات کرنے آرہے ہیں وغیرہ۔"

:اس کے بابا نے اس کے فیصلے کا خیر مقدم کیا

بیٹی! تم تو ہمارا امان ہو اور مجھے امید ہے اور بھروسہ بھی کہ تم کبھی غلط فیصلہ" نہیں کرو گی۔ وہ لڑکا سچ میں کوئی شہزادہ ہو گا جو میری شہزادی نے پسند کیا ہے۔

"تم بے فکر ہو جاؤ۔

اس صبح نصیر صاحب کچن میں آئے جہاں ثانیہ اور کلثوم مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں مصروف تھیں۔انھوں نے دونوں کو متوجہ کر کے کہا:

"بیٹے! میری بیٹی بہت معصوم اور اکیلی ہے، تو اس نازک موڑ پر تم دونوں کی اسے بے حد ضرورت ہے اور اب اس کی ذمہ داری تم دونوں پر ہے۔"

دونوں نے نصیر صاحب کی بات سے اتفاق کیا، پھر کلثوم نے کہا:

"بابا! آپ بالکل بھی پریشان نہ ہوں۔ ہماری دعا باہمت اور دلیر لڑکی ہے۔ وہ ہر مشکل اور آسانی میں جینا سیکھ چکی ہے اور ہم سب ہیں نا اس کے لیے۔"

وہ کلثوم کے اس جذبے پر مسکرا کر بولے:

"خدا! تم دونوں سے راضی ہو اور جیسا تم نے کہا حقیقت میں ایسا ہی ہو۔"



(ادھوراپن)(253)(باسط بن مظہر راجپوت)

موسیٰ کے گھر تمام تر تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔

اس کے چہرے کے تاثرات اس کی خوشی کے خدوخال سے مزین تھے۔

:اس نے عائشہ کو متوجہ کیا اور شانے اچکا کر تکبرانہ انداز میں کہنے لگا

آپی! آخر میری منزل آپ کے خدا سے مانگے بنا ہی تکمیل تک پہنچ گئی۔ میں نا" کہتا تھا کہ سب کچھ دُعاؤں میں ہی نہیں رکھا ہوتا، کچھ چیزیں نصیبوں میں لکھ دی "جاتی ہیں۔ جیسے میرے نصیب میں دعا لکھ دی گئی ہے۔

موسیٰ امیر باپ کی بگڑی ہوئی نہ سہی تو کم فہم اولاد ضرور تھا۔ جو غرور و تکبر میں کافی حد تک ڈوب چکا تھا۔

وہ اپنی قسمت پر رشک کرتا نہ جانے کیا کچھ کہے جا رہا تھا۔ عائشہ تمام تر کام ترک کر کے اسے گھور رہی تھی اس کا چہرہ اور آنکھیں غصے سے لال ہو چکے تھے۔

وہ خاموش ضرور تھی، مگر اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُسے ایک زوردار تھپڑ رسید کرتی۔

:وہ اب بھی الٹا سیدھا بڑبڑا رہا تھا۔ جس پر عائشہ نے تلخ مزاجی سے کہا

"موسیٰ! بس خاموش ہو جاؤ۔۔۔۔"

وہ یک دم سہمے ہوئے انداز میں اس کی جانب پلٹا۔

تمہیں معلوم ہے تم انجانے میں اپنے لیے کتنی مصیبتیں چن رہے ہو؟ خدا سے " اتنی دوری بھی اچھی نہیں ہوتی۔ ہاں، شکوہ اپنی جگہ۔۔۔ مگر تم تو کھلی نافرمانی کر رہے ہو۔

شکوہ کرتے ہوئے بھی وہ شخص اچھا لگتا ہے جو فرمانبردار ہو۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا! اس رب کی لاٹھی بے آواز ضرور ہے، مگر جب سر پر پڑتی ہے تو تمام نافرمانیاں اور شکوے یاد آجاتے ہیں۔ مجھے بھی اسی بات کا خوف "ہے جو کچھ تم کر رہے ہو، خدا تمہیں بھی سزا کے لیے نہ چن لے۔

اس نے پر سکون لہجے میں موسیٰ کو تفصیل سے سمجھانا چاہا، پھر ہاتھ جوڑ کر مزید کہا۔ "اگر اسے راضی نہیں کر سکتے تو خدا کے لیے خاموش رہا کرو۔ فضول بحث سے اجتناب شاید تمہیں زندگی کا مقصد یاد دلا دے۔"

موسیٰ کا چہرہ لٹک گیا تھا۔ اُس نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا:

"اچھا، آپی! آج تو مجھے بخش دیں، میری خوشی کا دن ہے۔ اس لیے جلدی سے تیار ہو جائیں کہیں ڈیڈ مکر ہی نہ جائیں۔"



254.txt

(ادھورا پن)(254)(باسط بن مظہر راجپوت)

عائشہ نے محسوس کیا تھا کہ اب وہ لاپروائی کے آخری درجے پر پہنچ چکا ہے۔ وہ خاموشی سے اپنا کام نمٹانے لگی۔

:ایمان بھی اس گفتگو میں شامل ہوئی اور خوش مزاجی سے بولی

موسیٰ! ایسے نہیں بولتے۔ اپنے گناہوں کی معافی طلب کر لو، کیونکہ نصیبوں" کی رسی اس رب کے ہاتھ میں ہے جو کب کہاں ٹوٹ جائے کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے۔ ویسے بھی ہم آج تمہارے رشتے کی بات کرنے جا رہے ہیں "جس کے بدلے تمہیں خود کو بدلنا ہو گا۔

وہ ان نصیحتوں سے تنگ آکر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

"عائشہ! ارے ایمان! کہاں ہو تم دونوں؟"

حامد صاحب لان میں کھڑے دونوں کو پکار رہے تھے۔

ان کی پکار پر دونوں نے آنکھیں پھاڑے ایک دوجے کو گھورا اور اپنا دستی سامان :اٹھا کر یک دم حاضر ہوئیں

"جی۔۔۔جی، ڈیڈ! ہم تیار ہیں۔"

عائشہ نے اپنے چہرے سے زلفیں ہٹا کر کہا اور دوپٹہ سلیقہ مندی سے اپنے دائیں بازو سے ایک طرف لٹکا دیا۔

:حامد صاحب نے ملازم کو کچھ مزید سامان تھما کر عائشہ کو متوجہ کیا

عائشہ !ایک نظر دیکھ لو کوئی چیز رہ نہ گئی ہو۔ایسے موقع پر ہر چیز کا خاص خیال" "رکھنا چاہیے۔

اس نے ہامی بھری اور اپنے کام میں لگ گئی۔

صبح 9 بجے وہ سب لاہور سے اسلام آباد کے لیے روانہ ہو گئے، جبکہ موسیٰ چند ملازمین اور گارڈز کے ساتھ گھر پر ہی تھا اور بے حد خوش بھی تھا۔

اس نے کچھ وقت کے لیے سب ملازمین اور گارڈز کو ان کے بچوں کے ساتھ باہر :بھیج دیا اور کہا

شام تک اپنے بچوں کے ساتھ خوب انجوائے کریں، مگر ڈیڈ کو اس سب کی خبر" نہ ہو۔میں کچھ پل آزاد فضاؤں میں جینا چاہتا ہوں۔اور اگر کسی نے میری بات "ماننے سے انکار کیا تو سمجھو نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اُن سب کو مجبوراً اُس کا حکم نہ چاہتے ہوئے بھی ماننا پڑا تھا۔

موسیٰ تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

وہ نہ جانے کیا کچھ سوچ کر مسکراتے ہوئے نگاہیں آسمان کی جانب ٹکائے پلنگ پر ہی لیٹ گیا۔



255.txt

(ادھوراپن)(255)(باسط بن مظہر راجپوت)

چند لمحات کے لیے اُس نے کمرے کا جائزہ لیا، جو اس کی تمناؤں کے عین مطابق سجا ہوا اور اس کی ہر من پسند شے سے بھرا ہوا تھا۔

بہترین قسم کی آرٹس، اُس کی من پسند کتابیں، انگریزی ناولز اور اس کے دوستوں کے دیے ہوئے کچھ تحائف۔ جنہیں وہ ہمیشہ نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ سب الماریوں میں موجود تھے۔

مختصراً یہ کہ اس کا وسیع کمرہ کسی عجائب گھر سے کم نہیں تھا۔ جہاں ہر طرح کی اچھی، بری۔۔۔ مگر اس کی پسند کی ہر شے موجود تھی۔

کچھ وقت وہ ہر سمت نظریں گھما کر ہنسنے لگا، جیسے وہ خود سے ان اشیاء کے متعلق پوچھ رہا ہو۔

اسے یک دم کچھ یاد آیا تو بلنگ سے اٹھ کر وہیں ٹہلنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ:

"آخر اتنی خوشی کا دن ہے۔ تو یہ خوشخبری وہ سنائے تو سنائے کس کو؟"

اچانک اُسے اپنے بھائیوں جیسے دوست یاد آئے یعنی اسماعیل اور سانول۔ مگر اسماعیل تو اب اس دنیا میں نہیں ہے، اس حقیقت نے اُس کی خوشی مٹی میں ملا دی وہ بے حد اداس ہوا، لیکن اس کی اداسی کو خوشی میں بدلنے کا سامان بھی موجود تھا۔

:اس نے سانول کو کال کی اور کہنے لگا

"ارے، یار! آج میں بہت خوش ہوں۔"

:سانول حیران ہو کر پوچھنے لگا

"لیکن میرے بھائی! آپ ہو کون؟ اور یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو؟"

اس کا اس قدر حیران ہونا بنتا تھا، چونکہ اِس سے پہلے ان دونوں کا کافی عرصے سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا اور نہ ہی سانول کے پاس اس کا نیا نمبر سیو تھا۔

:وہ قہقہہ لگا کر ہنسا

ارے! میں موسیٰ ہوں اور مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔" کہہ کر اس نے اپنی بات" جاری رکھی۔ "آج میں بے حد خوش ہوں۔ جانتے ہو آج میری چاہت، میری محبت سے میرا رشتہ طے ہونے والا ہے؟

یعنی میری بات پکی ہونے والی ہے اور میں خود کو بے حد خوش نصیب سمجھ رہا "ہوں۔۔۔۔۔

:سانول اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

اوہ! اچھا، بہت بہت مبارک ہو۔"

"لیکن کیا مجھے نہیں بتاؤ گے وہ خوش نصیب لڑکی کون ہے ؟

:اس کے پوچھنے پر موسیٰ نے بتانے کے لیے ایک مشکل سوال کیا

256.txt

(ادھوراپن)(256)(باسط بن مظہر راجپوت)

بتاؤں گا، مگر پہلے تم بتاؤ۔ تم کچھ عرصہ قبل کہہ رہے تھے کہ تم ایک لڑکی کو"

بے حد پسند کرتے ہو،اور اسے پروپوز کرنے والے ہو۔

کیا بنا تمہارے پروپوزل کا؟

"مجھے یقین ہے وہ میرے بھائی کے پروپوزل پہ فدا ہو گئی ہو گی۔

دونوں اطراف سے سوال پر سوال اٹھنے لگے۔ سانول یہ سن کر بالکل خاموش اور اداس بھی ہوا تھا۔

:اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتا موسیٰ کہنے لگا

اچھا، یار! باہر گھنٹی بج رہی ہے اور میں اکیلا ہوں، میں دیکھ کر آتا ہوں۔ تو بول" میں سُن رہا ہوں۔" وہ موبائل کان سے لگائے سیڑھیاں اترنے لگا۔

:سانول ہانپتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا

اُس۔۔۔وہ۔۔۔اس نے مجھے ریجیکٹ کر دیا، یہ کہہ کر کہ وہ مجھ سے شدت کی" "نفرت کرتی ہے۔

:موسیٰ کے چہرے کے تاثرات یک دم بدلے، وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا

اوہ! میں تو سوچ رہا تھا تم کامیاب ہو گے، لیکن تم نے تو بہت بری خبر سنادی۔""""

اس گفتگو کے دوران وہ گیٹ پر پہنچ چکا تھا۔ جب اس نے گیٹ کھولا تو ایک فقیر "کو دیکھ کر کافی برہم ہوا۔ "اف! اب تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟

:اس نے سانول کو کال پر رہنے کو کہا اور پھر سے فقیر پر چلانے لگا

"ارے! تم سے بات کر رہا ہوں۔ کیا آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہے ہو؟"

فقیر خاموش، مگر اس کی حالت پر مسکرا رہا تھا۔

:غصے میں تلملاتے ہوئے اُس نے کہا

"اب مسکرانے کے لیے تو نہیں کہا میں نے۔ یہ لو۔"

اس نے نے جیب سے کچھ پیسے نکال کر فقیر کو تھمانا چاہے، لیکن اُس نے نفی میں

:سر ہلا کر کہا

بیٹا! مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے، میں تو بس تمہیں دیکھنے آیا تھا۔ سنا ہے تم بہت "

"بڑے باغی ہو اور بغاوت بھی اپنے رب کی؟

:موسیٰ نے اسے گھور کر پوچھا

"اب یہ کیا بکواس ہے؟ تمہیں اور کوئی کام نہیں کیا؟"

اس نے بات جاری رکھی تھی۔ "میرے موڈ کی ایسی تیسی کر دی، کتنا خوش تھا

"میں۔

موسیٰ کے قدم وہیں جم گئے تھے۔

:فقیر پھر سے مسکرایا

وہ میرا رب بہت حکمت والا ہے، وہ بہت رحیم ہے اور تمہیں اپنانا چاہتا ہے۔" اب تمہیں چاہیے کہ تم اس سے دعاؤں میں بھی دعا کو مانگ لو، کہیں دیر نہ ہو جائے۔ دعائیں قسمتوں کو بدل دیتی ہیں، کیا معلوم تمہاری قسمت کا فیصلہ بھی "دعاء مانگنے سے بہتر ہو جائے۔



257.txt

(ادھوراپن)(257)(باسط بن مظہر راجپوت)

اب تک فقیر نے تین حروف پر زور دیا تھا۔ یعنی۔۔۔ د، ع، ا۔

موسیٰ اس دفعہ چکرا گیا تھا۔

وہ بارہا "دعا۔۔۔ دعا" اس کے منہ سے سن کر اکتا گیا اور بگڑا بھی تھا۔

دعا کا نام سن کر کال پر موجود سانول کو بھی دھچکا لگا۔اس کے لب بھی لرزے تھے، مگر وہ کچھ کہہ نہ پایا۔

:موسیٰ فقیر پر چلا رہا تھا

"کیا مطلب تمہارا؟اور تم دعا کو کیسے جانتے ہو؟"

:فقیر نے انگشت آسمان کی سمت اٹھائی

بیٹا! میں تو ایک غلام ہوں، جاننے والا تو وہاں اوپر ہے۔جو ہر چیز پر قادر ہے۔""""

یہ کہہ کر وہ اپنی منزل کی جانب چل دیا۔

:موسیٰ آنکھیں پھاڑے اسے جاتا دیکھ کر بھاری آواز میں کہنے لگا

ارے،سانول! سن رہا تھا تو اسے؟ کیا بکواس کر کے گیا ہے؟"اس نے بات" جاری رکھی۔"یہ ہوتا کون ہے میری محبت،میری دعا کے معاملات میں بولنے والا؟

"جو میرا ہے اسے میں دعاؤں میں کیوں مانگوں؟آخر ایسا کیا ہے دعاؤں میں؟ اس نے لاپروائی سے پوچھا تھا۔

اب تک خاموشی سے مکمل گفتگو سن رہا سانول کچھ حد تک خود کو سنبھال کر اسے

: سمجھانے لگا

وہ بالکل درست کہہ رہا ہے۔"

موسیٰ! دعائیں قدرت کا کرشمہ اور انعام ہوتی ہیں۔ جو ہماری تقدیر اور قسمت

بدلنے کا دم رکھتی ہیں۔

دعائیں ہی تو رب سے بات کرنے کا ذریعہ اور اس سے تعلق استوار کرنے کا عمل

"بھی ہیں۔

طویل خاموشی کے بعد سانول بے چینی میں بات بدلتے ہوئے یک دم کچھ بڑبڑایا

تھا۔

وہ اب تک شاید حقیقت سے ناآشنا تھا یا پھر جان کر اپنے دل کو تسلی دے رہا تھا۔

: بہر حال اس کے لہجے میں بے حد اداسی تھی

یار! یہ دعا کون ہے جس کے متعلق فقیر بات کر رہا تھا؟ اور تو بھی اس کے بنا"

"کوئی بات مکمل کرتا ہی نہیں۔

: موسیٰ نے حیرانی ظاہر کی اور ہنس مکھ انداز میں بولا

"ارے سانول ! واقعی تم نہیں جانتے؟"

سانول نے نفی میں جواب دیا، اس کے لہجے میں کافی سنجیدگی بھی تھی۔

:موسیٰ نے اس کے لیے کچھ آسانی پیدا کی

اچھا! تو اگر ایسی بات ہے تو آپ کی یاد دہانی کے لیے عرض ہے۔"

یہ وہی دعا ہے جس سے میرا رشتہ طے ہونے والا ہے، جس سے میں بے حد محبت

"کرتا ہوں۔



258.txt

(ادھورا پن)(258)(باسط بن مظہر راجپوت)

"کیا۔۔۔ کیا کہا؟"

وہ چونکا دینے والے انداز میں کتاب اپنے سامنے میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ یک دم اسے کچھ یاد آیا تو اس نے اپنے لہجے اور لفظوں پر قابو پاتے ہوئے خود کو سنبھالا، پھر کہنے لگا:

"میرا مطلب وہ ہے کون؟ کہاں کی رہنے والی ہے وغیرہ؟"

موسیٰ نے اس کے انداز گفتگو کو پرکھا تھا:

ہاہاہاہا۔۔۔ تم تو ایسے خوف زدہ ہو جیسے وہ تمہاری ہی کالج فیلو ہو۔ "اس نے" سانول کے خدشات دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ "نہیں، یار! تم میرے دوست ہو اور دوستی میں میں کبھی بے وفائی کرنے والوں میں تھا، نہ ہوں اور نہ ہوں گا۔ مجھے محبت ضرور ہوئی ہے، مگر میں اس قدر خود غرض نہیں ہوں جو اپنے دوست کی خوشی سمجھ نہ پاؤں۔

دعا سے میری پہلی ملاقات لاہور میں ہوئی تھی کچھ عرصہ قبل، اور۔۔۔ اور یہ کہ "اس سے آگے کی تفصیل پھر کبھی۔

ارے، موسیٰ! ایسی کوئی بات نہیں یار۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو" "بس یونہی پوچھ رہا تھا۔ معاف کرنا شاید تم دل پہ لے گئے۔

:موسیٰ پھر سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا

نہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ دوستی، یاری میں تو یہ سب چلتا ہے جو دوستی کی"
خوبصورتی کو مزید بڑھاوا دیتا ہے۔ نہیں تو پھر دوستی کا کیا فائدہ؟ تو پریشان مت
ہو، مجھے کچھ کام یاد
آگیا اس لیے کال رکھ رہا ہوں۔ اگر قسمت میں ہوا تو ضرور ملیں گے ہم۔ میری یا
"پھر تمہاری شادی میں۔

:اس پر دونوں قہقہہ لگا کر ہنسے، پھر سانول نے کہا

ہاں، کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو، لیکن شادی تمہاری ہونے والی ہے۔ میری کو"
"بھول جاؤ۔

:موسیٰ نے افسوس ظاہر کیا تھا

کیوں؟ ایسا کیا ہو گیا جو تم اتنے مایوس ہو رہے ہو؟"
تم تو خدا کے پسندیدہ بندوں میں سے ہو۔ نمازی، پرہیز گار اور نیک دل، پھر یوں
"مایوس ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔

:سانول نے پروقار انداز میں اسے جواباً کہا

موسیٰ! جب تم اتنا سب جانتے ہو تو یہ کیوں بھول رہے ہو کہ خدا آزمائشیں" انہیں پر مسلط کرتا ہے، جو اس کے پسندیدہ اور قریبی ہوتے ہیں۔ اور تم بھی ان میں سے ایک بن سکتے ہو یا پھر پہلے سے ہو، ممکن ہے۔ تمہیں خود کو پہچاننا ہے۔ کیوں کم عقلوں کی طرح اپنی زندگی اور آخرت تباہ کر رہے ہو؟



259.txt

(ادھورا پن)(259)(باسط بن مظہر راجپوت)

آخران شکوے شکایتوں میں رکھا کیا ہے؟ تمہارے پاس تو رب کی دی ہوئی ہر "نعمت اور آسائش موجود ہے۔ تو اس کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟

سانول نے گہری تمہید باندھی تھی، مگر موسیٰ کو شاید یہ سب ناگوار گزرا۔ وہ لا پروائی میں ہنس کر کہنے لگا:

"میرے بھائی! مجھے تو معاف ہی کردو۔ یہ مشکل باتیں مجھے سمجھ نہیں آتیں۔"

سانول نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سب پر اس سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

"یار! معاف کرنا۔ مجھے یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا شاید۔ لیکن جو کہہ دیا پلیز اس پر سوچنا ضرور ایک دفعہ۔

"اللہ حافظ، خیال رکھنا اپنا۔

موسیٰ نے نگاہیں اٹھائیں اور کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کال کاٹ دی۔ اسے تھکاوٹ کا احساس ہوا تو وہ پلنگ پر اوندھے منہ لیٹ گیا اور نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔



مانی ڈائری ایک طرف رکھ کر جھٹ سے کھڑا ہو کر پوچھنے لگا:

اس کے بعد کیا ہوا تھا سانول؟"

"میرا مطلب پھر کیا ہوا تھا؟

:سانول سرد لہجے میں بر ستی آنکھیں پونچھ کر بولا

"ہونا کیا تھا؟ میں اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگا تھا۔"

:مانی کا تجسس مزید بڑھنے لگا

یہ دعا! مطلب تمہاری اور موسیٰ کی محبت ایک ہی تھی؟ تم دونوں ایک ہی لڑکی"

"سے محبت کرتے تھے؟

وہ مانی کے ہر سوال پر اپنی گردن ہاں یا نہ میں ہلانے لگا۔

دونوں دوست مانی کی صحت یابی کے بعد اکثر دیر تک ایک ہی کمرے میں بیٹھ جاتے اور بیتے لمحوں کے اتار چڑھاؤ کے متعلق گفتگو ان کا موضوع بنتی تھی۔

وہ اپنی حالت پر طنزاً ہنسا، مانی کے بہت سے سوالات کا اس نے طویل، مگر سادہ سا

:جواب دیا

بس یار! ہاتھوں کی لکیروں کو تو کوئی بدل نہیں سکتا۔"

میرے بس میں تھا دل لگی کرنا، جو میں نے کی تھی۔ محبت تو ان دونوں میں تھی۔

میں تو بس انجانے میں دل بہلاتا رہا اور جیتا رہا۔ سچی محبت ہر موڑ پر قربانی مانگتی ہے پھر امر وہی شخص ہوتا ہے جو اپنی انا اور خواہشات کو محبت کی خاطر قربان کر دے۔"



260.txt

(ادھورا پن)(260)(باسط بن مظہر راجپوت)

سانول نے مانی کی طرف دیکھا، جو بیچارگی کے عالم میں اسے گھور رہا تھا۔ سانول مسکرا کر گویا ہوا:

"مانی تمہیں یاد ہے؟"

اس نے پھر سے کچھ باتیں دہرانا چاہیں۔

جب دعا نے میرا پرپوزل ٹھکرایا تھا۔ تب میں بھی اس کی مجبوری سمجھنے سے انکاری تھا، مگر وہ کالج چھوڑنے کے بعد میرے بے حد اصرار پر مجھ سے ملنے آئی تھی۔ تب جانتے ہو؟

اس نے مجھے اپنی زندگی اور اس میں ہونے والے اتار چڑھاؤ سے بھی آگاہ کیا تھا۔

اور اپنی داستان پر مبنی ایک ڈائری مجھے دے گئی تھی۔

اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتی، مگر محبت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ مجھ سے پہلے اپنا دل موسیٰ کو دان کر چکی تھی۔ میں چاہتا تو اس کی منتیں کر لیتا، اس کے سامنے گڑگڑا کر محبت کی بھیک مانگتا، تو شاید میں نامی گرامی محبت کا سہرہ تو اپنے سر پر سجا لیتا، لیکن محبت آزاد فضاؤں میں ہی پروان چڑھتی ہے۔ قید و بند میں محبت کے نام اور شخصیت کے پتلے کے سوا ہمیں کچھ میسر نہیں ہوتا، جس سے ہم محبت کے دعوے دار ہوں۔

محبت اگر روح سے کرنی ہو تو اس کے لیے روح کی رضامندی بھی لازم ہے۔

میں اگر اس وقت اپنی خوشی کے لیے اسے مجبوراً حاصل کر لیتا تو حقیقتاً میں اسے

کھو دیتا۔ وہ میرے پاس تو ہوتی، مگر ساتھ نہیں اور پھر محبت مجھے کبھی معاف نہ کرتی اور نہ ہی میری ذات۔

یہ فیصلہ میرے لیے کٹھن تھا، میرا دل چور چور ہو گیا تھا، مگر میں نے صبر سے کام لیا۔ آج میں اپنے اس فیصلے پر خوش ہوں کہ مجھے محبت اور دوستی کے سامنے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑی۔

دعا نے اس دن کالج میں اپنے کیے پر مجھ سے معافی بھی مانگ لی تھی، اس لیے اب میرا ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ محبت تو میں نے بھی ٹوٹ کر کی تھی اور زندگی بھر اس ایک محبت کے سہارے جی لوں گا، لیکن دوستی کی خاطر محبت قربان کرنا میرا بہترین فیصلہ ثابت ہوا۔

وہ سسک سسک کر یہ سب دہرا رہا تھا جو مانی سے بھی برداشت نہیں ہو پایا۔ وہ اسے سینے سے لگا کر تسلی دینے لگا:

سانول! یکطرفہ محبت ہی انسان کا سب سے بڑا ہتھیار اور کمزوری بھی ہوتی ہے۔"

261.txt

(ادھوراپن)(261)(باسط بن مظہر راجپوت)

اگرانسان تمہاری طرح اس حقیقت کو تسلیم کرکے محبت کو آزاد فضاؤں میں جینے دے تو زندگی خود بخود آسان ہونے لگتی ہے۔"اس نے مانی کو پیار سے پیچھے دھکیلتے ہوئے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھایا، پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر ہنستے ہوئے کہنے لگا:

چل چھوڑ یار! تو اپنے بیتے ہوئے پل اور زندگی کے متعلق کچھ بتا، جو لندن میں" "گزرے۔ کیا تجھے وہ حسین پل یاد آتے ہیں؟

:اس نے گہری سانس لی، پھر ایک ٹانگ صوفے پر پھیلائے کہنے لگا

اوہ! کیا بات چھیڑ دی آج؟"

زندگی تو واقعی میں نے جی ہے اور خوب موج مستی بھی کی۔ لیکن جو مزہ محبت میں دکھ پا کر جینے کا ہے وہ کسی اور میں نہیں۔ بہت یاد آتے ہیں لندن میں گزرے وہ دن اور رات جب میری محبت ہر پل میرے سامنے موجود ہوتی تھی۔ مگر میری کم عقلی اور بے وقوفی تھی جو میں دل اور دماغ کے بیچ کا سفر بغیر سوچے ہی کاٹ گیا۔

جب میرا دماغ حقیقت کو تسلیم کرنے لگا تھا عین وقت پر میرے دل نے مجھے دھوکا دے دیا اور میں دوستی اور محبت کے درمیان فرق واضح نہ کر سکا۔ یعنی میں "اپنی منزل کی چوکھٹ عبور کرنے کی بجائے الٹے قدموں واپس لوٹ آیا تھا۔

اس کے لہجے میں آج بھی وہی پچھتاوا تھا اور نگاہوں میں محبت کھو دینے کا غم۔

سانول! میں نے زندگی میں بہت سی غلطیاں کی تھیں، لیکن محبت میں ایک" غلطی کا افسوس زندگی بھر رہے گا۔ کاش! وقت پر میں آیت کو اصلیت بتا دیتا تو آج وہ میرے ساتھ، میرے پاس ہوتی۔" اس کے اشک سانول کی ہتھیلی پر

بکھرے تھے۔وہ یک دم اٹھ کھڑا ہوا اور آئینے کے سامنے جھک کر اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے پلٹا اور اپنی اداسی کو چھپائے پھر سے کہنے لگا:

"مگر اچھا ہے،اب مجھے بالکل افسوس نہیں ہوتا یہ سوچ کر کہ میں اتنا بزدل نہیں نکلا،جو یہ جان کر بھی اپنی محبت کا اظہار کر ڈالتا کہ وہ مجھ سے نہیں بلکہ کسی اور سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتی تھی۔۔۔"وہ کافی سنجیدگی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا جا رہا تھا۔



262.txt

(ادھوراپن)(262)(باسط بن مظہر راجپوت)

کاش! وہ محبت وفا کر جاتی، کاش! وہ دونوں کبھی جدا نہ ہوئے ہوتے۔۔۔۔"وہ"

بیتے لمحات یاد کر کے گڑگڑا رہا تھا۔

:سانول اسے ٹوکتے ہوئے بولا

ارے، یار! تو افسردہ تو نہ ہو، بالکل لڑکیوں کی طرح روتا ہے جو مجھے اچھا نہیں"

"لگتا۔

:اس نے سانول کی بات پس پشت ڈالتے ہوئے کہا

وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ یہ میری اس بے بسی کے آنسو ہیں جس کی"

"بدولت میں قربان ہو کر بھی امر نہ ہو سکا۔ مطلب میری قربانی بے کار گئی۔

اس نے لاچار اور بے بس مانی کو تسلی دینے کی کوشش کی، پھر مزاحیہ انداز میں

:بولا

بس کر یار! اب مجھے رونے کے لیے مجبور تو مت کر۔ جو نصیب میں نہیں تھا"

"نہیں ملا اس پر آنسو کیا بہانے۔

:مانی نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور موضوع بدلتے ہوئے پوچھا

"اچھا! مجھے یہ بتا۔ موسیٰ کے رشتے کا کیا ہوا تھا؟ اس کے ڈیڈ بضد رہے یا ضد چھوڑنے پر راضی ہوئے؟ یا ایک اور محبت انا اور ضد کی نظر ہو گئی؟"

اس نے مانی کو مسکراتی نظروں سے گھورا:

"بس یار! انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ۔ اس دن موسیٰ کی زندگی میں بھی بڑی تبدیلی رونما ہونے والی تھی۔"



دوپہر ایک بجے موسیٰ کی فیملی دعا کے گھر کے قریب پہنچی تھی۔

اس کی ماما نے دعا کو اپنے پاس بلایا اور کہا:

"بیٹی! کچن میں اپنی سہلیوں کو دیکھ لینا کچھ گڑ بڑ نہ ہو، کوئی کمی بیشی خدانخواستہ میری بچی کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا نہ کر دے۔"

اس نے ماما کو اس انداز میں اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہو:

"آپ تسلی رکھیں اور پریشان مت ہوں۔ سب اچھے سے ہو جائے گا۔"

انہوں نے پیار سے اسے دیکھ کر کہا:

کتنی پیاری بیٹی ہے میری۔" پھر نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائیں۔ "اے خدا!" اس کے نصیب بھی اس کے حسن اور پاکیزگی کی طرح بہترین اور صاف لکھ دے اور جیسے اس نے ہمارا خیال رکھا، خدا اس کا بدلہ تو اسے دنیا میں ہی عطاء کرنا تاکہ "ہماری چاند سی بیٹی کو کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہو۔

دعا کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور وہ اپنی ماما سے لپٹ گئی۔



263.txt

(ادھوراپن)(263)(باسط بن مظہر راجپوت)

:انہوں نے دعا کو خوب پیار کرتے ہوئے کہا

"بس ابھی نوشی بھی آتی ہو گی۔"

اسی دوران وہ دروازے سے اندر داخل ہوئی اور ہانپتے ہوئے بولی: "بیگم

صاحبہ۔۔۔ بیگم صاحبہ! وہ۔۔۔ وہ لگتا ہے وہ لوگ آگئے ہیں۔ وہ سامنے سے

"میں نے دو عالیشان گاڑیاں اسی طرف آتی دیکھی ہیں۔

اچھا۔۔۔اچھا، بابا! اب تھوڑا سانس بھی لو اور اتنی دیر لگادی آنے میں؟ ایک"

"گھنٹے کا کہہ کر گئی تھیں۔

:وہ نظریں جھکائے رنجیدگی سے بولی

معافی چاہتی ہوں بیگم صاحبہ! دراصل میری امی کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی"

"تو انہیں ڈاکٹرانی کے ہاں لے گئی تھی۔

دعا یہ سن کر پریشان ہوئی، اس نے کچن میں جاتی نوشی کو روک کر اپنے انداز میں

:پوچھا

اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟"

"اگر کوئی پریشانی والی بات ہے تو آپ جاسکتی ہیں۔

:وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی

"دعا باجی! ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ اب بالکل ٹھیک ہیں۔"

دعا نے اطمینان کی سانس لی۔

:نایاب کہنے لگیں

دعا! میں کتنی دفعہ اس سے کہہ چکی ہوں ہمارے گھر میں ڈاکٹرانی موجود ہے تو"

"کیا ضرورت ہسپتالوں میں خوار ہونے کی۔ لیکن یہ نہیں سمجھتی۔

:اس نے مالکن کی بات سے اتفاق کیا

مالکن! آپ کی بات سولہ آنے درست ہے، مگر آپ لوگوں کے اتنے"

"احسانات ہیں ہم پر، تو اچھا نہیں لگتا ہر بات پر آپ لوگوں کو پریشان کرنا۔

اچھا، نوشی! تم کچن میں جاؤ بہت سے کام ادھورے پڑے ہیں۔" کہہ کر وہ دعا"

کے ساتھ بیٹھک کی جانب چل دیں۔

باہر گھنٹی کی آواز سن کر لاؤنج میں بیٹھے نصیر صاحب نے ہاتھ میں موجود میگزین

سامنے کی میز پر رکھا اور باہر کی راہ لی۔

چوکیدار نے گیٹ کھولا اور دو عالیشان گاڑیاں گیراج میں آکر رکیں۔ مہمانوں

کے استقبال کے لیے دعا کے والدین اور بھابی باہر موجود تھے۔

اگلے چند لمحات گزرتے ہی حامد صاحب، عافیہ ان کی بہو اور عائشہ گاڑی سے اترے تھے۔

رسماًعلیک سلیک کے بعد نصیر صاحب نے مہمانوں کو اندر چلنے کی پیش کش کی۔

حامد صاحب نے چاروں اطراف سے بنگلے کا بغور جائزہ لیا، جبکہ عائشہ نے ڈرائیور کے ہاتھوں گاڑیوں سے سامان نکلوایا۔



264.txt

(ادھوراپن)(264)(باسط بن مظہر راجپوت)

عائشہ نے جب وہ عالیشان بنگلہ دیکھا تو حیران رہ گئ، کیونکہ

موسیٰ نے حقیقت کچھ اور بیان کی تھی۔اس کے والدین اندر تشریف لے

جا چکے تھے، جبکہ وہ ایمان کے ساتھ کچھ دیر

کھسر پھسر کے بعد اندر آئی اور دونوں خاموشی سے بیٹھ گئیں۔ کیونکہ بیٹھک میں

وہی پرانی طرز کی گفتگو چل رہی تھی۔

"ہاں بھئی، حامد صاحب! کیسا رہا سفر؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ وغیرہ۔"

حامد صاحب کے مزاج کچھ زیادہ مختلف نہ تھے۔ جو اپنی عادت سے مجبور ماتھے پر

:شکن لیے سرد لہجے میں بولے

بس، جناب! تکالیف کی تو کیا ہی بات ہے، کہاں پیچھا چھوڑتی ہیں۔ مگر اولاد "

"کے لیے ماں باپ کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

نصیر صاحب نے محسوس تو کر لیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں اور شاید یہ بھی کہ وہ

یہ سب کیوں کہہ رہے ہیں، مگر وہ خاموش رہے۔

اپنے ڈیڈ کی باتیں سن کر عائشہ کی حالت بھی خراب ہوئی تھی۔ وہ ان کے برتاؤ پر

حیران تھی۔

بہر حال جیسے تیسے کچھ وقت گزرنے کے بعد ٹھنڈے مشروبات اور کھانے کی اشیاء کا بندوبست کر کے بیٹھک میں لائے جا چکے تھے۔

چونکہ ابھی اگست کا مہینہ چل رہا تھا اور اسلام آباد میں بھی دوپہر کے وقت گرمی کی شدت کو محسوس کیا جا سکتا تھا۔ اور اس موسم میں چائے کا تو جواز ہی نہیں بنتا تھا۔

:کچھ پیٹ پوجا کے بعد حامد صاحب کہنے لگے

اچھا، بھائی صاحب! مجھے امید ہے آپ کو ہمارا یہاں آنے کا مقصد تو معلوم ہو گا" ہی؟ چونکہ میں وقت ضائع کرنے کے سخت خلاف ہوں جو میرے لیے بے حد "قیمتی ہے۔

دعا کے والدین نے ان کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

:انہوں نے اپنی بات دہرائی

ہاں، تو میں کہہ رہا تھا۔ آج کل کی نسل بے حد ضدی اور نافرمان بھی ہو گئی" "ہے۔ اور یہ صرف ایک گھر کا نہیں بلکہ ہر گھر کا مسئلہ ہے۔

:نصیر صاحب ان کا اشارہ خوب سمجھتے تھے، وہ یک دم اپنی بیٹی کے حق میں بولے

آپ اپنی جگہ ممکن ہے بجا ہوں، مگر میں نے اپنی بیٹی کی تربیت بہت اچھے سے "
کی ہے اور وہ اس کا پورا حق بھی ادا کرتی ہے۔

265.txt

(ادھوراپن)(265)(باسط بن مظہر راجپوت)

" باقی میں اس معاملے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔
:حامد صاحب شانے اچکائے گرم جوشی میں بولے
بالکل! آپ لوگوں نے کی ہو گی، بلکہ میں نے بھی بھرپور کوشش کی تھی، مگر"
"کوئی خاص اثر نہ ہوا۔۔۔۔
"ڈیڈ پلیز! یہ ہم کیا بحث لیے بیٹھ گئے ہیں۔"

عائشہ نے ڈیڈ کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔ کیونکہ وہ ان سے خاصی واقف تھی۔
ان کے لیے کسی کی عزت اور جذبات سے بڑھ کر اپنا اسٹیٹس عزیز تھا۔
وہ خوف زدہ تھی کہ کہیں وہ نیا رشتہ استوار ہونے سے پہلے ہی رشتے کی ساخت کھوکھلی نہ کر دیں۔

:وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیے، پھر اسے کہا

بیٹی! جب دو بڑے بات کر رہے ہوں تو بچوں کو صرف سننا چاہیے۔" کہہ کر"
"وہ نصیر صاحب کی جانب متوجہ ہوئے۔" کیا میں نے کچھ غلط کہا بھائی صاحب؟
" بالکل نہیں۔۔۔آپ کی بات سولہ آنے درست ہے۔"

کافی بحث کے بعد طویل خاموشی چھا گئ۔

ایمان کی نگاہیں اب تک دروازے پر مرکوز تھیں، چونکہ اسے دعا کو ایک نظر دیکھنا تھا۔ وہ اس سوچ کے ساتھ خیالات میں گم تھی۔

"جس کے لیے موسیٰ دن رات ٹڑپتا ہے۔ آخر دکھتی کیسی ہے وہ؟"

عافیہ نے گلا کھنکار کر چھائی خاموشی توڑتے ہوئے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا،
:پھر بے چینی کے عالم میں کہنے لگیں

اچھا! باتیں تو ہوتی رہیں گی لیکن ہمیں ہماری بیٹی سے ملنا ہے، ذرا ہم بھی تو اپنی" گڑیا کا دیدار کرلیں۔ دعا کی ماما نے مسکراہٹ بھرے انداز میں ہامی بھری اور دروازے سے ثانیہ کو اسے لانے کا اشارہ کیا۔ وہ یک دم دعا کے کمرے کی جانب بڑھی۔

دعا اپنے دل میں لاکھوں ارمان لیے اس خوشی کے دن کے لیے تیار ہو رہی تھی، جو ہر لڑکی کے لیے بہت قیمتی لمحہ ہوتا ہے۔ کلثوم نے اسے تیار کر کے آئینے کے سامنے بٹھایا، جس کے حسن اور معصومیت سے آئینہ بھی شرما جائے۔

:کلثوم نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا

ماشاءاللہ! بہت خوبصورت لگ رہی ہو، میری نظروں کی تو پیاس بجھ ہی نہیں" رہی۔ دعا! مجھے ڈر ہے کہیں وہ پہلی نظر تمہیں دیکھتے ہی اپنے ساتھ رخصت "کر کے نہ لے جائیں۔

دعا شرما گئی اور کچھ اداس بھی ہوئی۔

:کلثوم نے اس کے تیور بدلتے دیکھ کر اپنی بات کا رخ موڑ لیا تھا

266.txt

(ادھوراپن)(266)(باسط بن مظہر راجپوت)

ارے نہیں! میرا مطلب وہ نہیں تھا۔ میں تو بس یونہی کہہ رہی تھی۔ خدا نظر" "بد سے بچائے۔ مگر اس گلابی جوڑے میں قیامت کا سماں ہے تمہارا حسن۔
اس پر دعا زیر لب مسکرائی تھی۔
کلثوم کچھ دیر خاموش کھڑی حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اسی دوران ثانیہ نے دروازے پر دستک دی اور اشارتاً بلاوے کا کہا۔ کلثوم نے اس کا ماتھا چوما اور ثانیہ کے ہمراہ اسے لیے وہ نیچے کی جانب چل دیں۔
:حامد صاحب نے دعا کی ماما کو متوجہ کیا

رکیے بہن! ابھی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی ہم یہاں کچھ باتیں"
"طے کرنے آئے تھے نہ کہ رشتہ لے کر۔

وہاں موجود سب لوگ حیران ہوئے، مگر خاموشی چھائی رہی تھی۔

:کچھ دیر کی خاموشی کے بعد عائشہ اور ایمان یک زبان ہو کر بولیں

"ڈیڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

عافیہ بھی اس گفتگو میں شامل ہوئیں اور تلخ لہجے میں کہا: "حامد! آپ ہوش میں تو
"ہیں؟ ہم یہاں اگر رشتے کی بات کرنے نہیں آئے تو پھر اور کیا مقصد تھا ہمارا؟

:حامد صاحب ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کرواتے ہوئے گویا ہوئے

بیگم! مجھے لگتا ہے ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنی"
بات جاری رکھی تھی۔ "اچھا! تو میں دراصل اپنے بیٹے کی شادی اپنے جگری
دوست اور بڑے بیٹے کے سسرال میں کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میں نے پہلے کہا تھا
کہ آج کل کی نسل ضدی ہو گئی ہے، تو پھر ہمیں کچھ فیصلے ہمارے طریقے سے ہی
کرنے ہوتے ہیں۔ میں نہیں جانتا میرے بیٹے نے آپ کی بیٹی کو پسند کیا ہے یا پھر
"آپ کی بیٹی نے اسے یا یہ کوئی چال وغیرہ تھی۔

اب ان کی باتوں میں طنز واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔

یہ سب سن کر نصیر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے سینے میں آگ بھڑک رہی تھی، وہ چلا اٹھے:

"بس۔۔۔بس کیجیے۔اس سے آگے میں اپنی بیٹی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا۔میری بیٹی میرا فخر ہے، مجھے اس سے کسی ایسے پیچ کام کی ہر گز توقعہ نہیں ہے اور نہ ہی ہم نے اس کی ایسی تربیت کی ہے۔"



267 .txt

(ادھوراپن)(267)(باسط بن مظہر راجپوت)

انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا۔"ہاں، مگر اس کی یہ غلطی ہے کہ اس نے کسی نامحرم شخص سے محبت کی اور ایک دو مرتبہ ملاقات بھی۔ مگر مجھے میری بیٹی کے دامن پر کوئی داغ ہر گز دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کی سوچ میں کھوٹ، کیونکہ وہ اس شخص سے نکاح کرنے کی نیت سے ملی تھی اور میرا دل میری بیٹی کی طرف سے بالکل شفاف ہے۔ آپ چاہیں تو گواہی کے طور پر اپنی "بیٹی سے پوچھ سکتے ہیں۔ جو ہر ملاقات کے وقت ان کے ساتھ تھی۔

: عائشہ یک دم گواہی دینے کے لیے اٹھی

جی، ڈیڈ! انکل بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس سب میں دعا اور موسیٰ کا صرف" اتنا قصور ہے کہ انہوں نے محبت کی، مگر اس سے زیادہ ان دونوں کے بیچ کچھ نہیں ہے۔ نہ انہوں نے محبت میں حد سے تجاوز کیا اور نہ ہی کوئی ناجائز مقصد دونوں کے دلوں میں تھا۔ یہ سب آپ کو میں پہلے بھی بتا چکی ہوں اور دعا سے تو آپ ذاتی طور پر مل چکے ہیں۔ آپ تو اس کے اخلاق سے اس قدر متاثر ہوئے تھے جب وہ ہمارے گھر پر آئی تھی تو چند روز ہمیں اس کی مثالیں دیتے رہے تھے "آپ۔

وہ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر قہقہہ لگا کر کہنے لگے:

"ہاں، یہ سب کیا ہو گا میں نے، مگر وہ صرف گھر آئے ایک مہمان کے لیے تھا۔ اور اب بات میرے بیٹے کے مستقبل کی ہے۔ تم لوگوں نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں ایک معذور لڑکی کو اپنی بہو بناؤں گا؟ کیا میں اپنے خاندان میں منہ دکھانے کے قابل رہوں گا؟ اتنے اونچے لیول کے لوگوں میں یہ کہتا پھروں گا۔

جناب! ملیے میری بہو سے جسے میں اپنے بیٹے کی ضد کی بنا پر کہیں سے مانگ لایا ہوں اور یہ کہ یہ بول بھی نہیں سکتی وغیرہ۔"

دعا کے والدین اب بھی خاموش تھے کیونکہ کچھ فاصلے پر کھڑی دعا نے انہیں رو کے رکھا تھا۔

حامد صاحب ہر حد کو پار کر چکے تھے۔ جن کے اس رویے سے ان کی بیگم، بہو اور بیٹی بے حد شرمندہ ہوئیں۔

عائشہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے کچھ حد تک خود کو سنبھالا اور پھر درد بھرے لہجے میں حامد صاحب کو سمجھانے لگی:

"ڈیڈ! یہ آپ اچھا نہیں کر رہے۔ خدارا! بس کیجیے۔"

268.txt

(ادھوراپن)(268)(باسط بن مظہر راجپوت)

جیسے آپ کو اپنی عزت عزیز ہے، آپ کا معاشرے میں کوئی مقام ہے، تو یہ لوگ بھی آپ سے کم نہیں ہیں۔ آپ کا کوئی حق نہیں کہ آپ کسی کے گھر میں بیٹھ کر یوں ان کی کردار کشی کریں۔ یہ تو ان کا ظرف ہے جو اب تک ہمیں برداشت کیے ہوئے ہیں۔ کم از کم ہمارے لیے نہ سہی تو موسیٰ کے لیے ہی کچھ سوچ لیں۔ کیا جواب دیں گے اسے؟ آپ جانتے بھی ہیں کہ آپ کا یہ فیصلہ کیا بگاڑ پیدا کر سکتا ہے؟"

عائشہ نے رنجیدگی سے اپنے من کی بڑھاس کے ساتھ ساتھ چند سوالات بھی ان کے سامنے رکھے تھے۔

:انہوں نے لاپروائی سے اپنا ہاتھ نفی میں لہرایا

تم لوگوں کو اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میرے اس فیصلے" کے متعلق پہلے سے جانتا ہے۔ ہمارے درمیان پہلے ہی اس موضوع پر گفتگو "ہو چکی ہے اور اسے میرا یہ فیصلہ منظور ہے۔

یہ سن کر عائشہ کے تو پیروں تلے سے زمین ہی کھسک گئ۔

اس نے ڈیڈ کے اس رویے اور بے معانی کہانی بنانے پر افسوس کا اظہار کیا۔ وہ جانتی تھی کہ موسیٰ کو اس متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ وہ جان تو دے سکتا ہے لیکن کسی صورت اپنی محبت کا سودا نہیں کر سکتا۔

ان کے اس عجیب رویے پر نصیر صاحب بھی بھڑک اٹھے تھے۔ وہ بہت دیر سے ان کی باتیں خاموشی سے سن رہے تھے، مگر اب وہ بھی اپنا صبر کھو چکے تھے، کہنے :لگے

دیکھو، میاں ! میں سمجھتا ہوں تم ہمارے گھر آئے ہو تو ہمارے لیے باعث" عزت ہو گا کہ ہم تمہاری کسی بھی بکواس کا کوئی جواب نہ دیں، لیکن تمہاری بے ہودہ باتوں نے مجھے بولنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔خاندان اگر تمہارا بڑا ہے، اس کا نام ہے اور تمہارا کوئی مقام۔۔۔تو ہم بھی سڑک پر پڑے بے بس اور لاچار نہیں ہیں۔ ہم بھی عزت دار اور بااختیار لوگ ہیں اور میری بیٹی کا مقام بھی کسی شہزادی سے کم نہیں ہے۔ عزت ہماری بھی اتنی ہی قیمتی ہے جتنی کہ تمہاری۔ مگر۔۔۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ تمہیں اس کے کھونے کا خوف لگا رہتا ہے اور ہمیں اس پر صدیوں کا بھروسہ۔چونکہ تم لوگ یہ عزت، شہرت اور نامی خاندان "روپے پیسے سے بناتے ہو اور ہمیں یہ سب ہماری وراثت میں ملا ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(269)(ادھوراپن)

: نصیر صاحب درد بھرے لہجے میں سسک سسک کر یہ سب دہرا رہے تھے

میں اب تک صرف اپنی بیٹی کی خاطر خاموش تھا۔ نہیں تو تم جیسوں کے "

"درمیان رشتہ داری سے بہتر ہے میں اپنی بیٹی کا گلا گھونٹ دوں۔

حامد صاحب چونکا دینے والے انداز میں مڑے، کیونکہ اس سے قبل وہ ایسے

لاجواب کبھی نہیں ہوئے تھے جیسا جواب آج انہیں تحفے میں ملا تھا۔

دعا نے جب یہ سنا کہ اس کا پیار، اس کا بھروسہ اور مان اتنا لاچار، بے بس اور بے

وفا نکلا تو وہ اندر ہی اندر ٹوٹنے لگی۔ وہ سسکتی بھلکتی ہوئی آکر بابا کے سینے سے لگ

گئی۔ اس کا وجود کانپ رہا تھا۔

: عائشہ اور ایمان نے حامد صاحب کے سامنے التجاء بلند کی

ڈیڈ! پلیز یہ ظلم نہ کیجیے، ابھی بھی وقت ہے آپ ان لوگوں سے معافی مانگ "

"لیں۔ کیونکہ ہم صرف و صرف اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

وہ دونوں اگلے ہی لمحے نصیر صاحب کے پیروں میں گر کر معافی مانگنے لگیں، مگر اس رحم دل انسان نے ان کے پیروں میں گرنے سے پہلے ہی دونوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے ان کے سر اپنے سینے سے لگا کر کہا:

"مانا کہ میرا دل چور چور ہو چکا ہے، لیکن میں اتنا کم ظرف اور کم فہم نہیں ہوں کے کسی ایک کی غلطی کی سزا اوروں کو دوں۔ بیٹیوں کی جگہ پیروں میں نہیں بلکہ یہاں دل میں ہوتی ہے۔ تم لوگوں کو نادم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم تو بے داغ ہو۔ مجھے تم لوگوں سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ یہ تو لکیروں کے کھیل ہیں جب چاہیں خود کو مٹا لیں یا گہرائی میں اتر جائیں۔" پھر آسمان کی جانب دیکھ کر مزید کہا۔ "وہ ذات ہے نا انصاف کرنے والی، وہ سب کے لیے ایک سا انصاف کرے گا۔"

کلثوم کا خون کھول رہا تھا، مگر اس کی خاموشی کی وجہ دعا کا کس کر اس کا ہاتھ پکڑنا تھا۔ جو یہ سب خاموشی سے سہنے کی کوشش کر رہی تھی۔

عافیہ نے دعا کے والدین کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا:

خدا کے واسطے ہمیں معاف کر دینا اور کوئی بد دعا مت دینا۔ ہمارا سب کچھ اجڑ" ہی نہ جائے۔" یہ کہہ کر وہ دعا کے قریب ہوئیں اور اسے سینے سے لگا کر رنجیدگی سے کہا۔۔۔



270.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(270)(ادھوراپن)

بیٹی! میں ہوں تمہاری مجرم۔ جو چاہو مجھے سزا دو، مگر میرا بیٹا۔۔۔ میرا بیٹا کبھی" ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ تو تمہارے نام کی سانسیں لیتا ہے، تمہارے نام کی تسبیح پڑھتا ہے اور بے حد محبت بھی کرتا ہے تم سے۔ مجھے یقین ہے اسے ان

فیصلوں کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں وہ تو دن، رات تمہارے خواب دیکھتا ہے۔

میں کیسے مان لوں کہ وہ تم سے بے وفائی کی سوچ رکھے گا؟

اگر پھر بھی تمہیں لگتا ہے اس سب میں میرا بیٹا قصوروار ہے تو اس کی طرف سے میں معافی مانگتی ہوں، اسے معاف کر دو۔

دعا! میں مانتی ہوں وہ ضدی ضرور ہے، زبان کا تیز بھی ہے، لیکن دل کا ہیرا ہے وہ۔ وہ سب کر سکتا ہے لیکن کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔" یہ کہہ کر انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سسکتے ہوئے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کی تھی۔

دعا نے یک دم ان کے جڑے ہوئے ہاتھ پکڑ کر اپنا سر نفی میں ہلایا، وہ کافی اداس معلوم ہو رہی تھی، اور خوف زدہ بھی۔

عافیہ نے اس کا ماتھا چوم کر کہا:

خدا! تمہیں اتنی خوشیاں عطا کرے کہ زندگی کے تمام دکھ بھول جاؤ، تمہارے" نصیب اتنے گہرے اور پاکیزہ ہوں کہ ہر فتنے اور شر کو بھول جاؤ۔ بیٹی! میری

دعاء ہے تم ہر وہ خوشی پالو جس کی تم نے تمنا کی اور جو تمہارے حق میں بہتر ہو،

"آمین۔

:ندامت بھرے انداز میں الوداع کہتے ہوئے عائشہ نے کہا

انکل! سمجھ لیجیے میں نے اپنا بھائی کھو دیا۔ مجھے نہیں معلوم اب میں اس کا سامنا" کیسے کر پاؤں گی؟ لیکن اسے اتنا ضرور بتاؤں گی کہ اس نے ایک انمول شہزادی کا "انتخاب کیا تھا۔ جو شاید اس کی قسمت میں نہیں تھی۔

:نصیر صاحب نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا

بیٹی! ایسی مایوسی کی باتیں نہیں کرتے۔ میرا رب سب بہتر کر دے گا اور ختمی" فیصلہ تو اسی نے کرنا ہے۔" کہہ کر وہ گڑگڑائے تھے۔ "کاش! آج میری بیٹی کے سر کا تاج، اس کا بھائی زندہ ہوتا، تو ہرگز ہمیں اتنے طعنے نہ سننے پڑتے۔ مگر افسوس! یہ اپنا بھائی اور ہمارا بیٹا بننے کی ذمہ داری خود ہی اٹھائے ہوئے ہے۔ ہمیں ہر خوشی اسی کی بدولت اور صدقے ہی میسر ہے۔

271.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(271)(ادھوراپن)

افسوس! ہمارا یہ محل، یہ شان و شوکت اور اس کی دن، رات کی محنت اس کے کام "نہ آسکی۔

نصیر صاحب کے آنسو عائشہ نے اپنے ڈوپٹے سے صاف کیے اور کہا: "انکل! یوں مایوس نہیں ہوا کرتے۔ ہو سکتا ہے میرے بھائی کی قسمت اتنی اچھی نہ ہوئی ہو کہ دعا جیسی شہزادی اس کے نصیب میں لکھی جاتی۔ دراصل وہ ایمان کا بھی "! کمزور ہے اور ناشکرا بھی۔ اس لیے شاید

طویل خاموشی کے بعد اس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے مزید کہا: "کتنا خوش نصیب ہو گا وہ شہزادہ، جو اس شہزادی کو اپنانے آئے گا۔ مگر۔۔۔ مگر مجھے اپنی "قسمت سے ہمیشہ ہی شکوہ رہے گا۔

انہوں نے عائشہ کو تسلی دیتے ہوئے عائشہ اور ایمان کو دلاسہ دے کر دعائیں

دیں:

بیٹی! خدا تم دونوں کو خوش اور صدا سوہاگن رکھے اور دکھ تمہارے قریب سے "

" بھی نہ گزرے، آمین۔

:عائشہ نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کو متوجہ کیا

دعا! تم قسمت والی ہو جسے اتنے پیار کرنے والے اور سمجھنے والے والدین عطاء "

" کیے گی ہے۔

پھر اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کرتے ہوئے، اسے اس کا اور والدین کا خیال

رکھنے کی تلقین کے ساتھ رخصتی کی اجازت چاہی۔

دعا کے والدین نے اپنے دلوں پر پتھر رکھ کر کچھ پل کے لیے سب باتیں بھلا

دیں اور مہمانوں کو دعاؤں کے سائے تلے رخصت کیا۔

عائشہ، ایمان اور عافیہ بے حد اداس تھیں، لیکن مجبور بھی۔ حامد صاحب کے

فیصلے کے آگے ان کا کوئی بس نہیں چلنے والا تھا۔

رات ساڑھے بارہ بجے وہ لوگ لاہور اپنے گھر پہنچے تھے۔

موسیٰ چونکہ ان کے انتظار میں اب تک سویا نہیں تھا۔ وہ گیراج میں داخل ہوتی گاڑیوں کی آواز سن کر دوڑتا ہوا اپنے کمرے سے باہر آیا۔ آج اس کی آنکھوں میں نیند کی بجائے ایک الگ قسم کی چمک تھی، جیسے وہ کسی خوشخبری کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہو۔ وہ اب تک دعا کے گھر پر ہوئی ہر بات سے لاعلم تھا۔

لاؤنج میں داخلے پر سب سے پہلے اس نے ڈیڈ کو "ہیلو" بولا، پھر پوچھا:

"آپ لوگ آ گئے؟ کیسا رہا سفر؟"

مگر وہاں سے کوئی جواب نہ ملا، جو اس کے لیے زیادہ حیران کن نہیں تھا۔

272.txt

کیونکہ اس کے ڈیڈ تھکے ہوئے معلوم ہو رہے تھے اور ان سے اسے خاص توقعات بھی نہیں تھیں۔ وہ آگے بڑھ کر عافیہ کے سینے سے لگ کر پوچھنے لگا:

"موم! آپ ہی کچھ بتا دیں؟ مجھ میں اور صبر نہیں ہے۔"

انہوں نے جواباً مسکراہٹ بھرے انداز میں اسے دیکھ اس کا ماتھا چوم کر پوچھا:

"بیٹا! پہلے مجھے بتاؤ آپ نے کچھ کھایا؟"

اس نے ہاں میں گردن ہلا کر پھر سے سوال دہرایا تھا۔

عافیہ نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا:

"بیٹا! ابھی کافی دیر ہو چکی ہے۔ ہم صبح بات کریں گے اس موضوع پر۔"

ان کے لہجے کی مٹھاس نے اسے تسلی دی اور وہ خوشی خوشی مان گیا:

ٹھیک ہے موم! گڈ نائٹ۔" کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔"

عائشہ اور ایمان نے جو طوفان اٹھتا دیکھا تھا اس کے تھمنے پر عائشہ نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

"خدا کا شکر ہے ابھی اس نے کوئی مشکل کھڑی نہیں کی۔"

عائشہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گی ٔاور آسمان کی جانب دیکھ کر کچھ پل کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر یک دم خوف زدہ انداز میں اٹھ کر کہنے لگی:

"ابھی تو وہ چلا گیا، لیکن مجھے خوف اس بات کا ہے کہ جب صبح اسے سچ پتا چلے گا تو کہیں قیامت سے پہلے قیامت برپا نہ ہو جائے۔"

اس کے تحفظات اپنی جگہ بجا تھے، جہاں تک وہ موسیٰ کو جانتی تھی۔

ایمان نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا:

"عائشہ! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ایسا تو ہو گا ہی۔ موسیٰ تو پہلے ہی اس کے لیے پاگل ہو چکا ہے اور اب اسے سنبھالنا بے حد مشکل ہو گا۔" آج ایمان بھی کچھ مایوس معلوم ہوئی تھی۔

عائشہ نے اداس لہجے میں پوچھا:

"ایمان! میں اس سے کیسے نظریں ملا پاؤں گی؟

اس نے مجھ پر بھروسہ کیا تھا اور وعدہ بھی لیا تھا کہ میں ڈیڈ کو ان دونوں کے رشتے کے لیے مناؤں گی۔ مگر آج میں ہار گی ٔ، آج محبت ہار گئی اور آج ایک بہن بھائی کے انمول رشتے میں دڑاڑ کا اندیشہ ہونے لگا ہے۔" پھر وہ سسکتے ہوئے آسمان کی

جانب دیکھ کر بولی۔ "اے پروردگار! اس مشکل وقت میں ہماری مدد فرمانااور میرے بھائی کواس حقیقت کو تسلیم کرنے کا حوصلہ عطاء فرمانا۔

پلیز! ہمیں کسی آزمائش میں مت ڈالنا۔۔۔تو تو رحیم ہے، مہربان ہے، قادر ہے اور تیرے سواتو کوئی ہمارامددگار نہیں۔ ہماری مدد فرمادے مولا، آمین۔"



273.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(273)(ادھوراپن)

وہ اداسی کے عالم میں کچھ دیر لاؤنج میں ہی ٹہلتی رہی اور نہ جانے دل میں کیا کچھ سوچتی رہی۔ وہ یک دم رکی، پھر ایمان کی جانب دیکھ کر کہنے لگی:

"ہاں، بھئی! یہ ٹھیک رہے گا۔"

:ایمان پریشانی کے عالم میں یک دم پلٹی

"کیا ٹھیک رہے گا عائشہ ؟"

یہی کہ اس سے پہلے کہ موسیٰ جاگے اور میری پوچھے، میں اپنے گھر چلی جاؤں" گی۔"اس نے دل کا راز بتاتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔"ہاں، بالکل مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ میں ابھی اپنا سامان بھی پیک کر لیتی ہوں۔اب ویسے بھی میرا یہاں "رکنے کو دل نہیں چاہتا۔

عافیہ جو سر جھکائے کافی دیر سے اس کی باتیں سن رہی تھیں، یک دم اٹھ کر :بولیں

مگر اس وقت۔۔۔اس وقت کہاں جاؤ گی ؟اور تمہارے سسرال والے کیا" "سوچیں گے ؟

:وہ طنزاً ہنسی اور لاپروائی میں بولی

موم !ان لوگوں کی سوچ ہماری طرح بالکل نہیں ہے، وہ کافی ترقی کر چکے" ہیں۔۔۔وہ ایسا کچھ نہیں سوچیں گے۔اس لیے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"اس کے لہجے میں کافی کرواہٹ بھر چکی تھی۔

"مگر عائشہ! تمہارے بغیر ہم موسیٰ کو کیسے سنبھالیں گے؟"

ایمان نے بھی جیسے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

وہ تو ہمارے ساتھ چائے تک نہیں پیتا، تو اگر اس نے خود کو کمرے تک محدود" کر لیا، پھر ہمیں یا تو آیت کو بلانا ہو گا یا تمہیں۔ مگر آیت بھی اب کیا دھمکی دے گی اسے۔اس کی سب سے بڑی کمزوری تو اب رہی نہیں۔اس کا جگری دوست ""اسماعیل' جس کے لیے وہ فٹ سے دروازہ کھول دیا کرتا تھا۔

:عائشہ نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر تلخ لہجے میں کہا

اب وہ بچہ نہیں رہا، اپنا اچھا برا سب جانتا ہے۔"اس نے لرزتے ہوئے لبوں" سے پوچھا تھا۔"کیا ہو گا اگر وہ خود کو کمرے میں بند کر لے گا؟"ایک لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے خود ہی جواباً کہا۔

یہی نا کہ بھوک، پیاس اور دعا کی یاد سے اس کی جان نکل جائے گی؟ تو اچھا ہے۔" اب ویسے بھی وہ اپنی سانسوں کی وجہ تو کھو چکا ہے جو دعا کے روپ میں اس کے "ساتھ تھی۔

آج وہ بے بس اور کافی اکھڑی سی معلوم ہو رہی تھی۔اس کی

ت بے معنی گفتگو سے انہوں نے صاف کہتے ہوئے اسے ایک تھپڑ رسید کر کے

پوچھا:

کیا بکواس کیے جا رہی ہو؟"

تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ میرے جیتے جی میرے لاڈلے کو جینے کے لیے کسی کی مہربانی کی ضرورت ہو گی؟



274.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(274)(ادھوراپن)

اس کی زندگی اور سانسوں کے لیے تو میں زمانے سے لڑ جاؤں اور تم ایک دعا کی بات کر رہی ہو۔ اگر میرے شہزادے کی بقاء اسی سے جڑی ہے تو میں ابھی جا کر

اس کے پیروں میں گر جاؤں گی اور اپنے سارے گناہوں کی بخشش مانگ کر اسے اپنے بیٹے کے لیے منالوں گی۔ پھر چاہے مجھے تمہارے ڈیڈ کے فیصلوں کے "خلاف ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

وہ بنا رکے رنجیدگی سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ "میں اپنے بیٹے اور اس کی پسند کے لیے کہیں دور چلی جاؤں گی اس زمانے سے، جہاں وہ آزاد "فضاؤں میں اپنی مرضی سے جی سکیں۔

عائشہ کو اپنے کیے پر شرمندگی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی موم کے قریب ہو کر ان :سے لپٹ کر کہنے لگی

"I'm sorry mom!

آپ پلیز ناراض مت ہوں۔

میرا ہر گز آپ کا دل دکھانے کا ارادہ نہیں تھا، مگر اب مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جائے گی۔ اس کی آنکھوں میں میں نے جو محبت دعا کے لیے دیکھی "ہے وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔

:عافیہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے پر امید ہو کر کہا

کچھ نہیں ہو گا اسے اور خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ جو کچھ ہمارے لیے "
سوچ چکا ہے وہی بہتر ہو گا اور تم دیکھنا ایک دن۔۔۔ایک دن میرا بیٹا اپنی منزل
"ضرور پالے گا۔

: عائشہ اب تک اپنے فیصلے پر اٹل رہی تھی۔ وہ ایمان سے کہنے لگی

"!اچھا، ایمان! تم پیکنگ کرنے میں میری مدد کر دو گی پلیز"

وہ سہمی ہوئی تھی۔ خوف زدہ انداز میں ہامی بھری اور عائشہ کے ساتھ اس کے کمرے میں جانے لگی۔

: عافیہ نے دونوں کو روک کر کہا

عائشہ! تم کہیں نہیں جا رہی۔ ہم لوگ موسیٰ کے مجرم نہیں ہیں، جو اس سے " دوری اختیار کر کے اس کی ناراضی اور دشمنی مول لیں۔ یہ سب کیا دھرا اس کے ڈیڈ کا ہے اور وہ خود ہی اس سب کے جواب دہ بھی ہیں۔" انہوں نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا، پھر کہنے لگیں۔" یہاں سے سوات تک کا سفر خالہ کا گھر نہیں، جو چند قدم دوڑ کر پہنچ جاؤ گی۔ رات کے دو بج رہے ہیں۔

تمہارے ڈیڈ کا فیصلہ مشکل اور ظالمانہ ضرور ہے، مگر کوئی باپ اپنی اولاد کے لیے
" کبھی برا نہیں سوچتا، تو حامد کے فیصلے میں بھی کوئی نا کوئی بہتری ہو گی۔

مگر موم! یہ آپ کہہ رہی ہیں۔" عائشہ نے حیران کن انداز میں انہیں دیکھ کر"
کہا تھا۔

:انہوں نے بات ختم کرتے ہوئے اپنا فیصلہ پھر سے سنایا

جی، بالکل۔ اور یہ میرا حکم ہے، تم کہیں نہیں جا رہی۔"



275.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(275)(ادھوراپن)

"ایمان! اسے کمرے میں لے کر جاؤ اور خود بھی سو جاؤ۔

:ان کے سخت لہجے سے خوف زدہ ایمان نے ہامی بھری

"جی۔۔۔جی، موم! جیسے آپ کا حکم۔"

گڈ نائٹ" بول کر انہوں نے اشارتاً دونوں کو جانے کے لیے کہا۔"

عافیہ بھی اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔

حامد صاحب کچھ پریشان حال کھڑکی کے پاس کھڑے باہر جھانک رہے تھے۔

:عافیہ نے اپنی موجودگی کا ثبوت ان سوالات پر دیا

اچھا! آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟ کیا وجہ نیند نہیں آرہی یا اور کوئی بات ہے"

جو بوجھ بن کر آپ کے سر پر سوار ہے؟ آپ کے جگر میں ٹھنڈ پڑی یا آپ کا سر

"اور خاندان کا نام آسمان سے بلند ہو گیا؟

:وہ نظریں جھکا کر کھڑے تھے۔ کہنے لگے

بیگم! آج جو کہو گی تمہیں حق ہے اس سب کا۔ میرے پاس اپنی غلطیاں"

"چھپانے کا کوئی جواز باقی نہیں ہے۔

شاید ان کو پچھتاوا ہو رہا تھا یا پھر خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے ان کا لہجہ بدلا

تھا۔

وہ پھر سے اداسی بھرے لہجے میں بولے۔ ''آج میں نے اس محبت کو بدنام کیا جس میں میں نے خود کو ہر طرح سے محفوظ پایا، جس محبت کی خاطر میں نے اپنے والدین، رشتے دار اور خاندان والوں سے بغاوت کی تھی۔ افسوس! اس محبت کو آج میں نے چال بازی کا نام دیا، جس کی خاطر کبھی بھیک مانگ کر بھی میں نے گزارا کیا تھا۔ آج مجھے محبت کی عدالت نہ جانے کس کس جرم میں سزا سنا دے؟ میں محبت کا مم۔۔۔ مجرم ہوں، میں اپنے بیٹے کا مجرم ہوں۔ میں نے اس کے خوابوں کو چکنا چور کر دیا ہے۔

آج تو میں نے اپنے خدا سے بھی دشمنی مول لے لی، میں نے رب کے بنائے ہوئے میں ملاوٹ کر دی۔ اس معصوم لڑکی کا دل اور سینا چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

''نہ جانے وہ کیا کیا بد دعائیں دے گی؟

ان کی بے بسی پر عافیہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا:

خدا خیر کرے۔ اب نہ جانے کونسا طوفان آنا باقی ہے، جو آپ کو اپنی غلطیوں کا'' احساس ہونے لگا۔''

276.txt

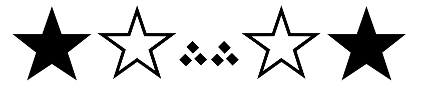
(باسط بن مظہر راجپوت)(276)(ادھوراپن)

عافیہ نے اپنا بستر ٹھیک کرتے ہوئے گفتگو سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔"اچھا، حامد! جو ہو گیا ہے اس پر ندامت کے سوا ہم کر تو کچھ نہیں سکتے اور نہ ہی کسی کی اچھالی گئی عزت لوٹا سکتے ہیں۔ مگر بندوں کے حقوق (حقوق العباد) تب تک خدا معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود دل سے ہماری غلطیاں معاف نہ کر دیں۔

اب آپ کو بہت سے طوفانوں سے نمٹنے کی تیاری کر لینی چاہیے۔

میرا جوان بیٹا اور وہ معصوم بچی_ میرا تو دل اس متعلق سوچ سوچ کر چور ہوئے جا رہا ہے۔"

عافیہ کے آنسو ٹپک رہے تھے اور نگاہیں آسمان کی جانب بلند تھیں۔



دعا بھی کہاں سکون میں تھی۔اس نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔وہ اپنے اداس اور شکستہ حال والدین سے معافی مانگتی رہی کہ:

"اس کی غلطی کی بدولت آج ان کی زندگی بھر کی کمائی عزت خاک میں مل گئی۔"

نصیر صاحب نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا:

"بیٹی! اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔اس عمر میں اکثر لاشعوری طور پر کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔اگر ہیرے کی پہچان ہر کسی کو ہوتی تو آج ہر گھر میں تم جیسی فرمانبردار بیٹی اور بہو موجود ہوتی۔ مگر یہ جاہل اور عقل سے پیدل لوگ اپنی دولت اور اونچے خاندان کے غرور میں انسانیت کیا ہوتی ہے، بھول چکے ہیں۔"

دعا نے اشارتاً کہا:

بابا! باقی سب توٹھیک ہے، مگر موسیٰ! موسیٰ کو تو میں نے اپنا سمجھا تھا۔اس نے" بھی مجھ سے ٹوٹ کر محبت کی تھی۔ تو پھر وفا کیوں نہیں؟اگر میری نیت میں کھوٹ ہوتی تو کیا میں اتنا سب کچھ آپ کو کھل کر بتاتی؟

میری محبت پاکیزہ تھی اور ہم دونوں نے اس محبت کو نکاح جیسے پاکیزہ رشتے میں بدلنے کی قسمیں اور وعدے کر رکھے تھے،

"پھر اس نے بیچ راہ میں مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

وہ کچھ دیر اپنے غموں کو سوچ سوچ کر سسکتی رہی، پھر آنسو پونچھ کر یوں اشارتاً کچھ کہا، جیسے پوچھ رہی ہو:

"بابا! آپ کی ہمیشہ سے خواہش تھی نا کہ آپ کی دعا بھی بول سکے؟"

انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھ کر کہا:

ہاں، بیٹی! اور یہ خواہش آج بھی زندہ ہے۔"

277.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(277)(ادھوراپن)

:اس نے یک دم اپنے ہی انداز میں کہا

"تو ٹھیک ہے۔ میں اپنا علاج کرواؤں گی، جس سے آپ کی خواہش بھی پوری ہو گی اور جو میرے اندر بدلے کی آگ ہے وہ میں اپنی زبان کے ذریعے باہر نکال پھینکوں گی۔ پہلے یہ قدرتی عمل سمجھ کر میں نے اسے قبول کیے رکھا، مگر اب یہ میرے والدین کی عزت اور وقار کی جنگ ہے۔ جسے لڑنا اور جیتنا مجھ پر لازم ہے۔"

:نصیر صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حیرانی میں پوچھا

"مگر، دعا! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اس نے انہیں تھوڑا انتظار کرنے کو کہا اور کچھ ہی دیر میں اپنے کمرے سے کچھ کاغذات لیے ان کے پاس حاضر ہوئی۔

نصیر صاحب نے اچھے سے کاغذات کی جانچ کی اور پھر اسے اپنے سینے سے لگا کر پیار کرتے ہوئے پوچھا:

بیٹی !اس سب کے لیے کتنا انتظار کرنا ہو گا؟"

اور جتنی بھی رقم کی ضرورت ہو مجھے بتا دو میں کل ہی تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دوں گا۔"

اس نے نفی میں گردن ہلا کر اپنے انداز میں کہا:

اس سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے بابا۔یہ علاج میں اپنے پیسوں سے کروانا" چاہوں گی، کیونکہ اب سے میرا سب سے بڑا خواب یہی ہے۔میں اور بھابی دو تین دنوں تک لاہور جائیں گی اور اپنا بوتیک بیچ کر اس سے حاصل کردہ رقم سے اپنا علاج کرواؤں گی۔"

صاحب پریشانی کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے:

ہر گز نہیں !میرے جیتے جی تم ایسا بالکل نہیں کر سکتیں۔وہ تمہاری زندگی بھر" کی کمائی ہے اور تمہارا سب سے حسین خواب، جو تم نے دن رات ایک کر کے حقیقت میں بدلا تھا۔"

انہوں نے دعا کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

وہ ہر بات اشارتاً اپنے انداز میں کر رہی تھی جسے سمجھنا اس کے اپنوں کے لیے اتنا آسان تھا، جیسے وہ چہک رہی ہو:

"بابا! میں جانتی ہوں، مگر ابھی مجھے صرف اپنے علاج کی پرواہ ہے اور اس معاشرے کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کے لیے مجھے یہ فیصلہ کرنا ہو گا۔ پلیز! مجھے مت روکیں۔ وعدہ کرتی ہوں میں پھر سے محنت کر کے سب کچھ حاصل کر لوں گی۔ اب ویسے بھی علاج کے بعد ایک اونچے اور عزت دار خاندان کے شہزادے کو بھی تلاش کرنا ہے، پھر میرے پاس بوتیک وغیرہ کے لیے وقت کہاں ہو گا۔"

دعا کے بے حد اصرار پر اس کے بابا نے بات مانتے ہوئے کچھ شرائط بھی اس کے سامنے رکھیں:

"ٹھیک ہے بیٹی! مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر صورت نبھانا ہو گا۔"

اس نے مسکراہٹ کے ساتھ ہامی بھری۔ اس کی بھابی اور ماما بھی اس کے اس فیصلے سے بے حد خوش ہوئیں۔

نصیر صاحب نے اسے کامیابی کی دعائیں دیتے ہوئے کمرے کی راہ لی، جس پر وہ بھی اطمینان کے ساتھ چلتی بنی۔

کمرے میں جاتے ہی وہ پلنگ پر بیٹھ گئی اور چاروں سمت نظریں دوڑا کر کمرے کا جائزہ لیا۔



278.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(278)(ادھوراپن)

کچھ دیر وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے سسکتی رہی، پھر کوشش کے بعد اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے گہری سانس لے کر سکون سے بیٹھ گئی۔

اب اس کی نظر سامنے کی الماری میں رکھی چوڑیوں پر پڑی، جو موسیٰ نے اسے تحفے میں دی تھیں۔ کچھ وقت وہ انہیں دیکھتی رہی، پھر اچانک اس کی نگاہوں کے سامنے موسیٰ کا چہرہ چھانے لگا، جو اس وقت اسے ہر گز قبول نہیں تھا۔

اس نے غصے میں تلماتے ہوئے بیڈ شیٹ کو ہاتھوں سے کس کر پکڑ کر اچھال دیا، پھر الماری میں سے چوڑیاں نکال کر زمین پر پٹخ دیں، جو چکنا چور ہو کر پورے کمرے میں بکھر گئیں۔ دعا غصے سے کھڑی چوڑیاں دیکھ رہی تھی اور اس کے آنسو موتیوں کی مانند ٹپک رہے تھے، جو اس کے تلوے چوم کر کالین میں جذب ہو رہے تھے۔

کلثوم کچن سے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ وہ دعا کو اذیت میں دیکھ کر اس کے کمرے میں آئی اور آتے ہی اسے چوڑیوں کے ٹکڑوں سے پیچھے دھکیل کر چلا اٹھی:

دعا۔۔۔ دعا! تم پاگل ہو گئی ہو؟ یہ کیا کر لیا ہے؟"

تمہارے پاؤں سے خون بہہ رہا ہے۔" کہہ کر اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے بڑبڑائی۔ "میں نے کبھی ایسا خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ تم کسی سے اس قدر محبت کر سکتی ہو اور خود کو اتنی تکلیف دے سکتی ہو۔"

اس نے کلثوم کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اپنے انداز میں کچھ کہا، جیسے کہہ رہی ہو:

"بھابی! یہ محبت نہیں بلکہ نفرت کی شدت ہے، جو میرے خون میں گھل چکی ہے۔ میں نے جس ایمان داری اور خلوص سے اس سے محبت کی تھی، اب مجھے اس سے کہیں زیادہ اس سے نفرت ہونے لگی ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے اپنے اس فیصلے کو سوچ کر کہ میں نے اس انسان سے محبت کی ہے، جسے محبت تو کیا محبت کی "ا م کا بھی علم نہیں ہے۔'

وہ بے حد سنجیدگی سے یہ سب کہہ رہی تھی۔

کلثوم نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی:

"ارے، دعا! محبت صبر و تحمل کا دوسرا نام ہے اور محبت میں اس طرح کے جذباتی فیصلے اکثر مہنگے ثابت ہوتے ہیں۔ ہم تو ابھی یہ بھی نہیں جانتے کہ اس

سب میں قصور کس کا ہے؟اور عائشہ تو تمہاری دوست ہے،اس نے تم سے بارہا صرف یہ کہا تھا۔

میرے بھائی کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ ہی تم کبھی اس کی محبت پر شک 'کرنا۔

میں بھی تم سے یہی کہوں گی،اس کے ڈیڈ کی باتوں پر یقین نہیں کرنا۔ان باتوں کا "تو اسے علم بھی نہیں ہو گا،جو انہوں نے یہاں پر کی تھیں۔



279.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(279)(ادھوراپن)

کلثوم نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔"دعا! ہم جذبات میں آکر ایسے ایسے فیصلے کر لیتے ہیں جو آنے والے وقت میں ہمارے لیے کسی بڑے امتحان کے دروازے کھول دیتے ہیں۔دعاء کیا کرو "کہ خدا تمہیں حق کا راستہ دکھائے اور تم پر حقیقت کے دروازے کھول دے۔

دعا نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور بغور ہاتھوں کی لکیریں دیکھنے لگی، پھر اچانک اسے فقیر کی کہی وہ بات یاد آگئی جو اس نے ان دونوں کی محبت کی ابتداء میں کہی تھی۔

بیٹی! میں نے تمہارے ہاتھوں کی لکیریں پڑھ لی ہیں۔مجھے اس محبت کی گہرائی" اور پاکیزگی میں تو کوئی شک نہیں دکھا، مگر یہ محبت ادھوری ہے،اس محبت کی منزل تو ہے، مگر بہت دور۔جہاں کانٹوں بھرے راستوں سے ہو کر تم میں سے کوئی ایک پہنچے گا اور جو اس منزل کی چوکھٹ کو حوصلے اور صبر سے عبور کر گیا، " سمجھو وہ کامیاب ہے۔

"دعا! اتنی گہری سوچوں میں کھو گئی ہو کیا ہوا؟"

کلثوم نے اسے جھنجھوڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

وہ اس قدر گہرائی میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اس کے پکارنے پر وہ گھبرا گئی اور یک دم

اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

یہ سب دیکھ کر کلثوم نے پریشانی کے عالم میں اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے

پوچھا:

"کیا ہوا؟ سب ٹھیک تو ہے کہاں کھوئی ہوئی ہو؟"

دعا نے پھر سے اپنے دونوں ہاتھ آگے کیے اور پھر سے ان کا بغور مشاہدہ کرنے

لگی۔

کلثوم نے اس کی سوچ پر افسوس جتاتے ہوئے کہا:

"اف۔۔۔ دعا! تم ان کو سوچ کر پریشان ہو رہی ہو؟"

اس نے کلثوم کے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش کرواتے ہوئے اشارتاً کچھ

کہا، جیسے کہہ رہی ہو:

نہیں، بھابی! ایسا بالکل نہیں ہے۔ یہ لکیریں سچائی بیان کرتی ہیں۔ مجھے بھی"

"پہلے یہ سب جھوٹ لگتا تھا، مگر اب نہیں۔

اچھا، دعا! پریشان مت ہو۔ تمہیں پھر یہ بھی پتا ہو گا کہ ان لکیروں کی حقیقت" اور انسان کی تقدیر کو ایک دعاء بدل سکتی ہے اور تم تو خود ایک دعا ہو۔ خدا پر کامل یقین اور خود اعتمادی سے بس اپنی منزل کی طرف بڑھتی رہو، کبھی نا کبھی تو پہنچ "جاؤ گی۔



280.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(280)(ادھوراپن)

اس نے دعا کو تسلی دینے کی قسم اٹھا رکھی تھی، جو اپنی ہر ممکن کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔

:دعا پھر سے اپنے انداز میں پلٹی اور اشارتاً گویا

"مگر پہنچے گا کون؟ میں یا پھر وہ؟"

:کلثوم نے حیرانی سے اسے گھور کر کہا

یہ تو خدا ہی جانتا ہے، مگر جس کی محبت سچی اور پاکیزہ ہو گی، جس کے دل میں اور" جس کے تن بدن میں یکسانیت ہو گی، وہ اس منزل پر کامیابی سے ضرور پہنچ جائے گا۔

مشکلات تو راہیں روکتی ہیں، مگر ایمان پختہ ہو تو کوئی کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔

اچھا، دعا! اب سو جاؤ اور پریشان مت ہونا۔ میں اپنا کمرہ لاک کر کے یہیں آ جاتی

"ہوں، ویسے بھی حمزہ بابا کے پاس سو رہا ہے۔

دعا مسکرائی اور نگاہیں آسمان کی جانب ٹکائے لیٹ گئی۔

دعا اور اس کے گھر والے دن بھر اور پھر اس رات کے آخری پہر تک پریشان رہے تھے۔

بیٹی کے گھر والے جو تھے تو کہاں انہیں سکون میسر ہوتا؟



اگلے روز صبح سویرے موسیٰ نیند سے بیدار ہو چکا تھا اور آنکھیں موندتے ہوئے کمرے سے باہر لاؤنج کی طرف آیا۔

لاؤنج میں پہنچ کر وہ اپنی موم کو آوازیں دینے لگا، جس پر گھر کی ملازمہ حاضر ہو کر بولی:

"چھوٹے صاحب! مالکن ابھی تلاوت میں مصروف ہیں۔ اگر آپ کو کچھ ناشتے میں چاہیے تو میں بنا دیتی ہوں؟"

موسیٰ نے پہلے بے اختیار اسے گھورا، پھر سخت لہجے میں کہنے لگا:

"دیکھیے! سب سے پہلے تو میں ہر بار آپ سے یہی التماس کرتا رہتا ہوں کہ مجھے صرف موسیٰ کہہ کر پکارا کریں۔ مجھے اپنے نام کے ساتھ، آگے یا پیچھے کوئی اور چیز جوڑنا پسند نہیں ہے۔۔۔ مثلاً مالک، چھوٹے مالک، صاحب وغیرہ وغیرہ۔ دوسرا یہ کہ آپ سالوں سے جانتی ہیں میں موم کے سوا کسی اور کے ہاتھ کا بنا ناشتہ نہیں پسند کرتا۔"

ملازمہ خوف زدہ انداز میں بولی:

میں معافی چاہتی ہوں، مگر آپ آج جلدی اٹھ گی ئے اور آپ کی موم مصروف "
"تھیں۔اس لیے پوچھ لیا۔

:وہ آج کافی اکھڑا اکھڑا معلوم ہو رہا تھا۔اس نے تلخ لہجے میں ملازمہ سے کہا

"اب آپ کوئی اور کام کر لیں اور پلیز مجھے بخش دیں۔"

ملازمہ کچن کی جانب پلٹی، جبکہ موسیٰ پھر سے موم کو پکارنے لگا۔وہ ان کے کمرے تک پہنچ گیا، جہاں وہ مصلٰے پر بیٹھی تلاوت کر رہی تھیں۔

انہوں نے موسیٰ کو دیکھا تو یک دم قرآن پاک رحل کے ساتھ سامنے میز پر رکھا

:اور باہیں پھیلا کر اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا

ماں صدقے جائے، میرا شہزادہ آج اتنی جلدی اٹھ گیا۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(281)(ادھوراپن)

سب خیریت تو ہے ؟"پوچھ کر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔"آج کافی"
"الگ مزاج لگ رہے ہیں ؟
:اس نے مسکراتے ہوئے ان کا ہاتھ چوم کر کہا
"موم! آپ تو جانتی ہیں مجھ سے انتظار نہیں ہوتا۔"
"ہاں، میرا بیٹا! بس دو منٹ۔ میں ابھی ناشتہ بنا دیتی ہوں۔"
عافیہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کس متعلق بات کر رہا ہے، اسے بہلانے لگی تھیں۔

:موسیٰ ان کا ہاتھ تھامے انہیں ساتھ لے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا، پھر کہنے لگا
موم! آپ جانتی ہیں میں کس بارے میں بات کر رہا ہوں؟ اب مجھ سے اور" انتظار بالکل نہیں ہو گا۔
"پلیز! بتا دیں کیا کہا دعا کے گھر والوں نے ؟

موسیٰ کا سوال سن کر ان کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا، تو وہ اسے جھوٹی تسلی دینے لگیں:

بیٹا! تم تو جانتے ہو ابھی ہم صرف ان کا گھر بھار دیکھنے گی ئے تھے۔ بھلا وہ کیسے" لوگ ہیں، ان کا رہن سہن کیسا ہے، کن لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں وغیرہ۔

"سب سے بڑی اور ضروری بات۔۔۔ان کا خاندان وغیرہ۔۔۔

موسیٰ اتاولا ہوئے جا رہا تھا، جسے ان کی آخری بات کھٹکی تھی:

موم! آپ بھی؟ آپ بھی اسطرح کی باتیں کریں گیں؟"

"مجھے کبھی ایسا خیال بھی نہیں آیا تھا۔

عافیہ نے اس کے تحفظات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی بات سمیٹنا چاہی:

بیٹا! میرا ہر گز وہ مطلب نہیں تھا۔ یہ تو صرف رسماً بات کہی۔ جیسا آپ سمجھ"

"رہے ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔

"اچھا، موم! پھر بتائیں کیسے لگے وہ لوگ؟ آپ لوگوں کو پسند آئے یا نہیں؟"

اس نے معصومانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"ہاں، ہمیں تو بے حد پسند آئے۔۔۔۔"

:ان دونوں کی گفتگو میں ایمان چائے کا مگ لیے مخل ہوتے ہوئے بولی

"ہماری طرف سے تو ہاں ہے، مگر۔۔۔۔"

"مگر کیا بھابی؟ "

موسیٰ نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا تھا۔

:وہ زیر لب مسکرا کر کہنے لگی

مگر ڈیڈ نے ابھی اپنا فیصلہ نہیں سنایا، لیکن آپ پریشان مت ہو وہ ضرور مان"

"جائیں گے۔

موسیٰ نے نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے پر امید لہجے میں کہا: "جی، بھابی! امید تو

"مجھے بھی اچھے کی ہے، اب دیکھتے ہیں تقدیر میں کیا لکھا ہے۔

عافیہ کچن کی جانب بڑھ گئیں اور موسیٰ ایمان کے ساتھ لاؤنج میں آ گیا تھا۔

:ایمان نے موضوع بدلتے ہوئے اپنی چائے میز پر رکھ کر موسیٰ کو متوجہ کیا

"اچھا، آپ چائے پیو گے؟"

:موسیٰ نے ایک پل کے لیے کچھ سوچ کر ہامی بھری

"جی پیوں گا، مگر میٹھی والی۔"

282.txt

(ادھوراپن)(282)(باسط بن مظہر راجپوت)

:ایمان نے 'ٹی وی' کا ریموٹ موسیٰ کی طرف بڑھا کر کہا
"لو، آپ 'ٹی وی' دیکھ لو۔ میں ابھی آپ کی چائے لے کر آتی ہوں۔"
موسیٰ کو کچن سے عافیہ نے کچھ پل کے لیے سنبھلتا دیکھ کر سکون محسوس کیا، اور
:ایمان سے کہا
"شکر ہے وہ کچھ دیر کے لیے ہی سہی لیکن سنبھلا تو ہے۔"
اس نے انہیں تسلی دیتے ہوئے چائے کے لیے دیکچی چولہے پر رکھی اور ان کا ہاتھ
:تھام کر یقین دہانی کرائی

موم! آپ بے فکر رہیں۔ ہمارا موسیٰ بہت سمجھدار ہے۔ دیکھنا وہ ضرور اس"
آزمائش میں کامیاب ہو گا۔ ابھی سچ سننا اس کے لیے مشکل ضرور ہے، مگر اس کی
"دانائی اس کا حوصلہ پست نہیں ہونے دے گی۔

:عافیہ اس کی جانب دیکھ کر مسکرائیں

"اللہ کرے جیسا تم نے کہا ایسا ہی ہو اور میرے خدشات خدشات ہی رہیں۔"

ایمان نے چائے مگ میں ڈال کر "ان شاء اللہ" کہہ کر باہر کی راہ لی اور عافیہ اس
کے لیے ناشتہ تیار کرنے لگیں۔

"یہ لو، موسیٰ! آپ کی اسپیشل چائے۔"

اس نے مگ موسیٰ کو تھما کر اپنے کمرے کی راہ لی، تو موسیٰ نے شکریہ کے ساتھ
:اسے متوجہ کیا

پلیز بھابی! میری بات سن لیں۔ مجھے کچھ جاننا ہے۔ مجھے لگتا ہے آپ سب مجھ"
"سے کچھ چھپا رہے ہیں؟

اس کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

ایمان کواس کی باتوں سے کچھ تشویش لاحق ہوئی، مگر وہ خود پر قابو پاتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گئ اور سرد لہجے میں پوچھا:

موسیٰ! آپ کو ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے؟"

ہم لوگ آپ سے کچھ چھپا نہیں رہے اور موم نے آپ کو بتا بھی دیا ہو گا کہ ابھی کوئی ختمی فیصلہ نہیں ہوا۔ان لوگوں سے اس معاملے پر بات چیت ہو رہی ہے اور جیسے ہی کوئی ختمی فیصلہ ہو گا تو آپ کو ضرور آگاہ کر دیں گے۔"

موسیٰ نے قہقہہ لگا کر آنکھیں پھاڑے اسے گھورا:

بھابی! مجھے سب کچھ سمجھ آرہا ہے کہ آپ لوگ یہ سب مجھے تسلی دینے کے لیے کہہ رہے ہیں، مگر حقیقت کچھ اور ہے۔رات سے اب تک جتنا مجھے موم اگنور کر چکی ہیں، پہلے تو کبھی ایسا نہیں کیا اور وہ۔۔۔ وہ دعا! اس نے بھی میرے کسی میسج کا جواب نہیں دیا۔پہلے تو کبھی اس نے بھی مجھے یوں اگنور نہیں کیا۔اب جب سب کچھ میری سوچ کے عین مطابق ہو رہا ہے تو میں کیسے مان لوں؟ مجھے تو کچھ گڑ بڑ لگ رہی ہے۔"

اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے اپنے دل کا حال سنا دیا تھا۔

ایمان کو اس کی حالت پر ترس آیا تو اس نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھے اسے سمجھاتے ہوئے کہا :

دیکھو، موسیٰ ! ایسے اداس نہیں ہوتے اور جیسا آپ سوچ رہے ہو ایسا کچھ نہیں ہوا۔ "



283.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(283)(ادھوراپن)

میرا یقین کرو اور پلیز حوصلہ مت ہارو۔ اللہ ہے نا! دیکھنا وہ بہترین فیصلہ کرے گا۔"

ایمان کی باتوں نے اس کی مسکراہٹ لوٹائی، تو وہ کہنے لگا :

اچھا، بھابی! آپ کہہ رہی ہیں تو میں مان لیتا ہوں۔ ویسے بھی میرے اختیار میں "

"محبت کرنے کے سوا تھا بھی کیا۔

:ایمان نے اسے سراہتے ہوئے کہا

"یہ ہوئی نا اچھے بچوں والی بات۔"

:موسیٰ نے اسے گھورا اور یاد دہانی کروائی

بھابی! باقی سب تو ٹھیک ہے، مگر میں اب بچہ نہیں ہوں۔ آپ یہ مت بھولیں "

"کہ کل آپ لوگ میرا رشتہ لے کر گئے تھے۔

:ایمان نے اپنی غلطی تسلیم کی

اچھا بابا، سوری! میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"اب ٹھیک ہے؟

موسیٰ نے چائے کا ایک گھونٹ پی کر گردن ہاں میں ہلائی اور ہنسنے لگا۔

ایمان نے جان بخشی پر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور دل ہی دل میں شکر ادا کر کے اس

:سے پوچھا

"اچھا، آپ بتاؤ کالج نہیں جانا؟"

بالکل نہیں۔ میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔ جب تک ڈیڈ سے بات نہیں کر "
"لیتا کہیں نہیں جاؤں گا۔

:ایمان نے مسکراہٹ بھری

ٹھیک ہے۔ اب آپ ناشتہ کر لو اور میں بچوں کو تیار کر لوں۔ انہیں اسکول کے "
لیے دیر ہو جائے گی۔" کہہ کر وہ چلی گئی۔

کچھ دیر وہ صوفے پر ہی ٹیک لگائے، نگاہیں آسمان کی جانب ٹکائے موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھ گیا۔

:ملازمہ نے اسے متوجہ کیا

"بیٹا! مالکن آپ کا ناشتے پر انتظار کر رہی ہیں۔"

:وہ یک دم سلیقے سے بیٹھ گیا اور ملازمہ کو دیکھ کر بولا

"ٹھیک ہے، میں آتا ہوں۔"

وہ نظریں جھکائے الٹے قدموں لوٹ گئی۔

موسیٰ ناشتے کی میز پر پہنچا تو سب لوگ اس کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ اس نے

:کرسی پیچھے کھینچتے ہوئے الجھے ہوئے لہجے میں کہا

"ہیلو، ڈیڈ! کیسے ہیں؟ آج جلدی نہیں اٹھ گی ئے؟"

"واؤ، میرا شہزادہ! آ جاؤ جلدی سے ناشتہ کر لو۔

:اس نے بیٹھتے ہوئے رسماً کہا

"!جی شکریہ"

سب گھر والوں کی نظریں موسیٰ پر تھیں اور نظروں میں عجیب سا خوف۔

:ایمان نے بچوں کو ساتھ لیتے ہوئے کہا

سوری ڈیڈ! میں بچوں کو باہر تک چھوڑ آؤں، لیٹ ہو جائے گا۔" حامد صاحب کی توجہ اب بچوں کی طرف تھی انھوں نے دونوں کو" بائے" بولا اور ایمان کو اشارتاً جانے کی اجازت دی، پھر انہوں نے موسیٰ سے کہا:

اچھا! تو میں عائشہ کے ساتھ سوات کے لیے نکل رہا ہوں۔"

(ادھوراپن)(284)(باسط بن مظہر راجپوت)

"موسیٰ! آپ بتاؤ آج کہاں کاارادہ ہے؟

وہ موسیٰ کی طرف متوجہ تھے۔جو نظریں جھکائے چائے کی پیالی پر انگلی گھمارہا تھا اوراپنی دنیامیں مگن خاموش رہا۔

:حامد صاحب نے پھر سے اسے متوجہ کیا

"موسیٰ! میں آپ سے بات کررہاہوں۔"

:وہ یک دم نظریں اٹھائے خوف زدہ انداز میں بولا

"سوری ڈیڈ! کیا کہہ رہے تھے آپ؟"

کچھ خاص نہیں۔بس پوچھ رہاتھا،آپ نے کالج سے لیو لے رکھی ہے تو کیاارادہ"

"ہے آج دن بھر؟

جی،ڈیڈ! لیکن ارادہ کچھ خاص نہیں اور شاید آپ کچھ بھول رہے ہیں۔کل"

"آپ میرے ایک اہم کام سے اسلام آباد گئے تھے۔تو کیابنامیرے کام کا؟

اس نے بلا تمہید مدعے کی بات کی تھی۔

:وہ موسیٰ کے اس سوال پر دھنگ رہ گئے

"بیٹا! میں کچھ نہیں بھولا۔ یہ باتیں میں سوات سے واپسی پر تفصیل سے کروں گا۔"

:وہ جلدی میں ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھتے ہوئے ایمان سے کہنے لگے

"ایمان! ناشتہ کر کے جلدی سے عائشہ کے ساتھ پیکنگ کروا دو۔"

ایمان نے آخری لقمہ چباتے ہوئے ہامی بھری اور عائشہ کے ساتھ کمرے میں جانے لگی۔

موسیٰ نے عائشہ کو پکارا، مگر وہ اسے اگنور کیے چلی گئی جو اسے بے حد عجیب لگا۔

:حامد صاحب نے موسیٰ کو متوجہ کیا

"موسیٰ! دکھاؤ تو آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟"

وہ اسے گھور کر حیران کن انداز میں پوچھ رہے تھے۔

وہ چونکا دینے والے انداز میں دعا کے نام کا کی چین ہوا میں اچھالتے ہوئے پلٹا، مگر خاموش رہا۔

: کی چین دیکھ کر حامد سخت لہجے میں بولے

"یہ کیا لفنگوں والے کام شروع کر رکھے ہیں آپ نے ؟"

:اس نے سرد لہجے میں جواباً کہا

نہیں، ڈیڈ! آپ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو میرے جینے اور مرنے کی وجہ ہے اور" میں نے کوئی جرم تو نہیں کیا اس کے نام کا کی چین اپنے پاس رکھ کر۔ اب یہی تو ایک وجہ ہے میرے سانس لینے اور دل دھڑکنے کی۔ آپ تو اسے میرے نام سے جوڑنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

"پھر آج اتنا غصہ کیوں ؟

: حامد صاحب نے دوٹوک انداز میں اسے خبر دار کیا

بس۔۔۔ بس ختم کرو یہ گھٹیا لوگوں والا پاگل پن۔ یہ سب آپ کو بالکل زیب" نہیں دیتا اور آپ کی یاد دہانی کے لیے بتادوں کہ آپ کی دعا کے گھر والوں نے رشتے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لیے اب اس کے نام کو بھی پاس رکھنے کا کوئی جواز "باقی نہیں رہا۔

285.txt

(ادھوراپن)(285)(باسط بن مظہر راجپوت)

یہ سن کر موسیٰ کو زور کا جھٹکا لگا اور اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔وہ یک دم ڈیڈ کے قریب ہوا اور بغور انہیں گھورنے لگا۔اس کی آنکھوں کی سفیدی لالی میں بدل چکی تھی۔وہ سرد لہجے میں لرزتے لبوں سے پوچھنے لگا:

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں انہوں نے اس انکار کی وجہ کیا بتائی؟"

ایک پل کی خاموشی کے بعد انہوں نے ایک جھوٹی کہانی پر اعتماد انداز میں اس کے سامنے رکھی:

"بیٹا! وہ چھوٹی سوچ رکھنے والے لوگ ہیں۔جب انہوں نے تمہاری اصلیت جانی تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور لالچ میں آکر انہوں نے اس رشتے کے بدلے

مجھ سے کافی چیزوں کی ڈیمانڈ کر دی، جو میں نے قبول بھی کر لی تھی۔ مگر انہوں نے اسی پر بس نہیں کی، بلکہ رشتہ دینے کی ایک اور شرط رکھی کہ وہ تمہیں اپنا گھر داماد بنانا چاہتے ہیں، تاکہ تمہاری تمام تر جائیداد اور بینک بیلنس اپنا کر خوب عیش کر سکیں۔"

اس پر موسیٰ طنزاً قہقہہ لگا کر ہنسا:

"اوہ سچی، ڈیڈ! اس پر اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ "

حامد صاحب کہنے لگے:

"ہاں، بیٹا! بس اسی لیے میں نے انکار کر دیا کہ اپنی ساری دولت تو قربان کر سکتا ہوں لیکن اپنا بیٹا ہرگز انہیں نہیں سونپ سکتا۔"

" واؤ، ڈیڈ! آپ نے تو بہت اچھا فیصلہ کیا۔ میں یہ سن کر بے حد خوش ہوں کہ آپ کو آج بھی اپنی اولاد کی اتنی فکر ہے اور ہم سب سے محبت بھی۔"

اس کے لہجے میں طنز تھا جو حامد بھانپ نہ سکے تھے۔

موسیٰ کو یوں بات کرتا دیکھ کر انہوں نے خود کو محفوظ پایا کہ ان کی جھوٹی کہانی اس پر اثر انداز ہو چکی ہے، لیکن یہ صرف انہیں لگا تھا۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔

عائشہ اپنی تیاری کر کے کمرے سے باہر آ چکی تھی۔ وہ چند قدم کی دوری سے یہ سب سن کر آگے بڑھی:

"ڈیڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کچھ اندازہ بھی ہے آپ کو آپ ان لوگوں پر کتنا گھٹیا الزام لگا رہے ہیں؟ اس سب میں نقصان کس کا ہے ایک دفعہ بھی آپ نے سوچا؟"

اس نے سوالات کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا تھا۔

موسیٰ نے ایک جھٹکے سے وہ پہاڑ لفظوں کے زور سے گرا دیا:

"آپی! آپ بالکل خاموش رہیں۔ ڈیڈ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔

کونسا باپ اپنی اولاد کی خوشیوں کا قاتل ہو سکتا ہے؟"

286.txt

(ادھورا پن)(286)(باسط بن مظہر راجپوت)

وہ پر نم نگاہوں سے عائشہ کو دیکھ کر سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

عافیہ جواب تک بالکل خاموش بیٹھی تھیں، اپنی جگہ سے اٹھ کر دو قدم آگے بڑھیں۔ انہوں نے حامد صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انہیں اپنی طرف متوجہ کیا:

حامد! مجھے بے حد افسوس ہوا، میں تو سمجھ رہی تھی جو کچھ کل ہوا وہ آپ نے "جذبات میں یا پھر بھولے میں کیا، مگر اب سمجھ آرہی ہے کہ آپ در حقیقت چاہتے کیا ہیں۔ میں رات بھر سو نہ سکی کہ نہ جانے اس معصوم لڑکی کی بد دعاؤں سے ہمارا کیا حشر ہو گا؟ آپ کے اس فیصلے سے میرے بیٹے کے مستقبل پر کیا اثرات رونما ہو سکتے ہیں؟ مگر۔۔۔ مگر آپ کو تو بالکل بھی اپنے کیے پر شرمندگی

نہیں ہوئی۔ اگر آپ کسی کے لیے اچھا نہیں کر پائے یا سوچ نہیں سکتے، تو کم از کم اپنے بیٹے کو تو یہ بے ہودہ کہانیاں سنا کر بدگمان نہ کریں۔

کیا زندگی کوئی کھیل تماشا ہے جو آپ اتنی آسانی سے کچھ بھی سوچے بنا یہ سب کہہ رہے ہیں، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

"دنیا تو مکافات عمل ہے یہ بھولنا نہیں چاہیے تھا آپ کو۔

عافیہ نے سچ کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے دل کا بوجھ اتار پھینکا تھا۔ ان کا لہجہ سخت اور اداسی میں ڈوبی ہوئی آواز سے ان کے دل کا حال واضح طور پر جانا جا سکتا تھا۔

حامد صاحب کی حقیقت موسیٰ کے سامنے تھی جبکہ وہ اپنی بیگم کو غصے سے گھور رہے تھے۔ وہ چلائے:

ارے بیگم! میں نے کیا غلط کہا ہے جو تم اتنا چلا رہی ہو۔ ان لوگوں کے لیے تم" مجھے میرے بیٹے کے سامنے اس کا دشمن بنا کر پیش کر رہی ہو، جن لوگوں کا کوئی "دین و ایمان نہیں۔

کہہ کر انہوں نے موسیٰ کے شانے پر اپنا بازو رکھا اور دو قدم آگے بڑھتے ہوئے آہستگی سے بولے:

بیٹا! دیکھو، یہ پاگل ہو چکی ہے جب سے میں نے ان لوگوں کو اس رشتے سے"
منع کیا ہے۔ جبکہ اس سب میں میرا کوئی قصور بھی نہیں۔ میں تمہیں حقیقت
"سے آگاہ کر چکا ہوں اور تمہیں تو مجھ پر بھروسہ بھی ہے۔

وہ اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔

:موسیٰ وہیں پر رک کر تھوڑا پیچھے ہٹتے ہوئے بولا

ہاں، شاید! آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں۔" کہہ کر اچانک اس نے اپنا موبائل"
نکالا اور ایک ریکارڈنگ چلادی، جو فائل اسے کچھ دیر پہلے چائے پیتے ہوئے
موصول ہوئی تھی۔

اس فائل میں وہ ریکارڈنگ موجود تھی، جو اس کے ڈیڈ نے دعا کے گھر پر باتیں
کیں اور ان لوگوں کی تذلیل بھی۔

(ادھوراپن)(287)(باسط بن مظہر راجپوت)

موسیٰ نے سب کچھ ان کے سامنے واضح طور پر کھول کر رکھ دیا تھا۔
حامد صاحب نے جب اپنے جھوٹ سے پردہ اٹھتے دیکھا تو سر جھکائے موسیٰ کی جانب متوجہ ہوئے اور سرد روی میں بولے: "بب۔۔۔بیٹا! یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ میری آواز نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی سازش ہے۔"
سب گھر والے لاؤنج میں موجود خوف زدہ تھے کہ اب کیا ہونے والا ہے۔
حامد پھر سے کپکپاتی آواز میں بولے:
"موسیٰ! تم تو مجھ پر یقین کرو۔ ان سب باتوں کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔ جانتے تو ہو یہ 'اے، آئی' کا دور ہے، تو کچھ بھی ممکن ہے۔ یہ سب ان لوگوں نے تمہیں پانے کی چال چلی ہے۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کرایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا تھا۔ اس نے پوری قوت سے موبائل زمین پر دے مارا اور اپنا سر پکڑ کر چیخ اٹھا:

کاش۔۔۔کاش! میں یہ سب دیکھنے اور سننے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ کم از کم "
آپ کے اس سخت اور عجیب فیصلے نے مجھے آپ کے مقابل کھڑا نہ کیا ہوتا اور میں
"نافرمان بیٹا نہ کہلاتا۔ میں محبت کا سودا گر نہ کہلاتا اور میں دغا باز نہ کہلاتا۔

پلیز بیٹا! سنبھالو خود کو۔" حامد صاحب نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔"

:وہ پھر سے چلایا

پلیز ڈیڈ! خاموش ہو جائیں۔ مجھے کچھ نہیں سننا اب کسی کی زبانی اور جو کچھ ہو "
چکا اسے بدل بھی تو نہیں سکتا۔ ڈیڈ! کہا تو تھا یہ کوئی بزنس ڈیل نہیں ہے، یہ کسی
"!کی زندگی کا سوال تھا اور دو دلوں کے ملنے کا وسیلہ بننا تھا آپ کو

یہ کہہ کر وہ کچھ دیر اپنا منہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے بلک بلک کر روتا رہا۔

اسے کسی کا اپنے پاس آنا بھی گوارہ نہیں تھا۔ سب خاموش کھڑے اسے تڑپتا دیکھ
رہے تھے۔ اس نے کچھ پل کے بعد کچھ حد تک خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے آنسو
:پونچھ لیے اور سنجیدگی سے بولا

اب وقت آچکا ہے کہ میں اپنے لیے خود سے فیصلہ کروں۔ آپ سب نے اپنا "
"روپ دکھا دیا ہے۔

سب گھر والے اس کے اس قدر تہش آمیز جملوں سے خوف زدہ ہو گئے اور حامد صاحب کے چہرے پر شرمندگی کے آثار رونما ہونے لگے تھے۔ موسیٰ زمین پر بیٹھ کران کے قدموں کو چھوتے ہوئے پوچھنے لگا:

"آخر ڈیڈ! آپ نے میرے ساتھ ہی ایسا کیوں کیا؟ کیا محبت کرنا گناہ ہے؟"

انہوں نے اسے قدموں سے اٹھا کر کرسی پر بٹھایا، مگران کے پاس خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں تھا۔



288.txt

(ادھوراپن)(288)(باسط بن مظہر راجپوت)

موسیٰ نے طویل خاموشی کے بعد اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

ڈیڈ! یہ محبت تو کبھی آپ نے بھی کی تھی۔ کیا آپ خود نہیں کہا کرتے کہ جب" آپ نے موم کو پسند کیا تھا تو ان کی محبت میں ہر اس شخص سے بغاوت کر بیٹھے تھے جو آپ کے فیصلے کے خلاف تھا۔" اس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے گالوں پہ بہتے آنسو ہتھیلیوں سے پونچھتے ہوئے پھر سے پوچھا۔" اب آپ ہی مجھے بتائیں میں اس اختلاف کا جواب کہاں سے لاؤں؟" پھر خود ہی جواباً کہنے لگا۔

خیر میری رگوں میں بھی خون تو آپ کا ہی دوڑ رہا ہے، مگر افسوس! میں بھول" گیا تھا کہ میں بھی اس فیملی کا حصہ ہوں۔

"میرا مطلب اگر ہوتا تو کیا یوں ٹھکرایا جاتا؟

حامد اس کی باتوں سے خوف کھائے ہوئے تھے، یک دم کہنے لگے: "بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے، مگر میں تمہارے بہتر "مستقبل کا سوچ کر ہی کوئی فیصلہ کروں گا، مجھے تم سے کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔

: وہ طنزاً ہنس کر بولا

ہاں! یہ بھی اچھا ہے۔ پہلے غلطی کرو پھر خود ہی عدالت لگا کر اپنے حق میں" فیصلہ بھی کروالو۔ میں نے شاید غلطی کی تھی لیکن جرم نہیں جس کی سزا اب

مجھے عمر بھر کاٹنی ہو گی۔ میری سب سے بڑی غلطی محبت کرنا ہے۔ وہی محبت جو آپ کے لیے جائز تھی۔ اس محبت میں دیوانگی کی حد تک آپ جائیں تو محبت محبت، اور اگر میں محبت کو پانے کی جستجو کروں تو بغاوت۔

اگر بھائی کو کسی لڑکی سے محبت ہو جائے تو ان کی جائز فرمائش سمجھ کر وہ پوری کرنے کے لیے لڑکی والوں کی منت سماجت۔ اور اگر موسیٰ اپنی خواہش کا اظہار کرے تو اس کی خواہش کی توہین اور میری من پسند لڑکی کے گھر والوں کی تذلیل۔

ڈیڈ! یہ انصاف ہے آپ کا محبت کی عدالت میں؟

آپ تو خود کو بہت بڑا قاضی سمجھ رہے تھے محبت کے دربار کا۔

"تو پھر آج اس ادنیٰ سے فقیر کے لیے اتنی بڑی ناانصافی کیوں؟

آج موسیٰ، موسیٰ لگ نہیں رہا تھا۔ آج اس نے اپنے اندر کے اس شخص کو بیدار کیا تھا، جو جھوٹی محبت کے سبز باغ تلے دفن کر دیا گیا تھا۔ آج اس نے انصاف کی طلب کی پیاس بجھانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حق پانے کی طلب اور محبت کی جستجو نے سب گھر والوں پر خوف طاری کر دیا تھا۔

اب وہ خاموش تھا اور اپنے سامنے دیوار پر لگی ریگستان میں موجود ایک خشک کنویں اور گڑھے کی پینٹنگ دیکھنے لگا، جس کی دلچسپ حقیقت آج تک موسیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکا تھا۔



289.txt

(ادھورا پن)(289)(باسط بن مظہر راجپوت)

حامد صاحب اس کے اس دردمندانہ رویے پر اشک بار ہو گئے اور اسے اپنی جانب کھینچ کر سینے سے لگا لیا:

پلیز بیٹا! مجھے معاف کر دو۔ میں جانتا ہوں میں نے اپنی انا اور خود غرضی میں" اپنی اولاد کا حق نہ دینے کی غلطی کی ہے۔

"تو کیا اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے؟

:عافیہ نے تلخ لہجے میں کہا

بس حامد! خدارا بس کیجیے۔ آپ کے یہ آنسو اور دلائل اب کسی کام کے نہیں" ہیں۔ اس لیے کچھ بھی الٹا سیدھا کہہ کر ہم سب کو گناہ گار اور موسیٰ کو بدگمان "مت کیجے۔ اب حقیقت کھل چکی ہے۔

:ان کی بات مکمل ہونے پر موسیٰ نے جواباً ڈیڈ سے کہا

ڈیڈ! ایسا تو نہ کہیں کہ اولاد کا حق، بلکہ یوں کہیں صرف موسیٰ کا حق آپ ادا نہ" کر سکے، اپنی اس مصروف زندگی میں۔ میرے دل کی ایک ہی تو تمنا تھی اور آپ سے مانگی ہوئی پہلی اور آخری شے۔ جو آپ کی دولت سے تو نہیں، ہاں مگر آپ کے اچھے تعلقات، انداز اور اخلاق سے خریدی جا سکتی تھی۔ اب صرف افسوس "رہ گیا ہے کہ آپ کے غرور اور انا کی بھینٹ موسیٰ کی محبت چڑھ گئی۔

:پھر اس نے ان الفاظ پر اپنی گفتگو اور محبت کا کیس رنجیدگی سے سمیٹا

"کاش! میں یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی مر جاتا۔"

عافیہ بارہا یہ سن کر گھبرا گئیں اور یک دم اسے باہوں میں لیے کہا: "للہ نہ کرے۔ مرنے کی باتیں نہیں کرتے اور تم جانتے تو ہو تمہارے بغیر ہماری زندگی کیسے کٹے گی۔"

اس نے بغور موم کو دیکھا، پھر حیرانی میں بولا:

"کیا واقعی؟" پھر خود ہی جواباً کہا۔ "موم! آج میں نے دیکھ لیا ہے کیسے کٹے گی آپ لوگوں کی زندگی۔"

انہوں نے پھر سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی:

"بیٹا! آپ سے تو میری سانسیں جڑی ہوئی ہیں، بھلا ایک ماں اپنی جوان اولاد کو کیسے مرتا دیکھ سکتی ہے؟"

اس نے منہ پھیر کر کہا:

"کیا کہنے آپ کے اس پیار کے جو صرف باتوں کی حد تک باقی ہ اور رہی میرے جینے یا مرنے کی بات تو آج سے میں ویسے بھی زندہ لاش سے زیادہ کچھ نہیں ہوں۔

مختصراً یہ کہ اب میں جیوں یامروں، خود کو مردہ تصور کر چکا ہوں۔ کیونکہ میں
"نے دعا کو کھودیا۔

اس نے دعا کے نام پر دباؤ ڈالتے ہوئے انہیں کچھ یاد دلانے کی کوشش کی پھر
آگے بڑھا۔۔۔

مگر یہاں دعا سے مراد مانگی جانے والی دعاء تھی۔

"موم! آپ تو جانتی ہیں ایک زندہ دل رکھنے کے لیے دعاء کتنی ضروری ہے؟"



290.txt

(ادھوراپن)(290)(باسط بن مظہر راجپوت)

عافیہ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور اس کی اداسی کم کرنے کی کوشش کی:

"ہاں، میں جانتی ہوں اس سب میں ہم سب برابر کے قصوروار ہیں، مگر ہم مجبور تھے۔ کیونکہ آخری فیصلہ تو تمہارے ڈیڈ کا تھا، تو ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پائے۔ پلیز! ہمیں معاف کر دو۔"

انہوں نے التجائیہ انداز میں کہا تھا اور اسے سینے سے لگا لیا۔ موسیٰ نے لمبی سی آہ بھری، پھر مسکرا کر بولا:

"موم! اب ان باتوں، معافیوں اور پچھتاوے کا بالکل وقت نہیں ہے، بلکہ اب تو خوشیاں منانے کے دن ہیں۔ آپ سب کی خواہش اور دلی مراد جو پوری ہو گئی۔"

ایمان نے ہوش سے کام لیتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا کر کہا:

"موسیٰ! پلیز خود کو سنبھالو۔ ہم سب تمہاری اس حالت کے ذمہ دار ہیں، مگر جو نصیب میں نہیں تھا وہ کیسے مل جاتا؟"

اس نے پلکیں جھکائے احتراماً کہا:

خوب کہا آپ نے بھابی! مگر یاد رکھیے گا سب۔۔۔ جیسے آپ سب نے میری" خواہشات سے کھیل کھیلا ہے، اب میں آپ سب کی امنگوں اور امیدوں کے جنازے نکالوں گا۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر دعا کی کمی ہر گز نہیں۔اب میرا وقت شروع ہو گا۔

اور ہاں! میں جانتا ہوں یہ سب اس پروردگار عالم سے بغاوت کا نتیجہ ہے، مگر "ہمیں اپنی کوشش تو کرنی چاہیے تھی۔

اسے اپنی لاپروائیوں اور غلطیوں کا احساس ہونے لگا تھا۔وہ دردمندانہ لہجے میں مزید کہنے لگا۔ "مجھے اپنی قسمت پہ غرور تھا، سب کے کہنے کے باوجود میں نے خدا سے دعاءنہ مانگی اور نہ جانے کس قدر اس کی نافرمانیاں بھی کرتا رہا۔آخرکار "اس نے اپنی پہچان کرا ہی دی۔

شاید آج مجازی عشق کے پجاری کو خدا نے حقیقی عشق کی حقیقتوں سے روشناس کرا ہی دیا تھا۔

وہ بے حد افسردہ اور اپنے کیے پر شرمندہ بھی تھا۔اس نے عائشہ کو متوجہ کر کے کہا:

آپی! آپ بھی بالکل ٹھیک کہتی تھیں۔ دیکھیں آج مجھے میرے کیے کی سزا مل "
ہی گئی۔"

: عائشہ نے اسے سہارا دے کر تسلی دی

موسیٰ! ایسے مایوس نہیں ہوتے۔ وہ ہمارا رب ہے اور بہت رحمٰن، رحیم اور "
کریم ہے۔ وہ کبھی اپنے بندوں کو یوں سزائیں نہیں دیتا۔ ہاں، مگر اپنے قریبی
بندوں کو آزماتا ضرور ہے تاکہ ہم اس کی طرف رجوع کرلیں، اور اس دنیا میں
بھیجے جانے کی حقیقت سے آگہی حاصل ہو سکے۔ موسیٰ! ممکن ہے وہ تمہاری
دعاؤں کے انتظار میں تمہیں آزمائش میں ڈال رہا ہو، تاکہ تم اس سے مانگو اور وہ
عطاء کردے۔

(ادھوراپن)(291)(باسط بن مظہر راجپوت)

"تم ایک کوشش تو کر کے دیکھ لو۔

موسیٰ افسردگی کے عالم میں بولا:

آپی! زیادہ نہیں مگر اتنا مجھے بھی معلوم ہے وہ صرف انہیں عطاء کرتا ہے جنہیں" قدر ہو۔ ہم جیسے بے قدروں سے تو وہ عطاء کر کے چھین لیتا ہے۔ ہم اس کی دی گئی نعمتوں پر اس کا شکر جو ادا نہیں کرتے۔ دعا میرے نصیب میں لکھ دی گئی تھی، "مگر کسی کی انا اور خود پرستی اور میری نافرمانی کی بدولت چھین لی گئی۔۔۔

وہ اپنے ڈیڈ کی جانب دیکھ کر یہ سب دہرا رہا تھا، جو کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔

اب وہ مجھے مانگنے کا ہنر تو عطاء کر دے گا، مگر کچھ باقی نہیں ہو گا جو میں مانگ" "سکوں۔۔۔ جیسے میری دعاؤں میں دعا۔

اس کی سب باتیں دل کو چیر دینے والی تھیں۔ جو سن کر تمام گھر والے ہکے بکے رہ گئے تھے۔ موسیٰ نے سب کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر کہا:

اس میں حیران ہونے والی کیا بات ہے؟"

میرے اندر بھی تھوڑا ہی سہی مگر ایمان ابھی باقی ہے۔ میرے اور میرے خدا کے بھی کچھ آدھے ادھورے تعلقات باقی ہیں، مگر افسوس! وہ اس دنیا کی طرح دکھاوے کے نہیں بلکہ دل سے تھے، جسے آج توڑ دیا گیا۔ اور تکلیف۔۔۔ تکلیف کا تو کوئی ثانی نہیں ہے، کیونکہ اس دل میں تو خدا بستا تھا، ظالم دنیا نے خدا کے گھر کو بھی نہ بخشا۔۔۔"

پل بھر کی خاموشی کے بعد اس نے اپنے سینے کو دباتے ہوئے بات جاری رکھی:

"اب یہ دل اس گڑھے کی مانند ہے جو صحراؤں میں اکثر اپنی موجودگی کا احساس تو دلاتا ہے، مگر قریب سے دیکھنے پر معلوم پڑتا ہے وہ بالکل خالی اور صحرا کی طرح خشک ہو چکا ہے۔ جو ہوا کے ایک ہلکے جھونکے سے اپنی حالت بدلنے کے لیے تیار ہو۔"

عائشہ نے پھر سے التجاء بلند کرتے ہوئے کہا:

"پلیز یار! کچھ کہنے کا موقع تو دو۔ ہم سب تمہارے مجرم ہیں، مگر اس طرح کسی بھی مسئلے کا حل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک جگہ بیٹھ کر تسلی سے بھی بات کر سکتے ہیں۔"

:اس نے گردن ایک طرف جھٹکتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا

اب کوئی بات نہیں ہو گی بلکہ فیصلے ہوں گے۔ آپی! مجھے آپ سے تو اس سب "
کی امید نہیں تھی، مگر آپ نے بھی میرا بھروسہ توڑا ہے۔ اس لیے اب وہی ہو گا
"جو میں چاہوں گا۔

یہ کہہ کر وہ آنکھیں لال کیے سب کو گھور رہا تھا اور اس کے دل میں انتقام کی آگ
بھڑک رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے کمرے کی راہ لی، جس کے انداز بیاں نے
سب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔

:عائشہ نے مایوسی کے عالم میں ڈیڈ سے پوچھا

ڈیڈ! دیکھ لیا آپ نے خود غرضی کا انجام؟ نہ جانے اب وہ کیا کرے گا؟"
"مجھے تو اس کے متعلق سوچ کر بھی خوف آتا ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(292)(ادھوراپن)

:حامد اسے امید دلاتے ہوئے بولے

عائشہ! وہ میرا بیٹا ہے اور مجھے پورا بھروسہ ہے اس پہ، وہ کچھ غلط نہیں کرے "
"گا۔

:عافیہ نے اس گفتگو کا حصہ بنتے ہوئے کہا

حامد! مجھے اسی بات کا خوف ہے کہ آپ اسے صرف اپنا بیٹا تسلیم کرتے ہیں۔ "
کاش! کبھی آپ نے اس کے لیے ایک باپ کی طرح سوچا ہوتا۔" کہہ کر وہ
سسک سسک کر رونے لگیں۔

:حامد نے جواباً کہا

بیگم! میں جانتا ہوں یہ فیصلہ میں نے بہت جلد بازی میں اور غیر ذمہ دارانہ کیا"
"ہے، مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ میں اسے اپنا نہیں سمجھتا۔

ہاں، آپ کے مطابق تو یہ غیر ذمہ دارانہ فیصلہ ہے، مگر میرے بیٹے کی زندگی"

"برباد کر کے رکھ دے گا۔

:حامد نے سب کچھ پس پشت ڈالتے ہوئے بات بدل دی

"عائشہ! تمہاری تیاری مکمل ہو تو چلیں؟"

انہوں نے پہلے اسے اور پھر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

:وہ مایوسی کے عالم میں بولی

"جی، ڈیڈ! ہو گئی۔ اب ویسے بھی یہاں کیا باقی ہے؟"

"اچھا! پھر نکلتے ہیں۔ مجھے شام تک واپس بھی لوٹنا ہے۔"

:اس نے ہامی بھری

اچھا، ڈیڈ! آپ گاڑی میں بیٹھیں۔ میں موسیٰ سے مل کر آتی ہوں۔" کہہ کر وہ"

موسیٰ کے کمرے کی طرف لپکی۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا، مگر رونے کی آواز سن کر اٹھتا ہوا ہاتھ روک کر ساکن ہو گئی۔ کمرے میں موسیٰ اپنے رب کے حضور التجاء

:بلند کیے ہوئے تھا

"اے رب! میں جانتا ہوں میں گناہ گاروں کا گناہ گار ہوں، مگر مولا! تیری رحمت کا منتظر ہوں، مجھے معلوم ہے تو مجھے معاف کر دے گا۔ میں انجان تھا جو تیری بغاوت پر اتر آیا تھا، مگر باقی رہنے والی ذات تو صرف تیری ہے۔ مولا! تجھے تیری عظمت کا واسطہ مجھے معاف کر دے اور مجھے میری منزل عطاء کرنا، میں تجھ سے مزید دوری برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنا لے اور صبر عطاء فرما تاکہ میں سچائی کا سامنا کر سکوں۔ اور دعا سے اپنے کیے پر معافی مانگ سکوں، مجھے ہمت دے مولا۔"

کچھ دیر وہ گڑ گڑاتا رہا، پھر آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر خود سے ہمکلام ہوا:

"میری آپی مجھے کہتی رہیں کہ میں رب سے اپنی دعا کو مانگ لوں، مگر اس وقت میں تکبر کی آگ میں جل رہا تھا۔ میرا غرور تھا کہ مجھے بن مانگے سب کچھ مل جاتا ہے تو دعا کو کیوں مانگوں۔ مگر آج میرے اس غرور نے مجھے خود سے ہارنے اور دعا کے لیے دنیا سے لڑنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ جو صرف میری تھی۔"

اس کی آہوں نے عائشہ کو بھی رونے کے لیے مجبور کر دیا تھا۔اس نے وقت کی نزاکت کے پیش نظر خود کو سنبھالنے کی کوشش کے ساتھ دروازے پر دستک دی تو معلوم پڑا آج موسیٰ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔



293.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(293)(ادھوراپن)

یہ سب عائشہ کے لیے قدرے پریشانی کا باعث تھا۔وہ یک دم اندر داخل ہو کر اسے پکارنے لگی، مگر وہ اپنی دنیا میں گم صم ہاتھ میں کی چین لیے اسے دیکھ کر تڑپ رہا تھا۔

عائشہ نے اس کی حالت پر افسردگی ظاہر کی، پھر کچھ کہے بنا اس کے قریب ہوئی۔ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومے، اس کے گالوں پہ بہتے آنسو پونچھے اور ترسی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

طویل خاموشی کے بعد بلآخر اس نے اپنے دل کی بات زباں پر لاتے ہوئے رنجیدگی سے کہا:

"پلیز یار! بس کر دو۔ تمہاری یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جائے گی۔ اور رب جو کرتا ہے اسی میں ہم سب کی بھلائی ہوتی ہے۔ پلیز! اپنا ہر کام رب کے سپرد کردو پھر دیکھو وہ کیسے انعامات کی برسات کرتا ہے۔"

موسیٰ نے ایک نظر اسے دیکھ کر اپنی نگاہیں پھیر لیں اور پھر سے رونے لگا۔ جس کی اداسی دیکھ کر کسی کا بھی دل تڑپ جاتا۔ عائشہ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کر کے سرد لہجے میں پوچھا:

"اچھا، ٹھیک ہے۔ بات نہیں کرنی تو نہ سہی، مگر مجھے معاف تو کر ہی سکتے ہو؟ میں سوات جا رہی ہوں اور نہ جانے سفر کیسا گزرے؟"

وہ خاموش رہا تھا۔

عائشہ اس کے سامنے زمین پر بیٹھ کر نظریں جھکائے سرد لہجے میں پھر سے گویا ہوئی:

"وہ کہتے ہیں نا، سفر میں ضروری نہیں منزل بھی میسر ہو، اکثر اوقات سفر میں منزل سے پہلے ہی کچھ ایسے حادثات رونما ہو جاتے ہیں جو بے حد تکلیف دہ ہوتے ہیں اور یہ بات تم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔"

اچانک موسیٰ کے دل میں ہلچل ہوئی، وہ اس کا اشارہ خوب سمجھا تھا۔ یہ کہتے ہوئے وہ عائشہ کے سینے سے لگ گیا:

"ایم سو سوری، آپی! مگر ایسا تو نہ کہیں۔ میں جانتا ہوں میری وجہ سے آپ سب کو بہت تکلیف ہوئی ہے، مگر میرا مقصد کسی کا دل دکھانا ہرگز نہیں تھا۔ آپی! آپ تو جانتی ہیں وہ میری زندگی بن چکی ہے۔ اور جس راہ کا میں مسافر ہوں وہاں کے مسافر اپنا سفر منزل کے حصول کے لیے ہی جاری رکھتے ہیں، نا کہ بیچ راہ سے واپسی کے لیے۔"

اس نے موسیٰ کو سہارے سے زمین سے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا، تب موسیٰ نے یہ کہتے ہوئے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا:

294.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(294)(ادھوراپن)

"اب میرے سفر کا کیا فائدہ جب مجھے منزل پر پہنچنے کی امید ہی نہیں۔"
:عائشہ نے پھر سے اسے تسلی دیتے ہوئے سمجھایا

موسیٰ! میری جان! ایسے ناامید نہیں ہوتے اور آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے جو" آپ خود کو قصوروار ٹھرا رہے ہو۔ پلیز! سنبھالو خود کو اور یاد رکھو۔۔۔ ناامیدی کفر ہے۔

اب مجھے یہ بتاؤ کہ آپ نے مجھے معاف تو کر دیا؟

"کیونکہ میں اپنے دل پہ کسی قسم کا بوجھ لے کر یہاں سے نہیں جانا چاہتی۔

موسیٰ نے ہمت سے کام لیتے ہوئے مسکرا کر اپنی گردن ہاں میں ہلائی، پھر پوچھنے لگا:

"اور آپ نے؟ آپ نے بھی مجھے معاف کر دیا ہے نا؟"

جی، میری جان! اور اب آپ بالکل بھی اداس نہیں ہو گے، مجھے آپ کے "چہرے پر صرف مسکان اچھی لگتی ہے۔"

اس نے معصومانہ انداز میں کہا:

"میں بھرپور کوشش کروں گا۔"

عائشہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا ماتھا چوما:

بالکل، اب آپ نے کوشش کرنی ہے۔ اور جہاں ہماری سوچ اختتام پذیر ہوتی" ہے وہاں سے رب کی رحمت کی شروعات ہوتی ہے۔ اس لیے میں پر امید ہوں، میرا شہزادہ بھائی جس منزل کے سفر پر نکلا ہے وہ ضرور کامیاب ہو گا، ان شاءاللہ۔" کہہ کر عائشہ نے پوری چاہ سے اسے اپنی ہتھیلیوں پہ لگی مہندی دکھائی:

"موسیٰ! یہ دیکھو مہندی، کیسی لگ رہی ہے؟"

مہندی کا نام سن کر اس کے لبوں پر یک دم مسکان کھلی، اس نے آنکھیں پھاڑے

:عائشہ کے ہاتھوں پر سجی مہندی دیکھ کر کہا

واؤ! مہندی؟ کتنی پیاری ہے۔"

"آپی! کہاں سے لگوائی؟

:اس نے ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہا

"چل جھوٹا کہیں کا۔

:اس نے معصومانہ انداز میں عائشہ کو دیکھا

نہیں، میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ سچ میں بہت پیاری لگ رہی ہے۔""موسیٰ!"

!میں مذاق کر رہی تھی۔ سوری

یہ مجھے کل دعا نے لگوائی تھی۔ جب میں اس کے کمرے میں گئی، جہاں اس کی پینٹنگز اور کچھ ڈیزائنز دیکھ کر میں دھنگ رہ گئی تھی۔ وہ ڈیزائنز اس نے بوتیک کے لیے اور پینٹنگز شاید شوق میں بنا رکھی تھیں۔ مجھے اس کی ایک آرٹ بک بے حد پسند آئی تھی۔ جس میں اس نے صرف مہندی کے نقش بنا رکھے تھے۔ میں تو اس کی فین ہو گئی۔ جانتے ہو وہ مجھے وہ آرٹ بک تحفے میں پیش کر رہی تھی، جو

میں نے لینے سے انکار کیا تو اس کے بے حد اصرار پر مجھے مہندی لگوانی ہی پڑی تھی۔"

وہ جان کر موسیٰ کو یہ سب بتا رہی تھی، تاکہ وہ کچھ پل کے لیے سنبھل جائے اور وہ ان لمحات میں سنبھلا بھی تھا۔



295.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(295)(ادھوراپن)

وہ بڑی دلچسپی سے عائشہ کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ جیسے وہ باتیں اس کی خواہش پر دہرائی جا رہی ہوں، پھر مسکراہٹ بھرے انداز میں پوچھنے لگا:

آپی! آپ کو اس کی فیملی کیسی لگی؟ اور میری پسند کے متعلق کیا سوچا آپ "
" نے؟

عائشہ نے پر سکون ہو کر صرف اتنا کہا:

موسیٰ! وہ تو لاکھوں، کروڑوں میں ایک ہے، مگر اب ان سوالات کا وقت بیت "
چکا ہے۔ رہی بات اس کے گھر والوں کی تو وہ لوگ مجھے، موم اور ایمان کو بے حد
" پسند آئے ہیں۔

جب عائشہ سے چاہ کر بھی رہا نہ گیا تو اس نے موسیٰ سے پوچھ ہی لیا:

ویسے مجھے بتاؤ۔ تم نے جھوٹ کیوں بولا تھا کہ دعا کا تعلق مڈل کلاس فیملی سے "
" ہے؟ جبکہ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔

پہلے تو وہ حیران ہوا اور پھر بے خوف اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے حقیقت اس کے
سامنے رکھ دی:

آپی! بات کڑوی ہی سہی لیکن سچ یہ ہے کہ اس وقت مجھے آپ کی سوچ کا اندازہ "
نہیں تھا۔ اس لیے میں نے سب کے ساتھ آپ کا بھی چھوٹا سا امتحان لینے کا سوچا
" تھا۔ مگر۔۔۔ مگر افسوس! آپ بھی اس امتحان میں فیل ہو گئیں۔

وہ نظریں چرائے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی:

"مم۔۔۔ مطلب۔۔۔ مطلب کیا ہے آپ کا؟ کونسے امتحان کی بات کر رہے ہو؟ اور میں نے آپ کے ساتھ ایسا کیا کیا جو نوبت یہاں تک آ نپہنچی؟"

اس نے صاف لفظوں میں جواباً کہا:

"آپی! آپ تو جانتی ہیں مجھے مشکل باتیں کرنے کا شوق ہے اور نہ ہی میری سمجھ میں آتی ہیں۔ میں نے اس رات آپ کو بھائی سے بات کرتے سن لیا تھا۔ اس وقت جب آپ نے صرف ایک وجہ ڈیڈ کے انکار کی بتائی تھی، وہ تھی دعا کا مڈل کلاس فیملی سے تعلق۔ دعا رب کا تحفہ تھی، مگر ہم اس کی قدر نہ جان سکے۔"

موسیٰ نے بہت کچھ ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا تھا۔

عائشہ نے بات سمیٹنے کی کوشش میں اپنے کیے پر شرمندگی کا احساس دلایا:

"نہیں، موسیٰ! یہ تمہاری غلط فہمی ہو گی۔ میں نے تو ایسا کچھ نہیں سوچا اس کے متعلق۔"

اس نے قہقہہ لگا کر کہا:

آپی! مجھے بچہ تو نہ سمجھیں۔ مگر واقعی، اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔اب نہ " میں رہا اور نہ ہی میرے جینے کی وجہ۔ہاں، مگر باقی ہے تو ایک جھوٹی تسلی، جو " محبتوں میں اکثر سانس چلتے رہنے کا سبب ہوتی ہے۔اور اب۔۔۔۔۔

:عائشہ نے اسے ٹوکتے ہوئے سب باتیں ایک طرف کو رکھ کر سنجیدگی سے پوچھا



296.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(296)(ادھوراپن)

"موسیٰ! کیا تم اسے بھول نہیں سکتے؟"

اب تو جو کچھ ڈیڈ نے ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے، وہ شاید ہی کبھی ہمارے ساتھ تعلق قائم کرنا پسند کریں گے۔ دیکھو، میں تمہاری دشمن نہیں ہوں اور کبھی

تمہیں جھوٹی تسلی بھی نہیں دوں گی۔ہاں، مگرایک امید۔۔۔امید کادامن کبھی ہاتھ سے چھوٹنے مت دینا، پھر چاہے کچھ بھی ہو۔میں نے ساتھ دینے کاوعدہ کیا تھاتو میں اس پر قائم رہوں گی زندگی بھر۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، مگر مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی۔کہاں سے لاتے ہیں لوگ اتنابڑادل؟ جہاں محبت کے سواہر شے سمو جاتی ہے۔"

عائشہ خاموش رہی تھی۔

اور موسیٰ نے ایک پل کے لیے کچھ سوچ کراپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا:

"افسوس ہوتاہے نا، آپی! جب کوئی ایساسوچ لے جو ہمارے گمان میں بھی نہ ہو توکتناافسوس ہوتاہے؟اب مجھے ہی دیکھ لیں۔جو میں نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیاتھا، یعنی اگر آپ سے ساتھ نہیں دیاگیاتو کم از کم بڑی ہونے کے ناطے میرے زخموں پر مرہم ہی لگادیاہوتا، یوں نمک تونہ چھڑکتیں۔چلیں اب آپ کے جانے کاوقت ہے اور مجھے کچھ کام نمٹانے ہیں۔" کہہ کر موسیٰ اپنے

آنسو پونچھتے ہوئے اسے کمرے سے باہر نکال کر دروازہ بند کرنے لگا، پھر اچانک پلٹ کر کہنے لگا:

"ہاں، آپی! ایک آخری بات۔ اور وہ یہ کہ شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ ویسے بھی میرا یوں ٹوٹنا اور ٹوٹ کر بکھر جانا آپ سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ جیسے ٹوٹ کر بکھری ہوئی چیز کو سمٹنے اور سمٹ کر مکمل ہونے میں زمانے لگتے ہیں، شاید میری بھی کچھ ایسی ہی حالت ہے۔"

اس کے فوراً بعد اس نے دروازہ بند کر لیا اور پھر سے زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

عائشہ اس کی گھما پھرا کر کی ہوئی بات کچھ دیر بعد سمجھ پائی تھی۔ وہ یک دم چلاتے ہوئے دہائی دینے لگی اور دروازہ پیٹ پیٹ کر اس کی منت کرنے لگی:

"موسیٰ۔۔۔ موسیٰ! پلیز دروازہ کھولو۔ میرے ہوتے ہوئے تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ تمہیں میری قسم، تمہیں دعا کی قسم تم کوئی بے وقوفی نہیں کرو گے۔ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔"

حامد صاحب انتظار کرتے ہوئے کچھ مایوس ہوئے اور گاڑی سے اتر کر گھر کے اندر آ گئے۔انہوں نے ملازمہ کو عائشہ کے لیے جلدی باہر آنے کا پیغام بھجوایا اور لان میں نکل گئے، پھر بے چینی میں کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر وہیں ٹہلنے لگے۔

عائشہ نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا:

"دیکھو، یار! ہم پھر سے اس کے گھر جائیں گے تمہاری خاطر اور جو کچھ ہم سے ممکن ہوا ہم کریں گے، پھر چاہے ہمیں ان کے پاؤں بھی پکڑنے پڑیں۔"



297.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(297)(ادھوراپن)

وہ کمرے کے اندر ساری گفتگو سن کر بلک بلک کر روئے جا رہا تھا، وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا اور عائشہ کی باتوں سے اداس بھی۔

ملازمہ نے عائشہ تک پیغام پہنچادیا تھا۔ عائشہ کی ہر کوشش ناکام ہوئی اور وہ مایوس ہو کر وہاں سے جانے لگی۔ وہ ہر قدم بڑھانے پر مڑ کر دروازہ دیکھتی رہی، مگر بے سود۔

پھر آنسو پونچھتے ہوئے باہر تیار کھڑی گاڑی میں جا بیٹھی، جہاں حامد صاحب کافی دیر سے اس کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے اسے مخاطب کرنے پر ناراضی ظاہر کرتے ہوئے کہا:

"ہمیں جلدی نکلنا تھا کہ شام تک میں واپس بھی پہنچ سکوں، مگر اب آدھا دن نکل چکا ہے۔"

عائشہ نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر نگاہیں گھر پر ٹکائے دھیمی سی آواز میں معذرت کر لی:

"سوری، ڈیڈ! میں موسیٰ کو منا رہی تھی تو وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔"

انہوں نے اسے گھورا، پھر دونوں خاموش ائیر پورٹ کے لیے نکل گئے۔

طویل خاموشی کے ساتھ وہ حامد صاحب کو گھورتی رہی، جو گہری سوچوں میں گم صم اور خاصے پریشان معلوم ہو رہے تھے۔عائشہ نے ان کی پریشانی بھانتے ہوئے انہیں متوجہ کیا:

ڈیڈ! کیا ہم موسیٰ کی یہ ضد پوری نہیں کر سکتے تھے؟ کس چیز کی کمی تھی دعا" "میں؟

انہوں نے پیار بھری نظروں سے اسے دیکھا، پھر کہنے لگے:

بیٹی! کچھ چیزیں بظاہر نظر نہیں آتیں، لیکن ان کے اثرات بہت گہرے اور دیر" "پا ہوتے ہیں۔اور شاید ابھی تک میں خود جو کچھ ہوا اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔

وہ یک دم چونکی:

مگر ڈیڈ! ایسی بھی کیا بات ہے جو آپ کو اتنا بڑا فیصلہ لینے کے لیے مجبور کر رہی" ہے؟

"جبکہ آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں بولے:

دیکھو، ابھی میں کچھ کہنے سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ مجھے سب سے پہلے ایک "
!لڑکے سے ملنا ہے۔ وہ۔۔۔ وہ سانول

"ہاں، اس سے ملنا ہے مجھے۔ باقی کی بات اس سے ملنے کے بعد ہو گی۔

:اس نے حیرانی میں پوچھا

"کون سا سانول؟ ڈیڈ! اس سب سے اس کا کیا ناطہ؟

عائشہ! وہ لڑکا شاید موسیٰ کے بچپن کا دوست ہے۔ جس کے لیے زندگی میں "
پہلی دفعہ میں نے موسیٰ پر ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔ جب وہ اپنی سالگرہ پر کیک نہ کاٹنے
"کی ضد پر اڑ گیا تھا۔

انہوں نے ایک پرانا قصہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے کچھ یاددہانی کرائی
تھی۔

"جی۔۔۔ جی، ڈیڈ! مجھے پتا ہے، مگر اس سے کیوں ملنا ہے آپ کو؟"

عائشہ! میں نے جتنا کہا اتنا کرو اور آیت سے کہہ کر اس لڑکے سے میری "
میٹنگ سوات میں سیٹ کرو۔ تمہیں کچھ بھی سوچنے اور پریشان ہونے کی
"ضرورت نہیں ہے۔ بس، آیت ہی یہ کام بخوبی انجام دے سکتی ہے۔

298.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(298)(ادھوراپن)

: شاید عائشہ بھی کچھ کچھ سمجھ چکی تھی۔وہ نظریں جھکائے سرد لہجے میں بولی
ویسے ہمارے موسیٰ کا ایمان اتنا بھی کمزور نہیں تھا کہ کوئی تیسرا شخص آئے اور"
اپنی بے ہودہ باتوں سے اس کا بھرم توڑ دے۔اسے سمجھنا مشکل ضرور ہے، مگر
اتنا بھی نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں۔آپ کے ایک غیر ذمہ درانہ فیصلے نے اس کے
سارے ارمان چکنا چور کر دیے ہیں۔وہ زندگی بھر اب سنبھل نہیں پائے گا۔
"ڈیڈ! وہ بری طرح سے ٹوٹ چکا ہے۔پلیز! اس کے لیے کچھ سوچیے گا ضرور۔

باتوں باتوں میں وہ ایر پورٹ پر پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اس کی ساری باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ڈرائیور کو سامان نکالنے کا کہا، پھر گاڑی سے اتر گئے۔

:عائشہ نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے اپنی گردن نفی میں ہلائی

"میں بھی کس سے یہ بحث کر رہی ہوں، جبکہ ڈیڈ کو تو اپنی اولاد کی خواہشات کی کوئی پرواہ ہی نہیں۔" کہہ کر وہ غصے سے باہر نکلی اور گاڑی کا دروازہ پٹختے ہوئے دھپے پاؤں حامد صاحب کے پیچھے ہو لی۔

سہ پہر ساڑھے تین بجے وہ دونوں سوات پہنچ چکے تھے۔ مقدس اکیلی لان میں ٹہل رہی تھی جو اچانک عائشہ کی آمد پر حیران ہوئی لیکن خوش بھی، کیونکہ حامد صاحب میں تو اس کی جان بستی تھی۔ وہ انہیں دیکھ کر بس انہیں کی ہو کر رہ جاتی تھی۔ وہ یک دم سلام کر کے ان سے لپٹ گئ :

"انکل! کیسے ہیں آپ؟ سفر کیسا گزرا؟ اور وہ۔۔۔ وہ موسیٰ کی بتائیں کیسا ہے؟"

:حامد صاحب نے پیار سے اسے سینے سے لگا کر کہا

"اوہ۔۔ میری بیٹی! کتنی فکر ہے آپ کو ہماری۔ ہم سب بالکل ٹھیک ہیں۔ اور موسیٰ بھی اچھا ہے۔

"آپ بتاؤ کیسے مزاج ہیں اور پڑھائی وغیرہ کیسی چل رہی ہے؟

"ہاں، انکل! سب کچھ 'اے ون' چل رہا ہے۔ آپ اندر چلیں۔"

عائشہ کو اس کی زبان سے موسیٰ کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا۔ وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی:

"مقدس! بہت ہوا۔ یہ لو، یہ سامان میرے کمرے میں رکھواؤ اور ماما کو اطلاع کر دو۔"

وہ عائشہ کے لہجے کی سختی سے سہم گئی اور سامان اٹھائے آگے بڑھی۔ وہ چند قدم بڑھی تھی کہ عائشہ اس کے راستے کی رکاوٹ بنتے ہوئے آنکھیں پھاڑے سنجیدگی سے بولی:

"میری ایک بات کان کھول کر سن لو میسنی کہیں کی۔ موسیٰ اور تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے اور آئندہ غلطی سے بھی اس کا نام میں تمہاری زبان سے نہ سنو۔۔۔ اور یہ بات اگر کسی کو پتا چلی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

299.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(299)(ادھوراپن)

سوری بھابی! آئندہ میں خیال رکھوں گی۔"اس کی تو جیسے سانسیں اٹک گئی"
تھیں۔
عائشہ نے آیت کو باہر آتا دیکھ کر دو قدم پیچھے لیتے ہوئے مقدس کو جانے کا اشارہ
کیا اور آنکھوں سے خبردار بھی۔
آیت مسکراتے ہوئے عائشہ کے سینے سے لگ گئی، پھر حامد صاحب کو سلام
کرتے ہوئے بولی:
"انکل! آئیں اندر چل کر بیٹھیں۔"
"نہیں، بیٹی! یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ موسم بھی کتنا خوشگوار ہے۔"

وہ کچھ پل ان کے ساتھ بیٹھ گئی اور رسماً گفتگو کے بعد بولی: "اچھا، انکل! آپ بیٹھیں۔ میں ماما کو بتا دیتی ہوں۔" کہہ کر اس نے اندر کی راہ لی، جہاں چند قدم دور عائشہ منہ لٹکائے کھڑی تھی۔ آیت نے اسے اپنے ساتھ لیا اور لاؤنج میں سے گزرتے ہوئے ملازم کو آواز دی۔

: ملازم یک دم نظریں جھکائے حاضر ہوا

"جی میڈم! کیا حکم ہے؟"

ہاں، وہ جلدی سے مہمانوں کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کریں اور ہم "

"دونوں کی چائے میرے کمرے میں بھجوا دیں۔

جی، میڈم! میں ابھی تیاری کرتا ہوں۔" کہہ کر وہ کام پہ لگ گیا۔"

حامد صاحب، مقدس اور اس کی ماما لان میں ہی بیٹھے گپ شپ کرنے لگے تھے۔ شاہد صاحب نے جب اپنے دوست کی آمد کی خبر سنی تو تمام تر مصروفیات ترک کر کے گھر آ گئے۔

آج حامد صاحب کے چہرے پر وہ خوشی نہ تھی جو ہمیشہ اپنے دوست سے ملاقات کے وقت ہوتی تھی۔رسماً علیک سلیک کے بعد شاہد صاحب نے ان کی پریشانی

:بھانپتے ہوئے یک دم پوچھا

کیا بات ہے یار! کچھ ہوا ہے کیا؟پہلے تو تم نے کبھی مجھ سے کوئی بات نہیں"

"چھپائی تو آج ایسا کیا ہے جو بتا نہیں رہے؟

:وہ نظریں جھکائے سرد لہجے میں بولے

نہیں، شاہد! ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ میں تو اپنی پریشانی تم سے بانٹنے اتنی" دور آیا ہوں۔" کہہ کر وہ ایک ایک کر کے ساری باتیں تفصیلاً شاہد صاحب کو بتانے لگے۔

:انہوں نے ساری باتوں کی ایک بات کی

ارے حامد! بات تو واقعی پریشانی کی ہے۔میں نے تمہیں کتنی دفعہ سمجھایا ہے" کہ یہ دوستی، رشتہ داری اور بزنس تینوں الگ الگ شعبے ہیں۔ان سب کو ایک ترازو میں تولا نہیں جا سکتا۔

جانتے ہو اس دور کی اولاد، ان کی خواہشات اور ضد بے شک کسی آزمائش سے کم نہیں، مگر پھر بھی ان کی ہر خواہش اور ان کا خیال بھی ہمیں ہی رکھنا ہے۔ کوئی تیسرا آکر یہ مسائل حل نہیں کرے گا۔

300.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(300)(ادھورا پن)

مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی یہ سن کر کہ تم مقدس کو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہو، مگر اس سب میں موسیٰ کی رضامندی شامل ہونا بھی ضروری ہے۔ وہ بھی تو ہماری ہی اولاد ہے اور اس کی خوشی میں ہی ہماری خوشی۔"

انہوں نے اظہار افسوس کے ساتھ دوٹوک انداز میں مزید کہا:

حامد! اگر تم جیسا اہل انسان اتنی نااہلی اور غیر ذمہ داری سے اولاد کے لیے فیصلے" کرے گا، تو مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میں اپنی بیٹی اتنے غیر ذمہ دار شخص کے حوالے نہیں کر سکتا۔

جو شخص اپنی انا کی تسقین کے لیے اپنے بیٹے کی جائز خواہش پوری نہیں کر پایا وہ "!میری بیٹی کو کیا سنبھالے گا

:حامد بے حد شرمندہ ہوئے اور کہا

نہیں، یار! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی میرا مقصد کسی کا دل دکھانے کا" "تھا۔

:شاہد صاحب نے ان کی بات مکمل ہوتے ہی اپنا فیصلہ دہرایا

بس، حامد! مجھے کچھ کہنا سننا نہیں ہے، میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ میں مقدس کا" "رشتہ نہیں دے پاؤں گا۔

حامد صاحب کو ناگوار گزرا، مگر وہ اپنی غلطی کے ہاتھوں مجبور خاموش رہے تھے۔

:عائشہ نے کچھ رسماً گفتگو کے بعد حیران کن انداز میں آیت کو دیکھ کر پوچھا

"یہ اچانک لندن جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مجھے تو بتا دیتیں؟"

:وہ زیرِ لب مسکرا کر کہنے لگی

نہیں، بھابی! کچھ خاص کام نہیں تھا۔ اس لیے آپ کو کیا تنگ کرتی اور ویسے " بھی یہ میرا خود کا فیصلہ ہے۔ اب اس گھر میں اور رہا نہیں جاتا، جہاں جاؤں صرف اسماعیل کی آواز، اس کے قدموں کی آہٹ اور اس کی معصومیت سے کھلکھلاتا چہرہ میرے سینے کو چاک کر دیتا ہے۔ اسے ہم سے بچھڑے تین ماہ بیت چکے ہیں، لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ اس لیے میں نے یہ گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب ماما اور مقدس مان جائیں تو پھر ہی کوئی بات بنے۔ ویسے بھی آپ تو کبھی یہاں " کبھی وہاں ہادی بھائی کے پاس ہوتی ہیں۔

:عائشہ نے اپنی انگلی دانتوں کے بیچ دباتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا

چلو، کچھ سوچتے ہیں اس متعلق کیا کیا جا سکتا ہے، اس کے لیے ایک بیٹھک لگانی " ہو گی تاکہ کوئی ختمی فیصلہ ہو۔ مگر ابھی مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ مجھے سانول اور دعا کے متعلق جاننا ہے، جو تم سے بہتر شاید ہی کسی کو معلوم

ہو گا۔" عائشہ بنا ٹھہراؤ یہ سب ایک ہی سانس میں کہہ کر پریشانی کے عالم میں پھر سے گویا ہوئی:

آیت! تمہیں شاید نہیں معلوم، مگر ڈیڈ کے فیصلے نے موسیٰ کو توڑ کر رکھ دیا" ہے۔" اور پھر یکے بعد دیگرے اسے مکمل کہانی سنانے لگی۔

آیت یہ سب جان کر بے بسی کے عالم میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور سرد لہجے میں، مگر تیزی سے بولی:



301.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(301)(ادھوراپن)

اف ! یہ انکل بھی نہ جانے کن لوگوں کی باتوں میں آگئے۔ مجھے توان سے اس" احمقانہ فیصلے کی ہرگز امید نہیں تھی۔ بھابی ! آپ تو اسے جانتی ہیں وہ موسیٰ اور اسماعیل کا کتنا اچھا دوست ہے اور لڑکیوں کی بہت عزت کرتا ہے۔ میں اس سے "مل چکی ہوں۔

: عائشہ نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے تحفظات سے اسے آگاہ کیا

ہاں نا، آیت ! یہ تو میں بھی جانتی ہوں اور یہ بھی کہ موسیٰ کبھی غلط صحبت اختیار" نہیں کرتا، اس کا مزاج ہی اس کی پہچان ہے۔ وہ اتنا کم ظرف اور بزدل تو نہیں جس کے دوست اتنے غیر ذمہ دار اور سڑک چھاپ ہوں گے۔

مجھے خوف اس بات کا ہے کہ ڈیڈ نے کسی کی باتوں میں آکر دعا کے گھر پر اتنا ہنگاما کیا اور ان لوگوں کو بے حد ذلیل بھی۔ اس سب کی وجہ ڈیڈ نے دعا اور سانول کے غیر تہذیبی چکر کو ٹھہرایا۔ اس سوچ سے آزاد ہو کر کہ موسیٰ پر اس فیصلے کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ اور وہ کس حد تک جا سکتا ہے، یہ تم مجھ سے بہتر : جانتی ہو۔" پھر اس نے آیت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التماس کی

آیت! خدارا تم سانول کو کسی طرح یہاں بلوالو تاکہ ہم ڈیڈ کی غلط فہمی کو جلد از "

"جلد دور کر پائیں۔

اس نے عائشہ کے ہاتھ تھام کر کافی تشویش کا اظہار کیا اور ناراضی کی سی ادا میں

:کہنے لگی

بس اسی چیز کی تو کمی تھی۔ نہ جانے آپ کے ڈیڈ کیا چاہتے ہیں اور ان دونوں کا"

ایسا کونسا تعلق ہو سکتا ہے جو انکل کو اتنا ناگوار گزرا؟ بھابی! آج کل کی لائف میں

دوست کس کے نہیں ہوتے، ویسے ہی وہ دونوں بھی کالج فیلوز ہیں تو اس میں

کردار پہ انگلی اٹھانے کا کیا جواز بنتا تھا۔ انکل تو کبھی اتنے لاپرواہ نہیں تھے اور اگر

ان کی اس لاپروائی کا کوئی منفی نتیجہ نکلا تو کون ذمہ دار ہو گا۔ خدانخواستہ موسیٰ نے

کچھ الٹا سیدھا کر لیا۔۔ اس کے مزاج سے تو انکل بھی واقف ہیں۔ دعا اور سانول

"پر اگر اس کے منفی اثرات مرتب ہوئے تو بھی جواب دہ تو انکل ہی ہوں گے۔

اس نے ایک پل میں ہر زاویے سے حامد صاحب کی غلطی اور اس کے اثرات کا

اندازہ لگایا تھا۔

:عائشہ نے نرم مزاجی سے کہا

آیت ! یہ جذبات میں کیے فیصلوں کا نہیں بلکہ ہوش اور سوچ بچار کا وقت "
ہے۔ تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہو، مگر ڈیڈ کو کون سمجھائے ؟
وہ تو دعا کے رشتہ داروں کی باتوں میں آکر بہک گئے اور اپنے فیصلوں کے نتائج
"پر نظرثانی کرنے سے بھی قاصر رہے۔

: آیت اداسی میں بولی

ویسے جو بھی ہو بھابی ! مجھے آپ لوگوں سے اس سب کی امید نہیں تھی۔ لیکن "
چلیں اب میں انکل سے خود بات کروں گی اور ان کی سانول سے کل ہی ملاقات
" بھی کرادوں گی، پھر ان کی مرضی وہ کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

302.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(302)(ادھوراپن)

: عائشہ نے خوف زدہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا

مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں میرا بھائی مجھ سے بدگمان نہ ہو جائے، وہ جتنا"

"سیدھا ہے اتنا ہی ارادوں کا پکا بھی۔

: آیت نے اسے تسلی دینے کی کوشش میں کہا

بھابی! ایسا کچھ نہیں ہوگا، آپ اطمینان رکھیں۔ للہ پاک سب بہتر کردیں"

"گے۔

ملازم نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر چائے اور بسکٹ وغیرہ سے بھری ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

★☆...☆★

دعا جو اپنے ارادوں کی پکی تھی۔ اس رشتے والے حادثے کے دو دن بعد وہ اپنی بھابی کے ساتھ صبح گیارہ بجے لاہور پہنچ چکی تھی۔

: وہاں پہنچتے ہی اس نے اپنے انداز میں کہا

بھابی ! سب سے پہلے ہمیں دربار پر حاضری دینی چاہیے، پھر وقت ملے نہ "
"ملے۔

کلثوم چونکا دینے والے انداز میں پلٹ کر اسے روکتے ہوئے بولی: "نہیں، یار ! یہ تم کن چکروں میں پڑ رہی ہو۔ یہ دربار اور فقیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتے۔ حاضری صرف للہ کے در پر، باقی سب فانی اور فضول باتیں ہیں اور ابھی ہمیں آرام کی ضرورت ہے۔ تمہاری ضد کے چلتے پہلے ہی میرا جسم سفر میں جواب "دے چکا ہے، اب چلو۔ یوں فضولیات میں اپنا وقت برباد مت کرو۔

دعا نے اسے غصے بھری نگاہوں سے گھورا، پھر گردن ایک طرف جھٹک کر اکیلی ہی دربار میں چلی گئی۔ تب مجبوراً ہی سہی، کلثوم کو بھی اس کے ساتھ آنا پڑا۔

اس نے مڑ کر دیکھا اور کلثوم کو وہیں رکنے کے اشارے کے ساتھ خود اس بزرگ کی تلاش میں نکل گئی جس سے اسے ملنا تھا۔ وہ چند قدم چلی تھی کہ ایک شخص اچانک اس کے سامنے نمودار ہو کر بولا:

"لگتا ہے کوئی بڑی حاجت لیے بڑی دور سے سفر کر کے آئی ہو؟"

وہ آواز اس کی سماعتوں کی نظر ہوئی تو وہ ہڑبڑاہٹ میں پلٹی اور برزگ کے سامنے رک گئی۔ دعا نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور نظریں جھکائے زمین پر بیٹھ گئی، پھر اپنا ہاتھ اس بزرگ کے سامنے رکھ دیا۔

بزرگ نے اس کا ہاتھ دیکھتے ہی پوچھا:

"بیٹی! لگتا ہے تمہاری بہت ہی قیمتی چیز کھو گئی ہے، جو صرف تمہاری تھی؟"

اس نے گردن ہاں میں ہلائی اور اشارتاً بزرگ سے دعاء کرنے کے لیے کہا۔

کلثوم بھی خاموشی سے آکر وہاں بیٹھ گئی تھی۔

بزرگ تکبیر بلند کرتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوا:

بالکل، میں تمہارے حق میں عرضی تو ڈال دوں گا، مگر تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(303)(ادھوراپن)

جس منزل کی مسافر تم اور تمہاری محبت ہے اس منزل پر یا تو تم یا پھر محبت پہنچے گی۔ہاں، مگر دعائیں تقدیریں ضرور بدل ڈالتی ہیں اور تم تو خود دعا ہو۔"

پاس میں بیٹھی کلثوم کی خاموشی بھی ٹوٹی تھی:

"سائیں! ہماری دعا بہت ہی معصوم ہے اور ہر وقت خود سے لڑتی اور بدلہ لینے کی کوشش میں رہتی ہے۔جو کام اس نے کیا ہی نہیں اور جو غلطی اس سے سرزد نہیں ہوئی یہ اس کا قصوروار بھی خود کو ٹھہراتی ہے۔"

بزرگ مسکراہٹ بھرے انداز میں بولا:

"دیکھو، بیٹی! یہ محبت کسی کی اپنی نہیں ہوتی، کسی کی دوست نہیں ہوتی اور اگر کوئی جان کر یا غلطی سے بھی اس کی سمت چلتا ہے یہ اسے خود میں سمو لیتی ہے۔ لیکن اس میں کوئی دورائے نہیں کہ جو اس کی جانب دوستی کے لیے ہاتھ بڑھائے یہ اسے برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ سچی محبت ہمیشہ قربانیاں مانگتی ہے،اس لیے

تمہیں بھی قربانی کے لیے تیار رہنا ہوگا یا پھر اس سفر سے خود کو یہیں روک لو۔ اب یہ تمہارا فیصلہ ہے کہ تم کہاں تک صبر و استقامت سے سفر جاری رکھتی ہو، مگر میں نے حقیقت سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔اب آخری فیصلہ تو رب کا ہو گا جو "ہر چیز پر قادر ہے، جو۔۔۔۔

:کلثوم نے بزرگ کی بات کاٹ کر سرد لہجے میں پوچھا

"مگر۔۔۔سائیں! کچھ صدقہ و خیرات سے یہ حادثات ٹل نہیں سکتے؟"

وہ تو خدا بہتر جانتا ہے، مگر اب کافی دیر ہو چکی ہے۔اب جو ہو گا اسے نصیب مان" کر صبر کرنا ہو گا۔

بیٹی! اب تم جاؤ اور انتظار کرو اس پل کا جو قسمت میں لکھ دیا گیا ہے۔ جانے سے پہلے میری آخری بات بھی سنتی جاؤ۔۔۔وہ یہ کہ یہ فقراء، مزارات اور ہاتھوں کی لکیریں ہماری قسمت اور دل کے راز بدل سکتے ہیں نہ ہی ان کا حال جان یا بدل سکتے ہیں۔اس لیے جتنا ممکن ہو سکے اپنے پروردگار پر کامل یقین کے ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم پر چلنے کی کوشش کرو اور دل کا حال اس خالق کو سناؤ جو ہر چیز پر قادر ہے۔اس کے سوا کوئی کسی کا نفع یا نقصان نہ جانتا ہے اور نہ ہی کسی کے پاس ان

سب مسائل کا حل ہے۔اس لیے ان فضولیات میں پڑ کر اپنا ایمان کمزور اور سنی
"سنائی باتوں کا یقین ہر گز نہ کرو۔

دعا یہ سب جانتی تو تھی، مگر محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر دربار تک جا پہنچی۔اور
پھر بزرگ کی باتوں نے اسے اپنے اِس عمل پر نظر ثانی کرنے اور ایمان بچانے کی
سوچ بچار پر مجبور کر دیا تھا۔



304.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(304)(ادھوراپن)

وہ آج ایک نئی سوچ اور عزم لے کر وہاں سے چلتی بنی۔



نصیر صاحب اپنے کمرے میں پریشانی کے عالم میں دعا کی تصویر اپنے سینے سے لگائے گہری سوچوں میں گم صم بیٹھے تھے۔اسی دوران دعا کی والدہ بھی کمرے میں داخل ہوئیں جو انہیں پریشان دیکھ کر پوچھنے لگیں:

"کیا ہوا؟آپ پریشان لگ رہے ہیں، طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

وہ راکنگ چیئر سے اٹھتے ہوئے بولے:

"بیگم صاحبہ !ایک جوان بیٹی کا باپ ہونا اتنا آسان نہیں ہوتا اور جو کچھ ہماری بیٹی کے ساتھ ہوا۔کیا میری شہزادی اسے سہ پائے گی؟"پوچھ کر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔"مجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں وہ لڑتے لڑتے اندر ہی اندر ٹوٹ ہی نہ جائے۔"

نایاب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"اللہ نہ کرے !اگر آپ بھی اس طرح سے پریشان ہو گئے تو ہماری دعا کو سہارا کون دے گا؟اور ویسے ہماری بیٹی ایک مضبوط چٹان بن چکی ہے۔اس نے اپنی کم عمری میں جیسے اپنے والدین کو سہارا دیے رکھا اسے کوئی مات نہیں دے

سکتا۔ وہ تو خود دعا ہے اور دعاء دوسروں کی تقدیر بدل ڈالتی ہے تو بھلا وہ خود اسطرح مایوس کیوں ہو گی۔"

مگر یہ محبت۔۔۔ یہ محبت کسی کی سگی نہیں ہوتی۔

نایاب نے اپنے جذبات پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر ناکام رہیں۔ بہر حال ان کے اس جذبے نے نصیر صاحب کو کافی تسلی بخشی تھی۔ وہ ہنس مکھ انداز میں بولے:

"خدا خیر کرے۔ میں تو ہر وقت اس کا شکر گزار رہتا ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسی بیوی اور دعا جیسی بیٹی عطاء کی۔ خدا تم دونوں کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

نایاب نے "آمین" کہا اور پھر یہ کہہ کر باہر نکل گئیں: "اچھا، میں چائے لے کر آتی ہوں۔"

نصیر صاحب نے ہامی بھری اور پھر سے دعا کی تصویر لیے راکنگ چیئر پر بیٹھ گی ئے۔



دعا لاہور گئی تو اپنے کام سے تھی، مگر وہاں نئی مصیبتیں اس کے نصیب میں لکھی جا چکی تھیں۔ اس بزرگ کی باتوں اور پیشن گوئیوں نے اس کا چین، سکون سب برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

305.txt

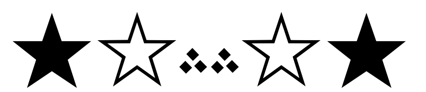


(باسط بن مظہر راجپوت)(305)(ادھوراپن)

:کلثوم نے اسے بہت سمجھایا کہ

"یہ صرف باتیں ہوتی ہیں اصل زندگی میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔"

لیکن محبت میں ہارنے کے بعد انسان کے بس میں سوائے بے وجہ کے وسوسوں کے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ہر فعل میں خود کو قصوروار ٹھہرانے لگتا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انسان وہ کچھ کر گزرتا ہے جو وہ نہیں کرنا چاہتا۔



"اچھا، سانول! اگر اجازت ہو تو میں ایک سوال کر لوں؟"

مانی نے اسے سوالیہ نگاہوں سے گھورا تھا۔

:سانول نے سلگتی ہوئی سگریٹ اش ٹرے میں مسلتے ہوئے بجھائی، پھر گویا ہوا

ہاں پوچھو کیا پوچھنا ہے؟"

"ویسے بھی فجر کا وقت ہو چکا ہے، نماز کے لیے چلتے ہیں۔

اس نے گھڑی پر ٹائم دیکھ کر شرٹ کی آستینے وضو کی تیاری کے لیے اوپر چڑھا دیں۔

"سانول! کیا تمہاری اور دعا کی محبت کے متعلق موسیٰ کو کچھ علم تھا؟"

:اس نے نفی میں جواباً گردن ہلائی

وہ میرا بہت اچھا دوست تھا اور میں نے تو صرف دل لگی۔۔۔یعنی ٹائم پاس کیا"
تھا۔ محبت تو اس نے کی تھی یار! جس محبت کی خاطر نہ جانے کتنی اذیتیں
برداشت کر گیا۔ اب نہ جانے وہ کہاں کس حال میں زمانے کی ٹھوکریں کھاتا پھر
رہا ہو گا۔ دعا سے میری محبت یا موسیٰ کی دعا سے محبت کے متعلق نہ مجھے معلوم تھا
اور نہ ہی موسیٰ کچھ جانتا تھا۔ مگر جب میں نے ان کی داستانِ محبت پڑھی تب مجھے
معلوم ہوا کہ میں تو اس محبت کی پرچھائی کا حق دار بھی نہیں ہوں اصل محبت کا
"حق دار تو موسیٰ ہے۔ اس کی خاطر میں نے قربانی دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"محبت تو موسیٰ بھی نہ پا سکا، پھر تمہاری اس قربانی کا مقصد؟"

:سانول سرد آنکھوں سے اسے گھور کر بولا

دل سے دی ہوئی قربانی کا مقصد رضائے الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور جو"
میرے بس میں تھا میں نے کوشش کی تھی، اب تقدیر اور مقدر کے کھیل تو رب
"تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جو چاہے کرے۔

:مانی نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے بات سمیٹنا چاہی

بالکل درست کہا۔ میں دعاء گو ہوں کہ رب تمہیں اس صبر و تحمل پر اجر عظیم "
"عطاء فرمائے، آمین۔

مانی! صبر کرنا میرا مقدر تھا۔ اب اس کے بدلے خدا میرے یار کو اس کی منزل "
تک پہنچا دے تو میں سمجھوں گا مجھے میرے صبر کا پھل مل گیا۔



306.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(306)(ادھورا پن)

وہ بہت ضدی، مگر دل کا ہیرا تھا اور جو کام سوچ لے اسے اپنا مقصد بنا لیا کرتا تھا۔
اس محبت کے حصول کے لیے تو اس نے اپنے پیاروں سے بھی تمام تر رشتے تک
ترک کر دیے تھے۔ وہ اس غلطی کی سزا کاٹنے پر مجبور تھا جو کبھی خواب میں بھی

اس نے نہ سوچی ہو۔اس کی دشمن اس کی صاف نیتی تھی جو اس کی سب سے بڑی کمزوری بنی۔اب نہ جانے وہ کہاں کس حال میں ہو؟

"بس دعاء کیا کر وہ جہاں ہو بالکل ٹھیک اور خوش ہو۔

:کچھ پل کی سوگوار خاموشی کے بعد سانول نے پھر سے کہا

میں اس کے بارے میں جب سوچتا ہوں تو مجھے خود سے ہی نفرت ہونے لگتی" "!ہے۔ کہیں میں تو اس کا دشمن نہیں

:مانی بھی اشک بار ہو گیا

ارے یار! تم پلیز خود کو یوں ہلکان مت کیا کرو، تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے،" بلکہ تم نے تو دوستی کے لیے ایسی لازوال قربانی دی ہے جو شاید ہی کبھی دہرائی "جائے۔ تم دوستی کی ایک نئ مثال بننے جا رہے ہو۔۔۔۔

بس۔۔۔بس، زیادہ مکھن لگانے کی ضرورت نہیں۔" کہہ کر اس نے مانی کو" وہیں ٹوک دیا اور دونوں بغل گیر ہو گی ئے۔

نماز فجر سے فارغ ہو کر دونوں دوست پھر سے بیٹھ گی ئے اور سانول اسے داستان سنانے لگا۔



اچھا، مانی! پھر ایک دن یوں ہوا کہ عائشہ نے مجھے کال کر کے سوات آنے کا کہا" تھا، جہاں اس کے ڈیڈ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔

یہ بات آیت لوگوں کے لندن جانے سے کچھ دن پہلے کی ہے جب وہ سوات میں " تھے۔یعنی اکتوبر ۲۰۱۸ء کے آخری ایام۔

:مانی نے حیران کن انداز میں پوچھا

"مگر تمہیں وہاں کیوں بلوایا گیا تھا؟"

یار! وہی ان کا جو مجھ پر شک تھا کہ نہ جانے میں اور دعا کے کیسے تعلقات رہے" وغیرہ۔" کہہ کر وہ ماضی دہرانے لگا۔

اگلے روز صبح جب میں وہاں پہنچا تو آیت، عائشہ اور اس کے ڈیڈ کو لیے ایک ریسٹورنٹ میں موجود تھی۔ میں جاتے وقت ثانیہ کو بھی کال کر کے نکلا تھا کہ وہ لوگ نہ جانے کیا کچھ سوچ چکے ہوں اور مجھے پرواہ تھی تو صرف دعا کی اور اسے ثانیہ سے بہتر کون جان سکتا تھا۔ ویسے بھی ثانیہ میری اچھی دوست بن چکی تھی۔

میرے وہاں پہنچتے ہی عائشہ اور آیت میرے پاس آئیں اور رسماً علیک سلیک کے بعد آیت نے مجھے مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ عائشہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا:

"معاف کرنا سانول! بے حد ضروری بات تھی جو کال پر کرنا بالکل مناسب نہیں لگا تھا۔"

زیادہ تفصیل میں جانے کی بجائے میں نے اس کے ڈیڈ سے ملنے کو ترجیح دی جو منظور کر لی گئی تھی۔

ان کے پاس پہنچ کر میں نے انہیں سلام کیا، مگر وہاں سے کچھ اچھا رسپانس نہ ملا جس کا مجھے کوئی افسوس نہیں تھا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(307)(ادھوراپن)

:انہوں نے آیت سے میرے متعلق پوچھا

"یہ کون ہے؟"

"انکل! یہی سانول ہے جس سے آپ ملنا چاہتے تھے۔"

:انہوں نے مجھے گھور کر قہقہہ لگایا

اوہ؛! تو یہ ہے وہ۔"ان کے چہرے پر حیرانی اور غصہ صاف ظاہر تھا۔"

:آیت نے ہامی بھری

"جی انکل! آپ لوگ باتیں کریں ہم لوگ سامنے ہی رہیں گی۔"

:میں یہ سب دیکھ کر خاموشی سے مسکرا رہا تھا۔انہوں نے آیت کو روک کر کہا

نہیں، کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہیں بیٹھ جاؤاور پوری بات سنو،"

"تم سب اچھے دوست ہو۔

وہ"جی انکل" کہہ کر بیٹھ گئی۔

عائشہ! یہ موبائل اسے دینا۔"انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا تھا۔"

اس نے موبائل مجھے تھما دیا۔

میں یک دم حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ آخر اس موبائل میں ایسا کیا ہے؟

پھر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ میں اور دعا کی کچھ تصاویر تھیں۔انکل نے مجھے متوجہ کر کے پوچھا:

"یہ لڑکی کون ہے جانتے ہو؟"

"جی بالکل جانتا ہوں، یہ دعا ہے۔"

"ہاں، مگر یہ تمہاری کون ہے؟"

اب وہ سوال پر سوال کرنے لگے تھے۔میں نے جواباً کہا:

"یہ میری کالج فیلو ہے۔ مگر آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

وہ اس لیے کہ مجھے جاننا ہے تمہارا اور اس کا کیا چکر چل رہا تھا؟ یا شاید اب بھی "ہے جو تم دونوں ان تصاویر میں اتنے خوش اور کھوئے ہوئے ہو۔

مجھے ان کی ان فضول باتوں اور گھٹیا سوچ پر شدت کا غصہ آیا اور میں چلا اٹھا:

بس۔۔۔بس، انکل! میں آپ کی عزت ضرور کرتا ہوں، مگر میں ایسا کوئی لفظ" نہیں سنوں گا جو دعا کی عزت، حرمت، پاکیزگی اور اس کی معصومیت کے خلاف

ہو۔ میں اپنی ذات کے لیے سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں، مگر اس کے خلاف

"ہر گز نہیں۔

:وہ میرے چلانے پر خوف زدہ تو تھے، مگر میرے جوش کو دیکھ کر طنزاً ہنس دیے

تمہاری باتوں اور انداز سے ایک بات تو طے ہے، میں نے جو تم دونوں کے "

متعلق سن رکھا ہے وہ بالکل درست ہے۔

چلو عائشہ! ہمیں جانا ہو گا۔ میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ اتنی گری

ہوئی لڑکی کو اپنی بہو کیسے بنا لیتا جسے نہ اپنی پرواہ اور نہ اپنے والدین کی عزت کا

"خیال ہے۔

اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ میں دو قدم ان کی جانب بڑھ کر تلخ لہجے

:میں بولا

بس کیجیے انکل! اب آپ میرے صبر کا مزید امتحان لے کر مجھے حد تجاوز کرنے "

کے لیے مجبور نہ کریں۔ نہیں تو میں بھول جاؤں گا کہ میں کس سے بات کر رہا

"ہوں، میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔

آیت نے مجھے گھورتے ہوئے اپنی گردن نفی میں ہلائی اور مجھے خبردار کیا، جس پر میں بالکل خاموش ہو گیا۔

:عائشہ نے اپنے ڈیڈ کو سہارا دے کر بٹھایا اور بولی

پلیز ڈیڈ! اُس معصوم پر اتنے گھٹیا الزامات نہ لگائیں، وہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔"

"اور ابھی آپ سچائی نہیں جانتے۔۔۔۔

:وہ یک دم چلائے اٹھے

ارے! اب میں کس سچائی کا انتظار کروں اور کن باتوں پر یقین؟ ابھی بھی کچھ "

"باقی ہے کیا؟

308.txt

"ہاں، بالکل۔۔۔ابھی بہت کچھ باقی ہے۔"

وہاں ایک آواز ہم سب کی سماعتوں کی نظر ہوئی جو ثانیہ کی تھی۔

اب سب کی توجہ کا مرکز اس کی آواز تھی۔وہ بلا تمہید یہ کہتے ہوئے آگے بڑھی:

آپ لوگ جانتے تو ہیں ہمارے معاشرے میں جب تک سچائی سے پردہ اٹھایا" جاتا ہے، ہم لوگ جذبات میں آکر ایسے غلط فیصلے کر بیٹھتے ہیں جو ہمارے لیے صرف وصرف پچھتاوے کا باعث بنتے ہیں۔میں معافی چاہوں گی اس طرح آپ لوگوں کے بیچ مخل ہوئی۔ مگر کیا کروں میں اپنی بہن کے خلاف جھوٹے "الزامات برداشت نہیں کر پاؤں گی۔

حامد انکل یک دم جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہو کر تلخ لہجے میں پوچھنے لگے:

کون ہے یہ لڑکی؟ کیا تمہیں کسی نے تمیز نہیں سکھائی یا کسی محفل میں جانے" "کے اصول نہیں جانتی تم؟

وہ قہقہہ لگا کر لاپروائی میں بولی:

اوہ! تمیز۔۔۔ تمیز تو جیسے آپ جیسوں کی ملکیت ہے، ہمارا اس پر کوئی حق "
نہیں۔اور اصول تو مت پوچھیے آپ کی محفل کے۔" یہ سب طنزاً کہہ کر اس نے
: سنجیدگی سے بات آگے بڑھائی تھی
جس طرح آپ کسی کی بیٹی کو یوں بے عزت کردیں، اس کی پاکیزگی پر کیچڑ "
اچھال دیں اور اس کا بھرم پل میں توڑ دیں۔
کیا یہ آپ لوگوں کی تمیز اور وہ اصول ہیں جس کا درس آپ مجھے دے رہے
"ہیں؟
: مکمل خاموشی کے باعث اس نے جواباً گہری سانس چھوڑتے ہوئے خود ہی کہا تھا
اگر اصل میں تمیز یہی ہے تو میں مشکور ہوں اپنے والدین کی جنہوں نے مجھے "
"ایسی تربیت اور تمیز کا درس نہیں دیا۔
: حامد انکل نے غصے بھرے لہجے میں کہا
!خاموش رہو لڑکی"
"تمہیں کس نے قاضی بنا کر بھیجا ہے جو تم اس انداز میں بات کر رہی ہو؟

انہیں اس کی ہر بات ناگوار گزری تھی۔ وہ بالکل خاموش تھی، مگر اس کی آنکھوں میں خوشی کی سی چمک تھی کہ وہ اپنی دوست کے لیے شاید کچھ کرنے میں کامیاب ہونے والی ہے۔

:عائشہ نے اپنے ڈیڈ کو متوجہ کر کے التجائیہ طور پر کہا

"ڈیڈ! وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ مانا کہ اس کا مزاج سخت ہے۔ مگر پلیز! آپ اسے بولنے کا پورا موقع دیں۔ یہ کوئی انا یا لڑائی جھگڑے کی بات نہیں ہے بلکہ کسی بیٹی کے خوابوں اور اس کی تمام عمر کی کمائی عزت کی جنگ ہے، جسے لڑنے کا اسے پورا حق ہے، جو بدقسمتی سے اس معاشرے کے اصولوں کے برعکس ہے۔"

:اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے ثانیہ سے پوچھا

"ثانیہ! تم کیا جانتی ہو ان دونوں کے متعلق، تفصیل سے بے خوف ہو کر بتاؤ؟"

اس نے مسکراہٹ بھرے انداز میں ہامی بھری اور گہری سانس لیتے ہوئے حامد انکل کو بغور دیکھنے لگی۔۔۔ جن کی جھکی ہوئی نظروں نے اسے بولنے کی مکمل

آزادی بخشی تھی۔ مطلب اب وہ ہم دونوں کے متعلق بات کرنے کے لیے تیار تھی:

دیکھیے،اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ سانول اس سے دیوانگی کی حد تک" محبت کرتا تھا۔



309.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(309)(ادھوراپن)

جو یکطرفہ محبت تھی۔ مگر اس محبت سے پہلے دونوں میں گہری دوستی تھی جو آج بھی زندہ ہے۔ کسی معصوم پر الزام تراشی کرنا تو بے حد آسان ہے، مگر۔۔۔ مگر "اس کے جذبات اور نیتوں کو جاننا بے حد مشکل۔

اس نے حامد انکل کے سامنے رکھے ہوئے موبائل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مزید کہا:

"یہ تصاویر دیکھ کر اندازہ لگانا تو انتہائی آسان ہے، مگر اس کے پیچھے کی حقیقت کو جاننے کے لیے مکمل سچائی معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔اور۔۔۔۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے حامد انکل نے دلچسپی کا اظہار کیا تھا:

"تو پھر بتاؤ سچائی کیا ہے؟"

"جی انکل! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو یہ تصاویر کس نے بھیجی ہیں اور جھوٹی کہانی کس نے سنائی ہے۔" وہ انہیں تفصیل سے آگاہ کرنے لگی۔

مگر آپ یہ نہیں جانتے کہ ان تصاویر میں یہ دونوں کسی ناجائز مقصد کے لیے اکٹھے نہیں ہیں، بلکہ ایک سچا دوست اپنی دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک لڑکی کو اس معاشرے کے کچھ درندوں سے بچانے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

آپ نہیں جانتے دعا کے ان نام نہاد رشتہ داروں کو جو آپ کے سامنے نیک دلی اور معصومیت کے لبادے اوڑھے آئے، اور آپ ان کے مقاصد سے بھی ناواقف ہیں۔

وہ کس طرح سے دعا کی عزت سے کھیل کر سارا الزام کسی معصوم پر عائد کرنا چاہتے تھے۔

آپ یہ بھی نہیں جانتے، مگر مجھے معلوم ہے۔ مگر افسوس! جب وہ اس بے ہودہ مقصد میں کامیاب نہ ہو پائے تو انہوں نے دعا اور سانول کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ دعا آپ کے بیٹے سے تو کیا کسی سے بھی شادی نہ کر سکے، کیونکہ وہ ایک اکیلی مگر مضبوط اور بہادر لڑکی ہو کر اپنے تمام مقاصد میں کامیاب ہو چکی تھی جو حاصدوں کے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھا۔

اب اگر وہ اپنا جیون ساتھی چن لیتی تو وہ اور مضبوط چٹان بن کر ان کے سامنے آتیں جو انہیں ہر گز قبول نہ تھا۔ افسوس! اس سازش میں ان جاہلوں کو کامیابی دلوانے میں آپ بھی پیش پیش رہے۔

یہ سانول وہ فرشتہ صفت انسان ہے جس نے اپنی جان سے پیاری دوست اور اپنی محبت آپ کے بیٹے۔۔۔ یعنی اپنے جگری دوست کے لیے قربان کر دی۔

اسے جیسے ہی معلوم پڑا اس کی محبت یکطرفہ ہے اور دعا حقیقتاً محبت موسیٰ سے کرتی ہے، تب اگر یہ چاہتا تو اپنی محبت کی جنگ لڑ سکتا تھا اور شاید جیت بھی جاتا۔

مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے اس نے جنگ کو لڑے بنا ہی شکست کو قبول کر لیا اور اپنے دوست کی خوشی میں خوش رہنے کو اہمیت دی۔"

310.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(310)(ادھوراپن)

یہ سب بتا کر ثانیہ نے رنجیدگی سے بات سمیٹتے ہوئے کہا:

"بس یہی تھا اس کا قصور اور دعا نے تو صرف آپ کے بیٹے کو چاہا، لیکن آپ کی انا نے اسے بھی اپنے آپ سے لڑے پر مجبور کر دیا۔"

عائشہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور حامد انکل بھی شرمندگی سے سر جھکائے کھڑے ہو گئے۔

وہ چند قدم آگے بڑھ کر میرے پاس آئے اور پیار سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"بیٹا! اگر ممکن ہو تو مجھے معاف کر دینا۔ انجانے میں نہ جانے میں کیا کچھ کہہ گیا اور لوگوں کی باتوں میں آ کر میں نے تمہارے ساتھ ساتھ اپنا بھی بہت نقصان کر لیا ہے۔ میں نے اس معصوم دعا پر الزام تراشی کرتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ میں بھی جوان بیٹیوں کا باپ ہوں۔ میں انا اور خود غرضی کے نشے میں اندھا ہو گیا تھا۔"

میں نے انہیں تسلی دینے کی کوشش میں کہا تھا:

"انکل! آپ مجھ سے معافی مانگ کر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں، جبکہ اس معافی کی اصل حق دار تو وہ معصوم ہے جس کی زندگی آپ کی وجہ سے مشکل ہو گئی، آپ کا وہ بیٹا ہے جو خود سے پہلے دوسروں کا سوچتا ہے۔ اور اس کا قصور بھی یہی ہے کہ اس نے آپ کی مرضی کے خلاف جانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ وہ اپنی زبان اور ارادوں کا پختہ شخص ہے۔ اس نے دعا سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ شادی کرے

گا تو صرف اس سے، مگر افسوس! آج انا، دولت و شہرت کے گناہوں کی سزا

"محبت کو ملی ہے، یعنی آج پھر محبت ہار گئی۔

میں نظریں جھکائے وہاں سے جانے کے ارادے سے آگے بڑھا، مگر عائشہ

:میرے روبرو ہوئی اور میرا راستہ روک کر التجا کرنے لگی

دیکھو، ہم تمہارے، دعا اور موسیٰ کے ساتھ ساتھ محبت کے بھی مجرم ہیں، مگر"

ہماری نیت میں کھوٹ نہیں تھی۔ کون باپ یہ چاہے گا کہ اس کی اولاد کی

خواہشات وہ پوری نہ کرے لیکن اکثر اولاد کی فرمائش ایسی ہوتی ہے جو اس کے

نصیب میں کبھی لکھی ہی نہ گئی ہو۔

جیسے موسیٰ کے نصیب میں دعا۔

مانا کہ ہم دعا کے بھی قصوروار ہیں، مگر تم اس سے بات کر کے دیکھو، کیا معلوم وہ

تمہارے کہنے پر ہمیں معاف کر دے۔ ہم لوگ تو ان سے نظریں ملانے کے

قابل نہیں رہے۔ اب تم ہی وہ واحد راستہ ہو جو ایک بار مجھے اس سے ملوا سکتے ہو

"تاکہ ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکیں۔

وہ بے حد شرمندہ تھی اور شاید کسی گہرے صدمے سے گزر رہی تھی۔ حامد انکل بھی میرے پاس آ کر اداسی بھرے لہجے میں بولے:

"ہاں، بیٹا! عائشہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر تم ہمارا یہ کام کر دو تو میں زندگی بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔ اور اس کے بدلے جو چاہو گے تمہیں دے دوں گا۔ روپے پیسے، جائیداد وغیرہ کچھ بھی۔ بس تم یہ ایک کام کر دو۔"



311.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(311)(ادھوراپن)

پہلے پہر تو میں حیران ہوا اور پھر مسکرا کر گویا ہوا:

واہ انکل ! آپ تو بزنس مین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے سوداگر بھی ہیں، "
مگر آپ یہ بھول رہے ہیں کہ رشتوں کو چند روپوں کے عوظ بیچنا ہم گاؤں والوں
نے نہیں سیکھا۔۔۔ مگر شہر والوں کے ہاں یہ رسم چلی آئی ہو کوئی بھروسہ
" نہیں۔

یہ سن کر وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے اور خوف زدہ انداز میں بولے : " نہیں۔۔۔
" نہیں، بیٹا ! میرا ہر گز وہ مطلب نہیں تھا۔ تم تو یونہی ناراض ہو گئے۔

: میں نے قہقہہ لگا کر طنزاً کہا

رہنے دیجیے انکل ! یہ دنیا بنا مطلب کہاں کیسی کو یاد کرتی ہے، آپ بھی ناحد "
" کرتے ہیں۔

: عائشہ پھر سے تیزی سے بولی

سانول ! یہ ایک مجبور اور بے بس بہن کی التجا ہے۔ اگر میں اس بار ہار گی تو کبھی "
" ! جیت نہ پاؤں گی۔ تم ایک دفعہ ہماری بات مان لو پلیز

: میں نے رخ پلٹ کر تلخ کلامی کی تھی

آپ، خدارا! مجھے بخش دیں۔ میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں مگر اپنی"
دوست اور ایک پاکیزہ کردار کی مالکن لڑکی کے کردار پر کسی انگلی کا اٹھنا برداشت
نہیں کر سکتا۔ یہ کسی کی عزت کا سوال ہے اور میں اس سے زندگی بھر نہ ملنے کا
وعدہ کر چکا ہوں۔ ہاں، مگر تب تک جب تک وہ خود نہ ملنا چاہے۔" کہہ کر میں
معذرت کرتے ہوئے وہاں سے چل دیا۔ چلتے چلتے میں نے عائشہ کو مخاطب کیا
اور کہا:

ایک بات بتاتا چلوں تم لوگوں کو۔ تم لوگ اگر میرے بغیر بھی ان کے گھر جاؤ"
تو بھی وہ تمہیں دل سے معاف کر دیں گے جہاں تک میں ان سے واقف
"ہوں۔۔۔ آگے تم لوگوں کی قسمت۔

تھوڑی دور جانے پر آیت نے مجھے آوازیں کسیں:

"سانول۔۔۔ سانول! رکو تو۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا اور پلکوں کے اشارے سے روکنے کی وجہ پوچھی۔

وہ۔۔۔ وہ میں کہہ رہی تھی، تم میرے مہمان ہو اور ہم اپنے مہمانوں کو ایسے"
"تھوڑی نا جانے دیتے ہیں۔

عائشہ اوراس کے ڈیڈ اس سے اجازت طلب کر کے پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے۔

آیت نے بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا:

"سانول! تم کوئی بھی بات دل پر مت لینا اور مجھے بے حد خوشی ہوگی اگر تم میرے گھر چلو تو۔"

میں نے معذرت کر لی تھی:

"سوری یار! پھر کبھی چکر لگاؤں گا، ابھی جانا ہے۔اور میں کسی کی باتوں کو دل پر بالکل نہیں لیتا اور نہ ہی بے مقصد کسی پہ غصہ ہوتا ہوں۔"

312.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(312)(ادھوراپن)

"میں معافی چاہتا ہوں میری وجہ سے انکل بھی شاید ناراض ہو گئے ہوں۔

وہ مسکرائی تھی:

نہیں، سانول! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ لوگ تو بابا کی وجہ سے ہمارے گھر"

"جائیں گے۔ انکل کو ان سے ملے بنا کہاں چین آتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا دستی سامان سمیٹا اور پوچھا:

" اچھا! ایک کپ چائے تو پی ہی سکتے ہو میرے ساتھ؟"

میں نے مسکرا کر ہامی بھری، پھر ہم دونوں ریسٹورنٹ میں ہی بیٹھ گئے۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے اجازت طلب کی اور رسماً کہا:

"چلو میں چلتا ہوں، مگر تم اپنا خیال رکھا کرو۔"

وہ مجھے گھور کر مسکرائی تھی:

تم میری فکر مت کیا کرو، میں اپنا خیال رکھ لوں گی، اب تم خوشی خوشی گھر جاؤ"

اور خوش رہا کرو۔

"ویسے تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو سانول؟

اس نے میرے لہجے کی بدولت پوچھا تھا جو اس کے سامنے ہمیشہ اکھڑا اکھڑا سا رہتا تھا۔

میں نے اسے بغور دیکھ کر جواباً کہا:

"یہ تم مجھ سے بہتر جانتی ہو اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا تھا وہ کبھی نہیں بھول سکتا میں۔" اس کے ساتھ ہی میں نے

"اللہ حافظ" کہا اور دوپہر کے اڑھائی بجے میں سوات سے گھر کے لیے نکل چکا تھا۔

مگر ثانیہ اچانک غائب ہو گئی تھی اور اس کا نمبر بھی بند جا رہا تھا۔

★☆…☆★

دعا کے رشتے والے حادثے کے پانچ دن بعد:-

لاہور میں دو دن گزار کر شام ہوتے ہی دعا اپنا بوتیک بیچ کر اسلام آباد کے لیے تیاری کر چکی تھی۔ لاہور سے نکلتے وقت اس نے کلثوم کو کچھ باتیں اشارتاً سمجھائیں اور پھر چہرے پہ اداسی لیے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گہری سوچوں میں گم صم تھی۔

ابھی کچھ ہی سفر طے ہوا تھا کہ اس نے اپنے انداز میں ڈرائیور کو گاڑی واپس لاہور لے جانے کا اشارہ کیا۔

کلثوم نے اس سے وجہ معلوم کرنا چاہی، مگر دعا نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا، وہ کچھ الگ ہی سوچ چکی تھی۔ یک دم اس نے گاڑی رکوا کر ڈرائیور کو نیچے اترنے کا کہہ کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

:کلثوم اس کے اس رویے سے برہم ہو کر بولی

دعا! ابھی شام کا وقت ہے اور یہاں ٹریفک بھی بہت زیادہ ہے، ضد مت کرو" "اور ڈرائیور کو سمجھا دو جہاں جانا ہے وہ لے چلے گا۔

اس نے غصے بھری نگاہوں سے اسے گھورا اور سنی ان سنی کر کے گاڑی ڈرائیور کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد اس نے گاڑی سڑک کنارے روک دی اور نیچے اتر کر چند قدم آگے بڑھی۔

:کلثوم اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے چلائی

ارے، دعا! یہاں گاڑی کیوں روک دی؟اس ڈیفنس میں تمہیں کیا کام "

"ہے؟

وہ بالکل خاموش نگاہیں آسمان کی جانب بلند کیے اپنی دنیا میں کھو چکی تھی۔ بارش کی بوندیں اس کے چہرے سے ٹکرا کر موتیوں کی مانند زمین دوز ہونے لگی تھیں۔



313.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(313)(ادھوراپن)

کلثوم نے اس کی حالت دیکھ کر خاموش رہنے میں بہتری سمجھی اور اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔

دعا دور کہیں ماضی میں جا بسی تھی۔اسے موسیٰ کی کچھ عرصہ پہلے کہی باتیں یاد آنے لگیں۔

ویسے، دعا! خدانہ کرے، مگر کبھی ہم دونوں ناراض ہو گئے یا کبھی ہم محبت" کی راہوں میں بچھڑ گئے، تو کیا ہو گا؟ ہم ایک دوسرے کو کیسے ڈھونڈ پائیں گے؟"

:اس نے اشارتاً جواب دیا

"مجھے کیا معلوم! اور تم یوں مایوسی کی باتیں نہ کیا کرو۔"

:وہ شانے اچکائے مسکراہٹ بھرے انداز میں بولا

"بس یونہی پوچھ رہا تھا۔"

:وہ پھر سے اپنے انداز میں کہنے لگی

"اچھا، تو اگر تمہیں معلوم ہے تو تم ہی بتا دو۔"

:موسیٰ کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا، کہنے لگا

آ۔۔۔آ۔۔۔اچھا، بابا! میں ہی بتادیتاہوں...." پھراسے دیکھ کر معصومیت

:سے کہنے لگا

دعا! اگر خدانخواستہ کوئی ایساحادثہ پیش آگیاتو میراپتہ توآسان ہے، مطلب اگر"
ہم دونوں کہیں کھوجائیں یادور ہوجائیں یاآسان الفاظ میں کہتاچلوں۔جب کبھی
ہماری اس محبت کی عمر درازہونے لگے یاپھر تمہیں مجھ سے نفرت ہونے لگے یا
کبھی ہمارے بیچ رنجشیں بڑھ جائیں۔تب جب ہماری روحیں اور دلوں کی
دھڑکنے قریب ہونے لگیں۔اس وقت اچانک بادل گرجنے لگیں گے اور پھر
ہلکی ہلکی بارش اور مہکتے پھولوں کی پتیوں کی برسات ہونے لگے گی، پھر تمہیں
" میری یادستانے لگے گی۔۔۔

دعا۔۔۔دعا! میں تمہیں کب سے آواز دے رہی ہوں، میں کچھ پوچھ رہی "

"ہوں۔

کلثوم اسے جھنجھوڑتے ہوئے چلائی تھی۔

اس کے خیالات کی ڈوری کلثوم کے چیخنے پر ٹوٹی تو وہ یک دم سہمے ہوئے انداز میں پلٹی تھی۔

:کلثوم نے اسے سینے سے لگا کر کہا

!نہیں میری جان"

کیا ہوا؟ اتنی خوف زدہ کیوں ہو؟

"میں تمہارے ساتھ ہوں اور یہ اداسی کس لیے، سنبھالو خود کو۔

اس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے آنسو پونچھ لیے اور اپنے سامنے محل نما گھر کو دیکھنے لگی، جس کے باہر سنہرے حروف میں موسیٰ کا نام آویزاں تھا۔ اس نے گہری سانس چھوڑی اور یک دم گاڑی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔ مگر اس کی نگاہیں اس گھر کی دیوار پر گڑھ چکی تھیں۔

ابھی دعا کے گھر موسیٰ کا رشتہ گئے پانچ دن ہی گزرے تھے، مگر وہ دن بہت کچھ بدل چکے تھے۔

314.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(314)(ادھوراپن)

موسیٰ تو جیسے جینا بھول چکا تھا۔وہ اپنے کمرے میں دعا کے ہی خیلات میں کھویا ہوا تھا، جب اچانک بادل گرجنے پر وہ خوفزدہ انداز میں پلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔
عجیب سا حلیہ، لال آنکھیں، بکھرے ہوئے بال اور خشک ہونٹ، جیسے کوئی زمانوں سے بستر مرض پر ہو۔
اگلے ہی لمحے وہ کمرے اور پھر گھر سے باہر کی جانب لپکا اور اس کی زبان پر بس ایک ہی ورد تھا:

"دعا۔۔۔دعا!"

عافیہ نے اسے روکنے کی کوشش کی اور پوچھا:

کیاہواموسیٰ؟ کہاں جارہے ہو؟" پھر وہ اس کے پیچھے چلاتی ہوئی باہر تک "

آئیں:

"میری جان! یہاں کوئی نہیں ہے، رک جاؤ میرے شہزادے۔"

وہ دہائیاں دیتی رہیں، مگر موسیٰ نے ان کی ایک نہ سنی تھی۔

وہ گیٹ سے نکل کر دعا کی گاڑی کے پیچھے دوڑا جو کافی دور نکل چکی تھی:

دعا! رک جاؤ، مجھے کچھ کہنا ہے۔ پلیز! رک جاؤ، مجھے بھی تمہارے ساتھ جانا"

ہے۔"

وہ بے جان سی آواز کہاں تک پہنچ پاتی؟ مگر اس نے اپنی ہر ممکن کوشش کی، پھر اچانک ٹھوکر کھا کر زمین پر گر پڑا اور شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔

عافیہ اس کے قریب پہنچ کر زمین پر بیٹھ گئیں اور اس کا سر اپنی آغوش میں رکھے سسکتے ہوئے بولیں:

موسیٰ! اٹھو بیٹا! یہ کیا حالت بنالی ہے تم نے اپنی؟ آخر کس گناہ کی سزا خود کو"

دے رہے ہو؟"

مگر بے سود۔

اگلے ہی لمحے وہاں کافی بھیڑ لگ چکی تھی اور موسیٰ کے گارڈز اسے اٹھا کر ایمبولینس میں ڈال رہے تھے۔

عائشہ اور اس کے ڈیڈ بھی گھر کے قریب بھیڑ دیکھ کر پریشان ہو گئے، جو سوات سے ابھی گھر پہنچ رہے تھے۔ عائشہ نے نگاہیں اٹھائے پروردگار سے التجا کی:

اے خدا! رحم فرمانا اور کسی آزمائش میں نہ ڈالنا۔" کہہ کر وہ گاڑی سے اتر کر" آگے بڑھی۔

حامد صاحب بھی ان الفاظ کے ساتھ گاڑی سے اترے تھے:

"اللہ خیر کرے۔"

انہوں نے وہاں موجود لوگوں سے وجہ دریافت کی تو معلوم پڑا کوئی لڑکا کچھ دیر قبل گر کر بے ہوش ہو گیا تھا۔

اب وہ دونوں پریشانی کے عالم میں لوگوں کو سامنے سے ہٹاتے ہوئے جلدی سے جائے حادثہ پر پہنچے۔ عائشہ نے ایمبولینس میں جھانک کر دیکھا تو یک دم ڈیڈ کا ہاتھ تھامے واپس اپنی گاڑی کی طرف لپکی۔ انہوں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس جلد بازی کی وجہ پوچھی:

"بیٹی! ہم ابھی اتنا لمبا سفر کر کے پہنچے ہیں، تو اب کہاں جانا ہے؟"

:وہ رنجیدگی سے بولی

ڈیڈ! وہ۔۔۔وہ موسیٰ۔۔۔موسیٰ کو وہ لوگ ہسپتال لے جا رہے ہیں۔میں نے "

"خود ایمبولینس میں دیکھا ہے۔



315.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(315)(ادھوراپن)

:وہ چونکے تھے، جیسے اپنے حواس ہی کھو بیٹھے ہوں

"کیا ہوا میرے شہزادے کو؟"

"ڈیڈ! معلوم نہیں۔یہ تو ہسپتال جا کر ہی پتا چلے گا۔اللہ خیر فرمائے۔"

چند لمحات کی مسافت کے بعد وہ ہسپتال پہنچے اور عائشہ دوڑ کر اپنی موم کے سینے سے لگ گئ:

"موم! یہ کیا ہو گیا؟اور آپ لوگ کہاں تھے؟"

اس کی نگاہوں میں خوف اور شکوہ یکساں موجود تھے۔عافیہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"ہم تو وہیں تھے، مگر معلوم نہیں اسے اچانک کیا ہو گیا؟ جیسے ہی بارش شروع ہوئی اور بادل گرجے وہ اپنے کمرے سے یہ کہتے ہوئے باہر آ گیا۔

'دعا! میں آرہا ہوں۔دعا! رکو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤ گا۔پلیز! مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔'

میرے باہر آنے تک وہ دور سے جاتی ہوئی گاڑی کے پیچھے دوڑنے لگا اور ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔" پھر عافیہ رنجیدگی کے عالم میں دیوار سے ٹیک لگائے خاموشی سے کھڑی ہو گئیں۔

وہ ایمان کے سینے سے لگ کر افسوس جتاتے ہوئے چلائی:

افسوس! نہ میں سوات جاتی، نہ موسیٰ یوں اکیلا ہوتا اور نہ ہی آج وہ اس مصیبت" میں پڑتا، اس سب کی قصوروار صرف میں ہوں۔" کہہ کر وہ بلک بلک کر رونے لگی تھی۔

:ایمان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

عائشہ! حوصلہ رکھو۔۔۔اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ سب" "میری نااہلی ہے جو میں اتنی سی ذمہ داری نہ نبھا سکی۔

اس نے سارا قصور اپنے سر لیتے ہوئے معافی طلب کی تھی۔

حامد صاحب ڈاکٹر سے موسیٰ کے متعلق تفصیلات جان رہے تھے۔ ڈاکٹر نے :انہیں تسلی دیے کہا

دیکھیے، سر! ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ آپ بس دعاء کریں اور خدا پر" "یقین رکھیں سب بہتر ہو گا۔

:ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہاتھ جوڑے ڈاکٹر سے التماس کرنے لگے

جتنا پیسہ لگتا ہے، جو چاہیے میں دینے کو تیار ہوں، لیکن مجھے میرے بیٹے کی" "صحت یابی کی ضمانت چاہیے۔

سر! آپ سمجھنے کی کوشش کریں، بات پیسوں کی نہیں قسمت کی ہے۔اور ہم" اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں، آپ بس اطمینان رکھیے پلیز۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر انہیں تسلی دیے وہاں سے چلتا بنا تھا۔



316.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(316)(ادھوراپن)

کچھ دیر گزرنے کے بعد 'آئی۔سی۔یو' کا دروازہ کھلا تو ایک ڈاکٹر نے باہر آتے ہی پوچھا:

"یہاں موسیٰ کے ساتھ کون ہے؟"

حامد صاحب یک دم اٹھے اور آگے بڑھ کر بولے:

جی۔۔۔جی، میں۔۔۔میرا بیٹا ہے وہ۔"

"اب میرا موسیٰ کیسا ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے؟

ان کے لہجے میں اداسی دیکھ کر ڈاکٹر نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر اشارے سے ایک طرف چلنے کا کہا اور انہیں سمجھانے لگا:

سر! ہم نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔اس کے دماغ میں اندرونی چوٹ کی وجہ" سے ایک چھوٹا سا آپریشن کرنا پڑا تھا جو کامیاب رہا، اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔آپ بس دعاء کریں وہ جلدی سے ہوش میں آ جائے۔"

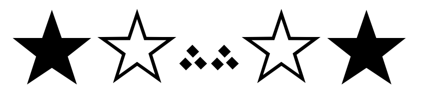
حامد صاحب نے اپنے آنسو پونچھ کر خدا کا شکر ادا کیا، پھر باقی گھر والوں کو یہ خبر دی کہ:

"موسیٰ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔بس اب اسے جلد ہوش آ جائے۔"

عائشہ، اس کی موم اور ایمان نے بھی خوشی کے اظہار کے ساتھ خدا کا شکر ادا کیا اور موسیٰ کے جلد ہوش میں آنے کی دعائیں کرنے لگیں۔

حامد صاحب کی نگاہیں دیوار پر لگی گھڑی پر ٹکی ہوئی تھیں۔

رات کے دو بج رہے تھے اور موسیٰ کے گھر والے اس کے ہوش میں آنے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔



صبح دس بجے سانول اور مانی، مانی کے کمرے میں پچھلی شام سے بیٹھے تھے، جہاں سانول اسے پرانی داستان سنا رہا تھا۔

اس سارے وقت میں ان دونوں نے صرف نماز فجر ادا کی تھی۔ ملازمہ نے دروازے پر دستک دے کر باہر سے ہی کہا:

"مانی بیٹا! نیچے ناشتے کی میز پر مالک آپ دونوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

مانی نے اٹھ کر دروازہ کھولتے ہوئے جمائی کو ہاتھ کی پشت سے روک کر کہا:

"ٹھیک ہے آپ جائیں، ہم دو منٹ میں آ رہے ہیں۔"

وہ پلٹ کر زمین پر بیٹھ گیا اور سانول کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا:

"ہاں، سانول! پھر کیا ہوا تھا؟ موسیٰ کا کیا بنا تھا؟"

سانول انگڑائی لیتے ہوئے کھڑکی کے پاس پہنچا اور پردے کھولتے ہوئے بولا:

ابھی چل جلدی سے فریش ہو۔انکل غصہ ہوں گے۔اور پلیز رات بھر جاگنے "
"کا قصہ انہیں مت سنانا۔

اگلے پندرہ منٹ میں دونوں تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آ چکے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر جمال صاحب نے مانی کو متوجہ کر کے کہا:"مانی بیٹا! آج ہمیں تمہاری خالہ کی طرف جانا ہے، تمہارے خالو جان نے یاد کیا ہے،اور بے حد اصرار بھی کہ تم دونوں کو ساتھ لے کر شام تک سوات پہنچ جائیں۔اس لیے "ناشتہ کر کے جلدی سے تیاری کرو۔

:مانی نے حیران کن انداز میں ماما کو دیکھا

317.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(317)(ادھورا پن)

"مگر، ماما! ہم آیت کے گھر کیوں جائیں گے؟ وہ تو۔۔۔۔"

:جمال صاحب اسے ٹوکتے ہوئے بولے

اگر، مگر کچھ نہیں۔ میں ابھی سوات کی ٹکٹیں کروا رہا ہوں۔ اور سانول! تم"

"بھی ساتھ جا رہے ہو۔

:سانول نے حکم کی اتباع میں کہا

"جو حکم انکل! کب جانا ہے؟"

"بس بیٹا! دوپہر تک نکل جائیں گے۔"

:مانی پھر سے کسی مشکل میں پڑ گیا

بابا! ان لوگوں نے ہمیں اتنی جلدی اور اچانک کیوں یاد کیا؟ اور ابھی کچھ "

عرصہ پہلے جو کچھ ہوا تھا میں اور آیت کا رشتہ ختم ہونے کے بعد تو کیا یہ سب

"ٹھیک رہے گا؟

جمال صاحب اس کی نادانی پر مسکرائے اور جگہ سے اٹھ کر اس کے شانے دباتے

:ہوئے کہا

"بیٹا! ابھی آپ کا اچھا برا سوچنے کے لیے ہم زندہ ہیں، اس لیے اب کوئی بحث نہیں۔"

اس نے منہ بناتے ہوئے اپنے دل کا حال سنایا:

"مگر، میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔"

خدیجہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں:

"میری جان! ہر بار ضروری نہیں کہ جو دل کہے وہی کیا جائے، بلکہ کبھی کبھار دوسروں کے جذبات کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے۔"

سانول یک دم مسکرا کر بولا:

"آنٹی! آپ بے فکر رہیں، اسے میں سمجھاتا ہوں۔" کہہ کر اسے لیے کمرے میں جانے لگا۔

خدیجہ کو یہ سوچ کر دلی خوشی ہوئی کہ سانول نے ایک پل میں سب اپنے ذمہ لے لیا ہے:

"ماشاءاللہ، کتنا سمجھ دار اور اخلاق والا ہے ہمارا سانول۔ خدا آپ دونوں بچوں کو کامیاب کرے، آمین۔"

انہوں نے دعاؤں کے ساتھ دونوں کو جانے کی اجازت دی اور خود سوات جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئیں۔



وہاں سوات میں شاہد صاحب ناشتے سے فارغ ہو کر لان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔انہوں نے آیت کو اپنے پاس بلوا کر پوچھا:

"بیٹی! کل میں نے آپ کو ایک ذمہ داری سونپی تھی؟ کیا بنا میرے کام کا؟"

انہوں نے رک کر اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر پیار سے اسے دیکھا تھا۔

وہ ان کے ساتھ چہل قدمی میں شامل ہوئی اور پوچھنے لگی:

"بابا! ایسا کبھی ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے کوئی کام کہیں اور وہ نہ ہو پائے؟"

اس نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھ کر اپنی بات جاری رکھی:

میں نے دعوت نامہ بھجوا دیا تھا، وہ لوگ شام تک پہنچ آئیں گے۔" وہ مسکرائے" اور اس کا ماتھا چوم کر بولے:

میں قربان جاؤں، میری بیٹی اتنا سب سنبھال لیتی ہے، ویسے ہی لوگ اسے غیر" ذمہ دار کہتے ہیں۔" پھر رنجیدگی سے کہا:

"مگر کاش! میری بیٹی اپنی زندگی گزارنے کے لیے بھی کسی ذمہ دار شخص کا

انتخاب کرتی اور یونہی ذمہ داری کا ثبوت دیتی۔"

وہ حیران کن انداز میں پلٹ کر بولی:

"مگر۔۔۔ مگر بابا! میں تو اپنی مرضی سے جی رہی ہوں اور بہت خوش بھی ہوں۔

آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں۔"



318.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(318)(ادھورا پن)

"مگر تم اس مرضی کی زندگی میں خوش تو بالکل بھی نہیں ہو۔ کیا میں اپنی بیٹی کو

جانتا نہیں ہوں؟"

:وہ بابا کی پریشانی بھانپ کر اداس ہو گئ اور نم آنکھیں لیے سرد لہجے میں بولی

نہیں نا، بابا! آپ ایسی مایوسی کی باتیں نہ کریں۔مجھے تو آپ کے صبر کی بدولت "

کچھ حوصلہ ملتا ہے۔

"تو کیا یہ ٹھیک بات ہے؟

:وہ اپنے بابا کے سینے سے لگ کر خوب روئی اور خود ہی سنبھل کر بولی

"میں خوش ہوں،بس آپ پریشان نہ ہوا کریں۔"

:انہوں نے آیت کو تسلی آمیز لفظوں میں کہا

چلو، للہ تمہیں ہمشہ خوش رکھے اور بلند حوصلہ بھی عطاء فرمائے، آمین۔"

"اب تو خوش ہو؟

اس پر دونوں نے مل کر قہقہہ لگایا، پھر شاہد صاحب ان الفاظ کے ساتھ رخصت

:ہوئے

اچھا، بیٹی! میں ایک، دو کام نمٹا کر شام تک آجاؤں گا۔تم تیاری کر لینا اور خیال "

"رکھنا۔للہ حافظ۔

شام کا سورج ڈھلتے ہی سانول، مانی اور اس کے والدین شاہد صاحب کے گھر پہنچ چکے تھے۔

رسماً علیک سلیک کے بعد مہمانوں کو بیٹھک تک لے جایا گیا اور خوب خاطر تواضع بھی کی گئ۔ جمال صاحب کے لبوں پر مسکراہٹ تو تھی، مگر دل میں ایک ہی خوف کہ نہ جانے کیوں شاہد صاحب نے انہیں اتنی جلدی میں اپنے پاس بلوایا؟ اور پھر کچھ عرصہ پہلے جو کچھ ہوا تھا اس سے بھی وہ خوف زدہ تھے۔

بہر حال انہوں نے ہمت سے کام لیتے ہوئے ماضی کی تلخیوں کو پس پشت ڈال کر حالات کی نذاکت کے پیش نظر خود کو تیار رکھا۔

رات کے کھانے کے بعد شاہد صاحب نے مہمانوں سے کچھ دیر کی اجازت چاہی اور مانی کو اپنے ساتھ لیے باہر لان میں آ گئے۔

مانی کافی خوف زدہ تھا اور اس کا خوف بجا بھی تھا۔ آج اس کا ملن ایک آرمی آفیسر سے ہو رہا تھا۔

اکیلا یہ سب کیسے سہن کر پاؤں گا؟ وہ انہیں سوچوں میں کھویا ہوا خاموش کھڑا رہا۔

:شاہد صاحب اسے کچھ دیر گھورتے رہے، پھر اچانک تیزی سے بولے

"ہاں، تو جنٹلمین! تم تیار ہو؟"

وہ چند قدموں کی دوری پہ کھڑا تھا اور کچھ بھی سمجھ نہ پاتے ہوئے خوف زدہ انداز

:میں بولا

"!جی۔۔۔جی، میں کچھ سمجھا نہیں سر"

:وہ قہقہہ لگا کر ہنسے

"کوئی بات نہیں جنٹلمین! میں سمجھ سکتا ہوں۔"

اس نے کچھ کہے بنا اپنی گردن ہاں میں ہلا دی۔

319.txt

"اچھا! تو پھر میں جو جو سوال کروں اس کا سچ اور ٹھیک جواب دینا۔"

:وہ یک دم گھبراہٹ کا شکار دو قدم آگے بڑھ کر بولا

"جی سر! آپ پوچھیے۔میں کوشش کروں گا۔"

بہت اچھے جینٹلمین! مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

اچھا! تو پھر بتاؤ شادی کے متعلق کیا سوچا ہے؟ کوئی لڑکی وغیرہ پسند کی ہے یا کوئی

"ایسا ارادہ؟

:وہ چونک کر گویا ہوا

"کک۔۔۔ کیا مطلب؟ آپ تو جانتے ہیں ماضی میں کیا کچھ ہوا تھا؟"

:اس نے اپنی بات کے دفاع میں یک دم پوچھا

"میرا مطلب آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

:انہوں نے کافی سنجیدگی سے کہا

آپ صرف جواب دیں۔"

"ہاں یا نہ؟

:اس نے جواباً دوٹوک انداز میں کہا

نہیں سر! میں نے ابھی اس متعلق کچھ بھی نہیں سوچا۔ آپ پلیز! میرے ماما، "

" بابا سے بات کریں، وہ جو پسند کریں۔

:تو یہ بات ہے۔" وہ اس کی معصومیت پر ہنس دیے، پھر کہا"

"اچھا! اگر میں کچھ آسانی کر دوں تو کیا خیال ہے شادی کرو گے؟"

انہوں نے پھر سے مشکل سوال کیا تھا۔

:مانی صاف الفاظ میں اپنی بات پر اٹل رہا

انکل! آپ ماما، بابا سے بات کر لیں، میرے پاس ان سوالات کا کوئی جواب "

نہیں ہے۔" کہہ کر اس نے اندر کی راہ لی۔

:شاہد صاحب نے اسے روک کر کہا

"ویسے داد دینی پڑے گی آپ کی جرأت کی۔ سر سے سیدھا انکل پہ آ گئے۔"

:وہ بے بسی کے عالم میں معذرت کرنے لگا

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔۔"

:انہوں نے مانی کی بات کاٹ کر کہا

بس اس سے آگے کچھ مت کہنا، بلکہ جو میں پوچھوں اس پر سوچ سمجھ کر جواب "

"دینا۔

:طویل خاموشی کے بعد انہوں نے پوچھا

"کیا تم مقدس سے شادی کرو گے؟"

:وہ بوکھلاہٹ کا شکار آنکھیں پھاڑے انہیں گھور کر بولا

"کک... کیا مطلب سر! آپ کی بیٹی سے اور میں شادی کرلوں۔ایسے کیسے؟"

"کیوں بیٹا! مقدس میں کوئی برائی ہے یا پھر کوئی اور پسند ہے؟"

وہ گہری تشویش میں مبتلا تھا کہ اب تک اسے مقدس کے لیے ٹارچر کیا جارہا تھا،

:اور سہمے ہوئے لہجے میں بولا

نن۔۔۔ نہیں، سر! ایسی کوئی بات نہیں ہے،اور برائی آپ کی بیٹی میں نہیں "

مجھ میں ہے۔ میں پہلے بھی آپ کے لیے کافی پریشانی کا سبب بن چکا ہوں۔ اس لیے میں مزید تلخیوں میں نہیں پڑنا چاہتا۔" شاہد صاحب نے اس کے تحفظات کو

:رد کرتے ہوئے کہا

اس میں غلطی تمہاری نہیں تھی۔وہ تو میری بیٹی کی آنکھوں پر محبت کی پٹی"
"بندھی تھی،جو وہ اچھے برے کی پہچان نہ کر پائی تھی۔

320.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(320)(ادھوراپن)

نہیں، سر! آپ کی بیٹی کی کوئی غلطی نہیں تھی، میں اسے بہت اچھے سے جانتا"
" ہوں۔بد قسمت تو وہ ساحر ہے جو اسے اور اس کے پیار کو نہ سمجھ سکا۔۔۔
اسی دوران آیت نے گلا کھنکارتے ہوئے کچھ دوری سے اپنی موجودگی کا احساس
:دلایا،وہ دو قدم آگے بڑھی تو شاہد صاحب اس کی جانب متوجہ ہوئے
"!آؤ۔۔۔آؤ بیٹی"

وہ ان دونوں کی گفتگو سن چکی تھی جو شاید اسے ناگوار گزری تھی۔ وہ سرد لہجے

: میں کہنے لگی

نہیں، بابا! آپ لوگ اپنی بات چیت مکمل کر کے اندر آجائیں، سب آپ کا"

"انتظار کر رہے ہیں۔ بس یہی بتانے آئی تھی۔

: شاہد صاحب نے اس کے انداز بیاں سے اس کی اداسی بھانپتے ہوئے کہا

"اچھا، ہم آرہے ہیں۔"

: تھوڑی ہی دیر میں وہ مانی کو لیے اندر آئے پھر بولے

بچو! اگر تم لوگ کچھ دیر کے لیے ہمیں اکیلا چھوڑ دو، میرا مطلب ہمیں ایک"

"!ضروری بات کرنی تھی

سانول نے اٹھتے ہوئے ہامی بھری اور اپنے پیچھے کھڑے مانی کو ساتھ لیے باہر لان میں آگیا۔

آیت پہلے ہی مقدس کے ساتھ اس کے کمرے میں جا چکی تھی۔ سانول اور مانی لان میں بیٹھے کچھ دیر ایک دوسرے کو گھورتے رہے، پھر مانی نے اپنی پریشانی کا

: اظہار کرتے ہوئے کہا

"سانول! مجھے ابھی یا کبھی بھی شادی نہیں کرنی، نہ جانے کیوں مجھے اپنوں کے بچھڑنے کا خوف لگا رہتا ہے۔"

اس کے چہرے کے تاثرات اس کے اندر کی پریشانی کی عکاسی کر رہے تھے۔ وہ خوف زدہ انداز میں بولتا چلا گیا:

"سانول! جب سے تیری داستان سنی ہے میرا تو رشتوں اور تعلقات وغیرہ سے بھروسہ ہی اٹھ گیا ہے۔ تم نے کس قدر محبت کی تھی دعا سے، کتنی چاہ سے اسے اپنانا چاہا تھا۔۔۔ مگر کیا ہوا؟" پھر اس نے رنجیدگی سے کہا: "ہمیشہ سچی محبت کا جنازہ ہی نکلتا ہے، کوئی بھی عاشق منزل تک نہیں پہنچتا۔"

سانول نے اس کی پوری بات اطمینان سے سن کر سرد لہجے میں کہا:

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میرے نصیب میں نہیں تھی بس نہیں ملی، جس کا مجھے افسوس ضرور ہے مگر اپنے نصیب سے ہرگز شکوہ نہیں۔ تو یونہی خود کو ہلکان کر رہا ہے۔

محبت تو موسیٰ نے کی تھی اور اس محبت کے ملنے کا اصل حق دار بھی وہی ہے۔ خدا اسے اس کے صبر کا پھل دعا کو اسے سونپنے کی صورت میں عطاء کرے، آمین۔"

:مانی پھر سے اس داستان میں دلچسپی لیتے ہوئے اتاولے انداز میں بولا

"تو کیا اب تک دعا نے شادی نہیں کی؟"

:سانول نے جوابا لاعلمی کا اظہار کیا

معذرت خواہ ہوں، میرا اس سے رابطہ ہوئے ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ہاں"
ایک سرسری سی ملاقات تیرے ساتھ میں تھا جب تب ہوئی تھی،اور اتنا معلوم
"ہے کہ اس نے اپنا علاج کروایا تھا شاید۔

وہ سانول کے جواب سے کافی مایوس ہوا اور علاج کی سن کر کچھ حد تک مطمئن
:بھی۔پھر کہنے لگا

321.txt

!دکھ۔۔۔دکھ ہوتا ہے یار"

نہ جانے اس محبت کا انت کیا ہوگا؟اور وہ دونوں کس حال میں کہاں ہوں گے ؟

"اللہ خیر کرے بس۔

:سانول نے "آمین" کے ساتھ کہا

"چل یار! مجھے آرام کی سخت طلب ہو رہی ہے۔"

کھانے کے بعد رات کی چائے سب نے مل کر پی اور پھر

شاہد صاحب نے سب گھر والوں کو لان میں اکھٹا کر کے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔

:جمال صاحب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر احتراماً کہا

ارے، بھائی صاحب! آپ حکم کریں۔آپ اس گھر کے، بلکہ ہم سب کے "

"بڑے ہیں۔

:وہ ایک نظر جمال صاحب کو دیکھ کر مسکرائے، پھر نظریں جھکا کر کہنے لگے

ہاں، تمہاری بات ٹھیک ہے، مگر جو بات میں کرنے جارہاہوں شاید میرا فیصلہ "
تمہیں گراں گزرے۔ مگر غلطی کر کے اسے سدھارنے کی کوشش ضرور کرنی
"چاہیے۔اس لیے مجھے بھی مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑا ہے۔
سب حیران کن انداز میں انہیں دیکھنے لگے۔
:جمال صاحب نے انہیں تسلی دی
"آپ بے فکر ہو کر اپنا فیصلہ سنائیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"
:انہیں کچھ اطمینان ہوا تو کہنے لگے
بات تو مشکل ہے، مگر میرے دل کے لیے بوجھ اب مزید برداشت کرنا ناگزیر "
ہے۔مجھے بے حد شرمندگی ہو رہی ہے۔آج میں اپنی بیٹی آیت کی غلطی
سدھارنے کے لیے اپنی چھوٹی بیٹی مقدس کو آپ کی جھولی میں ڈالنا چاہتا ہوں،
تاکہ دونوں فریقین کے بیچ جو تلخیاں یا دوریاں ہیں انہیں مزید فراوانی سے روکا جا
سکے۔

"کیا آپ سب کو میرا یہ فیصلہ منظور ہے؟
:مانی کے والدین نے اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یک زبان ہو کر کہا

"بالکل۔۔۔ بالکل ہمیں آپ کا یہ فیصلہ دل کی گہرائیوں سے قبول ہے۔" خدیجہ جذبات میں آکر اشک بار ہوئیں، پھر آنسو پونچھ کر خوش نما انداز میں بولیں:

"آپ نے تو ہماری مشکل آسان کر دی ہے۔ میرا بیٹا اتنا قابل نہیں تھا جتنا اسے خدا نے عطاء کر دیا، اور خاص کر وہ کرشمہ جو کچھ آیت کی شادی والے حادثے کے بعد ہوا تھا۔ اس حادثے نے میرے بیٹے کو بالکل بدل کر رکھ دیا تھا۔ اس نے تو اپنی زندگی برباد کرنے کی ٹھان لی تھی۔ مگر بھلا ہو اس کے دوست سانول کا جس نے اسے پھر سے جینے کا ہنر سکھایا۔ اب ہم لوگ بھی بے فکر ہوتے ہیں جب یہ دونوں ساتھ ہوں۔"

انہوں نے اپنی بات مکمل کر کے مانی کو سینے سے لگالیا اور شاہد صاحب سانول کے حق میں کہنے لگے:

"درست کہا ہے آپ نے۔ یہ لڑکا بالکل مختلف اور کافی سمجھدار اور ذمہ دار بھی ہے۔" کہہ کر وہ مدعے پر آئے:

"ہاں، بھئی جمال! کیا کہتے ہو؟ تمہیں یہ رشتہ منظور ہے؟"

انہوں نے کوئی آڑ محسوس کیے بنا ہامی بھری اور پھر اپنے خیالات کا اظہار کیا:

بھائی صاحب! ہمارے پاس اس رشتے سے انکار کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

322.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(322)(ادھوراپن)

میں بس اتنا جاننا چاہوں گا۔

"کیا مقدس بیٹی اس رشتے سے خوش ہے؟اسے کوئی اعتراض تو نہیں؟

شاہد صاحب نے گہری سانس لے کر انہیں سینے سے لگالیا اور پھر مقدس کی

جانب دیکھ کر پوچھا:

"کیوں بیٹی! اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو ہمیں بتادیں؟"

اس نے مسکراہٹ بھرے انداز میں گردن نفی میں ہلائی اور شرماتے ہوئے کمرے کی طرف چلتی بنی۔

شاہد صاحب کے کہنے پر آیت نے سب کا منہ میٹھا کروایا،

پھر شاہد صاحب نے اپنی بیگم سے مشورے کے بعد مانی کے والدین کو شادی کے لیے اسی مہینے کے آخری ہفتے کا بولا۔اور یہ بھی کہ "وہ لوگ اپنی تیاریاں مکمل کرلیں۔"یعنی پندرہ دنوں کے بعد مانی کی شادی تھی۔

خدیجہ ہنس مکھ انداز میں کہنے لگیں:

بھائی صاحب! ہماری تیاریاں مکمل ہیں۔بس اب دعاء گو ہوں کہ سب کچھ خدا" کی رحمتوں کے سائے میں بآسانی ہو جائے،اور دونوں بچے ہمیشہ خوش رہیں،

"آمین۔

اگلے روز صبح سویرے آیت کے گھر پر ناشتہ کر کے جمال صاحب نے اس کے بابا سے اجازت طلب کی اور سب گھر والوں کا بے حد شکریہ ادا کیا۔وہ پہلے ہی شاہد صاحب کو بتا چکے تھے کہ وہ ایک،دو دن سوات میں ہی بچوں کے ساتھ رکیں گے اور کچھ سیاحتی مقامات کے دورے کے بعد اسلام آباد روانہ ہو جائیں گے۔

شاہد صاحب چونکہ وقت کے پابند تھے تو انہوں نے بنا تکلف اجازت دی اور مہمانوں کو دعاؤں کے سائے تلے رخصت کیا۔

:ان کے جانے کے بعد شاہد صاحب نے آیت کو اپنے پاس بلوا کر پوچھا

"آیت! آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے میرے اس فیصلے سے؟"

:وہ زیر لب مسکرا کر بولی

"بابا! آپ کیوں ہر وقت ایسا سوچنے لگے ہیں؟ آپ کی بہادر بیٹی کو آپ کے کسی فیصلے پر بھی اعتراض نہیں ہے۔ مجھ سے ایک غلطی ضرور ہوئی ہے، مگر ہاری نہیں ہوں میں، میں بھی اپنی اس غلطی کو جلد سدھار لوں گی۔ آپ میری فکر چھوڑیں اور مقدس کے لیے سوچنا شروع کردیں۔ اگلے چند روز میں اس کی شادی ہے۔"

:انہوں نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور ایک ذمہ داری سونپتے ہوئے کہا

"چلو، ٹھیک ہے۔ بس اب ایک کام ہے جو آپ کو ہی کرنا ہے۔۔۔ اور وہ یہ کہ لاہور والوں کو بھی کال کر کے اطلاع کردو کہ تمہاری بہن کی شادی طے پاگئی ہے

اوران کی شرکت لازمی ہے۔ایمان سے کہناوہ کل ہی یہاں پہنچ آئے، چونکہ شادی کی کافی تیاریاں بھی کرنی ہیں۔

323.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(323)(ادھوراپن)

"حامد کو میں اپنے طور پر کال کرلوں گا۔

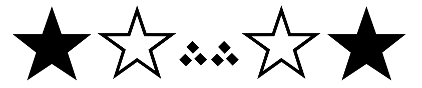
جی۔۔۔جی، بابا! میں ابھی آپی کو کال کر کے بتادیتی ہوں۔"

"آپ کے لیے کچھ لاؤں کھانے میں؟

اس نے جاتے ہوئے مڑ کر پوچھا تھا۔

"ہاں، لے آؤ جو دل کرے۔ میں یہیں لان میں بیٹھا ہوں۔"

اچھا، بابا! میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں۔" کہہ کر وہ چل دی۔"



سانول، مانی اور اس کے والدین اس شام سوات میں ایک کیفے پر موجود تھے اور بے حد خوش بھی۔ خدیجہ نے سانول کو متوجہ کر کے کہا:

بیٹا! جیسے تم نے ہماری دیکھ بھال کی ہے، اللہ تمہیں اس کا بہترین اجر دے گا،" ہم تو بس دعاء ہی کر سکتے ہیں۔" پھر انہوں نے بات جاری رکھتے ہوئے پوچھا:

اچھا! تو آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ اگر کوئی بڑا مسئلہ یا کچھ اور ہو تو بلا" جھجھک مجھے بتاؤ؟

میں بات آگے بڑھاؤں گی اور ہو سکا تو دونوں بیٹوں کی شادی ایک ہی دن کروا دوں گی۔"

وہ شرما گیا اور بولا:

آنٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور جب بھی کچھ ایسا ہوا میں آپ کو ضرور بتاؤں" گا۔"

اس کی بات مکمل ہوتے ہی مانی یک دم بولا:

"ماما! یہ کیا بتائے گا، میں بتاتا ہوں اس کے متعلق۔"

:سانول کو جھٹکا لگا اور وہ اسے دیکھ کر کہنے لگا

"نہیں، مانی! تم خاموش رہو۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

:اس نے سنی ان سنی کر دی اور پھر اس کے کچھ پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھانے لگا

ماما! اسے تو بہت شوق ہے ہر بار قربانی کا بکرا بننے کا۔اپنے دوست کی خاطر اپنی"

"محبت قربان کر دینے والا شخص ہے یہ۔۔۔۔

وہ کافی تجسس سے مانی کی بات سننے لگیں۔

ایک لڑکی تھی جس سے یہ محبت کرتا تھا بلکہ محبت نہیں عشق کرتا ہے اب"

بھی۔ مگر جب اسے معلوم ہوا تھا کہ اس لڑکی کو ان کا جگری دوست چاہتا ہے، تو

انہوں نے ہتھیار ڈال کر محبت میں قربان ہونا بہتر سمجھا۔مجھے تو سہارا دے کر

جینے کے قابل بنا دیا، مگر اپنی زندگی کسی تیسرے شخص کے لیے برباد ہونے کے

"لیے چھوڑ دی۔اور۔۔۔۔

:سانول نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں کہا

نہیں، آنٹی! ایسا کچھ نہیں۔ آپ تو جانتی ہیں یہ پاگل کچھ بھی بنا سوچے سمجھے"
کہہ دیتا ہے۔

324.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(324)(ادھورا پن)

آپ ہی بتائیں دوستی کا مطلب محبت تو نہیں ہوتا؟
دوستی تو خود ایک بہت بڑا احساس ہے اور محبت بالکل مختلف۔
"ہیں نا؟
اس نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھ کر اپنی بات مکمل کی تھی۔مانی کے چہرے پر
:سنجیدگی چھانے لگی

!ہاں۔۔۔ہاں،ماما"

یہی فرق میں بھی نہیں سمجھ پایا تھا جو موصوف نے بیان کیا ہے۔اور آج اپنی سابقہ نہ ہونے والی سالی صاحبہ سے شادی کرنے کی نوبت آن پڑی ہے۔اگر وقت پر میں یہ فرق سمجھ جاتا تو آج آیت میرے ساتھ ہوتی نا کہ اس کی بہن سے شادی کی بات پکی ہوتی۔

اگر دنیاوی نظریہ سے دیکھا جائے تو محبت سے پہلے دوستی بے حد ضروری ہے،

"جس کی بدولت ہی محبت کی حقیقت کو سمجھ پانے کا موقع مل پاتا ہے۔

:سانول نے اسے موضوع بدلنے کا کہا

بس یار!ان باتوں سے تکلیف کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔اس لیے اپنی"

"شادی پر دھیان دے۔

:خدیجہ نے اس کی بات پر ہنس مکھ انداز میں کہا

"اوہ۔۔۔بیٹا!آپ تو ناراض ہی ہو گئے،ہم تو مذاق کر رہے تھے۔۔۔۔"

:مانی نے یک دم کہا

ماما!اس میں مذاق کی کیا بات ہے۔"

"آپ ہی بتائیں اسے اب شادی کر لینی چاہیے کہ نہیں؟

:جمال صاحب بھی اس گفتگو کا حصہ بن کر یک دم بولے

بالکل ٹھیک کہا تم نے اور وہ بھی جلد ہی شادی کر لے گا۔"

"اب یہ بتاؤ آگے کا کیا پروگرام ہے گھر جانے کا؟

:مانی نے کہا

بابا! ایک دن اور تھوڑا انجوائے کر لیتے ہیں، ویسے بھی بہت عرصے سے کہیں"

"گھومنے پھرنے ایک ساتھ نہیں گئے۔

اس کی بات مانتے ہوئے ایک دن اور سوات میں ہی رکنے کو ترجیح دی گئی۔

دو دن سوات میں قیام کے بعد وہ لوگ آج شام اسلام آباد پہنچ چکے تھے۔ گھر پہنچتے ہی سانول اور مانی نے آرام کی غرض سے کمرے میں جانے کی اجازت چاہی، چونکہ دو دن کی تھکاوٹ کا اندازہ انہیں آج شام ہونے لگا تھا۔

مانی کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر سانول نے وجہ پوچھی۔

:وہ تلخ مزاجی میں بولا

یار! کون پاگل یہ چاہے گا کہ جس لڑکی سے کبھی اس نے پیار کیا تھا، آج اسی کی"
بہن سے اس کی بات پکی ہو گئی ہو اور وہ چاہ کر بھی اپنے جذبات کا اظہار نہ کر
"پائے۔ میری تو سمجھ سے باہر ہے یہ سب۔



325.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(325)(ادھوراپن)

:سانول نے اسے چھیڑ کر تسلی دیتے ہوئے کہا
دیکھ، میری جان! اب جو ہونا تھا ہو چکا، اسی کو اپنی قسمت سمجھ کر قبول کر لینا"
ہو گا۔ اسی کو خدا کی رضامندی جان کر بہتری کے لیے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
"ناشکری بہت نقصان کا باعث بنتی ہے۔

:مانی اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا

ہاں، اب جو بھی ہو قبول ہے۔ میرے گھر والے جو چاہتے ہیں، مگر کچھ بھی اچھا"
"نہیں لگ رہا۔

:سانول نے مسکراتے ہوئے اسے سراہا

"یہ تو اچھا فیصلہ کیا تم نے۔ چل اب میں تمہارا موڈ اچھا کر دیتا ہوں، مگر۔۔۔"

:وہ یک دم اس کی بات کاٹ کر پوچھنے لگا

"یہ اگر، مگر کیا؟"

"یہی کہ ہم تھوڑی دیر میں باہر چلتے ہیں وہیں تمہیں بتاؤں گا۔"

دونوں نے کچھ دیر آرام کے بعد رات کے آٹھ بجے باہر جانے کا ارادہ کیا، پھر چند لمحوں کی مسافت کے بعد وہ اپنے من پسند ڈھابے پر پہنچ گیۓ۔

چاۓ کا آرڈر دے کر سانول نے ایک ڈائری میز پر رکھی اور ٹانگ پر ٹانگ دھرے بیٹھ گیا۔ ڈائری دیکھ کر پہلے تو مانی حیران ہوا، پھر جلدی میں کرسی پیچھے کھینچتے ہوئے میز پر جھک کر پوچھنے لگا:

"ارے! یہ کیا ہے؟ یہ ڈائری کہیں موسیٰ کے متعلق تو نہیں ہے؟"

ہاں، ہے۔ تمہارا موڈ اچھا کرنے کے لیے اس سے بہتر تحفہ کیا ہو گا۔" یہ سن کر"

:مانی پر سکون ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا

"اچھا تو پھر دیر کس بات کی؟ بسم اللہ کیجیے۔"

سانول نے گردن ہاں میں ہلائی، پھر ڈائری کھول کر پڑھنے لگا۔



آج موسیٰ ایک ہفتے کے بعد ہسپتال سے گھر لوٹا تھا۔ بالکل خاموش اور اکھڑا ہوا لہجہ، جسے دیکھ کر دل میں خوف اٹھتا تھا۔ دیکھنے میں تو وہ بالکل ٹھیک لگ رہا تھا، مگر کچھ تو بدلا تھا۔ اس کا لہجہ تو جیسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔

دن کے کھانے پر حامد صاحب بھی موجود تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب گھر والے لاؤنج میں بیٹھ گیٔے اور عائشہ نے کہا:

ڈیڈ! اب اللہ کے فضل سے موسیٰ بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔ اس لیے بہتری اسی" میں ہے کہ اب میں بھی گھر چلی جاؤں، ویسے بھی پچھلے ہفتے میں کچھ پل ہی وہاں گزار پائی تھی۔ "

:انہوں نے عائشہ کے فیصلے کا خیر مقدم کیا

کیوں نہیں،اور ویسے بھی اب میں اپنے بیٹے کی شادی کی سوچ بچار کرتا ہوں،"

"کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر۔

:جب موسیٰ نے یہ سنا تو وہ دانت بھینچتے ہوئے چلا اٹھا

بس۔۔۔بس کر دیجیے ڈیڈ !اب میں اس موضوع پر کوئی بحث نہیں سننا چاہتا۔"

اور رہی بات میری شادی کی تو وہ میں صرف دعا سے ہی کروں گا،اگر ممکن ہوا

تو۔



326.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(326)(ادھوراپن)

آپ اگر یہی چاہتے ہیں تو اسے میری دلہن بنا کر لے آئیں اور اگر نہیں۔۔۔ نہیں
"تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

اس کے لہجے میں ادب تو تھا، مگر ماتھے کے شکن اور چہرے کے تاثرات خوف
ناک تھے۔

:عائشہ آگے بڑھ کر اس کے قریب ہوئی اور پیار سے کہنے لگی

دیکھو، موسیٰ! ہمیں تھوڑا وقت دو ہم ہر ممکن کوشش کریں گے، مگر تم خود کو"
یوں اذیت مت دو پلیز۔ میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں صرف تمہارے لیے
"رکی ہوئی ہوں۔

:اس نے عائشہ کو خفگی کے عالم میں گھور کر کہا

آپی! آپ خدارا میرے لیے کوئی کوشش نہ کریں۔ آپ لوگوں کی کوششیں"
جو رنگ لا چکی ہیں وہی بہت ہیں۔ میں مزید کوئی تماشا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اب جو
کرنا ہوا میں خود ہی کر لوں گا، کسی کی مہربانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ کی
"بھی نہیں۔ اس لیے یہ جھوٹے افسانے وغیرہ مجھے نہ سنائیں۔

اس نے دوٹوک انداز میں یہ سب کہا تھا۔

:عائشہ نے اسے خبردار کرنا چاہا

مگر موسیٰ! اب وہ تمہیں کبھی نہیں اپنائے گی۔ یہ کڑوا ہی سہی، مگر سچ یہی "
ہے۔"

:موسیٰ نے گردن ایک طرف جھٹک کر ڈیڈ کو گھورا

جب دشمن گھر میں ہی موجود ہوں تو پھر تقدیر سے شکوے گلے کیسے۔" کہہ کر"
وہ ڈیڈ سے مخاطب ہوا: "ڈیڈ! آپ جو چند روز قبل ایک شخص کی تذلیل کر کے
آئے ہیں۔

کس نے آپ کو یہ حق دیا؟

آپ مجھ سے بات کر سکتے تھے، چاہتے تو مجھے مار سکتے تھے، مگر میرے یار کو ذلیل
کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ اس نے میرے لیے اپنے پیار کی قربانی دی ہے۔
مانا کہ وہ دعا کا اچھا دوست ہے، اس کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے، مگر وہ ایسا ہرگز
نہیں تھا جیسا آپ نے اسے سمجھا۔ ڈیڈ! مجھے افسوس ہوا کہ میں اس کے احسانات
کا بدلا نہ چکا سکا۔ میرے لیے تو اس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا لیکن آپ نے
تو ساری حدیں پار کر دیں۔

"اس معصوم دعا کا کیا قصور تھا جو اُس پر ناجائز تعلقات کا الزام لگا دیا؟

اب وہ ندامت بھرے انداز میں باری باری سب کو دیکھ کر افسوس کرنے لگا تھا۔

:حامد صاحب شرمندگی کے عالم میں بولے

"سوری، بیٹا! مجھ سے غلطی ہو گئ تھی۔ پلیز ایک موقع دو مجھے۔"

:وہ طنزاً ہنس دیا

ڈیڈ! انجانے میں کی ہوئی غلطی کی تو شاید معافی مل سکتی ہے، مگر ایک غلطی کو"

چھپانے کے لیے دوبارہ غلطی دہرانا کہاں کا انصاف ہے۔

327.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(327)(ادھوراپن)

ڈیڈ! خدارا یہ میرے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھیں اور مجھے بخش دیں۔ معذرت کے ساتھ کہوں گا، مگر اب مجھے آپ پر بھروسہ نہیں رہا۔" اس نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا اور زینب کو آواز دی۔

جی، بھائی۔" کہہ کر وہ دوڑتی ہوئی آئی اور موسیٰ کے قریب کھڑی ہو گئی۔"

"زینب! میرا موبائل لے کر آؤ جلدی سے۔"

اس نے ہامی بھری اور اگلے ہی لمحے موبائل لیے حاضر ہوئی۔ موسیٰ نے ثانیہ کے کچھ عرصہ پہلے کے کچھ میسیجز کھول کر ڈیڈ کو پڑھنے کا کہا، جو کچھ یوں تھے۔

موسیٰ! میں جانتی ہوں تم بہت بڑی فیملی سے تعلق رکھتے ہو۔ میں تمہارے") اور دعا کے متعلق بھی جانتی ہوں، مگر ایک بات بتاتی ہوں تمہیں۔

مجھے نہیں معلوم تم جانتے ہو یا نہیں، لیکن تمہارا جگری دوست سانول بھی دعا سے محبت کرتا ہے اور بے پناہ محبت۔ وہ آج اسے پرپوز کرنے والا ہے۔ میں اس حقیقت سے واقف ہوں، وہ یہ نہیں جانتا کہ دعا تم سے محبت کرتی ہے یا تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو۔ مگر وہ تمہارا جگری دوست ہے یہ کبھی نہیں بھولنا۔ اگر آج بھی اسے معلوم ہو جائے کہ دعا صرف تمہارے خواب دیکھتی

ہے تو وہ اپنی دوستی کے لیے محبت تو کیا اپنا آپ بھی قربان کر دے گا اور اسے تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ بہر حال موسیٰ، میں صرف اتنا کہوں گی کہ اگر دعا نے تمہاری وجہ سے اس کا پروپوزل ٹھکرادیا، تو پلیز تم اپنے دوست کی نیت پر کبھی شک مت کرنا۔ وہ بے قصور ہے جو ابھی سچائی نہیں جانتا اور میں اسے اس حقیقت سے آگاہ کر کے اس کا دل نہیں دکھانا چاہتی۔ کیونکہ میں نے اس کے دل کو دعا کے لیے دھڑکتے اور آنکھوں کو برستے دیکھا ہے، وہ بچپن سے اس سے محبت کرتا ہے۔ آگے تمہاری مرضی ہے۔"(

موسیٰ نے گالوں پہ چمکتے ہوئے آنسو پونچھ کر لمبی سی آہ بھری، پھر ڈیڈ کو متوجہ کر کے بولا:

"ڈیڈ! یہ تھی میرے دوست کی کہانی۔ اب پیار کیسے نہیں ہوتا، اچھے دوست تھے اکھٹے رہے، ہو گیا پیار۔

تو کیا اسے ہم ناجائز تعلقات کا نام دیں گے؟" اس نے رنجیدگی سے بات آگے بڑھائی تھی۔" بدقسمتی یہ تھی کہ جس دن مجھے یہ معلوم ہوا تب دعا کا نمبر بند تھا

اور ثانیہ نے بھی مجھے اس سب کا جواب تین دن پہلے دیا۔ جب پانی سر سے گزر چکا تھا۔ میں نے بھی اس سب کو سیریس ہی نہیں لیا تھا، لیکن میں غلط تھا۔

328.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(328)(ادھورا پن)

نہیں تو میرے دوست کی محبت کبھی میں، میرے لیے قربان نہ ہونے دیتا۔ میں دعا کو سچائی سے آگاہ کرتا، اس سے اپنے پیار کے لیے معذرت کرلیتا اور سانول کی جگہ اس بار میں قربانی دے دیتا۔ مگر افسوس! میں ہار گیا۔ میں اس دن محبت کا ساتھ نہ دے پایا اور نہ ہی دوستی کا حق نبھا پایا، اور آج وہی محبت میرا ساتھ نبھانے سے قاصر ہے۔ ڈیڈ! آپ نے سب کچھ برباد کر دیا۔"

زینب اس کے آنسو پونچھ کر کہنے لگی:

"بھائی! آپ پلیز رویا مت کریں۔اس گھر میں کسی کو کسی کے آنسوؤں سے کوئی مطلب نہیں، سوائے انا کی تسکین اور اپنی من مانی کے۔آپ کمرے میں چل کر آرام کر لیں طبیعت بگڑ جائے گی آپ کی۔۔۔۔"

تھی تو وہ 'ٹین ایجر' لیکن اس کی باتوں نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔اس نے اپنی بات ایک امید پر ختم کی تھی:

"ابھی تو آپ نے دعا بھابی کو بھی جیت کر لانا ہے۔"

عائشہ اور حامد صاحب حیرانی سے اسے گھورنے لگے تھے۔

موسیٰ نے یہ سنا تو یک دم اس کے تیور بدل گئے اور آنکھوں میں امید کی ایک کرن ظاہر ہونے لگی۔اس نے زینب کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ کر خوش نما انداز میں کہا:

"کیوں نہیں ضرور،اور بہت جلد۔" کہہ کر اس نے ڈیڈ کو ایک نظر دیکھا اور پھر کمرے کی جانب چل دیا۔

عائشہ یہ سوچ کر اندر ہی اندر شرمندہ ہوئی کہ وہ اپنے بھائی کے لیے کچھ نہ کر سکی۔اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ کل ہی ہمیشہ کے لیے اپنے گھر چلی جائے گی۔ شاید آج موسیٰ سے اس کی آخری ملاقات تھی چونکہ موسیٰ کے تیور اس کے ارادوں کی گواہی دے رہے تھے۔اور کسی بڑے طوفان کی پیشن گوئی کر چکے تھے۔

موسیٰ نے بہت پہلے ہی گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔جس پر اس نے اگلے تین دنوں میں عمل در آمد کا پختہ ارادہ بھی کر لیا تھا۔

وہ اپنے کچھ دستی سامان سمیت صبح سویرے کمرے سے نکلا، پھر موم کو تب تک پکارتا رہا جب تک وہ اس کے پاس پہنچ نہیں گئیں۔انہوں نے آتے ہی تجسس سے پوچھا تھا:

"بیٹا! سب خیریت تو ہے؟ کیا چاہیے آپ کو؟"

اس نے شانے اچکا کر دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا:

موم! میں نے ڈیڈ کا یہ گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے، یہی بتانے کے لیے آپ کو آوازیں دے رہا تھا۔" اس فیصلے پر اسے کوئی ملال نہیں ہوا تھا۔

وہ اُس کے اس فیصلے سے تڑپ کر رہ گئی تھیں اور اسے سینے سے لگا کر دردمندانہ لہجے میں کہنے لگیں:

نہ۔۔۔نہ میرا بیٹا! تم ہرگز ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"



329.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(329)(ادھوراپن)

"تم مجھے یوں چھوڑ کر چلے جاؤ گے تو میں کیسے جی پاؤں گی؟

وہ نظریں جھکائے خاموشی سے کھڑا رہا، اس کے اس کٹھن فیصلے کے ذمہ دار اکیلے اس کے ڈیڈ تھے۔ ان کے بے معنی فیصلوں اور دولت کے غرور نے اس کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔

حامد صاحب اور ایمان بھی وہاں پہنچ چکے تھے جواب تک حقیقت سے ناواقف تھے۔حامد صاحب نے جب اسے تیار کھڑا دیکھا توانہیں تعجب ہوا:

"اوہ۔۔۔میرا شہزادہ! آج صبح صبح کہاں کی تیاری ہے؟"

اس نے نگاہیں پھیر کرا کھڑے ہوئے لہجے میں کہا:

ڈیڈ! یہ تواچھاہو گیا کہ آپ یہیں پر موجود ہیں۔دراصل میں یہ کہہ رہاتھا کہ " میں آپ کا گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر یا پھر تب تک کے لیے جب تک میں دعا کو حاصل نہیں کرلیتا، جارہاہوں۔اوراگر کسی نے میرے راستے میں آنے یا مجھے روکنے کی کوشش کی تو میں اپنی جان دے دوں گا۔"

یہ سن کر حامد صاحب کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئ،ہ رنجیدگی سے بولے:

مگر، بیٹا! ایسا کرنے سے سوائے پریشانی کے تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔""""

انہوں نے موسیٰ کو روکنے کے لیے اسے سمجھاتے ہوئے مزید کہا:

"بیٹا! گھر چھوڑنا کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ تم شادی نہیں کرنا چاہتے تو مت کرو، مگر پلیز ہنسی خوشی اپنی من چاہی زندگی ہمارے ساتھ جیو۔ آپ کو کوئی مجبور نہیں کرے گا کسی بھی کام کے لیے جب تک آپ خود کچھ نہ کرنا چاہو۔"

اس نے ڈیڈ کی گفتگو کو پس پشت ڈالتے ہوئے لاپروائی سے کہا:

"مجھے مزید کچھ نہیں سننا۔ مجھے میرے طریقے سے چلنے دیں، اب ویسے بھی سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔"

ایمان نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا:

"کیا مجھے بھی نہیں بتاؤ گے تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں تو تمہاری رازدار ہوں!"

موسیٰ نے کچھ کہنے سے پہلے دعا کا دیا ہوا کی چین ہوا میں اچھالا، پھر تیزی سے کہا:

"بھابی! آپ کو تو پھر جلد ہی معلوم ہو جائے گا، مگر وعدہ خلافی نہ کیجیے گا نہیں تو میں آپ سے بھی کبھی بات نہیں کروں گا۔" ایمان جو سب سمجھ گئی تھی, اس نے اپنا سر پکڑ لیا، پھر اندر ہی اندر بڑبڑائی:

"اے پروردگار! تو ہی اس کی مدد فرما اور حفاظت بھی۔"

:عافیہ اس کے قریب ہو کر التجائیہ انداز میں گویا ہوئیں

ایمان! مجھے سچ سچ بتادو تم دونوں مل کر یہ کیا کھیل کھیل رہے ہو؟"

"مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔



330.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(330)(ادھوراپن)

وہ خاموش رہی اور خوف کے مارے اس کی نظریں جھک گئیں۔ موسیٰ نے یک دم

:عافیہ کو متوجہ کیا

ہاں، موم! کیا پوچھ رہی ہیں بھابی سے؟"

مجھ سے بات کریں یہ میرا خود کا فیصلہ ہے۔اگر آپ لوگ اتنے ہی فکر مند

"ہوتے تو اس سب کی نوبت ہی نہ آنے دیتے۔

:وہ گڑ گڑا کر اپنے تحفظات کا اظہار کرنے لگیں

بیٹا! ہم جانتے ہیں تب ہم سے غلطی ہوئی تھی، مگر تم تو یہ پاگل پن چھوڑ دو۔"

"ہم مل کر اس متعلق کوئی ختمی فیصلہ اخذ کر لیں گے۔

:اس نے قہقہہ لگا کر کہا

ہاں۔۔۔ہاں! میں پاگل ہوں۔ مگر اس لڑکی کے بنا میں جینے کا تصور بھی نہیں"

"کر سکتا،اور آپ لوگوں کے ساتھ تو ہر گز نہیں۔

:حامد صاحب نے الگ سوچ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا

اچھا، میری جان! تم ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو نہ سہی،اپنے بھائی کے"

پاس لندن چلے جاؤ۔ کچھ دن وہاں رہو گے تو فریش محسوس کرو گے۔تب تک

"ہم ایک آخری کوشش کرتے ہیں انہیں منانے کی۔

:اس نے گردن ایک طرف جھٹک کر کہا

بالکل نہیں، لندن تو کیا اب اگر میں قریب کے قبرستان میں دفن بھی ہو جاؤں"

"تو بھی اسے نہیں بھول پاؤں گا۔

:انہوں نے پیار بھرے لہجے میں پھر سے پوچھا

اچھا، تو خود ہی بتا دو کہاں رہنا چاہو گے ؟یہیں پاکستان میں سوات، اسلام آباد یا"

"مری؟

آپ کا بہت شکریہ ڈیڈ !اور مجھے اس بات کا گلہ نہیں کہ آپ نے دعا کا رشتہ" نہیں مانگا۔ وہ میری قسمت میں نہیں تھی شاید یا اگر ہوئی تو اب بھی مل جائے گی۔۔۔ مگر شکوہ ہے تو اس بات کا کہ آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے، آپ نے میری محبت کو برا کہا، آپ نے دعا پر گھٹیا الزامات لگائے اور میرے یار کو بدنام کیا، جن کا سامنا میں زندگی بھر نہیں کر پاؤں گا۔

"!صرف وصرف آپ کی وجہ سے ڈیڈ

:انہوں نے جب خود کو ہر طرح سے ناکام پایا تو دوستانہ لہجہ اپناتے ہوئے بولے

"اچھا یار !سوری، اور کچھ نہیں تو اپنا دوست سمجھ کر ہی معاف کر دے مجھے۔"

:وہ اداس نظروں سے انہیں دیکھ کر دردمندانہ لہجے میں کہنے لگا

331.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(331)(ادھوراپن)

ڈیڈ! میں کون ہوتا ہوں کسی کو معاف کرنے والا، اور اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ اگر معافی مانگنی ہے تو ان دونوں سے مانگیے گا اور ہو سکے تو مجھے بھی معاف کر دینا۔۔۔ اور آخری بات۔ میں اس گھر سے کچھ بھی لے کر نہیں جا رہا سوائے اس محبت کی نشانی کے۔" اس نے دعا کا دیا ہوا کی چین انہیں دکھایا، پھر کہنے لگا:

آپ چیک کر سکتے ہیں مجھے بھی اور اپنے گھر کو بھی۔ یہ رہا آپ کا دلایا ہوا" موبائل اور گاڑی کی چابی میرے سابقہ کمرے میں ہے۔"اس کا لہجہ سرد، مگر چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

:عافیہ نے اسے سمجھانے کی ایک آخری کوشش کی تھی

"مگر، بیٹے! ایسے کہاں رہ پاؤ گے گھر سے باہر، پیدل اور پیسوں کے بغیر؟"

:وہ معصومیت سے بولا

جیسے ہر آسائش کے ساتھ اس گھر میں رہتا تھا، بالکل ویسے ہی۔ آپ پریشان" مت ہوں، اب یہ سفر میری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے جس سفر سے چاہ کر بھی میں کنارہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہاں ہار مان لی تو بزدل اور بے وفا کے القابات سے پکارا اور یاد رکھا جاؤں گا۔ مجھے میرے اللہ پر یقین ہے، وہ میرے ساتھ ہے۔ وہ اپنی اتنی مخلوقات کے ساتھ مجھے بھی سنبھال لے گا اور پھر میرے سنگ "میری محبت کا سہارا ابھی تو ہے۔

اس نے مزید کسی بھی بحث کی بجائے "خدا حافظ" کے ساتھ گھر کی دہلیز عبور کی اور اپنی منزل کی جانب بڑھ گیا۔

"حامد۔۔۔حامد! روکیے اسے۔آپ اسے کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟ یہ سب
جانتے ہوئے بھی کہ وہ کتنا لاپرواہ ہے اپنی ذات کے حوالے سے۔"

عافیہ تو جیسے اس کے غم میں مغموم ہو چکی تھیں۔

حامد صاحب نے ہتھیار ڈالتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر گرم جوشی
سے کہا:

"بیگم! بس کر دیجیے، میں بے بس ہوں۔اس کی ضد ہی تو میرے ہر فیصلے کے
سامنے دیوار بن کر کھڑی ہے۔میں اسے خوش اور زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

جانتی ہو اس کے الفاظ؟ اس کے الفاظ کہ....

'اگر اسے کسی نے روکنے یا اس کا پیچھا کرنے کی کوشش کی تو وہ اپنی جان دے
دے گا۔'

میں معذرت خواہ ہوں آج مجھے میرے بیٹے نے محبت کی طاقت سے ہرا دیا۔"

کہہ کر وہ گرتے سنبھلتے صوفے پر بیٹھ کر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے سسکنے لگے۔

عافیہ نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی، مگر اپنے حواس پر قابو نہ پا سکیں:

مگر، حامد! وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں جیتے جی مر جاؤں "
"گی۔

کچھ پل کی سوگواری ہر سو چھا گئی تھی۔



332.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(332)(ادھوراپن)

:حامد صاحب نے جیسے تیسے خود کو سنبھالا پھر کہنے لگے

"صبر رکھو اور رب سے دعاء کرو کہ اسے دعا مل جائے۔"

"بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"(القرآن)

ایمان کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر آئیں، جو کچھ دوری پہ کھڑی سب سن رہی تھی۔ وہ مسلسل اپنے پروردگار سے دعائیں کیے جا رہی تھی کہ "خدا اس مشکل وقت میں ہماری مدد فرمانا۔"

موسیٰ نے اپنی من مانی کی اور گھر چھوڑ کر جا چکا تھا۔

اس کے جانے سے پورا گھر سوگواری میں ڈوب گیا تھا.



"ہائے۔۔۔افسوس، درد!"

مانی نے کہا، پھر اپنا سر پکڑ کر اک آہ بھری اور دل شکستہ انداز میں اندازہ لگانے لگا:

"اب شاید محبت کی راہ میں وہ موڑ آچکا تھا جہاں سے گزرنا کسی عام شخص یا محبت کے دعوے داروں کے بس میں نہیں۔"

کچھ پل آہیں بھرنے کے بعد اس نے سانول کو متوجہ کیا جو گہری سوچوں میں گم صم سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا۔ وہ پل بھر کے لیے مڑا:

"ہاں، مانی! بولو؟"

"وہ میں یہ پوچھ رہا تھا کہ موسیٰ گھر چھوڑ کر کہاں گیا تھا؟"

:سانول مسکرا کر درد بھرے لہجے میں بولا

یار! یہ تم نے محبت کے کن قصیدوں کو چھیڑ دیا؟"

جب محبت حد سے بڑھ جائے، تو عاشق کی منزل محبوب کے در کی چوکھٹ کی

"خاک چھاننے کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟

:یہ سن کرمانی کو پھر سے دھچکا لگا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

"کیا۔۔۔کیا مطلب ہے تمہارا؟"

:سانول سنجیدگی سے اسے گھور کر بولا

وہی مطلب ہے جو ہونا چاہیے، یعنی کہ موسیٰ اپنی عالی شان زندگی چھوڑ کر دعا" کی چوکھٹ پر جا پہنچا تھا۔ اپنے اور اپنے گھر والوں کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے۔۔۔۔" پھر سانول بلا تعطل اپنی بات جاری رکھتے ہوئے ماضی دہرانے لگا۔

★☆...☆★

وہ گھر چھوڑنے کے چند روز بعد دعا کے محل کے سامنے پہنچ گیا تھا۔

اکھڑی ہوئی سانسیں، اجڑا ہوا حلیہ، درد بھری کیفیت اور گمشدہ روح کو کھوجتی ہوئی پر نم نگاہیں۔

333.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(333)(ادھوراپن)

شام کے ڈھلتے سورج کی کرنوں کے ساتھ وہ وہیں سڑک کنارے بیٹھ گیا۔اور ایک لمحے کو اپنی روح کی تسکین کے لیے نگاہیں آسمان کی طرف یوں بلند کیں، گویا وہ کسی جواب کا منتظر ہو۔اس نے خود کو بہت روکا تھا، مگر دل کی آواز نے اسے وہ کرنے پر مجبور کیا تھا جو وہ نہیں چاہتا تھا یا شاید اتنی جلد بازی میں تو ہر گز نہیں۔

بہر حال اس نے اپنے عقب میں موجود محل کو ایک نظر دیکھا اور گھنٹی بجا کر گیٹ کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

چند لمحات گزرتے ہی کلثوم جو دعا لوگوں کی راہ دیکھ رہی تھی، وہ گیٹ تک آئی تو سامنے موسیٰ کو دیکھ کر اسے زور کا جھٹکا لگا۔

:موسیٰ نے سلام کیا اور بلا تمہید کہنے لگا

"آپی! میں جانتا ہوں جو کچھ میرے گھر والوں نے کیا وہ بہت غلط تھا، لیکن آپ میرا یقین کیجیے اس سب کے متعلق مجھے کچھ معلوم تھا نہ ہی میرے گھر والوں نے بتانا مناسب سمجھا تھا۔۔۔"

:وہ چند آہیں بھرنے کے بعد لرزتے ہوئے لبوں سے مزید کہنے لگا

"مم۔۔۔ میں نہیں جانتا میرے ڈیڈ نے وہ سب کیوں کیا تھا، مگر جو انہوں نے کیا وہ غلط تھا۔ بس اب میں انکل، آنٹی سے مل کر اس سب کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ پلیز! میری بے بسی اور مجبوری کو سمجھیں۔ میں بڑی امید لیے یہاں آیا ہوں، مجھے ان سے ملوا دیجیے۔"

اس کے جڑے ہوئے ہاتھ اور اس کی جھکی ہوئی نگاہوں سے جاری آنسو اس کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے۔

:کلثوم کی خاموشی ٹوٹی، وہ پر خلوص لہجے میں بولی

دیکھو، موسیٰ! میں سب کچھ سمجھ سکتی ہوں اور جانتی بھی ہوں کہ اس سب میں" تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔

مگر یہ سب کچھ دعا کو کون سمجھائے؟

موسیٰ! وہ تم سے پیار کرتی ہے یا شاید کرتی تھیں۔اس نے بھروسہ بھی تم پر کیا تھا اور اگر بھروسہ اٹھ جائے تو جذبات، احساسات اور خیالات کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ زندگی میں اگر کبھی مان ٹوٹ جائے تو کمی بیشی کا کوئی مقام دل میں "باقی نہیں رہتا، پھر چاہے وہ کسی کے جینے کی وجہ ہی کیوں نہ ہو۔

موسیٰ اس کا اشارہ خوب سمجھ چکا تھا۔اس لیے کلثوم کو بھی لمبی چوڑی وضاحتوں :کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔اس نے مختصراً کہا

موسیٰ! ابھی گھر پر کوئی نہیں ہے۔ماما، بابا اسی کے ساتھ ہسپتال گی ئے ہوئے" ہیں اور شاید ابھی لوٹ رہے ہوں، میں انہیں کی راہ دیکھتے ہوئے باہر آئی تھی اور "تم مل گی ئے۔



334.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(334)(ادھوراپن)

:ہسپتال کا سن کر اس نے یک دم حیرانی کا اظہار کیا

"مگر ہسپتال کیوں؟سب خیریت تو ہے؟"

"ہاں۔۔۔ہاں، سب خیریت ہے۔بس وہ دعا اپنا علاج کروانے کا سوچ چکی ہے تاکہ وہ بول سکے۔ماما، بابا اسی کے آپریشن کے متعلق جاننے کے لیے ڈاکٹر سے ملنے گی ہئے ہیں۔"

دونوں اطراف میں خاموشی چھا گئ،جو کلثوم کے اسے متوجہ کرنے پر ٹوٹی:

"موسیٰ! میرا ایک مشورہ ہے، مگر مرضی تمہاری ہے اور فیصلہ بھی۔۔۔۔"

وہ خاموش رہا تھا۔

کلثوم نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا:

"تم پلیز! ماما، بابا کے سامنے بالکل مت آنا، کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ ان کے اور تمہارے بیچ کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔وجہ بتانے کی بھی مجھے ضرورت نہیں ہے، وہ تم مجھ سے بہتر جانتے اور سمجھ بھی سکتے ہو۔میں صرف محبت کا بھرم رکھنے کے لیے سچائی کے ساتھ کھڑی ہوں۔وگرنہ میرے لیے دعا کی سسکیوں اور ماں، بابا کی عزت سے آگے کچھ نہیں ہے۔"

وہ خوف زدہ انداز میں بولا:

"م۔۔۔مگر۔۔۔مم۔۔۔میں تو ان سے معافی مانگنا چاہتا ہوں اور تو کچھ نہیں۔"

:کلثوم اس کے انداز پر مسکرائی

ہاں ٹھیک ہے، لیکن یہ وقت اس سب کے لیے ٹھیک نہیں ہے، تمہیں تھوڑا"
انتظار کرنا ہو گا۔اب پلیز! تم یہاں سے جاؤ وہ لوگ آرہے ہوں گے۔اور ویسے
"بھی یہاں کسی بھی بات کا تماشا بننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

وہ خوف زدہ تھی اور اپنے تحفظات سے اسے آگاہ کر رہی تھی۔

"مگر آپی!۔۔۔۔"

:وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے چلائی

اگر، مگر کچھ نہیں۔خدارا، موسیٰ! اپنی نہ سہی تو میری ہی عزت کا کچھ خیال کر لو"
پلیز۔اور اپنی حالت سنوارو، یہاں لوگوں کو کسی کے جذبات سے کوئی سروکار
"نہیں ہے۔

:موسیٰ نے یک دم ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا

اچھا، آپی! لیکن میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔جب تک دعا مجھے"
معاف نہیں کر دیتی، میں یہیں کہیں آس پاس اس کی واپسی کی آس لگائے بیٹھا

رہوں گا، جہاں تک مجھ سے ہو سکا۔ ممکن ہے قیامت کی صبح کا سورج طلوع ہونے تک !

"آپ اسے میرا یہ پیغام ضرور پہنچا دینا۔

کلثوم کی نظر تھوڑی دور سے آتی دعا کی گاڑی پر پڑی تو اس کے قدم ڈگمگا گئے،

وہ موسیٰ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے پھر سے چلائی:

"جاؤ۔۔۔ جاؤ یہاں سے قبل اس کے کہ ابھی قیامت برپا ہو جائے۔"

وہ سمجھ گیا اور مزید بحث کیے بنا پیچھے ہٹنے لگا۔



335.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(335)(ادھوراپن)

جب گاڑی اس کے قریب پہنچی تو اس کی نگاہیں ایک ہی سمت جم سی گئیں، اس نے دعا کو گاڑی میں دیکھ کر دل ہی دل میں پکارنا شروع کر دیا۔

اے رب کریم! تو تو جانتا ہے میں بے قصور ہوں اور تیری رحمت کا طلب گار ہوں، اپنا رحم فرمادے۔

دراصل وہ دعا کو یہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ وہ بے قصور ہے۔ مگر دعا نے اسے دیکھتے ہی نظریں پھیر لیں، جو منظر وہ نظریں پھاڑے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

گیراج میں گاڑی رکتے ہی نصیر صاحب گاڑی سے اترے اور کلثوم کو وہاں دیکھ کر نرم مزاجی سے پوچھا:

"یہاں کیوں کھڑی ہو بیٹی! سب خیریت تو ہے؟"

وہ سہمی ہوئی نہ جانے کن خیالات میں گم صم تھی، پلٹ کر بولی:

"وہ۔۔۔وہ فقیر تھا کوئی، اسے کچھ روپے دینے آئی تھی اور پھر آپ لوگوں کے انتظار میں یہیں رک گئی۔"

انہوں نے اسے سراہا:

چلو، یہ تو اچھی بات ہے۔" پھر انہوں نے چوکیدار کو دیکھ کر خفگی کا اظہار کیا: "

"جلدی سے گیٹ بند کرو اور یہ چھوٹے موٹے کام خود ہی دیکھ لیا کرو، اور اپنی

ذمہ داریوں کا خیال رکھا کرو۔" وہ نظریں جھکائے کھڑا چاہ کر بھی حقیقت بیان نہ

: کر پایا اور نہ کردہ گناہ پر معذرت کرتے ہوئے بولا

"سوری سر! آئندہ خیال رکھوں گا۔"

دعا اپنے کمرے میں جا چکی تھی اور اس کے پیچھے پیچھے کلثوم بھی۔ دعا نے اسے

: اپنے کمرے میں دیکھ کر پریشانی کے عالم میں اشارتاً پہلا سوال پوچھا

"بھابی! یہ سب کیا تھا؟"

: کلثوم نے اس کی نظروں میں نظریں ملا کر حقیقت آمیز الفاظ کہے

یہ محبت۔۔۔ حقیقی محبت کی طاقت تھی۔۔۔۔" اس نے یک دم اپنے انداز پر "

: نظر ثانی کرتے ہوئے لہجہ بدلا، پھر گویا ہوئی

معاف کرنا دعا! مگر اسے فقیر اس لیے بتایا تاکہ تم دونوں کے لیے کوئی مسئلہ نہ "

بنے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ سچا ہے جواب پیچھے ہٹنے والوں میں سے

"نہیں ہے۔

دعا نے شانے اچکائے تکبرانہ انداز میں کچھ یوں اشارہ کیا، جیسے پوچھ رہی ہو۔

تو۔۔۔تو میں کیا کروں؟"

"اگر وہ محبت کرتا بھی ہے تو مجھے اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔

:کلثوم نے اظہار افسوس کیا

دعا! انسان کو اتنا بے حس بھی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ کبھی کسی کی مجبوری کو بھی"

:سمجھ لینا چاہیے۔" یہ کہہ کر اس نے پوچھا

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نے تمہیں دھوکا دیا ہے؟"

:دعا نے ہنستے ہوئے اپنے انداز میں کچھ کہا

336.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(336)(ادھورا پن)

"بھابی! اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس نے دھوکا دیا یا نہیں۔ فرق تو اس سے پڑتا ہے کہ اس کے گھر والوں نے میرے سامنے میرے والدین کی تذلیل و توہین کی اور میں کچھ نہیں کر پائی۔ اب وہ میرے دل سے اتر چکا ہے، اب کبھی وہ میرے دل میں گھر نہیں کر سکتا۔"

کلثوم نے اپنی جبیں پر ہاتھ مار کر کہا:

"آخر کب تک یوں خود کو دھوکا دیتی رہو گی۔ میں جانتی ہوں، تم کچھ بھی کر لو لیکن اسے اپنے دل اور زندگی سے کبھی بے دخل نہیں کر پاؤ گی۔ ہاں، مگر اسے بھولنے کا ڈرامہ ضرور کر سکتی ہو۔ ایک بات اور وہ یہ کہ، موسیٰ تم سے اور سب گھر والوں سے معافی مانگنے اپنا سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔ اور وہ ایک دفعہ تم سے ملنا چاہے گا۔"

دعا نے لاتعلقی کا اظہار کر کے منہ پھیر لیا اور پلنگ پر بیٹھ گئی۔ کلثوم نے اس کے انداز پر گردن نفی میں ہلائی، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئی:

"چلو میرے ساتھ اور دیکھو اسے۔"

"کیا تمہیں لگتا ہے وہ تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟

دعا کے کمرے سے گھر کی پچھلی جانب کی کھڑکی سے دونوں باہر جھانکنے لگیں، جہاں موسیٰ زمین پر بیٹھا گہرے خیالات میں مگن خود سے ہی کچھ باتیں کرتا اور مسکرا دیتا۔ وہ ایک نظر ہاتھ میں موجود کی چین کو دیکھتا، پھر نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا لیتا جیسے وہ اپنے پروردگار سے دل کی بات کہہ رہا ہو۔

:کلثوم نے دعا کو متوجہ کر کے سرد لہجے میں کہا

دیکھو اس کی حالت، کہنے کو تو یہ پاگل پن ہے مگر حقیقت وہ نہیں جو دکھ رہی" ہے۔ بلکہ یہ وہ جنون ہے جو انسان کو خود سے لڑنے پر مجبور کر دیتا ہے، جیسے وہ تمہاری محبت کے لیے اپنے آپ سے لڑنے پر مجبور ہے۔

"کیا اب بھی تمہیں لگتا ہے وہ تمہیں یا کسی کو بھی دھوکا دے سکتا ہے؟

اس نے دعا کو سمجھایا اور ہر بات پر خوب زور دے کر خاموش ہو گئی تھی۔

:دعا نے اس کی ہر بات کو رد کیا، پھر اپنے طریقے سے اسے سمجھانے لگی

بھابی! یہ سب اس کی اپنی غلطیوں کی سزا ہے۔ میں نے اسے پورا پورا موقع دیا" تھا۔ اب اگر وہ اپنے مقاصد میں ناکامی کے بعد بے وفائی پر اتر آیا ہے، تو آپ کو

کوئی حق نہیں اس کی طرف داری میں اس کی نااہلیوں پر پردہ ڈال کر اسے معصوم ثابت کرنے کا۔"

337.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(337)(ادھوراپن)

کلثوم نے خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے کچھ دلائل کا سہارا لیتے ہوئے کہا:

"دعا! میں نے کب کچھ کرنے کو کہا ہے تمہیں؟ میں تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ ایک دفعہ اس سے مل لو تا کہ کسی معصوم کی زندگی برباد ہونے سے بچ سکے۔"

یہ کہہ اس نے مانو کہ التجا کی:

خدارا اتنی کم ظرف اور بے حس نہ بنو کے خود سے ہی نظریں ملانے کے قابل "
نہ رہو۔ وقت کے بدلنے کی رفتار انسان کی سوچ سے بھی کی گناہ زیادہ تیز ہوتی
ہے۔"

دعا لاپرواہی سے دوٹوک انداز میں گردن نفی میں ہلا کر اپنے انداز میں گویا ہوئی:

مجھے جو بہتر لگے گا میں وہی کروں گی، مجھے کسی کی ہمدردی یا رہنمائی کی "
ضرورت نہیں ہے۔ آپ پلیز! جائیں یہاں سے۔"

وہ جیسے چلانا چاہتی تھی، جو اس کے بس میں نہیں تھا۔

کلثوم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے غصے بھری نگاہوں سے دعا کو گھورا
اور یہ کہہ کر کمرے سے چلی گئی:

بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا غرور۔ دیکھنا کسی مظلوم کی آہ کہیں تمہاری مشکلات کی "
منتظر نہ ہو۔"

دعا آنکھیں پھاڑے اسے جاتا دیکھتے ہوئے دل برداشتہ ہو کر خوب رونے لگی، اور
کچھ پرانے خیالات نے اسے گھیر لیا تھا۔

موسیٰ یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا تھا):

"ارے دعا! یہاں آنا، مجھے کچھ دکھانا ہے۔"

دعا نے اسے اگنور کیا اور کتاب پڑھنے میں ہی مصروف رہی۔ عائشہ اور دعا، موسیٰ کے ساتھ اس کے فارم ہاؤس میں موجود تھیں، جو جگہ موسیٰ کو بے حد پسند تھی۔ اس نے ایک لمحے کا انتظار کیا اور پھر دعا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ہمراہ کمرے سے باہر لے جانے لگا، جہاں سے خوبصورت شام کے رنگوں کو دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا تھا۔ عائشہ نے اسے زبردستی کرنے سے روکا تھا، مگر وہ کب کسی کی سننے والا تھا۔ وہ اسے ساتھ لیے فارم ہاؤس کی پچھلی جانب نہر کی طرف والی بالکونی میں آ گیا۔

چند لمحات کے لیے اس نے آنکھیں بند کیے باہیں کھول کر اس پل کو روح کی گہرائی تک محسوس کیا، پھر دعا کی جانب متوجہ ہو کر پوچھنے لگا:

"دعا! تمہیں شام کا یہ حسین نظارہ پسند ہے نا؟۔۔۔"

یہ پوچھ کر اس نے بات جاری رکھی تھی:

"جب شام کی رنگینیاں اپنے آسار سمیٹتے ہوئے اندھیرے میں بدلنے لگیں اور سورج ڈوب رہا ہو۔

دعا بھی وہ خوبصورت منظر دیکھ کر کھل اٹھی اور اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

338.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(338)(ادھوراپن)

اس کی آنکھوں کی چمک جیسے موسیٰ کی شکر گزار بن گئی ہو۔ موسیٰ نے وقت کی نزاکت کو غنیمت جانا اور خوشنما انداز میں دعا کو گھورا:

"کیا تمہیں ایک بات معلوم ہے؟"

وہ حیران کن انداز میں پلٹ کر اشارتاً جواب طلب کرنے لگی۔ موسیٰ نے جواباً کہا:

نہیں، کچھ خاص نہیں۔ دعا! تم شاید ہی میرے جذبات کو سمجھ پاؤ۔ جب میں" اکیلا پن محسوس کرتا ہوں تو ہر شام یہیں چلا آتا ہوں۔ اس خوبصورت منظر سے لطف اندوز ہو کر اپنے دل کی باتیں ڈوبتے سورج سے کہہ ڈالتا ہوں۔ اور جب سورج مکمل ڈوب جاتا ہے تو یہی سوچتا ہوں کہ شاید میرے دل کے راز بہت تکلیف دہ تھے جو سورج بھی برداشت نہ کر سکا اور دکھ کے مارے کہیں چھپ گیا "ہو۔

دعا اس کی معصومیت پر ایک پل کے لیے حیران ہوئی، پھر اس کی حالت پر ہنسنے لگی۔

:وہ درد بھری آواز میں بولا

کیا تمہیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کبھی خود کو میری جگہ رکھ" "کر اس پل کو محسوس کرنا، تمہیں خود احساس ہو جائے گا۔

دعا نے اس کے جذبات کو پاؤں تلے روندتے ہوئے اس کی باتوں کو ہوا میں اڑا دیا اور الٹے قدموں عائشہ کی جانب چل پڑی تھی۔

ارے۔۔۔ارے رک جاؤ، کہاں چلیں۔" وہ چلاتا رہا۔"میری بات یاد رکھنا۔"
جب ہماری شادی ہو گی ناتو میں اور تم یہیں فارم ہاؤس میں شفٹ ہو جائیں گے یا
اسی ویو پر اپنا من پسند گھر بنالیں گے۔ جہاں ہر پل یا ہر شام میں تھکا ہارا گھر آؤں گا
اور تمہیں اس نظارے کے ساتھ خوش اور مطمئن دیکھ کر پورے دن کی تھکاوٹ
بھول جاؤں گا۔ تم اس نظارے کو محسوس کرنا اور میں تمہارے چہرے کی رونق
دیکھ کر اپنا دل بہلا لیا کروں گا۔")

ایک ہوا کا تیز جھونکا دعا کی بکھری ہوئی زلفوں کو چومتے ہوئے گزرا، جس سے وہ
خیالات کی نگری سے آزاد ہو کر سہمے ہوئے انداز میں کھڑکی کی جانب لپکی۔اور
پردہ ہٹا کر شام کا وہی نظارہ دیکھنے لگی، جو کبھی اس نے اپنے من چاہے شخص کے
ہمراہ دیکھا تھا۔

مگر آج اسے تلخ یادوں کے سوا کسی کا سہارا نہ تھا۔

اس کی نظر گھر سے دور، مگر سامنے بیٹھے موسیٰ پر پڑی جو نہ جانے کس سے ہمکلام
تھا اور مسکرا رہا تھا۔ وہ نظارہ دیکھ کر دعا کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔

339.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(339)(ادھوراپن)

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھے بے چین سی کیفیت لیے پیچھے ہٹ گئی، پھر زمین پر بیٹھی تڑپنے لگی تھی۔اس کے آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر ہو چکا تھا اور لبوں پر نام محبت، جو اس کے درد دل کی عکاسی کر رہا تھا۔۔۔

★☆⁂☆★

"یار! اس کا رونا تو سمجھ میں آتا ہے، مگر تم۔۔۔ تم بے وجہ آنسو کیوں بہا رہے ہو؟"

مانی نے داستان عشق سن کر سانول کو ٹوکتے ہوئے پوچھا تھا۔

سانول نے بے بسی کے عالم میں چیخ کر کہا:

اب رونے کے سوا بچا ہی کیا ہے؟ جب اتنی محبت کرنے والا ہمدرد انسان مل رہا" تھا تو کیوں دعا نے خود کو جھکنے نہ دیا؟ کیوں اس نے موسیٰ کے جذبات کی قدر نہ کی "اور میرے یار کو اتنا بے بس کر دیا کہ وہ زندگی سے ہی منہ پھیر گیا؟

سانول اپنے جذبات پر قابو کھو چکا تھا۔ مانی نے ایک لمحے کے لیے اسے سینے سے لگا کر سنجیدگی سے کہا:

ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ مگر یوں کسی ایک کے لیے اپنے جذبات کا اظہار کرنا تو نا" انصافی ہے۔ جہاں تک میں اس داستان کو سمجھ پایا ہوں میری تو یہی رائے ہے کہ دعا بھی اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھی۔ اس نے بھی تو کسی نا کسی طرح اپنے جذبات کی ترجمانی کرنی تھی۔ مانا کہ اس کے انداز میں تلخی اور دل میں نفرت تھی، مگر اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک تھی۔ اسے تو حامد انکل کی باتیں رک جانے پر مجبور کر رہی ہوں "گی، جو ان دونوں کے عشق میں رکاوٹ تھیں۔

سانول نے کچھ حد تک خود کو سنبھالا اور کہا:

"ہاں شاید، جو تم نے کہا وہی حقیقت ہو۔"

دونوں ایک دوجے کو گھور کر مسکرا دیے اور سانول نے موضوع بدلتے ہوئے

:اس سے پوچھا

اچھا، یار! باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ تم یہ بتاؤ شاپنگ کا کیا پروگرام ہے؟ چلیں یا"

"پھر لڑکی والوں کے ساتھ جاؤ گے؟

:مانی نے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ کر اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے

نہ بابا نہ، یہ غلطی پھر سے دہراؤں۔۔۔ توبہ ہے میری۔ ماما، بابا جو مرضی کہیں،"

"مگر شاپنگ پہ صرف تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

:سانول نے طنزاً ہنس مکھ انداز میں پوچھا

"کیوں جناب! لڑکی کے نام سے شرما گئے ہو؟"

نہیں یار! شرمانے کی بات نہیں ہے، بلکہ خوف آتا ہے گزرے پل یاد کر کے۔"

"اس لیے اب اور برداشت نہیں ہے۔

340.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(340)(ادھوراپن)

:سانول نے اس کے شانے تھپتھپا کر کہا

چل یار! ہم گھر چل کر انکل، آنٹی سے بات کر لیتے ہیں اور پھر شاپنگ کا"

"پروگرام بناتے ہیں۔

مانی نے رضامندی کے اظہار کے ساتھ چائے کا آخری گھونٹ پیا اور اٹھتے ہوئے

:بولا

"تمھارے گھر والے کب تک آئیں گے ؟"

:اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچ کر کہا

وہ بھی ایک دو دن تک آجائیں گے، لیکن ابھی چل گھر چلتے ہیں۔"گھر کی راہ"

داری پر قدم بڑھاتے ہوئے سانول نے سگریٹ سلگا کر دو تین کش لگائے۔

اسلام آباد کے موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے وہ دونوں گھر پہنچے تو رات کے

ساڑھے دس بج رہے تھے۔

جمال صاحب اور ان کی بیگم نے مانی کو آڑے ہاتھوں لیا۔

:خدیجہ نے سخت لہجے میں کہا

اب تو کچھ دن آرام سے گھر بیٹھ جاؤ۔ کچھ روز میں تمہاری شادی ہے اور تمہیں"

"کاموں سے ہی فرصت نہیں۔

:سانول نے یک دم اپنے دوست کی طرف داری میں کہا

آنٹی! ہم لوگ کام سے نہیں بلکہ کچھ دیر انجوائے کے لیے گی ئے تھے۔اور فکر"

کی کوئی بات نہیں ہے، ریسٹورنٹ وغیرہ کے کام بھروسے مند انسان کے ہاتھ

"میں ہیں۔

:جمال صاحب نے سکھ کی سانس لیتے ہوئے کہا

یہ تو اچھی خبر سنائی ہے تم نے۔ نہیں تو میں اب تک یہی سوچ کر پریشان ہو رہا"

"تھا کہ یہ کہیں کاموں میں ہی الجھا رہا تو شادی کس کی کروائیں گے۔

:سانول مسکراہٹ بھرے انداز میں کہنے لگا

"انکل! یہ جب تک میرے ساتھ ہے، آپ لوگوں کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بھائی مانتا ہوں اسے اپنا۔"

"اچھا، بیٹا! تم دونوں کل سے صرف شادی کی تیاریوں پر توجہ دو۔ میں بھی کل کچھ قریبی اور دوست احباب کو دعوت نامے بھجوادوں گا۔" وہ ایک طویل لسٹ تیار کرتے ہوئے سانول کی طرف متوجہ ہوئے:

"سانول! تم جانتے ہو سارے انتظامات تمہیں ہی دیکھنے ہیں، اس لیے جو بھی ضروریات ہوں بلا جھجک مجھے بتا دینا۔"

"انکل! میں نے کہا نا آپ بے فکر رہیں۔" کہتے ہوئے وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔

جمال صاحب نے اپنی بیگم کو متوجہ کیا:

"بیگم! کوشش کریں کل آپ بھی بچوں کے ہمراہ جا کر اپنی شاپنگ وغیرہ مکمل کر لیں۔ اور جب آپ کی سہیلی آجائے تو آپ دونوں لڑکی کے لین دین بھی دیکھ لینا، اور ہو سکے تو آیت کو یہیں بلوا کر اس کی پسند سے لڑکی کے لیے شاپنگ بھی کر لینا۔"

341.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(341)(ادھوراپن)

:وہ 'ٹی وی' کے سامنے سے اٹھ کر جمال صاحب کے قریب آئیں اور کہا
ٹھیک ہے سب ہو جائے گا۔اب ویسے بھی آدھی شاپنگ تو پہلے ہی ہو رکھی "
"ہے۔
:جمال صاحب نے گردن ہاں میں ہلائی اور سانول کو ایک نظر دیکھ کر کہا
اچھا، بیٹا! ابھی تم دونوں جاؤ اور آرام کر لو۔کل سے ویسے بھی مصروفیات "
"ہوں گی تو موقع نہیں ملے گا۔
:اب وہ مانی کی طرف متوجہ تھے

"ہاں بھئی! کیا وجہ ہے اس بے وفائی کی، جو ہمارا بیٹا اب ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہی بھول گیا؟

ابھی سے اگر یہ حالات ہیں تو شادی کے بعد تو ہم آپ سے ملنے کو بھی ترسیں گے شاید!"

انہوں نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔ یہ سن کرمانی یک دم ان کے سینے سے لگ کر سنجیدگی سے بولا:

"نہیں، بابا! ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ جانتے تو ہیں میرے جینے اور مرنے کی وجہ تو آپ دونوں ہیں، پھر میں بے وفائی کیوں کروں گا؟" اس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا: "بس تھوڑا ماضی کی تلخیوں سے گھبرا جاتا ہوں کبھی کبھار۔"

جمال صاحب نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ تسلی دیتے ہوئے اسے سمجھایا:

"صدا خوش رہو اور خوب ترقی کرو، تاکہ تمہیں کوئی نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر پائے اور رب تعالیٰ کے سوا کسی کی محتاجی کا سامنا نہ ہو۔ اب جو گزر گیا اسے

بھول جاؤ، مجھے بھروسہ ہے میرے بیٹے کی بہادری پہ۔اور یوں مایوسی کی باتیں

"تمہیں زیب نہیں دیتیں۔

:خدیجہ نے بھی اسے پیار کیا، پھر یہ کہہ کر دونوں کو کمرے میں بھیج دیا

جاؤ بیٹے! تم لوگ کمرے میں جاؤ۔ میں چائے بھجوادیتی ہوں۔"سانول نے"

:ہامی بھری اور مانی کو کمرے میں لے جاتے ہوئے بولا

ہاں، آنٹی! آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ ڈالی، چائے تیار ہو جائے تو مجھے "

"بول دیجیے گا، میں آکر لے جاؤں گا۔

:کمرے میں جاتے ہی مانی نے بے صبری کے عالم میں چلانا شروع کر دیا

بس، سانول! اب اور صبر نہیں ہو رہا مجھ سے۔"

"مجھے بتاؤ اس رات موسیٰ اور دعا کی ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟

سانول نے اسے بارہا سمجھایا کہ :"اُس کی شادی کے بعد باقی کی کہانی سناؤں گا،

"چند روز کی ہی تو بات ہے۔

مگر اس کی ضد اور انوکھی خواہش نے سانول کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔



342.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(342)(ادھوراپن)

:مانی کے خدشات بھی بجا تھے کہ

شادی کے بعد اس کی بیوی کیا معلوم اسے کسی سے ملاقات کی اجازت دے نہ "
دے، کیا بھروسہ، کیا معلوم ہم دونوں کا مزید ساتھ ہو گا یا نہیں۔اور ویسے بھی

سانول تم میری شادی کے بعد خود ہی مجھے چھوڑ جانے کا ارادہ رکھتے ہو، تو اب
"کوئی بہانے بازی نہیں چلے گی۔
سانول بے بسی کے عالم میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا اور طویل خاموشی کے بعد
: گہری سانس لے کر کہنے لگا
"چل اب اگر تمہاری یہی آرزو ہے تو پھر بتا ہی دیتا ہوں۔"
پھر اسے لیے ماضی میں کھو گیا۔

★☆...☆★

دعا! رات گئے یہی سوچتی رہی کہ اسے موسیٰ سے مل کر اس کی بات سن لینی
چاہیے یا نہیں؟ اسے موسیٰ کو معاف کر دینا چاہیے یا نہیں؟
وہ بے چین تھی۔ نہ سو پائی، نہ ہی اپنے دل و دماغ سے اس کی یادوں کا بوجھ اتار پا
رہی تھی۔ کافی سوچ بچار کے بعد اسے سب خیالات اور دماغ میں اٹھتے ہوئے
سوالات کا ایک ہی جواب ملا تھا۔ بالکل نہیں، نہ ہی مجھے اس سے بات کرنی ہے
اور نہ ہی اسے کبھی معاف کروں گی۔ اگر میں نے ایسا کیا تو یہ محبت کی توہین
ہو گی۔ اور میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں محبت میں

بے وفائی کرنے والے اور اپنے والدین کی بے عزتی کرنے والوں کو اتنی آسانی سے معاف کر دوں۔

محبت کے بھی نہ جانے کتنے چہرے ہوتے ہیں جو وہ ہر موڑ پر نیا چہرہ دکھانے لگتی ہے۔نہ جانے کتنے رنگ ہیں جو ہر فرصت میں بدل جاتے ہیں۔

دعا کو موسیٰ کے کیے جتنے وعدے اور محبت میں کیے دعوے یاد آئے۔اس کے دل میں موسیٰ کے خلاف اتنی ہی نفرت پیدا ہونے لگی تھی۔اس نے رات بھر کوشش کی کہ وہ کھڑکی سے جھانک کر اسے دیکھ لے،نہ جانے وہ کس حال میں پڑا ہو؟ مگر۔۔۔مگر ہر بار اس کے دل میں یہی خیال آیا کہ اگر اسے میرا یا میری محبت کا تھوڑا بھی خیال ہوتا تو وہ اتنا تماشا نہ کرتا۔

جو کچھ موسیٰ کے ڈیڈ نے اس کے گھر پر کیا تھا وہ چاہ کر بھی وہ سب بھلا نہ پائی تھی۔

صبح جب وہ انسٹیٹیوٹ کے لیے تیار ہو کر آئینے کے سامنے گئی،تو اپنا سفید رنگ کا جوڑا دیکھ کر بے ساختہ رو پڑی۔اسے وہ لمحات یاد آنے لگے جن لمحات میں موسیٰ نے کبھی نہ بچھڑنے اور ساتھ نبھانے کے وعدے کیے تھے۔

343.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(343)(ادھوراپن)

شاید وہ رشتے والے دن کے اس عجیب لمحے سے ڈر سی گئ تھی۔اسے محبت نام سے ہی نفرت ہونے لگی تھی۔تو اچھے کی توقع کرنا بھی اب دعا سے۔۔۔یہ تو اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے جیسا تھا۔

وہ خیالات کی دنیا میں کہیں دور نکل چکی تھی۔

(کچھ عرصہ قبل وہ،موسیٰ اور عائشہ ایک ریسٹورنٹ میں دن کا کھانا کھا رہے تھے۔عائشہ بہت دیر سے موسیٰ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی،اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگی:

"یار، موسیٰ! تم دعا سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

:وہ یک دم حیران کن انداز میں اسے گھور کر بولا

"آپی! یہ کیسا سوال ہے؟ آپ سب جانتی تو ہیں۔"

ہاں شاید، مگر ابھی تمہاری زبان سے سننا چاہوں گی۔ میں تمہارے لبوں سے "

"یہ سننے کے لیے ایک مدت سے بے چین ہوں۔

:اس نے بلا تمہید صرف اتنا کہا

آپی! میں اتنی محبت تو نہیں کرتا جو سننے یا دیکھنے کے لیے آپ بے چین ہیں، مگر "

جو محبت مجھے دعا سے ہے اسے لفظوں میں بیاں کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔

"مختصراً کہوں تو میں دعا سے محبت کیے بنا سانس لینا ہی بھول جاؤں۔

:وہ اسے سرہاتے ہوئے بولی

واہ یار! میرا بھائی تو اس صدی کا رانجھا نکلا۔ میں تو کسی فلم یا ڈرامے کا معمولی "

ہیرو سمجھتی تھی اپنے پیارے کو۔

اچھا، تو فرض کرتے ہیں۔ اگر تم سو رہے ہو، یا دعا کے ساتھ تو ہو مگر آس پاس نہیں اور تمہاری اشد ضرورت ہوا سے تو تم کیا کرو گے؟ مطلب یہ اپنی زبانی

"اپنے تحفظات کا اظہار تو نہیں کر پائے گی، لیکن خدانخواستہ کسی مشکل میں ہو؟

وہ عجیب و بے معنی باتیں کر رہی تھی، مگر محبوب کی حفاظت کی بات آئے اور عاشق سمجھ نہ پائے۔۔۔ کیسے ممکن ہے۔ اس نے قہقہہ لگا کر عائشہ کو دیکھا اور

دیوانہ وار بولا:

میں محبت کرتا ہوں دعا سے اور یہ میرے جینے کی ایک ہی توجہ ہے۔ اور اگر" کوئی مجھ سے میری سانسیں چھیننے کی کوشش کرے گا تو مجھے معلوم نہیں پڑے گا کیا؟ ایسے کیسے۔

آپی! اگر میں مر بھی جاؤں نا تو کبھی اسے نہیں بھول سکتا، کیونکہ مجھے بھولنے یا دھوکا دینے کا ہنر نہیں سکھایا گیا۔"

اس کے لبوں سے مرنے کی بات سن کر دعا نے یک دم اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بھیگی پلکوں سے اسے دیکھا۔ اور اپنی گردن نفی میں یوں ہلائی جیسے اسے دوبارہ ایسا کہنے سے خبر دار کر رہی ہو۔

344.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(344)(ادھوراپن)

عائشہ دونوں کی محبت اور احساسات سے بے حد متاثر ہوئی اور لاجواب ہو کر پوچھنے لگی:

"کیا محبت کسی نعمت جیسی ہوتی ہے؟"

موسیٰ نے معصومانہ انداز میں جواباً کہا:

"زندگی سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے اور محبت تو زندگی سے بھی افضل تحفہ ہے، جس کے بنا زندگی جینا یا گزارنا ایک برابر یا پھر بے وجہ، بے معنی اور ضائع ہی سمجھ لیں۔"

:دعا کے خیالات کی ڈور کلثوم کے پکارنے پر ٹوٹی تھی

"دعا۔۔۔دعا! جلدی کرو لیٹ ہو جاؤ گی۔"

وہ گھبرا کر آواز کی جانب متوجہ ہوئی، پھر آئینہ دیکھ کر اپنا حلیہ ٹھیک کرتے ہوئے گالوں پہ بکھرا ہوا کاجل صاف کر کے اپنے حواس پر قابو پا کر کمرے سے باہر آ گئ۔ کلثوم نے اس کی راہ روک کر اس کے مرجھائے چہرے اور پھیکے پڑے رنگ کی وجہ پوچھنا چاہی، مگر اس نے غصے سے اپنی نگاہیں پھیرتے ہوئے اپنی راہ لی، جو پل کلثوم کے دل کو ریزہ ریزہ کر گیا تھا۔

دعا گاڑی میں بیٹھ کر انسٹیٹیوٹ کے لیے نکل رہی تھی کہ دور بیٹھے ایک شخص۔۔۔یعنی موسیٰ پر اس ایک نظر پڑی، جو ایک چادر خود پہ لیے بیٹھا تھا۔ جسے دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی درد کا مارا نہ جانے کب سے کسی ہمدرد کے انتظار میں ہو۔ وہ تو۔۔۔۔

:مانی نے سانول کی بات کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں کہا

یار! ایک محبت کا مارا شخص جو محبوب کی محبت میں جوگی بن چکا ہو، اپنا شہانا طرِ زندگی چھوڑ کر کسی کے انتظار میں ساری رات کھلے آسمان تلے گزار دے۔ اس سے بڑا درد کا مارا اس دنیا میں کون ہو سکتا ہے؟ جو محبت کی بھیک کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دے۔

سانول! میں اس گستاخی کے لیے معافی چاہتا ہوں، مگر یہ کہے بنا مجھ سے رہا نہ گیا۔ تم جاری رکھو۔"

سانول نے اس کی بے بسی کو محسوس کیا اور خاموشی سے اسے جھنجلاتا دیکھ کر مسکرا دیا۔ جس کا مطلب تھا اسے مانی کی اس گستاخی پر غصہ نہیں آیا، جو مانی کی امنگوں کے عین مطابق تھا۔

سانول پھر سے ماضی میں جا پہنچا۔



دعا نے اسی پر بس نہیں کی تھی، بلکہ اس کا موم سا دل پتھر جیسا سخت ہو چکا تھا۔

وہی موسیٰ جس کا پیر نیچے رکھنے پر بھی دعا تکلیف محسوس کرتی تھی، آج اسے اس بدتر حالت میں دیکھ کر بھی اسے کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ اس نے اسے دیکھ کر یوں منہ پھیر لیا، جیسے وہ کبھی موسیٰ کو جانتی ہی نہ تھی۔



345.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(345)(ادھورا پن)

جب اس کی گاڑی موسیٰ کے قریب پہنچی تو موسیٰ ہاتھ جوڑے اٹھ کھڑا ہوا اور دعا کو دیکھنے لگا۔

ڈرائیور نے کچھ روپے نکال کر اس کے سامنے پھینک دیے اور اتنا ہی نہیں، بلکہ دعا کو متوجہ کر کے کہا:

میڈم ! اگر آپ نے بھی کوئی صدقہ خیرات کرنی ہو ہو تو اسے ہی دیتی چلیں۔"

"لگتا ہے بہت دکھوں کا مارا ہے۔

دعا نے غصے بھری نظروں سے ڈرائیور کو گھور کر آگے بڑھنے کو کہا، مگر اپنے محبوب کی بے حال حالت، جو اس نے دعا کے لیے چند روز میں بنالی تھی، اس پر اسے ترس نہ آیا تھا۔

وہ ہر روز وہاں سے گزرتی اور موسیٰ بھی کچھ کہے بنا بے بسی کے عالم میں التجائیہ طور پر ہاتھ جوڑے کھڑا ہو جاتا۔ اس بات کی پرواہ کیے بنا کہ وہ کون ہے اور اس کا تعلق کس جانی مانی بزنس فیملی سے ہے۔

لوگ اس کی حالت زار پر افسوس کرتے اور ترس کھا کر کچھ نا کچھ اسے دے جایا کرتے تھے، جس سے اس کا گزر بسر اچھے سے ہو جائے۔ مگر وہ بے زبان بن کر ہر دکھ ہر تکلیف برداشت کرتا رہا۔

کلثوم نے دعا کو بہت سمجھایا، مگر اس کا پتھر دل کہ پگھلنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

موسیٰ کو گھر چھوڑے کافی عرصہ بیت چکا تھا۔

اس روز دعا کو اس کے آپریشن کی ختمی تاریخ بھی مل گئ تھی۔ جس کی بدولت وہ خوشی خوشی گھر کے قریب پہنچی، مگر موسیٰ کو دیکھتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔اس کی آنکھوں کی چمک خشک پتوں کی طرح جڑھنے لگی۔

یہ وہی موسیٰ تھا جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے دعا کو ہفتوں انتظار کے ساتھ ساتھ خدا سے التجائیں کرنی پڑتی تھیں۔اور جب اس کا سامنا موسیٰ سے ہوتا، تو اس کی سانسیں اور دھڑکنیں نارمل ہونے لگتی تھیں۔

قدرت تو پھر کھیل بھی اپنے انداز میں کھیلتی ہے۔



"اب نہ جانے اس محبت کے کھیل میں کامیابی کس کی اور ناکام کون ؟"

:سانول نے گہری سانس چھوڑ کر خود کلامی کی تھی، پھر افسوس جتاتے ہوئے بولا

ہر مشکل کے ساتھ آسانی تو ہے، بجا۔ مگر محبت کے ہر قدم پر آسانی کی بجائے" مشکل اور پھر مشکل کے بعد ایک نئ مشکل۔

"خدایا! کیوں بنائی یہ محبت ؟ اگر محبت بنائی تو اتنے درد اور آزمائشیں کیوں ؟

وہ نگاہیں آسمان کی طرف بلند کیے بڑبڑا رہا تھا۔
یہ سب دیکھ کر مانی کو بھی کچھ کہنے کا موقع ملا، جس موقع کی تلاش اسے ہر پل رہتی تھی۔ وہ کہنے لگا:



346.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(346)(ادھورا پن)

"یار سانول! واقعی دعا اتنی خود غرض ہو گئی تھی؟"
نہیں، مانی! وہ خود غرض نہیں تھی، بلکہ دیکھا جائے تو اپنی جگہ بالکل ٹھیک" تھی۔ بس وقت اور قسمت کے ہاتھوں مجبور تھی۔ چونکہ وہ سچائی سے کوسوں دور اپنی دنیا میں سانسیں لے رہی تھی۔

موسیٰ اس کے برتاؤ سے تنگ آگیا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ اپنے طریقے سے دعا سے بات کرے گا۔

وہ کہتے ہیں نا۔۔۔"جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے"۔ موسیٰ کے دماغ میں بھی اب یہی کچھ چل رہا تھا۔

اس صبح موسیٰ اس کے گھر کے سامنے پہنچا اور چاروں اطراف کا جائزہ لے کر گھنٹی بجانے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا تھا۔ مگر ٹیرس میں کھڑی کلثوم نے دھیمی سی آواز میں اسے پکارا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا کہا۔

اس نے اپنا ہاتھ تو روک لیا، مگر وہیں کھڑا رہا۔

کلثوم نے بے بسی کے عالم میں ہاتھ جوڑے دھیمے لہجے میں کہا:

"پلیز! یہاں سے جاؤ۔ میں خود آتی ہوں تم سے ملنے۔"

وہ اب اشاروں اور سرگوشیوں کی زبان سمجھنے کا عادی ہو چکا تھا، اس لیے چپ چاپ وہاں سے چلتا بنا۔ کلثوم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہری سانس لی اور یک

دم پیچھے ہٹنے لگی۔وہ ایک طرح سے مکمل پھنس چکی تھی کہ وہ اب کس کی بات مانے، موسیٰ کی یا پھر دعا کی؟

وہ اپنے کمرے میں گہری سوچوں میں گم صم ٹہل رہی تھی اور کافی سوچ بچار کے بعد ایک نتیجے پر پہنچی، پھر بڑ بڑائی:

"آج دعا کا آپریشن ہے تو میں اسی بہانے دعا کے ساتھ ہسپتال جاؤں گی، پھر موسیٰ اور دعا کی ملاقات بھی کروا دوں گی۔"

اس سوچ سے اس کے دل کا بوجھ کافی ہلکا ہوا تھا۔وہ مزید وقت برباد کیے بنا باہر لان میں پہنچی، جہاں دعا گھر سے بابا کے ساتھ نکل رہی تھی۔کلثوم دوڑ کر گیراج میں پہنچ گئی اور یک دم بابا سے کہا:

"بابا! آپ رہنے دیں، ناشتہ کر کے آرام سے آجایئے گا۔میں دعا کو ہسپتال لے جاتی ہوں۔"

اس نے ڈرائیور سے گاڑی کی چابی لے لی اور دعا کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہا، جو کچھ بھی کہے سنے بنا بیٹھ گئی۔

نصیر صاحب نے نرم لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا:

ٹھیک ہے بیٹی! تم ساتھ چلی جاؤ، مگر ڈرائیور کو ساتھ لیتے جاؤ۔ تمہیں تو پتا ہے"
اس وقت دفاتر اور اسکولز وغیرہ کے اوقات کار میں کتنا رش ہوتا ہے اور گاڑی
"چلانا کافی محال ہو جاتا ہے۔



347.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(347)(ادھوراپن)

آج اسے ہر گز یہ قبول نہیں تھا کہ کوئی بھی اسے روکنے کی کوشش کرے۔ اس
: نے اداس نظروں سے نصیر صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا

"کیوں، بابا! اپنی اس بیٹی پر بھروسہ نہیں ہے؟"

"ارے نہیں، بیٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے، مگر۔۔۔۔"

:وہ تیزی سے ان کی بات کاٹتے ہوئے بولی

بابا! اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر آپ مجھے نہیں روکیں گے۔ میں وعدہ کرتی"

"ہوں میں کوئی لاپروائی نہیں دکھاؤں گی اور دعا کا خیال رکھوں گی۔

آخرِکار کلثوم نے انہیں منالیا اور خوشی خوشی "خدا حافظ" کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"اچھا، بیٹی! پہنچ کر فون کر لینا اور خیال سے جانا۔"

آپ بے فکر ہو جائیں۔ "اس نے گاڑی سے باہر مڑ کر دیکھا اور دعا کو لیے نکل" گئی۔

اس نے گھر سے تھوڑی دور گاڑی روک کر دعا کی طرف دیکھا، جو گہری سوچوں میں الجھی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

:وہ چند لمحات اسے دیکھ کر مسکراتی رہی اور پھر سنجیدگی سے کہا

"دعا! خدارا مجھے معاف کرنا، مگر میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔"

وہ بے ساختہ اس کی طرف حیران کن انداز میں پلٹی اور اشارتاً اُس کی سب باتوں کا مطلب پوچھنے لگی۔

:کلثوم نے سرد لہجے میں، مگر سنجیدگی سے کہا

تم جانتی ہو دعا! مجھے تمہاری عزت اور تمہاری پرواہ ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ "
مجھے موسیٰ کی زندگی بھی بے حد عزیز ہے، کیونکہ میں جانتی ہوں وہ بے قصور
"ہے۔

اس سے قبل دعا اس کی باتوں پر کوئی رد عمل دیتی، اس نے اپنی بات جاری رکھتے
:ہوئے مزید کہا

دعا! تمہیں ماں، بابا کی قسم ہے، آج تم کوئی تماشا نہیں کرو گی۔وعدہ کرو مجھ "
"سے؟

:اس نے اپنے انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہا

"مگر کیوں بھابی؟"

"اگر، مگر بعد میں۔پہلے تم وعدہ کرو، پھر بتاتی ہوں۔"

مانو کہ اس نے دعا کو کسی بڑی مشکل میں ڈال دیا تھا۔دعا نے کچھ لمحات کی سوچ
بچار کے بعد گہری سانس چھوڑتے ہوئے اپنی گردن ہاں میں ہلا دی۔۔۔یعنی وہ
وعدہ کر چکی تھی۔

"اچھا، میری جان! اب میری بات اور زبان کا مان رکھ لینا پلیز۔ میں کبھی بھی تمہاری بہتری سے ہٹ کر تمہارے لیے کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔ اور میں جانتی ہوں یہ سب تمہارے لیے مشکل ضرور ہے، مگر آج اپنی بھابی کی زبان کی لاج رکھ لو۔۔۔ پلیز!"



348.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(348)(ادھوراپن)

دعا نے مسکراہٹ بھرتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے دبا کر پلکوں کے اشارے سے بات مکمل کرنے کو کہا۔

کلثوم نے اپنے آنسو پونچھ کر رنجیدگی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا:

دعا! تم جانتی ہو موسیٰ پچھلے آٹھ ماہ سے تم سے مل کر ان گناہوں کی معافی مانگنا" چاہتا ہے، جو اس نے کیے بھی نہیں، ماسوائے تم سے محبت کے۔ تم پلیز ایک دفعہ اس کی بات سن لو تا کہ اسے چین آ جائے۔ نہیں تو ایک معصوم زندگی برباد ہو جائے گی۔ دعا! وہ زیادہ وقت نہیں لے گا تمہارا، بس یہاں سے ہسپتال تک کا ہمسفر بنے گا۔ اور میں تمہارا وہیں انتظار کروں گی۔ اب اگر تمہیں اپنی بھابی پر "بھروسہ ہے تو تم انکار نہیں کرو گی۔

:دعا خوف زدہ تو تھی، مگر کلثوم نے اسے بھروسہ دلایا اور مزید کہا

لوگ تو باتیں بناتے اور کرتے رہیں گے، ہم کبھی انہیں خوش یا خاموش نہیں" کرا سکتے۔ اس لیے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر تم دونوں کے بیچ جو بھی خلش ہے "اسے دور کر لو۔

اب وہ کیسے انکار کرتی، کبھی محبت جو کی تھی اس نے۔ وہ بے چین سی کیفیت میں خود کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

تھوڑے انتظار کے بعد موسیٰ گاڑی کے قریب آ کر رکا، اس کی حالت دیکھ کر کوئی بھی ترس کھا جائے۔ دعا نے اپنے دل اور جذبات کو پس پشت ڈالتے ہوئے

جھوٹے منہ ہی سہی، لیکن اسے گاڑی کے اندر آنے کا اشارہ کیا، جو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خوشی کی سی چمک آئی۔ وہ سارے دکھ، درد اور تکالیف بھول کر نئے عزم سے اس کے سامنے پیش ہوا تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے سب سے پہلے ترسی ہوئی نگاہوں سے دعا کو دیکھا، پھر کہا:

"کیسی ہو تم؟۔۔۔۔"

اس کی آواز میں وہی شدت تھی جو سن کر کبھی دعا سانس لینا ہی بھول جایا کرتی تھی۔ آج بھی اس کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں، مگر وہ ساکن بیٹھی رہی۔

موسیٰ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا:

"میں تو اب بالکل ٹھیک ہوں تمہارا اتنے قریب سے دیدار کرنے کے بعد۔"

وہ لبوں پہ مسکان لیے دعا کے جواب کا منتظر رہا، مگر اس نے نگاہیں پھیر لیں، پھر چھپ چھپا کر آنسو پونچھنے لگی۔

موسیٰ نے مایوس کن انداز میں کہا:

اچھا! معاف کرنا۔ میں شاید کچھ زیادہ ہی بول گیا۔ لیکن دعا! یہاں دیکھو میں" اپنے ہاتھ جوڑ کر پوچھ رہا ہوں۔

میں نے ایسا کیا کیا ہے جو تم مجھ سے اس قدر بدگمان ہو چکی ہو؟ کیا تمہیں میری محبت پہ بالکل یقین نہیں رہا؟"

مگر مجال ہے اس نے موسیٰ کی طرف مڑ کر بھی دیکھا ہو۔ موسیٰ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اسے بس انتظار تھا دعا کے اگلے اشارے کا۔

وہ کچھ دیر ساکن بیٹھا رہا اور دونوں نے جی بھر کر ایک دوجے کا دیدار کیا تھا۔ مگر ایک کے دل میں وہی پرانی محبت کے جذبات تھے، جبکہ دوسری جانب محبت کے بیچ نہ سمجھ آنے والی بے وجہ کی نفرت۔



349.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(349)(ادھوراپن)

دعا کے دل میں پھر سے بدلے کی آگ بھڑک رہی تھی۔اس نے موسیٰ کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا اور خود بائیں طرف کی کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔

:موسیٰ مسکرا کر اسے گھورتے ہوئے بولا

تمہیں پورا حق ہے۔جی چاہے تو میری جان بھی مانگ لو، مگر خدارا ایک دفعہ "
"! مسکرا کر مجھے دیکھ لو۔میں تمہاری مسکراہٹ دیکھنے کو ترس گیا ہوں یار

موسیٰ ایک ایک کر کے بیتے لمحات اور دونوں کے بیچ ہوئی غلط فہمی سے اسے آگاہ

:کرنے لگا اور اپنے جذبات کا اظہار بھی کیا تھا اس نے

دعا! میں یہاں تمہیں یہ کہنے بالکل نہیں آیا کہ میں صحیح تھا یا لوگ غلط تھے یا"
میری کوئی غلطی نہیں تھی۔

محبت میں غلط تو انسان ہی ہوتا ہے، محبت نہیں۔

میں یہاں تم سے ان تمام گناہوں اور غلطیوں کی معافی مانگنے آیا ہوں، جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے سرزد ہوئے تھے۔میں گناہ گار ہوں تمہارا، ہماری محبت کا بھی، مگر کسی بھی مسئلے کا حل ناراضی یا یوں بے رخی ہرگز نہیں ہوتی۔تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔اگر چاہو تو میں تمہارے گھر والوں کے پاؤں میں گر کر معافی

مانگ لوں گا۔اور تم مجھے نہ سہی تو میرے گھر والوں کو تو معاف کر دو۔ تم میرا یقین کرو، میرے ڈیڈ اور میری، تمہارے رشتے کو لے کر ماسوائے میری خواہش کے اظہار کے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔وہ تمہارے گھر اپنا آخری فیصلہ لے کر نہیں آئے تھے بلکہ تمہارا ہاتھ مانگنے آئے تھے۔ معلوم نہیں جو ہوا انہوں نے
"!وہ سب کیوں کیا؟ مگر جو ہو گیا اسے بھول جاؤ، پلیز

اب تک دعا نے اس کی کسی بھی بات پر نہ ہی کان دھرے اور نہ کوئی دلچسپی دکھائی تھی۔

:اس کے عجیب رد عمل پر موسیٰ نے سخت لہجے میں پوچھا

کیا تم سن رہی ہو؟ تم جانتی تو ہو تم میرے جینے کی ایک ہی وجہ ہو۔اور اگر تم ہی" یوں راستے جدا کر لو گی تو میرا کیا بنے
"گا؟۔۔۔

دعا نے تنگ آکر غصے بھری نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف اشارہ کیا، پھر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

موسیٰ چونکہ اس کی ہر بات کو سمجھ لیا کرتا تھا تو اس نے بلا تعطل گاڑی سڑک پر دوڑا دی۔

تھوڑی مسافت کے بعد وہ پھر سے اپنی ادھوری بات مکمل کرنے کے لیے ہنس مکھ انداز میں بولا:

"دیکھو نا، میں نے اپنے گھر والوں سے علیحدگی کر لی ہے، کیونکہ تمہارے بنا میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اور جن لوگوں نے تمہیں تکلیف دی اب میں مزید ان کے ساتھ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

350.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(350)(ادھوراپن)

اب تم بھی اپنا غصہ تھوک دو، میں ہر وہ کام کرنے کو تیار ہوں جو تم چاہتی ہو۔

"پلیز دعا! پلیز مان جاؤ۔

وہ سمجھتی تھی محبت میں پر عاشق یونہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے، اس کی سوچ کی حقیقت اس کے برعکس نکلی تھی۔

وہ تھا تو عاشق، مگر وہ بہکا ہوا شخص بالکل نہیں تھا۔

دعا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر انگلیوں کے بیچ فاصلہ رکھے اسے غصے سے گھورا۔ اور یک دم چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے انگلی کے اشارے سے اسے خاموش ہو جانے کو کہا، جس پر وہ سہم سا گیا اور یک دم چپ سادلی تھی۔

دعا اپنے والدین کی بے عزتی کے بعد اپنا پیار، محبت، عشق اور اپنی پسند، ناپسند سب کچھ بھول جانا چاہتی تھی۔ جو آسان تو نہیں تھا مگر وہ کوشش کرتی رہی تھی۔

اب اس کا صرف ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ اسے اپنے والدین کی بے عزتی کا جواب دینا ہے۔ یہی وجہ تھی اس کے دل میں موسیٰ اور اس کے گھر والوں کے

لیے حد سے زیادہ نفرت بھڑنے لگی تھی۔ وہ دن، رات بس یہی سوچتی کہ کب اس کا آپریشن ہو اور وہ اپنے مقاصد حاصل کر سکے۔

موسیٰ نے پھر سے معصومانہ انداز اپناتے ہوئے اسے مخاطب کیا اور پوچھنے لگا:

"ایک بات کہوں گا اگر برا نہ مناؤ تو؟"

دعا خاموش رہی تھی۔ موسیٰ خود سے بات آگے بڑھاتے ہوئے پھر سے پوچھنے لگا:

"اگر میرے گھر والے تمہارے والدین اور تم سے معافی مانگ لیں تو کیا تم اپنا فیصلہ بدل کر میری ہو جاؤ گی؟۔۔۔۔"

اس بار دعا کے غصے کی شدت اس قدر شدید تھی کہ اس نے اپنا ہاتھ زور سے سر پر مارا اور اشارتاً موسیٰ کو گاڑی روکنے کی کہی۔ موسیٰ نے کچھ خاص توجہ نہ دی اور بولتا ہی چلا گیا:

"اگر تم انہیں معاف نہیں بھی کر سکتیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں تو انہیں چھوڑ چکا ہوں، تو اب تم سب کچھ بھول کر مجھے اپنا لو۔ ہم دونوں شادی کر لیتے ہیں۔ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

شادی کی بات سے وہ مزید تہش میں آ گئی۔ وہ چلتی گاڑی سے کودنے کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر کی جانب جھکی ہی تھی کہ موسیٰ نے یک دم چلاتے ہوئے اس کا بازو کس کر پکڑ لیا۔ اور۔۔۔ اور ساتھ ہی بمشکل گاڑی کو کنٹرول کیا، جو کافی خطرناک تھا۔



351.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(351)(ادھوراپن)

سیٹ بیلٹ کی وجہ سے دعا کو کودنے میں کچھ دیر لگی، جس کی بدولت موسیٰ نے سب کچھ سنبھال لیا تھا۔ نہیں تو بہت بڑا حادثہ پیش آسکتا تھا۔ وہ شدید غصے میں چلایا:

"پاگل ہو گئی ہو تم؟ چاہتی کیا ہو کچھ معلوم بھی ہے تمہیں؟"

اس نے افسوس جتاتے ہوئے خود ہی بات آگے بڑھائی:

"یہاں میں تمہارے لیے اپنی جان دینے کی بات کر رہا ہوں، اپنے گناہوں کی بخشش طلب کیے جا رہا ہوں اور تمہیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے۔"

گاڑی سے اتر کر اس نے ایک لمحے کے لیے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا، پھر گہری سانس لے کر کہنے لگا:

کیا۔۔۔ کیا چاہتی ہو تم؟ یہی کہ میں چھوڑ جاؤں تمہیں؟" اس کے لہجے میں" نرمی مگر آنکھوں میں بے حد سنجیدگی اور غصہ تھا۔

موسیٰ نے خود ہی سوالات کا جواب تلاشا تھا:

یہی سب چاہتی ہو نا تم۔" کہہ کر اپنی گردن نفی میں ہلائی اور آنسو پونچھ کر" ہنس دیا۔ "ارے پاگل! میں زندگی سمجھتا ہوں تمہیں، اپنی پہلی اور آخری خواہش بھی اور تمہیں مرنے کی پڑی ہے۔" وہ چیختا چلاتا رہا تھا۔ "اگر اتنی ہی نفرت ہے تو مجھ سے کہہ دیا ہوتا۔ میں بنا سوچے سمجھے اپنی جان نظرانے میں پیش کر دیتا۔ میں دیوانگی کی آخری حد تک تم سے پیار کرتا ہوں اور تمہیں چھوڑ جانے "کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پلیز یار! بس کر دو۔

کہہ کر وہ جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے سسک سسک کر رونے لگا تھا۔

کلثوم جو کافی دیر سے ہسپتال میں ان دونوں کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے کچھ فاصلے پر جب دعا کی گاڑی کھڑی دیکھی تو وہیں پہنچ گئی۔

:اس نے دونوں کی پریشانی کو بھانپ لیا تھا

"کیا ہوا دعا؟ تم لوگ یہاں کیوں رک گی ٔے سب ٹھیک تو ہے؟"

:موسیٰ جو کچھ دوری پر کھڑا تھا اس نے جواباً غصے کا اظہار کیا

"کیا۔۔۔ کیا ٹھیک ہے؟ یہ لڑکی بدلے کی آگ میں جل کر راکھ بن چکی ہے۔"

:وہ مزید پریشانی کے عالم میں پوچھنے لگی

"موسیٰ! کھل کر بتاؤ کیا ہوا؟"

:اس نے بلا تمہید کہا

ہونا کیا تھا آپی! بس اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوفہ چلتی"

"گاڑی سے کودنا چاہتی تھیں۔

یہ سن کر کلثوم کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں، اس کا چہرہ لال ہو چکا تھا اور لب کپکپائے

:تھے

:اللہ خیر کرے! یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" کہہ کر وہ دعا کی جانب پلٹی اور پوچھا"

352.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(352)(ادھوراپن)

"دعا کیا یہ سچ ہے؟"

اس نے کوئی بھی اشارہ دینے کی بجائے نظریں جھکا کر شرمندگی کا اظہار کیا تھا۔

:کلثوم سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گی اور شدید اضطراب کا شکار ہوئی

افسوس یار دعا! مجھے تم سے اس گھٹیا پن کی امید نہیں تھی۔ میں غلط تھی جو" تمہیں سلجھی ہوئی بہادر لڑکی سمجھتی تھی۔ ایک سچے جذبے اور بے پناہ محبت "کرنے والی لڑکی اس قدر خود غرض بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ توبہ ہے یار۔

:اسے دعا کے اس فعل سے بہت دکھ پہنچا، وہ موسیٰ کی طرف لپکی

"موسیٰ! میں معافی چاہتی ہوں مجھے معاف کر دینا۔"

:موسیٰ نے بڑے پن کا مظاہرہ کیا

نہیں، آپی! آپ مجھے شر مندہ کر رہی ہیں، بلکہ معافی تو مجھے مانگنی چاہیے۔" انجانے میں نہ جانے کیا کچھ کر گیا۔ لیکن جب تک دعا مجھے دل سے معاف نہیں کر دیتی میں قسم کھاتا ہوں میں یونہی سڑکوں پر بھٹکتا پھروں گا۔" کہہ کر وہ اپنی نظریں دعا پر جمائے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔

دعا اپنے اس عمل کے بعد سہم گئی تھی اور بس روئے جا رہی تھی۔

کلثوم سے اس کا دکھ برداشت نہ ہوا تو اس نے اسے سینے سے لگا کر تسلی دی:

یار! بس کرو۔ اب رونے کا کیا فائدہ، تم بھی ایک نمبر کی پاگل ہو۔ بھلا ایسا بھی" کوئی کرتا ہے۔

"تم کیوں اتنی نفرت کرنے لگی ہو اس سے؟

سوال کے بعد اس نے بلا تعطل اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اسے خبردار بھی کیا تھا۔" دعا! میری ایک بات یاد رکھنا، تم چاہو تو کہیں لکھ لو، مگر اس لڑائی میں جیت سچے پیار کی ہی ہو گی اور موسیٰ کے پیار کو تم سے بہتر کون جانے ہے۔

"وہ تمہاری اس نفرت کو ایک دن پھر سے محبت میں بدل ڈالے گا، دیکھ لینا۔

دعا نے نگاہیں اوپر اٹھا کر بے بسی کے عالم میں کلثوم کو یوں دیکھا، جیسے پوچھ رہی ہو:

"تو آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

اب وہ جواب کی منتظر یک مشت ساکن ہو گئی تھی۔

کلثوم نے اسے سہارا دیے اٹھایا، پھر مسکرا کر بولی:

"کیا تمہیں خود پر یقین نہیں رہا؟"

اس نے کچھ یاد دہانی کراتے ہوئے چٹکی بجا کر مزید کہا: "تم تو ہر فیصلہ یوں منٹوں میں کر لیا کرتی تھیں کہ دوسرے بھی رشک کرتے تھے، تو پھر آج یہ مایوسی، یہ بے بسی اور خوف کس لیے۔

دعا! تم اپنے دل سے پوچھو تمہارا دل کیا چاہتا ہے اور پھر ہی کوئی نتیجہ اخذ کرو۔

"اور خدارا یوں غصہ کرنا اور بدلے کی آگ میں جلنا چھوڑ دو۔

وہ مسکراتی نگاہوں سے کلثوم کو دیکھنے لگی اور اپنی گردن ہاں میں ہلائی، جس کا مطلب تھا وہ کوشش کرے گی۔

:کلثوم نے گہری سانس لے کر دھیمے لہجے میں کہا

"اچھا، میری جان! ابھی پریشان مت ہو تم۔پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔"

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں اور پھر ہسپتال کے اندر جانے لگیں، جبکہ موسیٰ اب وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

★☆...☆★

ہائے۔۔۔ہائے! یہ دیوانگی، محبت اور عشق۔"

نہ جانے کیوں لوگ اس کھیل کا خود کو حصہ بنا لیتے ہیں، جبکہ انہیں معلوم بھی ہوتا ہے کہ جیت ہمیشہ ہٹ دھرمی کی ہی ہوتی ہے۔ سچی محبت تو بس آنسو بہانے کے لیے دل کے آشیانے سے دربدر کر دی جاتی ہے۔

میرا اسلام ہے موسیٰ کی اس محبت اور جرأت کو، کیا شخص تھا یار۔ میں تو یہ سوچ کر تڑپ جاتا ہوں کہ کہیں میں نے محبت کر کے محبت کا مذاق تو نہیں بنا دیا، جس کی

"سزا میں اب بھی کاٹ رہا ہوں۔ وہ تو آیت۔۔۔

مانی پھر سے داستان عشق سن کر بوکھلا سا گیا اور دیوانہ وار بڑبڑانے لگا تھا۔

:سانول نے اسے ٹوکتے ہوئے چلا کر پوچھا

"ارے اوہ، ٹکی پیک! مسئلہ کیا ہے تمہارا؟

کیا تمہیں نہیں لگتا تم ہر جگہ خود کو فٹ کرنے کی ہر بار ناکام کوشش کرتے ہو،

"اور بے معنی باتیں خود سے ہی کرنے لگتے ہو۔

وہ خاموشی سے ڈانٹ کھا کر سانول کے قریب ہوا اور اس کی آنکھوں میں

:آنکھیں ڈالے پوچھنے لگا

"میری چھوڑو، اور بتاؤ تم ہر وقت لڑائی کے چکر میں کیوں رہتے ہو؟

میں تو بس محبت کی تعریف کرنے کی کوشش میں جذبات میں آ کر کچھ بول گیا، تو

"تم برا مان گی ئے۔

اس نے اپنی گفتگو سمیٹتے ہوئے اظہار تشویش کیا اور ایک طرف منہ کیے بیٹھ گیا۔

:سانول نے اسے سمجھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا

یہ سب کچھ ایک وقت کے لیے مقرر ہوتا ہے، جواب گزر چکا ہے۔ اور میں "

نہیں چاہتا کہ تم اب کسی بھی گزرے ہوئے پل کو یاد کر کے خود کو سزا دو۔ میں

صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم سب کچھ بھول کر ایک نئ شروعات کرو۔ جس کے تم

مستحق ہو۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(354)(ادھوراپن)

یہ جانتے ہوئے بھی کہ کچھ دنوں میں تمہاری شادی ہونے والی ہے، تواب یہ "باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں۔

مانی جو غصے میں تلملا رہا تھا، سرد لہجے میں مگر تیزی سے بولا: "اچھا! ٹھیک ہے، میری ہی غلطی ہے۔اب پلیز مجھے بخش دے اور سو جا۔ صبح بہت ادھورے کام "بھی نمٹانے ہیں ابھی۔

یہ کہہ کر اس نے منہ پھیرتے ہوئے تکیہ اپنے سر پر رکھ لیا۔اس کے انداز بیاں سے وہ کافی غصے میں لگ رہا تھا۔اس لیے سانول نے اسے اس کے حال پر چھوڑتے ہوئے سونے کی تیاری کو ترجیح دی۔

اگلی صبح سویرے سانول کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے ارد گرد کا ماحول دیکھ کر حیران رہ گیا، کیونکہ مانی کمرے میں موجود نہیں تھا۔اس کا بستر بھی بہترین حالت میں تھا جو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

اس ان ہونی کو دیکھ کر سانول کی آنکھوں سے نیند بجلی کی سی رفتار سے غائب ہو گئ۔ وہ یک دم اٹھا، نہاد ھو کر کمرے سے باہر نکلا، تو جمال صاحب اور بیگم جمال ناشتے کی میز پر موجود تھے۔ وہ ناشتہ تناول فرمارہے تھے۔

سانول نے انہیں سلام کیا اور باہر کی راہ لی۔

:جمال صاحب نے جواب کے ساتھ کہا

آؤ بیٹا! ناشتہ کر لو۔"

"اور رات کیا کھا کر سوئے تھے تم دونوں جو اتنی جلدی اٹھ گئ ہے؟

سانول کے قدم باہر کی راہداری پر رک چکے تھے۔ اس نے پلٹ کر پہلے شکریہ ادا کیا پھر کہنے لگا:

آپ کریں ناشتہ، میں مانی کو دیکھ لوں۔ وہ بتائے بنا ہی کمرے سے باہر آ گیا۔ ایسا" "تو نہیں کرتا وہ کبھی۔

:خدیجہ نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا

بیٹا! خدا کا شکر ادا کرو آج وہ مدتوں کے بعد اتنی جلدی اٹھا ہے اور پارک بھی گیا" تھا۔ نہیں تو آیت کی شادی کے بعد تو اس نے خود کو اندر ہی اندر مار دیا تھا۔ خدا کی

مہربانی سے تم نے اسے اس مشکل دور میں سنبھالے رکھا اور وہ اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہوا۔"

سانول نے نظریں جھکائے معصومانہ انداز میں کہا:

"آنٹی! یہ تو آپ لوگوں کے پیار کا نتیجہ ہے۔میرا اس سب میں کوئی خاص کردار نہیں ہے۔"

اپنی بات مکمل کر کے اس نے اجازت چاہی پھر لان کی طرف چل دیا۔لان میں مانی ایک کونے میں کھڑا پھولوں پر نظریں جمائے خود سے ہمکلام تھا۔

سانول نے یک دم دوڑ کر اسے سینے سے لگا کر کہا:

"ارے یار! کتنی دفعہ کہا ہے، میری باتوں کو دل پر نہ لیا کر، میں تو یو نہی مذاق کرتا رہتا ہوں۔"

اس نے ایک مسکراہٹ سے ساری ناراضی دور کرتے ہوئے کہا:

"سانول! تم سے کیسی ناراضی۔تم جیسے دوست تو قسمت والوں کو ملتے ہیں۔

تمہارے آنے کے بعد ہی میری زندگی بدلی۔جو میں کرنا چاہتا تھا وہ مشکل تھا، مگر تمہاری وجہ سے ہی وہ کام ممکن ہو پایا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے نا؟

355.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(355)(ادھوراپن)

مانی نے ایک ہی سانس میں بہت کچھ کہہ ڈالا تھا۔سانول اس کے انداز بیاں سے کافی حیران ہو کر پوچھنے لگا:

کہنا کیا چاہتے ہو تم؟میں نے ایسا کیا کیا جو اتنا اہم رہا ہوں "

"تمہارے لیے؟میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تم کہنا کیا چاہتے ہو؟

مانی نے اپنے سر پر ہاتھ مارا:

ارے یار! تم ہمیشہ یونہی الو بنے رہنا۔ میں آیت کی شادی کی بات کر رہا ہوں۔"
جو تھی تو حادثاتی طور پر اور تم نے جذبات میں آکر وہ فیصلہ کیا تھا۔ مگر وہ صرف
تمہارا فیصلہ نہیں تھا اور نہ اس سے بدلہ، بلکہ میرا میری محبت سے کیا ایک وعدہ تھا
جو میں ہر صورت نبھانا چاہتا تھا اور وہ تم نے کر دکھایا تھا۔ اس لیے دل کی
"گہرائیوں سے تمہارا شکریہ۔

:اس نے مانی کو حیران کن انداز میں دیکھا، پھر پیچھے دھکیل کر بولا

یہ کیا پاگل پن ہے۔ وہ سب حادثاتی طور پر ہوا تھا جس میں میرا کوئی کردار نہیں"
ہے۔ اور اگر قسمت نے تمہارا ساتھ نبھایا بقول تمہارے، تو پھر شکریہ کا حق دار
"میں نہیں وہ قسمت ہے جو تمہاری امنگوں پہ پوری اتری تھی۔۔۔۔

:ان دونوں کی گفتگو میں ملازم کی آواز سے خلل پیدا ہوا

مانی بیٹا! مالکن آپ دونوں کو اندر بلا رہی ہیں ناشتہ تیار ہے۔" مانی نے"
: مسکراہٹ بھرے انداز میں کہا

اچھا، ہم آرہے ہیں۔" کچھ دیر دونوں چہل قدمی کرنے کے بعد خاموشی سے"
اندر چلے گئے۔



آیت نے اپنی آپی کو صبح سویرے کال کی۔

:رسماًعلیک سلیک کے بعد اس نے دردمندانہ لہجے میں پوچھا

آپی ! کیسی ہیں آپ ؟آج کل تو محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ ہمیں بھول ہی"
"گی ئے ہوں ؟

ایمان نے اس کی بات مکمل ہونے پر تحمل مزاجی سے جواب دیا:"میری جان !
ہم سب بالکل ٹھیک ہیں۔تمہارے تحفظات بجا ہیں لیکن حالات کے پیش نظر
مجھ سے بھی لاپروائی ہوئی ہے، مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ ہم لوگ آپ
سب کو بھول گی ئے ہیں۔مجھے پتا ہے تمہاری کال کرنے کی وجہ کیا ہے۔اور میں
ہر ممکن کوشش کروں گی کل یا پرسو تک آجاؤں، مگر انکل، آنٹی بے حد پریشان
ہیں۔بس انہیں کے لیے رک گئی ہوں۔آیت ! تم جانتی ہو موسیٰ کے گھر
"چھوڑنے کے بعد سب کچھ بدل چکا ہے۔اب پہلے جیسا کچھ نہیں رہا۔

:آیت اس کی باتوں سے اشکبار ہو گئ

ہاں، آپی! میں بالکل سمجھ سکتی ہوں آپ کی مجبوری، لیکن یہاں آپ کی چھوٹی" بہن کی شادی ہونے کو ہے۔ تو کیا آپ اس کی خوشیوں کو ایک لاپرواہ شخص کی بدولت قربان کر دیں گی۔""" آیت! ایسا تو نہ کہو۔ میری یہاں بھی کچھ ذمہ "داریاں ہیں۔ انکل, آنٹی کو بھی اس حالت میں اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔

اچھا، آپی! آپ ان سے میری بات کروا دیں میں خود انہیں سمجھاؤں گی۔ ویسے" بھی موسیٰ کو ایک عرصہ بیت چکا ہے گھر چھوڑے ہوئے، تو اب ہمیں بھی اس کی "واپسی کی امید چھوڑ دینی چاہیے۔

:ایمان نے گفتگو سمیٹتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے، میں بات کروا دیتی ہوں رکو۔"

ایمان اپنی ساس کو تلاش کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل پڑی، لیکن وہ گھر پر نہیں تھیں۔

356.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(356)(ادھوراپن)

:ایمان نے کہا

آیت! ابھی موم گھر پر نہیں ہیں تو میں شام تک تمہیں بتادوں گی، مجھے معلوم" ہے وہ مجھے روکیں گے نہیں لیکن جوان کی حالت ہے تو مناسب نہیں لگتا انہیں "اکیلا چھوڑنا۔

عائشہ تو موسیٰ کے گھر چھوڑنے سے قبل ہی اپنے سسرال آگئی تھی۔

:آیت نے مایوسی کے عالم میں کہا

"ٹھیک ہے، آپی! میں انتظار کروں گی آپ کے جواب کا۔ للہ حافظ۔"

ایمان کے کال کاٹتے ہی عافیہ بھی گھر میں داخل ہوئیں اور اپنا بیگ اسے دیتے ہوئے کہا:

"ایمان! یہ بیگ رکھواور ایک کپ چائے بنوادو۔ میں کافی تھک گئی ہوں۔"

اس نے بیگ لیتے ہوئے چٹکی بجا کر کہا:

"بس دو منٹ۔ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔"

"نہیں، تم یہاں میرے پاس بیٹھو کچھ ضروری بات کرنی ہے، چائے خاور لے آئے گا۔"

"نہیں موم! میں خود بنا دیتی ہوں، ویسے بھی اتنے عرصے سے کوئی کام نہیں کیا۔ میں بس ابھی چائے لے کر آتی ہوں۔"

اس کے جاتے ہی انہوں نے خاور کو آواز دی اور ساتھ لیے باہر آ گئیں، پھر کہنے لگیں:

"خاور! گاڑی میں ایک فریم ہے تھوڑا سنبھال کر اندر لے آؤ۔"

اس نے ہامی بھری اور اگلے ہی لمحے ایک بڑی سی فریم لیے ان کے پیچھے پیچھے لاؤنج میں آگیا۔ سامنے چائے لیے کھڑی ایمان نے چائے میز پر رکھتے ہوئے پوچھا:

"موم! یہ کیا ہے؟ لگتا ہے بہت قیمتی اور آپ کی پسندیدہ آرٹ ہے؟ ویسے موم! آپ تو پہلے کبھی آرٹ وغیرہ میں دلچسپی نہیں لیتی تھیں۔"

:انہوں نے اسے مایوسی بھرے انداز میں گھورا اور آنسو پونچھتے ہوئے بولیں

ٹھیک کہا تم نے بیٹی! ان فالتو کاموں میں میں نے کبھی دلچسپی نہیں لی، مگر ماں"

ہوں نا۔ آج میں نے اپنے اندر کی ممتا کی آواز سنی اور جو جواب وہاں سے ملا اس پر

"عمل کیا۔

:وہ حیران ہوئی اور پھر خاور سے کہنے لگی

"ذرا کھولیں تو اسے۔"

جیسے ہی وہ تصویر کھلی ایمان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جب اس نے تصویر

میں موسیٰ اور اسماعیل کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا۔ وہ عافیہ سے لپٹ کر رنجیدہ ہو گئی۔

:انہوں نے اسے تسلی دی

بیٹی! روتے نہیں ہیں اور رونے سے مل بھی کیا جائے گا۔ بس صبر و تحمل سے"

کام لیں گے اور پوری کوشش کریں گے کہ موسیٰ گھر آجائے اور اسماعیل کو خدا

"جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے، آمین۔

ایمان نے ان کے ہاتھ چومے اور گردن ہاں میں ہلاتے ہوئے "آمین" کہا، پھر

:بغور تصویر کو دیکھ کر بولی

357.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(357)(ادھورا پن)

"موم! اگر آپ کو برا نہ لگے تو یہ تصویر وہاں سامنے لگوا دوں؟"
اس کا اشارہ داخلی دروازے کے بالکل سامنے تھا۔عافیہ اس کی معصومیت پر مسکرا کر کہنے لگیں:
ایمان! یہ تمہارا اپنا گھر ہے، جہاں تم بہتر سمجھو یہ تصویر آویزاں کروا سکتی ہو۔"
اس گھر کی رونق تو ان دونوں سے ہی تھی،اور اب تو یہ گھر بھی کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔"

اس نے داخلی دروازے کے بالکل سامنے تصویر لگوادی، پھر سامنے کھڑی ہو کر تصویر دیکھتے ہوئے دور کہیں پرانے خیالات میں کھو گئی۔

اسماعیل۔۔۔اسماعیل! دیکھو، ضد نہیں کرتے۔ چلو جلدی سے بال کٹوالو،") بہت بڑھ گئے ہیں۔ میرے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے اور آپ نے بات "نہ مانی تو میں بابا سے آپ کو ڈانٹ پڑواؤں گی۔

اس نے غصے بھرے انداز میں ایمان کو دیکھا اور اپنی خوبصورت بھورے رنگ کی زلفوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا:

"آپی! دیکھیں تو کتنے پیارے ہیں میرے بال، تو کٹوانے کی کیا ضرورت ہے؟"

ایمان نے پیار سے اسے سمجھایا:

میری جان! ہر جگہ کے اپنے اصول ہوتے ہیں اور اس نئے اسکول میں جانے" "کی ضد آپ نے ہی کی تھی۔ اب قربانی تو دینی ہو گی۔

"آپی، چھوڑیں یار! مجھے ایسے اسکول جانا ہی نہیں ہے۔"

بارہ سالا اسماعیل یہ کہہ کر منہ پھلائے گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔ اس دفعہ ایمان غصے میں آگے بڑھی اور اسے گاڑی سے باہر نکالتے ہوئے تلخ لہجے میں بولی:

اسماعیل ! بس بہت ہو گیا، اب آپ بڑے ہو چکے ہو تو یوں بے وجہ کی ضد اچھی "
نہیں ہوتی۔ بند کر و یہ تماشا اور بال کٹواؤ۔ مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں۔ آپ
" کی نئی وردی اور کتابیں بھی خریدنی ہیں۔

ایمان کو غصے میں دیکھ کر اسے ہار ماننی پڑی تھی، کیونکہ اس کی دوستی آیت سے تھی جو اس کی ہر ضد اور خواہش پوری کر دیا کرتی تھی، لیکن آج وہ اس کے ساتھ نہیں تھی۔

وہ کچھ ہی دیر میں بال کٹوا کر نظریں جھکائے ایمان کے سامنے کھڑا تھا۔ ایمان نے
: اسے پیار سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولی

! یہ ہوئی نا بات "

" چلو اب بتاؤ کیا کھاؤ گے ؟ آئیس کریم، برگر یا کچھ بھی ؟

وہ ناک لال کیے سر جھٹکتے ہوئے چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گیا، جس کا مطلب وہ
(ناراض تھا۔

ایمان کافی دیر سے تصویر کے سامنے کھڑی اسماعیل کا وہی انداز دیکھ رہی اور اس کی یادوں میں کھوئی ہوئی تھی۔عافیہ اس کے قریب ہوئیں اور اس کے شانے پر ہاتھ دھرے پوچھا:

"ارے ایمان! سب خیریت تو ہے نا؟"

وہ جواب تک خیالوں میں گم صم تھی یک دم مڑی اور گالوں پہ بکھرے آنسو پونچھتے ہوئے گویا ہوئی:

کچھ۔۔۔کچھ نہیں، موم! وہ بس ویسے ہی کچھ پرانی یادیں اور لمحات پھر سے یاد آگئے تھے۔

"آپ بتائیں کچھ بات کرنی تھی آپ نے؟

ہاں، بیٹی! یاد آیا، وہ عائشہ بتا رہی تھی اگلے ہفتے مقدس کی شادی ہے۔"کہہ کر" انہوں نے پوچھا:

"تم ابھی تک گئی کیوں نہیں؟"

358.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(358)(ادھوراپن)

موم! میں اس حال میں آپ کو اکیلے یہاں چھوڑ کر کیسے جاؤں؟"
"ویسے بھی اب شادی وغیرہ میں جانے کا دل نہیں کرتا۔
اس نے رنجیدگی سے کہا اور پھر خاموش ہو گی تھی۔
:عافیہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور پیار سے بولیں
تم میری فکر مت کرو، ہمیں بھی دعوت نامہ پہنچ گیا ہے۔بس حامد کل آجائیں"
تو ہم بھی اپنی بیٹی کی شادی میں ضرور شرکت کریں گے۔ مقدس ہماری بھی تو
بیٹی ہے۔اور میں نے تمہاری ٹکٹ کرادی ہے آج شام کی، تو جلدی سے گھر
"جانے کی تیاری کرلو۔

لیکن موم! میں چاہتی تھی ہم ساتھ جائیں، جب ڈیڈ آ جائیں تو۔"""بالکل" نہیں۔اور یہ میرا حکم ہے تم شام کو سوات جا رہی ہو۔ مقدس کا بھی پورا حق ہے "خوشیوں پر، ہم کسی اور کے کیے کی سزا اسے تو نہیں دے سکتے۔

ٹھیک ہے، موم! مجھے منظور ہے۔"ان کے بے حد اصرار پر اسے ہار ماننی ہی " پڑی تھی۔

:عافیہ مسکرا کر کہنے لگیں

چلو، پھر دن کے کھانے کے بعد ہم دونوں خریداری کے لیے چلتی ہیں۔"

"کیا خیال ہے ایمان؟

جی، موم! مجھے چاہیے تو کچھ بھی نہیں لیکن ٹھیک ہے کھانے کے بعد چلتے"

"ہیں۔

★☆...☆★

سانول اور مانی بھی مانی کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ صبح سے شام ہونے کو تھی لیکن مانی کو اپنے لیے ابھی تک کچھ پسند نہیں آیا تھا۔

:سانول نے تنگ آ کر اس سے کہا

خدا کے لیے، مانی! اب تو کچھ پسند کر لے۔ شام ہونے کو ہے، تو اگر خالی ہاتھ"

"گھر لوٹے تو انکل، آنٹی مجھے بھی کام چور سمجھیں گے۔

:مانی اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ لیے کیفے پہنچا اور کہنے لگا

"سانول! چل پہلے کچھ کھا لیتے ہیں، پھر جو تم چاہو گے میں خرید لوں گا۔"

سانول نے اس انداز میں اسے دیکھا جیسے تیسری جنگ عظیم (جو ابھی تک ہوئی نہیں) کی جیت کی خوشخبری سن لی ہو۔ اس نے سانول کو یقین دلایا کہ وہ سچ میں اس کی پسند کی خریداری کر لے گا۔

کھانے سے فارغ ہو کر دونوں پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اور دو گھنٹوں کی محنت کے بعد سانول نے اپنی پسند سے اسے ہر چیز دلا دی، پھر گھر کو لوٹ گئے۔

:مانی کی ماما نے انہیں گھر میں دیکھ کر یک دم کہا

بیٹا! تم لوگوں نے اتنی دیر کر دی، صبح کے نکلے ہو اور اب شام کا سورج بھی"

"ڈھل چکا ہے۔

:سانول نے معذرت کے ساتھ کہا

"آنٹی! آپ کے لاڈلے کو کچھ پسند ہی نہیں آتا۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنی
پسند سے اسے سب دلایا ہے۔"

359.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(359)(ادھوراپن)

خدیجہ نے مسکرا کر اسے دلاسہ دیا اور کہا:
"بیٹا! اس معصوم کا خیال تم ہی رکھ سکتے ہو۔ یہ بالکل نادان ہے۔"
اس نے مانی کو گھور کر کہا:
"آنٹی! آپ بے فکر ہو جائیں۔ اس کی یہ نادانی اور بے چارگی بس کچھ دن کی
مہمان ہے۔"

:اس پر دونوں نے قہقہہ لگایا، پھر خدیجہ کہنے لگیں

بیٹا! جمال تمہاری امی کو لینے گئے ہیں، کچھ دیر تک وہ آجائیں تو مل کر شام کی "
چائے پیتے ہیں۔اور آگے کیا کچھ کرنا ہے اس پر نظر ثانی بھی ہو جائے گی، کیونکہ
"اب شادی میں صرف نو دن بچے ہیں۔

:سانول پانی کا گلاس میز پر رکھ کر کہنے لگا

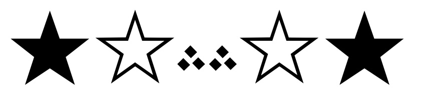
ہماری، مطلب دلہا میاں کی تیاری تو مکمل ہے۔اب بس آپ اور آپ کی بہو "
"کے لیے خریداری ہو گی۔

:انہوں نے سانول کو ایک رقعہ دے کر کہا

بس تم کل اس پتہ پر جا کر زیورات کا معلوم کر لینا کہ کب تک تیار ہو جائیں "
"گے۔اس کے بعد تم دونوں آزاد ہو۔

اس نے رقعہ لے کر جیب میں ڈالا، اتنے میں اس کی امی اور جمال صاحب بھی گھر پہنچ چکے تھے۔

دونوں سہیلیوں نے ایک دوسرے کو باہوں میں لیا اور خوب گلے شکوے کرنے لگی تھیں۔



★☆...☆★

"آیت بیٹی ! دیکھو ذرا دروازے پر کون ہے۔ کافی دیر سے گھنٹی بج رہی ہے۔"

اس کی ماما نے کچن سے یہ سب کہا تھا۔

:تب وہ دروازے کی جانب جاتے ہوئے کہنے لگی

"اچھا، ماما ! میں دیکھ لیتی ہوں، شاید ایمان آپی ہوں گی۔"

دروازہ کھولتے ہی اس نے ایمان کو سامنے پایا اور دونوں بغل گیر ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

:ایمان کی ماما نے اریحہ کو خوب پیار کیا اور ملازمہ سے کہا

"بچی کو کمرے میں لے جاؤ اور خیال رکھنا میری بچی کا۔"

جی بہتر بیگم صاحبہ !" کہہ کر وہ اریحہ کو لیے کمرے میں چلی گئی۔ اور نازیہ نے" دونوں بیٹیوں کو سینے سے لگا لیا، پھر وہاج کو پیار کرنے لگیں، جو ایمان کے ساتھ ہی آیا تھا۔

:آیت نے ایمان کو بغور دیکھا

آپی ! آج دروازہ کھلنے میں کتنی دیر ہو گئی نا؟ "

لیکن اسماعیل کے ہوتے ہوئے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ میں سامنے لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی، اور اسماعیل کو آوازیں بھی دیں کہ دیکھو دروازے پہ کون ہے۔۔۔ مگر ماما کے بلانے پر مجھے یاد آیا کہ اب اس کی یادوں کے سوا یہاں "کوئی نہیں ہے۔

: نازیہ اور ایمان نے اسے سہارا دیا، پھر ایمان نے کہا

دیکھو، جان! اسماعیل کے جانے کا دکھ تم اکیلی کو نہیں ہے، لیکن خود کو سنبھالو۔" شادی والا گھر ہے اور کہیں ہماری لاپروائی مقدس کی خوشیوں کی قاتل نہ بن "جائے۔ اب تمہیں اور ہم سب کو صبر سے کام لینا ہوگا۔

اسی دوران عائشہ بھی آیت کے بیٹے کو اٹھائے کمرے سے باہر آئی اور سلام دعا : کے بعد کہنے لگی

"ماما! آپ سب لوگوں کے لیے خوشخبری ہے۔"

"جی بیٹی! بتاؤ؟"

انہوں نے وہاج کو جوس کا گلاس تھماتے ہوئے دلچسپی لی تھی۔ عائشہ بے حد خوش : تھی، کہنے لگی

"ہادی کی کال تھی، کہہ رہے تھے کل آرہے ہیں پاکستان۔"

360.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(360)(ادھوراپن)

یہ سن کر ایمان اور آیت کے لبوں پر بھی مسکان کھلی اور دنوں نے یک زبان
ہو کر پوچھا:

"کیا واقعی! ہادی بھائی آرہے ہیں؟"

عائشہ نے وہاج کو چومتے ہوئے کہا:

"ان شاءاللہ۔"

"اچھا، آیت! مقدس اور بابا کہاں ہیں؟"

آپی! وہ بابا کے ساتھ مارکیٹ گئی ہوئی ہے، کچھ دیر تک آجائیں گے وہ لوگ۔"

"آپ بتائیں انکل، آنٹی اور زینب کیسے ہیں؟

آیت! ایک ماں اور بہن کی کیا حالت ہو سکتی ہے اپنے شہزادے سے بیٹے اور"

"بھائی کی واپسی کے انتظار میں؟۔۔۔

:اس نے رنجیدگی سے پوچھ کر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے مزید کہا

یہاں اسماعیل کا ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانا اور اس گھر والوں کے لیے زندہ بیٹے کا"

"روگ کسی قیامت سے کم نہیں ہے۔

:اس کی ماما نے کہا

بس، بیٹے! دعا کیا کرو کہ موسیٰ جہاں بھی ہو خوش ہو اور جلد اپنے گھر لوٹ"

"آئے، اسے گھر چھوڑے دو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔

عائشہ اور ایمان کی آنکھیں نم ہونے لگیں، دونوں نے یک زبان ہو کر "آمین"

:کہا

اسی دوران مقدس اپنے بابا کے ساتھ گھر لوٹ چکی تھی۔ان کے آتے ہی" ایمان آگے بڑھی اور بابا کو سلام کیا۔انہوں نے ایمان کو سینے سے لگا کر پیار :کرتے ہوئے پوچھا

"میری شہزادی بیٹی! کب آئی ہو؟اور اکیلے آنے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟"

:وہ مسکراہٹ بھرے انداز میں بولی

"بابا! ابھی کچھ دیر پہلے ہی اور اکیلی نہیں ہوں، وہاج ساتھ ہے۔"

"وہ تو بچہ ہے۔اس کے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

نہیں، بابا! وہ ہے تو گیارہ سال کا لیکن بہت سمجھ دار ہے اور سب کچھ سنبھال لیتا" "ہے۔

:چلو، بیٹی! یہ تو اچھی بات ہے۔" کہہ کر وہ پوچھنے لگے"

"میرا دوست اور عافیہ نہیں آئیں گے کیا؟"

:اس نے مقدس کو پیار کیا اور پلٹ کر جواباً کہا

"ایک، دو دنوں تک آنے کی کہہ تو رہی تھیں موم، لیکن کچھ کہہ نہیں سکتے۔"

ہوں۔۔۔للہ خیر کرے، کل ہادی بھی آرہا ہے تو کچھ دن گھر کا ماحول ہی بدل"
"جائے گا۔خوشیاں تو جیسے روٹھ ہی گئی ہیں اس گھر سے۔

:آیت کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئی اور انہیں تسلی دیتے ہوئے بولی

بابا! آپ پریشان نہ ہوں، یہ تو زندگی کا اصول ہے۔للہ سب بہتر کر دے گا"
انشاءللہ۔

"بابا، آپی، بھابی اب سب چلیں کھانا لگوا دیا ہے۔

★☆...☆★

رات کے نو بجے مانی لوگ بھی کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔جمال صاحب نے
:سانول کو متوجہ کر کے کہا

سانول! تمہارے ذمے جو کام لگائے تھے وہ تو خیر سے نمٹ گئے ہیں۔اب"
"آگے شادی میں جو دن باقی ہیں تم اور مانی بالکل آزاد ہو، جو دل چاہے کرو۔

:سانول انہیں دیکھ کر مسکرایا

جی، انکل! میں بھی کچھ ایسا ہی سوچ رہا تھا۔بس ایک چھوٹا سا کام ہے، جو کل"
"کر کے ہم دونوں نے لاہور جانا ہے ایک، دو روز کے لیے۔

:جمال صاحب نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے گہری الجھن میں پوچھا

"سانول سنا تھا تمہارا وہ دوست۔۔۔ کیا نام تھا اس کا؟"

361.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(361)(ادھوراپن)

:مانی نے یک دم کہا

"موسیٰ۔۔۔ موسیٰ کی بات کر رہے ہیں بابا۔"

"ہاں، سانول! وہ موسیٰ کا کچھ پتا چلا؟"

:اس نے رنجیدگی سے جواباً کہا

نہیں، انکل! اس کا کچھ اتا پتہ ابھی تک معلوم نہیں ہو پایا۔ بس دعاء کریں وہ"

"جہاں ہو سب کچھ بہتر ہو اس کے ساتھ۔

جمال صاحب نے "آمین" کہا اور پھر سانول اور مانی کو دو دن کے لیے لاہور

جانے کی اجازت دے دی۔

سانول نے ان کا شکریہ ادا کیا اور خوشی مانی کو ساتھ لیے کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں جاتے ہی مانی نے الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور ایک ٹرالی میں

بھرنے لگا، جیسے وہ چند دنوں کے لیے لاہور نہیں بلکہ کچھ ماہ کے لیے لندن جا رہا

ہو۔

:سانول آگے بڑھا اور اسے یاد دہانی کراتے ہوئے بولا

مانی! ہمیں صرف دو دن کی اجازت ملی ہے۔ سو اس بے تکلفی کی ضرورت"

"نہیں ہے، بلکہ ایک جوڑا اپنا اور ایک میرا رکھ لو۔

:مانی اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا

سوری یار! میں اس سب کا عادی نہیں ہوں نا، اس لیے۔ چل چھوڑ، سانول!"

مجھے یہ بتا کہ تمہاری ڈائری کہاں ہے؟

وہ ضرور ساتھ لیتے چلنا، میں جاننے کو بے چین ہوں اس بے پناہ محبت کا پل بھر میں نفرت میں بدل جانا۔

"آخر ایسا کیا ہوا جو دعا نے موسیٰ سے نفرت کو خود پر فرض سمجھ لیا تھا؟

:سانول نے اسے خاموش کراتے ہوئے کہا

مانی! محبت ہو یا نفرت، سب تقدیر کے کھیل ہیں۔نہ تو محبت پوچھ کر ہوتی ہے" نہ ہی نفرت۔اور مجھے اپنا کیا وعدہ یاد ہے۔میں تمہیں مکمل داستان سناؤں گا۔بس تم دعاء کرنا اس محبت میں ایثار کا پھل موسیٰ اور دعا کے ایک ہونے کا ہو۔اور "موسیٰ زندہ سلامت گھر لوٹ آئے۔

للہ پاک اپنا خاص فضل فرمائیں۔" کہہ کر مانی سونے کی تیاری کرنے لگا۔اسے" سانول نے پلنگ سے نیچے گراتے ہوئے غصہ ظاہر کیا: "مانی! اب سدھر جاؤ، محبت کے متعلق تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔مانا کہ میں نے بھی چوٹ کھائی تھی، مگر محبت نے جو تمہاری حالت کی ہے ایسا میرے ساتھ نہیں ہوا۔

میرا مطلب محبت میں قربانی اور پھر اپنی نہ ہونے والی سالی صاحبہ سے شادی۔

"کیا اتنی بڑی قربانی کا یہ حاصل وصول رہا؟

سانول کے لہجے میں طنز تھا، جو سن کرمانی تہش میں آگیااور منہ پھلائے اسے
گھورنے لگا۔

:سانول قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے قریب ہوااور اپنے کان پکڑ کر کہنے لگا
اتنی سنجید گی؟"

دیکھ یار! میں مذاق کر رہا تھا۔ تو تو جانتا ہے تیرے سوامیں کسی سے اتنا پیار نہیں
کرتا۔اور ویسے بھی چند روز میں تم اپنی زندگی جینے لگوگے تو کہاں وقت ملے گا
"اس بے تکلفی کا۔

مانی نے معصومانہ انداز میں اسے دیکھااور پھر مسکرا کر اس سے لپٹ گیا۔ جیسے کچھ
ہوا ہی نہیں تھا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(362)(ادھوراپن)

اگلے روز صبح سویرے وہ دونوں لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔

★☆...☆★

آج صبح ہادی بھی اپنے گھر سوات آچکا تھا۔اسے دیکھ کر اس کے گھر والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔اس نے سب سے پہلے مقدس کو سینے سے لگایا اور ماتھا چومتے ہوئے کہا:

ماشاءاللہ، میری چھوٹی سی گڑیا اتنی بڑی ہو گی کہ آج میں لندن سے خاص اپنی" گڑیا کی شادی میں شرکت کے لیے آیا ہوں۔" پھر ماما کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا:

کیا سچ میں، ماما! اس کی شادی طے ہو گئی ہے؟"

"مجھے تو بالکل بھی یقین نہیں آرہا۔

انہوں نے ہادی کو سینے سے لگایا اور خوب پیار کر کے کہنے لگیں:

ہاں، بالکل۔ اللہ خیر کرے، اگلے آٹھ روز میں میری بیٹی اپنے گھر کی ہو جائے "
"گی۔

: مقدس پہلے شرمائی، پھر رنجیدگی سے کہا

"کاش! اسماعیل بھی زندہ ہوتا تو کتنا خوش ہوتا وہ۔"

اس کا اتنا کہنا تھا کہ ہادی سمیت سب گھر والوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ مقدس

: کو دلاسہ دیتے ہوئے بولا

ہاں، مقدس! تم نے ٹھیک کہا، لیکن یہ سب قدرت کی مرضی ہے وہ جب جو "
"چاہے ویسا ہی ہوتا ہے۔ اس کے ہر کام میں کوئی نا کوئی مصلحت چھپی ہوتی ہے۔

ہادی نے سب گھر والوں سے باری باری حال احوال دریافت کیا، پھر ماما سے

: پوچھنے لگا

"ماما! انکل، آنٹی نظر نہیں آ رہے۔ اور موسیٰ۔۔۔ موسیٰ کی کوئی خبر؟"

بیٹا! نہ جانے خدا نے ہم دونوں گھرانوں کو کن آزمائشوں میں ڈال دیا ہے۔ وہ "
دونوں تو اپنے بیٹے کی تلاش میں سب کچھ بھول چکے ہیں، نہ جانے کب اس کے

والدین نے آخری خوشی دیکھی تھی۔ بس دعاء کرو سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے۔"

ہادی بھی بہت اداس ہوا اور "آمین" کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔



سانول اور مانی بھی دوپہر کے وقت لاہور پہنچ گئے، پھر مانی کی بری حالت ہونے لگی تھی۔

"دیکھ یار! ابھی کچھ بھی کرنے سے پہلے مجھے اچھا سا کھانا کھلا دے، باقی جو بھی ہے بعد میں دیکھیں گے۔"

سانول نے ایک نظر اسے دیکھا اور قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا: "مجھے تو خوف ہے نہ جانے اس بیچاری مقدس کا کیا بنے گا؟ وہ تمہارے کھانے پینے پورے کرتے کرتے ہی بوڑھی ہو جائے گی۔"

مانی کو برا تو لگا لیکن وہ یہ کہتے ہوئے ہوٹل کی جانب بڑھ گیا: "سانول! تو جو مرضی بہانے بنا یا طعنے دے لے مجھے، لیکن ابھی میں چلا پیٹ پوجا کرنے۔ دل

نے اجازت دی تو آجانا نہیں تو کھانا میں خود سے کھالوں گا۔ تمہاری ضرورت

"نہیں پڑنے والی۔

وہ ہنستے ہوئے مانی کے پیچھے ہو لیا اور دونوں نے اچھا سا کھانا کھایا، پھر مانی اتاولے

:انداز میں پوچھنے لگا

سانول! اب مجھے بتادے ہمارا یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟ کہیں مجھے شادی سے"

"اٹھوانے کا پروگرام تو نہیں ہے؟



363.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(363)(ادھوراپن)

:سانول نے چائے کا آخری گھونٹ پیا اور کپ میز پر رکھتے ہوئے بولا

"مانی! کبھی تو عقل سے کام لیا کرو، تم خود میرے ساتھ آئے ہو، میں نے بالکل نہیں سوچا تھا تمہارے ساتھ یہاں آنے کا۔ اور اگر اب آ ہی گئے ہو تو چپ چاپ جو میں کر رہا ہوں مجھے کرنے دینا، زیادہ شوخیاں دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

خوب موج مستی کے بعد دونوں ہوٹل میں کرایہ پر لیے کمرے میں پہنچے، کچھ دیر آرام کیا، پھر مانی نے ضد ٹھان لی:

"سانول! اب مجھے بتاؤ ہم لاہور کیوں آئے ہیں؟ اور تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

سانول بالکل خاموش رہا اور اپنے بیگ سے ڈائری نکال لی، جو دیکھ کر مانی کا چہرہ کھل اٹھا اور وہ ساکن ہو کر اس انداز میں بیٹھ گیا، جیسے وہ ہونے جا رہا ہے جو وہ چاہتا تھا۔

سانول کھڑکی کے سامنے بیٹھ گیا جہاں سے سورج کو ڈھلتا اور درختوں کو آپس میں پیار کرتا دیکھا جا سکتا تھا۔

وہ مانی کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"مانی! میرے یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں۔ایک تو تمہیں یاد ہو گا؟ دعا یہاں ایک بوتیک چلاتی تھی جو اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا، لیکن دو سال پہلے اس نے وہ بیچ دیا تھا۔جو میں خرید کر دعا کو تحفے میں دینا چاہتا ہوں۔دوسرا یہ کہ میں نے موسیٰ کے گھر کا پتہ معلوم کیا ہے، تو اس کے والدین سے ملنا چاہتا ہوں۔اس لیے تمہیں ساتھ لیے یہاں چلا آیا ہوں۔"

مانی نے حیران کن انداز میں کہا:

"ٹھیک ہے،اس نے اپنا بوتیک بیچ دیا تھا، میں جانتا بھی ہوں کیوں۔" پھر پوچھنے لگا:

"مگر وہ بوتیک تم واپس حاصل کر سکتے ہو، یہ ممکن ہے؟"

اس نے مسکرا کر جواباً کہا:

"یہ بوتیک تو میں کیسے بھی حاصل کر کے رہوں گا،اس کے حصول کے لیے میں کافی عرصے سے رقم جوڑ رہا ہوں اور اگر کچھ کمی بیشی ہوئی تو اپنا سب کچھ بیچ دوں گا، لیکن بوتیک کا سودا کیے بنا لوٹوں گا نہیں۔"

اس کی باتیں سن کر مانی کا چہرہ لال پڑنے لگا۔اور وہ غصے میں چلا اٹھا:

کیا۔۔۔ کیا کہا تم نے ؟ ہیں۔۔۔ کیا کہا؟ کیا کچھ بیچو گے ؟ میرے ہوتے ہوئے" تم نے یہ سب سوچ بھی کیسے لیا؟ کتنی رقم چاہیے تمہیں ؟" وہ بنار کے بولتا چلا گیا۔ "ایک دفعہ مجھ سے تو کہا ہوتا۔

"کیا تو اکیلا قربان ہونے کے لیے اس دنیا میں آیا تھا؟

مانی نے سوالات کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا تھا اور کافی جذباتی بھی ہوا۔

:سانول یک دم اس کے قریب ہوا اور اسے سینے سے لگا کر سمجھانے لگا

دیکھ، میرے یار ! میں جانتا ہوں تو میرا بہت اچھا دوست ہے، مگر یہ کام میں" اپنے دل سے کر کے اپنی کمائی سے کچھ خرید کر دعا کو تحفے میں دینا چاہتا ہوں۔

364.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(364)(ادھوراپن)

میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔اور کل ہم بوتیک کی رقم ادا کرنے جائیں گے،تو اگر کچھ رقم کم پڑ گئی تو تجھ سے ہی لوں گا۔ٹھیک ہے مانی؟ چلو اب مسکراؤ اور کسی اچھے سے ڈھابے پر چائے پینے چلتے ہیں۔"مانی ایک پل کی خاموشی کے بعد مسکرا دیا:

واہ،یار! یہ شام اور چائے وہ بھی ڈھابے سے۔تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔" یہ کہہ کر کمرہ چھوڑتے ہوئے اس نے سانول کو یاددہانی کرائی:

"سانول! یاد آیا،وہ ڈائری ساتھ لے کر چلنا۔"

سانول نے ہاتھ میں تھامی ڈائری اسے دکھائی۔اور پھر حسین شام کے حسین رنگوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے لاہور کی سڑکوں پر ٹہلتے ٹہلتے دونوں مسلم ٹاؤن میں موجود ایک چائے ڈھابے پر پہنچ گئے۔وہاں پہنچتے ہی مانی کہنے لگا:

"سانول! تم یہاں بیٹھو میں چائے کی بول کر آتا ہوں۔"

کچھ ہی دیر میں مانی،چائے اور سانول ایک ساتھ موجود تھے۔اور مانی پرسکون ہو کر بیٹھا ڈائری پڑھنے لگا۔



یہ آج سے قریب ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے جب موسیٰ کو گھر چھوڑے آٹھ ماہ کا عرصہ بیت چکا تھا۔

اس روز وہ اپنی محبوبہ کا ڈرائیور بن کر اسے ہسپتال چھوڑ کر واپس اپنے ڈیرے پر لوٹا تھا۔

اس نے پہلے نماز ظہر ادا کی اور پھر اپنے ہاتھ اٹھائے دعا کی صحت یابی کے لیے دعائیں مانگنے لگا۔

وہ دعا کے انتظار میں دس روز تک یہاں وہاں بھٹکتا رہا۔ بارہا اسے خیال آیا کہ وہ دعا کے والدین سے مل کر اپنے ڈیڈ کے کیے پر معافی مانگ لے، مگر اسے کلثوم کے جڑے ہاتھ یاد آنے لگے تو اس نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔

اس دن شام ڈھلنے کا وقت آن پہنچا۔ اور پھر رات کے قریب آٹھ بجے دعا کی گاڑی اس محلے میں آتی دیکھ کر اس نے اپنے ہاتھ پھر سے دعاء کے لیے اٹھائے، اور خدا اسے سب بہتری کی امید کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں وہ گاڑی موسیٰ کے قریب پہنچی اور وہ ہر بار کی طرح اپنے ہاتھ جوڑ کر نظریں جھکائے کھڑا ہو گیا تھا۔

لیکن آج جو ہوا، وہ بالکل الگ تھا۔ گاڑی اس کے قریب پہنچ کر رک گئی، جو دیکھ کر وہ سہم سا گیا تھا۔

کلثوم گاڑی سے باہر نکلی اور اپنے ارد گرد نظریں دوڑانے لگی، جب اس نے محسوس کیا وہاں کوئی نہیں ہے تو اس نے دھیمی سی آواز میں موسیٰ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ جس کی نظریں گاڑی میں بیٹھیں دعا پر جمی ہوئی تھیں۔

"موسیٰ! بہت بہت مبارک ہو، لو منہ میٹھا کرو۔"

میٹھائی کا ڈبہ پیش کرتے ہوئے کلثوم نے کہا تھا۔

:موسیٰ نے حیران کن انداز میں پوچھا

"مگر آپی! یہ کس خوشی میں؟"

موسیٰ! دعا کا آپریشن کامیاب رہا۔ اور اب وہ چند روز میں بولنے لگے گی۔ ان شاءاللہ۔"

"تمہاری دعائیں قبول ہو گئیں۔

365.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(365)(ادھوراپن)

یہ سن کر موسیٰ نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھالیں،اس کے گالوں پر آنسوؤں کے موتی بکھرنے لگے۔اسے دیکھ کراس کے ساتھ ساتھ اس کی محبت پر بھی ترس آتا تھا۔

ڈرائیور نے رنجیدگی سے سرد لہجے میں کہا:

"مالکن! گستاخی معاف، لیکن ایسا سچا عاشق اور محبت میں تڑپنے والا شخص میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔مالکن! آپ تو چھوٹی مالکن کو سمجھا سکتی ہیں کہ اب تو ضد چھوڑ دیں، بھلے ہی محبت کی کر کے نہ سہی۔اس کی حالت پر ہی ترس کھالیں۔"

یہ سن کر دعا کو غصہ تو آیا لیکن ابھی ایک ،دو دن بولنا اس کے بس میں نہیں تھا، اس لیے ڈرائیور کی عزت بخشی گئ تھی۔ کلثوم نے ڈرائیور کو انگلی کے اشارے سے خاموش کراتے ہوئے گاڑی چلانے کی کہی اور یہ بھی کہ:

"یہ سب راز ہی رہنا چاہیے۔"

اس نے یقین دہانی کرائی تھی:

مالکن! آپ بے فکر ہو جائیں، ہم غریب لوگ جان تو دے سکتے ہیں لیکن نمک" حرامی کرنا ہماری تربیت اور خون میں شامل نہیں ہے۔" اگلے ہی لمحے وہ دونوں گھر میں پہنچ چکی تھیں۔

دعا کے والدین نے اسے گھر پر پا کر پہلے تو خدا کا شکر ادا کیا کہ ان کی بیٹی کا آپریشن کامیاب رہا۔اور پھر زار و قطار رونے لگے۔

دعا اپنے والدین کے گلے لگ گئ،اور کلثوم نے انہیں تسلی دی کہ:

اب خدا کا شکر ادا کریں کہ دعا چند روز میں بولنے لگے گی،"

"ان شاءاللہ۔

یہ سن کر نصیر صاحب خوش نما لہجے میں بولے:

اس سے بڑی خوشخبری ایک باپ کے لیے کیا ہو گی کہ اس کا برسوں سے دیکھا" خواب یوں اچانک سچ ثابت ہو گیا ہو۔ کلثوم! بس تیاری کرو، اگلے دو دن میں ہم ایک بہت بڑی دعوت رکھ رہے ہیں، تم اپنے اور دعا کے تمام دوستوں اور سب "رشتہ داروں کو مدعو کرنا۔

دعا نے یہ سنتے ہی اپنی گردن نفی میں ہلائی اور اپنے انداز میں کچھ کہا، جیسے کہہ رہی ہو:

نہیں، بابا! اس سب کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ آپ بس شکرانے کے نوافل" ادا کریں اور کچھ کھانا اور پیسے غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ ویسے بھی مجھے لوگوں "کی بھیڑ سے نفرت ہے۔

ایک باپ، اور بیٹی کے دل کی بات نہ سمجھ سکے۔۔۔ ایسا ممکن ہی نہیں، اور بیٹی دعا جیسی ہو تو ہر گز نہیں۔

وہ مسکرائے اور دعا کو سینے سے لگا کر کہا:

"جیسے میری بیٹی کہے گی ہم بالکل ویسا ہی کریں گے۔"

دعا کی ماما جو چند قدموں کی دوری پر کھڑی تھیں، وہ بھی قریب ہوئیں اور رنجیدگی سے گویا ہوئیں:

"بیٹی! خدا کرے کبھی تمہیں کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ اور جیسے تم دوسروں کا خیال رکھتی ہو خدا بھی تمہیں اپنی امان میں رکھے اور کبھی کسی کا محتاج نہ کرے۔"

اور پھر دعا کو سینے سے لگا کر خوب پیار کرنے لگی تھیں۔



366.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(366)(ادھوراپن)

پاس ہی کھڑے نصیر صاحب اور کلثوم نے یک زبان ہو کر آمین کہا، پھر نصیر صاحب نے کلثوم کو متوجہ کیا:

بیٹی! تم دعا کو کمرے میں لے جاؤ اور کھانے کا انتظام کرو، آج تو خوشی کا دن "
ہے۔ میں بھی نماز ادا کر لیتا ہوں۔ اور ہاں، دعا کے لیے بھی کوئی پرہیزی کھانا تیار
"کر لینا۔

اس نے ہامی بھری، پھر مسکراتے ہوئے دعا کو لیے کمرے کی جانب چل دی۔

:کمرے میں جاتے ہی اس نے دعا کو پلنگ پر لٹاتے ہوئے کہا

دیکھو، دعا! اب تمہیں صرف آرام کرنا ہے، کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو میں "
نے نوشی کی ڈیوٹی لگا دی ہے، وہ تمہارے پاس ہی رہے گی۔ اور اگر میری
"ضرورت پڑے تو بلا جھجک مجھے بھی بلوا لینا۔

:اس نے سوالیہ انداز میں ہاتھ سے یوں اشارہ کیا، جیسے کہہ رہی ہو

بھابی! اس سب کی کیا ضرورت ہے؟ اور آپ نوشی کو کمرے میں بھیج دیں، "
"میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔

:کلثوم نے اس کے ماتھے پر پیار کیا اور یہ کہتے ہوئے جانے لگی

میری جان! کوئی لاپرواہی بالکل نہیں۔ مجھے معلوم ہے اب تم ٹھیک ہو، مگر"
تھوڑی احتیاط ضروری ہے۔ اگر تم اپنا خیال نہیں رکھو گی تو اپنے خواب کیسے
"پورے کر پاؤ گی؟ اور تمہارے مریض، ان کا خیال کون رکھے گا؟

:اس نے جاتی ہوئی کلثوم کا ہاتھ پکڑ لیا اور بات بدلتے ہوئے پوچھا

"بھابی! حمزہ کہاں ہے؟"

دعا! وہ تو کب کا سو چکا ہے، جب سے اسکول جانے لگا ہے بس نظر ہی نہیں آتا۔"
اچھا! کسی بھی چیز کی ضرورت ہو نوشی سے کہہ دینا اور اپنا خیال رکھنا۔ میں کچھ
"کھانے کے لیے بھیجتی ہوں۔

دعا نے رات کا تھوڑا سا کھانا کھایا اور دوا لیتے ہی بستر پر لیٹ گئی تھی۔ وہ کافی دیر کسی الجھن کا شکار رہی، پھر یک دم بستر سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ کچھ سوچنے کے بعد اس نے پردہ کھول دیا۔ اس کی نظر تھوڑی دور بیٹھے موسیٰ پر پڑی، جو اپنے سامنے سے کھانے کے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر کھا رہا تھا اور نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے خدا کا شکر بھی ادا کر رہا تھا۔ دعا یہ سب دیکھ کر دور خیالوں میں جا بسی تھی۔

دعا اور موسیٰ کی محبت کے شروعاتی دن تھے۔ موسیٰ کی فرمائش پر وہ دونوں)

عائشہ کے ساتھ دن کا کھانا کھانے ایک ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔

موسیٰ چونکہ کابلی پلاؤ کھانے کا شوقین تھا، تو اس نے اپنے لیے پلاؤ منگوالیا اور اس

پر ٹوٹ پڑا۔

:کچھ دیر تو عائشہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، پھر یک دم اسے متوجہ کر کے کہا

موسیٰ! مانا کہ کابلی پلاؤ تمہیں بے حد پسند ہے، مگر ایسے کھانا ضائع تو مت کرو۔"

"اچھے طریقے اور تحمل مزاجی سے انسانوں کی طرح کھاؤ۔

:وہ یہ سن کر ہنس دیا اور کچھ کھانا منہ میں جمع کرتے ہوئے لاپروائی سے بولا

"آپی! اب منگوا ہی لیا ہے تو کھانا تو مجھے ہی ہے۔ اور ضائع تو ہو گا ہی۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(367)(ادھورا پن)

حد ہے، موسیٰ! تم سے تو بات کرنا بھی عذاب بن جاتا ہے۔ میرا مطلب یہ "
نہیں تھا کہ تم کھانا چھوڑ دو، بلکہ میں کہہ رہی تھی کھانے کی قدر کرو، کیونکہ اکثر
خدا بے قدری کرنے والوں سے چھین لیتا ہے۔

"کیوں، دعا! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟

اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہی دعا کو متوجہ کیا تھا۔

ابھی تک بالکل خاموش اور ساکن بیٹھی دعا نے اپنی گردن ہاں میں ہلائی اور عائشہ
کے حق میں ووٹ دیا۔ موسیٰ نے اپنے ہاتھ پونچھ لیے اور پلکیں اٹھائے کہنے لگا :

آپی! آپ نے ٹھیک کہا ہے، لیکن میرا وعدہ ہے جب سے مجھے دعا کھانا بنا کر دیا "
کرے گی، پھر چاہے آلو گوشت جو میں ناپسند کرتا ہوں، وہ بھی اچھے سے کھا لیا
کروں گا۔ اور دعا کے کہنے پر تو میں زہر کی بھی قدر کرلوں۔ اسے بھی اپنی پسند
مان کر پی جاؤں۔"

دعا اچانک اپنے خیالات سے سہمے ہوئے انداز میں نکلی۔اور گالوں پر ٹپکتے آنسو پونچھتے ہوئے بے بسی کے عالم میں سر پر ہاتھ مار کر زمین پر بیٹھ گئ۔

:نوشی اسی دوران کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے قریب ہو کر پوچھنے لگی

باجی !سب خیریت تو ہے؟ کیا ہوا کافی خوف زدہ لگ رہی ہیں؟ لگتا ہے کوئی برا" "خواب دیکھ لیا ہے؟

:پھر وہ پانی کا گلاس اسے تھماتے ہوئے خود ہی کہنے لگی

باجی !چھوٹا منہ بڑی بات، مگر جب انسان محبت میں دھوکا کھاتا ہے تو پھر وہ اپنی" ذات پر بھی بھروسہ نہیں کر پاتا۔" وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بلاتعطل بولتی گئی:"دیکھیں نا، محلوں کا شہزادہ کیسے محبت کے لیے ایک فقیر جیسی زندگی بسر کرنے لگا ہے۔میں معذرت خواہ ہوں، مگر اتنا مجھے بھی معلوم ہے وہ فقیر "کوئی اور نہیں بلکہ موسیٰ بھائی ہی ہیں۔

اس کی باتیں سن کر دعا کے تن من میں آگ بھڑک اٹھی۔اس نے ہاتھ میں تھاما پانی کا گلاس دیوار پر دے مارا۔اس نے غصے بھری نظروں سے نوشی کو

گھورتے ہوئے زمین سے اٹھ کر کھڑکی بند کر دی، پھر اسے اشارتاً کمرے سے نکل جانے کو کہا۔

:نوشی خوف کے مارے کانپتے ہوئے بولی

"باجی! خدارا معاف کر دیں، غلطی ہو گئی۔"

دعا نے گردن نفی میں ہلاتے ہوئے شدید غصے کا اظہار کیا اور پھر سے اسے نکل جانے کا اشارہ کیا تھا۔

اس بار نوشی نے بات ماننے میں ہی بہتری سمجھی اور ہانپتے ہوئے الٹے قدموں فرار ہو گئی۔

دعا اپنے کمرے میں ہی ٹہلنے لگی۔ وہ کافی دیر گہری سوچوں میں کھوئے رہنے کے بعد کمرے سے نکل کر کلثوم کے کمرے کے باہر پہنچ گئی اور دستک پہ دستک دینے لگی۔

کلثوم آنکھیں مینچتے ہوئے کمرے سے باہر آئی اور اسے کھڑا دیکھ کر حیران ہو گئی۔

:وہ اسے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی، پھر پوچھنے لگی

دعا! سب خیریت تو ہے؟اور نوشی کہاں ہے؟"اس نے بات جاری رکھتے "
:ہوئے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھ کر پھر سے کہا
"رات کے ساڑھے بارہ بج رہے ہیں۔اور تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"



368.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(368)(ادھوراپن)

اس نے معصوم سا چہرہ اوپر اٹھا کر کلثوم کو دیکھا، جس کا مطلب تھا اس کے دل میں کسی خواہش کا پیدا ہونا۔
:کلثوم نے اسے بغور دیکھ کر پوچھا
"لگتا ہے کسی چیز کا دل کر رہا ہے؟ کیا بنا کے دوں، بتاؤ؟"

یہ سن کر دعا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، اس نے اپنے موبائل میں ایک تصویر کھول کر کلثوم کو دکھائی، جو دیکھ کر اسے تعجب ہوا، وہ کہنے لگی:

دعا! یہ تو کابلی پلاؤ ہے۔ اور پلاؤ سے تمہارا دور دور تک کوئی ناطہ نہیں، تو آج "کیوں؟"

دعا کے چہرے پر اداسی چھانے لگی اور وہ اس انداز میں اسے دیکھنے لگی، جیسے وہ التجا کر رہی ہو کہ اس کی بات مان لی جائے۔

کلثوم نے اسے تھوڑا انتظار کرایا، پھر مسکراتے ہوئے اپنا ڈوپٹہ لیے کچن کی راہ لی۔ وہ بھی کلثوم کے پیچھے پیچھے کچن میں آگئی، یہ دیکھنے کہ پلاؤ تیار کیسے ہو گا۔ کلثوم فریج سے کچھ سبزیاں نکالتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی:

"دعا! تمہارے لیے چائے بناؤں؟"

اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے سبزیوں کی طرف اشارہ کر کے اپنے انداز میں کچھ پوچھا:

"یہ کیا ہے؟"

میری جان! پلاؤ کے ساتھ سلاد بھی تو چاہیے ہو گا۔ تم رکو میں نوشی کو بلا لاتی"

"ہوں۔

یہ کہہ کر وہ باہر گئی اور کچھ ہی دیر میں نوشی کو ساتھ لیے کچن میں لوٹ آئی۔

وہ دعا کو دیکھ کر سہم سی گئی، مگر اس نے نوشی کو ایک نظر مسکرا کر دیکھا، جس کے

بعد نوشی کی سانسیں بحال ہو گئیں۔

وہ دونوں اپنے کام میں لگ گئیں اور دعا بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے

کی محنت کے بعد پلاؤ تیار کر کے کلثوم نے اس سے پوچھا:

"اچھا، دعا! اب پلاؤ تو تیار ہے، مگر کرنا کیا ہے؟"

دعا یک دم کچھ برتن نکال کر لے آئی اور کلثوم کے سامنے رکھ کر اشارتاً کہنے لگی:

"اب بس اس برتن میں باندھ دیجیے۔"

تب کلثوم کچھ کچھ سمجھ گئی اور کوئی بھی سوال کیے بنا اس نے پلاؤ سلیقے سے باندھ

کر اسے تھما دیا، اور نوشی سے کہا:

وہ کمرے میں جائے۔" جہاں حمزہ اکیلا سو رہا تھا۔"

دعا برتن لیے باہر کی جانب رواں تھی کہ اسے کوئی کام یاد آگیا ہو جیسے۔اس نے برتن کلثوم کو تھماتے ہوئے ایک منٹ رکنے کا اشارہ کیا اور کمرے میں جانے لگی۔کچھ ہی دیر میں وہ اپنے ہاتھ میں سفید گلابوں کا گلدستہ لیے کمرے سے باہر آ گئی،جو دیکھ کر کلثوم کا شک حقیقت میں بدل گیا تھا۔

اس نے غنیمت جانتے ہوئے دعا سے کہا:

دیکھو،دعا! غصہ مت کرنا،مگر میں جانتی ہوں تم موسیٰ کو کبھی بھول نہیں سکتی" اور نہ ہی اس سے نفرت کر سکتی ہو۔



369.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(369)(ادھوراپن)

میں جانتی ہوں پیار، محبت کے بیچ یہ چھوٹی موٹی رنجشیں آجایا کرتی ہیں، مگر تم اگر چاہو تو یہ نفرتیں پیار میں بدل سکتی ہو۔ موسیٰ کو معاف کر کے۔ وہ بے قصور ہے

"دعا۔

یہ کہہ کر پلاؤ والا برتن اس کی جانب بڑھانے لگی۔ اچانک دعا کے چہرے سے خوشی اور چمک غائب ہو چکی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا گلدستہ نیچے پھینکا اور تہش میں آکر کلثوم کو اس انداز میں دیکھنے لگی، جیسے ابھی اس کی جان لے لے گی۔ اور پھر الٹے قدموں اپنے کمرے میں جانے لگی۔

کلثوم کو اندازہ تھا، مگر اس شدت کا نہیں۔ وہ دعا کو پکارتے ہوئے اس کے پیچھے ہولی:

اچھا، یار! غلطی ہو گئ، معاف کر دو اور مہربانی کر دو، صرف اتنی کہ یہ پلاؤ اسے "دے آؤ۔ میں نے بہت محنت کی ہے۔

مگر دعا نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کمرے کا دروازہ زور سے پٹخا اور اوندھے منہ پلنگ پر لیٹ کر سسکنے لگی۔

اس نے دروازے پر دستک دی، اس کی منت کی، مگر بے سود، پھر تھک ہار کر وہ کہنے لگی:

"اچھا، دعا! میری بات سنو۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو اور یہ پلاؤ اس تک پہنچا دو۔ بھلے ہی تم اسے معاف کرنا نہ اس کی کوئی بات سننا، مگر انسانیت کے ناطے کھانا تو دے ہی سکتی ہو۔ وہ کیوں اور کس کے لیے خود کو سزا دے رہا ہے یہ تم بہتر جانتی ہو۔" اس نے دعا کو سمجھانے کی سر توڑ کوشش کی تھی، مگر بے سود۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر سرد لہجے میں مزید کہا:

"دیکھو، دعا! ابھی بابا یا ماما کو معلوم پڑ گیا تو میری کیا عزت باقی رہے گی اور کیا جواب دوں گی انہیں۔ پلیز نا یار! ضد چھوڑ دو اور چلو میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

اس کی محنت، منتیں اور گزارشات دھری کی دھری رہ گئیں اور مجبوراً اسے خود ہی کھانا دینے جانا پڑا تھا۔

وہ اپنے ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ بھی لیے باہر نکلی، تو چوکیدار نے آہستگی سے پوچھا:

"مالکن! سب خیریت تو ہے؟ اس وقت کہاں؟"

ششش "اس نے خاموشی اختیار کیے اشارتاً چوکیدار کو بھی ساتھ آنے کے لیے"
کہااور موسیٰ کو کھانا پہنچا آئی تھی۔

دعا کمرے کی کھڑکی سے سب دیکھ کر اندر ہی اندر یہ سوچ کر شرمندہ ہوئی کہ ،
بھابی نے میرے لیے اتنی محنت کی اور بدلے میں میں نے اپنی انا کی تسکین چاہی۔
کلثوم دبے پاؤں گھر میں داخل ہوئی تو اچانک سامنے نصیر صاحب کو دیکھ کر اپنے
ہوش ہی گنوا بیٹھی۔ اور سوچ میں پڑ گئی کہ اب کیا کرے؟ کیونکہ ایک بہانہ تھی
دعا۔ اس نے بھی اپنا کمرہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

نصیر صاحب نے اسے دیکھا تو یک دم پوچھنے لگے:

بیٹی! سب خیریت تو ہے؟ اتنی رات گیٔ کہاں تھی اور حمزہ کے پاس کون"
"ہے؟

اس نے بمشکل ہی سہی لیکن پہلے بابا کو سلام کیا پھر بولی:

"وہ۔۔۔ وہ نوشی ہے اس کے پاس۔ میں بس دعا کا پتا کرنے آئی تھی۔"

370.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(370)(ادھوراپن)

:انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر کہا
واقعی، بیٹی! تم نے تو ہمیشہ ہی بیٹی ہونے کا اصل معنوں میں ثبوت دیا ہے، اب"
"اپنا بھی خیال رکھا کرو اور کچھ دیر آرام کر لیا کرو۔
اس نے پلکیں جھکائے "جی بابا آپ بے فکر رہیں۔" کہا، پھر کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

اپنے کمرے میں جاتے ہوئے اس نے دعا کا کمرہ کھلا پایا، تو جھانک کر دیکھنے پر معلوم ہوا وہ مصلےٰ بچھائے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہے۔ تب کلثوم بھی اسے تڑپتا دیکھ کر اشک بار ہو گئی اور اپنے ہاتھ رب کی بارگاہ میں بلند کیے دھیمے لہجے میں
:التجا کرنے لگی

اے خدا! قبولیت کا وقت ہے۔اپنے حضور ﷺ کے صدقے اس کی"

مرادیں پوری کر دے۔اور راضی ہو جا اس سے بھی اور اس کی محبت سے بھی۔

مولا! تو تو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر شے کا علم رکھنے والا ہے،اس کی سن لے،

"آمین۔

اسی دوران دعا دوڑتی ہوئی آئی اور کلثوم کے آگے ہاتھ جوڑے شرمندگی کا

احساس دلانے لگی۔

کلثوم نے اسے یک دم سینے سے لگا لیا اور خوب پیار کرتے ہوئے اپنے ساتھ

کمرے میں لے گئی تھی۔



سانول نے کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

مانی جو بالکل خاموش اور ساکن بیٹھا ڈائری بند کیے اسے دیکھ رہا تھا۔

:سانول نے یک دم اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا

مانی! اب چل کافی رات ہو چکی ہے۔اور صبح کچھ کام بھی نمٹانے ہیں۔پہلے تو"

"بوتیک جانا ہے اور پھر موسیٰ کے گھر بھی۔

:مانی ہڑ بڑا سا گیا اور کہنے لگا

ٹھیک ہے۔ مگر اس محبت میں یہ جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔ خدا"
"جانے موسیٰ کو اس قربانی اور صبر کا پھل کیا ملے گا؟

اس نے گہری تشویش ظاہر کی تھی۔

:سانول نے آسمان کی جانب دیکھ کر کہا

وہ تو رب ہی جانتا ہے کون سا ستارہ کس سمت چل رہا ہے۔ ہم تو بس اندازے لگا"
"سکتے ہیں۔

پھر دونوں دوست بالکل خاموشی سے کمرے کی طرف چل دیے۔

اگلے روز صبح قریب نو بجے ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد دونوں نے بوتیک جانے کا فیصلہ کیا۔

سانول نے بوتیک کی مالکن سے رابطہ کیا تو اس نے ایک گھنٹے تک ملنے کو کہا۔

سانول نے بوتیک پہنچ کر کچھ ضروری کاغذی کاروائی کی اور رقم جمع کرا کر دل میں سکون سا محسوس کرنے لگا۔ کیونکہ یہ اس کے دل کا ارمان تھا جو آج پورا ہوا۔

:مانی نے اس کے چہرے کی خوشی کو دل سے محسوس کرتے ہوئے کہا

"محبت اور اذیت جب اپنے دل پر حاوی ہوں تب ہی ان کا احساس ہوتا ہے۔"

371.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(371)(ادھوراپن)

سانول نے اس کی بات پر حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا:

"کیا۔۔۔کیا مطلب مانی! میں کچھ سمجھا نہیں؟"

ایک پل کی خاموشی کے بعد وہ مسکرا کر بولا:

ارے پاگل! میرا مطلب ہے میں تمہارے دل کا حال بالکل سمجھ چکا ہوں،"

کیونکہ ان حسین اور خوبصورت دردوں کا میں نے بھی کبھی سامنا کیا تھا۔ جو دل

پر ایسے وار کرتے ہیں جیسے وہ ہمارے دل پر نہیں بلکہ اپنے آشیانے پر حق جمارہے

"ہوں۔

:سانول یک دم ہنس کر کہنے لگا

مانی! تمہارے فلسفے بھی تعریف کے حامل ہیں، مگر یہ وقت ان باتوں کے لیے"

مناسب نہیں ہے۔

"اب اگر اجازت ہو تو چلیں منزل کی جانب؟

مانی نے ہاتھ کے اشارے سے آگے بڑھنے کا کہا۔اور پھر دونوں اپنی منزل کی

جانب چل دیے۔۔۔یعنی موسیٰ کے گھر کی جانب۔

چند لمحات کی مسافت کے بعد دونوں موسیٰ کے گھر کے باہر موجود تھے۔

ایک عالی شان بنگلے کے باہر سنہرے حروف میں 'موسیٰ ہاؤس' لکھا دیکھ کر

:سانول نے مانی کو روک کر کہا

لگتا ہے ہم اپنی منزل پر پہنچ گی ئے ہیں۔" کہہ کر اس نے باہر لگی گھنٹی بجائی۔"

کچھ ہی دیر میں بنگلے کا بیرونی گیٹ کھلتے ہی چوکیدار گھر کے باہر موجود تھا۔

:اس نے کافی سلیقے سے پوچھا

"جی صاحب! آپ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے؟"

:سانول نے جواباً کہا

"محترم! ایک گلاس پانی مل جائے گا؟ بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔"

:اس نے مسکرا کر ہامی بھری

جناب! ابھی لے کر آیا، بس دو منٹ۔" اسی دوران وہاں ایک خاتون اپنی" آنکھوں میں ایک گہری امید کی سی کرن لیے گھر سے باہر نکلتے ہوئے پوچھ کر کہنے لگیں:

ارے بیٹا! تم لوگ کون ہو اور کس سے ملنا ہے؟"

میں تو اس امید سے آئی تھی کہ کہیں میرا موسیٰ کالج سے لوٹ آیا ہو گا۔" اور پھر چہرے پر اداسی لیے آسمان کی جانب دیکھنے لگیں۔

:سانول اور مانی نے احتراماً انہیں سلام کیا، پھر سانول نے کہا

آنٹی! وہ۔۔۔ وہ میں موسیٰ کا بچپن کا یار اور یہ مانی میرا دوست ہے۔" اپنے" تعارف کے بعد اس نے بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا: "دراصل آج ہم

دونوں ایک ضروری کام کی غرض سے لاہور آئے تھے، تو میں نے سوچا آپ کا "حال احوال بھی دریافت کرلیا جائے۔

یہ سن کر عافیہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں:

بیٹے! اگر تم موسیٰ کے دوست ہو تو مطلب میرے لیے خدا کا تحفہ ہو تم" دونوں۔ چلو بیٹے! اب پانی تو پی چکے ہو، لیکن کھانا کھائے بنا تمہیں جانے نہیں "دوں گی۔



372.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(372)(ادھوراپن)

ان کے لہجے کی اپنائیت کے بعد دونوں کے پاس انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں تھی۔

عافیہ انہیں ساتھ لیے اندر چلی گئیں اور کھانا تیار کرنے کا کہہ کر مہمانوں کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔ انہوں نے سانول کو متوجہ کر کے کہا:

"بیٹا! امید ہے تمہیں سچائی تو معلوم ہی ہو گی۔ اور تم خود کو موسیٰ کے بچپن کا دوست بھی بتا رہے ہو۔ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے میرا بیٹا، میرے جگر کا ٹکڑا کہاں ہے؟

اسے گھر چھوڑے ہوئے دو سال بیت چکے ہیں اور اس نے مڑ کر ایک دفعہ بھی اپنی ماں کے متعلق نہیں سوچا۔

"کیا کوئی ماں سے بھی اتنی نفرت کر سکتا ہے؟

اپنے جذبات کے اظہار کے ساتھ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ سانول اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا، پھر سنجیدگی سے بولا:

آنٹی! میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں۔اور میں نے بھی ہر ممکن کوشش کی ہے"
اسے ڈھونڈنے کی، مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔آپ خدا پر یقین رکھیں وہ ضرور لوٹے
گا اور بہت جلد ان شاءاللہ۔" عافیہ نے اسے پیار سے دیکھ کر کہا:

بیٹا! آج آپ نے جس انداز میں گھنٹی بجائی تھی،اس انداز میں صرف میرا"
موسیٰ کالج سے تھکا ہارا گھر لوٹتے وقت غصے میں بجاتا تھا۔جب کبھی ڈرائیور اسے
لینے جانے میں کوتاہی کر دیتا تھا۔ لیکن آج جب گیٹ پر دیکھا موسیٰ نہیں ہے تو
"میں بہت مایوس ہوئی تھی۔

سانول نے معذرت کر کے کہا:

آنٹی! میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا اور نہ ہی مجھے اندازہ بھی تھا کہ یہ"
"انداز موسیٰ کا ہے۔اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یہ گستاخی کبھی نہ کرتا۔

عافیہ نے اسے زمین سے اوپر اٹھایا اور ماتھا چومتے ہوئے کہا:

بیٹا! آپ معافی کیوں مانگ رہے ہو؟ بلکہ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ ایک"
پل کے لیے ہی سہی، مجھے میرے موسیٰ سے ملوا دیا، بہت شکریہ۔جانتے ہو بیٹا!

میرے موسیٰ کاانداز بیاں بالکل تمہاری طرح تھا۔ معصوم سا، میٹھااور بے
"خوف۔اب تم دونوں دعاء کرنامیرا موسیٰ جلدی سے گھر لوٹ آئے۔
سانول اور مانی نے "آمین" کہااور پھر کھانے کے لیے بھی بلاوا آگیا۔ کھانے
وغیرہ سے فارغ ہو کر دونوں دوستوں نے اجازت طلب کی اور منزل کی طرف
چل دیے۔
اجازت طلبی کے ساتھ ساتھ سانول کے حامد صاحب کے متعلق پوچھنے پر عافیہ
نے کہا:
ابھی تو وہ گھر پر نہیں ہیں۔ مگر شام تک لوٹیں گے تو ہم دونوں کچھ روز تک "
"ایک شادی میں شرکت کے لیے سوات جارہے ہیں۔
وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ اس شادی کادلہامانی ہی ہے۔
اپنے کام نمٹانے کے بعد سانول اور مانی سامان سمیٹتے جب رہائش گاہ پر پہنچے، تو
شام کے سوا چھ بج رہے تھے۔

373.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(373)(ادھوراپن)

:مانی نے سانول کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے پوچھا

"سانول! اگر برا نہ لگے تو ایک بات پوچھ لوں؟"

:سانول حیران کن انداز میں پلٹ کر بولا

ہاں، مانی! جو دل میں آئے پوچھ، ویسے بھی تمہارے پر کٹنے میں چند دن ہی بچے"
"ہیں۔اور پھر یہ آزادی اور خود مختاری کسی اور کے اشاروں کی پابند ہو جائے گی۔

اچھا، یار! یہ فالتو باتیں چھوڑ اور سن۔ میں کہہ رہا تھا کہ میں نے بابا سے ایک "
دن اور یہاں رکنے کی اجازت مانگ لی ہے، کیونکہ مجھے ادھوراپن مکمل کرنا ہے۔
مطلب مجھے موسیٰ اور دعا کے متعلق آگے بھی جاننا ہے۔ تو تو جانتا ہے شادی کے

بعد یہ سب ممکن نہیں ہو پائے گا۔اس لیے تمہاری منت کرتا ہوں میری یہ

"!خواہش پوری کر دے

اُس نے تو جیسے التجا کی تھی۔

سانول کچھ دیر بالکل خاموش اور ساکن کھڑا رہا، پھر مسکراتے ہوئے پلٹ کر کہنے

:لگا

"کیا یاد کرے گا تو بھی، مان لی تیری یہ خواہش۔"

:اس نے سانول کو سینے سے لگاتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا، پھر پوچھنے لگا

"تو چلیں پھر ڈھابے کی چائے پینے؟"

اس نے ہامی بھری، پھر دونوں ڈھابے کی جانب چل دیے۔

وہاں پہنچ کر سانول نے سگریٹ سلگایا اور مانی کو ڈائری تھما کر سکون سے بیٹھ گیا۔

مانی نے ڈائری کھول کر پڑھنا شروع کی، جس میں درج تھا۔۔۔

★☆...☆★

دعا کے آپریشن کے چند روز بعد ایک صبح اس کے والدین، کلثوم

اور حمزہ ناشتے کی میز پر دعا کا انتظار کر رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں وہ بھی آگئی اور سلام کیا، لیکن آج اس نے باآواز بلند سلام کیا تھا۔

جوسن کر اس کی ماما کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے نم ہو گئیں۔

نصیر صاحب اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور ایک طویل عرصے کے بعد اپنی بیٹی کی آواز

سن کر نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے، اپنے رب کا شکریہ ادا کرنے لگے، پھر دعا کو

سینے سے لگا کر نوشی

: سے کہا

نوشی! جلدی سے سب کا منہ میٹھا کرواؤ، آج خوشی کا دن"

"ہے۔

اس نے ہامی بھری اور کچن کی جانب جانے لگی۔

: کلثوم نے دعا کو کرسی پر بٹھا کر پوچھا

بتاؤ آج کیا کھانا پسند کرو گی؟"

"ہم تو تمہاری خواہش تمہاری زبان سے سننے کے لیے ترس گئے ہیں۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دعا نے معصومانہ انداز میں صرف

: اتنا کہا

بھابی! میری پہلی اور آخری خواہش فقط اتنی ہے کہ مجھے آپ سب دل سے "
"معاف کر دیں، میری وجہ سے کتنی اذیتیں آپ لوگوں کا مقدر بنیں۔
:یہ سن کر نصیر صاحب آبدیدہ ہو گئے اور دعا کو پیار کرتے ہوئے کہنے لگے
میری جان! تم تو میرے دل کا ٹکڑا ہو۔ تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے، پھر کیوں "
"معافی مانگ کر ہمیں شرمندہ کر رہی ہو؟



374.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(374)(ادھوراپن)

:اس نے بابا کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں کہا

بابا! آپ بھول گئے ہوں گے، لیکن مجھے یاد ہے کیسے موسیٰ کے ڈیڈ نے میری "
وجہ سے آپ سے بد تمیزی کی تھی، کیسے انہوں نے آپ کی عزت اچھالی تھی۔

" بابا! میں سب کچھ بھول سکتی ہوں، لیکن اس دن کو نہیں۔

:اس کی ماما نے اس کا ہاتھ چومتے ہوئے اسے اپنے پاس بٹھا کر سمجھایا

بیٹی! اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے، بلکہ وہ لوگ کم فہم تھے جنہوں "
"نے میری پھول سی بیٹی کی قدر نہ جانی۔

:کلثوم بھی اس گفتگو کا حصہ بنی تھی

دعا! تم کبھی مایوس مت ہونا کیونکہ وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا، مگر مجھے اس "
وقت سے گلہ ہے۔ یہ مجرم کو سزا نہیں دیتا اور مظلوم پر اتنے ظلم ڈھاتا ہے کہ وہ
" اچھی بھلی زندگی سے منہ پھیر لیتا ہے، اور اکثر تو جان سے بھی جاتا ہے۔

وہ کلثوم کا اشارہ سمجھ چکی تھی، اس لیے اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ وہ غصے
بھری نگاہوں سے کلثوم کو گھورنے لگی۔

کلثوم نے اس کا غصہ بھانپ لیا تھا، جو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس نے حمزہ کو جگہ
:سے اٹھاتے ہوئے کہا

"بیٹا! آپ اٹھو اور پھپھو سے مل لو، اب تو آپ کی پھپھو آپ کو اچھی اچھی

کہانیاں بھی سنایا کریں گی، اور آپ کے ساتھ کھیلا کریں گی۔"

یہ سن کر حمزہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ اور اسے خوش دیکھ کر دعا کے تیور بھی بدلنے لگے۔

اس نے حمزہ کو گود میں اٹھایا اور پیار کرتے ہوئے بولی:

"ہاں سچی۔ میں اب ہر روز اپنی جان کو نئی نئی کہانیاں سنایا کروں گی اور پارک میں

بھی ساتھ لے کر جایا کروں گی۔"

حمزہ نے اس کے چہرے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا:

"تھینک یو پھپھو! آپ بہت اچھی ہیں۔"

نصیر صاحب بھی دونوں کا پیار دیکھ کر مسکرا دیے اور کہا:

"بالکل بیٹا! میری بیٹی واقعی بہت اچھی ہے۔ اور ہاں، خبر دار! کوئی میرے جگر

گوشے کو تنگ کرے، خاص طور پر کلثوم تم۔"

"بابا! میں کہاں تنگ کرتی ہوں، میں تو صرف اتنا کہتی ہوں کہ غصے میں کوئی

فیصلہ نہ سنایا کرے، کیونکہ اسے غصہ بہت آتا ہے۔ میرا مطلب کبھی غصے میں

کوئی ایسا فیصلہ نہ کر ڈالے کہ بعد میں پچھتاوا ہو۔"

:نصیر صاحب نے بغور اسے گھور کر کہا

مجھے میری بیٹی پر پورا بھروسہ ہے۔یہ ہمیشہ سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کرے گی، تم"
"بے فکر رہو۔

:دعانے حمزہ کو چوم کر گود سے نیچے اتارا اور کہنے لگی

"اچھا! آپ جاؤ ماما کے پاس۔مجھے انسٹیٹیوٹ کے لیے دیر ہو رہی ہے۔"

:نایاب نے اسے حیرانی سے دیکھ کر کہا

"مگر، بیٹی! آج تو چھٹی کر لو۔ابھی تو بستر سے اٹھی ہو۔"

375.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(375)(ادھوراپن)

:اس نے مسکرا کر ماما سے کہا

ماما! اب مجھے اپنا خواب سچ ثابت کرنا ہے۔ اور خواب دیکھے تو بستر پر جا سکتے ہیں، "
مگر انہیں حقیقت بنانے کے لیے گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ اب ویسے بھی میں جلد ہی
"امریکہ جا رہی ہوں، جہاں میں اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدل سکوں گی۔

:نصیر صاحب حیران ہوئے

مگر، بیٹی! خواب تو یہاں بھی پورے کیے جا سکتے ہیں۔ تو پھر امریکہ ہی "
"کیوں؟

:وہ بابا کے سینے سے لگ کر کہنے لگی

ہاں، بابا! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، مگر یہاں لوگ صرف بے وفائی کرنا "
جانتے ہیں ساتھ نبھانا نہیں۔ اور وہاں اکیلی رہوں گی تو کم از کم اپنوں کی لاپروائی
"اور بے وفائی کا خوف تو نہیں ہو گا۔

اچھا، بیٹی! خدا تمہیں ڈیڑھ ساری کامیابیاں عطاء کرے اور تمہاری ہر خواہش "
"پوری کرے، آمین۔

دعا اپنے کمرے میں چلی گئی اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی، جیسے کچھ کھو گیا ہو اس کا۔

کلثوم نے دروازے پر دستک دی تو اس نے یہ کہتے ہوئے یک دم کھڑکی بند کردی:

بھابی! آجائیں دروازہ کھلا ہے۔" پھر خود الماری میں کچھ پرانی کتابیں الٹ پلٹ" کرنے لگی۔

کلثوم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اس کے پلٹتے ہی کلثوم نے اسے سینے سے لگا کر پوچھا:

دعا! کیا تم واقعی ہم سب کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہو اور امریکہ چلی جاؤ گی؟"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟

دعا نم نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہنے لگی:

جی بالکل، بھابی! یہ میری مجبوری ہے، کیونکہ جو خواب میں نے کھلی آنکھوں" سے دیکھے یا مجھے دکھائے گئے وہ تو پورا ہونے سے رہے۔اس لیے میں نے یہ

فیصلہ کیا ہے کہ جو خواب میں نے بند آنکھوں سے دیکھے ہیں کم از کم وہ تو نہ بکھرنے دوں۔"

کلثوم نے اس کا ہاتھ چومتے ہوئے رنجیدگی سے کہا:

"دیکھو، میری جان! تم ہر دفعہ میری باتوں کا برا مان جاتی ہو، لیکن میں تمہاری دشمن نہیں ہوں بلکہ تمہارا دکھ سمجھ کر کہہ رہی ہوں۔ کہیں کل تمہیں اپنے کیے فیصلوں پر نادم نہ ہونا پڑے۔ میں تمہیں روکوں گی بالکل نہیں، مگر ایک التجا ہے میری۔۔۔وہ یہ کہ ایک عشق کی نظر کرم اس معصوم فقیر پر کر کے تو دیکھو، ممکن ہے تمہیں تمہاری الجھنوں کا حل مل جائے۔"

دعا نے اسے ایک نظر گھورتے ہوئے دو ٹوک لہجے میں کہا:

"بھابی! میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتی کہ اس انسان کی بدولت کسی شخص نے میرے بابا کی عزت نفس سے کھلواڑ کیا تھا، اور ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی وجہ بھی وہی ہے۔ میں ہرگز ایسے شخص کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتی۔"

376.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(376)(ادھوراپن)

محبت میں اذیت دینے والے کا تو وقت بیت ہی جاتا ہے، لیکن اذیت کاٹنے والے کا نہیں۔

★☆....☆★

وہ موسیٰ ترستا تڑپتا رہا۔ کلثوم بھی دعا کی منت سماجت ہر روز کرتی رہی تھی۔ مگر اسے تو سوائے اپنی، کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

دعا کو اپنا علاج کرواۓ ڈیڑھ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ یعنی موسیٰ کو بھی گھر چھوڑے دو سال ہو گئے تھے۔

مگراس کی ہر کوشش اور خواہش دھری کی دھری رہی، نہ ہی دعا نے اس کی طرف پیار سے دیکھا نہ ہی کوئی بات سننے کے لیے راضی بھی ہوئی تھی۔ مگر وہ بھی بس ایک اشارے کا منتظر دو سال کا عرصہ محبوب کے در پہ کاٹ چکا تھا۔

وہ شاید اسے اپنی زندگی سے بے دخل کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔ اس روز انسٹیٹیوٹ کے لیے جاتے ہوئے اس نے کلثوم کو دو ٹوک انداز میں کہا:

"بھابی! میرے انسٹیٹیوٹ جانے کے بعد یا جب بھی آپ کو موقع ملے، اسے باور کرا دیں کہ اب یہاں ایڑیاں رگڑنے سے ریگستان میں سبزہ نہیں اگنے والا۔ وہ دو سال سے اس ناکام کوشش میں صرف اپنا ہی نقصان کر رہا ہے۔ اس کی بہتری اسی میں ہے، اس سے کہیں جتنا جلدی ہو سکے یہاں سے چلا جائے۔"

اس نے ایک رقعہ کلثوم کو پیش کرتے ہوئے یہ سب کہا تھا۔ اور پھر انسٹیٹیوٹ جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔

دعا کے سینے میں اب دل نہیں بلکہ ایک چٹان بسی تھی، جسے عبور کرنے کے لیے سانسوں کی بازی لگانا بھی اب شاید بے سود تھا۔

★☆...☆★

یہ آج سے قریب ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے جب موسیٰ کو گھر چھوڑے چھ ماہ بیتے تھے۔اور دعا کے آپریشن سے دو ماہ قبل۔

موسیٰ کا بھائی آج ہی لندن سے پاکستان پہنچا تھا۔جب خدیجہ اور ایمان دن کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔اسے اچانک گھر پر دیکھ کر پہلے تو وہ دونوں حیران ہوئیں، پھر خدیجہ نے اس کے قریب ہوتے ہوئے اسے سینے سے لگا کر افسردگی کے عالم میں کہا:

"بیٹا! تم وعدہ کرو تم اپنی ماں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ گے۔دیکھو نا، موسیٰ کیسے اپنی ماں کو سسکتا ہوا چھوڑ گیا ہے۔"

صالح نے موم کی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو پونچھے اور ماتھے پر پیار کرتے ہوئے رنجیدگی سے بولا:

""موم! آپ فکر نہ کریں۔اب میں آگیا ہوں۔موسیٰ بھی جلد لوٹ آئے گا۔""

اور پھر سہارا دیے انہیں کمرے میں لے گیا اور ساتھ ہی ایمان سے کہا: "ایمان! موم کا کھانا کمرے میں ہی بھیج دینا۔"

شام کا وقت تھا اور صالح لان میں اکیلا گہری سوچوں میں مگن ٹہل رہا تھا، کہ اس کے ڈیڈ بھی آن پہنچے تھے۔

وہ صالح کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:

بیٹا۔۔۔بیٹا!" پھر اس سے لپٹ کر سسکتے ہوئے بولے: "بیٹا! میرا تو سب کچھ برباد ہو گیا، میری انا نے مجھے میرے موسیٰ سے دور کر دیا۔ میں تو اس کی بہتری چاہتا تھا، مگر جانے انجانے میں میں نے اس کا دل توڑ دیا۔"

اس نے سرد آنکھوں سے ڈیڈ کو دیکھ کر کہا:

"ڈیڈ! جب طوفان آکر گزر جائیں تو طوفانوں کو نہیں سوچا کرتے، بلکہ طوفانوں میں ہوئے نقصان کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(377)(ادھوراپن)

ڈیڈ! آپ تو سمجھدار ہیں، عزت دار خاندان سے ہیں اور بڑے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہے، مگر مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ آپ نے صرف اپنے بیٹے کا دل نہیں دکھایا۔۔۔ بلکہ نہ جانے کس کس کی عدالت میں خود کو لوگوں کا مجرم بنا کر پیش کیا ہے۔

اس لڑکی کے گھر والوں کا تو کوئی قصور نہیں تھا،انہیں آپ کی وجہ سے کتنی اذیتیں برداشت کرنی پڑی ہوں گی۔

کبھی سوچا ہے؟

ڈیڈ! آپ ایسے کیسے ایک بیٹی کی عزت اور وقار کو اسی کے باپ کے سامنے اچھال "آئے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کے اس محل میں بھی دو بیٹیا بستی ہیں۔

اس نے ایک پل میں ڈیڈ کے جرائم کی ایک طویل لسٹ کھول کر ان کے سامنے رکھ دی تھی۔اور خود کافی مایوس بھی ہوا تھا۔

حامد صاحب اپنی غلطیاں تسلیم کرتے ہوئے ندامت بھرے انداز میں پلکیں جھکائے کھڑے رہے، اور صالح کی بات مکمل ہوتے ہی اپنے ہاتھ جوڑے کہنے لگے:

"بیٹا! میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ جرم کیا ہے اور میں اس جرم کی سزا کا بھی حق دار ہوں۔

اب نہ جانے خدا کس صورت میں مجھے میرے کیے کی سزا دے گا؟

مگر تم مجھے معاف کر دو، پلیز!"

اس نے پل بھر میں ڈیڈ کے جڑے ہوئے ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے کہا:

"ڈیڈ! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک باپ اپنے بیٹے سے معافی مانگے۔ آپ پلیز حوصلہ رکھیں۔ میں اور ایمان کل جائیں گے دعا کے گھر اور اپنے گناہوں کی بخشش بھی طلب کریں گے۔ ایمان بتا رہی تھی وہ بہت اچھے لوگ ہیں اور ہمیں ضرور معاف کر دیں گے۔ آپ بے فکر ہو کر اندر چلیں اور اچھے کی امید رکھیں۔

"نا امیدی اور مایوسی کفر ہے۔' اور ہمارا رب بہت مہربان ہے۔'

: حامد صاحب اندر جاتے جاتے رک کر اس سے کہنے لگے

میرا موسیٰ غلط نہیں تھا، اس نے تو شریعت کے اصولوں کے مطابق دعا کو اپنانا"
چاہا تھا اور سچی محبت کرتا تھا اس سے۔ مگر میری آنکھوں پر نہ جانے کس گناہ کی پٹی
"بندھی تھی جو مجھے اچھائی میں بھی برائی دکھائی دی تھی۔

: وہ ان کی نادانی یا پھر لاپروائی پر مسکرایا

ڈیڈ! یہ جو اوپر والے کے امتحانات ہوتے ہیں بے حد کٹھن ہوتے ہیں۔ اکثر ہم"
چاہ کر بھی ان امتحانات میں بھرپور انداز میں حصہ نہیں لے سکتے، جو ہماری
دسترس میں بھی نہیں ہے۔ دیکھیں نا، چند سال قبل اسی محبت کا جنون میرے
سر بھی چڑھا تھا، جب میں جوان ہوا تھا۔ تب بھی آپ پر ایسے ہی آزمائش آئی
تھی، مگر اس وقت آپ کے کان بھرنے والا کوئی نہیں تھا اور آپ اس امتحان
میں کامیاب ہوئے تھے۔ اور اس امتحان کا پھل یہ ملا ہے کہ آج آپ کا بیٹا اور بہو
بے حد خوش ہیں، اور ایک رحمت سے بھی اس رب نے نواز رکھا ہے۔ جو ہر شے
پر قادر ہے۔

ڈیڈ! جوانی میں غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں اور والدین ہی بچوں کو سدھارتے ہیں۔ ممکن ہے دیر سے ہی سہی لیکن موسیٰ بھی سدھر جائے۔اور واپسی کی راہ چن کر کامیاب منزل کی مسافت پر روانہ ہو جائے۔"

اس نے ڈیڈ کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ تسلی دیتے ہوئے ایک امید بھی ظاہر کی تھی۔



378.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(378)(ادھوراپن)

اس کی گفتگو پر حامد صاحب نے خوشما انداز میں کہا:

بیٹا! اللہ تمہاری زبان مبارک کرے، آمین۔" پھر دونوں خوشی اندر"

چلے گئے تھے۔

:صالح نے اندر جاتے ہی ایمان کو مخاطب کر کے کہا

ایمان! ہم دونوں کل اسلام آباد دعا کے گھر جا رہے ہیں، مجھے اس کے والدین"

"سے معافی طلب کرنی ہے۔اس لیے صبح سویرے تیار رہنا۔

:یہ سن کر عافیہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، انہوں نے صالح کو پیار کرتے ہوئے کہا

"بیٹا! خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔ یہ بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے۔"

سب گھر والوں نے ہنسی خوشی کھانا کھایا اور عافیہ نے سب کو اچھی سی چائے بنا کر

پلائی تھی۔

اگلے روز صبح، صالح اور ایمان اسلام آباد کے لیے روانہ ہو گئے اور دوپہر

ساڑھے بارہ بجے وہ اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔

دعا کے گھر پہنچ کر صالح نے گھنٹی بجانے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ نوشی یک دم

:وہاں پہنچی، پھر ایمان کو سلام کر کے پوچھا

"بیگم صاحبہ! آپ؟ آپ کب آئے، سب خیریت تو ہے؟"

:ایمان نے جواب کے ساتھ مسکراہٹ بھرے انداز میں کہا"

"ہاں۔۔۔ہاں، سب خیریت ہے۔وہ ہم۔۔۔۔۔"

"ہمیں دعا کے والدین سے ملنا ہے، اگر اجازت ہو تو۔"

صالح نے دونوں کی گفتگو کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔

ایمان خاموش ہو گئی، پھر وہ دونوں نوشی کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گئے تھے۔

نایاب لان کے ایک کونے میں لگے پھولوں کو پانی دے رہی تھیں، جو ایمان کو دیکھ کر سب ادھورا چھوڑ کر اس کی جانب لپکیں، اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا، پھر صالح کو دلاسہ دیا اور دونوں کو ساتھ لیے بیٹھک کی جانب چل دیں۔

:نایاب نے مہمانوں کو بیٹھک میں بٹھایا اور رسماً علیک سلیک کے بعد پوچھا

کیا لو گے بیٹے! ٹھنڈا، چائے یا کافی؟"

میں ابھی بھجواتی ہوں۔اور تمہارے انکل کو بھی بلوا لیتی ہوں۔" صالح نے انہیں

:روکتے ہوئے کہا

آنٹی! آپ کوئی تکلف نہ کیجئے گا۔بس انکل کو بلوا لیں، ہمیں ان سے ہی ملنا"

"تھا۔

کچھ ہی دیر میں نصیر صاحب اور ان کی بیگم مہمانوں کے پاس موجود تھے، اور کلثوم بھی چائے لیے حاضر ہوئی تھی۔ کلثوم نے ایمان کی خیر و عافیت دریافت کی، پھر گھر والوں کا حال احوال دریافت کرنے کے بعد چائے پیالیوں میں ڈالنے لگی۔

صالح نے نصیر صاحب کو ایک نظر دیکھا، پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ادب سے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ہاتھ جوڑے کہنے لگا: "انکل! آپ جیسے فرشتہ صفت انسان کا اس دور میں ملنا ناممکن ہے، میں اپنے ڈیڈ کے اس برتاؤ کو لے کر بہت شرمندہ ہوں۔ آج آپ سے ان کے اس رویے پر معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ انکل! میرے ڈیڈ بھی بہت شرمندہ ہیں اپنے کیے پر اور آپ سے مل کر آپ سے معافی بھی مانگنا چاہتے ہیں، لیکن آپ کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہے۔ آپ خدارا! ہم سب کو معاف کر دیں۔"

379.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(379)(ادھوراپن)

:انہوں نے صالح کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا

ارے،بیٹا! یہ تم کن مشکل چکروں میں پڑ گی ئے ہو؟اور مجھے گناہ گار کر رہے " ہو۔میں تو ایک ادئی سا فقیر ہوں اس پاک ذات کا۔مجھے تمہارے ڈیڈ یا گھر والوں سے کوئی شکوہ نہیں ہے،یہ سب تو اوپر والے کے کھیل ہیں وہ جب چاہے جسے عزت سے نواز دے یا پھر ذلت و رسوائی عطاء کر دے۔ہم انسانوں کو دونوں صورتوں کے لیے تیار رہنا چاہیے،تب کہیں جا کر ہم زندگی کے اصول سمجھ سکتے ہیں۔

اب رہی بات تمہارے ڈیڈ کی تو میرے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں۔میں نے اپنی دعا کی زندگی کا صدقہ سمجھ کر سب بھلا دیا اور "تمہارے ڈیڈ کو معاف کر دیا۔

یہ سن کر ایمان اور صالح کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور دونوں میاں، بیوی نے نصیر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

:اس پر انہوں نے مسکرا کر پوچھا

بچو، تم کھڑے کیوں ہو؟"

"چلو جلدی سے چائے پی لو ٹھنڈی ہو جائے گی۔

:دونوں نے چائے پی اور صالح نے اجازت طلبی کے ساتھ کہا

انکل! اب ہم اجازت چاہتے ہیں، ہمیں لاہور جانا ہے۔ ہمارا مقصد تو آپ سے "

"معافی مانگنا تھا جو کامیاب ہوا۔

:وہ پھر سے مسکرا دیے اور کہا

"چلے جانا، بیٹا! بس دعا بھی آنے والی ہے۔ اس سے مل کر چلے جانا۔"

ایمان نے دعا کا نام سن کر صالح کو ایک نظر دیکھتے ہوئے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا، پھر دونوں بیٹھ گئے تھے۔

:نصیر صاحب نے صالح کو متوجہ کرتے ہوئے پھر سے پوچھا

"اچھا، بیٹا! کیا کچھ مصروفیات ہیں تمہاری؟ اور کام کاروبار کیسا چل رہا ہے؟"

:وہ نرم مزاجی سے بولا

"للہ کا شکر ہے، انکل! کام بالکل ٹھیک چل رہا ہے۔اسی لیے پاکستان کا چکر بہت کم کم لگتا ہے۔"

:انہوں نے خوشی ظاہر کی

"ماشاءللہ! خدا مزید کامیابیاں عطاء کرے، آمین۔"

:گھنٹی کی آواز سن کر نصیر صاحب نے باہر جاتے ہوئے کہا

"بیٹا! لگتا ہے دعا بھی آگئ ہے۔میں اسے بھیجتا ہوں۔"

کچھ پل کے انتظار کے بعد دعا بھی وہیں آگئ اور اشارتاً سلام کرتے ہوئے ایمان کے سینے سے لگ گئ۔

ایمان نے اسے خوب پیار کیا اور اپنے کیے پر شرمندگی ظاہر کی تھی۔جو دعا نے ایک مسکراہٹ سے دور کر دی اور اس کے ساتھ بیٹھ گئ۔

:ایمان نے کچھ پل خاموشی سے جی بھر اسے دیکھا اور پھر کہا

"یہ میرے شوہر، صالح ہیں۔"

دعا نے مسکرا کر پلکیں اٹھائیں، اٹھ کر اس کے قریب ہوئی، سر پر دلاسہ لیتے ہوئے پیچھے ہٹی اور پھر سے ایمان کے پاس بیٹھ گئی۔

کچھ پل وہ ایمان کے پاس بیٹھی رہی، پھر اس نے اجازت طلب کی اور کمرے کی جانب جانے لگی۔اس کے دروازے تک پہنچتے ہی صالح نے اسے پکار کر کہا:

"دعا! رکو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ مڑی اور پلکوں کے اشارے سے پوچھا:

"جی، کیا ضروری بات کرنی ہے آپ نے؟"

وہ یک دم جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگا:

380.txt

"دعا! میں جانتا ہوں جو کچھ میرے گھر والوں اور خاص کر میرے ڈیڈ نے تمہارے والدین کے ساتھ کیا تھا، مجھے ہر چیز کا علم ہے۔اور میں تمہیں پورا حق دیتا ہوں تم جو چاہو سزا میرے لیے تجویز کرو مجھے منظور ہے، لیکن میرے ڈیڈ اور گھر والوں کو معاف کر دو۔ تمہارے بابا سے میری بات ہو چکی ہے، انہوں نے صدق دل سے سب غلطیاں معاف کر دیں، جو انجانے میں یا جان کر ہوئی تھیں۔" دعا نظریں جھکائے سب سن رہی تھی۔

صالح نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے سرد لہجے میں مزید کہا: "اس سب میں میرے بھائی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ تمہیں موسیٰ کو لے کر ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں چاہتا ہوں تم میرے بھائی کو معاف کر دو اور تمہارے دل میں اسے لے کر جو بھی غلط فہمیاں ہیں انہیں بھول جاؤ، پلیز!"

موسیٰ کا نام سننا تھا کہ اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔ دعا غصے میں تلملا رہی تھی۔ اس نے اپنا غصہ ظاہر کرنے کے لیے بیٹھک کا دروازہ زور سے پٹخا اور باہر نکل گئی، جس کا مطلب تھا اسے موسیٰ کا نام سننا بھی گوارہ نہیں ہے۔

وہ تو جا چکی تھی، مگر صالح ہاتھ جوڑے مایوسی کے عالم میں وہیں کھڑا رہا اور ایمان بھی بے بس دکھائی دی تھی۔ وہ اس کو سہارا دے کر بٹھاتے ہوئے کہنے لگی :

"دیکھیں، صالح! میں اور آپ جانتے ہیں موسیٰ قصوروار نہیں ہے، مگر جس طرح سے ڈیڈ نے یہاں بات کی تھی اس سے دعا کی نظر میں موسیٰ ہی قصوروار ہے۔ میرا مطلب دعا بھی غلط نہیں ہے۔ اب دیکھیں نا، ہم بول سکتے ہیں، خدا نے ہمیں بولنے کی صلاحیت سے نواز رکھا ہے، تو ہم اپنے دکھ کسی سے بھی بانٹ سکتے ہیں۔ مگر دعا اس صلاحیت سے محروم ہے۔ ہاں، مگر وہ اپنے دکھ خدا سے ضرور بانٹتی ہو گی۔ اور جب کسی معصوم و مظلوم کی آہ آسمان کی جانب اٹھتی ہے تو وہ آسمانوں کو چیر کر خدا تک پہنچتی ہے، پھر اس کے نتیجے میں ہمیں جو سزا ملتی ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

اس نے مایوسی سے ایمان کی جانب دیکھ کر کہا:

"اب اور کیا سزا ملے گی۔ کیا یہ تھوڑا ظلم ہے کہ میرا بھائی جو ایک پل کے لیے گھر سے باہر بتائے بنا جانا گوارہ نہیں کرتا تھا، کتنے عرصے سے اس کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے۔"

:ایمان آنسو پونچھ کر رنجیدگی سے کہنے لگی

"آپ پلیز! خود کو سنبھالیں۔ اللہ پاک سب بہتر کر دیں گے، اب اس سب میں بھی اس ذات کی کوئی حاکمیت ہی ہو گی۔"



381.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(381)(ادھوراپن)

وہ دونوں اداسی میں باہر نکلنے کی تیاری میں تھے، کہ کلثوم دروازہ کھولتے ہوئے

:ان الفاظ کے ساتھ اندر داخل ہوئی

شاید تیز ہوا کی وجہ سے دروازہ بند ہو گیا، معافی چاہتی ہوں۔"""نہیں، تیز ہوا" کہاں۔ یہاں تو طوفان آیا تھا۔ وہ تو خدا کا شکر ہے ہم محفوظ رہے۔" صالح نے دھیمی سی آواز میں کہا تھا۔

کچھ کہا آپ نے ؟"کلثوم نے میز سے برتن سمیٹتے ہوئے پوچھا تھا۔"

ایمان نے مسکرا کر گردن نفی میں ہلائی:

"نہیں، کچھ نہیں۔"

اچھا، تو آپ لوگ کھڑے کیوں ہیں۔ بس کھانا بھی تیار ہے۔ کھانا کھائے بنا تو"

"آپ کو نہیں جانے دے سکتے۔

کلثوم نے ملازمہ کو برتن والی ٹرالی لے جانے کے اشارے کے ساتھ کہا تھا۔

ایمان نے اپنا بیگ اور موبائل اٹھایا، پھر کہنے لگی:

نہیں، کلثوم! اس تکلف کی ضرورت نہیں تھی، میں معافی چاہتی ہوں۔ اور" ویسے بھی تین بج چکے ہیں اور ہمیں رات سے پہلے لاہور پہنچنا ہے۔ صالح کو کچھ ضروری کام نمٹانا ہے۔ ہم پھر کبھی چکر لگائیں گے تو کھانا بھی ضرور کھائیں

"گے۔

چلو، ایمان! اس مرتبہ تم لوگوں کی مجبوری کی وجہ سے میں چپ ہوں، مگر اگلی" "دفعہ کوئی بہانہ نہیں چلے گا، یاد رکھنا۔

:صالح نے جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"ضرور بھابی! آپ نے بجا فرمایا۔ اگلی دفعہ ہم کوئی بہانہ نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں بیٹھک سے نکل کر لاؤنج میں آئے۔ اور دعا کے والدین کا شکریہ ادا کر کے اجازت طلبی کے ساتھ گھر کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔

ایمان نے انہیں موسیٰ کے متعلق کچھ بتایا نہ ہی پوچھا تھا۔ شاید وہ اس سے زبان کر چکی تھی کہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی۔

پھر کلثوم نے بھی والدین کے خوف کے مارے موسیٰ کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا یا پھر اس لیے کہ اگر انہیں اس کے متعلق معلوم ہو بھی گیا تو وہ ضدی شخص کسی کی بات مانے گا نہیں۔ اور پھر پریشانیاں مزید بڑھ سکتی ہیں۔

بہر حال وہ کچھ ہی قدم چلے تھے کہ ایمان کی نظر زمین پر بیٹھے ایک شخص پر پڑی، جو رب سے محوِ گفتگو تھا۔ پہلے تو ایمان ٹال مٹول کرتے ہوئے آگے بڑھی، مگر

جب اس نے مڑ کر دیکھا تو اس شخص کے ہاتھ میں موجود کی چین کو دیکھ کر اس کی نظریں جم سی گئیں اور قدم رک گی ئے تھے۔

:اس نے صالح کو اپنی جانب کھینچ کر اسے متوجہ کیا اور کہنے لگی

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ موس، وہ دیکھیں ہمارا موسیٰ۔"

:صالح کو زور کا جھٹکا لگا اور اس نے حیرانی سے پوچھا

"کہاں ہے موسیٰ؟"

اس پر ایمان نے کچھ دور زمین پر بیٹھے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا، جس پر اس کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔

:صالح اسے دیکھ کر غصے سے لال ہو گیا اور ایمان کو جھنجھوڑتے ہوئے چلایا

دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ کہیں دعا سے ملنے کے بعد تمہاری عقل جواب تو نہیں "دے گئی؟

اس نے صالح کے غصے کی شدت کو پل میں بھانپ لیا تھا، تو جیسے وہ بولنا ہی بھول گی ٔ تھی۔اور نم پلکیں اٹھائے اس کا چہرہ تکتی رہ گئ۔

382.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(382)(ادھوراپن)

صالح نے اس کی بے بسی دیکھ کر خود کو کچھ حد تک سنبھالا اور پیار سے بولا:

"سوری! میں غصے میں کچھ زیادہ ہی بول گیا، لیکن تم بتاؤ، کیا ہمارا موسیٰ اتنا لاپرواہ ہو سکتا ہے؟"

اس نے بات جاری رکھی تھی۔"میں مانتا ہوں وہ کم فہم ضرور ہے، مگر اسے اپنے کردار اور معیار کا بخوبی اندازہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کس خاندان سے ہے اور کس جانی مانی کاروباری شخصیت کی اولاد ہے۔ اب چلو ایمان!" کہہ کر اس نے وقت برباد کیے بنا ایمان کو ٹیکسی میں بٹھا دیا تھا۔

ایمان کو یقین تھا اور اس کا یقین کامل تھا، کیونکہ موسیٰ جب گھر چھوڑنے لگا تھا تب اس نے ایمان کو سچائی سے آگاہ کر دیا تھا۔

"مگر ساتھ ہی یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ "اس راز کو آپ راز ہی رہنے دیں گی بھابی۔

ایمان کے بہتے اشکوں کے موتیوں کی سب سے بڑی مجبوری وہی ایک وعدہ تھا۔

جس نے سچ کہنے سے اب تک اسے روکے رکھا تھا۔

رات کے قریب ساڑھے آٹھ بجے وہ دونوں لاہور اپنے گھر پہنچ گئے تھے۔

صالح نے گھر میں داخل ہوتے ہی خطرے کی گھنٹی بجادی۔ اور چیخ چیخ کر اپنی موم کو پکارنے لگا:

"موم۔۔۔ موم! کہاں ہیں آپ؟"

اس کے چلانے پر عافیہ خوف کھائے کمرے سے باہر آئیں اور سنجیدگی سے پوچھنے لگیں:

صالح! یہ کس لہجے میں آپ ماں کو پکار رہے ہو؟ کیا یہی تربیت کی ہے ہم" لوگوں نے تمہاری؟

"بڑے ہو گئے ہو ٹھیک ہے، مگر ہمارے لیے ابھی بچے ہی ہو۔

انہوں نے شدید برہمی کا اظہار کیا تھا۔

:اس نے موم کی باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے یک دم کہا

موم! مجھے لگتا ہے آپ کی بہو کو کسی اچھے سے معالج کی ضرورت ہے، یہ پگلا گئی"

ہے۔ وہاں زمین پر پڑے ایک عام آدمی کو دیکھ کر کہنے لگی، 'کہ یہ موسیٰ ہے۔'

جس کی حالت کسی فقیر سے بھی بدتر تھی۔ موم! جتنا جلدی ہو سکے اسے سمجھا

"لیں اور تھوڑا خیال رکھیں اس کا۔

وہ خاصی سنجیدگی سے اپنے جذبات کے اظہار کے ساتھ کمرے میں چلا گیا تھا۔

انہوں نے صالح سے کوئی بھی سوال جواب کیے بنا اداسی میں ڈوبی ہوئی ایمان کو

:باہوں میں لیے پوچھا

بیٹی! یہ سب کیا ہے؟ اور تم اس طرح سے کمزور پڑنے لگو گی تو ہمارا خیال کون"

"رکھے گا؟

تڑپتی ہوئی ایمان نے کچھ حد تک خود کو سنبھالا اور معصومیت سے اپنی ساس کی

:طرف دیکھ کر پوچھنے لگی

"موم! کیا آپ کو بھی میں پاگل لگ رہی ہوں؟"

:انہوں نے اس کا ماتھا چوما اور جواباً کہا

نہیں، بالکل نہیں، یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔میں تو"

"صرف جاننا چاہتی ہوں جو صالح نے کہا وہ سب کیا ہے؟



383.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(383)(ادھوراپن)

:ایمان گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولی

موم! انہوں نے جو کہا وہ بالکل ٹھیک ہے، لیکن میری نگاہیں بھی دھوکا نہیں"

کھا سکتیں۔اب سچائی کو کوئی تسلیم کرے یا مجھے پاگل سمجھ کر پاگل خانے بھیج

"دے۔۔۔۔مجھے فرق نہیں پڑتا۔

اس نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

عافیہ نے اسے سامنے بٹھاتے ہوئے پیار بھرے انداز میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا:

"پہلے تو کسی کی اتنی ہمت نہیں کہ کوئی میری شہزادی کو پاگل کہے۔اور بیٹی! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارا وہم ہو کہ وہ موسیٰ ہی تھا۔یہ بھی تو اکثر ہوتا ہے کہ ہم جسے بے حد پیار کرتے ہیں ہمیں ہر جگہ، ہر پل وہی نظر آتا ہے۔تو کیا معلوم آپ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا ہو۔"

ایمان نے اداسی بھری نظروں سے موم کو دیکھ کر کہا:

"موم! اب تو آپ نے بھی مجھے وہی سمجھ لیا ہے،اب کیا فرق پڑتا ہے یہ سب حقیقت ہے یا میری، میرے بھائی جیسے دیور سے محبت کا قصور۔ موم! مجھے کچھ نہیں معلوم، بس ہم کل موسیٰ کی واپسی اور اس کی صحت و ایمان والی لمبی زندگی کی منت مانگنے جارہے ہیں،اور آپ میرے ساتھ چلیں گیں۔"

یہ کہہ کر وہ سرد نظروں سے جواب کی طلب میں انہیں گھورنے لگی۔

عافیہ پریشانی کے عالم میں اپنی جگہ سے اٹھیں اور کہا:

مگر، بیٹی! میں تو کبھی حاضری کے لیے دربار وغیرہ گی اور نہ کبھی چادر وغیرہ"
چڑھانے گئی ہوں۔ مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔""""موم! میں نے یہ کب کہا
ہے کہ ہم کسی دربار پر حاضری یا چادر پوشی کے لیے جا رہے ہیں۔ میں صرف اتنا
کہہ رہی ہوں کہ اس دربار میں ایک نیک برزگ بیٹھتے ہیں۔ ہم بس ان سے مل
"کر کچھ صدقہ دیں گے اور موسیٰ کے لیے دعاء کا کہیں گے۔

ایمان نے اپنی ساس کو دربار ساتھ چلنے کے لیے منا لیا تھا، پھر اپنے کمرے میں
چلی گئی۔

حامد صاحب ٹہلتے ہوئے لان میں آئے جہاں عافیہ پریشانی کے عالم میں نگاہیں
آسمان پر ٹکائے بیٹھی تھیں۔

:انہوں نے گلا کھنکارتے ہوئے حیرانی ظاہر کی

ارے، بیگم! کیا ہوا، آج تو آسمان بھی خالی ہے، تو کیا ڈھونڈ رہی ہیں ان کالے"
"بادلوں میں؟

وہ گہری سوچوں میں مگن تھیں، یک دم چونکا دینے والے انداز میں پلٹ کر کہنے
:لگیں

حامد! میں نے ان کالے بادلوں میں کیا دیکھنا ہے؟ وہ تو بس ایمان کی باتیں سن"
کر مجھے ان کالی گھٹاؤں میں کچھ امید کی کرن نظر آئی ہے۔بس اسی امید کو تلاش
"کر رہی ہوں۔

:وہ پھر سے حیران کن انداز میں بیگم کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولے

بیگم صاحبہ! جو کہنا ہے کھل کر کہیں، یہ کالی گھٹائیں، امید کی کرن۔۔۔یہ"
"سب میری دسترس سے میلوں دور ہیں، اس لیے کھل کر بات کریں۔

وہ جیسے کسی الجھن کا شکار تھے۔

:عافیہ ان کی جانب متوجہ ہو کر بولیں

دیکھیں، حامد! مجھے ایمان اور صالح کی باتوں سے خوف سا آرہا ہے، لیکن"
دوسری جانب جب ایمان کی بات پر میں نے غور کیا تو کچھ اچھے کی امید نظر آئی
:ہے۔" کہہ کر عافیہ نے ساری کہانی تفصیل سے انہیں سنادی، پھر کہا تھا

اسی لیے کل ایمان میرے ساتھ دربار جا کر موسیٰ کے لیے منت مانگنا چاہتی"
"ہے، اور کچھ صدقہ نکالنا چاہتی ہے۔

:حامد صاحب یہ سن کر مسکرا کر گویا ہوئے

اس میں پریشان ہونے والی کونسی بات ہے؟"

384.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(384)(ادھوراپن)

صدقہ دینا تو بہت افضل عمل ہے۔اور ساتھ میں اگر دعاء بھی مانگ لی جائے تو اس سے بہترین عمل تو کوئی نہیں۔ تم ضرور جاؤاور جو چاہو صدقہ نکالو، مگر میرے موسیٰ کی واپسی کی منت پوری ضرور کرنا۔اب تو بس ایک دعاء ہی اسے واپس لاسکتی ہے،اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں۔"

عافیہ نے ہامی بھر کر کہا:

حامد! میں تو چاہتی ہوں آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، وہاں اللہ کے نیک"

"لوگوں سے مل کر کیا معلوم آپ کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے۔

:انہوں نے ہاتھ نفی میں لہراتے ہوئے کہا

بیگم! اس مشکل کام میں مجھے مت گھسیٹو۔ یہ تم عورتوں کے کام ہیں، تم خود ہی"

"دیکھ لو۔

:عافیہ زیرلب مسکرا کر بولیں

ارے! آپ پریشان مت ہوں، کوئی زبردستی نہیں لے جارہا آپ کو۔"""

:دونوں طرف مسکراہٹ کے بعد طویل خاموشی چھائی رہی، پھر عافیہ نے پوچھا

"اچھا، چائے۔۔۔ چائے منگواؤں آپ کے لیے؟"

انہوں نے گردن ہاں میں ہلائی اور عافیہ نے ملازم کو آواز لگائی تھی۔ وہ ایک آواز

پر یک دم "جی، بیگم صاحبہ!" کہتے ہوئے حاضر ہوا۔

"ہاں، جلدی سے دو اچھی سی چائے بھیج دیں اور ساتھ میں کچھ کھانے کو بھی۔"

جی، بیگم صاحبہ! بس پانچ منٹ دیں ابھی لے کر آیا۔" کہہ کر وہ یک دم کام پہ"

لگ گیا تھا۔

اگلے روز صبح سات بجے ایمان بالکل تیار اپنے کمرے سے باہر نکلی اور سیدھی لاؤنج میں پہنچ گئی۔

ملازم سامنے کچن میں کچھ کام کرتے ہوئے ادب سے اس کی طرف متوجہ ہوا:

"بی بی جی! آپ کے لیے ناشتہ لگادوں؟"

اس نے جواباً مسکراتے ہوئے میز پر رکھے جگ میں سے پانی گلاس میں ڈالتے ہوئے کہا:

"نہیں، میں بعد میں سب کے ساتھ کروں گی۔ آپ بس وہاج اور زینب کا ناشتہ لے آئیں۔" وہ کچھ ہی دیر میں دونوں کو تیار کر کے ناشتے کی میز پر پہنچی اور دونوں کو ناشتہ کرا کر اسکول بھیج دیا تھا۔



مانی نے ڈائری بند کی اور پریشان ہو کر سانول کو گھورنے لگا۔ سانول نے اشارتاً اس سے اس پریشانی کی وجہ دریافت کی، تو اس نے ڈائری کا خالی صفحہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا:

"سانول! اس سے آگے کی کہانی کہاں ہے؟"

یار! یہ تقریباً ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے۔ جب موسیٰ کو گھر چھوڑے چھ ماہ" ہوئے تھے۔" کہہ کر وہ اٹھا اور مانی کو کمرے میں چلنے کا کہا۔

رات کے دس بجے دونوں دوست کمرے میں پہنچے، اور سانول اسے ایک اور ڈائری تھما کر خود بستر پر لیٹ گیا۔

:مانی نے ڈائری کھول کر پڑھنا شروع کی اور سنجیدگی سے پوچھنے لگا

دعا اور موسیٰ کی محبت کا حاصل وصول کیا ہوا؟ آخری ڈیڑھ سال کے عرصہ "
"میں کیا ہوا تھا اب تک؟

مانی پلکیں جھپکے بنا اسے گھورنے لگا، مگر وہ بالکل خاموش بیٹھا رہا، جو مانی کو بالکل اچھا نہیں لگا۔ وہ ڈائری کے پنے پلٹنے لگا، مگر سوائے سوالیہ نشانوں کے کچھ میسر نہ تھا۔

385.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(385)(ادھورا پن)

:سانول نے طویل خاموشی توڑی اور کہا

اس ڈیڑھ سے دو سال کے عرصے میں کسی کو کسی سے محبت ہوئی تھی لندن" میں شاید۔اور پھر وہ کچھ ہوا جو اکثر محبت کے راہی کے مقدر میں لکھ دیا جاتا ہے۔ مطلب تمہاری آیت سے محبت،اس کا تمہیں چھوڑ جانا،اپنی محبت حاصل کر لینا، پھر حاصل کر کے کھو دینا۔اور بے قصور ہو کر بھی موسیٰ کی اپنی محبت کی منت "سماجت کرنا، پھر بدلے میں نفرت کا حصول۔

اور۔۔۔اور بہت کچھ جو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں یا کچھ آگے پڑھنے والے ہیں۔



مگر ہر سوال کا جواب کہیں نا کہیں ضرور چھپا ہوتا ہے، جیسے ان سوالیہ نشانوں کا جواب میرے قلم کی جنبش میں۔

تو پھر چلتے ہیں اسی مقام پر جہاں ایمان نے اپنی ساس کو منانے کی کامیاب کوشش کی تھی، کہ وہ اس کے ساتھ دربار جارہی ہیں، موسیٰ کی واپسی کی منت مانگنے۔

اس نے بچوں کو اسکول بھیج دیا تھا۔اور خود کچن میں آئی جہاں ملازم سب کے لیے ناشتہ تیار کر رہا تھا۔

ایمان نے فریج سے کچھ پھل نکالے اور کاٹ کر باہر لان میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے اپنے سسر کو پیش کیے تھے۔

انہوں نے خوش اسلوبی سے اس کے سر پر دلاسہ دیا اور شکریہ ادا کر کے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

وہ کچھ دیر پیار سے اسے دیکھتے رہے، پھر کہنے لگے:

"میں نے عافیہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ ہماری بیٹی کی خواہش کو پورا کریں، اور جو وہ چاہتی ہے بالکل ویسا ہی کریں۔"

وہ خوشی سے کھل اٹھی اور اپنا سر ان کے سینے سے لگا کر سرد لہجے میں بولی:

"شکریہ، ڈیڈ! لیکن مجھے غلط مت سمجھیے گا، میں پاگل نہیں ہوں۔" حامد صاحب نے اسے بغور دیکھ کر کہا:

تم بھی ناحد کرتی ہو، بھلا میں کیوں ایسا سوچوں گا؟ پریشان نہیں ہوتے۔اور جاؤ "

" خدا تمہاری ہر مراد پوری کرے، آمین۔

اس نے گھر کے کچھ کام نمٹائے، پھر اپنی ساس کو لیے ڈرائیور کے ساتھ دربار میں منت مانگنے کے لیے روانہ ہو گئیں وہ دونوں۔

صبح ساڑھے دس بجے وہ دونوں داتا دربار پہنچیں تو کچھ پل ایمان نے چاروں سمت کا جائزہ لیا۔اسے وہ بزرگ ایک سائے دار درخت کے نیچے خدا کا ذکر کرتے دکھائی دیے۔وہ عافیہ کو لیے ان کے قریب پہنچ کر ادب سے کھڑی ہو گئی اور ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

:سلام کے جواب کے بعد بزرگ نے نظریں اٹھائے بغیر کہا

" بیٹیو! بیٹھ جاؤ۔اور بتاؤ کیا ہے تمہاری مراد؟"

:ایمان نے رنجیدگی سے کہا

سائیں! میں اپنے دل کی خواہش اور دلی مراد لے کر آپ کی خدمت میں پیش "

" ہوئی ہوں، اور امید کرتی ہوں ہم یہاں سے مایوس نہیں لوٹیں گیں۔

:عافیہ کی خاموشی ان الفاظ پر ٹوٹی

سائیں جی! میں چاہتی ہوں آپ میرے بیٹے کے لیے دعاء کریں۔ وہ جہاں بھی" ہو ٹھیک ہو اور جلد اپنے گھر کو لوٹ آئے، اسے گھر چھوڑے چھ ماہ کا عرصہ بیت "چکا ہے، اور میں اس کے دیدار کو ترس سی گئی ہوں۔۔۔

بزرگ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور "اللہ اکبر" کہتے ہوئے اوپر دیکھا۔ جب ان :کی نظر ایمان پر پڑی تو یک دم پوچھنے لگے

"کہیں تم دونوں موسیٰ کی تو بات نہیں کر رہیں؟"



(باسط بن مظہر راجپوت)(386)(ادھوراپن)

:یہ سن کر ایمان حیران ہوئی اور بے اختیار بول اٹھی

"ہاں۔۔۔ہاں، سائیں! ہم موسیٰ کی بات کر رہی ہیں۔"

:اس نے اپنے تحفظات کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی

سائیں! میری نظریں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ مجھے پورا یقین ہے کل میں نے"

جس شخص کو زمین پر بیٹھا دیکھا تھا وہ ہمارا موسیٰ ہی تھا، لیکن میری بات کا کوئی

یقین نہیں کر رہا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔

آپ کچھ تو بتائیں وہ کب گھر لوٹے گا؟ اور اگر میں نے حقیقت میں موسیٰ کو ہی

"وہاں دیکھا ہے تو وہ کیوں خود کو اذیت دے رہا ہے؟

ایمان نے گڑگڑاتے ہوئے ہر وہ سوال کھول کر رکھ دیا، جو اس کے دماغ میں نہ

جانے کب سے گردش کر رہا تھا۔

بزرگ نے گہری سانس لی اور اپنی آنکھیں بند کیے کچھ دیر پھر سے ذکر خدا میں دیوانہ وار مشغول ہو گئے، پھر اچانک سے آنکھیں کھول کر ایمان کی طرف متوجہ ہوئے:

"بیٹی! میں نے اس لڑکے کا اس کی روح تک جائزہ لیا تھا، مجھے تو وہ بچہ پہلی ہی نظر میں الگ ہی مزاج کا معلوم ہوا تھا۔ اس جیسا ضدی اور اپنے ارادوں کا پختہ انسان میں نے بہت کم ہی اپنی زندگی میں پایا ہے۔ میں اس کے لیے ضرور اپنے پروردگار سے دعاء کروں گا اور اس کے نام کی عرضی بھی خدا کی خدمت میں پیش کروں گا۔ مگر۔۔۔ مگر، بیٹی! وہ جس منزل کا مسافر ہے اس سفر کے مسافروں کی واپسی کی امید رکھنا خود سے دھوکا ہے۔

وہ گھر ضرور لوٹے گا لیکن ابھی اس کے بہت سے امتحانات باقی ہیں، جو وہ محبت کے حصول کی خاطر ہنس کر قبول کرے گا۔

باقی اللہ سے بہتر کون جانتا ہے۔ کس کی قسمت میں کیا لکھا ہے، اور کیا کچھ ہونے والا ہے؟

ہم تو صرف اندازے لگا سکتے ہیں۔ میری تم لوگوں سے یہی گزارش ہے کہ اپنے رب سے اس کی واپسی کی امید ضرور رکھو، مگر اس کا انتظار مت کرنا۔ وہ اس دنیا اور اس کے اصولوں سے کافی آگے نکل چکا ہے۔ اب اسے مجازی عشق کے ساتھ ساتھ اپنے خدا یعنی حقیقی عشق کی بھی طلب ہونے لگی ہے، جس کی طلب انسان روح سے کرتا ہے۔ اور اگر روح کسی چیز کی طلب کر لے تو جب تک روح اسے حاصل نہ کر لے، روح کی پیاس نہیں بجھتی۔ وہ پیاس، وہ طلب میں نے "موسیٰ کی نگاہوں میں دیکھی تھی۔

:عافیہ رنجیدگی سے کہنے لگیں

آپ تو اللہ کے نیک لوگوں میں سے ہیں، تو کچھ کریں۔ میں اپنے بیٹے کے سر کا" صدقہ جو آپ کہیں دینے کے لیے تیار ہوں، اس کے لیے ہر منت، ہر مراد پوری "کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بس آپ کوئی حل بتادیں۔

:بزرگ مسکرادیے اور اپنی انگلی آسمان کی جانب بلند کیے کہنے لگے

ارے، بی بی! میں اور تمہارے صدقات کی ضرورت اس خدا کو بالکل نہیں" ہے، وہ تو صرف انسانوں کا تقویٰ، خلوص اور نیت دیکھتا ہے۔ دینے والے تو

اربوں، کھربوں کا بھی صدقہ اتارتے ہیں، مگر وہ میرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔جو نیتوں میں کھوٹ بالکل قبول نہیں کرتا۔بی بی! تم جو اس کی رضا کے لیے اس کے دربار میں صدقہ کے طور پر پیش کر دو، ممکن ہے وہ تمہارے خلوص اور نیت کو دیکھ کر تم پر خوش ہو جائے اور تمہیں وہ عطاء کر دے جو تمہاری تمنا ہے۔"



387 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(387)(ادھوراپن)

بزرگ کی بات سن کر عافیہ کے چہرے پر مسکراہٹ کھلی۔وہ ان الفاظ کے ساتھ اپنی گاڑی کی جانب لپکیں:

"سائیں جی! خدا آپ کی زبان مبارک کرے اور جیسا آپ نے کہا وہ مجھے میرا موسیٰ لوٹا دے۔"

وہ بے حد خوش اور پر یقین تھیں۔

بزرگ نے اللہ اکبر کا ورد شروع کیا اور کہنے لگے:

"جاؤ بی بی! اللہ تمہاری ہر مراد پوری کرے اور تمہارے دل کی جو بھی خواہش ہے وہ جلد اپنے غیبی خزانوں سے تمہیں عطاء کر دے، آمین۔"

عافیہ اور ایمان نے صدقے کے سامان سے بھری ہوئی گاڑی ڈرائیور کی مدد سے خالی کی، اور سارا سامان اور کافی رقم وہاں موجود فقیروں میں تقسیم کر دی، پھر کچھ سامان ان بزرگ کی خدمت میں بھی پیش کیا۔

عافیہ کہنے لگیں:

"سائیں جی! میں جانتی ہوں آپ کو اس سب کی ضرورت نہیں ہے، لیکن امید کرتی ہوں آپ خدا کی رضا کی خاطر یہ تحفہ قبول فرمالیں گے۔"

بزرگ نے اپنی گردن ہاں میں ہلائی اور گویا ہوئے:

للہ تمہارا یہ صدقہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور تمہاری ہر پریشانی کو دور "

"فرمائے، آمین۔

گھر پہنچ کر عافیہ نے تو جیسے جائے نماز کو ہی اپنا مسکن بنالیا تھا۔ دن و رات دنیا سے کنارہ کر کے وہ اپنے بیٹے کی واپسی کی دعائیں مانگنے لگی تھیں۔



موسیٰ نے محبوب کی چوکھٹ پر دو سال تو کاٹ لیے تھے۔ مگر ایک عاشق اپنے محبوب کے ایک نظر کرم کے انتظار میں کن کن اذیت ناک اور کانٹے دار راہوں سے گزرا ہو گا؟ یہ یا تو موسیٰ جانتا ہے یا اس کا خدا، مگر دو سال بیت چکے تھے۔

آج دعا اپنی بھابی کو یاد دہانی کراتے ہوئے یہ کہہ کر گھر سے نکلی:

بھابی! میں اگلے دو یا تین دن انسٹیٹیوٹ میں ہی رہوں گی، کیونکہ اب مجھے "
صرف اپنے خوابوں کو پورا کرنا ہے جو اب تک میرا خواب تھے۔ اب میں نہیں چاہتی کہ میرے خوابوں کے بیچ کوئی بھی آئے۔ اور اگلے تین دنوں میں آپ جو کر سکتی ہیں، جیسے کرنا ہے کریں۔ موسیٰ کو میں واپسی پر اپنی نظروں کے سامنے نہ

پاؤں۔ کہیں وہ یا پھر اس کی مجھ سے بے وجہ کی ضد جس کو اس نے محبت کا نام دے رکھا ہے، ذلیل نہ ہو جائیں۔"

دعا نے یہ سب دوٹوک انداز میں بڑی سنجیدگی سے کہا تھا۔ جو کسی بڑے طوفان کی آمد کی نوید سننے جیسا تھا۔

کلثوم خاموشی سے کھڑی دعا کے اُس انداز کو دیکھ رہی تھی، جیسے خزاں کے موسم میں گلاب کے پودے سے پھول اور پتے جھڑ رہے ہوں اور کانٹوں کا بسیرا ہو۔

مگر یہ دعا کا ظاہری لہجہ تھا، کیونکہ اس کی زبان اب سے پہلے بالکل خاموش تھی۔

دعا نے حجاب درست کیا اور نقاب کرتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تھی:

"بھابی! یاد سے یہ رقعہ موسیٰ تک میری امانت سمجھ کر پہنچا دیجیے گا، یہ نہ ہو کہ آپ بھول جائیں۔"

اس نے مسکراہٹ بھرے انداز میں دعا کو دیکھ کر رقعہ لیا اور کہنے لگی:

"دعا! پلیز، تم پریشان مت ہو اور غصہ مت کیا کرو۔ یہ انداز تم پر بالکل نہیں جچتا۔ تم بے فکر ہو کر جاؤ، یہ امانت کل شام میں خود اس تک پہنچا دوں گی۔ اور تمہاری اُس امانت کو پھر شاید تم دیکھنے کو ہی ترس جاؤ۔"

388 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(388)(ادھورا پن)

پلیز بھابی! اتنے گی ئے گزرے دن ابھی نہیں آئے میری زندگی میں۔اور اگر"
آپ کو برا لگ رہا ہے تو مجھے دیں میں جاتے ہوئے اس کے منہ پہ دے ماروں گی،
"تو پھر تو وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے گا؟
:کلثوم طنزاً ہنسی اور نفی میں گردن ہلا کر کہا
سوچ ہے تمہاری دعا! لیکن چھوڑو،ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔"کہہ کر اس"
:نے بات بدلتے ہوئے پوچھا

"تم دو تین دن رہو گی کہا؟ خدارا اپنا خیال رکھنا اور وقت کی پابندی کرنا، خاص رات کی نیند کے لیے۔"

دعا نے پر نم نگاہوں سے کلثوم کو دیکھ کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا:

"میری بھولی سی بھابی! آپ میرے لیے فکر مند نہ ہوں، میں انسٹیٹیوٹ کے ہاسٹل میں رہوں گی اور آپ سے رابطہ بھی رہے گا۔ ویسے بھی میں یہیں اسلام آباد میں ہوں، ایک اچھی نرس، ذمہ دار شہری اور اپنے بابا کی قابل اعتبار بیٹی ہوں۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ ویسے بھی میں اپنے مریضوں کا اچھے سے خیال رکھ لیتی ہوں۔ بس آپ دعاء کیا کیجیے میں جلدی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری مکمل کر لوں۔"

کلثوم نے اس کا ماتھا چوم کر کہا:

"ﷲ تمہاری ہر مراد پوری کرے، آمین۔ دعا! تم ایک قابل نرس اور سمجھ لو مکمل ڈاکٹر ہو۔ اصل کامیابی لوگوں کا بھروسہ جیتنا ہے، جو تمہارے مریض تم پر بے پناہ کرتے ہیں۔ اب رہی ڈگری کی بات تو وہ صرف ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے، جو کسی بھی طریقے سے کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے۔"

ہاں، بھابی ! لیکن ایک ذمہ دار شہری ہونے کے ناطے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم " قانون کی پاسداری کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل کریں۔" کہہ کر دعا نے اجازت طلب کی اور منزل کی جانب چل دی۔

اس کے جانے کے بعد کلثوم نے اس کا دیا رقعہ بغور دیکھا، پھر کھول کر پڑھنا چاہا تھا۔ مگر کچھ سوچنے کے بعد اسے مناسب نہ لگا، اس نے وہ رقعہ امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیا۔

اس نے کمرے کی کچھ حالت سنواری، پھر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگیں، جہاں سامنے وہ موسیٰ کو دیکھ کر اداس ہو گئی اور اندر ہی اندر بڑبڑانے لگی:

کیا ہے اس محبت میں اذیت کے سوا؟"

بس خود کو اندھیرے میں رکھنا کہ کب محبوب آپ پہ نظر کرم کرے اور آپ اس کی محبت پانے کی خاطر اس سے ان نہ کردہ گناہوں کی بھی معافی مانگیں، جو کبھی کیے ہی نہ ہوں۔ جیسے کہ موسیٰ نے۔

محبت تو احساس کا نام ہے، ایک دوسرے کے جذبات سمجھنے کا نام ہے، دوسروں کے دکھ درد بانٹنے اور ہر اچھے برے میں ایک ساتھ کھڑے ہونے کو محبت کہتے ہیں۔"

اس کے خیالات کی ڈور نوشی کے پکارنے پر ٹوٹی تھی۔

وہ یک دم اپنے آنسو پونچھتے ہوئے نوشی کی طرف متوجہ ہوئی۔



سانول اور مانی دن کے کھانے سے فارغ ہو کر لاہور سے

اسلام آباد کے لیے روانہ ہو گئے۔

مانی تو ابھی شادی سے پہلے مزید کچھ دن لاہور میں گزارنا چاہتا تھا، مگر سانول نے اس کی فرمائش رد کی اور کچھ ہی دیر میں اسے ساتھ لیے لاہور اقبال انٹرنیشنل ائیر پورٹ پر موجود تھا۔

اسلام آباد پہنچ کر گھر کے سفر کے بیچ مانی نے اس سے پوچھا:

389 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(389)(ادھوراپن)

سانول! دعا اور تمہاری محبت کہیں پھیکی نہیں پڑنے لگی؟"

تم تو اپنی محبت سے بالکل بیزار آ چکے ہو۔ میں جانتا ہوں تم نے اپنے دوست کی خاطر اپنی محبت قربان کی ہے۔

"مگر کیا اسے بھول بھی چکے ہو؟

سانول کچھ دیر تو خاموش رہا، پھر حیران کن انداز میں مانی کو گھورنے لگا۔ جس پر اس نے خوف کے مارے اپنی نگاہیں ہی پھیر لیں۔

:سانول نے اسے اپنی طرف متوجہ کر کے کہا

دیکھ، یار! یہ محبت آگ اور پانی کا کھیل ہے۔ جو آگ سے کھیلا وہ جل کر راکھ "
ہو گیا اور جس نے پانی سے زور آزمائی کی اس کا مقدر بھی ڈوبنا ٹھہرا۔

تم سب کچھ جاننے کے باوجود میرے زخموں پر نمک کیوں چھڑکتے ہو؟

مانی! محبت تو تم نے بھی کی تھی اور قربان تم بھی ہوئے ہو۔ فرق صرف اتنا ہے
"کہ میں دوستی کی خاطر اور تم محبت بچانے کی خاطر۔

سانول نے بڑی سنجیدگی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔

:مانی نے نظر بھر کر اسے دیکھا، پھر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھنے لگا

اور نقصان؟"

نقصان تو صرف محبت کا ہوا دونوں صورتوں میں۔ نہ تو موسیٰ کی محبت کو منزل
ملی۔ اور سچ کہوں تو کامیاب آیت کی محبت بھی نہ ہو سکی۔ بھلے ہی اس نے اپنی
محبت بچانے کے لیے ساحر سے علیحدگی کا فیصلہ کیوں نہ کیا ہو۔

پھر۔۔۔ پھر محترمہ دعا کو دیکھو، کیسے کسی کی باتوں میں آکر محبت کی توہین کرنے
"پر اتر آئی تھیں۔ جب تک۔۔۔۔۔

:سانول نے جواب دینے کے لیے اسے ٹوکتے ہوئے کہا

نقصان اور کسی کا نہیں صرف و صرف موسیٰ کا ہوا ہے۔ دعا تو حامد انکل کی "
باتوں میں آکر اس سے بدگمان ہوئی تھی، لیکن کچھ حد تک تم بھی ٹھیک کہہ رہے
"ہو۔ دعا نے جذبات میں آکر محبت کی توہین ضرور کی ہے۔

اسی بحث کے چلتے شام ساڑھے چھ بجے وہ دونوں گھر کے بالکل قریب پہنچ چکے
تھے۔ سانول نے گاڑی سے اترنے سے پہلے مانی کو بالکل خاموش رہنے کا حکم
:دے کر کہا

اس کے بعد تم کسی قسم کی بحث بالکل نہیں کرو گے۔ اور ہاں! مجھے جب جو "
"مناسب لگا تمہیں بتادوں گا۔ اب اداس بالکل نہیں ہونا مانی۔

پھر دونوں دوست ہنسی خوشی گھر میں داخل ہو گئے۔

:خدیجہ نے دونوں کے گھر میں داخل ہوتے ہی غصہ ظاہر کیا اور کہنے لگیں

تم دونوں تو ایک دن کے لیے لاہور گئے تھے، تو آج تین دن بعد منہ دکھا "
"رہے ہو۔

:مانی نے سرد لہجے میں کہا

سوری، ماما! مگر میں نے بابا سے اجازت لے لی تھی وہاں رکنے کے لیے، آپ"
چاہیں تو بابا سے پوچھ بھی لیں۔
"مگر وہ دکھائی نہیں دے رہے؟
اس نے سوالیہ نظروں سے خدیجہ کو دیکھا تھا۔
:انہوں نے کچھ سامان اسے تھماتے ہوئے غصے سے کہا
محترم! آپ کہیں بھول تو نہیں رہے؟اس گھر میں چند ہی روز بعد ایک شادی"
ہونے کو ہے۔ میرے خیال میں وہ اسی شادی کی تیاریوں میں مصروف عمل
"ہیں۔

390 .txt

:اس نے ماما کا ہاتھ پیار سے اپنے ہاتھوں میں لیے کہا

سوری اگین، ماما! آگے سے غلطیاں نہیں ہوں گیں، مگر اس وقت میرا بھوک"

سے برا حال ہو رہا ہے۔

"کچھ کھانے کو ملے گا پلیز؟

کچھ پل کی خاموشی کے بعد خدیجہ مسکرائیں، پھر سانول اور مانی کو ساتھ لیے کچن

:کی جانب بڑھتے ہوئے کہنے لگیں

تم دونوں جلدی سے کچھ کھالو۔اور سانول! تم نے اب بس کاموں کی طرف"

دھیان دینا ہے۔مجھے گھر کی سجاوٹ میں کوئی کمی بیشی نہیں چاہیے، ویسے بھی کل

صبح میں اور تمہاری ماما سوات مانی کے سسرال جا رہی ہیں۔کچھ جوڑے اور

جیولری وغیرہ مایوں سے پہلے وہاں پہنچانے ضروری ہیں، تو گھر کا خیال تم نے ہی

"رکھنا ہے۔

:سانول نے مزاحیہ انداز میں کہا

آنٹی! میں اور مانی کے ہوتے ہوئے آپ کو وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم"

: دونوں سامان پہنچا دیں گے۔" کہہ کر اس نے مانی کی طرف دیکھ کر پوچھا

"کیوں مانی! میں نے ٹھیک کہا ہے نا؟"

: مانی بنا کوئی بات سمجھے یک دم کہنے لگا

ہاں، سانول! تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے۔" یہ سن کر"

خدیجہ غصے میں تلملا گئیں اور سخت روی سے کہا: "سانول! تم کہیں پٹ نہ جانا

"میرے ہاتھوں۔ وہ تو پاگل ہے، مگر تم ہی کچھ خیال کر لو۔

: سانول یک دم سنجیدہ ہو گیا اور دونوں کان پکڑے کہنے لگا

آنٹی! میں مذاق کر رہا تھا، معاف کر دیں۔ اب ویسے بھی کھانا تیار ہو گا، کب"

"سے آپ کہہ رہی ہیں کچھ کھا پی لیں ہم دونوں۔

اس نے موقع کی مناسبت سے بات بدل دی تھی۔

: وہ سانول کی ڈھٹائی پر مسکرا دیں، پھر بولیں

سانول بیٹا! ابھی کھانے کا وقت نہیں ہے، مگر میں چائے کے ساتھ کچھ بھجوا" دیتی ہوں۔ تم دونوں اپنے کمرے میں جاؤ اور چائے پی کر کچھ دیر آرام کے بعد "سیدھے میرے پاس آجانا۔

:دونوں نے یک زبان ہو کر کہا

جو حکم آپ کا۔۔۔ ہم ویسا ہی کریں گے۔" کہہ کر دونوں چلتے بنے۔ کچھ ہی دیر"

:بعد ملازم نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھا

چھوٹے مالک! مالکن نے آپ کے لیے چائے بھجوائی ہے۔ اگر اجازت ہو تو" "اندر لے آؤں؟

:مانی نے دروازہ کھولا اور سرد لہجے میں کہنے لگا

انکل! میں نے آپ سے کتنی دفعہ کہا ہے کہ آپ میرے بڑوں کی طرح ہیں،" "بس دستک دے کر آجایا کریں۔ مجھے یہ سب بالکل پسند نہیں ہے۔

:ملازم چائے کی ٹرالی کمرے میں لا کر چائے وغیرہ میز پر سجاتے ہوئے کہنے لگا

چھوٹے مالک! یہ تو آپ کا بڑا پن ہے جو آپ اتنی عزت دیتے ہیں ہمیں۔ ورنہ" "ہماری کیا اوقات۔

391 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(391)(ادھوراپن)

:مانی نے اس کے شانے پیار سے تھپتھپاتے ہوئے کہا

دیکھیے! آپ مجھے مالک وغیرہ نہ کہا کریں، مانی کہہ دیا کریں یا پھر چھوٹے، بس۔"

اور رہی بات آپ کی عزت کی تو میرے والدین نے مجھے جو تربیت دی ہے اس میں بڑوں کی عزت کرنا بھی میرے فرائض میں شامل ہے، عزت کا حصول آپ کا بھی حق ہے۔

بہت شکریہ! اب آپ جا سکتے ہیں اور جو کچھ بھی میں نے کہا مجھے دہرانا نہ پڑے۔"

ملازم نے مسکراہٹ بھرے انداز میں کہا :

"ٹھیک ہے چھوٹے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے، آمین۔"

اس کے جاتے ہی مانی پھر سے سانول کو ماضی دہرانے کے لیے مجبور کرنے لگا۔

سانول نے ٹھوڑا صبر کرنے کا کہا اور چائے، سموسے کرنے کے بعد مانی کو متوجہ کر کے کہنے لگا :

"مانی! تمہیں یہی جاننا ہے کہ میں اپنی محبت قربان کر کے بھی خاموش کیوں ہوں؟"

اس نے گردن ہاں میں ہلائی تو سانول کہنے لگا :

"تو پھر تمہیں یاد ہے؟ میں نے تمہیں شاید پہلے بھی بتایا تھا کہ جب موسیٰ کے ڈیڈ نے دعا کے رشتے سے انکار کیا تھا، تو اس کی سب سے بڑی وجہ انہوں نے مجھے چنا تھا۔"

مانی نے حیران کن انداز میں پوچھا :

"سانول! کیا کہہ رہے ہو تم؟"

جی، مانی! میں جو کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے۔ میں مانتا ہوں کہ حامد انکل کو مجھے" اور دعا کو لے کر بہت بڑی غلط فہمی ہوئی تھی۔ جو میں اور ثانیہ نے دور بھی کر دی تھی۔ مگر اس غلط فہمی کو لے کر کچھ تلخیاں اور رکاوٹیں دعا اور موسیٰ کی محبت کے بیچ پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی محبت بے حد ہی پیچیدہ اور سنجیدہ موڑ پر جا پہنچی تھی، جو "تم بھی جانتے ہو۔

:اس کی بات مکمل ہوتے ہی مانی نے کہا

یار سانول! باقی تو میں سمجھ رہا ہوں جو تم کہہ رہے ہو، "

" مگر وہ غلط فہمیاں کیا ہیں یا تھیں مجھے بتاؤ گے؟

:اس نے آسمان کی جانب دیکھ کر رنجیدگی سے کہا

مانی! وہ غلط فہمیاں میں اور دعا کی کالج میں لی گئی تصاویر تھیں۔ جن کا نہ تو مجھے پتا" تھا اور نہ ہی دعا کو۔ کسی تیسرے شخص کی چال تھی جو اپنے مقصد میں سو فیصد کامیاب رہا تھا۔ حامد انکل کو نہ جانے ایسا کیا محسوس ہوا تھا یا پھر انہیں مجبور کیا گیا تھا دعا کے خلاف۔ مگر میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔ میں تو دعا کا ساتھ نبھانے چلا تھا اور اس نے مجھ پر بھروسہ کیا تھا، مگر میری وجہ سے دعا اور موسیٰ

کے درمیان غلط فہمی کی جو جنگاری بھڑکی تھی اس نے سب کچھ راکھ کر کے رکھ

"دیا۔

:مانی نے کچھ اداسی ظاہر کی اور اسے سمجھانے لگا

دیکھ، یار! جہاں انسان کی نیت صاف ہو وہاں اس طرح کی غلط فہمیاں اکثر ہو"

جایا کرتی ہیں۔



392 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(392)(ادھوراپن)

تم ہر دفعہ خود کو قصوروار نہ ٹھہرایا کرو۔امید رکھو،

"ان شاءللہ سب بہتر ہو جائے گا۔

سانول نے کہا:

"اللہ، تمہاری زبان مبارک کرے اور موسیٰ کی مدد فرمائے، آمین۔"

چائے وغیرہ کے بعد دونوں دوست کافی دیر گپ شپ کرتے رہے، اور پھر رات کے کھانے کے بعد سانول گھر کی سجاوٹ میں مصروف ہو گیا۔

سانول پچھلے کافی عرصے سے اسلام آباد میں ہی رہ رہا تھا، مگر نہ جانے کیوں وہ کبھی دعا کے گھر کی طرف نہیں گیا، جو دو، تین کلومیٹر کی دوری پر ہی تھا۔ جہاں موسیٰ بھی پچھلے دو سالوں سے اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے سڑک کنارے ہی پڑا تھا۔

مگر خدا کی مصلحتیں تو پھر اپنی مثال آپ ہوتی ہیں۔

★☆...☆★

اگلے روز، یعنی مانی کی شادی سے تین چار دن قبل نماز فجر کے بعد قریب کی مسجد کے پیش امام نماز پڑھا کر اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے، کہ اچانک ایک چھوٹے سے ہوٹل کے باہر رکے اور سلام کر کے وہیں بیٹھ گئے۔

ایک شخص چائے لے کر حاضر ہوا اور چائے ان کی خدمت میں پیش کی۔

:امام صاحب نے اس شخص کو مخاطب کر کے پوچھا

بیٹا! یہ سامنے جو شخص بیٹھا ہے کچھ معلوم ہے کون ہے ؟"

میں ہر روز یہاں چائے پیتا ہوں اور یہ شخص (ان کا اشارہ موسیٰ کی جانب تھا)

"یونہی رب کے حضور مصروف عمل رہتا ہے۔

:امام صاحب کے سامنے کھڑے شخص نے کہا

محترم! یہ اللہ والے لوگ ہیں، کیا معلوم اپنے دل میں کیا کچھ لیے اپنے رب "

سے محوِ گفتگو رہتے ہیں۔ اگر آپ کو برا نہ لگے تو آپ ایک دفعہ اس شخص سے

"اس کے دل کا حال ضرور معلوم کریں، مجھ ناچیز کی یہ گزارش ہے آپ سے۔

اس نے اپنی خواہش کے اظہار پر اپنی بات مکمل کی تھی۔

:امام صاحب نے مسکراہٹ بھرے انداز میں اسے دیکھ کر کہا

جی ضرور۔ میں ابھی اس سے کچھ جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ویسے کتنا عرصہ ہوا ہے اسے یہاں ؟

:اس شخص نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا

"تقریباً دو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے اس انجان شخص کو یہاں۔"

: یہ سن کر امام صاحب کو زور کا جھٹکا لگا، وہ کہنے لگے

"اچھا، میاں! مجھے اجازت دو۔"

اجازت طلبی کے ساتھ ہی وہ اٹھے اور تھوڑی دور موسیٰ کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔

انہوں نے سلام کیا، مگر موسیٰ اپنے رب سے گہری گفتگو میں مصروف عمل تھا۔

سو وہ خاموشی سے قریب لگے بینچ پر بیٹھ کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

جب وہ دعاء مانگ کر پلٹا تو امام صاحب بغور اس کا چہرہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

موسیٰ پہلے تو حیران ہوا، پھر جگہ سے اٹھ کر ان کے سامنے ادب سے کھڑا ہو گیا۔

اس نے نظریں جھکائے سلام کیا اور امام صاحب کے پاس بیٹھنے کی اجازت طلب کی۔

393 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(393)(ادھوراپن)

امام صاحب نے خوشنما لہجے میں سلام کا جواب دیااور موسیٰ کو اپنے پاس بٹھا کر پوچھنے لگے:

"بیٹا! لگتا ہے بہت گہری عرضی ڈال کر خدا سے جواب کے انتظار میں ہو؟"

اس نے جواب کی بجائے حیرانی کے عالم میں پوچھا:

"کیا مطلب جناب! کیسی عرضی اور کس جواب کا انتظار؟"

امام صاحب نے پیار سے اسے دیکھ کر کہا:

"بیٹا! میں کافی دیر سے تمہارے قریب بیٹھا تمہیں جانچ رہا تھا، مگر تمہارے اندازِ طلب نے مجھے تمہارے عمل کے بیچ مخل ہونے سے روکے رکھا۔۔۔مجھے تمہارا رب کے حضور یوں پیش ہونا بے حد پسند آیا ہے۔۔۔۔"

موسیٰ یک دم رنجیدگی سے کہنے لگا:

محترم! آپ کس طلب کی بات کر رہے ہیں؟ اور کون سی عرضی؟ میں تو وہ بد" نصیب شخص ہوں جو اپنے حصے میں لکھی دعائیں بھی نہ سمیٹ سکا۔ کاش! میں نے وقت پر خدا سے دعاؤں میں دعا کو طلب کیا ہوتا، تو آج اس حال میں ہر گز نہ "ہوتا۔ مگر مجھے خوشی ہے، کسی کی کمی نے مجھے رب کی کمی بھی محسوس کرا دی۔

یہ سن کر امام صاحب ایک لمحے کے لیے سوچوں میں گم ہو گئے، پھر طویل :خاموشی کے بعد انہوں نے موسیٰ کو متوجہ کر کے پوچھا

اچھا، بیٹا! یہ عشق و محبت کا جنون ہے، جس کی طلب نے تمہیں ہر قسم کی فکر" "سے آزاد کر کے صرف تمہارے رب سے تمہیں جوڑ دیا ہے۔

انہوں نے بات جاری رکھی تھی۔ "میں کافی عرصے سے تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں اور تم سے ملنے کی چاہت دل میں لیے یہاں تمہارا انتظار بھی کرتا ہوں۔ مگر جب بھی میرا یہاں سے گزر ہوتا ہے تم مصروفِ طلب ہی پائے گئے۔ اور آج خدا نے میری تم سے ملنے کی خواہش پوری کر دی۔

"کیا میں تم سے کچھ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟

:موسیٰ یہ سن کر چونک کر اٹھا، پھر پلٹ کر بولا

محترم! آپ مجھے مزید گناہ گار کر رہے ہیں یہ پوچھ کر، آپ صرف حکم "
"کریں۔

وہ جو کبھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا تھا، جو اپنی ذات کے سوا ہر کسی سے اکھڑے اور تلخ لہجے میں ہمکلام ہوتا تھا۔ آج وہی موسیٰ رحم دل اور اعلیٰ گفتار والا شخص بن چکا تھا۔

:انہوں نے مسکراہٹ بھری اور اسے بیٹھ جانے کا کہہ کر بولے

بیٹا! ہمارا اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم کسی سے کچھ معلوم کرنا چاہیں یا ہمیں کسی " سے کوئی کام ہو، تو پہلے اس سے اجازت طلب کرنی چاہیے۔ بالکل ایسے، جیسے کسی کے دروازے پر دستک دینا۔ بیٹا! مجھے بتاؤ، کیا تم کسی کے انتظار میں یہاں پڑے ہو؟

کیونکہ شکل و صورت اور اخلاق سے تعلیم یافتہ اور کسی بڑے خاندان سے معلوم
"ہوتے ہو۔

:موسیٰ نے جواباً کہا

ہم محبت کے طلب گار فقیر لوگ بھلا ایک فقیر سے زیادہ کیا ہو سکتے ہیں۔اور" فقیر بھی وہ جن کے کشکولِ تمنا میں ایک ادنٰی سی محبت بھی نہ ڈالی گئی۔

394 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(394)(ادھوراپن)

محترم! میں مانتا ہوں جب میری عرضی خدا کے حضور ڈالنے کا وقت تھا،تب میں بغاوت پر اترا ہوا تھا۔اور غرور کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر وہ تو دل کے راز اور ارمان جانتا ہے۔وہ 'رب' دعا کو اگر میرے نصیب میں لکھ دیتا،تو میں کبھی تو "اس سے اپنی دعا کو دل کی دعاؤں میں مانگ لیتا۔

:انہوں نے سسکتے ہوئے موسیٰ کو تسلی دیتے ہوئے کہا

بیٹا! ایسی مایوسی کی باتیں نہیں کرتے، وہ تو اپنو کو ہی آزماتا ہے۔ کیا معلوم وہ"
تمہاری دعاؤں اور عرضیوں کے صدقے تمہیں کچھ ایسا تحفے میں دے کہ تم
سب دکھ درد بھول کر اس کے شکر گزار بن جاؤ۔ اور تم نے کہا کہ تمہاری دعا؟
یعنی اس کا نام بھی دعا ہے۔ اور دعاء قبول ہونے میں وقت تو لگتا ہے، کیونکہ دعاء
"مانگنے کا سلیقہ بھی تو ہونا چاہیے۔

:انہوں نے تحمل مزاجی سے اسے سمجھا کر تجسس ظاہر کرتے ہوئے پوچھا

"بیٹا! میں آپ کو کس نام سے پکاروں؟ نام کیا ہے آپ کا؟"

:اس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا

"جی، محترم! موسیٰ نام ہے میرا۔"

ماشاءاللہ! کتنا پیارا نام ہے۔ اور تمہارا نام تو رب کے لاڈلے"
"پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام' کے نام پر ہے۔ '

:اس نے کچھ حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا

اچھا! تو کیا ہم لوگ۔۔۔ مطلب میں، آپ اور باقی لوگ بھی خدا کے لاڈلے"
"ہوتے ہیں؟

موسیٰ کا یہ سوال تھا تو عجیب، مگر دم دار تھا۔

امام صاحب نے کہا:

"بیٹا! ہم سب بھی خدا کے لاڈلے ہیں، تم نے سنا تو ہو گا وہ اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ اور اگر وہ ہمیں اتنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر بھی ایک دفعہ صدق دل سے توبہ کرنے پر معاف کر دیتا ہے، تو اس کا کیا مطلب ہوا؟ ہاں، مگر وہ اپنے پیارے بندوں کو آزماتا ضرور ہے۔

اب دیکھو، ہمارے پیارے نبی ﷺ، اللہ کو کتنے پیارے اور محبوب تھے، لیکن آزمائشیں اور امتحانات تو ان پر بھی آئے۔ کبھی پتھر لگنے سے جوتے مبارک خون سے بھر گئے، کبھی دانت مبارک شہید ہوئے، کبھی کسی نے کوڑا اور گندگی پھینک دی، مگر انہوں نے صبر کیے رکھا۔ اللہ اکبر۔"

یہ سن کر موسیٰ اداس بھی ہوا اور اسے کچھ کچھ امید کی کرن بھی نظر آئی۔ امام صاحب کی باتیں سن کر اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پھر سے پوچھا:

"اگر آپ کو برا نہ لگے تو ایک سوال پوچھ لوں؟"

"جی۔۔۔جی، بے خوف ہو کر پوچھو۔"

"محترم! کیا آپ نے بھی کبھی محبت کی ہے؟"

امام صاحب نے مسکراتے ہوئے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے کہا:

ارے، بیٹا! حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کبھی حقیقی راہ پر چلا ہو۔"



395 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(395)(ادھورا پن)

حقیقت کو سمجھنے کے لیے اس درد کی ایک جھلک ہی کافی ہوتی ہے۔ اگر میں نے کبھی محبت نہ کی ہوتی تو۔۔۔ تو کیا تمہاری آنکھوں میں عشق و محبت کی ایک جھلک دیکھ کر تمہاری پہچان کر پاتا؟ محبت تو اس پروردگار عالم نے بھی کی ہے، جس نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ایک کن سے یہ دونوں جہاں، میں،

تم اور اس جہاں کی بے شمار مخلوقات اور نعمتیں تخلیق کر دیں۔ تو مجھ جیسا ادنٰی سا غلام اس محبت سے کیسے بچ سکتا ہے۔ محبت ایسا پاکیزہ اور منفرد احساس ہے، جس کے دل و دماغ میں عیاں ہوتے ہی ایک سچے عاشق کے دل و دماغ میں اس رب کی تخلیق اور اپنے محبوب ﷺ سے کی گئی محبت کا ایک تصور عیاں ہو جاتا ہے۔ یعنی خدا نے کیسے اپنے محبوب ﷺ کی محبت میں یہ کائنات، دن و رات، چاند، ستارے، بہاریں، زمین و آسمان اور نہ جانے کیا کچھ نعمتیں بنا ڈالیں، جن کو تصور "میں لانا بھی مشکل اور ناممکن ہے۔۔۔

:موسیٰ پلکیں جھپکے بنا انہیں گھورتا رہا اور پھر یک دم بولا

واہ، محترم! بہت بہترین انداز میں آپ نے محبت کا اصل معنی پیش کیا۔۔۔"

"سبحان اللہ۔

اس نے خوشی سے امام صاحب کو سراہا تھا۔

:امام صاحب کہنے لگے

بیٹا! ویسے باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اور میں یہ تو سمجھ چکا ہوں کہ تم یہاں کس" کے انتظار میں بیٹھے ہو۔ تمہارے انداز طلب سے یہ بھی سمجھ چکا ہوں کہ تمہاری

محبت، نیت اور خیال پاکیزہ ہیں، مگر ایک التجا کروں گا تم سے اور وہ یہ کہ تم چاہو تو میرے گھر پر میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ میں بھی اکیلا ہوں، لوگ ویسے بھی صرف باتیں بنانا جانتے ہیں، کسی کا حالِ دل اور نیت نہیں دیکھتے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے یہاں بیٹھنے سے تمہاری پاکیزہ محبت پر کوئی حرف آئے۔ اگر ممکن ہوا تو میری باتوں پر غور ضرور کرنا۔ میں تمہیں محبت کرنے سے نہیں

"روک رہا، مگر یہ راستہ جو تم نے چنا ہے وہ غلط ہے۔

: موسیٰ نے معصومانہ انداز میں سو باتوں کی صرف ایک بات پوچھی

تو کیا میں اپنی محبت سے کیا وعدہ توڑ دوں، یا جو معافی میں طلب کر رہا ہوں خدا" سے اور اپنی محبت سے، وہ بھی چھوڑ دوں؟

کیا معلوم میرا رب مجھے اسی لیے قبول نہ کر رہا ہو کہ میں نے جانے انجانے میں اس کی مخلوق کا دل دکھایا ہے، اور وہ چاہتا ہو کہ میں پہلے اس کی مخلوق سے معافی

"طلب کر لوں۔

وہ اس کے جذبات سے لاجواب ہو گئے، ان کے پاس شاید موسیٰ کے سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا یا پھر موقع کی تلاش نے انہیں روکے رکھا۔

: بہر حال انہوں نے اجازت طلبی کے ساتھ صرف اتنا کہا

بیٹا! مجھے امید ہے تمہیں تمہاری یہ طلب ایک دن ضرور تمہیں تمہارے "
امتحان میں کامیاب کرے گی۔اور تمہیں تمہاری منزل مقصود تک پہنچائے گی۔



396 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(396)(ادھوراپن)

بیٹا! اب سورج نکل چکا ہے تو مجھے واپس مسجد جانا ہو گا، وہاں میرے طالب علم
میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔میں تمہارا انتظار کروں گا مسجد میں اور تمہارے
" لیے دعاء بھی کروں گا۔فی امان اللہ۔

:امام صاحب چلتے چلتے پھر سے پلٹے اور کہنے لگے

کیا معلوم آج رات میں بھی جماعتی ساتھیوں کے ساتھ لاہور کے لیے نکل"

"جاؤں تو تم اپنا خیال رکھنا۔

:موسیٰ نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ کر کہا

محترم! یہ تو محبت کے کھیل ہیں، بس جس کو محبوب پکارے یا حکم کرے وہ اس"

کی راہ کا مسافر بن ہی جاتا ہے۔ کیا معلوم مجھے بھی کب اشارہ ہو جائے لوٹ جانے

"کا۔۔۔وہ بھی خالی ہاتھ۔

:امام صاحب ان الفاظ کے ساتھ رخصت ہوئے

بالکل، بیٹا! ٹھیک کہا تم نے۔ یہ تو محبت کے کھیل ہیں جو ہر کوئی نہیں کھیل"

"سکتا۔ اور ہو سکے تو آج مسجد میں مجھ سے مل لینا۔

آج جب عصر کا وقت قریب تھا، تو کچھ بھی کر کے چھپ

چھپاتے ہوئے کلثوم، دعا کا دیا ہوا رقعہ لیے گھر سے باہر بازار جانے کا بہانہ لیے

نکلی۔ اور گھر سے کچھ ہی دور جہاں موسیٰ ایک امید لیے پچھلے دو سال سے بیٹھا تھا

وہاں پہنچی۔

اس نے بے حد ادا اس لہجے میں موسیٰ کو اپنی طرف متوجہ کیا، تو اسے دیکھ کر وہ یوں اٹھ کھڑا ہوا جیسے کوئی خط کے انتظار میں قاصد کے آنے پر برتاؤ کرے۔

:موسیٰ نے حیرانی سے پوچھا

آپی! آپ یہاں؟"

معافی چاہتا ہوں، مگر میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔

"آپ کو آپی کہہ کر پکاروں یا پھر بھابی؟

:کلثوم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"تم جو مرضی کہہ دیا کرو مجھے برا نہیں لگتا۔"

:یہ سن کر اس کے دل کو کچھ تسلی ہوئی تو کہنے لگا

"تو ٹھیک ہے، آج سے آپ میری آپی ہی ہیں۔"

کلثوم کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے اندر ہی اندر کیسا محسوس ہو رہا ہے، کیونکہ ایک بہن سے بھائی کا یہ حال کہاں برداشت ہوتا ہے، جو محبت نے موسیٰ کا کر دیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، مگر وہ ہمت کر کے ایک رقعہ اسے تھماتے

ہوئے بولی:

تم ہو تو میرے چھوٹے بھائی، مگر مجھے معاف کرنا۔ لاکھ کوششوں کے باوجود"

"تمہاری یہ نااہل بہن تمہارے لیے کچھ نہ کر سکی۔

عجیب سی کیفیت میں مبتلا موسیٰ نے رقعہ لیتے ہوئے کہا:

آپی! آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں، میں جانتا ہوں اس سب میں کسی کا کوئی"

قصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف و صرف میرے تکبر اور غیر ذمہ داری کا نتیجہ

"ہے، جواب مجھے سہنا پڑے گا۔ آپ پلیز! اداس مت ہوں۔

کلثوم نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اپنے اندر کے درد کو جھوٹی مسکان تلے چھپایا اور

کہا:

(باسط بن مظہر راجپوت)(397)(ادھوراپن)

برانہ منانا، لیکن یہ رقعہ کھول کرپڑھ لو، یہ میرے پاس پر سوسے دعاکی امانت"
"کے طورپر محفوظ تھا۔

:اس نے رقعہ کھولتے ہوئے دھیمی سی آواز میں کہا

ٹھیک ہے، آپی! میں پڑھ لیتاہوں، لیکن دعاہے کہاں؟ وہ دو، تین دن سے نظر"
"نہیں آئی؟

:کلثوم نے اک آہ بھری

موسیٰ! وہ تین دنوں سے انسٹیٹیوٹ میں ہی ہے اور ہو سکتاہے ابھی کچھ ہی دیر"
میں لوٹ آئے۔اور تمہیں بتادوں وہ بہت جلد امریکہ جارہی ہے اپناادھورا
"خواب پوراکرنے، بقول اس کے۔

:موسیٰ نے حیران کن انداز میں پوچھا

"کیا۔۔۔ کیا کہا آپ نے؟"

وہی جو تم نے سنا ہے کہ وہ امریکہ جا رہی ہے۔ اور اب اس کا سارا زور ڈاکٹر بن "
کر اپنے خواب پورے کرنے پر اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے پر ہے۔ اب
مجھے نہیں لگتا وہ تمہیں دوبارہ اپنائے گی۔ اس لیے خدارا یہاں سے چلے جاؤ اور کم
از کم اور کسی کا نہیں تو اپنی اس جوانی کا ہی خیال کر لو۔

کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے موسیٰ؟ کچھ یاد بھی ہے آخری دفعہ اچھا کھانا اور لباس
تمہیں کب نصیب ہوا تھا؟

یہ محبت اور انا کی جنگ ہے جس میں جیت ہمیشہ انا کی ہوئی ہے۔ محبت چاہ کر بھی
انا کو مات نہیں دے سکتی۔۔۔ کیونکہ محبت دل کا حصہ ہے جبکہ انا وجود کا۔ اس
" لیے جلدی ہی یہاں سے چلے جاؤ۔

وہ گڑگڑائی تھی، پھر سنبھل کر کہنے لگی:

میں نے اس کاغذ کے ٹکڑے پر دعا کا نمبر لکھ دیا ہے۔ یہاں سے جانے کے بعد "
بھلے ہی تم ہمت مت ہارنا اور کوشش کر کے دیکھ لینا، اس کے دل میں تمہارے
" لیے کتنی گنجائش باقی ہے۔ اب جلدی سے پڑھو اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

کلثوم نے بے بسی کے عالم میں ایک ہی سانس میں بہت کچھ کہہ ڈالا تھا۔

موسیٰ نے رقعہ کھولنے سے پہلے چوم کر اپنی دونوں آنکھواور پھر سینے سے لگانے کے بعد کھول کر دھیمی سی آواز میں پڑھنا شروع کیا۔

جس میں یہ درج تھا۔

خدا کا واسطہ ہے موسیٰ! تم مجھے بھول جاؤ۔ میں اس محبت میں مزید تمہارا ساتھ" نہیں نبھا سکتی۔ اور اگر مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو اب کی بار جب میں گھر آؤں تو تمہیں اپنی نظروں کے سامنے نہ پاؤں۔ اس کا مطلب یہ ہر گز مت سمجھنا کہ مجھے تمہاری فکر ہے یا تم پر ترس کھا کر یہ سب کہہ رہی ہوں، بلکہ یہ سب میں اس لیے کہہ رہی ہوں۔۔۔ کیونکہ میں تمہیں مزید اپنی پریشانیوں کا سبب نہیں بننے دے سکتی۔ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے ماضی کے کیے فیصلوں پر شرمندگی ہوتی ہے، جن کے چلتے میں نے تمہیں اپنا جیون ساتھی چننے کے خواب دیکھے تھے۔ مگر اب میں شکر ادا کرتی ہوں کہ وہ خواب پورے ہونے سے قبل ہی میری آنکھیں کھل گئیں۔

"مجھے امید ہے تم میرے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کرو گے؟

از قلم:۔ دعا۔

موسیٰ نے رقعہ بند کر دیا، مگر اس کی آنکھوں سے جاری برسات اس کے دل کا حال صاف بیان کر رہی تھی۔

398 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(398)(ادھوراپن)

:اس نے ایک نظر کلثوم کو دیکھا اور اپنا کچھ دستی سامان سمیٹتے ہوئے کہنے لگا

بس آپی! اتنی سی التجا تھی۔ اس کے لیے آپ کو زحمت کرنی پڑی، میں معافی" چاہتا ہوں۔ آپ نے میرا بہت خیال رکھا، میں زندگی بھر آپ کا قرض دار بن کر جیوں گا۔ آپی! یہ بھی آپ کا احسان ہے جو دعا کا نمبر مجھے دے دیا۔ ہو سکتا ہے کل کو اس کا پتھر دل پگھل جائے اور میں معافی مانگ کر بخشا جاؤں۔ کیا معلوم

یونہی گناہ گاری کے عالم میں کہیں مر ور جاتا تو کل قیامت کے دن کس منہ سے
"میں دعا کے سامنے آتا۔
کلثوم نے اپنے بہتے ہوئے آنسو روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے رنجیدگی سے
:پوچھا
موسیٰ! کیا واقعی تم اب بھی خود کو زندہ تصور کر رہے ہو؟"اس نے درد"
:بھرے لہجے میں بات جاری رکھی تھی
دو سال! جانتے ہو دو سال جس اذیت سے تم نے یہاں گزارے ہیں، میں نے"
دیکھا ہے تمہیں پل بھر اس کی یاد میں تڑپتے اور خود سے لڑتے ہوئے۔ میں یہ
نہیں پوچھوں گی کہ دعا نے کیا لکھا ہے، کیونکہ وہ سب میں نے تمہاری آنکھوں
میں پڑھ لیا ہے۔ مگر موسیٰ! اتنا ضرور پوچھوں گی۔
"کیا اب بھی تمہارا محبت پر بھروسہ برقرار ہے؟
:موسیٰ نے بس آخری جواب دیتے ہوئے اپنی منزل کی جانب قدم بڑھا دیے
آپی! محبت کا دوسرا نام بھروسہ ہے۔ اور اصل محبت کا امتحان تو ابھی شروع ہوا"
"ہے۔ دعاء کرنا اپنے بھائی کے لیے کہ منزل تک پہنچ جاؤں۔ اللہ حافظ۔

موسیٰ تو جا چکا تھا، مگر کلثوم کے تو جیسے انگ انگ کو ہلا گیا ہو۔ وہ اس کی راہ دیکھ کر سسکتی رہ گئی تھی۔

موسیٰ نے سوچا اب تو اسے دعا کی بات کا مان رکھنا ہے اور کچھ بھی ہو اس کا سامنا ہرگز نہیں کرنا۔ یہی سوچ لیے موسیٰ اس کے محلے سے نکل رہا تھا۔ اچانک اسے قریب ہی ایک مسجد نظر آئی،

کچھ پل وہ مسجد کے سامنے ہی کھڑا رہا اور پھر اذان مغرب ہوتے ہی وہ نماز ادا کرنے مسجد میں داخل ہو گیا۔ موسیٰ نے باجماعت نماز ادا کی، پھر اپنے رب کے حضور التجا کے لیے دونوں ہاتھ پھیلائے خوب گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے لگا۔ اور ساتھ ہی خدا کی بارگاہ میں اپنی عرضی بھی پیش کرنے لگا:

"اے خدا! تو تو دو جہانوں کا مالک ہے، میں جانتا ہوں میں بہت گناہ گار ہوں، مگر تو تو رحیم ہے مجھے معاف کر دے۔ اور جو کچھ بھی میرے دل میں ہے تجھ سے کچھ چھپا نہیں ہے۔ اے رب! دعا کے دل میں میرے لیے تھوڑی ہی سہی، لیکن اتنی جگہ بنا دے تاکہ وہ مجھے دل سے معاف کر دے۔

399 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(399)(ادھوراپن)

"خدایا! تجھے تیری رحمٰنیت کا واسطہ میری یہ التجائیں قبول کر لے، آمین۔
موسیٰ نے اتنا ہی کہا تھا کہ دوسری طرف دعا جو کچھ ہی دیر پہلے گھر پہنچی تھی، اسے اچانک سے کھانسی اور ہچکیاں شروع ہوئیں۔ جس پر اس کے ساتھ موجود کلثوم "گھبراسی گئی اور کہا: "رکو۔۔۔رکو میں تمہارے لیے پانی لاتی ہوں۔
: باہر جاتی کلثوم کا بازو پکڑ کر اس نے روکتے ہوئے کہا
نہیں، بھابی! پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ لگتا ہے کسی نے مجھے دل کی گہرائی سے "
: یاد کیا ہے۔" وہ الجھن کا شکار بولتی چلی گئی

"بھابی! میرے دل کی دھڑکن بھی کافی تیز ہو گی ہے جیسے کچھ الگ ہوا ہو، جیسے کسی نے دل سے میری تمنا کی ہو۔"

ان الفاظ کے ساتھ دعا اٹھی اور کھڑکی کے پاس جا کر باہر جھانکنے لگی۔ اور پھر جو ہوا تھا شاید دعا نے اس کی امید نہیں کی تھی۔ مگر آج موسیٰ اس کی نظروں کے سامنے نہیں تھا، جو دیکھ کر وہ کافی مایوس ہوئی اور اس کی نگاہیں بھی نم ہو گئیں۔

دعا نے پردہ کھول دیا اور کھڑکی سے اس انداز میں پیچھے ہوئی جیسے وہ اپنے حواس کھو بیٹھی ہو۔ کلثوم نے یک دم اسے سہارا دیے کہا:

"دعا! کمان سے نکلا ہوا تیر اور زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی واپس نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اب یہ آنسو بہانے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

وہ اپنے عقب میں موجود پلنگ پر بیٹھتے ہوئے مسکرا دی، پھر کلثوم سے کہا:

"بھابی! یہ کونسے کسی کے غم میں بہائے جانے والے آنسو ہیں، وہ تو میری آنکھ میں کچھ چلا گیا ہے، اس لیے آنکھیں نم ہو گئیں۔" کلثوم نے طنزیہ طور پر اس کی بیچارگی پر ہنستے ہوئے کہا:

وہ تو میں تم سے بہتر جانتی ہوں، اسی لیے اب تک تمہیں موسیٰ کی محبت دکھائی" نہیں دی۔ اچھا! میں پانی لے کر آتی ہوں رکو۔" اس کے جاتے ہی دعا پر اپنے خیالات میں جا بسی۔

دعا! میری ایک بات یاد رکھنا۔ خدانخواستہ کبھی کچھ ایسا ہوا کہ تمہیں کچھ ایسا" محسوس ہونے لگے، کہ تم اب مجھ سے محبت نہیں بلکہ نفرت کرنے لگی ہو یا ہماری کسی غلط فہمی کی وجہ سے ناراضی ہو جائے۔ مطلب تم مجھے اپنے دل سے نکال چکی ہو۔

"تب جانتی ہو کیا ہو گا؟

نہ جانے کیوں موسیٰ بہکے بہکے سوالات کرنے لگا تھا۔

دعا نے سوالیہ انداز میں ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے اشارتاً پوچھا تھا:

"تو کیا ہو گا؟"

موسیٰ کہنے لگا:

اس وقت تمہارا دل اور آنکھیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیں گے۔"

مطلب اس غلط فہمی اور تمہاری حد سے زیادہ مجھ سے نفرت کے باوجود اگر میں تمہیں دل سے کبھی یاد کروں گا، تو تمہارے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگے گی اور تمہارے آنسو نہ چاہتے ہوئے بھی برسات کی مانند برسنے لگیں گے۔"

آخرِ کار موسیٰ کی اندازے میں کی گئی بات سچ ثابت ہو گئی اور آج پھر سے محبت۔۔۔یعنی سچائی کی جیت ہوئی۔



400 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(400)(ادھوراپن)

موسیٰ نے ابھی دل کی گہرائی سے دعاؤں میں دعا کو یاد کیا ہی تھا کہ، یہاں وہ دونوں صورتیں پیش آنے لگی تھیں۔

یعنی آنکھیں بھی برس رہی تھیں اور دل کی دھڑکن بھی دوگناہ تیز ہو گئ تھی۔

ماضی سوچتے ہی جب دعا کو ہوش آیا تو اس کی محبت پر پھر سے انا بازی لے گئ۔دعا نے تکیہ اٹھایا اور چیختے ہوئے زوردار انداز میں دیوار پر دے مارا اور ساتھ ہی چلا اٹھی:

موسیٰ! تم چاہے جتنی بھی کوشش کرلو، میں تمہاری اس دو کوڑی کی جھوٹی" محبت کو جیتنے نہیں دوں گی۔ تم اپنی جان بھی اگر میرے قدموں میں رکھ دو گے تو بھی میرے دل میں سوائے نفرت کے تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کلثوم جو چند قدم کی دوری پر کھڑی یہ سب دیکھ اور سن بھی چکی تھی، پانی لیے اس کے قریب آئی اور کہا:

"دعا! سنبھالو خود کو، پانی پی لو اور من ہلکا کرلو۔"

دعانے دو گھونٹ پانی کے پیے، پھر اس سے اس انداز میں ہمکلام ہوئی جیسے کلثوم نے اس کی چیخ و پکار سنی ہی نہ ہو:

"بھابی! آپ پریشان مت ہوں۔ میں کچھ تھکاوٹ کی وجہ سے چکرا گئی تھی۔ کچھ دیر آرام کروں گی تو بہتر محسوس کروں گی۔"

کلثوم نے قہقہہ لگا کر کہا:

"میری جان! ہے تو یہ بھی غلط بات کہ کسی دوسرے کو بھی دھوکا دیا جائے، مگر جو انسان اپنے نفس، جذبات اور احساسات کو دھوکا دے سکتا ہے اس کا کیا اعتبار۔"

وہ کچھ حیران ہوئی اور پوچھنے لگی:

"بھابی! کیا مطلب؟"

طویل خاموشی کے بعد اس نے کہا:

"دعا! میں جانتی ہوں دل تمہارا ابھی اسی کے نام سے دھڑکتا ہے، لیکن تم صرف خود سے ہی نہیں بلکہ محبت سے بھی ناانصافی کر رہی ہو، جس کا بدلہ صرف پچھتاوا ہے۔ محبت میں جس نے مان رکھنا تھا اس نے تو آج بھی مثال قائم کر دی اور وہ

جیت گیا۔ دعا! تم ہار گئ،اس کی جیت کا ثبوت تمہاری آنکھوں کی نمی اور چہرے کے تاثرات ہیں۔"

کلثوم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ لگے ہاتھ اسے دو، تین باتیں سنا دے، مگر اس نے دعا کی حالت زار دیکھ کر خاموشی اختیار کرلی۔ دعا نے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور کہا:

"بھابی! ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں آج بھی اس سے سوائے نفرت کے کچھ نہیں کرتی اور نہ ہی اس کے لیے سوچتی ہوں۔"

کلثوم نے یہ سن کر اپنی نگاہیں پھیر لیں اور باہر جاتے ہوئے کہا:

"تم جیسی انا پرست اور خود غرض سے کسی اچھے کی امید بھی کسے ہے۔ جو دل میں آئے کرو، بس محبت کو بدنام کرنا چھوڑ دو۔" دعا کا اترا ہوا چہرہ مزید مرجھا گیا اور وہ صرف سوچوں تک محدود ہو کر رہ گئ۔

401 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(401)(ادھوراپن)

موسیٰ مسجد میں اپنے رب کے حضور التجا بلند کیے ہوئے تھا۔
امام صاحب جگہ سے اٹھے اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گی ئے۔
وہ جب دعائیں مانگ کر ایک طرف پلٹا تو امام صاحب اسے دیکھ کر کہنے لگے:
"ماشاءللہ، تم کتنے خلوص سے اپنے رب کے حضور پیش ہوتے ہو، تمہارا کوئی جواب نہیں ہے۔ لگتا ہے بہت سے معاملات رب کی عدالت میں پیش کر کے اب فیصلے کے انتظار میں ہو؟"
موسیٰ نے ہلکی سی مسکان آنسو پونچھتے ہوئے لبوں پر کھلائی اور امام صاحب سے مخاطب ہوا:

محترم! انتظار کیسا؟ اب تو فیصلہ آگیا ہے۔اور میرا سفر یہاں پر مکمل ہوا شاید۔"
اس لیے رب کی عدالت میں ایک عرضی اور ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں، ممکن
"ہے اب کی بار جب میری پیشی ہو تو خدا اس کے برعکس اپنا فیصلہ سنا دے۔

:امام صاحب نے "اللہ اکبر" کہہ کر آسمان کی جانب دیکھ کر مزید کہا

بیٹا! وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ بالکل انصاف کرتا ہے اور انصاف کو پسند بھی کرتا"
ہے۔

مگر، بیٹا! تمہارا سفر اختتام پذیر کیسے ہو گیا؟

جہاں تک مجھے معلوم پڑتا ہے جس منزل کے مسافر تم ہو اس منزل کا سفر منزل
"مقصود سے پہلے اختتام پذیر ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ کہہ کر امام صاحب نے اسے اپنے ساتھ لیا اور مسجد سے باہر کھلی فضاء میں ایک
: بینچ پر بیٹھ گی ئے۔انہوں نے موسیٰ کو اپنے ساتھ بٹھالیا اور پوچھنے لگے

"بیٹا! تم نے بتایا نہیں کہ تم کہاں سے ہو؟ تمہارا گھر، ماں باپ وغیرہ؟"

یہ سن کر وہ کچھ پل کے لیے اداس ہوا، پھر ہمت جٹا کر بولا: "محترم! میں اپنا گھر، ماں باپ اور سب کچھ دو سال پہلے ہمیشہ کے لیے چھوڑ چکا ہوں۔اب میرا سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔" امام صاحب نے کچھ ناراضی ظاہر کرتے ہوئے کہا: "ارے نہیں، بیٹا! تم ابھی نادان ہو، ناسمجھ ہو۔اور جذبات میں انسان اکثر غلط فیصلے کر بیٹھتا ہے اور کچھ فیصلے اسے گناہ گاروں کی صف میں بھی شامل کر دیتے ہیں۔بیٹا! تمہارا گھر چھوڑنے کا فیصلہ بہت غلط تھا، کیا معلوم تمہارے والدین تمہارے بعد تمہارے لیے کتنا تڑپے ہوں۔اور جانتے ہو تین لوگوں کی بخشش 'لیلت القدر' کی رات میں بھی نہیں ہوتی، جن میں ایک والدین کا نافرمان بھی شامل ہے۔والدین کو دکھ دینا بھی نافرمانی کے زمرے میں آتا ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(402)(ادھوراپن)

بیٹا! ابھی صبح تم ہی کہہ رہے تھے کہ شاید تمہارا رب تمہیں اس لیے قبول نہیں کر رہا کہ تم حقوق العباد میں انصاف نہ کر پائے ہو۔ تو کیا تمہیں نہیں لگتا تمہیں جلد از جلد اپنے گھر لوٹ جانا چاہیے، اور اپنے کیے پر اپنے والدین سے معافی "طلب کرنی چاہیے۔

انہوں نے خوبصورت انداز اور آسان لفظوں میں اسے سمجھایا تھا۔ یہ سن کر :موسیٰ کا انگ انگ کانپ اٹھا اور وہ کہنے لگا

یاخدا! یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ اس متعلق تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ "کہہ کر اپنی" جگہ سے اٹھ کھڑا ہو کر اپنے پرانے سے کپڑوں کو دیکھ کر کافی پریشان ہوا۔

:امام صاحب نے اس کا بغور مشاہدہ کرنے کے بعد کہا

بیٹا! میں تمہاری پریشانی بخوبی جان گیا ہوں۔ اور تم میرے خیال میں گھر جانے" "کا ارادہ بھی کر چکے ہو؟

:موسیٰ نے ہامی بھری

محترم! آپ نے جب اس عمل کی اتنی بڑی فضیلت چند منٹوں میں بیان کر دی" ہے، تو میں کون ہوتا ہوں جان بوجھ کر گناہ گار بننے والا۔ لیکن معذرت خواہ ہوں میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں اپنے گھر کا سفر کر پاؤں۔" یہ کہہ کر اس کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑنے لگی۔

:امام صاحب نے اس کا سہارا لیا اور اٹھتے ہوئے کہنے لگے

ارے، میں کیا بتاؤں یہ جوانی بھی خدا کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔" "ہمیں ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

:وہ موسیٰ کو اپنے ساتھ لیے اپنے گھر کی جانب بڑھے اور چلتے ہوئے کہا

خدا جب کوئی راہ دکھاتا ہے تو اس راہ پر چلنے سے پہلے اپنے بندے کے لیے" وسیلہ بھی پیدا فرماتا ہے۔ آج ہم بعد از نماز عشاء لاہور کے لیے ایک بڑی جماعت کے ساتھ روانہ ہو رہے ہیں۔ اور امید ہے ہمارے اس سفر میں "! تمہارے گھر کی راہ بھی شامل ہو گی

:یہ سن کر موسیٰ کا چہرہ کھل سا گیا، وہ کہنے لگا

"محترم! مجھے تولا ہور ہی جانا ہے۔اب اس سے اچھا وسیلہ اور کیا ہو گا۔اور ہاں،

وہاں آپ اور آپ کے ساتھی میرے مہمان ہوں گے اور یہ میں ابھی بتائے دیتا

ہوں۔"

وہ مسکراہٹ بھرے انداز میں بولے:

"ارے، میاں! ہم تو خدا کے گھر میں خدا کے مہمان ہوں گے، لیکن ہم دعوت

سے انکار بالکل نہیں کرتے۔"

موسیٰ بے حد خوش ہوا، پھر کہنے لگا:

"تو پھر ٹھیک ہے۔کل دوپہر کا کھانا میری طرف سے اور میں کوئی انکار نہیں

سنوں گا۔"

چلتے چلتے وہ دونوں دعا کے گھر کے قریب پہنچ گئے، جہاں وہ کلثوم کے ہمراہ

اپنے محل کے گیٹ میں موجود تھی۔

امام صاحب نے سلام کیا، پھر دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "بیٹے! ذرا

یہاں آؤ۔"

کلثوم نے دعا کو رکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر امام صاحب کو سلام ارض کے بعد بولی:

403 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(403)(ادھوراپن)

"!جی، مولانا صاحب"

دعا پر نظر پڑتے ہی موسیٰ نے آج دو سال میں پہلی دفعہ اپنی نظریں پھیر لیں، جس کا یہ انداز دیکھ کر دعا کچھ کہتے کہتے یوں خاموش ہو گئی، جیسے وہ کبھی بولی ہی نہ تھی۔

:امام صاحب کلثوم سے کہنے لگے

بیٹی ! سیٹھ صاحب سے کہنا آج عشاء کی نماز کے بعد میں اپنے ساتھیوں سمیت"
کچھ مہینے کے لیے لاہور جا رہا ہوں، تو کھانے وغیرہ کے لیے کسی قسم کی تکلیف نہ
کریں۔ للہ پاک تم سب کی محنت، محبت اور کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول
"فرمائے، آمین۔

:کلثوم نے ہامی بھری

ٹھیک ہے، میں ابھی بابا کو بتا دوں گی اور وہ آپ سے نماز کے بعد ملاقات بھی"
کر لیں گے۔۔۔۔"اس نے موسیٰ کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی
:جیسے اسے کوئی اشارہ دے رہی ہو

"ویسے بھی ابھی ہم مارکیٹ جا رہی تھیں۔"

"جزاک للہ! للہ تم لوگوں کو خوش اور سلامت رکھے۔"

:کہہ کر انہوں نے موسیٰ کو متوجہ کیا

"بیٹا! چلو آؤ، میرا گھر بھی یہیں ہے۔"

کچھ دیر کی مسافت کے بعد وہ دونوں گھر کے سامنے موجود تھے۔

:دعا بھڑک اٹھی

بھابی! آپ نے دیکھا تھا موسیٰ کو؟ کیسے بدلا ہے ایک پل میں؟"

بالکل آپ کی طرح۔ آج آپ نے بھی زندگی میں پہلی دفعہ مجھ پر کتنا غصہ کیا تھا۔"

کلثوم نے اسے سرد نگاہوں سے گھورا اور اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا: "دیکھو، دعا! تمہارے جو کارنامے اور ضد ہیں نا، خدا کی قسم ان کارناموں پر کوئی بھی پھولوں کے ہار نہیں پہناتا۔ اور رہی بات موسیٰ کی تو شاید تم بھول رہی ہو گی، لیکن یہ تمہارا ہی حکم تھا کہ وہ اب تمہارے سامنے نہ آئے۔ اب قدرت کو کیا منظور ہے کوئی نہیں جانتا۔ اور رہی بات اس کی تمہیں دیکھ کر یوں نظریں پھیرنے اور میرے غصے کی، تو وہ سب تمہارا اپنا چنا ہوا راستہ ہے۔ کسی کی کوئی غلطی نہیں سوائے تمہارے۔

جسے اپنا محبوب، محبوب ہوتا ہے وہ یونہی اپنے محبوب کے حکم کی تعمیل کرتا اور محبت کا مان رکھتا ہے۔ دعا! اب میں تمہارے ساتھ کسی قسم کی کوئی فضول بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

کلثوم نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

:امام صاحب نے گھر کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا

"موسیٰ! اندر آجاؤ اور نہاد ھو کر نئے کپڑے پہن لو۔"

:اس نے رنجیدگی سے مایوس کن انداز میں کہا

"مگر، میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے پہننے کو۔"

وہ مسکرائے اور کپڑوں والی الماری کھول کر ایک اچھا سا انگریزی سوٹ نکال کر

:اس کے سامنے رکھ کر بولے

بیٹا! مجھے معلوم ہے تمہارا تعلق کسی چھوٹے موٹے گھرانے سے نہیں، یہ تو"

تمہارا ظرف ہے جو تم محبت میں اس حد تک آگے نکل آئے کہ سب کچھ بھول

گئے تھے۔

مگر آج تم مدتوں کے بعد اپنے گھر لوٹ رہے ہو، جہاں کیا معلوم تمہارے والدین کب سے تمہارے لوٹ آنے کے منتظر ہوں۔

"تو تمہیں اس حال میں دیکھ کر ان پر کیا بیتے گی اس بات کا علم تمہیں بخوبی ہو گا؟

:اس نے انگریزی سوٹ دیکھ کر کہا

محترم! بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے، لیکن یہ سوٹ کافی خوبصورت اور" بڑے ارمانوں سے خرید اگیا لگتا ہے۔

"آپ کے بیٹے کا ہے، اگر میں غلط نہیں ہوں تو؟

اس نے ایک اندازہ لگایا تھا۔

:امام صاحب نے نم پلکوں سے اسے دیکھا اور تڑپ کر بولے

تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے، مگر یہ سوٹ نیا بالکل نہیں ہے۔ بلکہ کسی کی آمد کے "

"انتظار میں اسے تیار پڑے پانچ سال بیت چکے ہیں۔

:موسیٰ کچھ حیران ہوا اور سوالیہ انداز میں امام صاحب کو دیکھ کر پوچھنے لگا

"کیا مطلب، جناب! میں کچھ سمجھا نہیں؟"

طویل خاموشی کے بعد انہوں نے کہا:

بیٹا! یہ سوٹ میرے بیٹے کے لیے اس کی ماں نے آج سے پانچ سال پہلے تیار کر کے رکھا تھا، جب وہ کافی عرصے کے بعد گھر آرہا تھا۔ وہ فوج میں تھا تو یہ سوٹ اس کی ماں نے بڑے ارمانوں سے اس کے لیے خرید کر رکھا تھا۔ وہ بھی اپنے بیٹے کو اپنی نگاہوں کے سامنے افسر بنا دیکھنا چاہتی تھی اور میں بھی۔ ہم دونوں یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہمارا بیٹا اس انگریزی سوٹ کو پہن کر کیسا دکھتا ہو گا۔۔۔ مگر افسوس! یہ حسرت ابھی تک پوری نہ ہو پائی۔۔۔"

انہوں نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

ہمارا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا چھٹی سے ایک دن قبل ہی دشمن کی گولیوں کا نشانہ بن گیا تھا۔ اور اس ملک کی سرحد کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔ بیٹا! جب یہ خبر اس کی ماں تک پہنچی تو وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی۔ اور اپنے بیٹے کا آخری دیدار کیے بنا ہی اس کے استقبال اور ملاقات کے لیے اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئی تھی۔"

:امام صاحب یہ کہہ کر خوب روئے، پھر کہنے لگے

"بیٹا! بیس سال کا عرصہ بیت گیا ہے مجھے یہاں کی مسجد میں امامت کراتے ہوئے۔اور اگر آج میرا بیٹا زندہ ہوتا تو اس گھر میں شاید میں اکیلا نہ ہوتا۔اس کی ماں،بیوی اور بچے بھی ہوتے، کیونکہ ہم دونوں میاں بیوی نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب کی بار جب ہمارا بیٹا گھر آئے گا تو ہم اس کی شادی بھی کرا دیں گے، مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔بیٹا! اب تم یہ سوٹ پہن لو، میں بھی تو دیکھوں اگر میرا بیٹا یہ سوٹ پہنتا تو کیسا لگتا۔"

:کچھ پل کی سوگواری کے بعد موسیٰ نے انکار کر دیا، لیکن امام صاحب نے کہا

"یہ میری خواہش تھی کہ یہ سوٹ میرا موسیٰ پہنتا۔۔۔ مطلب میرے بیٹے کا نام بھی موسیٰ تھا۔اور شہادت کے وقت اس کی عمر بھی کوئی بائیس، تئیس برس تھی، دیکھو، تو آج کیسا اتفاق ہو گیا ہے۔اب وہ موسیٰ نہ سہی تو تم ہی پہن کر دکھا دو۔"

ان کے بے حد اصرار اور خواہش کے چلتے موسیٰ وہ سوٹ پہننے کے لیے تیار ہو گیا۔

جب وہ نہا دھو کر سوٹ پہنے باہر آیا تو امام صاحب کی نظریں جم سی گئیں اور کہنے لگے:

"ماشاءاللہ! کتنے پیارے لگ رہے ہو۔واقعی ماؤں کی خواہشات کی بھی کوئی حد نہیں، مگر میری بیگم صاحبہ اپنی اس حسرت کو دل میں لیے اس دنیا سے چلی گئیں۔بیٹا! میں تمہارا احسان مند رہوں گا کہ تمہاری وجہ سے میری یہ تمنا پوری ہوئی۔"

موسیٰ مسکراتے ہوئے ان کے سینے سے لگ کر بولا:

محترم! احسان تو آپ کا مجھ پر ہے، میری تو یہ ضرورت ہے، جو مجھے ہر حال میں "
"ضروری تھی۔

:امام صاحب نے موضوع بدلتے ہوئے کہا

اچھا، بیٹا! آؤ چائے تیار ہے اور عشاء کا وقت بھی قریب ہے۔ کھانا ہم مسجد میں "
"اپنے ساتھیوں سمیت تناول فرمائیں گے۔

:اس نے دستر خواں پر بیٹھتے ہوئے کہا

"محترم! اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔"

"بیٹا! یہ تکلف نہیں، بلکہ تم میرے مہمان ہو تو یہ میرا فرض بنتا ہے۔"

:کچھ لمحات کی خاموشی کے بعد اس نے بڑے تجسس سے پوچھا

"محترم! آتے ہوئے آپ اس گھر کے باہر رکے تھے، مگر کیوں؟"

:انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ کر کہا

بیٹا! وہ سیٹھ صاحب کا گھر ہے تو انہیں اطلاع دینا ضروری تھی۔ یہاں تین "
وقت کا کھانا، اس گھر کے لیے مہینے بھر کا راشن اور ایک عدد ملازم بھی یہاں
موجود رہتا ہے۔ جو سیٹھ صاحب کی محبت، شفقت اور احسان مندی ہے۔ پچھلے

تین سالوں سے میرا کھانا تو وہیں سے آجاتا ہے اور راشن الگ سے مہینے بھر کا، جس کا میں ہر روز اچھا سا کھانا تیار کر کے اپنے طالب علموں کو کھلاتا ہوں اور کچھ فقیروں کو بھی۔ وہ جو گھر۔۔۔ جہاں میں ان کی بہو سے بات کر رہا تھا، یہ پانچ سال پہلے انہوں نے بنوایا تھا اور یہاں آباد ہوئے تھے، بڑے دل والے لوگ "ہیں۔

موسیٰ کو یہ سن کر کافی خوشی ہوئی کیونکہ وہ دعا کے والد کی تعریف سن رہا تھا۔

:اس نے امام صاحب کو متوجہ کرتے ہوئے پوچھا

"اگر آپ کو برا نہ لگے تو کچھ کہوں؟ مطلب کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں۔۔۔ ہاں بیٹا! پوچھو۔ کیا پوچھنا ہے؟"

محترم! جب ہم سے کوئی ناراض ہو جائے، تو کیا ہمیں اسے منانے کی کوشش" "کرنی چاہیے یا اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا بہتر ہے؟

406 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(406)(ادھوراپن)

ارے نہیں، بیٹا! ہمیں بالکل منانا چاہیے، اور یہ عمل تو نیک لوگوں کا پیشہ ہے۔"
مگر یاد رکھو، اتنا جاننا ضروری ہے کہ اگلا بندہ واقعی میں آپ سے ناراض ہے یا وہ
بیزار آچکا ہے۔ اکثر زیادہ چاہت اور محبت دینے سے انسان بیزار آجاتا ہے، اس
"کے دل میں آپ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔
:موسیٰ گہری سوچ میں پڑ گیا، پھر یک دم پوچھنے لگا
لیکن ہمیں معلوم کیسے پڑے گا کہ کوئی ہم سے ناراض ہے یا پھر بیزار آچکا"
"ہے؟
بیٹا! جو لوگ ہم سے بیزار آجائیں یا اکتا جائیں، وہ کسی وجہ کے بنا ہم سے دور"
بھاگنے لگتے ہیں اور ان کے دلوں میں نفرت بھی بڑھنے لگتی ہے۔ جبکہ جو ناراض
ہوتے ہیں وہ دور نہیں بھاگتے، بلکہ وہ اس ناراضی کی وجہ معلوم کرنا چاہتے ہیں،

اور ناراضی بھی جلد از جلد دور کر کے آپ کے دل میں اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے بنانا چاہتے ہیں۔اس لیے عزت سب کو دو، مگر محبت صرف اس کو جو محبت کا اہل ہو اور محبت کے اصل معنی سمجھ سکتا ہو۔

بیٹا! یہ تو تمہاری ہی مثال ہے، جیسے تم کسی کے لیے تڑپ رہے ہو اور بے وجہ کی "بے رخی اور ناراضی کی وجہ تلاش کرتے پھر رہے ہو۔

انہوں نے تفصیلی لیکن سادہ الفاظ میں اسے سمجھایا تھا۔

:موسیٰ کچھ کچھ تو سمجھ چکا تھا، اس لیے خاموش رہا، پھر امام صاحب کہنے لگے

چلو، بیٹا! عشاء کا وقت قریب ہے اور ہمیں جماعت کے وقت سے پہلے مسجد " "پہنچنا ہے۔

:وہ دونوں مسجد کی طرف چل دیے تو موسیٰ نے کہا

محترم! لاہور پہنچ کر آپ کا یہ جوڑا اور رقم بھی واپس کر دوں گا، جو بھی خرچہ " "آئے گا۔

:امام صاحب رک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے

"پھر کر دی نا بیگانوں والی بات۔ بیٹا! یہ جوڑا اب تمہارا ہے اور میں نے یہ جوڑا اس لیے نہیں دیا کہ تم واپس کرو، بلکہ تم میں، میں نے اپنے بیٹے کی جھلک دیکھی تھی۔ اب اگر تم اسے واپس لوٹانے کی بات کرو گے تو مجھے لگے گا تمہیں پسند نہیں آیا اور اس طرح میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ دوسری بات خرچ کی، تو تم اگر ہمارے ساتھ نہ بھی جاتے تو بھی ہم لوگ بس رینٹ پر لے کر جاتے۔ اس لیے اب بالکل خاموشی سے اپنا سفر مکمل کرنا اور ایسی کوئی بات یا عمل مت کرنا جس سے مجھے دکھ پہنچے۔"

موسیٰ مسکراتے ہوئے بولا:

"اچھا، جناب! معذرت خواہ ہوں۔ اب ایسی کوئی بات نہیں کروں گا، لیکن آپ کا احسان مند ضرور رہوں گا کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے گھر جانے کا راستہ دکھا دیا۔ اب چلیں محترم! نماز میں وقت کم ہے۔"

امام صاحب بھی مسکرا دیے اور کہا:

"ہاں۔۔۔ ہاں، ضرور۔"

رات نو بجے جماعت کھڑی ہو گئی اور نماز کے بعد کھانا چونکہ تیار تھا اور تمام مسافر احباب بھی اپنی تیاری مکمل کیے ہوئے تھے۔اس لیے رات ساڑھے دس بجے وہ تمام لوگ،امام صاحب اور موسیٰ لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔





407 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(407)(ادھوراپن)

دعا اپنے پلنگ پر بس کروٹیں بدل بدل کر اور آنسو بہا بہا کر بے حال ہو رہی تھی۔ کچھ ہی لمحات گزرنے پر وہ کھڑکی کے سامنے پہنچ جاتی، جہاں سے اکثر اسے موسیٰ کا دیدار ہو جایا کرتا تھا۔ مگر افسوس! اب وہ ایک لمحہ بھی اس نے اپنی انا کی تسکین

کے لیے خود سے چھین لیا تھا۔اب وہاں سوائے موسیٰ کی یادوں اور کچھ درختوں سے جھڑ کر بکھرے ہوئے پتوں کے کچھ نہ تھا۔جو تیز ہواؤں کے ساتھ رقص کرتے دکھائی دے رہے تھے، جس کی بدولت موسیٰ کا چہرہ بھی دعا کی آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹ کا شکار ہونے لگا۔

رات کے اڑھائی بجے موسیٰ اپنے گھر یعنی لاہور کے قریب پہنچ کر امام صاحب سے کہنے لگا:

"اچھا، محترم! میری منزل تو آگئی ہے۔

اب آپ کا کیا حکم ہے میرے لیے؟ میں آپ کی کچھ مدد کروں مسجد تک پہنچنے یا سامان وغیرہ نکلوانے میں؟"

انہوں نے مسکراہٹ بھری:

"جزاک للہ، بیٹا! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ابھی تمہیں صرف اپنے گھر جانا ہے اور اپنے والدین کو راضی کرنا ہے، ہم آج دوپہر میں ملیں گے، ان شاءللہ۔"

ان شاءللہ، محترم! بس مجھے اجازت دیں۔ میرا گھر یہیں قریب میں ہے اور"
دوپہر کا کھانا میری طرف سے ہوگا۔" کہہ کر گاڑی رکتے ہی اس نے پوچھا:

"محترم! یہ اگلے چوک میں جو جامعہ ہے وہیں پر ہیں نا آپ؟"

انہوں نے ہامی بھری، پھر موسیٰ نے سب ساتھیوں کو الوداع کہا۔ اور ان الفاظ کے ساتھ چل دیا:

"ان شاءللہ! آج ظہر کی نماز میں ملاقات ہوگی، للہ حافظ۔"

چند قدموں کی مسافت کے بعد موسیٰ اپنے گھر کے احاطے میں موجود تھا، جسے دیکھ کر اس کی عجیب سی کیفیت ہونے لگی۔ کیونکہ دو سالوں میں اس کے گھر کی دیواروں کا رنگ تک نہیں بدلا گیا تھا۔ اس کا گھر اسی پرانی صورت میں موجود تھا، لیکن آس پاس بہت کچھ بدل چکا تھا۔

موسیٰ گھر کے گیٹ پر پہنچا تو پہلے اس نے سوچا گھنٹی بجالے، مگر اسے اپنے انداز کا خیال آگیا تو اس نے دستک دینے میں ہی بہتری سمجھی۔

اس کے دستک دینے پر گھر کا پرانا چوکیدار گیٹ سے باہر آیا اور موسیٰ کو دیکھ کر

چونک سا گیا:

"چھو۔۔۔ چھوٹے مالک! آپ؟۔۔۔۔"

موسیٰ نے انگلی ہونٹوں پر رکھتے ہوئے اسے خاموش کراتے ہوئے کہا:

ہاں، انکل! میں ہوں، مگر شور نہیں۔"

"سنائیں کیسے ہیں آپ اور سب گھر والے؟

یہ سن کر چوکیدار کی آنکھیں نم ہو گئیں اور کہنے لگا:

چھوٹے مالک! آپ کے جانے کے بعد سب کہاں پہلے جیسا رہا ہے۔ بس سب"

زندگی گزار رہے ہیں، ہر پل آپ کی واپسی کے انتظار میں۔ اور آپ کی موم تو

"رات بھر آپ کی واپسی کی دعائیں مانگتی رہتی ہیں۔

موسیٰ گیٹ سے اندر آ گیا اور اوپر (جہاں اس کی موم کا کمرہ ہے) کی طرف دیکھنے لگا، جہاں کھڑکی سے روشنی دیکھ کر محسوس کیا جا سکتا تھا کہ اس کی موم جاگ رہی ہیں۔

موسیٰ کی آنکھوں سے آنسو بکھرنے لگے اور وہ پورے گھر کا جائزہ لینے لگا۔

408 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(408)(ادھوراپن)

:جب اس کی نظر اپنی کار اور بائیک پر پڑی تو قریب موجود چوکیدار پوچھنے لگا

چھوٹے مالک! آپ کو یاد ہے آپ اپنی کار اور بائیک کی صفائی خود کیا کرتے "

"تھے؟

موسیٰ نے جواباً گردن ہاں میں ہلائی۔

:وہ کہنے لگا

آپ کے جانے کے بعد آپ کے ڈیڈ نے یہ کام سنبھالے رکھا، اور ہر روز "

سویرے دفتر جانے سے قبل گاڑی اور بائیک کو صاف کرنے کے بعد جاتے

ہیں۔میں کافی کوشش کرتاہوں کہ یہ ذمہ داری مجھے سونپ دی جائے، مگر میری ایک نہیں سنتے اور ڈانٹ کر پیچھے کر دیا کرتے ہیں۔جب کبھی وہ کاروبار "کے حوالے سے باہر جاتے، تو مجھے ویڈیو کال کر کے یہ کام سونپا کرتے تھے۔

موسیٰ یہ سن کر حیران بھی ہوااور افسردہ بھی۔چوکیدار دوسرے ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہوئے اسے لیے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

:دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی موسیٰ نے کہا

ٹھیک ہے، انکل! آپ جائیں۔"اور پھر اس کی نظر داخلی راستے کے سامنے لگی" اس اور اسماعیل کی تصویر پر پڑی، جس پر اس کی نظریں جم سی گئیں۔

اسی دوران ایمان اپنے کمرے سے باہر آئی اور آتے ہی اس کی نظر سامنے کھڑے :موسیٰ پر پڑی، جسے دیکھتے ہی وہ بے ساختہ چلانے لگی

"مو۔۔۔موسیٰ۔۔۔ارے موسیٰ! تم۔۔۔تم کب آئے؟"

یہ پوچھ کر دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی، تو اسے یقین آگیا کہ یہ موسیٰ ہی ہے۔تب اس نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب کیں اور رب کا :شکر ادا کرنے لگی، پھر رنجیدگی سے بولی

موسیٰ ! کھڑے کیوں ہو ؟"

چلو آؤ اندر آؤ، تمہیں نہیں پتا میں نے کتنی منتیں مانگی ہیں۔اور مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔" کہہ کر اسے لیے لاؤنج میں آئی اور بٹھا کر پوچھا:

"تمہارے لیے جوس لاؤں یا چائے بنا کر لاؤں میٹھی والی؟ بتاؤ موسیٰ ؟"

موسیٰ کی طویل خاموشی اور گہری سوچ پر اس نے خود ہی کہا: "اچھا، رہنے دو۔

"پہلے میں تمہارے لیے پانی لاتی ہوں۔

اگلے ہی لمحے ایمان پانی کا گلاس لیے اس کے پاس پہنچی اور پانی اسے دیتے ہوئے پھر سے بولی:

کچھ بولو تو سہی۔" وہ موسیٰ کو دیکھ کر پگلا سی گئی تھی اور کچھ بھی سمجھنے سے قاصر" تھی، سو بولتی ہی چلی گئی۔

موسیٰ نے دو گھونٹ پانی پینے کے بعد رنجیدگی سے پوچھا:

"بھابی ! موم۔۔۔موم کہاں ہیں ؟"

ایمان نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا:

الحمدللہ تم نے کچھ تو بولا۔اچھا، میں لے چلتی ہوں تمہیں موم کے پاس، مگر"

"ایک بات بتانی تھی تمہیں؟

:موسیٰ نے پلکوں کے اشارے سے اجازت دی، تو وہ کہنے لگی

اگلے تین دنوں میں مقدس کی شادی ہو رہی ہے اور میں کل شام کو ہی سوات"

سے واپس آئی ہوں۔ موم، ڈیڈ اور زینب کو لے جانے۔ڈیڈ کسی ضروری کام سے

باہر گئے ہیں، تو صبح جب وہ واپس آئیں گے تب ہم سب سوات چلیں گے۔

"ٹھیک ہے موسیٰ؟



409 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(409)(ادھوراپن)

:اس نے مسکراہٹ بھرے انداز میں ایمان کو دیکھ کر کہا

"جی ان شاءاللہ، بھابی! مبارک ہو آپ کو بہت بہت۔"

خیر مبارک۔اور جانتے ہو آج اس گھر کی روح لوٹ آئی ہے، تمہارے جانے"
کے بعد تو یہ گھر مکمل روشن بھی نہیں ہوا تھا۔ موسیٰ! بہت تکلیف ہوئی تھی
"ہمیں۔۔۔۔

:وہ یک دم خوف زدہ انداز میں اٹھا اور کہنے لگا

بھابی! خدارا مجھے دل سے معاف کر دیں۔میں نے بہت تکلیف پہنچائی ہے نا"
"سب کو، لیکن آپ میری مجبوری جانتی ہیں۔

:ایمان نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

نہیں، تم معافی مت مانگو بلکہ وہ تو مجھے مانگنی چاہیے، کیونکہ ہم تمہاری چھوٹی سی"
"جائز حسرت پوری نہ کر سکے تھے۔

:موسیٰ نے موم کے کمرے کی راہ لیتے ہوئے کہا

"بھابی! وہ سب رب کے ہاتھ میں ہے ہمارے نہیں۔"

پھر موم کے کمرے کے باہر پہنچتے ہی ایمان نے شائستگی سے کہا: "موسیٰ! پچھلے دو سالوں سے یہی سب چل رہا ہے۔ موم کی راتوں کی نیند بس یوں ہی دعاؤں اور منتوں میں کھوئی رہتی ہے، بس تمہاری واپسی کی آس لیے اپنا وقت گزارتی ہیں۔ اور وہ عائشہ۔۔۔ عائشہ نے تو کوئی چکر ہی نہیں لگایا تمہارے جانے کے بعد۔"

وہ دونوں موم کے کمرے کے باہر کھڑے ہو گئے، جہاں عافیہ سجدہ ریز تھیں اور روئے جارہی تھیں۔

موسیٰ نے کچھ دیر تو صبر کیا، مگر اس سے موم کی حالت دیکھی نہ گئی، وہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچ کر دوزانوں زمین پر ہی بیٹھ گیا، پھر انہیں سجدے سے اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا۔ اس نے موم کا ماتھا چوما اور زار و قطار رونے لگا۔

عافیہ نے اسے اپنے پاس پاکر اپنے ہاتھ رب کی بارگاہ میں اٹھا کر رب کا شکر ادا کرتے ہی اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا اور کہا: "ارے میری جان! میرے جگر کا ٹکڑا۔

"کیا کوئی ماں سے بھی یوں ناراض ہوتا ہے؟

:اس نے سسکتے ہوئے پلکیں اٹھا کر کہا

موم! خدارا مجھے معاف کر دیں، مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ میں وعدہ" کرتا ہوں دوبارہ یہ غلطی نہیں دھراؤں گا، بس ایک دفعہ مجھے دل سے معاف کر "دیں۔

:انہوں نے موسیٰ کا ماتھا چوم لیا اور کہنے لگیں

نہ میرے بیٹے! آپ کیوں معافی مانگ رہے ہو۔ مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے میری" جان سے۔ اور ایک ماں کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اس کا بیٹا واپس "گھر لوٹ آیا ہو۔

:پاس ہی موجود ایمان موبائل کان سے لگائے بڑبڑائی

"میں عائشہ کو یہ خوشخبری سناتی ہوں۔۔۔۔"

:موسیٰ نے اسے روکتے ہوئے یک دم کہا

رکیں بھابی! اور وعدہ کریں شادی سے پہلے میری واپسی کی خبر کسی کو نہیں" ہو گی اور عائشہ آپی کو تو ہرگز نہیں۔ نہیں تو میں آپ لوگوں کے ساتھ سوات "نہیں جا پاؤں گا۔

:ایمان رک گئی اور عافیہ نے موسیٰ کو یقین دلایا کہ

"جیساوہ چاہتا ہے بالکل ویسا ہی ہو گا، بس وہ پریشان نہ ہو۔"

410 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(410)(ادھوراپن)

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھ موسیٰ کو بھی زمین سے اٹھا کر صوفے پر جا بیٹھیں، پھر

:ترسی ہوئی نگاہوں سے اسے جی بھر دیکھ کر کہا

خدا کا شکر ہے میرا لاڈلا گھر لوٹ آیا ہے۔ آج میری ہر مراد پوری ہو گئ۔"

"بیٹا! بتاؤ نا کہاں تھے؟ ایسے کوئی اپنوں کو چھوڑتا ہے بھلا؟

:اس نے جواباً کہا

موم! اکثر ہمیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ کسی ایک کو اپنانے کے لیے سب اپنوں" کو چھوڑنے سے شاید وہ ہمارا ہو جائے گا، مگر وہ تب ہماری کم فہمی اور بے بسی کا باعث بنتا ہے، جب ہمیں اس کی ضرورت ہو اور وہ ہمیں ہر پل میسر ہونے کے باوجود ایک پل کے لیے بھی میسر نہ ہو۔

"اچھا، موم! اب اگر بیتے لمحوں کو بھول کر آگے بڑھیں تو کیسا ہو گا؟

:اس نے تمام تر باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے پوچھ کر مزید کہا

میں ماضی کی تلخیوں اور رنجشوں کو بھول کر آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ میں مانتا" ہوں میں نے دو سالوں میں جو کچھ کیا وہ غلط تھا۔ جو سب آپ کو جان کر دکھ ہو گا "اور میں اب کے بعد آپ سب کو غموں میں مزید دھکیلنا نہیں چاہتا۔

:عافیہ اس کی معصومیت پر مسکرا دیں

ٹھیک ہے، بیٹا! جو ہونا تھا ہو گیا۔ بس میرے لیے یہی کافی ہے کہ میرا بیٹا" میرے پاس ہے اور بیٹے کے صدقے میں نے سب کو معاف کیا، جس نے بھی میرے بیٹے کو یہ مشکل فیصلہ لینے کے لیے مجبور کیا تھا۔" انہوں نے موضوع

:بدلتے ہوئے اس سے پوچھا

اب جلدی سے بتاؤ، میری جان! کھاؤ گے کیا؟"

میں خود بنا کر اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی۔" پھر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگیں۔

: موسیٰ نے طویل خاموشی اور سوچ بچار کے بعد کہا

"بس، موم! آپ کے ہاتھ کی بنی ہوئی چوری کھاؤں گا۔"

: انہوں نے یک دم اٹھتے ہوئے موسیٰ کا ماتھا چوم لیا

ماں صدقے جائے اپنے شہزادے کی اس معصومیت پر، میں ابھی بنا کر لاتی"

"ہوں۔

: باہر جاتی ہوئیں عافیہ سے موسیٰ کہنے لگا

"اچھا، موم! ایک چھوٹی سی فرمائش اور کرنی تھی، اگر آپ کو برا نہ لگے تو۔"

: وہ دروازے سے پلٹ کر اس کے پاس بیٹھ گئیں اور خوشی سے کھل اٹھیں

میری جان! ایک دفعہ بولو تو سہی۔ میں ترس سی گئی ہوں اپنے جگر گوشے کی"

"فرمائش سننے کے لیے۔

"دراصل موم! وہ۔۔۔۔۔"

:اس نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے پوچھا

"پہلے بتائیں سوات کب جانا ہے ؟"

"ہاں، بیٹا! آج ہی جائیں گے ان شاءللہ۔ لیکن شام کو، اب میرا بیٹا جو آگیا ہے۔"

اچھا، موم! تو پھر آج دوپہر میں میں نے کچھ للہ کے مہمانوں کی دعوت رکھی "

"ہے، تو کیا تیس لوگوں کا کھانا تیار کروادیں گیں؟

:ایمان جو وہیں پر بیٹھی تھی یک دم کہنے لگی

ارے پگلے! یہ بھی کوئی خواہش ہے۔ تیس تو کیا دو سو لوگوں کا کھانا بھی تیار "

"کروادیں گے، بس تم نے کہہ دیا سو کام ہو گیا۔

:عافیہ نے کہا

" بالکل، بیٹا! اور میں ابھی ایاز کو کہہ دیتی ہوں کہ وہ تیاری شروع کردے۔"

عافیہ نے باہر جاتے ہوئے اس کا جب بغور مشاہدہ کیا، تو اس کے ہاتھ میں دعا کے

:نام کا کی چین دیکھ کر کہنے لگیں

"پلیز بیٹا! اب اس کو تو چھوڑدو اور بھول جاؤ اسے۔"

:اس نے کی چین کو چوم کر کہا

موم! یہ دعاء ہے اور ایک دفعہ میں دعاء کو چھوڑنے کی سزا چکھ چکا ہوں، اب "
وہی غلطی دہرانا نہیں چاہتا۔

411.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(411)(ادھوراپن)

"جس نے میری زندگی کی حقیقتوں کو شناسائی بخشی اسے کیسے بھول جاؤں؟
اسی دوران اذان فجر بلند ہوئی تو موسیٰ فوراً سے اٹھا اور آستینے چڑھا کر کہنے لگا۔
"اچھا! میں نماز کی تیاری کر لوں، آپ چوری بنالیں میں بعد میں کھالوں گا۔"
: یہ سن کر ایمان اور عافیہ نے یک زبان ہو کر کہا
: ماشاءاللہ!" پھر عافیہ کہنے لگیں"

بے شک اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔اور واقعی، اللہ کو جو پالے اس پر "اللہ کے انعامات اور الہامات دونوں کا ہی نزول ہونے لگتا ہے۔ جیسے اس نیک 'بزرگ نے کہا تھا۔ 'موسیٰ گھر ضرور لوٹے گا۔

ہاں، ڈیڑھ سال کا انتظار ضرور کیا، مگر اس بزرگ کی بات سچ ثابت ہوئی، واقعی وہ "الہامی روحیں ہیں۔

: پھر انہوں نے ایمان سے کہا

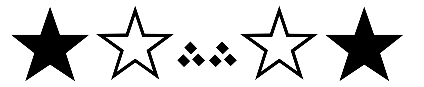
تم ایاز کو سب کچھ سمجھا دو اور ابھی سے کھانے کی تیاری شروع کر دو۔اور ہاں، " "ہم شادی سے واپسی پر اس بزرگ سے ملنے ضرور جائیں گے۔



کلثوم فجر کی ادائیگی کے بعد اپنے کمرے سے باہر آئی تو اس کی نظر دعا کے کمرے کے کھلے دروازے پر پڑی۔ یہ دیکھ کر وہ پریشان ہوئی اور اس کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ جب اس نے دروازے سے جھانک کر دیکھا تو دعا جائے نماز پر سجدے کی حالت میں پڑی تھی۔ کچھ دیر تو وہ ساکن کھڑی رہی اور پھر دل ہی دل میں سوچنے لگی۔

نہ جانے اس محبت کا انجام کیا ہو گا؟

اسی سوچ کے ساتھ وہ مایوسی کے عالم میں لوٹ گئی۔



موسیٰ بھی نماز ادا کر کے لاؤنج میں آگیا۔ وہ موم کے ہاتھوں سے ناشتہ کر کے ان کی گود میں ہی سر رکھے لیٹ گیا۔اس نے سرد لہجے میں پوچھا:

"موم! مقدس کی شادی کس سے ہو رہی ہے؟"

انہوں نے جواباً کہا:

"وہی لڑکا منان! اس کے دور کا رشتہ دار، جس سے پہلے آیت کی شادی طے ہوئی تھی۔ وہ اچھا لڑکا ہے، بڑے گھرانے سے تعلق ہے اس کا۔اور وہ ہماری مقدس کو خوش بھی رکھے گا۔"

موسیٰ کو اب تک معلوم نہیں تھا کہ آیت کی شادی طے ہوئی تھی یا ہونے کے بعد اب اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ وہ یہ سن کر حیران تو ہوا، مگر زیادہ گہرائی میں نہیں گیا۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ وہاج لوگوں کے کمرے میں چلا گیا، جہاں وہ دونوں جاگ چکے تھے۔اس نے دونوں کو خوب پیار کیااور کچھ دیر وہیں بیٹھ گیا۔

:زینب اس کے قریب بیٹھ گئی اور اداسی بھرے لہجے میں پوچھا

بھائی! کیسے ہیں آپ؟ کب آئے اور کہاں چلے گئے تھے ہمیں چھوڑ کر؟"

"بھائی! آپ دعا بھابی کو لے کر آئے ہیں یا اکیلے ہی لوٹے ہیں؟

وہ عمر کی کچی مگر اس کا لہجہ اور سوالات ایسے پکے، جیسے پینتیس، چالیس سال کی عورت ہو۔

:موسیٰ آنسو چھپائے مسکرانے لگا

میری پیاری بہن! میں اکیلا ہی آیا ہوں اور دعا کو تو بھولنا پڑے گا، وہ ہماری"

"قسمت میں نہیں ہے۔

:اس کی اداسی کو بھانپتے ہوئے وہ یوں مسکرائی جیسے اسے تسلی دے رہی ہو

بھائی! میں اللہ جی سے بات کروں گی تو وہ ضرور میری بات مان لیں گے، آپ"

"پریشان نہ ہوں۔

412 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(412)(ادھوراپن)

موسیٰ نے گردن نفی میں ہلائی اور کہا:

"بھول جاؤان باتوں کو، یہ آپ کے سوچنے کی باتیں نہیں ہیں۔اور ویسے بھی جب ہم خدا کے ناشکرے ہو جائیں تو اس کی رحمتیں اور نعمتیں یونہی چھن جاتی ہیں جیسے، دعا۔"

اسی دوران ایمان بچوں کو اسکول کے لیے جگانے آئی تو موسیٰ وہیں پر موجود تھا۔

اس نے ایمان کو مخاطب کیا:

"بھابی! آج چھٹی کروادیں دونوں کو۔اور اریحہ۔۔۔اریحہ نظر نہیں آئی،اور ریڈ کب تک آجائیں گے؟"

:ایمان نے بچوں کو فریش ہونے کے لیے بھیج کر کہا

بس آتے ہی ہوں گے۔اور اریحہ کو وہیں عائشہ کے پاس چھوڑ آئی تھی،وہ تنگ "

ہو جاتی ہے سفر میں اس لیے۔"اتنے میں وہ ہارن کی آواز سن کر یہ کہتے ہوئے

:باہر کی جانب لپکی

"لگتا ہے ڈیڈ آگی ہے۔موسیٰ! میں دیکھتی ہوں تم بھی نیچے آجاؤ۔"

:حامد صاحب جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے ہمیشہ کی طرح اپنی بیگم کو پکارنے لگے

بیگم۔۔۔۔بیگم! کہاں ہیں آپ؟"

"مجھے ایک گلاس پانی لادیں۔

کچھ ہی دیر میں وہ خوشی خوشی پانی کا گلاس لیے حاضر ہوئیں،اور پانی کا گلاس انہیں

:تھماتے ہوئے پوچھا

"آج کچھ زیادہ تھکاوٹ لگ رہی ہے؟آپ ٹھیک تو ہیں؟"

:حامد مسکرانے لگے

ایسا کچھ نہیں ہے،سفر کی زیادتی ہے اور کچھ دنوں سے سو نہیں پایا ٹھیک سے۔"

آپ بتائیں آج آپ کے چہرے کی کھل کھلاہٹ کیسی ؟ لگتا ہے کوئی مراد پوری

"ہو گئی ہے آپ کی ؟

اس سے قبل کے وہ کچھ بولتیں، حامد صاحب نے کچھ محسوس کرتے ہوئے یک

:دم کہا

یہ مہک۔۔۔ یہ مہک تو میرے موسیٰ کی ہے۔" کہہ کر وہ ایک پل میں سنبھل"

گئے۔

:عافیہ نے ان کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور بولیں

"الحمدللہ، میرے رب نے میری دعائیں قبول کر لیں۔"

:حامد صاحب نے حیرانی ظاہر کی

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"مگر کونسی دعائیں اور مرادیں؟

حامد! آپ نہیں جانتے آج میں کتنی خوش ہوں، میں تو جیسے ہواؤں میں اڑھ "

"رہی ہوں۔ حامد! میرا موسیٰ، میرے جگر کا ٹکڑا لوٹ آیا ہے۔

یہ سن کر حامد صاحب خوشی کے مارے بے ساختہ روپڑے۔اور بھیگی پلکیں پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں اٹھائے اس کا شکرادا کرنے لگے۔جب کچھ سنبھلے تو موسیٰ سے ملنے کے لیے بے چین سی کیفیت میں عافیہ سے پوچھا:

"کہاں ہے میرا لاڈلا؟ مجھے اسے دیکھنا ہے؟"پوچھ کرانہوں نے بات جاری رکھی۔"میں اس کوایک نظر دیکھنے کی حسرت دل میں لیے جی رہا ہوں۔"

عافیہ نے کہا:

"اچھا۔۔۔اچھا، پانی تو پی لیں،ابھی آجاتا ہے وہ۔۔۔۔"

اتنے میں موسیٰ کوانہوں نے نیچے آتے دیکھ کراپنی باہیں پھیلادیں۔موسیٰ انہیں دیکھ کراشک بار ہوگیااور دوڑ کران کے سینے سے لپٹ کر بولا:

"خدارا،ڈیڈ! مجھے معاف کردیں، مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئ تھی، میں آئندہ سے خیال رکھوں گا۔بس ایک دفعہ دل سے معاف کردیں۔"

وہ نظریں جھکائے کھڑا یہ سب دہرا رہا تھا۔

413 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(413)(ادھوراپن)

: حامد صاحب نے اپنے لاڈلے کا ماتھا چوم کر کہا

میری جان! تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصوروار تو ہم ہیں جنہوں نے تمہیں"
اتنا بڑااور پرخطر فیصلہ لینے کے لیے مجبور کیا تھا۔بیٹا! تم ہمیں اس غلطی کے لیے
"معاف کردو، جس کی بدولت سزا تمہیں کاٹنی پڑی۔

: موسیٰ نے ڈیڈ کے چہرے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا

نہیں،ڈیڈ! آپ مجھے شرمندہ کررہے ہیں۔ پلیز! ایسا تو مت کہیں،اب مجھے"
"احساس ہوگیا ہے کہ میں کتنی بڑی بے وقوفی کر بیٹھا ہوں۔

: حامد صاحب مسکرا کر گویا ہوئے

مجھے بھروسہ ہے میری تربیت اور میری اولاد پر، تم بے فکر ہو جاؤ۔ غلطیاں تو"

"انسان ہی کرتے ہیں اور غلطیوں سے ہی سیکھا جاتا ہے۔

:اس نے ڈیڈ کا شکریہ ادا کیا، تو وہ کہنے لگے

چلو بیٹا! اب ہم سب مل کر ناشتہ کریں گے۔اور جو پل جیسے تیسے بیت گئے"

"انہیں بھول جاؤ اور آگے بڑھو۔

:اس نے نظریں اٹھا کر کہا

"ڈیڈ! میں تو ناشتہ کر چکا ہوں لیکن آپ کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لوں گا۔"

وہ سب ناشتہ کرنے لگے، مگر حامد صاحب کی نگاہیں بس موسیٰ کو گھور رہی تھیں

اور دل ہی دل میں وہ خدا کا شکر بھی ادا کرتے رہے۔ناشتے سے فارغ ہو کر انہوں

:نے پوچھا

ایمان! کیا پروگرام ہے؟"

آج تمہاری بہن کی مایوں ہے، تو تیاری مکمل کر لو۔میں نے شام کی ٹیکٹس

"کرا دی ہیں۔

:اس نے جواباً کہا

جی، ڈیڈ! بس دوپہر میں موسیٰ بھی ایک ضروری کام سے دستبردار ہو جائے، تو"

"پھر ہم سب نکلتے ہیں۔

ٹھیک ہے، بیٹی! میں موسیٰ کی ٹکٹ بھی کرا دیتا ہوں اور وقت میں کچھ تبدیلی"

بھی، تاکہ ہم جلد از جلد وہاں پہنچ جائیں۔

"ویسے ایمان! کیا تم نے موسیٰ کی واپسی کی خوشخبری عائشہ کو دی ہے؟

:اس پر وہ ایمان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہنے لگا

ڈیڈ! اس کی کوئی ضرورت نہیں، میں وہاں جاؤں گا ضرور، مگر میری ایک شرط"

ہے۔ اور وہ یہ کہ میرے وہاں جانے کی خبر کسی کو نہ ہو، کیونکہ میں اپنی پہچان

"ظاہر کر کے کسی کی شادی خراب نہیں کرنا چاہتا۔

حامد صاحب نے اس کی گزارش مان لی۔

دوپہر کا وقت تھا اور موسیٰ اپنے گھر والوں کے ساتھ مقدس کی شادی میں

شرکت کے لیے تیاریاں بھی کر چکا تھا۔ اس نے ڈیڈ سے اجازت طلب کرتے

:ہوئے کہا

"ڈیڈ! میں آپ کو ائیر پورٹ پر ملوں گا، مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے، بیٹا! لیکن یہ اپنی حالت تو سنوار لو، ہم شادی میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں، تو کیا تاثرات ہوں گے مقدس کے گھر والوں کے۔"

موسیٰ مسکرا کر کہنے لگا:

"ڈیڈ! مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں صرف موم اور آپ کی خوشی کے لیے وہاں جاؤں گا۔ اور رہی بات میرے سنورنے کی تو وہ شوق دعا کے انکار کے ساتھ ہی مر گیا تھا۔ اب مجھے صرف اپنے لیے اور اپنوں کے لیے جینا ہے۔ ہاں، مگر ایک دفعہ دعا سے بات کر کے اس سے بھی معافی مانگنی ہے تا کہ سکھ کا سانس لے سکوں۔"

یہ سن کر حامد صاحب اداس اور شرمندہ بھی ہوئے، پھر کہنے لگے: "بیٹا! میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا ہر گز نہیں تھا۔ اور اب تو میں تمہیں صرف خوش دیکھنا چاہتا ہوں بس۔"

414 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(414)(ادھوراپن)

:موسیٰ نظریں جھکائے سرد لہجے میں بولا

پلیز ڈیڈ! آپ ناراض نہ ہونا۔ میں چلتا ہوں، اب آپ سے ائیر پورٹ پر ہی"

:ملاقات ہو گی۔" کہہ کر اس نے ایاز کو متوجہ کیا

"ایاز انکل! یہ کھانا مجھے ٹیکسی میں رکھوا دیں۔۔۔۔۔"

:یہ سن کر حامد صاحب نے یک دم کہا

بیٹا! اب تم گھر واپس آ چکے ہو تو اپنی گاڑی لے جاؤ، کیوں بلاوجہ ٹیکسی میں خوار"

"ہوتے پھرو گے۔

:موسیٰ نے کھانا ایاز کو تھماتے ہوئے مڑ کر کہا

ڈیڈ! میں وہیں سے ائیر پورٹ کے لیے نکلوں گا تو گاڑی کہاں سنبھالتا پھروں"

گا۔ اور ویسے بھی مجھے کچھ پل آزاد فضاؤں میں جینا ہے۔ ڈیڈ! جس انسان کی

حسرتوں اور تمناؤں کے جنازے اٹھ چکے ہوں اس شخص کے لیے یہ عیش و عشرت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مجھے معاف کر دیجیے گا، مگر مجھ پر ان احسانات کا کوئی اثراب نہیں ہونے والا۔ پچھلے دو سال میں نے بے شک سڑک کے کنارے گزارے ہوں، مگر میں آزاد تھا۔ اور ایک آزاد انسان اپنے خوابوں اور زندگی کا مقصد بہتر سمجھ سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں وہاں خوش تھا، مگر مجھے سکون تھا کیونکہ وہاں میرا تعلق میرے کھوئے ہوئے رب سے استوار ہو گیا تھا۔

"اور میں اپنا ہر دکھ درد اپنے رب سے بانٹنا جان گیا ہوں۔

:عافیہ نے حامد صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا

حامد! مجھے لگتا ہے ہمیں اس کی بات اس دفعہ مان لینی چاہیے، ہم پہلے ہی اس کا"

"جو نقصان کر بیٹھے ہیں کافی ہے۔ اور مجھے اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے۔

عافیہ کے کہنے پر حامد صاحب نے ہار مان لی اور موسیٰ کو اجازت مل گئ۔ جس پر وہ بے حد خوش ہوا اور ڈیڈ کا شکریہ ادا کر کے منزل کی جانب چل دیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا اور نماز ظہر کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ موسیٰ نے گاڑی سے کھانا نکال کر امام صاحب کے حوالے کر دیا۔

:امام صاحب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پوچھنے لگے

اچھا تو، بیٹا! بتاؤ کیا کچھ بات چیت ہوئی والدین سے ؟"

انہوں نے بالکل دل سے معاف کر دیا ہو گا تمہیں۔۔۔ کیونکہ ماں، باپ کبھی

"اولاد کی طرف سے بد گمان نہیں ہوتے۔

:موسیٰ کے چہرے پر خوشی کی سی چمک جھلک رہی تھی، وہ مسکراتے ہوئے بولا

محترم! شکریہ کا حق دار میں نہیں آپ ہیں، کیونکہ آپ ہی کی بدولت میں "

"اندھیرے سے نکل کر روشنی کی جانب گامزن ہو پایا ہوں۔

415 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(415)(ادھورا پن

:انہوں نے باآواز بلند "اللہ اکبر" کہااور نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے بولے

نہیں، بیٹا! یہ تو خدا کی طرف سے اپنے بندوں پر انعام ہوتا ہے، خاص کر ان "

"کے لیے جنہیں اس کی چاہت ہو۔

:موسیٰ نے گردن ہاں میں ہلا کر کہا

"بے شک۔۔۔ سبحان اللہ۔"

چلو آؤ، بیٹا! نماز کا وقت بھی ہونے والا ہے اور کھانا بھی ہم ساتھ ہی کھائیں "

گے۔" کہہ کر اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے اور نماز کی تیاری کرنے

لگے۔

نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر وہ امام صاحب کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھ

:گیا، پھر کچھ دیر ذکر کے بعد انہیں مخاطب کر کے پوچھنے لگا

محترم! مجھے ایک بہت ہی اہم موضوع پر آپ سے بحث کرنی ہے، اگر اجازت "

"ہو تو؟

:وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے

"ہاں، ضرور۔"

:وہ کچھ پل خاموش رہنے کے بعد بولا

"میں کافی پریشان ہوں اور جو بات آپ کو بتانے جارہا ہوں اندر ہی اندر مجھے کھو کھلا کررہی ہے، اس بات کا بوجھ میرے دل کو اپنے بوجھ تلے دبائے ہوئے ہے۔"

:دونوں اطراف میں طویل خاموشی چھاگئ، جو موسیٰ کے ان الفاظ پر ٹوٹی

"محترم! یقیناً ہمارا مذہب اور معاشرہ بھی ہمیں اس عمل کی اجازت نہیں دیتا، مگر۔۔۔۔"

:انہوں نے موسیٰ کی بات کاٹتے ہوئے اسے حوصلہ دیا اور کہا

"بیٹا! تم بے فکر ہوکر پوچھو جو پوچھنا ہے۔ یہ بہت ہی نازک اور پیچیدہ معاملات ہوتے ہیں، جب بات مذہب اور ایمان کی ہو۔"

موسیٰ نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگا، اسے کے لہجے میں خوف اور درد نمایاں تھے:

"محترم! آپ کو تو شاید معلوم ہی ہے میں ایک نامحرم اور انجان لڑکی سے محبت کر بیٹھا تھا، جو اب میرے وجود اور روح پر سایہ بن کر رقص کرنے لگی ہے۔ میں

اس معاملے میں بہت گہرائی تک ڈوب چکا ہوں۔اور میری محبت صرف وقت گزاری یا اسے دھوکا دینے کے مقصد کے لیے بالکل نہیں ہے۔میں نے تو اس کے گھر اپنے والدین کو بھی بھیجا تھا کہ نکاح جیسا خوبصورت رشتہ اس سے استوار کر سکوں، مگر میں بہت ہی بد قسمت شخص ہوں۔کیا معلوم کس کی نظر لگ گئ۔عین وقت پر کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر میرے ڈیڈ نے اس رشتے کو بننے سے پہلے ہی جڑ سے ختم کر دیا تھا۔"

اس کی داستان پر امام صاحب مسکرا دیے، پھر اسے سمجھانے لگے:

"بیٹا! ایسا نہیں کہتے۔کیونکہ ہماری قسمت لکھنے والی ذات تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لیے ایسا کوئی فیصلہ نہیں فرماتا، جو اس کے بندوں پر بھاری ہو۔ہاں، مگر وہ آزماتا ضرور ہے اپنے بندوں کو۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(416)(ادھوراپن

اب رہی بات تمہاری محبت کی تو تم نے درست کہا کہ ہمارا مذہب اور معاشرہ ایسے رشتے استوار کرنے کے بالکل برعکس ہے، جن میں نامحرم سے کوئی بھی تعلق یا دوستی وغیرہ۔ مگر کسی کا مقصد جائز ہو اور اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرے، اور اس محبت میں جو رشتہ استوار ہو وہ نبی ﷺ کی سنت کی پیروی ہو، یعنی نکاح تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔ بیٹا! اس رب کے فیصلوں کے آگے ہماری کیا اوقات، ہم تو صرف ان فیصلوں کے آگے سر جھکا سکتے ہیں۔ جوڑے تو "وہیں بنتے ہیں، کیا معلوم کون کب کس کی قسمت میں لکھ دیا جائے۔

:موسیٰ نے اپنی جھکی ہوئی پلکیں اٹھاتے ہوئے کہا

محترم! میں اس لڑکی سے مزید کوئی بھی تعلق نہیں رکھنا چاہتا، مگر اپنے رب کی" رضا کے لیے اس سے ایک دفعہ مل کر یا بات کر کے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔

کیونکہ میرے ڈیڈ کی وجہ سے اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کے بہت سے

حقوق تلف ہوئے ہیں، بہت ہی تکلیف ہوئی تھی اس کے والدین کو۔ بس میں
چاہتا ہوں ایک دفعہ اس سے معافی مانگ سکوں۔
"اگر کوئی طریقہ ہے تو مجھے بتادیں؟ تاکہ میں دلی سکون حاصل کر سکوں۔
:وہ موسیٰ کی باتوں سے حیران اور خوش بھی ہوئے، پھر سرد لہجے میں کہنے لگے
ارے میاں! تمہیں معلوم تو ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر"
تمہاری نیت صرف خدا کی رضا اور انسانیت کی خوشی ہے تو اسلام بالکل اس عمل
سے نہیں روکتا، جس کی بدولت ہم کسی دکھی چہرے پر مسکان لا سکیں۔ اسی
طرح اگر تمہاری نیت بھی انسانیت کی بقاء اور رب کی رضا ہے، تو تم بالکل اس
"سے بات کر کے اپنی کوتاہیوں اور اس کی حق تلفیوں کی معافی مانگ سکتے ہو۔
یہ سب سن کر اس کے چہرے پر اطمینان کی سی جھلک ظاہر ہونے لگی، اور اس کی
:آنکھوں میں امید کی نئی کرن منور ہونے لگی
محترم! میں آپ کے قیمتی وقت کا بہت مشکور ہوں اور ابھی اجازت چاہتا"
ہوں۔ ہاں، مگر واپسی پر آپ سے ملاقات کی کوشش ضرور کروں گا۔ ویسے بھی
"اب مجھے خدا کے گھر میں وقت گزار کر سکون حاصل ہوتا ہے۔

:امام صاحب نے انگلی آسمان کی جانب اٹھا کر کہا

"بیٹا! شکر تو ہر پل اس ذات کا کرنا چاہیے، جس کے احسانات کے سائے ہر پل ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ انسان کو اگر رب سے ملاقات کر کے یا اس کے گھر میں وقت گزار کر سکون حاصل ہونے لگے، تو یہ اس کے ایمان کی دلیل کے لیے کافی ہے۔ کون صاحب ایمان شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کا رب اس سے ملاقات کرے۔۔۔ مطلب اسے اپنی عبادت کرنے کا موقع دے، اور اپنی عبادت کا شوق ہمارے دل میں پیدا کر دے۔"

417 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(417)(ادھورا پن

موسیٰ نے ان الفاظ پر اجازت طلب کی :

"بالکل محترم! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

جزاک للہ، بس دعاؤں کی درخواست ہے۔ اور ابھی میں جلدی میں ہوں تو

کھانے کے برتن وغیرہ بعد میں اٹھالوں گا۔"

امام صاحب نے مسکراہٹ بھرے انداز میں الوداعی طور پر اسے دعاء دیتے

ہوئے کہا :

"جاؤ بیٹے، للہ تمہیں اپنی امان میں رکھے، آمین۔"

وہ مسجد سے نکل کر سیدھا ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہو گیا، اور کچھ ہی دیر میں وہ

اقبال انٹر نیشنل ایئرپورٹ پر پہنچ گیا۔

وہاں پہنچتے ہی وہ اپنے ڈیڈ کو دیکھنے لگا جو کچھ ہی دیر میں اس کی نظروں میں آچکے

تھے۔ اس نے سلام کیا اور وقت کے تعین کے لیے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر

بولا :

"ڈیڈ! چار بج چکے ہیں۔۔۔ اور میں آپ کے بتائے وقت پر ہی پہنچ گیا ہوں۔"

انہوں نے موسیٰ کو سینے سے لگالیا اور کہا :

بس، ایک گھنٹے تک سوات کے لیے نکل جائیں گے، میں نے سامان وغیرہ کی"

"جانچ کروادی ہے۔

موسیٰ سب گھر والوں کو ساتھ لیے کیفے میں چلا گیا، پھر سب سے گزارش کرنے

:لگا کہ

جسے جو چاہیے وہ منگوا لے، مجھے ڈیڈ سے اکیلے میں کچھ بات کرنی ہے۔"کہہ کر"

ڈیڈ کو لیے باہر آگیا۔

:موسیٰ نے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور رنجیدگی سے بولا

ڈیڈ! خدارا مجھے معاف کر دیں۔ میں جانتا ہوں میں نے آپ، موم اور سب"

گھر والوں کا بہت دل دکھایا ہے۔ لیکن ڈیڈ! یہ سب میں نے جان کر نہیں کیا،

"بلکہ جذبات اور نادانی کی وجہ سے کچھ فیصلے اکثر غلط ہو جایا کرتے ہیں۔

:انہوں نے موسیٰ کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اپنے آنسو چھپائے کہنے لگے

دیکھو، بیٹا! اگر صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے، بلکہ"

معاف کر دیتے ہیں۔ بیٹا! اس سب میں تم اکیلے قصوروار نہیں ہو بلکہ ہم سب

بھی برابر کے حصہ دار ہیں۔ تم نہیں جانتے تمہاری واپسی ہمارے لیے خدا کے

کسی بڑے انعام اور احسان سے کم نہیں ہے۔ وہ دیکھو۔۔۔اپنی موم، بھابی اور چھوٹے بہن بھائی کو، ان کے چہرے پر خوشی تو کیا خوشی کے تاثرات تک مٹ چکے تھے، لیکن آج تمہاری وجہ سے ان کے چہرے پر جو مسکان ہے وہ صرف تم ہی لوٹا سکتے تھے بیٹا۔



418 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(418)(ادھوراپن

وہاج اور زینب، بے شک تمہارے سگے نہیں ہیں مگر اپنوں سے زیادہ وہ دونوں تم سے پیار کرتے ہیں۔ موسیٰ! میں نے کبھی تم لوگوں میں کسی قسم کا فرق نہیں کیا،

مگر تمہارے ساتھ جو میں نے کیا وہ غلط تھا۔اب اگر تم مجھے ایک موقع دو گے تو

"میں خود اس غلطی کو سدھارنے کی ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں۔

:موسیٰ نے حیرانی سے پوچھا

"کک۔۔۔کیا! مطلب ڈیڈ؟"

وہ پوچھ کر کافی افسردہ تھا۔

:انہوں نے جواباً کہا

بیٹا! میں تمہارے لیے اس لڑکی کے گھر جانا چاہتا ہوں۔اور۔۔۔اور اس کے "

والدین سے اپنے کیے پر معافی مانگ کر اپنے بیٹے کی بکھری ہوئی خوشیاں لوٹانا

"چاہتا ہوں۔

:موسیٰ نے اپنی نظریں جھکا لیں اور گردن نفی میں ہلا کر کہا

بالکل نہیں، ڈیڈ! آپ ایسا میرے لیے بالکل نہیں کریں گے۔ہاں، مگر للہ کی "

رضا کے لیے آپ ان سے معافی بے شک مانگ لیں۔۔۔کیونکہ جوڑے تو اوپر

بنتے ہیں۔میں نے کسی غیر محرم سے تعلق جوڑ کر اس سے محبت کر کے صرف و

صرف اپنے رب کو ناراض کیا ہے، کیونکہ ہماری محبت کا حاصل وصول نکاح کی

"بجائے گھر والوں کے لیے مصیبت کا سبب بنا۔

:حامد صاحب نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

بیٹا! تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے اور جو محبت تم نے کی وہ بھی بالکل ٹھیک ہے،"

کیونکہ تمہارا مقصد اس سے نکاح کرنا تھا جو ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ تم

فکر مت کرو، میں خود اس کا ہاتھ اپنے لاڈلے کے لیے مانگوں گا، پھر اس کے لیے

"چاہے مجھے کسی بھی حد تک جانا پڑے۔

:موسیٰ نے گہری سانس لے کر کہا

ڈیڈ! اب محبت اور پیار کی باتوں سے دم گھٹتا ہے میرا، میں ابھی بالکل بھی"

ذہنی طور پر کسی نئے امتحان کے لیے تیار نہیں ہوں۔""بیٹا! خدا امتحان تو اپنے

خاص بندوں کا ہی لیتا ہے۔ اور بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

:کہہ کر وہ موسیٰ کو سمجھانے لگے

بیٹا! ہم شادی کے بعد دعا کے گھر جائیں گے اور میں خود اس کے والدین اور"

"اس سے بھی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔

طویل خاموشی کے بعد انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار پھر سے کیا: "موسیٰ !
مجھے میرا پہلے والا موسیٰ چاہیے، جو کسی بھی چیز کے حصول کے لیے ضدی بن جاتا
"تھا، اور اس کو حاصل کرنے تک چین کی سانس بھی نہ لیتا تھا۔
انہوں نے انہیں الفاظ پر اپنی بات مکمل کی تھی۔
:موسیٰ نے نم آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا
"ڈیڈ! اب میں تھک چکا ہوں۔ اور زندگی گزارنا نہیں جینا چاہتا ہوں۔"
اس نے گردن ایک طرف جھٹک کر بات بدلتے ہوئے مزید کہا: "چھوڑیں،
"ڈیڈ! اب مسافروں کو پکارا جانے لگا ہے تو تیاری کر لیتے ہیں۔
وہ سب گھر والوں کو کیفے سے ساتھ لیے مسافر خانے کی طرف بڑھنے لگے۔
:چلتے چلتے اس نے ڈیڈ کو متوجہ کر کے کہا

(باسط بن مظہر راجپوت)(419)(ادھوراپن

ڈیڈ! سوات میں مجھے اپنی حقیقت کسی کے سامنے نہیں لانی، میں کوئی تماشا"
"نہیں چاہتا۔اس لیے پلیز! مجھے مجبور مت کیجیے گا۔
انہوں نے اپنا کچھ دستی سامان نیچے رکھا اور مسافر خانے میں لگی کرسیوں پر بیٹھتے
:ہوئے بولے
میری جان! بے فکر ہو جاؤ، میں سمجھ سکتا ہوں تمہارے دماغ میں کیا چل رہا"
ہے۔اور اگر یہ ڈاڑھی اور بال ٹھیک کروا لیتے، میرا مطلب بہت بڑھ رہے
"ہیں۔
ان کے لہجے میں خفگی سی جھلک رہی تھی۔ جس کا موسیٰ کو کوئی ملال نہ ہوا تھا۔وہ
:ہونٹوں پہ مسکراہٹ لیے بولا
ڈیڈ! دنیا کے لیے بہت جی کر دیکھ لیا، اب جوانی خدا کے لیے وقف کرنی ہے۔"
ایک بات اور۔۔۔وہ یہ کہ عائشہ آپی سے میں شادی کے بعد خود مل لوں گا۔اور

صالح بھائی کو ہم دعا کے گھر سے واپسی پر میرے آنے کی اطلاع کریں گے۔ پلیز ڈیڈ!"

حامد صاحب نے گردن ہاں میں ہلائی اور کچھ دیر میں وہ منزل کی جانب چل دیے۔۔۔یعنی لاہور سے سوات۔

رات آٹھ بجے وہ سوات ایمان کے میکے پہنچے، جہاں مقدس کی شادی کی تیاریاں مکمل تھیں اور آج مایوں کی رات تھی۔ موسیٰ نے اپنے ارادے کے مطابق سوات پہنچتے ہی اپنے گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور انجان بن کر لان میں چپکے سے بیٹھ گیا۔

مقدس کے گھر والوں نے ایمان اور اس کے سسرالیوں کا پرجوش انداز میں استقبال کیا اور سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ہادی اور عائشہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں لیے اسٹیج پر جانے لگے، جہاں ہادی کے والدین موجود تھے اور آیت بھی۔ایمان کو دیکھ کر آیت یک دم اس کے پاس پہنچی، پھر دونوں بغل گیر ہو گئیں اور ایک دوسرے کو پیار کرنے لگیں۔

حامد صاحب اور عافیہ بھی چہروں پہ مسکان لیے ہادی کے والدین سے دست گیر ہوئے اور بیٹی کی شادی کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے حال احوال دریافت کرنے لگے۔

عافیہ، مقدس کے روبرو ہوتے ہوئے بولیں:

"ماشاءللہ، خدا ہماری بیٹی کو نظر بند سے بچائے اور ہمیشہ خوش اور دکھوں سے آزاد رکھے، آمین۔"

مقدس نے مسکراہٹ بھرے انداز میں عافیہ کی طرف دیکھ کر کہا: "بہت شکریہ آنٹی! جو آپ لوگ وقت پر پہنچ آئے، نہیں تو میری یہ خوشی ادھوری جاتی۔"

اس پر حامد صاحب اور عافیہ نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا، پھر حامد کہنے لگے:

"ارے، بیٹی! ہم کیوں اپنی بیٹی کی خوشیوں میں شامل نہ ہو کر بیٹی کو ناراض کرتے؟ اور ویسے بھی تمہاری آنٹی تو ایک ہفتہ پہلے آنا چاہتی تھیں، مگر کچھ مصروفیات اور میرے گھر سے باہر ہونے کی وجہ سے ہم لوگ نہیں آ پائے۔۔۔۔"

420 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(420)(ادھوراپن

:قریب ہی موجود شاہد صاحب یک دم کہنے لگے

"حامد! شکر کرو آگئے ہو۔ وہ کہتے ہیں نا۔ "دیر آئے، درست آئے۔"

:دونوں نے قہقہہ لگایا، پھر شاہد صاحب کہنے لگے

اب چلو ہم دونوں مہمانوں کو دیکھ لیں۔" کہہ کر وہ ہادی اور عائشہ کو بھی کام

:سونپنے لگے

ہادی بیٹا! آپ ان کا سامان اندر رکھواؤ، کچھ ٹھنڈے وغیرہ کا انتظام کرو، عائشہ "

"آپ بچوں کو دیکھ لو کہیں بھوکے ہی نہ سو جائیں۔

:ہادی اور عائشہ نے یک زبان ہو کر کہا

"بابا! آپ بے فکر ہو جائیں۔"

عائشہ اور آیت بچوں کو لیے اندر کی طرف چل دیں، جبکہ ہادی ملازم کے ساتھ مل کر سسرالیوں کا سامان اٹھوانے لگا۔

:عافیہ نے مقدس سے اجازت طلب کی اور اس کی ماما سے پوچھنے لگیں

"نازیہ! عبد للہ کہاں ہے؟"

:وہ پلٹ کر بولیں

وہ آج جلدی سو گیا تھا۔ ہم سب مصروف رہتے ہیں شادی کی تیاریوں میں تو" زیادہ توجہ ہی نہیں دے پاتے اس پر۔ اچھا، ابھی چلو کچھ دیر آرام کر لو، پھر مایوں "کی رسم شروع ہو جائے گی تو کافی دیر بھی لگ جاتی ہے ایسی رسموں میں۔

:وہ زیر لب مسکرا کر کہنے لگیں

نازیہ! بس منہ ہاتھ دھو کر ایک نظر عبد للہ کو دیکھ لوں۔ باقی تھکاوٹ تو تم" "لوگوں سے ملتے ہی اتر گئی تھی میری۔

شاہد اور حامد صاحب دونوں مہمانوں کے بیچ ٹہل رہے تھے اور خوشگوار موڈ میں مہمانوں کو خوش آمدید کر رہے تھے۔

:اسی دوران شاہد صاحب بولے

ارے، حامد! تم تو ہم لوگوں سے بالکل بیزار آگئے ہو اور ناراض بھی ہو" شاید۔نہ کوئی فو، نہ ہی حال احوال دریافت کیا پچھلے کافی عرصے سے۔سب "خیریت تو ہے؟

:انہوں نے ایک نظر شاہد صاحب کو دیکھ کر کہا

بالکل، شاہد! تم حق پر ہو، لیکن میں نہ جانے کیوں اپنے آپ سے بھی نظریں" نہیں ملا پا رہا۔اور تمہاری وہ بات جب تم نے مجھے مقدس کا رشتہ دینے سے انکار کیا تھا، اس پر میں کافی سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم بالکل ٹھیک تھے۔تم نے اپنی بیٹی کے مستقبل کا سوچا تھا اور واقعی میں رشتے احساس کے ہوتے ہیں یہ دولت، جائیداد اور لوگوں کی پرواہ تو بس ایک بے وقوفی ہے۔ہم اگر اپنے بچوں کو خوشی (جو مفت میں ملتی ہے، جس کے لیے روپے پیسے، زمین جائیداد وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی) نہیں دے سکتے تو ہم کچھ بھی نہیں

کر سکتے۔ تمہاری اس بات سے مجھے احساس ہوا کہ اولاد سے بڑھ کر کچھ اہم نہیں ہوتا۔"

یہ کہہ کر وہ شاہد صاحب کے سینے سے لگ گئے اور کافی اداس بھی ہوئے۔

شاہد صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"حامد! بس کر، ہو جاتی ہیں غلطیاں اور انسان کو ان غلطیوں کا احساس ہو جائے تو بس کافی ہوتا ہے۔ اب یہ آنسو پونچھ لے اور چل اندر چل کر کچھ دیر آرام کر لے۔"

انہوں نے کچھ دیر تک جانے کا کہا، تو دونوں دوست لان کے ایک کونے میں جا بیٹھے۔ وہاں بہترین انتظامات کیے گئے تھے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(421)(ادھوراپن

"حامد! مجھے موسیٰ کی بتا کچھ معلوم ہوا اس کے متعلق؟"
:حامد صاحب کچھ پریشان ہوئے اور آہستگی سے بولے
"شاہد! خاموش، کوئی سن لے گا۔"
:وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگے
"ارے یار! کیا ہوا ہے؟ لگتا ہے مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟"
نہیں۔۔۔ نہیں، شاہد! چھپا نہیں رہا بلکہ ایک خوش خبری ہے، مگر خیال کرنا یہ "
"بات ہم دونوں کے درمیان ہی رہے۔
:شاہد صاحب نے یقین دہانی کراتے ہوئے پوچھا
!ٹھیک ہے حامد
"مگر بتاؤ تو خوشخبری کیا ہے؟
:انہوں نے چاروں اطراف نظر دوڑا کر آہستگی سے کہا

یار ! میرا موسیٰ گھر لوٹ آیا ہے۔اور وہ یہیں اس گھر میں ہمارے درمیان "
موجود ہے، مگر میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں اس کی موجودگی کی خبر کسی
کو نہیں ہونے دوں گا۔اس لیے مجھے مجبور مت کرنا کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔
تم چاہ کر بھی اسے پہچان نہیں پاؤ گے، لیکن تمہیں اتنا بتادوں کہ وہ یہاں ہم
"سب سے مختلف دکھائی دے رہا ہو گا، وہ مکمل بدل چکا ہے۔

: شاہد صاحب نے پوری بات تسلی سے سنی اور کہنے لگے

کیا بات کر رہا ہے، یار ! اور اگر ایسا ہے تو یہ تو بالکل خوشی کی بات ہے۔ٹھیک "
ہے، تم جاؤ کچھ دیر آرام کر لو۔میں اس سے دور رہوں گا، مگر اسے پہچاننے کی
"کوشش کرتا ہوں۔

کہہ کر شاہد صاحب مہمانوں کی طرف چل دیے۔اور حامد اندر کی جانب۔

وہ ابھی اندر جانے کے لیے دو قدم ہی چلے تھے کہ ان کے سامنے عائشہ نمودار
ہوئی، جو حسرت بھری نگاہوں سے انہیں گھور رہی تھی۔اسے دیکھتے ہی وہ گھبرا
: گیئے، پھر بولے

"ارے بیٹی ! آپ یہاں کیا کر رہی ہو کوئی کام تھا کیا؟"

: یہ پوچھتے ہوئے انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے کہا

"چلو بیٹی! اندر چلیں۔ میں بھی فریش ہولوں، پھر خوب گپ شپ کریں گے۔"

عائشہ اپنی جگہ پر ساکن کھڑی رہی اور دو قدم آگے بڑھ چکے ڈیڈ کا بازو پیچھے سے

: پکڑ کر روک لیا۔ اور یک دم ان کے روبرو ہوتے ہوئے پوچھنے لگی

"ڈیڈ! کیا آپ مجھے ایک بات سچ سچ بتائیں گے؟"

"جی، میرا بیٹا! پوچھیں میں کوشش کروں گا۔"

: عائشہ نے بلا تمہید کہہ ڈالا

ڈیڈ! میں نے آپ اور انکل کی ساری باتیں سن لی ہیں، اس کے لیے میں معافی"

چاہتی ہوں، مگر مجھے بھی سچ جاننا ہے۔

"کیا سچ میں موسیٰ آپ کے ساتھ یہاں آیا ہے؟

یہ سنتے ہی ان کے کان کھڑے ہو گئے اور پلکیں یوں بجھ گئیں، جیسے وہ سب

کچھ چاہتے ہوئے بھی اپنی بیٹی کو سچائی نہیں بتانا چاہتے۔

وہ اندر ہی اندر سوچنے لگے کہ اگر میں نے سچائی بتادی تو وعدہ خلافی ہو جائے گی۔

اور اگر اب میرا بیٹا مجھ سے ناراض ہو گیا تو میں کیا کروں گا وغیرہ۔

:عائشہ جو ایک پل سے خاموش کھڑی تھی، گرج کر بولی

ڈیڈ! آپ خاموش کیوں ہیں؟"

"کچھ پوچھا ہے میں نے۔



422 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(422)(ادھورا پن

:وہ خوف زدہ انداز میں اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے

بیٹی! وہ۔۔۔وہ میں بعد میں بتاتا ہوں آپ کو تفصیل سے۔"

"ابھی اندر چلیں؟

:عائشہ کے لہجے میں اس دفعہ ہلکی سی تلخی بھر آئی

نہیں، ڈیڈ! مجھے ابھی حقیقت جاننی ہے، مجھے میرے بھائی کی دھڑکن صاف"

:سنائی دے رہی ہے۔" پھر ان کا ہاتھ اپنے سر پر رکھتے ہوئے رنجیدگی سے بولی

"ڈیڈ! آپ کو میرے سر کی قسم ہے مجھے سچ بتائیں۔"

وہ بہت گہری مشکل میں پھنس چکے تھے اور اپنے ہاتھ جوڑ کر (جو جڑنے سے پہلے

:عائشہ نے تھام لیے) کہنے لگے

بیٹی! میں بہت مجبور ہوں۔ پلیز! میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو، ویسے"

بھی اب صرف تین دن کی بات ہے۔ حقیقت خود کھل کر ہم سب کے سامنے

"ہو گی۔ جہاں دو سال صبر کر ہی لیا ہے، تین دن اور سہی۔

:اس نے ڈیڈ کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے ہوئے کہا

ڈیڈ! میرا مقصد آپ کا دل دکھانے کا ہر گز نہیں تھا، مگر اب اور صبر نہیں"

ہوتا۔ آپ پلیز! ناراض مت ہویئے گا۔" کہہ کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

:انہوں نے عائشہ کا ماتھا چوم کر کہا

نہیں، بیٹی ! میں اپنی جان سے بالکل بھی ناراض نہیں ہوں، کیونکہ مجھے حالات "
"کی نذاکت کا بخوبی اندازہ ہے۔

:وہ یک دم مسکرادی

شکریہ ڈیڈ ! اب چلیں ؟آپ نے ابھی کپڑے بھی بدلنے ہیں۔" کہہ کر وہ ان "
کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئی۔

ابھی مایوں کی رسم شروع ہونے ہی والی تھی کہ لاؤنج میں بیٹھی اریحہ جو ابھی سو کر اٹھی تھی، اس کی پہلی نظر سامنے لگی ایک تصویر پر پڑی جو موسیٰ اور اسماعیل کی تھی۔اس تصویر کو دونوں گھرانوں میں آویزاں کیا گیا تھا۔

:اس نے ایمان کو متوجہ کر کے معصومانہ انداز میں پوچھا

ماما! یہ اسماعیل ماموں کے ساتھ جو انکل ہیں وہ کون ہیں اور میرے ماموں کے "
"ساتھ کیوں ہیں ؟

دروازے سے اندر آتی ہوئی عائشہ نے ایمان کو دیکھ کر حیرانی ظاہر کی۔اور کسی کے جواب دینے سے پہلے ہی اس نے اریحہ کو اٹھالیا، پھر اس کے گالوں پر بوسہ
:دیتے ہوئے کہا

میری جان ! یہ جو آپ کے پیارے سے ماموں کے ساتھ تصویر میں پیارے "
"سے انکل ہیں نا۔۔۔یہ انکل نہیں بلکہ ہماری گڑیا کے چاچو ہیں۔

:اریحہ نے کچھ حیرانی ظاہر کرتے ہوئے معصومیت سے کہا

پھپھو ! تو کیا میرے ماموں اور چاچو دونوں مجھ سے ناراض ہیں ؟"
"وہ کبھی میرے ساتھ ملنے بھی نہیں آئے۔



423 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(423)(ادھوراپن

وہاں موجود آیت، عائشہ اور ایمان کی تو جیسے سانسیں روح سے جدا ہو چکی تھیں۔

:نم آنکھیں پونچھتے ہوئے عائشہ نے اسے سینے سے لگا کر کہا

"ایسا نہیں ہے، جان! آپ کے ماموں اور چاچو تو آپ سے بہت پیار کرتے ہیں، وہ بالکل ہماری گڑیا سے ناراض نہیں ہیں۔ آپ اللہ پاک سے دعاء مانگا کرو کہ وہ دونوں جلدی سے آجائیں، آپ سے ملیں بھی اور آپ کے لیے ڈھیر سارے گفٹس بھی لائیں۔"

چار سالا اریحہ نے کہا:

"نہیں، پھپھو! ماما تو کہتی ہیں جو اللہ پاک کے پاس چلا جائے وہ کبھی واپس نہیں آتا، تو میرے ماموں تو اللہ پاک کے پاس چلے گی ئے ہیں۔ پھپھو! مجھے گفٹس نہیں چاہئیں۔"

یہ سن کر ان تینوں کے پرانے زخم پھر سے تازہ ہو گی ئے تھے۔ بہت مشکل سے ہی سہی، لیکن آیت نے اریحہ سے کہا:

"بے بی! جب آپ اللہ سے دعاء مانگو گی تو آپ کے چاچو تو آپ سے ملنے آئیں گے نا، اس لیے آپ پریشان مت ہو۔ جلدی سے ڈریس چینج کرو، پھر ہم مقدس آنٹی کے پاس چلتے ہیں۔"

ایک چھوٹی سی بچی کی باتوں نے تو جیسے قیامت برپا کر کے رکھ دی تھی۔ایمان اسے لیے کمرے میں چلی گئی جبکہ عائشہ اور آیت ان کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔

عائشہ نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر پوچھا:

"آیت! سب خیریت تو ہے؟ تم پریشان لگ رہی ہو اور رو کیوں رہی ہو؟" اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"ارے پگلی! آج تو خوشی کا دن ہے، ہماری مقدس کی خوشی کا دن۔اور تم جانتی ہو، آیت! ان خوشیوں نے کتنے عرصے کے بعد ہمارے گھر کا رخ کیا ہے۔ آیت! ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم ان لمحات کو ضائع کریں، چلو مسکراؤ۔ماشاءللہ کتنی خوبصورت لگ رہی ہو آج، للہ نظر بد سے بچائے، آمین۔اس خوشی کے موقع پر میں اپنے رب کے حضور التجا بلند کرتی ہوں کہ وہ تمہاری آزمائشیں بھی خوشیوں میں بدل دے۔"

آیت نے ایک لمحے کے لیے مسکراہٹ بھری اور عائشہ کے سینے سے لگ کر رنجیدگی سے کہنے لگی:

مگر بھابی ! میر ااسماعیل آج مجھے بہت یاد آرہا ہے۔ کاش ! آج وہ زندہ ہوتا، بھلے "
"!ہی اس کی جگہ میں مر گئی ہوتی۔۔۔۔۔

:عائشہ نے تلخ لہجے میں یک دم کہا

بس کر دو۔ اللہ نہ کرے کبھی ایسا ہو۔ وہ رب تو سب کی قسمتوں اور مقدر کے "
فیصلے کرتا ہے، تو ہم کیا جانیں اس پاک ذات کی کیا مصلحت ہے۔ چلو اپنا حلیہ
"ٹھیک کرو۔ تم تو جانتی ہو آج تمہیں، مجھے یا کسی کو بھی اداس بالکل نہیں ہونا۔



424 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(424)(ادھوراپن

اسی دوران ایمان بھی اریحہ کو لیے وہاں پہنچ گئی۔اور پھر تینوں سج دھج کر اریحہ
سمیت اسٹیج پر پہنچ گئیں۔

رات کے گیارہ بجے سب مدعو کیے گی ئے مہمان، جو قریبی رشتہ دار اور کچھ
دوست احباب تھے، تشریف لا چکے تھے۔مایوں کی رسم مختصر اور سادہ سی تھی۔
وہ بھی صرف مقدس کی خوشی کے لیے ہادی کے اصرار پر شاہد صاحب نے اس
کی اجازت دی تھی۔اسٹیج کے ارد گرد مقدس کے گھر والے اور موسیٰ کے
والدین موجود تھے۔کیک کٹنے کے بعد باقی کی رسومات بھی ادا کر کے سب
موجود افراد نے مقدس کے والدین کو مبارک باد پیش کی۔

ہادی نے سب کو کھانے کے لیے بلوالیا اور خود اپنے سسر اور بابا کو لیے ایک
کونے میں پہنچا۔اور تینوں میں ایک مشاورت ہوئی۔

"ہم چونکہ لڑکی والے ہیں اور یہ کہ سب کچھ جتنی سادگی سے ہو بہتر رہے گا۔"
:ہادی نے اپنے سسر کو متوجہ کر کے کہا

انکل! میں اور بابا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پرسوجب مقدس کی بارات آئے گی، تو"
اگر ہم ولیمہ بھی کرلیں تو بہت اچھا ہو جائے گا۔

"انکل! آپ اس متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟

:انہوں نے بنا تکلف کہا

"بالکل صحیح فیصلہ ہے، مگر لڑکے والوں کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

نہیں، انکل! ہم لوگوں نے ان سے مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔اور"

ویسے بھی ہم نے شادی کے کارڈز وغیرہ تو بنوائے نہیں ہیں جو باقی کے مہمانوں کو

کوئی اعتراض ہو گا۔ بات یہ بھی ہے کہ سوات سے اسلام آباد کا سفر بھی اچھا

"خاصہ ہے، تو بہتر یہی رہے گا کہ ایک ہی دفعہ میں سب نمٹا دیا جائے۔

:حامد صاحب نے اپنے دوست سے کہا

"پھر تو بالکل ٹھیک ہے جو بھی فیصلہ تم لوگوں نے کیا۔"

ہادی ان دونوں کو لیے کھانے کی میز پر آیا جس پر حامد کہنے لگے: "بیٹا! ہم لوگ تو

"گھر والے ہیں بعد میں کھانا کھالیں گے، پہلے مہمانوں کو نمٹا لیں۔

"انکل! آپ بے فکر ہو جائیں، مہمانوں کو ہم دونوں دیکھ لیں گے۔"

اس کا اشارہ کچھ فاصلے پر موجود موسیٰ کی طرف تھا، مگر وہ موسیٰ ہے یہ صرف حامد

:صاحب جانتے تھے۔ وہ جان کر انجان بننے کا ڈرامہ کرتے ہوئے پوچھنے لگے

"ہادی بیٹا! وہ جوان ہے کون؟ تمہارا دوست یا رشتہ دار ہے کوئی؟"

:وہ مسکراتے ہوئے بولا

"انکل! میں خود نہیں جانتا، لیکن جب کچھ دیر پہلے میں یہاں مہمانوں کو دیکھ رہا تھا، تب وہ خود میرے پاس آکر کہنے لگا۔ 'بھائی! آپ اکیلے اتنا سارا کام کریں گے وہ بھی میرے ہوتے ہوئے۔ بالکل نہیں۔ اور یہ شادی آپ کی بہن کے ساتھ ساتھ میری بھی بہن کی ہے، تو ہم دونوں مل کر کام کریں گے۔



425 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(425)(ادھوراپن

'اس سے آپ کا کام بھی آسان ہو جائے گا اور میرے دل کو چین بھی آجائے گا۔

انکل! مجھے نہیں معلوم وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے۔ اور نہ ہی میں نے اس سے کچھ پوچھنے یا جاننے کی کوشش کی تھی۔ مگر اس سے بات کرتے ہی مجھے وہ اپنا سا لگا تھا۔"

یہ سن کر حامد صاحب مسکرائے، پھر نم آنکھیں پونچھتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ کر بولے:

"بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے."

ہادی تو جا چکا تھا، مگر اس کے بابا گہری سوچوں میں گم صم رہے۔ اور طویل خاموشی کے بعد اپنے دوست کی جانب نظریں پھیرتے ہوئے پوچھنے لگے:

"حامد! کہیں میرا شک بجا تو نہیں؟ میرا مطلب وہ موسیٰ ہی ہے؟"

حامد صاحب کچھ کہے بنا اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے دوست کو سینے سے لگا کر رنجیدگی سے بولے:

"ہاں، شاہد! تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ میرا موسیٰ ہی ہے۔"

یہ سن کر شاہد صاحب مارے خوشی کے دیوانے سے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ پھیلا کر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

للہ کا شکر ہے۔" پھر میٹھائی کا ٹوکرا اٹھایا اور سب مہمانوں میں خود ہی میٹھائی" بانٹنے لگے۔

ایک ملازم ان کے قریب ہو کر بولا:

"سر! آپ یہ مجھے دیں میں بانٹ دیتا ہوں۔"

انہوں نے ٹوکرا پیچھے کھینچ کر ایک گلاب جامن اس کے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا:

نہیں، یہ تو میں خود ہی کروں گا۔" پھر مہمانوں میں بانٹنے لگے جو کافی حیران" کن تھا، مگر شادی والا گھر تھا اس لیے سب نے خوشی خوشی میٹھائی کچھ کہے پوچھے بنا کھالی۔

"بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

★☆...☆★

دوسری جانب مانی کے گھر میں تو بڑا اہتمام کیا گیا تھا، ہر اس شے کا جوان کی شان کے عین مطابق تھی۔

مانی کا گھر رنگا رنگ روشنیوں سے جھلمگا رہا تھا۔ وہاں بہت سے رشتہ داروں اور بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

مانی کی آپا جو شادی کے بعد ترکی میں ہی قیام پذیر تھیں، وہ بھی اپنے شوہر اور اپنی دو سالا بچی کے ساتھ اسلام آباد اپنے میکے آئی ہوئی تھیں۔

سانول نے بھی اپنے دوست کی خوشیاں بدمزہ نہ جانے دیں۔ اس نے موج مستی کے پورے پورے انتظامات کر رکھے تھے۔ اور اس کام میں اس کے ساتھ ساتھ ہر قدم پر جمال صاحب کھڑے رہے، کیونکہ ان کے بھی اپنے لاڈلے بیٹے کی شادی کو لیے بڑے ارمان تھے، جو انہیں نبھانے تھے۔

426 .txt

سانول نے اسٹیج پر موجود مانی کی آپا کو اپنے ساتھ لیا اور ایک طرف جہاں شور کم تھا لے گیا۔ اور ساتھ ہی جمال صاحب کو بھی وہیں بلوا لیا، پھر کہنے لگا :

"دیکھیے، انکل! مجھے آپ سب نے جتنا پیار دیا اور بالکل اپنے بیٹے کی طرح سمجھا، اس لیے اب میری بھی ذمہ داری تھی کہ میں بیٹا ہونے کا حق بھی ادا کروں۔

انکل! آپ بے فکر ہو کر شادی کے مزے لیں، کیونکہ ولیمے کے لیے میں نے ہال بک کر لیا ہے۔ شادیوں کا سیزن ہے تو ہال ملنا تھوڑا مشکل تھا، سو میں نے تمام تیاریاں گھر پر بھی کر لی تھیں۔ اب آپ دونوں سے ایک مشورہ کرنا تھا کہ ولیمہ گھر پر ٹھیک رہے گا یا ہال میں؟ ویسے بھی تمام مہمانوں کو ہم نے دعوت نامے بھیج دیے تھے جس پر انہیں گھر پر ہی مدعو کیا تھا۔"

جمال صاحب نے اس کی بات سن کر کرن کو متوجہ کر کے کہا: "بیٹی! آپ بتاؤ، کیونکہ یہ خوشیاں تم بچوں کے منانے کی ہوتی ہیں، تو جو تم لوگوں کو بہتر لگے۔"

ایک پل کے لیے کچھ سوچ کر کرن کہنے لگی :

بابا! اگرہال بک ہو ہی گیا ہے تو ہم سب گھر آئے مہمانوں کو وہیں لے جائیں" گے، کیونکہ گھر پر سب کچھ سنبھالنا کافی مشکل ہو جائے گا۔اور اگر ہم یہاں سے "مل کر ہال میں جائیں گے تو کافی الگ سا ایک نیا انداز اور ٹرینڈ بن جائے گا۔

:جمال صاحب نے کہا

"بات تو بالکل ٹھیک ہے۔"

پھر تینوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔

★☆...☆★

شاہد صاحب نے تمام مہمانوں کو الوداع کرنے کے بعد جو چند رشتہ دار وہاں موجود تھے،انہیں مہمان خانے بھجوادیا تھا۔

:موسیٰ نے چونکہ سب سے اجنبیت بنائے رکھی تھی تو اس نے ہادی سے پوچھا

محترم! اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں چند روز کا مہمان بن کر آپ کے ہاں" "ٹھہر جاؤں؟

:ہادی نے بنا تکلف کہا

بھائی! آپ کوئی اجنبی تھوڑے ہی ہو جو اجازت طلب کر رہے ہو۔ اور آپ"

"مہمان خانے میں نہیں یہاں میرے ساتھ رہو گے۔

نہیں، محترم! میں یہاں کیسے رک سکتا ہوں، یہاں آپ کے گھر کی خواتین"

"ہوں گی تو مناسب نہیں لگتا۔

:موسیٰ کی بات پر اس نے کہا

ارے بھائی! آج جیسے آپ نے میرا ساتھ دیا اس کے بعد آپ بھی اس گھر کے"

فرد کی حیثیت سے یہاں رہو گے۔ اور ویسے بھی ہماری خواتین مہمانوں کے

سامنے بلاوجہ نہیں آتیں۔ آپ چلیں میرے ساتھ میں آپ کو آرام گاہ تک پہنچا

:دیتا ہوں۔" کہہ کر اسے ساتھ لیے کمرے میں پہنچا، پھر کہنے لگا

آپ یہاں آرام کریں اور ایک ملازم آپ کے کمرے کے باہر موجود رہے گا، تو"

"آپ کو کچھ بھی ضرورت ہو بنا تکلف اسے بتا دیجیے گا۔

427 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(427)(ادھوراپن

:موسیٰ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا

"اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھیں اور یوں ہی دوسروں کے کام آنے کا تسلسل

"بھی قائم رہے، آمین۔

ہادی نے مسکراہٹ بھرے انداز میں اس سے اجازت طلب کی، پھر باہر لان

میں اپنے بابا اور سسر کے پاس آگیا۔

:اسے دیکھتے ہی شاہد صاحب کہنے لگے

"بیٹا! دیکھو تو اگر آیت سو نہ گئی ہو تو اسے یہاں لے کر آؤ، مجھے کچھ ضروری بات

"کرنی ہے۔

اس نے ہامی بھری اور کچھ ہی دیر میں آیت کو ساتھ لیے حاضر ہوا۔ آیت نے

:وہاں پہنچ کر سلام کر کے پوچھا

"جی، بابا! آپ نے بلوایا، سب خیریت تو ہے؟"

انہوں نے آیت کو سینے سے لگالیا اور اس کا ماتھا چوم کر بولے: "جی، بیٹی! سب خیریت ہے۔ بس ایک ضروری بات کرنی تھی آپ سے۔ دیکھو، بیٹی! ہم تمہارے اپنے ہیں اور اپنوں کی فکر غیروں کو نہیں اپنوں کو ہی ہوتی ہے، اس لیے کسی بات کا برا نہ منانا۔"

وہ حیران کن انداز میں پلٹی:

"جی، بابا! میں جانتی ہوں اور مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ اب میں کوشش کروں گی آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔"

ہادی نے بھی اس گفتگو کا حصہ بننے کے لیے بابا کو بغور دیکھ کر اشارتاً کچھ کہنے کی اجازت چاہی، جو مل گئی۔

اس نے آیت کو متوجہ کرتے ہوئے بڑے پیار اور تحمل مزاجی سے اسے سمجھانا چاہا:

"دیکھو، آیت! بابا نے جو کہا وہ بجا ہے۔ اور میں بھی تمہاری بہتری کے لیے یہ سب کہہ رہا ہوں کہ، تم شادی شدہ ہو اور ماشاءاللہ اب تمہارا ایک بیٹا بھی ہے۔

اور جب شادی شدہ عورت اور وہ بھی ایک بچے کی ماں اپنے میکے میں بس رہی ہو تو ہمارے معاشرے میں یہ سب اچھا نہیں سمجھا جاتا۔اور پھر عبداللہ کے مستقبل کا سوچو۔ آج نہیں تو کل کو تو وہ تم سے سوال کرے گا تب تم کیا جواب دو گی؟ کوئی زور زبردستی نہیں ہے، لیکن ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے کہ تم شادی کے معاملات نمٹنے پر ساحر کے خلاف عدالت میں خلع کا کیس دائر کر دو۔اور جتنی جلدی ہو سکے اپنی زندگی میں پھر سے قدم رکھو۔"

یہ سن کر آیت کے تیور اچانک بدلنے لگے،اس نے ہادی کی بات مکمل ہونے پر چلا کر پوچھا:

"بھائی! کیا میں آپ لوگوں پر بوجھ ہوں جو مجھ سے جان چھڑانا چاہتے ہیں آپ سب؟"

وہ یک دم چونکا:

"ارے نہیں، ایسا نہیں ہے۔ تم پلیز! ایسا تو مت کہو۔"

شاہد صاحب نے مایوس ہو کر رنجیدگی سے کہا:

للہ پاک معاف کرے۔بیٹی! ہمارا ایسا ویسا کوئی مطلب نہیں تھا۔ مگر، میری" گڑیا! تم جانتی ہو اس معاشرے میں بیٹیاں شادی کے بعد ماں، باپ کے پاس رہیں تو جتنے منہ اتنی باتیں ہوتی ہیں۔اور یہ بھی تم جانتی ہو کہ یہ شادی تم نے کن وجوہات کی بنا پر کی تھی،اور حالات کیا تھے۔



428 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(428)(ادھوراپن)

بیٹی! اب تم چاہو تو اس شخص کو دوبارہ سے اپنا لو اور چاہو تو خلع لے کر اپنی نئ زندگی کی شروعات کرو۔یہ سب کچھ ہم تمہاری بہتری اور تمہارے بیٹے کے بہتر مستقبل کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

آیت نے اپنی بھیگی پلکیں اوپر اٹھائیں اور خلع کے کاغذات پھاڑ کر ہوا میں اچھال دیے، پھر سخت لہجے میں کہنے لگی:

"بابا! میں جانتی ہوں یہ شادی میں نے آپ کے فیصلے کے خلاف جا کر اپنی مرضی اور ضد میں آ کر کی تھی۔ میں ساحر سے محبت کرتی تھی، کرتی ہوں اور روح کی آزادی تک میری محبت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئے گی۔

اب جہاں تک ہم دونوں میں علیحدگی کی بات ہے، تو میں نے خوشی سے یا چاہ کر ان سے علیحدگی نہیں کی تھی۔ بلکہ میں نے صرف محبت کا رشتہ باقی رکھنا تھا تاکہ ہماری محبت پر کوئی حرف نہ آئے۔ بابا! مجھے ساحر سے کوئی شکوہ نہیں ہے کیونکہ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے، بس مجھے انتظار ہے تو صرف اس بات کا کہ کب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ یہاں آ کر اس ندامت کو آپ کے سامنے ظاہر کر دیں، تو مجھے فرق نہیں پڑتا ان کی دوسری بیوی ہے۔ ویسے بھی ان کی شادی میں نے خود ہی کرائی تھی تاکہ وہ مجھے بھول جائیں، کیونکہ مجھ سے ان کا دکھ اور ادھورا پن دیکھا نہیں جانا تھا۔"

"بیٹی ! میں سمجھ سکتا ہوں، مگر ایسے شخص کا اب انتظار کرنا بے معنی ہے جو دوسری شادی کر چکا ہو۔ جسے تمہارے ہوتے ہوئے تمہاری محبت کا احساس نہیں ہو سکا وہ اب کیا اپنی غلطی کا اعتراف کرے گا۔"

:آیت ثابت قدم رہی تھی

"بابا! میں نے اپنا فیصلہ اوپر والے کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔ اور اب میرے فیصلے دنیا کی نہیں بلکہ خدا کی عدالت میں پورے انصاف کے ساتھ ہوں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔۔۔ میں اور میرا بیٹا کبھی کسی پر بوجھ نہیں بنے گے۔"

اس کی طنزیہ نگاہیں ہادی کو گھور رہی تھیں۔

:شاہد صاحب نے اسے سینے سے لگا کر ماتھا چومتے ہوئے کہا

"بیٹی ! امید کرتا ہوں تم میری مجبوری سمجھ سکتی ہو۔ اپنے بابا کو دل سے معاف کرنا، نصیب تو سب کے اوپر ہی لکھے جاتے ہیں، ہم تو بس اچھے کی امید اور خواہش کر سکتے ہیں۔"

:آیت کے لبوں پر ہلکی سی مسکان کھلی اور وہ کہنے لگی

نہیں، بابا! مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے اور نہ ہی اپنی قسمت سے، کیونکہ "
"یہ سب کچھ میری اپنی خواہشات کی بناپر ہوا ہے۔

اس کے دوٹوک فیصلے کے سامنے شاہد صاحب اور ہادی کو ہار ماننی پڑی، پھر شاہد
صاحب نے کہا:

اچھا، بیٹی! جاؤ آرام کرلو رات کافی بیت چکی ہے۔اور ہاں، ہمارے لیے دو کپ "
"چائے بھجوادینا، میں اور حامد کچھ دیر یہیں بیٹھیں گے۔

جی، بابا! میں خود اچھی سی چائے بنا کر لاتی ہوں۔" کہہ کر ہادی کو متوجہ کر کے "
پوچھنے لگی:

"بھائی! آپ کے لیے بھی چائے لاؤں؟"

(باسط بن مظہر راجپوت)(429)(ادھورا پن

ہادی نے گردن نفی میں ہلاتے ہوئے اپنے کمرے کی راہ لی اور آیت کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

:حامد صاحب اپنے دوست کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر کہنے لگے

"ارے شاہد! پریشان مت ہو، سب خیر سے ہو جائے گا۔"

:انہوں نے مسکراہٹ تو بھری، مگر اداس لہجے میں بولے

یار! پریشانی تو بہت ہے، مگر آیت کے لیے۔ نہ جانے وہ اپنے باپ کے متعلق" "کیا سوچے گی، مگر میں نے یہ سب اس کے بھلے کے لیے ہی کہا ہے۔

ہاں، شاہد! بات تو بالکل پریشانی کی ہی ہے اور پھر خاندان کی عزت بھی تو اب" آیت کے ہاتھ میں ہے۔ اب اگر وہ خلع نہیں لینا چاہتی۔۔۔"اپنی بات

:ادھوری چھوڑ کر انہوں نے پوچھا

کیا تم لوگوں کی ساحر سے اس متعلق کوئی بات چیت ہوئی ہے ؟"

شاہد! تمہاری بیٹی بہت سمجھ دار ہے وہ سب سنبھال لے گی۔

"اور کیا اس کے سسرالیوں کو شادی کی دعوت دی ہے؟

:شاہد کچھ دیر بالکل خاموش رہے، پھر ان کی خاموشی ان الفاظ پر ٹوٹی

ہاں دعوت نامہ تو بھجوایا تھا۔اب اسی بات کا خوف ہے کہ ان کی یہاں آمد نہ " جانے کن کن نئے خطرات کو اپنے ساتھ جنم دے۔وہ لوگ کل آئیں گے، تو مجھے ڈر ہے کہیں ساحر اپنی دوسری بیوی کو یہاں نہ لے آئے۔آیت کی طرف سے بھی خوف کھائے جارہا ہے کہ وہ کیا رنگ دکھائے گی۔میں تو بالکل پس چکا

"ہوں اس عجیب عشق و محبت کی کہانی میں۔

:حامد صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا

یار! اب جو قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا، تو پھر تو کیوں اپنی" طبیعت خراب کرنے پر تلا ہوا ہے۔اچھائی کی امید رکھ۔ان شاءللہ آیت کے سسرالیوں کی آمد خوش آئند ہو گی۔اور خدانخواستہ معاملات اس کے برعکس ہوئے تو ہم خود شادی کے بعد آیت کو سمجھائیں گے۔اب ایک بیٹی کے لیے اپنی

"دوسری بیٹی کی خوشیاں برباد مت کرنا، سب بہتر ہو گا۔

آیت چائے لیے سامنے ہوئی، تو حامد صاحب اسے دیکھ کر بولے: "اچھا، شاہد!

"اب خود کو سنبھالو، تمہاری لاڈلی یہیں آرہی ہے۔

آیت چائے دے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ گہری سوچوں میں یوں مگن

ہوئی کہ اسے صبح ہونے کا کچھ پتا ہی نہ چل سکا۔

صبح سویرے آیت کے گھر والے اور تمام آئے مہمان یعنی، موسیٰ کے والدین

بھی جاگ چکے تھے۔

ہادی جب آنکھیں مینچتا ہوا بالکونی میں آیا، تو وہ لان میں مصروف موسیٰ کو دیکھ کر

حیران رہ گیا۔

موسیٰ نے مہندی کی تقریب جو رات میں ہونی تھی، اس کی سجاوٹ ابھی سے

شروع کرادی تھی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(430)(ادھوراپن)

ہادی کچھ ہی دیر میں موسیٰ کے پاس لان میں موجود تھا، اسے متوجہ کر کے کہنے لگا:

"ارے بھائی! یہ سب آپ نے اتنی جلدی میں کیسے کر لیا اور اتنی خوبصورتی سے سب سجا ڈالا۔ لگتا ہے آپ اس کام میں ماہر ہیں۔ اور آپ نہیں جانتے آپ نے میری کتنی بڑی مشکل حل کر دی، میں تو رات بھر یہی سوچتا رہا کہ کیسے سب کچھ کر پاؤں گا۔"

موسیٰ نے مسکراہٹ بھرتے ہوئے کچھ پھول اسے تھما کر کہا:

"ہم کون ہوتے ہیں کسی کی مشکل آسان کرنے یا کسی کام میں ماہر، یہ تو سب خدا کی رحمتیں ہیں۔ ہاں، جناب! یہ کچھ پھول ہیں گھر کے اندر بھی لگوا دیں، یہ سب دکھاوا ہے جو میرے رب کو پسند نہیں، مگر میں یہاں آپ کا ہاتھ بٹانے کی غرض

سے رکا تھا اس لیے جیسے آپ نے رات کو مجھے سمجھایا تھا، ویسے ہی سب کچھ تیار ہے۔"

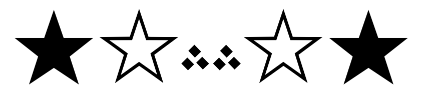
:ہادی حیران کن انداز میں بولا

بھائی! کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں، مگر یہ خوشیاں کبھی کبھار ہی میسر آتی ہیں، تو" اس لیے وقت کی نزاکت کے پیش نظر سب کرنا پڑتا ہے۔ ویسے بہت شکر گزار ہوں میں آپ کا، اب جلدی سے چلیں ناشتہ تیار ہے۔ کام تو ہوتے رہیں گے۔"

کہہ کر وہ موسیٰ کو لیے اندر جانے لگا۔

مقدس کی مہندی کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ شام ہوتے ہی تمام مہمان بھی آنا شروع ہو چکے تھے۔ مقدس کے گھر والے اور قریبی رشتہ دار کافی خوش تھے۔ مہندی کی رسم بھی شروع ہونے کو تھی۔ اور رات کے آٹھ بجے عائشہ لوگ مقدس کو تیار کر کے اسٹیج پر لے آئیں۔ تقریب حناء چونکہ سادہ اور مختصر تھی جس میں گھر کے افراد کے علاوہ کچھ خاص رشتہ داروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس

لیے گیارہ بجے تک سب مہمان اور گھر والے مہندی کی رسومات سے دست بردار ہوئے اور کھانا بھی کھلوادیا گیا تھا۔



مانی کے گھر مہندی کی رسم خوب دھوم دھام سے منائی گئی۔اور وہ سارے رنگ اس کی رسم میں شامل تھے جو ایک رکھ رکھاؤ والے گھرانے کی شادیوں میں اکثر ہوتے ہیں۔

نوجوانوں نے خوب ہلا گلا کیا،اور آتش بازی کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے کھانے اور بہت سے لوازمات بھی تقریب حناء کا حصہ تھے۔

سانول نے دوستی بھی نبھائی اور بھائی کی کمی بھی پوری کی، کیونکہ مانی ایک ہی بھائی تھا۔



حامد صاحب نے اپنے دوست کو ساتھ لیا اور ایک طرف لے جا کر پوچھا:

431 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(431)(ادھوراپن)

شاہد! کیا آیت کے سسرال سے کوئی مہندی میں شامل ہوا ہے کہ نہیں؟"

"میں تو زیادہ وقت مہمانوں میں ہی مصروف رہا تھا۔

ہاں، بالکل! ساحر اپنی بیگم اور والدہ کے ہمراہ آیا ہے۔ ہماری کوشش یہی ہے" کہ دونوں خاندان پھر سے ایک ہو جائیں، میرا مطلب آیت کا گھر پھر سے بس "جائے۔

:حامد صاحب کہنے لگے

اللہ کرے یار! ایسا ہی ہو۔ مگر، شاہد! ابھی ان سے اس متعلق کوئی بات مت" کرنا۔ صبح شادی ہے تو مقدس بیٹی کی خوشی رخصتی کر کے ہم اس متعلق "تفصیل سے ساحر اور اس کی والدہ سے بات کریں گے۔

:دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا اور شاہد صاحب نے ہادی کو اپنے پاس بلوا کر کہا

ہادی بیٹا! آپ پہلے مہمانوں کو رخصت کر لو۔ اور جو یہاں رکنا چاہتے ہیں تم اور "

"تمہارا دوست انہیں مہمان خانے تک چھوڑ دینا، اور سب کا خاص خیال رکھنا۔

:ہادی نے کہا

ٹھیک ہے، بابا! آپ بے فکر رہیں۔ اور آپ اور انکل کچھ دیر آرام بھی کر لیں، "

"رات کافی بیت چکی ہے۔

:وہ ایک قدم آگے بڑھا اور پلٹ کر کہنے لگا

بابا! ایک بات اور کرنی ہے، میرا مطلب کل باراتیوں کی دیکھ بھال کے "

سارے لوازمات میرے دوست نے اپنے ذمے لے لیے ہیں۔ میں نہیں جانتا

کون ہے، کہاں سے آیا ہے، لیکن یہ ہمارے لیے رب کی طرف سے انعام لگتا

"ہے مجھے۔ کتنے مشکل کام اس اکیلے نے چٹکیوں میں نمٹا دیے۔

:پاس کھڑے حامد صاحب کہنے لگے

ہادی بیٹا! کسی انجان شخص کو اتنی بڑی ذمہ داری تو نہیں سونپ سکتے، کیا معلوم "

"عین وقت پر دھوکا دے جائے۔

یہ سب کچھ موسیٰ کے ڈیڈ اس لیے کہہ رہے تھے تا کہ ان کا موسیٰ سے کیا وعدہ قائم رہے، مگر دل ان کا بھی چور چور ہو چکا تھا۔ ہادی زیر لب مسکرا دیا:

انکل ! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ وہ کوئی انجان شخص نہیں بلکہ مجھے تو اس میں" اسماعیل کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس نے میرا آدھا بوجھ اپنے سر لیے رکھا ہے، بالکل ایسے جیسے ایک بھائی اپنے بھائی کا سہارا بنتا ہے۔ "

اس پر حامد صاحب اندر ہی اندر خوش ہوئے اور کہا:

چلو، بیٹا ! اللہ پاک ہم سب کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے، آمین۔ " یہ کہہ کر وہ" شاہد صاحب کے ساتھ اندر چلے گئے۔

جبکہ موسیٰ اور ہادی بھی جلدی جلدی اپنے کاموں میں لگ گئے۔



صبح سویرے ابھی دعا کی آنکھ کھلی ہی تھی کہ اس نے اپنا موبائل دیکھا، تو اس کی پرانی دوست ثانیہ کا وائس نوٹ موصول ہوا:

432 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(432)(ادھوراپن)

ارے یار! تم تو بالکل عید کا چاند بن گئ ہو۔مانتی ہوں میری شادی ہو گئ ہے،"
مگر تم نے تو سارے رشتے ناطے توڑ ڈالے،نہ کوئی میسج نہ ہی ملاقات وغیرہ۔
"آخر زندہ تو ہو؟

وائس نوٹ سنتے ہی اس کا چہرہ ایسے کھلنے لگا جیسے بہار میں گلاب کا پھول۔اس نے فوراً سے ثانیہ کو کال ملائی اور اپنے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

:ثانیہ نے جب اس کا نمبر دیکھا تو خوشی سے اچھلنے لگی اور کال پک کرلی

ارے دعا! شکر ہے تمہیں میری یاد آگئ۔مجھے معلوم ہے تم میری آواز پہچان" لوگی۔اور ہمیشہ کی طرح میری ہر بات نوٹ کر کے آخر میں ایک میسج لکھ کر کے سب باتوں کا جواب دوگی۔

دعا! کہاں تھیں یار؟ نمبر کیوں بند کر رکھا ہے؟ آخر ایسی بھی کیا ناراضی؟ نہ تم میری شادی پر مجھ سے ملی تھیں، نہ کوئی کال نہ بات چیت۔" پھر اس نے یک دم موضوع بدلتے ہوئے پوچھا:

"دعا! تم جانتی ہو آج میں کہاں ہوں؟"

اپنے سوال کا جواب اس نے خود سے دیا اور کہنے لگی:

"میں سوات میں ہوں اور بہت خوش ہوں، آج یہاں آیت کی بہن کی شادی پر آئے ہیں ہم لوگ۔ شاید تم جانتی ہو گی؟ اچھا، دعا! ابھی میں فون رکھتی ہوں، آٹھ بج رہے ہیں اور شادی والا گھر ہے، تو سو کام ہوں گے۔ میں بعد میں تفصیلی بات کروں گی۔"

ابھی ثانیہ نے موبائل کان سے نیچے کیا ہی تھا کہ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا نام پکارا ہو۔

اس نے کال کاٹے بنا ہی موبائل پلنگ پر رکھ دیا اور اپنے ارد گرد نظریں دوڑانے لگی، مگر وہاں سوائے سوئے ہوئے ساحر کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ کافی حیران

ہوئی، پھر اپنے بکھرے ہوئے بال سنوارتے ہوئے بائیں طرف کیے اور موبائل اٹھالیا۔

دعا اب تک لائن پر موجود تھی۔ثانیہ نے موبائل کان سے لگا کر کہا:

"ہیلو دعا! معاف کرنا۔ جلدی میں تھی تو مجھے لگا کسی نے مجھے آواز دی ہے۔اس لیے موبائل رکھ دیا تھا۔"

دعا نے کہا:

"اچھا،ثانیہ! سنو۔۔۔ تمہارا نام میں نے ہی پکارا تھا، تمہیں یقین نہیں ہو رہا ہو گا لیکن سچ یہی ہے۔"

یہ سن کر اس کے تو جیسے کان کھڑے ہو گئے،اور کافی تعجب بھی ہوا اسے:

"دعا! واقعی، یہ تم خود مجھ سے بات کر رہی ہو؟ میرا مطلب تم بول سکتی ہو؟"

"کیوں ثانیہ! میرا بولنا جرم ہے کیا؟"

"نہیں، یار! ایسا نہیں ہے، میں کیا کروں؟ میرا تو بس نہیں چل رہا۔ کاش! میرے پر ہوتے اور میں اڑ کر تمہارے پاس آجاتی، میں تمہیں بولتے دیکھ بھی

لیتی اور ساتھ ہی اپنے سینے سے لگا سکتی۔" پھر ثانیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور خدا کا شکر ادا کرنے لگی۔

کچھ دیر کے لیے اس نے موبائل اپنے سینے سے لگائے رکھا اور آہیں بھرنے لگی، پھر سسکیاں سنبھلنے پر کہا:



433 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(433)(ادھورا پن)

دعا! کیا اتنی بڑی خوشخبری بس اس طرح سے کال پہ؟ نہیں یار! یہ غلط ہے۔"

مجھے بتاؤ میں کب اور کہاں تم سے ملوں؟

"مجھ سے تو اب ایک پل کے لیے بھی صبر نہیں ہو گا۔

:دعانے بہت ہی پیار سے کہا

"ہاں، ضرور ملنا اور جب چاہو، جہاں تم کہو مل لیں گے۔"

:یہ سن کر ثانیہ نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا

میری جان! میرے بس میں ہوتا تو ابھی تمہارے پاس ہوتی، مگر ایسا ممکن نہیں"

"ہے۔

:اس نے ایک پل کے لیے کچھ سوچ کر مزید کہا

دعا! آج اتوار ہے، تو اگلے ہفتے والے روز کالج کے پاس والے ریسٹورنٹ میں"

ملتے ہیں۔ کچھ دنوں تک میں واپس اسلام آباد آجاؤں گی تب۔ کیا خیال ہے،

"دعا؟

ٹھیک ہے، جب تم واپس آجاؤ تو رابطہ کر لینا۔ اور ابھی جاؤ کہیں بارات تمہاری"

"تیاری سے پہلے ہی نہ آنٹپکے۔

اس نے بہت خوشگوار لہجے میں کہا تھا، جو سن کر ثانیہ قہقہہ لگا کر ہنس دی، پھر کہنے

:لگی

"اللہ حافظ، دعا! اب اپنا خیال رکھنا جلد ملاقات ہو گی۔"

دعا نے "ان شاءللہ" کہہ کر کال کاٹ دی۔

:کلثوم نے دروازے پر دستک دی اور کمرے میں آکر کہا

دعا! تم جاگ رہی ہو اور آج تو کافی خوش لگ رہی ہو۔"

"مجھے نہیں بتاؤ گی اس خوشی کا راز؟

:وہ کچھ حیران ہوئی اور کلثوم کے قریب ہوتے ہوئے بولی

نن۔۔۔نہیں، بھابی! میں نے آپ سے کیا چھپانا۔ بس ویسے ہی آج بہت"

"عرصے کے بعد ثانیہ سے بات ہوئی ہے اسی لیے۔

اوہ۔۔۔اچھا! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" کہہ کر کلثوم نے بات بدلتے ہوئے"

:کہا

اب کیا خیال ہے؟ سب لوگ ناشتے کی میز پر تمہیں یاد کر رہے ہیں۔ میں بابا"

کے کہنے پہ تمہیں دیکھنے آئی تھی کہ اگر تم جاگ چکی ہو تو تمہیں ساتھ لے

"آؤں۔

دعانے اپنا موبائل ڈریسنگ کے سامنے شیلف پر رکھا۔اور آئینے میں اپنا حسن دیکھتے ہوئے چہرے پر بکھرے ہوئے بال سنوارتے ہوئے بولی:

"جی، بھابی! آپ چلیں میں آتی ہوں۔"

اس کے حسن کی تعریف کیے بنا کلثوم بھی نہ رہ سکی:

"اف! ان اداؤں پہ تو کوئی بھی مر مٹ جائے۔"

دعا زیر لب مسکرائی اور پلکیں جھکا کر کہنے لگی:

"بھابی! اس میں کون سی ادا ہے۔میں تو بس بال سنوار رہی ہوں۔"

کلثوم نے باہر جاتے ہوئے مسکرا کر کہا:

"ٹھیک ہے، بابا! غصہ مت کرنا اور جلدی سے باہر آجاؤ۔"

دعانے ناشتے کی میز پر انتظار کر رہے ماں، بابا کو سلام کیا، پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

بابا نے جواب کے ساتھ پوچھا:

کیسی ہے میری شہزادی؟ "

"آج کل تو تم اپنی شکل تک نہیں دکھاتی۔سب خیریت تو ہے؟

دعانے اپنے سامنے رکھا جوس گلاس میں ڈالتے ہوئے کہا:

جی، بابا! میں بالکل ٹھیک ہوں، بس اب امریکہ جانے کی تیاریوں میں" مصروف رہتی ہوں۔اور کچھ دنوں سے کلاسز کا دورانیہ بھی بڑھنے کی وجہ سے وقت کا پتا ہی نہیں چلتا۔ پلیز! مجھ سے اگر کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف کیجیے "گا۔



434 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(434)(ادھوراپن)

:نایاب نے اس کا ہاتھ پیار سے دباتے ہوئے کہا

نہیں، میری جان! ہم اپنی بیٹی سے کیوں ناراض ہوں گے۔ ہماری شہزادی تو"
ہمارا امان ہے۔ اور ویسے بھی تمہاری مصروفیت کا ہمیں بخوبی اندازہ ہے۔ تم بے
فکر ہو کر اپنا کام مکمل کرو۔ اور ہاں، ہماری دعائیں ہر وقت، ہر جگہ تمہارے
"ساتھ ہیں اور رہیں گی۔ اللہ پاک تمہیں ہر میدان میں کامیاب فرمائیں، آمین۔
دعا اور اس کے بابا نے بھی "آمین" کہا اور کچن سے آتی ہوئی کلثوم نے بھی، پھر
:اس نے دعا کو گرما گرم پراٹھا سرو کر کے کہا

"دعا! یہ تمہارا پسندیدہ آلو والا پراٹھا، کیا یاد کرو گی۔"

:دعا نے پیار بھرے انداز میں اسے گھور کر کہا

بھابی! بہت شکریہ آپ کا۔ آپ یونہی اتنی محنت کرتی ہیں، نوشی کو کہہ دیا"
"ہوتا۔

:اس نے نصیر صاحب کی جانب دیکھا

ارے یار! تم بھی حد کرتی ہو۔ محنت تو تم کر رہی ہو دن، رات۔ اور اگر میں"
نے تمہارے لیے پراٹھا بنا لیا تو کون سی قیامت آ جائے گی۔ اور ہاں، میں نے نوشی
"کو کچھ روز کی چھٹی پر بھیج دیا ہے، اس لیے اب سب کچھ مجھے ہی کرنا پڑے گا۔

اس نے سامنے بیٹھی ہوئی کلثوم کو غصے بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر الگ ہی

:انداز میں بولی

بھابی! اتنی ناشکری بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر خدا کوئی نعمت عطاء کر دے تو"

"ہمیں شکر گزار بننا چاہیے نا کہ بے وقوف۔ آپ کو بہت شوق ہے کام کرنے کا۔

:نایاب کہنے لگیں

دعا! تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، مگر ابھی لڑائی مت کرنا۔ بہت لاپروائی کرتی ہو"

:تم کھانے کے معاملات میں۔" کہہ کر وہ کلثوم کی جانب متوجہ ہوئیں

"کلثوم! آج حمزہ کی تو چھٹی ہے؟"

:اس نے اپنے لیے چائے پیالی میں ڈالتے ہوئے کہا

"جی ماما! اسی لیے اسے جگایا نہیں تھا۔"

اس کے بعد سب خوشی خوشی ناشتہ کرنے لگے۔



شاہد صاحب نے مہمانوں کے لیے کی گئی تیاریوں کا جائزہ لیتے ہوئے حامد صاحب کو اپنی طرف متوجہ کیا، جو سامنے کھڑے کچھ سوچ رہے تھے۔ جب انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو شاہد صاحب ان کے قریب ہوئے اور پوچھا:

حامد! کیا ہوا کن سوچوں میں مگن ہو؟"

"میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں۔

وہ چونکا دینے والے انداز میں پیچھے مڑ کر کہنے لگے:



435 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(435)(ادھوراپن)

بس یار! اپنی اولاد کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ جب"
عائشہ اور آیت کو اس بات کا علم ہو گا کہ موسیٰ یہاں ہمارے ساتھ ہی شادی میں
شامل ہوا تھا۔ اور ہم نے یہ بات ان سے چھپائے رکھی، تو نہ جانے ان کا رد عمل
"کیا ہو گا؟

:شاہد صاحب نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا

تمہارا مطلب اس کے بارے میں ابھی عائشہ بھی نہیں جانتی؟"" "یار! معلوم"
ہے اسے، لیکن اس کے رد عمل سے خوف آرہا ہے۔ اب تک تو وہ اس سے نہیں
"ملی اور میرے کہنے پر خاموش بھی ہے، مگر کب تک، یہ معلوم نہیں۔

:شاہد صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا

دیکھ، یار! تو پریشان مت ہو، سب بہتر ہو جائے گا۔ اور وہ ساحر اور اس کی والدہ"
ہم دونوں سے ملنا چاہتے ہیں۔ تو بارات آنے سے پہلے یہ ایک مسئلہ حل کرنے
"کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی دونوں دوست گھر کے اندر شاہد صاحب کے کمرے میں چلے
گئے اور ساحر کو بھی وہیں بلوا لیا۔

کچھ دیر بعد ساحر نے دروازے پر دستک دی اور کمرے میں داخل ہوا، جسے دیکھتے

:ہی شاہد صاحب نے اس سے پوچھا

بیٹا! خیریت تو ہے ؟ کیا بات کرنی ہے تم نے ؟ اتنی جلدی میں ہمیں یہاں بلوا"

"لیا۔اور تمہاری والدہ کہاں ہیں ؟

:اس نے پلکیں جھکائے سر دروی سے کہا

انکل ! پہلے تو میں معافی چاہتا ہوں اس بے وقوفی کے لیے جو آپ دونوں کو"

"زحمت دی، مگر بات ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھ سے صبر نہیں ہو پایا۔

"خیر ،اب بلوا ہی لیا ہے تو جلدی سے بتاؤ کیا بات کرنی تھی ؟"

وہ کافی گھبراہٹ کا شکار تھا اور اپنے سسر سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہا تھا۔اس کی نظروں میں غلطیوں کا ملال صاف جھلک رہا تھا۔طویل خاموشی اور کوشش کے بعد اس نے اپنے جڑے ہوئے ہاتھ ندامت بھرے انداز میں شاہد صاحب کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا: "انکل ! میں جانتا ہوں میں نے آپ لوگوں کو بہت دکھ دیے ہیں۔اور آپ کی بیٹی کے ساتھ بھی بے تحاشہ ظلم و ستم کیے، مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں اس سے بے انتہا محبت بھی کرتا ہوں۔انکل ! مجھے معلوم

ہے اس بات کا احساس مجھے بہت دیر سے ہوا، لیکن میرا کوئی بھی پل ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے آیت کو یاد نہ کیا ہو اور اس پہ ڈھائے مظالم کی سزا خود کو نہ دی ہو۔ آپ ہمارے بڑے ہیں۔ اور جب بچوں سے غلطی سرزد ہو جائے تو وہ التجا لیے اپنے بڑوں کے پاس ہی آتے ہیں۔ انکل! آج میں بھی ایک التجا لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ خدارا مجھے معاف کر دیں اور آیت کو منانے میں میری مدد کریں۔



436 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(436)(ادھوراپن)

آپ جو چاہیں شرط رکھیں مجھے منظور ہے، مگر خدارا مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹایئے

"گا۔۔۔۔

:اب تک خاموش بیٹھے شاہد صاحب نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا

اچھا! تو تمہیں احساس ہو ہی گیا ہے کہ تم غلطی پر تھے، مگر جب تم نے میری"

گڑیا پر گھٹیا قسم کے الزامات لگائے تھے اس وقت تمہاری عقل کہاں تھی؟ کیا

تمہیں اندازہ بھی ہے تم نے رشتوں کے ساتھ ساتھ محبت کے تقدس کو بھی

پامال کیا تھا۔ ارے! میری معصوم سی گڑیا تھی وہ۔" کہہ کر انہوں نے رنجیدگی

:سے پوچھا

کیا تمہاری زبان کانپی نہیں تھی اس کے خلاف زبان درازی کرتے وقت؟ کیا"

"تمہیں ایک پل کے لیے بھی خوفِ خدا نہیں آیا تھا؟

:ساحر اپنے آنسو پونچھتے ہوئے تڑپ کر بولا

انکل! میں لوگوں کی باتوں میں آگیا تھا، جیسے انسان اکثر شیطان کے بہکاوے"

میں آجاتا ہے۔" پھر وہ بلکتے ہوئے ان کے قدموں میں گر پڑا، جسے شاہد صاحب

:نے اوپر اٹھا کر سرد لہجے میں کہا

کاش! تم نے محبت کے پاکیزہ رشتے کو پامال نہ ہونے دیا ہوتا۔"

"جانتے ہو آیت نے تمہاری دوسری شادی کیوں کروائی تھی؟

:اس کی خاموشی پر شاہد نے خود ہی بات آگے بڑھاتے ہوئے مزید کہا

مگر تمہیں کیا معلوم کسی دوسرے کا احساس کیا ہوتا ہے۔ شکوے تو بہت ہیں" اور جی چاہتا ہے تمہارے ساتھ وہ سب کروں جو تم نے میری بیٹی کے ساتھ کیا تھا، تاکہ تمہیں ایک باپ کے دکھوں کا اندازہ ہو سکے، لیکن میں مجبور ہوں اپنی بیٹی کی التجاؤں کے آگے۔ کیونکہ تم اس کے شوہر ہو اور اس نے مجھ سے وعدہ لیا "تھا کہ میں تمہیں کسی بھی قسم کا دکھ نہ پہنچاؤں۔

:اپنی بات مکمل کر کے انہوں نے حامد صاحب کو متوجہ کیا

"حامد! تم خاموش کیوں ہو کچھ کہو گے نہیں؟"

:انہوں نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے ان کے شانے پر ہاتھ دھرے کہا

شاہد! اگر ہماری بیٹی کا گھر پھر سے بس جائے تو اس سے بڑھ کر تو خواہش نہیں" ہے میری۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ ساحر اگر اپنی غلطیوں اور گناہوں کو قبول کر چکا ہے تو ہمیں اس کا تحریری عہد لینا چاہیے۔ اگر اس نے پھر سے یہ غلطی

دہرائی یا ہماری بیٹی کو کوئی بھی تکلیف پہنچی، تو اب کی بار سزا ہم خود تجویز کریں

"گے اور وہ بھی قانون سے ہٹ کر اپنی من چاہی۔

:ساحر نے جب یہ سنا تو بنا کچھ سوچے سمجھے کہنے لگا

"مم۔۔۔مجھے منظور ہے، مجھے ہر شرط منظور ہے۔"

:شاہد صاحب کو بھی تھوڑی تسلی ہوئی، پھر کہنے لگے

پھر اب ختمی فیصلہ تو آیت نے کرنا ہے کہ وہ اس کے گھر میں سوکن کے ساتھ"

"مل کر رہے گی یا ساحر کے ساتھ یہیں اسی شہر میں۔۔۔

:ساحر نے یک دم ہامی بھری

جی۔۔۔جی، بالکل۔اور میں ابھی ثانیہ کو یہاں بلا لیتا ہوں۔آپ چاہیں تو اس"

"سے بھی تسلی کر لیں۔

:آگے بڑھتے ہوئے ساحر کو حامد صاحب نے یہ کہتے ہوئے روک دیا

437 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(437)(ادھوراپن)

رکو تم۔۔۔کیونکہ ہمیں ثانیہ کی نہیں بلکہ آیت کے دل کی بات جاننی ہے، جو"
کچھ بھی آیت چاہے گی وہی ہو گا۔

"کیوں شاہد؟

ہاں، یار! بالکل۔اور بس ہم شام میں ہی کچھ چیزیں طے کر لیں گے اور جو ہو گا"
"بہتر ہو گا ان شاءاللہ۔

:حامد صاحب نے ساحر کو ایک نظر دیکھ کر کہا

چلو شاہد! ہمیں چلنا چاہیے۔باہر مہمانوں کی آمد بھی جاری ہے اور بارات بھی"
"بس آنے والی ہو گی۔

:ساحر نے میز پر پڑی عینک اٹھائی اور شاہد صاحب کو تھماتے ہوئے بولا

انکل! میرے لیے کیا حکم ہے؟ اگر کوئی کام مل جائے گا تو باعث فخر سمجھوں "
"گا۔

:انہوں نے مسکراہٹ بھرے انداز میں کہا

بیٹا! ابھی تم مہمان ہو یہاں اور ویسے بھی ہادی اور اس کے دوست نے سارے "
"معاملات خود ہی نمٹا دیے ہیں۔

اچھا، انکل! میں دیکھ لیتا ہوں اگر کچھ میرے لیے بچا ہو تو میں بھی اس دوڑ میں "
شامل ہو سکوں۔ آپ کا احسان مند ہوں جو میرے گناہوں کو پہلی سی غلطی سمجھ
"کر مجھے معاف کر دیا۔

:انہوں نے نرم مزاجی سے کہا

بس دعاء کرو آیت اور میرا خدا بھی تمہیں معاف کر دیں۔" پھر حامد صاحب "
کے ساتھ روانہ ہو گی ئے۔

ثانیہ کافی دیر سے اوپر کمرے میں بیٹھی دعا کے متعلق سوچ رہی تھی اور آنسو بھی
بہا رہی تھی۔

:آیت نے دروازے پر دستک دی تو اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا

"جی۔۔۔جی، کون ہے؟"

آیت دروازہ کھول کر کمرے میں آئی، تب ثانیہ اسے اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا سی گئی۔

آیت زیرلب مسکرادی اور کہا:

"ثانیہ! پریشان مت ہو۔ میں تو بس اس لیے آئی ہوں کہ دیکھ سکوں تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ اور اگر کچھ بھی چاہیے ہو تو میں لادیتی ہوں۔"

ثانیہ نے گردن نفی میں ہلاتے ہوئے اپنا سوٹ کیس کھولا اور ایک لیمن کلر کا سوٹ نکال کر آیت کو دیا، پھر کہا:

"یہ لو، آیت! یہ سوٹ میں نے خاص تمہارے لیے پسند کیا ہے اور بالکل ایسا ہی اپنے لیے بھی۔ تو آج ہم یہی پہن لیں؟"

آیت نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا:

"اوہ۔۔۔سوری! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ میں نے بھی تمہارے لیے ایک سوٹ لیا ہے، جیسا ہم سب نے اپنے لیے لیا ہے۔ اگر تمہیں برا نہ لگے تو آج ہم

دونوں میرے والا سوٹ پہن لیں؟اور یہ لیمن والا ہم دلہا کے ہاں ولیمے پر پہن

"لیں گیں۔ کیا خیال ہے ثانیہ؟

:اس نے سوٹ آیت کو تھماتے ہوئے کہا

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔"

"ویسے کس رنگ کے سوٹ ہیں؟

:آیت نے گہری سانس لی اور طویل خاموشی کے بعد رنجیدگی سے کہا

وہ۔۔۔وہ ہلکے نیلے رنگ کے جوڑے ہیں۔ دراصل وہ رنگ اسماعیل کو بے حد"

"پسند تھا اس لیے میں، بھابی اور آپی نے اسی رنگ کے سوٹ لیے ہیں۔

:اس نے آیت کو سینے سے لگا کر کہا

تم بالکل پریشان مت ہوا کرو۔ اللہ پاک تمہارے بھائی کی مغفرت اور تم سب"

"کو صبر عطاء فرمائیں، آمین۔

438 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(438)(ادھورا پن)

:اس نے آیت کو اپنے روبرو کرتے ہوئے مزید کہا
یہ آنسو تمہاری آنکھوں میں بالکل اچھے نہیں لگتے، بلکہ تمہارے چہرے پر"
"صرف مسکان اچھی لگتی ہے۔
:آیت نے اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے مسکان بھری اور پیار سے کہا
اچھا، ثانیہ! میں تمہارا جوڑا بھجوادیتی ہوں جلدی سے سے پہن کر باہر آجانا۔"
"بارات بس آنے والی ہے۔
ثانیہ نے ہامی بھری اور تیاری کرنے لگی۔
ہادی اور اس کا دوست بارات کے استقبال کے لیے بھرپور تیاریاں کیے ہوئے
تھے۔اس نے موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "بھائی! تم بس دلہا اور اس کے
"گھر والوں کا خیال رکھنا باقی مہمانوں کو میں ویٹرز کے ساتھ سنبھال لوں گا۔

موسیٰ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور نظریں جھکائے کہنے لگا: "جناب! آپ بے

"فکر ہو جائیں، سب کچھ اچھے سے ہو جائے گا۔

عائشہ، ایمان، آیت اور ثانیہ ایک جیسے جوڑوں میں ملبوس، اپنے لبوں پر الگ ہی

قسم کی مسکراہٹ لیے بارات کے استقبال کے لیے لان میں باقی لڑکیوں کے

ہمراہ ہاتھوں میں پھولوں کی پتیوں سے بھری تھالیاں لیے کھڑی تھیں۔

محلے کی عورتیں سرگوشیوں میں مصروف تھیں اور ایک سے ایک زبان نے

طعن و طنز کے پہاڑ کھڑے کر دیے۔

پاس ہی موجود ساحر کی والدہ ان عورتوں کے ٹولے کے قریب ہوئیں اور دھیمے،

:مگر سخت لہجے میں کہا

دیکھیے، بہن! لوگوں کی باتیں کرنے میں تو دلی راحت نصیب ہوتی ہے، مگر"

"اس سے پہلے اپنے گریبانوں میں جھانک لینا چاہیے۔

ان کی بات ان عورتوں کو گراں گزری تو ان میں سے ایک نے کہا: "لو بھئی!

آپ تو برا مان گئیں۔

کیا ہم نے کچھ غلط کہا؟

ابھی توان کی ایک بیٹی۔۔۔مطلب شادی شدہ بیٹی سسرال کی بجائے اپنے میکے "میں بیٹھی ہے۔نہ جانے کیا کچھ کر کے آئی تھی وہاں۔

یہ کہہ وہ سب قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں، جس پر ساحر کی والدہ غصے سے تلملا گئیں اور :تلخ لہجے میں بولیں

ارے جاؤ بہن! اپنا کام کرو، کھانا کھاؤاور گھر کی راہ لو۔جو تم میسنیوں کا کام" ہے۔تمہارا کوئی حق نہیں بنتا میری بہواور اس کے گھر والوں کے خلاف زبان "درازی کرنے کا۔

اب ان عورتوں کے پاس منہ چھپانے کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا، سو وہ سب یک دم وہاں سے غائب ہو گئیں۔

بارات آیت لوگوں کے گھر کے گیٹ پر آچکی تھی۔عائشہ، آیت، ایمان، ثانیہ اوران کی دوستوں نے باراتیوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں، اور باقی گھر والوں نے بارات کا بھرپور انداز میں استقبال کیا۔ساحر اور ہادی نے ویٹرز کے ساتھ مل کر باراتیوں میں ٹھنڈا مشروب سرو کیا، جبکہ موسیٰ کے ذمہ دلہااور اس کے گھر والوں کو مشروب سرو کرنا تھا۔

439 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(439)(ادھوراپن)

موسیٰ چہرے پر ماسک پہنے ایک ویٹر کے ساتھ ہال میں داخل ہوا، وہ مانی کے ساتھ موجود اس کے گھر کے افراد کو مشروب سرو کرنے لگا۔

:جمال صاحب نے شربت کا گلاس لیتے ہوئے کہا

"واہ بھئی ! بہت اچھے انتظامات ہیں۔ سب کچھ گھر پر ہونے کے باوجود بہت اچھے سے مینج کیا گیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ موسیٰ کو بغور دیکھتے ہوئے بولے:

"ویسے تم ویٹر تو نہیں لگ رہے، لگتا ہے لڑکی والوں کی طرف سے ہو؟"

:اس نے پلکیں جھکائے کہا

"نہیں، محترم! میں ویٹر ہی ہوں اور اگر آپ کو کچھ بھی چاہیے ہو تو بنا تکلف مجھے بتا دیجیے گا۔"

ہال میں بیٹھے کچھ خاص مہمانوں کو مشروب سرو کر دیا گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد موسیٰ کچھ گلاس اٹھائے باہر کی جانب جانے لگا۔ دروازے سے باہر نکل کر لان میں پہنچتے ہی اس کے سامنے موبائل کان سے لگائے سانول غصے میں کسی سے بات کرتے ہوئے آ رہا تھا، کہ اچانک وہ موسیٰ سے ٹکرا گیا۔ جس کی بدولت اس کے ہاتھ سے ایک شربت سے بھرا ہوا گلاس اپنی جگہ سے سرکا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس میں موجود شربت سانول کے اوپر گر گیا۔ جس کی بدولت اس کی سفید رنگ کی شیروانی داغ دار ہو گئی۔

موسیٰ کی غلطی تو نہیں تھی، مگر اس نے بڑے پن کا مظاہرہ کیا: "محترم! میں معذرت خواہ ہوں، شاید میرا دھیان کہیں اور تھا۔" سانول اسے گھورتے ہوئے غصے سے تپ رہا تھا، پھر اسی غصے کے چلتے اس نے موسیٰ کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا اور تلخ لہجے میں چلایا:

جانتے ہو اس جوڑے کی کیا اہمیت ہے میرے نزدیک، جسے تم نے ایک پل"
میں بگاڑ کر رکھ دیا؟ تم نے تو شاید ایسے جوڑے کے متعلق کبھی خواب میں بھی
"نہیں سوچا ہو گا۔ نہ جانے کہاں سے اٹھ کر آجاتے ہیں گوار کہیں کے۔

موسیٰ بنا کچھ کہے اپنی جیب سے ٹشو نکال کر اس کی شیر وانی پونچھنے لگا، پھر زمین پر
بیٹھ کر اس کے جوتے صاف کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھانے ہی والا تھا کہ ایمان
(جو وہیں پاس میں موجود تھی) نے سانول کو پیچھے دھکیل دیا۔ اور موسیٰ کو زمین
:سے اٹھاتے ہوئے سانول کی جانب متوجہ ہو کر چلائی

تم ہوتے کون ہو ہمارے مہمان سے اس طرح پیش آنے والے؟ ایک جوڑا ہی"
تھا تو اتنا ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

"مجھے بتا دیتے میں ایسے دس جوڑے منگوا دیتی۔۔۔

:سانول نے قہقہہ لگایا اور تکبرانہ لہجے میں بولا

میڈم! آپ تو ایسے برتاؤ کر رہی ہیں، جیسے یہ آپ کا نوکر نہیں بلکہ کوئی خاص"
"ہو۔ اور ویسے بھی ایسے ویسے لوگوں کو سبق سکھانا مجھے آتا ہے۔

ایمان غصے میں تلملا گئی،اس نے سانول کی انکھوں میں آنکھیں ڈالے انگلی اس کی طرف اٹھائے سخت روی سے کہا:

"اوئے! کسی بے وقوف دنیا کے جاہل، نااہل اور بد تمیز شخص، ایسے ویسے ہو گے تم!

"تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ ہمارے گھر پر ہی ہمارے مہمان پر ہاتھ اٹھاؤ؟۔۔۔

ایک پل کے لیے تو سانول کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گی ئے۔

ایمان نے اپنی بات بلا تعطل جاری رکھی تھی:

یہ نوکر نہیں بلکہ خاص بہت خاص اور ہمارا اپنا ہے۔"

440 .txt

"اب تمہیں اس سے معافی مانگنی ہو گی، یہیں اسی وقت۔۔۔

موسیٰ نے اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی اسے ٹوکتے ہوئے کہا: "رہنے دیجیے نا، یونہی تماشا ہو گا یہاں۔ مجھے کسی معافی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ "مہربانی کیجیے اس بات کو یہیں پر ختم کر دیں۔۔۔ ویسے بھی غلطی میری تھی۔

ایمان نے بہت کوشش کی کہ وہ سچائی سانول کو (جسے وہ جانتی بھی نہیں) بتا دے، مگر وہ مجبور تھی۔ چونکہ موسیٰ کی گہری آنکھیں اسے اس کا کیا وعدہ بار بار یاد دلانے لگی تھیں۔

:موسیٰ نے سرد نظروں سے سانول کو دیکھ کر التجائیہ انداز امیں کہا

سر! آپ خدارا اندر چلیں اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ "سانول نے" پھر سے غصہ ظاہر کیا، مگر کچھ سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

وہ تینوں ہال سے کچھ دور گھر کے لان کے ایک کونے میں کھڑے تھے۔ اور لوگوں کے ہجوم اور شور وغل کے پیش نظر اس ہنگامہ آرائی کی کسی کو کان و کان خبر تک نہ ہوئی تھی۔

:ایمان نے موسیٰ کو متوجہ کر کے کہا

موسیٰ! بس کر دو۔ اب مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو گا۔ کاش! میں تمہیں" "یہاں آنے کے لیے مجبور ہی نہ کرتی۔

وہ بے بس دکھائی دی تھی۔

:موسیٰ نے اسے بغور گھورتے ہوئے کہا

بھابی! بس ایک دن اور۔ اور اگر آج آپ نے میری بات نہ مانی تو پھر میں کبھی" آپ کو اپنا رازدار نہیں بناؤں گا۔ پلیز بھابی! بس آج کا دن۔ مجھے لوگوں کی نہیں بس اپنوں کی فکر ہے اور اس شادی کی کامیابی ہی میری اولین ترجیح ہے۔ میں "نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کچھ بھی غلط ہو۔

موسیٰ اور سانول تھے تو بچپن کے دوست، مگر قدرت تو پھر قدرت ہے۔ ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے یار جب پہلی دفعہ آمنے سامنے ہوئے تو قسمت نے کیا کھیل کھیلا۔

موسیٰ نے اپنا حلیہ ہی ایسا بنا لیا تھا کہ وہ خود سے ہی انجان تھا۔

وہ موسیٰ جو کبھی مکھی کو اپنے آس پاس دیکھنا گوارا نہیں کرتا تھا، جسے مکھی کی موجودگی اپنی انسلٹ معلوم ہوتی تھی، جسے کبھی تیز ہوا کی آہٹ بھی ناگوار گزرتی تھی۔ آج وہی موسیٰ خود پر ہاتھ اٹھنے کے باوجود، کسی غیر کے اس پر چلانے اور اس کی تذلیل کرنے کے باوجود خاموش رہا تھا۔ جو محبت کے آخری درجے کے مسافر کی منزل ہے۔۔۔ یعنی صبر اور کامیابی۔

محبت۔۔۔ محبت۔۔۔ محبت! کیا ہے یہ محبت؟

جس نے موسیٰ کو موسیٰ کی ذات سے ہی غافل کر دیا وہی ہے محبت۔ جس کی طلب نے موسیٰ کو موسیٰ سے لاعلم کر دیا۔ وہی تو ہے دلکشی، انس، عشق، عقیدت، عبادت، جنون اور۔۔۔۔

اور۔۔۔ اور کیا؟

اور موت۔

:ایمان نے اس کی بات مان لی

ٹھیک ہے، لیکن اب تم کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے اور اپنا خیال رکھنا۔ میں زرا"
"مہمانوں کو دیکھ لوں۔

عائشہ نے اس کے شانے پر اچانک سے ہاتھ رکھا تو ایمان سہم سی گئی۔ اس نے اپنا
:رخ خوف زدہ انداز میں بدلتے ہوئے پوچھا

اف۔۔۔ یار عائشہ ! تم؟"



"تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔

:عائشہ کافی پریشانی کے عالم میں بولی

ایمان! ابھی تم نے موسیٰ کا نام لیا تھا، مگر وہ تو یہاں نہیں ہے۔"

"کیا تم بھی ڈیڈ کی طرح مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟

:ایمان پھر سے خوف زدہ ہو گئی اور لبوں پہ جھوٹی مسکان سجاتے ہوئے بولی

نہیں، عائشہ! میں تو یہ کہہ رہی تھی، کہ کاش! آج یہاں موسیٰ ہوتا تو ہم ان"

"محترم کو اتنی تکلیف نہ دیتے۔

"اس کا اشارہ کچھ فاصلے پر کھڑے موسیٰ پر ہی تھا، جو صرف وہ جانتی تھی۔

عائشہ گہری الجھن میں تھی کہ کیا اس کے ڈیڈ نے جو کہا تھا وہ صحیح تھا یا نہیں؟ اس لیے وہ کوئی موقع اپنی تسلی کے لیے ضائع نہیں جانے دینا چاہتی تھی۔ اور ابھی کتنا صبر اور کرنا تھا یہ کسے معلوم۔

:طویل خاموشی کے بعد ایمان پھر سے کہنے لگی

"عائشہ! میں کیوں تم سے کچھ چھپانے لگی بھلا؟"

:اس نے ایمان کی چوری پکڑلی تھی شاید، یک دم پراعتماد انداز میں گویا ہوئی

اگرایسا ہے تو پھر مجھ سے نظریں تو نہ چراؤ، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر"

"بتاؤ جو بتانا ہے۔

:ایمان نے آگے بڑھتے ہوئے بات بدل کر کہا

عائشہ! میں جا رہی ہوں، مقدس کو دیکھ لوں وہ پارلر سے واپس آئی یا نہیں۔ ہم"

بعد میں بات کریں گے۔

عائشہ اس کی بے رخی سے مزید پریشان ہوئی اور اسے تعجب بھی ہونے لگا تھا۔

میڈم! مجھے بھی اجازت دیں میں کھانے کے انتظامات دیکھ لوں۔" کہہ کر"

موسیٰ بھی چلا گیا۔

عائشہ وہیں کی وہیں کھڑی گہری سوچوں میں گم ہو گئی۔

خود سے زیادہ اپنے بھائی کو چاہنے اور جاننے والی بہن آج ماسک کے پیچھے کے

چہرے اور آواز کو بھی نہ پہچان پائی تھی۔

مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور مقدس کا نکاح مانی کے ساتھ پڑھایا جا چکا تھا۔

:شاہد صاحب نے ہادی کو اپنے پاس بلوایا اور اس سے رنجیدگی سے کہنے لگے

ہادی بیٹا! شام ہونے کو ہے اور باراتیوں نے واپس اسلام آباد بھی جانا ہے، تو" جلدی سے جاؤ اور دیکھو اپنی بہن کو۔ اور اس سے کہو اب اپنے گھر جانے کی تیاری کر لے تاکہ ہم جلدی سے اسے وداع کر دیں۔ آیت کو بھی میرے پاس بھیج "دو۔

:ہادی نے پوری پات توجہ سے سن کر کہا

اچھا، بابا! میں دیکھ لیتا ہوں۔" کہہ کر اندر کی جانب بڑھنے لگا۔"

:اس نے مقدس کے کمرے پر دستک دی تو عائشہ نے باہر آ کر پوچھا

"جی، جناب! کیا کام ہے؟"

:وہ لمحے بھر کے لیے اسے پیار سے گھورتا رہا، پھر اس کے دوبارہ پوچھنے پر بولا

وہ۔۔۔وہ کچھ خاص نہیں، بیگم صاحبہ! بس، بہت خوبصورت لگ رہی ہیں" "آپ۔

:اس نے ماتھے پر شکن سجاتے ہوئے آنکھیں پھاڑے پوچھا

442 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(442)(ادھوراپن)

بس اتنی سی بات کے لیے یہاں آئے تھے آپ یا کوئی کام تھا جو آپ بھول چکے "
"ہیں؟

:ہادی نے سر کھجایا

اوہ۔۔۔سوری! وہ بابا کہہ رہے ہیں مقدس کی وداعی کا وقت ہو گیا ہے۔ لڑکے "
والے انتظار کر رہے ہیں اس لیے جلدی سے اسے لے کر باہر

آجاؤ۔اور ہاں ،اگر کہیں آیت نظر آئے تو اسے کہنا باہر بابا اسے یاد کر رہے

"ہیں۔

:عائشہ نے اس کے بال انگلیوں سے سنوارتے ہوئے کہا

ٹھیک ہے میں بتادیتی ہوں ،اور آپ زرا اپنا حلیہ ٹھیک کر لیں۔میں نے کمرے"

"میں آپ کے کپڑے تیار کر دیے ہیں جلدی سے پہن لیں۔

آیت اور ساحر آیت کے کمرے میں موجود تھے اور وہ نظریں جھکائے اس کے

:سامنے کھڑا سرد لہجے میں کہہ رہا تھا

دیکھو، آیت !اب غصہ تھوک دو۔مجھے معلوم ہے میں تمہارا گناہ گار ہوں اور"

ہر گز تمہاری معافی کے قابل نہیں ہوں، مگر ہم دونوں ابھی تک ایک مضبوط

رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔اور میں نہیں چاہتا کہ اس رشتے کی مضبوطی میں

"کسی بھی قسم کی کمی بیشی ہو۔

:آیت نے طنزاً مسکرا کر پوچھا

اوہ !تو آپ کو ہمارے اس رشتے کے تقدس کی فکر ابھی بھی ہے؟"

دیکھیں، ساحر! میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھااور اب بھی کہہ رہی ہوں، مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے کیونکہ میں نے آپ سے محبت کی تھی۔

"آپ جانتے ہیں محبت کس احساس کا نام ہے؟

:پھر خود ہی کہنے لگیں

کاش! آپ اس محبت کی حقیقت کو جان سکتے تو شاید آج ہم دونوں کی راہیں جدا"

"نہ ہوتیں۔

:ساحر کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی تو اس نے آیت کا ہاتھ تھام کر کہا

میری جان! تمہاری قسم اس دل میں، میرے گھر میں اور میری یادوں میں" بھی تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکا۔ میں مانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ جو رویہ رکھا وہ غلط تھا۔ میں نے کبھی تمہیں وہ مقام نہیں دیا جس کی تم حق دار تھیں، مگر۔۔۔ مگر مجھے ایک آخری موقع دے کر تو دیکھو۔ تم جو کہو گی، جیسا

:چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔" کہہ کر پھر جذبات میں آکر مزید کہنے لگا

ہاں۔۔۔ہاں، اگر تم چاہو تو میں ثانیہ کو بھی چھوڑ دوں اور ہم دونوں کہیں دور"

"اپنے بیٹے کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔

443 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(443)(ادھوراپن)

:آیت کے ماتھے کے شکن گہرے ہونے لگے۔وہ تلخ لہجے میں پوچھنے لگی

ہوش میں تو ہیں آپ؟ایسا سوچ بھی کیسے لیا آپ نے؟"

ساحر!ایک رشتے کو بچانے کے لیے دوسرے رشتے کو قربان کرنا،وہ بھی اس لیے کہ وقت پر آپ اس کی قدر نہیں کر پائے تھے۔ہرگز نہیں،میں اس معصوم کے ساتھ یہ ناانصافی بالکل نہیں ہونے دوں گی۔آپ بے فکر رہیں،میں آپ

"کے ساتھ آنے کے لیے تیار ہوں مگر ایک خواہش ہے میری۔۔۔۔

:ساحر نے آنکھیں پھاڑے آیت کو دیکھا اور اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

ہاں۔۔۔ہاں، ہر شرط منظور ہے مجھے۔"

"بتاؤ جلدی بتاؤ؟

حوصلہ رکھیں بتاتی ہوں۔۔۔"

ساحر! میری خواہش یہ ہے کہ ہم سب مل کر ایک ہی گھر میں خوشی خوشی رہیں۔ میں، آپ، ثانیہ، ماما، ہمارا بیٹا اور آپ کی لاڈلی زویا بھی۔ خیر وہ تو اپنے گھر کی ہو چکی ہے، لیکن ہم میں سے کوئی بھی علیحدگی اختیار نہیں کرے گا۔

"وعدہ کر سکتے ہیں؟

: ساحر نے اپنی نم آنکھیں خدا کی بارگاہ میں اٹھائیں اور شکر ادا کرتے ہوئے بولا

آیت! میں وعدہ کرتا ہوں جو تم چاہو گی وہی ہو گا۔ بس اب تم جلدی سے گھر" "چلنے کی تیاری کرو۔ میں یہ خوشخبری ماما اور ثانیہ کو سناتا ہوں۔

عائشہ نے آیت کے کمرے میں آنے کی اجازت کے لیے دروازے پر دستک دی، تو ساحر نے دروازہ کھول کر کہا:

"بھابی! آپ؟ اند آئیں۔"

: عائشہ نے کہا

معاف کیجیے گا، لیکن وہ آیت کو بابا یاد کر رہے ہیں باہر۔بس یہی بتانے آئی"

"ہوں۔

:ساحر مسکرادایا

ارے نہیں، بھابی! آپ کیسی بات کر رہی ہیں۔ ہمیں کیوں برا لگے"

گا۔" کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

آیت نے اپنے چہرے ہر بکھرے ہوئے آنسو صاف کیے اور مسکراتے ہوئے

:کہنے لگی

بھابی! معاف کرنا آپ کو بتائے بنا یہاں آگئی اور کافی دیر بھی ہو گئی۔"

"آپ بتائیں بابا کیوں یاد کر رہے ہیں؟ سب خیریت تو ہے؟

:عائشہ نے اپنا آنچل سنبھالتے ہوئے کہا

کچھ خاص نہیں، بس ہادی مجھے کہہ گئے تھے تو تمہیں بتادیا۔" آیت نے"

عبد للہ کو پلنگ سے اٹھایا اور عائشہ کے ساتھ باہر آگئی۔

لان میں آکر عائشہ نے اجازت چاہی اور عبد للہ کو اس سے لیے آگے بڑھ گئی۔

شاہد صاحب نے آیت کو سامنے پا کر اپنی طرف بلایا اور اس کے آنے پر پوچھنے لگے:

"اچھا، تو کیسی ہے میری شہزادی؟"

اس نے پہلے سلام کیا، پھر زیر لب مسکرا کر بولی:

بابا! میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

"آپ نے مجھے یاد کیا سب خیریت تو ہے؟

شاہد صاحب نے چہرے پر مایوسی کی سی جھلک لیے کہا:

بس کیا بتاؤں، لگتا ہے اب میں تھک سا گیا ہوں۔ آج میری بیٹی، میری چھوٹی"

"سی گڑیا بھی اپنے گھر کی ہو جائے گی۔ اور یہ رونقیں سناٹوں میں بدل جائیں گی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(444)(ادھوراپن)

ان کا یوں مایوسی بھری باتیں کرنا کافی عجیب تھا اور آیت کو تعجب بھی ہوا کہ اس کے بابا تو اس کی ہمت ہیں۔

اگر وہ اس طرح مایوس ہونے لگے تو پھر اس گھر کا کیا ہو گا؟

:اس نے یہ سوچتے ہی بابا کو متوجہ کرتے ہوئے کہا

نہیں، بابا! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ بے فکر ہو جائیں، آپ کا یوں مایوس ہونا تو "
"مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔

:شاہد صاحب نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا

اچھا، میری جان! یہ تو بس باتیں ہیں، مجھے تم سے تمہارے متعلق بات کرنی "
ہے۔ تمہیں تو پتا ہے ساحر تمہیں واپس لے جانے کے لیے یہاں اپنی والدہ کے ساتھ آیا ہوا ہے۔ اور ان دونوں نے اپنے کیے پر شرمندگی ظاہر کر کے معافی بھی طلب کر لی ہے۔ بیٹی! مجھے تمہاری مرضی جاننی ہے، تمہارا فیصلہ ہی میرا فیصلہ ہو گا۔

"تم نے کیا سوچا ہے ؟

آیت کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے، پھر اس نے نگاہیں اوپر اٹھاتے ہوئے کہا:

بابا! آپ کے ہوتے ہوئے میں فیصلہ کرنے والی کون ہوتی ہوں۔ میں نے" ایک دفعہ یہ غلطی کر کے دیکھ لی ہے اور اس غلطی سے مجھے سبق بھی حاصل ہو چکا ہے۔"

یہ سنتے ہی انہوں نے آیت کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور بوسہ دیتے ہوئے بولے:

بیٹی! وہ فیصلہ تم نے جذبات میں آکر کیا تھا اور اکثر جوانی میں ایسے فیصلے" ہو جاتے ہیں۔ مگر اب فیصلہ تمہارے مستقبل کا ہے اور تمہاری مرضی کا شامل ہونا لازمی ہے۔ بیٹی! تم جانا چاہتی ہو تو بھی مجھے خوشی ہو گی اور اگر تمہارا کوئی اور فیصلہ ہو گا تو بھی مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔"

:اس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے بابا کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا

بابا! مجھے لگتا ہے ہمیں ساحر کو معاف کر دینا چاہیے۔"

میرا مطلب معاف کرنے والوں کو تو میرا رب بھی پسند فرماتا ہے۔

بابا! میرا فیصلہ یہی ہے کہ میں ساحر کے ساتھ اپنے گھر جانے کے لیے تیار ہوں

"اور ان سے میری بات ہو چکی ہے۔

:یہ سن کر شاہد صاحب کی پلکیں بھیگ گئیں اور وہ رنجیدگی سے بولے

چلو، بیٹی! یہ بھی میرے خدا کا احسان ہے کہ اس نے میری دونوں بیٹیوں کو"

ایک ساتھ خوشیاں نصیب کر دیں۔ مگر بیٹی! آج تو تم اپنے بابا کے پاس رہو گی؟ یا

"مجھے اکیلا چھوڑ کر اپنے گھر چلی جاؤ گی؟

:ایت ان سے لپٹ گئی

نہیں، بابا! ابھی آج نہیں جاؤں گی آپ بے فکر ہو جائیں۔اب چلیں مقدس"

"کے جانے کا وقت بھی ہو گیا ہے۔

دونوں باپ، بیٹی اسٹیج کے پاس پہنچ گئے جہاں مقدس دلہن بنی بیٹھی تھی۔

شاہد صاحب کی نظر جب اپنی پھول سی بیٹی پر پڑی تو بے اختیار زبان سے "ماشاء

للہ" نکلا اور حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔

445 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(445)(ادھوراپن)

منان یک دم وہاں سے اٹھ کران کے قریب ہوااوران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر

:انہیں اپنی جانب متوجہ کیا

اچھا، انکل! اب اگراجازت ہوتو ہمیں نکلنا ہو گا، کیونکہ سفر بہت لمبا ہے تو اگر"

"کوئی رسم وغیرہ باقی ہو تو مکمل کر لیں۔

:وہ نم آنکھیں لیے پلٹے اوراس کی بات مکمل ہونے پر بولے

ہاں۔۔۔ہاں، بیٹا! بالکل سب رسومات مکمل ہیں۔اوراب تو ہم نے اپنی بیٹی "

"آپ کے حوالے کر دی ہے۔آپ جب چاہیں اسے لے جا سکتے ہیں۔

مقدس کی رخصتی کا وقت بھی ہو گیا۔ جو بیٹی کے والدین کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ مگر دنیا کی حقیقتوں کو جھٹلایا بھی تو نہیں جا سکتا۔

مقدس کو اس کے والدین، بہن، بھابی، بھائی، بہنوئی اور قریبی رشتہ داروں نے اپنی دعاؤں اور اشکوں کی برسات میں رخصت کیا۔ موسیٰ جو کچھ ہی فاصلے پر کھڑا تھا اس نے گھر سے باہر جاتی دلہن کی گاڑی کو گیٹ کے قریب روکا، اور ایک انمول تحفہ

قرآن مجید 'اس کی گاڑی میں رکھنے کی اجازت طلب کی، جو مانی نے بنا تکلف' دے دی اور کہا:

"بھائی، بہنوں سے ملنے یا کچھ بھی دینے کے لیے اجازت نہیں مانگتے۔"

موسیٰ کا چہرہ اداس تو تھا، مگر لبوں پر مسکان کھلی اور اس نے مانی کا شکریہ ادا کیا۔

مانی مزید کہنے لگا:

مجھے معلوم ہے آج صبح جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا۔ میں اس سب کے لیے" شرمندہ بھی ہوں اور تم سے معافی بھی مانگتا ہوں۔ اب رہی بات تمہیں مقدس "کا بھائی ماننے کی تو اتنا ظرف اور حوصلہ ایک بھائی میں ہی ہو سکتا ہے۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ بات مزید بڑھتی موسیٰ پیچھے ہٹنے لگا اور مقدس اپنے شریک حیات کے ساتھ اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔

مقدس کی روانگی کے بعد اس کے گھر والے بہت افسردہ تھے۔ خاص طور پر اس کے بابا، اور اس کی فکر کی بدولت ان کے آنسو بھی بہہ رہے تھے۔

حامد صاحب ان کے قریب ہو کر انہیں تسلی دینے لگے:

"ارے یار! دکھ تو ہم سب کو بھی ہوا ہے، لیکن حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، کیونکہ بیٹیوں کا اصل گھر ان کا سسرال ہی ہوتا ہے۔" پھر دونوں دوست بغل گیر ہو گئے۔

عائشہ دو قدم آگے بڑھ کر کہنے لگی:

"انکل! آپ فکر نہ کریں، ہماری مقدس کافی سمجھدار ہے، وہ اپنے گھر میں بے حد خوش رہے گی۔" پھر یہ کہہ کر اندر جانے لگی:

"آپ سب یہیں بیٹھیں میں سب کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

اس کے اندر جاتے ہی حامد صاحب نے سب کی توجہ اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہا:

اچھا! اب سب مہمان تو اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔ اب مجھے آپ لوگوں"
"کو ایک بہت بڑی خوشخبری سنانی ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو؟

446 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(446)(ادھوراپن)

:وہاں موجود ساحر کی والدہ اور آیت کے والدین نے یک زبان ہو کر کہا
"ہاں، بالکل سنائیں اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، ہمیں اچھا لگے گا۔"
سب لوگ خوشخبری سننے کے لیے بے تاب تھے۔
حامد صاحب کچھ پل کے لیے خاموش رہے اور پھر کچھ فاصلے پر کھڑے موسیٰ کو
:آواز دی

"بیٹا! آپ یہاں تو آؤ۔"

چونکہ موقع محل پر موسیٰ اکیلا موجود تھا اس لیے اسے فیصلہ لینے میں کوئی دکعت نہیں ہوئی۔ وہ یک دم اس جگہ پہنچا جہاں سب لوگ خوشخبری کے انتظار میں

:تھے اور بولا

"جی۔۔۔جی محترم! کوئی کام ہے تو بتائیں؟"

وہ اب تک اپنے کردار سے باہر نہیں نکل پایا تھا۔

:حامد صاحب اس کے قریب ہو کر کہنے لگے

ارے نہیں، بیٹا! کام تو کوئی بھی نہیں تھا، مگر تم سے ایک گزارش کرنی تھی اگر"

"تم برا نہ مناؤ تو۔

پہلے تو اسے عجیب سا لگا کہ اس سے کیسی گزارش کرنی ہو گی، کیونکہ وہ یہ بھول رہا تھا کہ اس کے اپنے ڈیڈ سے کیے وعدے کی مدت مکمل ہو چکی ہے۔ اور وہ پچھلے تین دنوں میں سر اور محترم جیسے لفظوں کا رٹا لگا چکا تھا۔

ہادی بھی وہاں پہنچ چکا تھا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھے بولا: "ارے بھائی!

"انکل آپ سے مخاطب ہیں کچھ تو بولیے۔

:وہ چونکا دینے والے انداز میں اپنی دائیں جانب مڑا

"جی۔۔۔جی، بتائیں کیا حکم ہے؟"

:اس کی سادگی اور معصومیت پر حامد صاحب مسکرا دیے اور کہنے لگے

بیٹا! اب شادی کی تقریب تو مکمل ہو چکی ہے۔اور للہ کے فضل سے کورونا" وائرس جیسی وباء بھی کب کی ٹل چکی ہے، تو اب اگر مناسب لگے تو اپنا چہرہ ہمیں "بھی دکھادو۔

یہ سنتے ہی وہ سوالیہ انداز میں ڈیڈ کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔وہاں موجود ہر فرد :نے اصرار کیا کہ

"ہاں، ہمیں اب ہر حال میں تمہارا چہرہ دیکھنا ہے۔"

ایمان، آیت، اور باقی تمام لوگوں نے بھی۔

موسیٰ اب تک اپنے ڈیڈ کی نگاہوں میں جواب تلاش کر رہا تھا۔حامد صاحب نے اپنی گردن ہاں میں ہلائی، تو وہ اپنے چہرے سے ماسک اتارنے کے لیے تیار ہو گیا۔

عائشہ اور ثانیہ سب کے لیے چائے لے کر باہر نکل رہی تھیں کہ عائشہ کی نظر سامنے موجود موسیٰ پر پڑی۔ جسے دیکھتے ہی اس کے ہاتھوں سے چائے والی تھالی گر پڑی، جس کی آواز سے سب کی توجہ اسی جانب مرکوز ہو گئی۔

وہ بنا کچھ سوچے موسیٰ کی طرف لپکی اور اس کے قریب پہنچ کر اسے پیچھے دھکیلا، پھر اس کے ہاتھ تھامے چومنے لگی۔

آیت اور اس کی ماما بھی حیران ہوئیں اور موسیٰ کو دیکھتے ہی اس کی جانب لپکیں۔

کچھ فاصلے پر کھڑی ثانیہ نے بھی خدا کا شکر ادا کیا تھا کیونکہ وہ موسیٰ اور دعا کے متعلق سب جانتی تھی۔

ہادی نے موسیٰ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور چہرے پر مسکان لیے بولا:

"ارے یار! حد کر دی تم نے بھی۔ مجھے تو پہلے ہی دن سے تم میں کچھ اپنائیت سی معلوم ہوئی تھی، مگر اس حقیقت سے ناواقف تھا میں۔"

447 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(447)(ادھوراپن)

عائشہ اپنے ڈیڈ کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگی اور ان سے خوب شکوہ شکایت کرنے لگی:

"ڈیڈ! آپ نے اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی؟ اگر آپ پہلے بتا دیتے تو ہمیں شادی میں کتنا مزہ آتا اور کم از کم ہم موسیٰ کے لیے تو نہ تڑپتے، بلکہ اسے بھی اپنی خوشیوں میں شریک کر لیتے۔"

"ہاں، بیٹی! تمہارا شکوہ جائز ہے، مگر میں مجبور تھا اس لیے مجھے آپ سب معاف کر دیں۔"

موسیٰ نے بھی ہاتھ جوڑے سب سے معافی مانگ لی پھر کہنے لگا: "میں نے جانے انجانے میں نہ جانے آپ سب کو کتنے دکھ دیے ہیں۔"

عائشہ نے اس کے جڑے ہوئے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے کہا:

"بس، میری جان! اب ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ جو بیت گیا وہ بھی ہمارا مقدر تھا۔ اب آگے کی سوچ کر تم اپنی گناہ گار بہن کو معاف کر دو، میں تمہارے لیے کچھ نہ کر پائی۔"

موسیٰ نے نم پلکیں اٹھا کر درد بھرے لہجے میں کہا:

"آپی! کوئی کسی کا مجرم نہیں ہے بس غلطی مجھ سے ہوئی تھی، تو میں اپنی اس غلطی کو سدھارنا چاہتا ہوں۔"

شاہد صاحب نے اسے سینے سے لگا کر کہا:

"بیٹا! اب کوئی کسی کا مجرم نہیں رہا، تم واپس لوٹ آئے ہو اس سے بڑھ کر ہمارے لیے کچھ بھی اہم نہیں ہے۔ اس لیے اب صرف تمہارے چہرے پر مسکان کھلنی چاہیے یہ آنسو اور اداسی تم پر نہیں جچتی۔"

اس بات پر سب نے اتفاق کیا اور سب موسیٰ کے گرد جمع ہو کر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

عائشہ اور آیت نے چائے سرو کی اور ایمان نے اس کے لوٹنے کی خوشی میں سب کا منہ میٹھا کرایا۔

خوبصورت شام رات کی سیاہی میں ڈھلنے لگی، پھر رات کے کھانے کی تیاریاں بھی شروع ہو گئیں۔

کھانے کی میز پر آج بہت ہی رونق تھی۔سب لوگوں نے مل کر کھانا کھایا اور کھانے سے فارغ ہو کر ساحر کی والدہ نے کہا:

اچھا، نازیہ! ہمیں بھی اجازت چاہیے۔ہم اپنی بہو کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں اور اس سفر میں اس کی رضامندی بھی شامل ہے۔" پھر آیت کی طرف مڑ کر پوچھا:

"کیوں بیٹی! میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا؟"

اس نے مسکراتے ہوئے ہامی بھری:

جی آنٹی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، میں تو اپنا سامان بھی تیار کر چکی ہوں۔"

آیت کے والدین نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا:

تو ٹھیک ہے۔جب ہماری شہزادی کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو ہم بھی اس کی خوشی میں خوش ہیں۔"

ہادی نے پانی کا گلاس میز پر رکھا اور ملازمہ سے چائے تیار کرنے کی فرمائش کی اور کہا:

"ہم سب باہر لان میں چائے پیئیں گے، آپ جلدی سے بندوبست کر دیں۔"



448 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(448)(ادھورا پن)

نازیہ نے موسیٰ کو متوجہ کر کے سرد لہجے میں کہا:

"بیٹا! تم تو بہت شرمیلے ہو گئے ہو، نہ ٹھیک سے کچھ کھایا اور نہ ہی کسی سے بات کی۔

"سب خیریت تو ہے؟

جی، آنٹی! سب خیریت ہے۔ بس مجھے لگتا ہے جب زبان سے نکلے الفاظ ہماری"

"ہار کا مقدر ہوں، تو ہمیں جیتنے کے لیے خاموشی کے ہتھیار چن لینے چاہئیں۔

اس کی اس چھوٹی سی مگر گہری بات نے سب کو لاجواب کر دیا تھا۔

ہادی پوچھنے لگا:

"موسیٰ! تو پھر شادی کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

اس نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"ہادی بھائی! مجھے لگتا ہے میں اپنے سوچنے کی صلاحیت کھو چکا ہوں۔"

عائشہ کو اس بات پر گہری تشویش ہوئی تو اس نے جگہ سے اٹھ کر موسیٰ کا ماتھا

چوما، پھر رنجیدگی سے گویا ہوئی:

اللہ نہ کرے کبھی ایسا ہو۔ اور موسیٰ! ابھی شاید تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"چلو میں تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ آؤں۔

اس پر اسے کچھ تسلی ہوئی تو کہنے لگا:

"جی، آپی! ضرور۔ مہربانی ہو گی آپ کی۔"

عائشہ اسے لیے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ مگر حامد صاحب کے چہرے پر مایوسی چھانے لگی اور بولے:

"نہ جانے میں کن چکروں میں پڑ گیا تھا، مجھے افسوس ہوتا ہے اپنے کیے ان فیصلوں پر جن کی بدولت میں نے اپنے موسیٰ کو چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا بھی محتاج کر دیا۔"

انہوں نے خود سے ہی مخاطب ہو کر سوال کیا:

"کیا ہوتا اگر میں اپنے بیٹے کی خواہش مان لیتا؟"

"کاش! میں نے اپنی انا کی تسکین کے لیے اس کی خوشیوں کو قربان نہ کیا ہوتا۔

ہادی ان کے قریب ہو کر انہیں تسلی دینے لگا:

"انکل! آپ مایوس مت ہوں، موسیٰ کو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اب وہ گھر لوٹ آیا ہے تو وقت کے ساتھ ساتھ ان شاءللہ سب کچھ بہتر ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں ہم سب مل کر موسیٰ کی خوشیاں اسے لوٹائیں گے۔"

عائشہ نے اسے کمرے میں پہنچادیااور پھر حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جس پر وہ پہلے تو حیران ہوا، مگر کافی وقت بیت جانے پر بھی جب عائشہ نے پلکیں نہ جھپکیں، تواس نے چٹکی بجا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا:

آپی! سب خیریت تو ہے؟"

"آپ مسلسل مجھے گھورے جا رہی ہیں اور کچھ بول بھی نہیں رہیں۔

وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مسکرائی، پھر پیار سے بولی:

موسیٰ! جانتے ہو تمہیں جی بھر کر دیکھے بنا میں پانی تک نہیں پیا کرتی تھی اور "

آج ہم دو سال کے بعد آمنے سامنے ہوئے ہیں۔

کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں اپنے بھائی کو جی بھر دیکھ سکوں اور اپنی

"نگاہوں کی پیاس بجھا سکوں؟

اس نے جواباً کہا:

نہیں۔۔۔ نہیں، آپی! میرا مطلب وہ نہیں تھا۔ میں تو بس یونہی پوچھ رہا تھا۔"

"آپ ناراض تو مت ہوں۔

449 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(449)(ادھوراپن)

عائشہ نے دروازے میں کھڑی ملازمہ سے چائے وصول کرتے ہوئے اسے
: جانے کا کہا، پھر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئی
موسیٰ! تم تھے کہاں اور اس بے مروتی کی وجہ کیا تھی؟ آخر اپنوں سے بھی "
" کوئی اس حد تک بدگمان کیسے ہو سکتا ہے؟
: موسیٰ پلنگ پر لیٹ گیا اور کمبل اپنے اوپر لیتے ہوئے بولا
معاف کیجیے گا آپی! لیکن مجھے نہیں لگتا اب اس طرح کے سوالات اپنا وجود "
رکھتے ہوں گے یا ہم میں سے کوئی بھی حالات سے ناواقف ہو گا۔

آپی! کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میں اپنے گھر لوٹ آیا ہوں اور اپنے کیے پر شرمندہ

"بھی ہوں؟

وہ جو چپ چاپ موسیٰ کی باتیں سن رہی تھی، اس کے لیے چائے بناتے ہوئے

:کہنے لگی

اچھا، ٹھیک ہے تمہیں نہیں بتانا تو نہ بتاؤ۔"

"مگر اتنا تو بتا دو چائے میں چینی کتنی ڈالوں؟

"آپی! آپ کو تو جیسے کچھ نہیں پتا۔"

اس نے ہنستے ہوئے چائے اسے پیش کر دی۔

موسیٰ کے ماتھے پر شکن دیکھ کر اس کے غصے کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ جو عائشہ بھی

بھانپ چکی تھی، مگر وہ خاموش رہی۔

وہ بے سکونی کے عالم میں اٹھ کر صوفے پر جا بیٹھا اور کچھ ہی دیر بعد کھڑکی کے

سامنے جا پہنچا۔ چائے کے دو گھونٹ پی کر وہ پیچھے مڑا تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے

معطر دیکھ کر عائشہ بھی اداس ہو گئی۔ اور اسے سہارا دیے پھر سے صوفے پر

:بٹھاتے ہوئے پوچھنے لگی

"ارے! کیا ہوا؟ ایسے بچوں کی طرح بھی کوئی روتا ہے کیا؟"

میرا بھائی تو بہت بہادر ہے۔

"چلو بتاؤ اپنی آپی کو کیا ہوا؟

موسیٰ نے سسکتے ہوئے اپنے گرتے ہوئے آنسو سنبھالنے کی کوشش کی اور کہنے لگا:

"آپی! آپ تو جانتی ہیں آپ کا بھائی کتنی ہمت والا اور حوصلہ مند ہے۔ مگر۔۔۔

مگر اس دفعہ آپ کے حوصلہ مند بھائی کا حوصلہ کرچیاں بن کر بکھر گیا ہے، جسے سنبھالنا اب ناممکن ہے۔ آپی! میں مانتا ہوں مجھ سے محبت کی ابتداء اور اظہار محبت اس نے کیا تھا، مگر مجھے اتنا حق تو دے ہی سکتی تھی کہ میں اس سے نفرت میں پہل کر پاتا، تو کم از کم اسے سوچ کر اذیت تو نہ ہوتی۔

"ابتدائے عشق اس نے کیا تھا تو انتہائے عشق میری قسمت میں کیوں لکھا گیا؟

اس کے لہجے میں رنجیدگی اور لبوں پر کپکپاہٹ تھی۔

عائشہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

نہیں، موسیٰ ! محبت میں ابتداء یا انتہاء کا تصور نہیں ہوتا بلکہ محبت تو محبت ہوتی "
"ہے۔ جس کا چاہ کر بھی کوئی خاتمہ نہیں کر سکتا۔

: موسیٰ نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا اور کہنے لگا

جو بھی ہو لیکن میرے ہاتھ تو ابھی تک اس کے نام کی لکیروں سے بھی خالی "

ہیں۔



450 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(450)(ادھوراپن)

کیا میں نے محبت میں کوئی قصر باقی رکھی تھی جو اتنا عرصہ اس سے محبت کی بھیک
"مانگتا رہا اور بدلے میں اس نے مجھے ایک نظر پیار سے دیکھا تک نہیں۔

عائشہ نے اس کا محبت کے نام کی لکیروں سے خالی ہاتھ چوم کر اپنی نگاہوں سے لگایا، پھر اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا:

"بس، موسیٰ! اب تم اس بے قدر اور انا پرست لڑکی کے لیے ایک آنسو بھی نہیں بہاؤ گے۔ مانا کہ ہم لوگوں سے غلطی ہوئی تھی، ہم نے ساری حدیں عبور کر لی تھیں، مگر اس سب میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ اور اتنا تو اس کم فہم کو بھی اب تک سمجھ جانا چاہیے تھا۔ موسیٰ! محبت میں جان دے دی جاتی ہے، مگر محبوب کو آزمایا یا پرکھا نہیں جاتا۔ اور جہاں محبت، محبت نہ رہے بلکہ بھیک بن جائے تو وہاں خود کو ذلیل کرنا محبت کی توہین ہے۔"

اس نے موسیٰ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بالکونی میں لے گئی اور پھر لان میں بیٹھے ڈیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"دیکھو انہیں کیسے تڑپ رہے ہیں اپنی اس غلطی کو سدھارنے کے لیے، مگر اپنے دکھ کسی سے بانٹ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں جو کچھ بھی ہوا تھا اس سب کے اکیلے قصوروار وہی ہیں۔"

پھر موسیٰ کے روبرو ہو کر بولی:

"اگراب بھی تمہیں لگتا ہے دعا تم سے سچی محبت کرتی ہے، پھر یا تو تم محبت کی حقیقت سے ناواقف ہو یا پھر خود کو اندھیرے میں جان بوجھ کر رکھنا چاہتے ہو۔"

کچھ دیر وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے رہے، پھر عائشہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے دروازے سے پلٹ کر گویا ہوئی:

"ابھی تم سو جاؤ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ ہم لوگ شادی کی کچھ رسومات جو باقی ہیں وہ کر لیں تو دو، چار روز تک ہم اپنے گھر چلے جائیں گے، پھر ڈیڑھ دعا کے گھر اپنے گناہوں کی بخشش اور ایک آخری کوشش کے لیے جائیں گے تم دونوں کے رشتے کے متعلق بات کرنے۔"

موسیٰ نے اس کے جاتے ہی مصلےٰ بچھا لیا اور رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ اور نہ جانے کب اس کی وہیں پر آنکھ لگ گئی۔

اذان فجر کا وقت بھی ہو گیا۔ جب کھڑکی سے آذان کی آواز اس کی سماعتوں کی نظر ہوئی تو وہ یک دم اٹھ گیا، پھر نماز فجر کی تیاری کرنے لگا۔

نماز ادا کر کے وہ باہر لان میں بیٹھ گیا، جہاں خاموش فضاؤں میں پرندوں کی حمد و ثناء کی خوبصورت آوازیں دل کو سکون بخش رہی تھیں۔

451 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(451)(ادھوراپن)

ہلکی ہلکی دھوپ اور ٹھنڈی ہواؤں سے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے سورج کی کرنیں پتوں سے جگڑا کرتی ہوئیں تاریکی کو روشنی میں بدل رہی ہوں۔

موسیٰ یہ سب دیکھ کر مسکرانے لگا اور خود سے ہمکلام ہوا:

"سبحان اللہ! کیا خوبصورت منظر ہے اور حسین صبح۔۔۔۔"

اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی، تو آواز کی جانب توجہ دینے پر معلوم پڑا کہ ایمان چائے لیے اسی کی طرف آرہی ہے۔

اس نے آتے ہی مسکرا کر کہا:

"ماشاءاللہ، بھئی! آج صبح صبح کہاں کی تیاری ہے؟"

وہ ادب سے اٹھ کھڑا ہوا:

"نہیں، بھابی! میں تو بس یونہی صبح کا نظارہ کرنے باہر آیا تھا، دیکھیں تو کتنا دلکش انداز ہے اس حسین صبح کا۔"

اس نے چائے کا مگ اسے تھماتے ہوئے اسے بیٹھنے کا کہا اور خود بھی وہیں لان میں بیٹھ گئی، پھر گویا ہوئی:

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔" چائے کے دو گھونٹ پی کر اس نے اپنا مگ میز پر رکھ دیا اور آسمان کو دیکھ کر کچھ پل خاموشی سے موسیٰ کو دیکھتی رہی، پھر اگلے ہی لمحے کہنے لگی:

"موسیٰ! تمہارا بہت بہت شکریہ جو تم گھر واپس لوٹ آئے اور میرا مان رکھ لیا۔"

موسیٰ حیران کن انداز میں اس کی طرف متوجہ ہوا:

"کیا مطلب، بھابی! شکریہ کس چیز کا؟"

موسیٰ! کچھ پل اس حسین صبح کی طرح دلکش اور بے حد خوبصورت ہو جاتے"

ہیں۔ اور تمہارے لوٹ آنے سے ہماری زندگی میں بھی وہ حسین پل لوٹ آئے

ہیں۔ موسیٰ! تمہارے واپس آنے کی جتنی امید اور یقین مجھے تھا وہ اور کسی کو

"نہیں تھا۔ اس لیے اس یقین کو یقین کامل میں بدلنے کا شکریہ۔

موسیٰ بھی مسکرادیا اور لان میں ہی چہل قدمی کرنے لگا۔ دو، چار قدم چہل قدمی

:کے بعد وہ پیچھے مڑ کر کہنے لگا

بھابی! میں جانتا ہوں نادانی میں مجھ سے کچھ غلطیاں ہوئی تھیں، مگر وہ دوبارہ"

سرزد نہیں ہوں گی۔ اور ہو سکے تو گزرے لمحات کے لیے مجھے معاف کر دینا،

کیونکہ تب میں مایوس ہو گیا تھا۔ پہلے میں نے اسماعیل جیسا دوست کھو دیا، پھر

میں اور سانول اچھے دوست ہونے کے باوجود نہ جانے کیوں اب تک ایک

دوسرے سے لاتعلقی بنائے ہوئے ہیں، وہ بھی اس جدید ترین دور میں۔ اس لیے

میں دعا کو پا کر کھونا نہیں چاہتا تھا۔

452 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(452)(ادھوراپن)

میں تو بھول ہی گیا تھا کہ اگر دعاؤں کی قدر نہ کی جائے، تو پھر دعا تو کیا زندگی کا سکھ اور چین بھی چھن جاتا ہے اور انسان برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ چونکہ ایک دعاء ہی تو ہے جو رب اور انسان کے تعلقات کی مضبوطی کی راہیں ہموار کرتی ہے۔"

ایمان افسردہ تھی، وہ آنسو پونچھ کر کہنے لگی:

"موسیٰ! جو کھو دیا، جو ہو گیا، اسے بھول جاؤ اور جو پانا ہے اس کے لیے خود کو اتنا مضبوط کر لو کہ کبھی مایوسی تمہارے قریب سے بھی نہ گزرے۔ پھر منزل چاہے دعاء ہو یا دعا۔۔۔ راستہ تو ایک ہی ہے، وہ رب تعالیٰ کی ذات پر یقین اور اس سے تعلق استوار کرنا ہے۔"

وہ چاہتی تھی کہ جو سانول نے کل موسیٰ کے ساتھ کیا اسے بتادے، مگر اسے موسیٰ کے چہرے کی مسکراہٹ نے روک دیا۔اس سوچ کے ساتھ کہ کہیں وہ اپنے دوست پر بھروسے کو بھی نہ کھودے۔

سبحان للہ، ماشاء للہ، بھابی! آپ نے بہت ہی پیاری اور گہری بات کہی ہے۔""""

کہہ کر موسیٰ پھر سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جزاک للہ، خوش رہو موسیٰ۔"

موسیٰ نے اپنی چائے خاموشی سے پی اور نہ جانے کن خیالات میں کھو گیا۔

سورج کی کرنیں درختوں اور پتوں کے سائے کو چیر کر زمین پر روشنی بکھیرنے لگی تھیں۔

:ایمان نے اسے مخاطب کر کے کہا

تم پلیز! پریشان مت ہونا۔بس آج کا دن ہم مقدس اور منان کے ولیمے میں" شرکت کے لیے اسلام آباد جائیں گے۔اور پھر کچھ ضروری رسومات ادا کرے تم لوگ کل دوپہر تک اپنے گھر روانہ ہو جانا۔میں ہادی بھائی کے ساتھ چند روز میں گھر آجاؤں گی۔

"اور ہاں، اگر آج تم بھی ہمارے ساتھ چلتے تو بہت اچھا لگتا۔

:موسیٰ کے تاثرات یک دم بدلنے لگے، وہ سرد لہجے میں بولا

نہیں، بھابی! اب مجھے کہیں نہیں جانا، بس ایک دفعہ دعا سے مل کر اس سے اور"
اس کے گھر والوں سے اپنے کیے پر معافی مانگ لوں، تاکہ میرا خدا بھی مجھے
"معاف کر کے قبول کر لے اور مجھے دلی سکون حاصل ہو۔

:ایمان نے ملازمہ کو بلا کر برتن اٹھوائے اور اندر جاتے ہوئے موسیٰ سے کہا

موسیٰ! تم بے فکر ہو جاؤ سب کچھ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ تم جاؤ میرے"
کمرے میں اریحہ کو دیکھ لو، بہت یاد کرتی رہی ہے وہ تمہیں۔ میں جب تک
"تمہارے لیے ناشتہ تیار کر دیتی ہوں۔

یہ سن کر وہ ایمان سے پہلے اندر کی جانب لپکا اور سیدھا اریحہ کے پاس جا پہنچا۔
وہ کمرے میں بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی۔ دروازے پر دستک کی آواز سن کر اس کی
توجہ اسی جانب مرکوز ہو گئ۔ چار سالا اریحہ کچھ دیر دروازے کو حیرانی سے
دیکھتی رہی، پھر خود ہی دروازہ کھولنے چل پڑی۔ اس نے دروازہ کھلتے ہی موسیٰ
:کو دیکھا تو اس سے لپٹ گئ اور بے انتہا خوش بھی ہوئی

چاچو! آپ کب آئے؟" پوچھ کر وہ موسیٰ کا ہاتھ تھامے اسے لیے کمرے میں جانے لگی۔ وہ موسیٰ کو جانتی تو نہیں تھی، مگر کچھ رشتے احساس کے ہوتے ہیں۔ اریحہ نے بھی اسے پہلی سی ملاقات میں پہچان لیا تھا۔



453 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(453)(ادھوراپن)

موسیٰ اس سے مل کر کافی خوش ہوا اور پھر بچہ بن کر اس کے ساتھ گھل مل گیا۔ ایمان اور عائشہ نے مقدس کے گھر جانے کی تیاری شروع کر دی، جبکہ آیت نے سب کے لیے ناشتہ تیار کیا۔

آج ناشتے کی میز پر کافی رونق تھی۔ ناشتے کے بعد حامد صاحب نے موسیٰ کو متوجہ کر کے پوچھا:

"موسیٰ! آپ ہمارے ساتھ اسلام آباد نہیں جا رہے؟"

اس نے نفی میں گردن ہلائی:

"نہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں، لیکن مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا کہیں بھی جانا۔ اور ویسے بھی میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں، مجھے ذہنی سکون کی طلب ہے۔"

عافیہ نے اس کا بغور مشاہدہ کرتے ہوئے پوچھا:

"بیٹا! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ اور یہاں اکیلے کیا کرو گے؟"

"میں تمہیں یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی، ایسا کرتے ہیں میں بھی تمہارے ساتھ یہیں رک جاتی ہوں۔"

اس نے پیار بھرے انداز میں موم کو دیکھا:

"نہیں، موم! مجھے کچھ بھی نہیں ہے، آپ میرے لیے فکر مند نہ ہوں، میں رہ لوں گا۔"

عائشہ کمرے میں جاتے جاتے رک کر بولی:

دیکھیں، موم! آپ سب بڑے ہیں اور آپ کا جانا بہت ضروری ہے۔ اور "
ویسے بھی آیت یہیں ہے اور ایسا کرتی ہوں میں بھی رک جاتی ہوں۔ میں ہادی
"کے ساتھ بعد میں کسی دن چکر لگا لوں گی۔

:ہادی نے اس کی بات کی تائید میں کہا

بالکل، آنٹی! عائشہ ٹھیک کہہ رہی ہے، آپ بے فکر ہو کر چلیں ہمارے "
"ساتھ۔

:حامد صاحب نے مسکرا کر موسیٰ کو دیکھا، پھر ہادی سے کہا

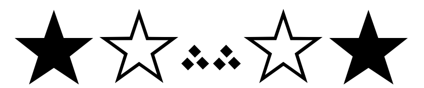
بیٹا! جیسے تم لوگوں کو بہتر لگے۔ اب جلدی سے چلنے کی تیاری کرو، کہیں دیر نہ "
"ہو جائے۔

:شاہد صاحب نے بھی یہی الفاظ دہرائے

:ہاں، حامد بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے،" پھر گھر کے ملازم سے کہا"

چلو، بھئی! جلدی سے سامان گاڑیوں میں رکھو۔ ہادی بیٹا! آپ دھیان رکھنا کوئی "
"بھی چیز چھوٹنی نہیں چاہیے۔

اس نے ہامی بھری، پھر ملازم کے ساتھ سامان رکھوانے نکل گیا۔ صبح کے نو بجے وہ لوگ ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔ سوائے موسیٰ، عائشہ اور آیت کے۔



مانی اور سانول دونوں لان میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

اس نے سانول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"دیکھو، سانول! میری آزادی کی تو عمر تمام ہوئی اور سب کی خواہش بھی میں نے پوری کر دی۔ یعنی اب میں شادی شدہ مرد کہلاؤں گا۔"

سانول حیران کن انداز میں اس کی جانب پلٹا:

"ہاں، ٹھیک ہو گیا۔

مگر یہ سب کچھ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟"

مانی نے مذاحیہ انداز میں جواباً کہا:

"مطلب یہ کہ اب تم بھی ہاتھ، پیر مار لو اور اپنی ماما کے لیے ایک خدمت گزار کا بندوبست کر لو۔ ویسے بھی جس کے انتظار میں تم نے زندگی برباد کر لی ہے وہ تمہاری ہو کر بھی تمہاری نہیں ہو سکتی۔"

454 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(454)(ادھوراپن)

:اس نے سردروی سے موضوع بدلتے ہوئے مانی کی بات مکمل ہونے پر کہا

"چھوڑ یار! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ وہ ہادی نے کال کی تھی کہ وہ لوگ صبح نو بجے اسلام آباد کے لیے نکل آئے ہیں۔ ابھی بارہ بجنے والے ہیں تو ہمیں ہال جانے کی تیاری کرنی چاہیے۔"

:مانی نے جاتے ہوئے سانول کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا

"یار! ہماری تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ اور آج تمہیں سوائے میرے کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔

اب کب تک، کس کس سے بھاگو گے تم؟

دعا کا انتظار کرنا چھوڑ دو، اگر وہ موسیٰ کی نہیں ہو سکی تو تمہاری بھی نہیں ہو گی۔

میرا مقصد تمہارا دل دکھانے کا ہرگز نہیں تھا، لیکن اب تمہیں سچائی تسلیم

"کر کے آگے بڑھنا ہو گا۔

:وہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے اس کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا

ٹھیک کہا تم نے، مجھے آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مگر میرے سینے میں صرف ایک "

دل ہے اور وہ صرف و صرف دعا کے نام سے دھڑکتا ہے۔ اور اسے بھولنے کا

مطلب اپنی روح کو آزاد کرنا۔۔۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو اس سے بہتر حل مجھے

"نہیں لگتا۔ کیونکہ میرے جیتے جی اسے بھولنا میرے بس میں نہیں ہے۔

مانی اپنا سر پکڑے کچھ دیر خاموشی سے بیٹھا رہا، پھر اٹھ کر اس کے شانے پر ہاتھ

:رکھے کہنے لگا

سانول! میں تمہارا درد سمجھ بھی سکتا ہوں اور محسوس بھی کر سکتا ہوں، "پھر "

:پیار سے پوچھنے لگا

اچھا، مجھے بتا میں اپنے بابا کو بھیجوں دعا کے گھر تمہارے رشتے کے لیے؟"

"ہو سکتا ہے اس دفعہ قدرت تمہارے حق میں فیصلہ سنادے۔

: یہ سنتے ہی اس کا چہرہ لال پڑ گیا اور وہ غصے میں تلملا گیا

بس، مانی! اس سے آگے تمہاری زبان حرکت تک نہ کرے۔ تمہاری ہمت "
کیسے ہوئی ایسا سوچنے کی بھی، جبکہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو وہ میرے دوست
کی محبت ہے اور امانت ہے وہ موسیٰ کی۔ میں اتنا خود غرض تو نہیں ہوں کہ اپنے
"چین سکون کے لیے کسی کے احساسات سے کھلواڑ کروں۔

: مانی خوف زدہ انداز میں بولا

"سوری یار! معاف کردے۔ میں آئندہ خیال رکھوں گا، پلیز مان جاؤ۔"

سانول خاموش رہا، مگر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے، جو دیکھ کر مانی
: نے بھی سکھ کی سانس لی، پھر گویا ہوا

اچھا، سانول! اب چل تیاری کرتے ہیں، کچھ دیر تک مہمان بھی پہنچ جائیں "
گے۔" کہہ کر وہ اسے لیے گھر کے اندر جانے لگا۔

455 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(455)(ادھوراپن)

دوپہر ایک بجے مقدس کے گھر والے اسلام آباد مانی کے گھر پہنچ چکے تھے۔
مقدس کے والدین نے سب سے پہلے اپنی بیٹی سے ملنے کی فرمائش کی اور پھر سوات سے آئے مہمانوں کو چائے پانی کرانے کے بعد سیدھا شادی ہال لے جایا گیا۔
شادی ہال میں ولیمے کی دعوت میں مدعو کیے گئے مہمان تشریف لا چکے تھے۔
دعوت میں آئے مہمانوں اور کاروباری شخصیات نے جمال صاحب سے ملاقات کی اور انہیں بیٹے کی شادی کی مبارکباد پیش کرنے لگے۔
مقدس کے والدین بھی اپنی بیٹی اور داماد سے ملنے پر پرجوش تھے۔
مقدس اپنے بابا کے سینے سے لگ گئی، پھر پوچھنے لگی:

"بابا! کیا آیت آپی اور بھابی نہیں آئیں؟"

:انہوں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا

بیٹی! تم تو جانتی ہو گھر میں کوئی بھی نہیں تھا اور آیت کہیں جانے کے لیے تیار" نہیں ہے۔اس لیے عائشہ بھی اس کے ساتھ رک گئ ہے اور موسیٰ بھی تو ہے وہاں۔

اچھا، میری جان! سب باتیں چھوڑو۔مجھے یہ بتاؤ تم خوش تو ہو نا؟ سفر میں یا یہاں "آ کر کوئی تکلیف یا مسئلہ وغیرہ تو نہیں ہوا؟

:اس نے پلکیں اٹھائے اپنے بابا کو دیکھ کر کہا

بابا! آپ میری فکر بالکل مت کیجیے۔میں بالکل ٹھیک ہوں اور یہاں سب" لوگ بہت اچھے ہیں۔اور مجھے پورا یقین ہے میرے بابا میرے لیے کبھی غلط "فیصلہ نہیں کریں گے۔

:اس کی معصومیت پر شاہد صاحب کچھ غم زدہ ہوئے اور آنسو چھپاتے ہوئے کہا

اللہ پاک میری شہزادی کو ہمیشہ خوش، سلامت اور سوہاگن رکھے اور کوئی دکھ" کبھی میری بیٹی کے قریب سے بھی نہ گزرے، آمین۔اچھا، بیٹی! آپ بیٹھو، میں

زرا ان لوگوں سے مل لوں، ابھی واپس آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اسٹیج سے نیچے آئے، پھر مردانہ گاہ میں مہمانوں کے پاس بیٹھ گئے۔

وہاں جمال صاحب اور ان کے کچھ دوست احباب بھی موجود تھے۔

سانول مہمانوں کی دیکھ بھال میں مصروف عمل تھا۔

ولیمے کی تقریب مکمل ہونے کے بعد دلہا، دلہن کو سلامی پیش کی گئی اور مبارک باد بھی۔

تمام رسومات اور کھانا پینا کرنے کے بعد گھر والے اور کچھ قریبی رشتہ دار شادی ہال سے مانی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جو شام ساڑھے چھ بجے جمال صاحب کے آشیانے پر موجود تھے۔

خدیجہ نے گھر کے ملازم سے کہا:

"جلدی سے سب مہمانوں کے لیے اچھی سی چائے کا بندوبست کریں اور سب کا منہ بھی میٹھا کروائیں۔"

ملازم نے ہامی بھری اور کچن کی طرف چل دیا۔

456.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(456)(ادھوراپن)

آج تھاتو خوشی کادن، مگرنہ جانے کیوں سانول بہت اداس تھا۔اور سب سے کٹ کرلان کے ایک کونے میں کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔
مانی جو کافی عرصے سے اس کادوست اور ساتھی تھا، وہ اس کی ہر عادت سے واقف بھی تھا۔اس نے جب سانول کو پریشان دیکھاتواس کے پاس جانے کے لیے بے چین ہونے لگا۔
:خدیجہ نے کرن کو مخاطب کر کے پوچھا
بیٹی! میری بہو کو یہیں بٹھا کر ہلکان کرنے کا پروگرام ہے کیا؟"

چلو مقدس کو اس کے کمرے تک چھوڑ آؤ اور یہ جوڑا بدل کر کچھ کھانے پینے کے لیے بھی دو۔ کہیں ہماری بیٹی تھک نہ جائے۔"

کرن نے لبوں پر مسکراہٹ کھلائے مقدس کو دیکھا، پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس کے ساتھ پڑوس سے آئی لڑکیاں بھی اٹھیں اور اس کے ساتھ مقدس کو لے کر کمرے کی طرف چل دیں۔

مانی کافی دیر سے سانول کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہمت کر کے اپنے بابا اور سسر سے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا:

"بابا! اگر برا نہ منائیں تو مجھے اکیلے میں سانول سے کچھ بات کرنی ہے۔"

جمال صاحب اور مانی کے سسر یک زبان ہو کر ہنس مکھ انداز میں بولے:

"جاؤ بیٹا! ضرور جاؤ۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے اٹھا اور سیدھا سانول کے پاس پہنچ گیا، جو اپنی ہی دنیا میں گم صم تھا۔

مانی نے اپنا گلا کھنکارتے ہوئے اپنی موجودگی کا ثبوت دیا، جس پر سانول خوف زدہ انداز میں پیچھے مڑا اور ہاتھ میں سلگتی سگریٹ بجھا کر مانی سے مخاطب ہوا:

ہمم۔۔۔ہاں، کب آئے؟"

"تمہیں تو وہاں مہمانوں کے پاس ہونا چاہیے۔

:اس نے آنکھیں پھاڑے سانول کو گھورا، پھر سنجیدگی سے گویا ہوا

ہاں! مجھے تو مہمانوں میں ہونا چاہیے۔ مگر تمہیں کہاں ہونا چاہیے؟"

"کچھ معلوم بھی ہے میں کب سے تمہیں سگریٹ پھونکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟

اس نے کافی گرم جوشی سے پوچھا تھا۔

سانول کے چہرے پر اداسی دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کس قدر پریشان ہے۔ مگر کیوں؟تاحال اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

:سانول نے معصوم سا چہرہ بنائے دھیمی سی آواز میں کہا

مانی! تم تو جانتے ہو میں کبھی اپنی کوئی بھی بات تم سے نہیں چھپاتا، مگر آج تم" سے کوئی بھی درد بانٹنے کا دل نہیں کیا۔ تمہاری خوشی کا دن ہے اور میں اپنی "پریشانی تمہیں بتا کر تمہیں بھی پریشان کروں۔۔۔ مناسب نہیں لگا۔

:مانی نے ناراضی ظاہر کرتے ہوئے احتجاجاً پوچھا

اچھا! تو اب ہم، میں اور تم کہلائے جائیں گے؟ اب تمہاری غمی اور میری خوشی"
دو الگ الگ راستے سمجھے جائیں گے؟

457.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(457)(ادھورا پن)

تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تم یہاں اکیلے درد میں سلگتے رہو گے۔ اور میں
"خاموشی سے اپنی خوشیوں میں تمہارے بن شامل رہوں گا۔
طویل خاموشی کے ساتھ وہ دونوں زمین پر بیٹھے آسمان پر چمکتے تارے گننے لگے۔
:کچھ ہی پل گزرے تھے کہ اس نے سانول کو اپنی طرف متوجہ کیا اور کہنے لگا

دیکھ، یار! میں تمہیں صبح بھی بول رہا تھا اور ابھی بھی یہی کہوں گا۔۔۔اگر"
میرے لائق کوئی بھی کام یا حکم ہو پلیز مجھے ضرور بتانا۔ کم از کم مجھے تیرے
"چہرے پر اداسی اچھی نہیں لگتی۔

وہ مانی کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اور اچانک اس کے گالوں پر آنسوؤں کے چند
قطرے بکھرے تھے۔ جو دیکھ کر مانی پریشان ہو گیا اور اس کے آنسو پونچھتے
:ہوئے پوچھنے لگا

"یار! یہ سب کیا ہے؟ یہ آنسو کیسے، کیا ہوا؟"

:سانول نے اپنے ہاتھوں کو بغور دیکھ کر رنجیدگی سے کہا

مانی! تو جانتا ہے کل شادی میں مجھ سے انجانے میں جو کچھ ہوا تھا؟" یہ پوچھ کر"
:اس نے بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا

میں اتنا خود غرض کبھی نہ تھا کہ ایک ادنیٰ سے جوڑے پر داغ لگنے کی وجہ سے "
"کسی معصوم پر ہاتھ اٹھا دیا۔ نہ جانے کیوں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔

:مانی نے ہنستے ہوئے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا

ٹھیک ہے جو تم نے کیا وہ غلط تھا، مگر اب آنسو بہانے کا کیا فائدہ۔ جبکہ غلطی اس "
"لڑکے کی بھی تھی۔

سانول نے گردن نفی میں ہلا کر کہا:

نہیں نا، غلطی اس کی نہیں تھی، بلکہ میں نے اس کے ہاتھ میں دعا کے نام کا کی "
چین دیکھا تو بس میں نہ جانے کیوں تہش میں آ گیا۔ اوپر سے اس نے اپنا چہرہ بھی
تو چھپا رکھا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں میں نے جو اپنائیت، معصومیت اور
گہرائی دیکھی تھی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ سے بہت بڑا گناہ سر زد نہ ہو گیا ہو۔
"مانی! وہ۔۔۔ وہ مجھے اس وقت صرف و صرف دعا کا خیال آنے لگا تھا۔

یہ کہتے ہی وہ مانی سے لپٹے بلک بلک کر روتے ہوئے پھر سے گویا ہوا:

یار! وہ مجھے معاف تو کر دے گا؟"

میں نے بہت غلط کیا جبکہ میں تو دعا کو کب کا اپنے دل سے نکال چکا ہوں۔ اور اس
"کے لیے میں نے کسی معصوم کو بلاوجہ تھپڑ مار دیا۔

مانی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

سانول! یہ دل ہے جو کبھی بے وفائی نہیں کرتا، جو کبھی انسان کو اندھیرے میں" نہیں رکھتا۔اور یہی ہے وہ جو کبھی آپ کے جذبات میں کیے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتا۔



458 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(458)(ادھوراپن)

کیونکہ، سانول! دل ہمارے تابع نہیں بلکہ ہم دل کے تابع ہیں۔ تو ہم کون ہوتے ہیں اس دل سے کسی کو بے گھر کرنے والے۔

اب رہی بات اس شخص کی تو اس کے لیے خود کو ہلکان مت کرو۔ میں تمہیں اس سے ملواؤں گا اور تم اس سے معافی بھی مانگ لینا۔ میں ایمان بھابی سے کل کے

"پروگرام کی تصاویر لے لوں گا، تو ممکن ہے ہم اس شخص کو پہچان جائیں۔

مانی نے یہ کہہ کر ایک پل کے لیے کچھ سوچا، پھر یک دم اٹھ کر سانول کا ہاتھ تھامے کہنے لگا:

ایسا کرو، تم ابھی میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایمان بھابی سے ملواتا ہوں۔۔۔"

"میرا مطلب مقدس کی آپی سے۔

وہ دونوں تیز قدموں اندر کی طرف چلے جا رہے تھے کہ دروازے پر اچانک سانول کا سامنا ثانیہ سے ہو گیا۔

سانول وہیں رک گیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"ارے۔۔۔ ارے، ثانیہ! آپ؟"

اپنا نام سن کر اس کے چلتے قدم رک گئے اور وہ خوف زدہ انداز میں پلٹی، تو دیکھنے پر معلوم پڑا اس کے پیچھے سانول کھڑا ہے۔

وہ حیرانی میں گویا ہوئی:

"سانول! تم؟ تم یہاں کیسے؟"

:ان دونوں کو مصروف دیکھ کر مانی نے اس سے کہا

"اچھا، تم دونوں باتیں کرو۔ میں بھابی سے معلوم کرتا ہوں۔"

:وہ سانول کی طرف متوجہ ہو کر پھر سے پوچھنے لگی

"ارے! تم نے بتایا نہیں تم یہاں کیسے؟"

:اس نے نظریں جھکا لیں اور ثانیہ کے ساتھ چہل قدمی کرتے کرتے کہنے لگا

یہ میرے دوست کا گھر ہے اور میں سمجھ لیں یہیں رہتا ہوں۔"

مگر آپ کہاں غائب ہو گئی تھیں؟ آج یوں اچانک سامنا ہو گیا۔ آپ کے میاں کی

"سنائیں اور۔۔۔اور وہ آپ کی کزن، سہیلی دعا؟

ثانیہ نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے اسے بغور دیکھا، جس پر سانول نے نظریں

:چرا لیں، پھر ثانیہ نے جواب میں کہا

کافی اچھے مزاج ہیں میرے میاں کے، مگر دعا۔۔۔اس سے آخری سرسری"

سی ملاقات اپنی شادی پر ہی ہوئی تھی۔ اس کے بعد کبھی موقع ہی نہیں ملا

"مجھے۔

:کچھ دیر کی خاموشی چھاگئی جو ثانیہ کے ان الفاظ پر ٹوٹی

ہاں، مگر کل صبح اس نے مجھے خود کال کی تھی۔اب سب سے بڑی اور اچھی خبر"

"یہ ہے کہ وہ اب بول سکتی ہے۔

یہ سن کر سانول کے تیور ہی بدل گئے اور وہ اپنی ساری اداسی بھول کر کھل سا

:اٹھا تھا

ماشاءاللہ، الحمدللہ! یہ تو بہت بڑی اور اچھی خبر دی ہے آپ نے۔"



459 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(459)(ادھوراپن)

"کیا۔۔۔کیا آپ دعا سے ملی نہیں؟

سانول کو تجسس ہونے لگا تھا۔

:وہ مسکرا کر بولی

ابھی تک تو نہیں، مگر امید ہے دو، چار دنوں تک ہماری ملاقات متوقع "

"ہو جائے۔ شادی وغیرہ سے فارغ ہو لوں تو۔

سانول نے سنا تو اسے الگ ہی قسم کی خوشی محسوس ہوئی۔

اس نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور ثانیہ کو التجائیہ نگاہوں سے

:دیکھ کر کہنے لگا

اچھا! تو آپ میرا ایک چھوٹا سا کام کر دیجیے گا، کل جاتے ہوئے مجھ سے ایک "

تحفہ لیتی جایئے گا اور وہ میری طرف سے دعا کو دے دیجیے گا۔ اور اس سے کہیے گا

"اسے خدا کا واسطہ ہے انکار نہ کرے۔

:ثانیہ نے حیرانی میں پوچھا

"سانول! کیا ہے تحفہ؟"

وہ میں کھانے کے بعد آپ کو دے دوں گا مجھے یاد کرا دیجیے گا۔ اور دعا کے "

"ساتھ ساتھ آپ کو بھی بہت اچھا لگے گا وہ تحفہ۔

یہ کہہ کر وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے مہمانوں کی بھیڑ کی طرف بڑھنے لگا۔

ثانیہ کو ابھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، اس نے اپنا سر کھجایا اور سوچتے سوچتے لان میں موجود مہمانوں کے پاس چپکے سے جا کر بیٹھ گئی۔

مانی نے پہلے تو پورا گھر چھان مارا ایمان کو تلاش کرنے میں اور پھر کچن میں جا پہنچا، جہاں اس کی ماما ملازمہ کے ساتھ مل کر کچھ سامان سیٹ کر رہی تھیں۔

جب مانی پر ان کی نظر پڑی تو اسے اپنے پاس بلا کر پوچھنے لگیں:

"بیٹا! سب خیریت ہے؟ یہاں کچن میں کیا کام ہو سکتا ہے آپ کو؟"

وہ بوکھلا سا گیا:

"ہاں۔۔۔ہاں، نہیں۔ وہ۔۔۔ وہ مجھے ایمان بھابی نہیں مل رہیں، انہیں سے ایک کام تھا۔"

خدیجہ کو اس کا یہ انداز بے حد عجیب لگا تو انہوں نے مانی کو بغور گھورتے ہوئے کہا:

"چلو نکلو۔ باہر مہمانوں کے پاس بیٹھو۔ وہ ابھی آ جائے گی تو مل لینا۔"

وہ خاموشی سے نظریں جھکائے باہر کی طرف چل پڑا، جہاں دروازے سے باہر جاتی ایمان اسے نظر آئی تو اسے پکارنے لگا: "ایمان۔۔۔ایمان بھابی! معاف کیجیے گا مجھے آپ کو آواز نہیں دینی چاہیے تھی، مگر مجھے آپ سے ایک کام تھا۔ اگر آپ کو برا نہ لگے تو۔"

ایمان اپنے بائیں طرف کھڑے مانی کو دیکھ کر مسکرا کر گویا ہوئی:

"کوئی بات نہیں، آپ کہیں کیا بات کرنی ہے؟"

مانی نے اس کا شکریہ ادا کر کے بلا تمہید پوچھا:

کیا آپ کے پاس کل کی بارات کی کچھ تصاویر ہیں؟"

"مجھے وہ تصاویر دیکھنی ہیں، اگر آپ کو برا نہ لگے تو۔

ایمان نے اپنا موبائل بنا کچھ کہے مانی کی طرف بڑھا دیا اور خود باہر کی طرف جانے لگی۔

:اس نے ایمان کو "رکیں تو" کہہ کر روک دیا، پھر کہنے لگا

اگر آپ خود دکھا دیتیں۔۔۔اس طرح مجھے مناسب نہیں لگے گا۔"اس نے" مانی سے موبائل لیا اور گیلری کھول کر تصاویر پلٹنے لگی۔وہ پورے اطمینان سے

:تصاویر دیکھنے لگا اور اچانک سے بولا

بس۔۔۔بس۔یہ۔۔۔یہ، یہی پوچھنا تھا۔یہ لڑکا کون ہے؟"

"دراصل اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا تو مجھے جاننا ہے یہ کون ہے۔

:ایمان نے اپنی نگاہیں پھیر کر سخت روی سے پوچھا

آپ نے اس کے متعلق جان کر کیا کرنا ہے؟ یا آپ کے دوست نے جو تماشا کیا"

"تھا اس کی وجہ سے فکر مند ہیں آپ؟

:مانی شرمندہ ہوا، پھر کہنے لگا

"نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔ مجھے تو سانول نے ابھی بتایا ہے اور وہ اپنے اس عمل پر بہت شرمندہ بھی ہے۔ اسی لیے ہم جاننا چاہتے ہیں وہ کون ہے تاکہ اس سے معافی مانگ سکیں۔"

وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی، پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی:

"ویسے یہ اچھا عمل ہے۔ پہلے انسان بنا سوچے اپنے دل کا غبار کسی اجنبی پر نکال دے اور پھر اپنے سکھ کے لیے اس کی تلاش میں لگ جائے۔ کاش! ہم کوئی غلط قدم اٹھانے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ اس کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، ہم پر یا کسی دوسرے پر بھی۔ جانتے ہو موت کا ایک وقت مقرر ہے جو کسی کو معلوم نہیں، تو اگر یونہی کسی کو دکھ دے کر انسان چل بسے۔ تو کیا وہ معافی مانگ پائے گا؟"

وہ یک دم کچھ حد تک سنبھل کر سرد لہجے میں بولی:

"ہاں! معاف کرنا۔ آپ پوچھ رہے تھے اس شخص کے متعلق؟ تو بتا دوں وہ شخص میرا بھائی ہے۔ اور مجھے وہ ہر شخص اور اپنی سانسوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ آپ اپنے دوست سے کہنا وہ بے فکر ہو جائے، کیونکہ موسیٰ نے کوئی بھی

بات دل پر نہیں لی تھی۔ وہ اس سب کو اپنی غلطی تسلیم کر چکا ہے۔۔۔ لیکن میں "نہیں معاف کروں گی۔

:مانی خاموش رہا تو ایمان نے نم پلکیں اٹھا کر مانی کو دیکھا اور پھر سے کہنے لگی

ہاں، موسیٰ نام ہے اس کا اور وہ میرے لیے بالکل میرے بھائی اسماعیل جیسا ہی "ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ چہرے پر اداسی لیے وہاں سے چلی گئی۔

مانی کو جیسے تارے نظر آ گئے تھے، اس کا چہرہ اتر سا گیا اور آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر آئیں۔ مانی بہت شرمندہ تھا اور اسے اس حد تک افسوس ہو رہا تھا کہ اس کے آنسو اس کے گالوں سے ہوتے ہوئے زمین بوس ہونے لگے، مگر اسے معلوم تک نہ ہوا۔

وہ لڑکھڑاتے ہوئے اپنے قدم بڑھانے لگا اور اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، تو فوراً سے سیڑھیوں کے گرل کا سہارا لیے کھڑا ہو گیا۔

461 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(461)(ادھوراپن)

کرن ابھی مقدس کے کے کمرے سے باہر آرہی تھی،اس نے جب مانی کی خراب حالت دیکھی تو وہ اس کی طرف لپکی،اسے سہارا دیے لاؤنج تک لے گئی اور صوفے پر بٹھا کر خاور کو آواز دی:

"خاور انکل! جلدی سے پانی لے کر آئیں۔"

وہ پریشانی کے عالم میں اس کی ہتھیلیوں کی مالش کرتے ہوئے بڑبڑائی:

"ارے! مانی! کچھ بتاؤ گے بھی کیا ہوا؟"

آپا! مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔بس تھکاوٹ ہے نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے،" ابھی بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔آپ پلیز! پریشان مت ہوں۔باہر سب لوگ کتنے "خوش ہیں بلاوجہ ہنگامہ ہو جائے گا۔

کرن نے اس کی بات مان لی اور خاموشی سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔مانی نے اسے

پیار سے دیکھ کر کہا:

"آپا! آپ باہر چلیں میں کچھ دیر آرام کروں گا تو بہتر ہو جاؤں گا۔"

پھر اپنے بابا کے کمرے کی طرف چل پڑا کیونکہ اس کے کمرے میں ابھی مقدس

تھی اور ساتھ خدیجہ اور عافیہ بھی، تو وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کرن بھی اداس ہو کر لان کی طرف چل دی۔

دو گھنٹے بعد ہی کھانا بھی لگوا دیا گیا، جہاں مانی بھی بالکل ٹھیک حالت میں پہنچ گیا۔

★☆...☆★

صبح سات بجے کلثوم ہاتھ میں چائے کا مگ لیے دعا کے کمرے پر دستک دیتے

ہوئے اندر آ گئی:

گڈ مارننگ دعا!" پھر کلثوم نے اسے پریشان حال دیکھ کر پوچھا":

"کیا ہوا دعا! صبح صبح اتنی پریشان کیوں بیٹھی ہو؟"

دعا اپنے ہاتھ ملتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ کر بولی:

کچھ خاص نہیں، بس سوچ رہی ہوں کچھ عرصے میں، میں اور آپ امریکہ چلی"

"جائیں گی تو گھر والوں کی بہت یاد آئے گی۔

"ہاں، دعا! یہ تو ہے مگر یہ انتہائی فیصلہ بھی تمہارا اپنا ہے۔"

:وہ یک دم رنجیدہ ہو کر کلثوم کے سینے سے لگ کہنے لگی

اچھا، بھابی! باقی سب رہنے دیں، مجھے یہ بتائیں۔ آپ نے تو مجھے معاف کر دیا"

"ہے؟

کلثوم اسے اپنے روبرو کرتے ہوئے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی،

:پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولی

یار، دعا! تم پاگل تو نہیں ہو؟"

مجھے بھلا تم سے کیا شکایت ہو گی۔ میں نے تو بھری جوانی میں روٹھ جانے والے

شاہ ویر سے کبھی شکایت نہیں کی کہ وہ مجھے اس طرح بیچ راہ میں چھوڑ کر ہمیشہ

"کے لیے چلے گئے۔

اس کی سسکیاں بڑھنے لگی تھیں۔

:دعا بھی اس کی اداس حالت دیکھ کر اشک بار ہو گئی اور پوچھنے لگی

بھابی! جب آپ نے اتنا عرصہ صبر کیے رکھا تو پھر آج اس اداسی کی کیا وجہ؟"
آپ تو بہت بہادر رہیں اور اکیلی بالکل نہیں ہیں۔ آپ جانتی ہیں ناشاہ ویر بھائی
"آپ سے کتنا پیار کرتے تھے؟
:کلثوم نے کچھ ہمت کر کے خود کو سنبھالا، پھر کہنے لگی
معاف کرنا، دعا! میرا مقصد ہرگز تمہیں اداس کرنا نہیں تھا۔ بس تمہارے دکھ"
سن کر سب دفنائے گی ئے غم پھر سے جاگ اٹھتے ہیں۔



462 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(462)(ادھوراپن)

مجھے تمہارے بھائی سے کوئی شکوہ نہ تھا، نہ ہے اور نہ ہی کبھی ہو گا۔" کہہ کر اس

نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا:

"باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ ابھی یہ بتاؤ ناشتے میں تمہارے لیے کیا بناؤں؟"

دعا نے چائے کا ایک گھونٹ پیا، پھر الماری سے کچھ کتابیں نکالتے ہوئے مڑ کر

کہنے لگی:

"نہیں، بھابی! ابھی دل نہیں کر رہا۔ اور ویسے بھی آج گھر پر ہی ہوں تو تھوڑی

دیر تک باہر آتی ہوں۔"

کلثوم مسکراتے ہوئے وہیں صوفے پر بیٹھ کر دعا کو دیکھتے ہوئے بولی:

"ٹھیک ہے، دعا! تمہیں جو کام کرنا ہے نمٹا لو، پھر ہم ساتھ ناشتہ کر لیں گے۔"

دعا نے خوش نما انداز میں کہا:

"ٹھیک ہے، بھابی! جیسے آپ کو بہتر لگے۔"



"ارے، کرن! آٹھ بج رہے ہیں۔ زرا دیکھو مانی اور مقدس ابھی تک نہیں

آئے۔ ان لوگوں نے سب کے ساتھ سوات کے لیے نکلنا ہے۔"

خدیجہ نے ناشتہ لگواتے ہوئے دیوار پر لگی گھڑی پر وقت کا تعین کرتے ہوئے کرن سے کہا تھا۔

اس نے خاور کے ہاتھ سے چائے کی چینک وصول کرتے ہوئے کہا: "ماما! وہ دونوں تیار ہو کر آرہے ہیں، میں ابھی انہیں دیکھ کر آئی ہوں۔"

انہوں نے کرن کو اپنے پاس بلا کر آہستگی سے پوچھا:

"بیٹی! وہ سانول کا کچھ اتا پتہ؟"

"وہ کل سے مجھے کہیں بھی نظر نہیں آیا۔اتنا کام چور تو کبھی نہیں تھا۔

کرن نے حیرانی ظاہر کی اور ہاتھ سے سوالیہ انداز میں اشارہ کیا: "مجھے نہیں معلوم، ماما! میری خود اس سے پرسوں رات کے بعد کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔"

خدیجہ لان کی جانب بڑھتے ہوئے بولیں:

"اچھا! میں سب کو ناشتے کے لیے بلواتی ہوں، تم مانی لوگوں کو دیکھ لو۔"

اس نے "جی ماما" کہا اور کام پر لگ گئی۔

سب لوگ ناشتے کی میز پر موجود تھے، مانی کے والدین اور اس کے سسرال سے آئے مہمان بھی۔

بس کمی تھی تو سانول کی، جس کی منتظر مانی کے والدین کی نگاہیں باری باری داخلی راستے کی جانب دیکھے جارہی تھیں۔ مقدس اور مانی بھی وہاں آچکے تھے اور دونوں نے سلام کیا، پھر اپنی جگہوں پر بیٹھ گیٔے۔

جمال صاحب نے مسکراہٹ بھرے انداز میں دونوں بچوں کو سلام کا جواب دیا، پھر مانی کو مخاطب کر کے پوچھا:

"مانی بیٹا! وہ تمہارا دوست نظر نہیں آرہا؟ کچھ پتا ہے اس کا؟"

اس نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا:

463 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(463)(ادھوراپن)

"جی۔۔۔جی، بابا! معاف کیجیے گا۔اس نے مجھے کال کی تھی۔دراصل میرے

"کچھ دوست لندن سے آئے ہوئے تھے تو وہ رات انہیں کے ساتھ رکا ہے۔

:خدیجہ نے غصے سے اسے دیکھ کر کہا

"رات کی تو ٹھیک ہے، مگر وہ کل صبح سے اکھڑا اکھڑا سا تھا تو کہیں کچھ غلط نہ

ہو جائے خدانخواستہ۔اس لیے کتنی دفعہ کہا ہے کہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے بتا

"دیا کرو۔

مانی نے یقین دہانی کرائی کہ وہ کسی ضروری کام کی وجہ سے وہاں رک گیا ہو گا،

جبکہ وہ خود اس بات سے لاعلم تھا کہ سانول کہاں ہے۔

:بہر حال اس نے فٹافٹ ناشتہ کیا اور یہ کہہ کر گھر سے باہر جانے لگا

"ماما! آپ لوگ تیاری کر لیں، میں بس ایک گھنٹے میں واپس آیا۔اور سانول کو

"بھی ساتھ لیتا آؤں گا۔

:انہوں نے اجازت کے ساتھ کہا

"ہاں ضرور، مگر صرف ایک گھنٹہ ،اور ڈرائیور کو ساتھ لیتے جانا۔"

ایمان اور ثانیہ بھی ناشتہ کر کے اٹھ چکی تھیں۔ایمان اسے لیے لان میں ایک طرف پہنچ گئی، جہاں چھاؤں کے ساتھ ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔وہ ایریا گھر کے بائیں طرف ہونے کی وجہ سے سورج کی کرنوں سے محفوظ تھا۔

لان میں پہنچ کر وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ایمان چاروں اطراف کا جائزہ لینے کے بعد ثانیہ کے قریب ہو کر پوچھنے لگی:

"ثانیہ! یہ سانول کون ہے؟ تم جانتی ہو اسے؟"

یہ سن کر اسے تعجب ہوا، وہ کہنے لگی:

"ہاں، یار! اسے کون نہیں جانتا۔

"تم سچ میں اس سے ناواقف ہو؟

ثانیہ نے جواب کے ساتھ سوال بھی کیا تھا، پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی:

"یہ وہی سانول ہے جس نے موسیٰ کے لیے اپنی محبت قربان کر کے دعا سے لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔

جب ہم لوگ یعنی میں اور دعا مری میں رہتے تھے۔تب شاید کچھ عرصے کے

"لیے تم لوگ بھی وہاں جا بسے تھے؟۔۔۔۔۔

:ایمان نے یک دم ہامی بھری

ہاں، بالکل۔ ہم لوگ میری شادی کے بعد کچھ مہینے مری میں قیام کر چکے ہیں،"

"مگر مجھے سانول کے متعلق جاننا ہے۔

ثانیہ نے ایک لمحے کو خاموشی اختیار کیے رکھی، پھر اپنی بات وہیں سے شروع کی

: جہاں اسے ایمان نے ٹوکا تھا

ہاں، تو میں یہی بتا رہی ہوں کہ وہاں میں، آیت اور دعا، ہم تینوں میں کچھ جان"

پہچان ہو گئ تھی۔" کہہ کر وہ ماضی دہرانے لگی۔

بھلے ہی دعا ابھی کالج میں نہیں تھی، مگر میری کزن ہونے کے ناطے وہ بھی آیت

سے کافی قریب ہو گئ تھی۔

جب آیت ایک ماہ کے لیے ساحر کی کمپنی کی لگائی آرکیٹکٹ کی ورکشاپ میں

شمولیت کے لیے وہاں آئی تھی۔انہیں دنوں دعا لوگ بھی اسلام آباد اپنے نئے

گھر آ گئے تھے، مگر کیوں یہ تھوڑا ذاتی معاملہ ہے نہیں بتا پاؤں گی۔ ہاں، مگر میں بچپن سے ہی زیادہ تر دعا لوگوں کے ساتھ ہی رہی ہوں۔

اس وقت جب ہم دونوں نے اسلام آباد کے ایک کالج میں داخلہ لیا تو وہاں ہماری ملاقات سانول سے ہوئی تھی۔ اسی کی بدولت دعا نے کالج چھوڑنے کا فیصلہ واپس لے لیا تھا، مگر وہ اس فیصلے پر زیادہ وقت تک قائم نہ رہ سکی، کیونکہ سانول جانے انجانے میں دعا سے محبت کرنے لگا تھا۔ دعا اپنا دل سانول کے پرپوز کرنے سے قبل لاہور میں کسی اور پہ وار چکی تھی، اور سانول اس بات سے لاعلم تھا۔

464 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(464)(ادھوراپن)

جب دعانے بھری محفل میں سانول کی محبت کو ٹھکرایا تو وہ زخم اس کے لیے بہت گہرا ثابت ہوا تھا۔ مگر دونوں نے راہیں تب جدا کر لیں جب دعا نے اپنی پسند اور محبت کے متعلق اسے بتایا تھا۔ سانول کو جب یہ معلوم پڑا کہ وہ جس شخص سے محبت کی دعوے دار ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ اس کا جگری دوست موسیٰ ہے۔ تب اس نے بنا پیار کی لڑائی لڑے محبت کا میدان چھوڑ دیا تھا۔

اس کی بات مکمل ہوتے ہی ایمان حیران ہوئی، پھر اتاولے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی:

"کک۔۔۔ کیا؟ تم۔۔۔ تمہارا مطلب سانول میرے بھائی اور موسیٰ کا دوست۔۔۔ یعنی بچپن کا دوست ہے؟

اور آیت تو اسے جانتی بھی ہے۔" کہہ کر وہ گہری سوچوں میں گم صم ہو گئی، پھر اچانک سرد لہجے میں بولی:

"ثانیہ! تمہارے پاس اس کی کوئی تصویر ہے؟ میرا مطلب مجھے ابھی اسے دیکھنا ہے۔"

:ثانیہ نے جواباً صرف اتنا کہا

"وہ اسی گھر میں مانی کے ساتھ رہتا ہے اور مانی کا اچھا دوست ہے۔"

ایمان کے چہرے کا رنگ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا۔ اور اس کی دلی کیفیت اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

ثانیہ نے اس کی حالت کے پیش نظر کچھ بھی مزید کہے بنا اپنے موبائل میں سانول کی تصویر کھول کر موبائل اسے پیش کر دیا۔

ایمان نے لرزتے ہوئے ہاتھوں میں موبائل لیا اور تصویر بغور دیکھنے لگی۔ جب اسے حقیقت معلوم ہوئی تو اس کا چہرہ غصے سے لال ہونے لگا۔ اور وہ آنکھیں پھاڑے اس انداز میں تصویر دیکھ رہی تھی، جیسے وہ ابھی سانول کی جان نکال لے گی۔

:ثانیہ نے اس کا بازو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا

!ہوش میں آؤ ایمان"

کیا ہوا سب خیریت تو ہے؟ اتنا غصہ کس بات کا ہے؟ کیا تم اسے پہلے سے جانتی تھی؟ "

ایمان نے دانت بھینچتے ہوئے گردن ہاں میں ہلائی اور عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی، پھر انگلیاں بند مٹھی میں دباتے ہوئے چلا اٹھی:

"یہ۔۔۔یہ گھٹیا شخص موسیٰ اور اسماعیل کا دوست نہیں ہو سکتا۔"

پھر اس نے موبائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزید غصے کا اظہار کیا:

"اس گھٹیا شخص نے ہمارے موسیٰ کو اپنی انا، خود غرضی اور تکبر میں بلاوجہ تھپڑ مارا ہے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور موبائل ثانیہ کو تھما کر پھر سے پوچھنے لگی:

"کہاں ہے یہ گھٹیا انسان؟

زرا میں اس کے اندر کے فرعون کو سب کے سامنے عیاں تو کروں۔ بارات والے دن تو میں موسیٰ کے کہنے پر رک گئی تھی، مگر اب نہیں۔" وہ یہ بڑبڑاتے ہوئے بدلے کی آگ سینے میں جلائے اندر کی طرف جانے لگی۔

ثانیہ نے پیچھے سے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا:

465 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(465)(ادھوراپن)

"نہیں، ایمان! تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ سانول ایسا کر تو کیا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور وہ موسیٰ کو یا موسیٰ اسے جانتا تک نہیں۔ میرا مطلب وہ کبھی روبرو ہی نہیں ہوئے تو ایک دوسرے کو پہچان کیسے سکتے ہیں۔ ایمان! جو انسان اپنے دوست کے لیے اپنی محبت قربان کر سکتا ہے وہ بھلا اس پہ ہاتھ کیسے اٹھائے گا؟"

ایمان اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے اپنا منہ پھلائے کچھ قدم آگے بڑھی اور گیراج کے پاس رک گئی۔

ابھی کچھ ہی پل گزرے تھے کہ گیٹ کھلا، اگلے ہی لمحے ایک عمدہ قسم کی گاڑی گیراج میں آکر ایمان کے سامنے رکی۔ مانی نے گاڑی سے اتر کر اپنے ساتھ آئے سانول کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

وہ ایمان کو سلام کر کے اندر جا چکا تھا۔

سانول جیسے ہی گاڑی سے اترا وہ ایمان کو سامنے دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔اس نے اپنے معصوم، مگر خوبصورت چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھا، جو پسینے سے تر ہو چکا تھا۔

اس نے ایمان کے قریب ہوتے ہوئے کچھ کہنے کی زحمت کی، مگر وہ کچھ بول پاتا۔۔۔اس سے قبل ہی ایمان نے نفرت بھرے انداز میں اسے گھورتے ہوئے ایک زناٹے دار تھپڑ اسے رسید کر دیا۔ جس کی بدولت سانول کے گالوں پر چار انگلیوں کے نشان چھپ چکے تھے۔

یہ دیکھ کر ثانیہ کے تو قدموں تلے سے زمین ہی کھسک گئی،اس نے اپنے اندر سے اٹھتی ہوئی چیخ کو اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر دبا دیا، پھر سانول کی جانب لپکی۔

سانول قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے بولا:

"شاید، پچھر دیکھ لیا تھا انہوں نے۔"

ثانیہ نے اظہار افسوس کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لان میں لگی کرسیوں تک لے جا کر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

اس نے ایک پانی کا گلاس سانول کو پیش کیا اور ایک تصویر نکال کر اسے دکھا کر پوچھنے لگی:

"کیا تم جانتے ہو بارات میں یہ ماسک پہن کر کام کر رہا شخص کون تھا؟"

اس نے گلاس اٹھایا اور منہ کے نزدیک لے جا کر روکتے ہوئے بولا: "ہاں، جانتا ہوں۔ یہ آیت لوگوں کے گھر کا ملازم ہے۔"

تب ثانیہ کا لگایا اندازہ درست نکلا کہ سانول نے واقعی اسے ملازم سمجھ کر ہی ٹھپڑ مارا ہو گا۔

ثانیہ نے گردن نفی میں ہلائی:

"بالکل نہیں۔ یہ شخص اس گھر کا ملازم نہیں بلکہ تمہارے بچپن کا دوست موسیٰ ہے۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(466)(ادھوراپن)

سانول نے جب یہ سناتواس کی سانسیں تھم سی گئیں۔اسے اپنے آپ پر اس شدت کا غصہ آنے لگا تھا کہ اس نے غصے میں اپناہاتھ زور سے بند کیا، تواس کے ہاتھ میں موجود کانچ کا گلاس ٹکڑے ٹکڑے ہو کراس کے ہاتھ میں پیوست ہو گیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھااور بغور اپنا موسیٰ پہ اٹھنے والا ہاتھ دیکھنے لگا، پھر پوری طاقت سے ہاتھ اپنے سامنے موجود شیشے کی میز پر دے مارا۔ جس سے وہ مزید زخمی ہو گیا۔

ثانیہ خوف زدہ ہو گئی، مگر ہمت کر کے اس نے سانول کو پکڑااور چیخ چیخ کرمانی کو پکارنے لگی۔

سانول اپنے حواس پر قابو کھو چکا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:

مجھے کوئی حق نہیں رہا جینے کا، میں نے وہ گناہ کر دیا ہے جس کی کوئی معافی نہیں "

"ہے۔میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔

گیٹ میں موجود چوکیدار اور گارڈز بھی موقع پر پہنچ گئے اور سانول کو سنبھال

لیا، جبکہ ثانیہ اپنے ساتھ مانی اور فرسٹ ایڈ باکس لیے باہر کی جانب لپکی۔

مانی نے جب سانول کی بری حالت دیکھی (جو نیم بے ہوشی کی حالت میں کچھ

بڑبڑا رہا تھا) گارڈز کے ساتھ مل کر اسے گاڑی میں بٹھا دیا۔چوکیدار گیٹ کھولنے

کے لیے آگے بڑھ گیا۔

اس سے پہلے کہ اندر سے سب لوگ باہر آتے مانی اور ثانیہ اسے لیے ہسپتال روانہ

ہو گئے تھے۔

کچھ ہی دیر میں مانی کے گھر والے اور ایمان بھی ہسپتال پہنچ گئے۔مانی کافی

:پریشان بیٹھا تھا، جب ایمان اس کے پاس جا کر پوچھنے لگی

"منان! سب خیریت تو ہے؟ڈاکٹرز نے کیا کہا ہے؟"

:اس نے ایمان کی جانب دیکھا اور اٹھ کر بولا

خدارا میرے دوست کو معاف کر دیں، انجانے میں وہ بہت بڑی غلطی کر بیٹھا" ہے۔ جو ہم تو بھول سکتے ہیں، لیکن وہ نہیں شاید۔" ایمان نے لہجے میں اداسی لیے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

مم۔۔۔ معاف کرنا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ سانول اتنا جذباتی ہو سکتا ہے۔" نہیں تو میں کبھی اس پہ یوں ہاتھ نہ اٹھاتی۔

"اچھا بتاؤ اب کیسی حالت ہے اس کی؟

مانی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے رنجیدگی سے بولا:

ابھی وہ بے ہوش ہے، خون بہت زیادہ بہنے اور گہرے زخموں کی وجہ سے" "تکلیف میں تھا، اس لیے اب دعاء کریں سب خیر سے ہو جائے، آمین۔

مانی کے والدین اور سانول کی والدہ بھی اس کے پاس موجود تھے۔ وہ سانول کے لیے کافی پریشان بھی تھے۔

مانی نے انہیں یہ تسلی دے کر گھر کے لیے روانہ کر دیا تھا کہ:

وہ ابھی کچھ ہی دیر میں سانول کو گھر لے آئے گا، اسے کچھ بھی نہیں ہے۔اور"
ویسے بھی گھر میں مہمانوں کا آنا جانا رہے گا تو کافی مشکل ہو گا مقدس کے لیے
"بھی۔

467 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(467)(ادھورا پن)

:ایمان اور ثانیہ نے بھی سانول کی والدہ کو تسلی دی، پھر ایمان نے کہا
آنٹی! آپ بے فکر ہو جائیں آپ کے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا۔ہم تینوں یہیں اس"
کے ساتھ ہوں گے اور ابھی اسے لے کر گھر آجائیں گے۔" جمال صاحب نے
سانول کی ماما اور اپنی بیگم کو ساتھ لیا اور گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔

مانی نے کچھ ہمت کی اور 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر اپنے ساتھ موجود ایمان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا:

"بھابی! میں نہیں جانتا آپ کو ٹھیک لگے گا یا نہیں۔ لیکن کیا آپ میری ایک گزارش قبول فرمائیں گیں؟"

اس نے مسکرا کر مانی کو دیکھا:

"ہاں، ضرور سنو گی، مجھے برا نہیں لگے گا۔"

اس نے ایمان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التجا کی:

"بس ایک التجا ہے آپ سے۔ آپ ایک دفعہ سانول اور موسیٰ کو ملوا دیں۔ مجھے نہیں پتا یہ سب کیا اور کیوں ہو رہا ہے۔ مگر اب مجھ سے ان دوستوں کی دوریاں دیکھی نہیں جا رہیں۔ سانول نے بہت کوشش کی ہمیشہ ہی سے کہ وہ موسیٰ اور اسماعیل سے ملاقات کر پائے، مگر قسمت اور وقت نے ہر دفعہ ناانصافی کی ہے اس سے۔ اب آپ ہی یہ دوریاں دور کر سکتی ہیں۔ نہ جانے کون سی ایسی مجبوری یا بات تھی جو ان تینوں نے علیحدگی اختیار کیے رکھی۔" اس کی بات مکمل ہوتے ہی ایمان کہنے لگی:

"مجھے منظور ہے۔ بس ایک ہفتہ مزید صبر کر لو۔ میں جیسے ہی لاہور اپنے گھر جاؤں گی تو موسیٰ سے بات کر کے مقدس کو بتا دوں گی، پھر تم سانول کو لیے لاہور آ جانا۔ مجھے معلوم ہے اس دوستی میں دوریوں کی وجہ محبت ہے یا پھر حد سے زیادہ عشق ہے۔ جس نے دونوں دوستوں کو نہ محبت کے قابل چھوڑا، نہ جینے کے اور نہ دوستی نبھانے کے۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے بھابی۔" کہہ کر مانی نے اس سے اجازت طلب کی اور ڈاکٹر سے ملنے جانے لگا۔

چند لمحات ہی گزرے تھے کہ وہ خوشی خوشی واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا:

"اللہ کا شکر ہے سانول کو ہوش آ گیا ہے۔ اب کچھ ہی دیر میں ہم اس سے مل بھی سکتے ہیں اور اسے گھر بھی لے جا سکتے ہیں۔"

دوپہر کے دو بجے تھے جب وہ لوگ سانول کو لیے گھر پہنچے۔ سانول کے آتے ہی اسے سینے سے لگا کر اس کا ماتھا چومتے ہوئے خدیجہ پوچھنے لگیں:

"بیٹا! یہ کیا حرکت کی آپ نے؟ کیا کوئی اتنا غصہ بھی کر سکتا ہے؟ اور آپ کو ہم میں سے کسی کا خیال نہیں آیا تھا؟"

سانول اداس، بلکہ خاموش رہا تھا۔

:نرگس نے اپنے بیٹے کو خوب پیار کیا اور پوچھنے لگیں

"یہ سب کچھ کیا تھا؟ کیا تمہیں اپنی ماں کی یاد نہیں آئی کہ تمہیں اتنی تکلیف میں

"دیکھ کر میرے دل پہ کیا گزرے گی؟

:انہوں نے رنجیدگی سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا

"میرا کلیجہ پھٹنے کو تھا تمہارے زخموں سے رستا خون دیکھ کر، مگر تمہیں کسی کی

"پرواہ ہی کہاں ہے۔

اس نے ماما کو سینے سے لگا لیا۔ اور درد بھرے لہجے میں ان سے معافی مانگتے ہوئے

"یہ یقین دہانی کرائی کہ "آئندہ خیال رکھوں گا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(468)(ادھوراپن)

:جمال صاحب نے اپنے دونوں بچوں کو مخاطب کر کے کہا

بیٹے! تم لوگ سانول کو کمرے میں چھوڑ آؤ۔ کرن بیٹی! آپ وہیں اس کے" پاس رک جانا اور مانی کو جلدی سے واپس بھیج دینا تاکہ وہ سوات جانے کی تیاری "کر سکے۔

:اس پر شاہد صاحب کہنے لگے

جمال! اگر مانی اور مقدس رکنا چاہیں تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں، وہ کل" "آجائیں۔

:ہادی نے بھی اپنے بابا کی ہاں میں ہاں ملائی

جی انکل! بابا بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ابھی ویسے بھی مانی کی ضرورت اس" "کے دوست کو پڑ سکتی ہے۔

:نرگس اس کی بات پر زیر لب مسکرا دیں اور کہا

نہیں، بیٹا! ہم سب اس کے لیے یہاں موجود ہیں تو مانی کار کنا بالکل نہیں بنتا۔" اور ہماری مقدس بیٹی کو بھی پورا حق ہے، وہ آج ہی اپنے میکے جائے۔ جیسے باقی "لڑکیاں شادی کے اگلے روز اپنے میکے جاتی ہیں۔

خدیجہ نے بھی اپنی سہیلی کی ہاں میں ہاں ملائی جس پر سب نے اتفاق کیا۔ کچھ ہی دیر میں مانی، مقدس، اس کے والدین کچھ عزیزوں سمیت سوات کے لیے روانہ ہو گیے۔



رات کے قریب آٹھ، ساڑھے آٹھ بجے مانی لوگ سوات مقدس کے گھر پہنچے تھے۔ رات کے کھانے کی تیاری مکمل تھی، جو مہمانوں کے آتے ہی سرو کر دیا گیا۔

کھانے کے بعد سب گھر والے لان میں مل بیٹھے اور کافی دیر تک خوب گپ شپ ہوتی رہی۔

شاہد صاحب اور حامد صاحب نے بچوں سے اجازت طلب کی اور شور و غل سے تھوڑی دور دونوں دوست بیٹھ گیے۔

طویل خاموشی کے بعد حامد صاحب نے اپنے دوست کو متوجہ کیا: "یار، شاہد! خدا کے فضل سے شادی تو ہو گئی ہے اب بس ہمیں بھی گھر چلے جانا چاہیے۔ میں نے صبح کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور اگر اجازت ہو تو ہم عائشہ کو بھی کچھ روز کے لیے اپنے ساتھ گھر لے جانا چاہیں گے۔

تم تو جانتے ہو وہ ہم سے کتنا دور رہی تھی پچھلے دو سال؟" انہوں نے جیسے اپنے دوست کو کچھ یاد دہانی کرائی تھی۔

:شاہد صاحب مسکراتے ہوئے بولے

یار! اس سب کے لیے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ اور میں تم لوگوں کی" مجبوری بھی سمجھتا ہوں، اس لیے میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ ہاں، مگر تمہارا شکریہ ضرور ادا کروں گا، جو تم نے اتنے مشکل حالات کے باوجود میری بیٹی کی "خوشیوں میں شرکت کی۔ اور میرا ہر قدم پر ساتھ نبھایا۔

:حامد صاحب نے انہیں سینے سے لگا لیا اور بولے

اب تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو اور مقدس بھی میری بیٹیوں جیسی ہے۔ اس کی" خوشیوں میں شرکت کرنا میرا فرض تھا۔" دونوں دوست کافی دیر لان میں بیٹھے

گپ شپ کرتے رہے، جبکہ بچہ پارٹی شاید جا چکی تھی۔ کیونکہ شوروغل کی آوازیں سماعتوں سے ٹکرانا بند ہو چکی تھیں۔



469 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(469)(ادھوراپن)

اگلے روز صبح سویرے موسیٰ کے گھر والے لاہور جانے کے لیے تیار تھے۔

عائشہ نے گھر کی تمام تر ذمہ داریاں ایمان کو سونپی اور کہا: "ایمان! میں جلدی واپس آجاؤں گی جب تک تمام گھر والوں کا خیال تمہیں ہی رکھنا ہو گا۔ ایمان!

مجھے معاف کرنا، مگر میرا موسیٰ کے ساتھ کچھ دن گزارنے بے حد ضروری ہیں۔

"کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ اب وہ مجھ سے مزید بیزار ہو اور کچھ نیا کر بیٹھے۔

اس نے عائشہ کا سامان گاڑی میں رکھتے ہوئے صرف اتنا کہا: "عائشہ! میں جانتی ہوں تمہارا وہاں جانا کتنا ضروری ہے۔ اور اگر میری مجبوری نہ ہوتی تو میں بھی اپنے گھر آپ لوگوں کے ساتھ ہی جانا چاہتی تھی۔ مگر آج یا پھر کل آیت بھی اپنے گھر چلی جائے گی اور مقدس لوگ بھی، تو ماما، بابا بالکل اکیلے ہو جائیں گے۔ آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ موسیٰ کو وقت دیں اور اس کا اچھے سے خیال رکھیے گا۔"

عائشہ کے ساس، سسر نے اسے خوشی خوشی نیک خواہشات کے سائے تلے رخصت کیا۔

موسیٰ اپنے والدین، عائشہ اور چھوٹے بہن، بھائی سمیت صبح چھ بجے سوات سے بائے روڈ لاہور کے لیے روانہ ہوا۔

دوپہر ڈیڑھ بجے وہ لوگ اپنے گھر لاہور پہنچ گئے تھے۔

شام کی چائے پر سب گھر والے ایک ساتھ موجود تھے۔ عائشہ نے ڈیڈ کو متوجہ کر کے کہا:

"ڈیڈ! اب آپ کے ذمے بس ایک آخری کام ہے جو آپ نے کل ہی ہر صورت نمٹانا ہے۔ بھلے کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کل ہی دعا کے گھر جائیں گے، اس کے والدین سے اپنے کیے پر معافی مانگ لیجیے گا اور ساتھ ہی ایک کوشش موسیٰ کے رشتے کے لیے کیجیے گا۔" کہہ کر سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔

وہ پریشانی کے عالم میں بولے:

"ہاں، بیٹی! دل تو میرا ابھی یہی کہہ رہا ہے، لیکن میں اکیلے کیسے دعا اور اس کے والدین کا سامنا کر پاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں موسیٰ بھی میرے ساتھ جائے تاکہ میں ان کا سامنا کرنے کی کچھ ہمت جٹا سکوں۔ اور موسیٰ کے تحفظات بھی دور ہو جائیں۔"

عائشہ نے غصہ ظاہر کیا اور کچھ دور بیٹھے موسیٰ کو اچھی طرح سے جانچ کر بولی:

"ہر گز نہیں، ڈیڈ! میں ہر گز موسیٰ کو اس بے وفا، مکار اور انا پرست لڑکی کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔ مانتی ہوں ہم سب نے بہت بڑی غلطی کی تھی، مگر اس سب میں موسیٰ قصوروار بالکل نہیں تھا۔ جس قدر محبت موسیٰ نے اس بے وفا سے کی ہے، تو اسے بالکل حق نہیں تھا کہ وہ میرے بھائی پر الزام تراشی کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھتی۔ ڈیڈ! پیار اس نے بھی کیا تھا، پھر اس کا بھی فرض بنتا تھا کہ وہ محبت میں جھوٹا ہی سہی لیکن محبت کا مان ہی رکھ لیتی۔"

عائشہ سنجیدگی کے ساتھ ساتھ بے حد رنجیدہ بھی تھی۔

470 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(470)(ادھوراپن)

حامد صاحب نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا، پھر اس کے قریب ہو کر کہنے لگے:

"عائشہ! میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ مگر بیٹی! میں چاہتا ہوں میرے گناہوں کی مزید سزا میرے موسیٰ کو نہ کاٹنی پڑے۔

موسیٰ اور دعا آمنے سامنے ہوں گے تو ہی دونوں ایک دوسرے کو سمجھ پائیں گے۔اور دونوں کے بیچ جو کچھ بھی غلط ہوا تھا ہم مل کر اس کا حل تلاش کریں گے۔"

عائشہ منہ بسورے کھڑی رہی۔

موسیٰ بھی ان کے قریب تھا۔وہ چائے کا مگ میز پر چھوڑتے ہوئے عائشہ کے قریب ہو کر کہنے لگا:

"دیکھیں، آپی! میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ دعا سے مل کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ لوں، تاکہ میرے دل کو سکون مل جائے اور میں آزاد فضاؤں میں سانس لے سکوں۔آپی! میں آپ کے تحفظات سے بخوبی واقف ہوں، مگر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ دعا کی ناراضی حق پر ہے۔جو کچھ وہاں ہوا

تھااس سب میں قصور میرا ہی تھا، جس انداز میں مجھے اس کے گھر پر پیش کیا گیا تھا۔" یہ اس نے اپنے ڈیڈ کو دیکھ کر کہا تھا۔

: طویل خاموشی ہر سو چھا گئی جو موسیٰ نے توڑی

آپی! میں وعدہ کرتا ہوں یہ میری دعا سے آخری ملاقات ہو گی، میں آپ کا" "احسان مند رہوں گا اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو۔

عائشہ خاموش بت بنی کھڑی رہی۔ موسیٰ اپنی معصوم سی صورت لیے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا، پھر کچھ دیر بعد چلا گیا۔ عافیہ نے گم صم عائشہ کے شانے کو : تھپتھپاتے ہوئے کہا

عائشہ! جو کچھ تم سوچ رہی ہو اس کا اندازہ مجھے بھی ہے، لیکن اگر موسیٰ اپنے" دل میں یونہی معافی کی طلب لیے خود سے لڑتا رہے گا، تو یہ ہم سب کے لیے مشکل اور پریشانی کا سبب بنا رہے گا۔ اس لیے، بیٹی! تم میرے کہنے پر اسے جانے "دو، ہو سکتا ہے وہ دوبارہ زندگی جینے کا خواہش مند ہو جائے۔

عائشہ نے داخلی دروازے کی جانب بغور دیکھا جہاں موسیٰ کی تصویر آویزاں تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور کہنے لگی :

اچھا، موم! اگر آپ کہتی ہیں تو میں مان لیتی ہوں۔ مگر آپ اس بات کا یقین دلا"
سکتی ہیں کہ میرا موسیٰ، میرا بھائی پہلے جیسا خوش مزاج، خوش طبیعت اور ناز
نخرے لے کر لوٹے گا؟

مجھے موسیٰ کو یوں خاموش اور دکھی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے، میرے دل و دماغ
"میں طرح طرح کے عجیب و غریب خیالات اٹھتے ہیں۔۔۔

:موم نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

عائشہ! میں تمہیں کسی بھی قسم کی جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتی، مگر تم خود سوچو۔"
اگر ہم موسیٰ کی خواہشات کا خیال نہیں رکھیں گے، تو کیا اسے واپس پا سکیں
:گے؟" پھر خود ہی کہنے لگیں

اب ہمیں بڑے دل سے فیصلے کرنے ہوں گے اور ویسے بھی وہ اکیلا نہیں"

"تمہارے ڈیڈ اس کے ساتھ جا رہے ہیں۔

:عائشہ گہری سوچوں میں پڑ گئی، پھر یک دم ڈیڈ کی جانب پلٹ کر پوچھنے لگی

ڈیڈ! آپ کیا کہتے ہیں؟ مجھے موسیٰ کی بات مان لینی چاہیے؟" انہوں نے پلکیں"
:جھکائے صرف اتنا کہا

مجھے کچھ معلوم نہیں، جو تم لوگوں کو بہتر لگے۔ مگر میں اکیلا وہاں نہیں جا پاؤں "
"گا۔

471 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(471)(ادھوراپن)

:عائشہ وہیں لاؤنج میں ٹہلنے لگی اور پھر کافی دیر کے بعد اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا

موم، ڈیڈ! مجھے منظور ہے، لیکن یہ فیصلہ میں اپنی خوشی سے نہیں بلکہ صرف "
موسیٰ کی محبت میں کر رہی ہوں۔ کیونکہ مجھے اس کی خوشی سے بڑھ کر کچھ بھی
عزیز نہیں ہے۔



اگلی صبح کلثوم اس کے کمرے میں گئی، جب دعا کو کمرے میں نہ پایا تو کافی پریشان ہو گئی۔

اس نے ایک ادنیٰ سی کوشش میں پورا کمرہ چھان مارا، مگر وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی۔اور وقت ابھی نماز فجر کے بعد رات کی سیاہی میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے کا تھا۔

اس وقت دعا کو جائے نماز پر یا بستر میں ہونا چاہیے۔۔۔اس سوچ کے ساتھ کلثوم کچھ دیر وہیں رکی رہی، پھر پریشانی کے عالم میں باہر لان میں پہنچ گئی۔جہاں دعا کو ٹہلتا دیکھ کر اس نے سکھ کی سانس لی، پھر اس کے ساتھ چہل قدمی میں شامل ہوتے ہوئے سلام کیا۔

دعا نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا، پھر بولی:

"بھابی! آپ اتنی جلدی کیوں باہر آگئیں؟"

وہ دعا کو ساتھ لیے کرسی پر بیٹھ کر کہنے لگی:

"تم سب باتیں چھوڑو اور مجھے بتاؤ۔آج صبح صبح تمہارے چہرے کا رنگ موسم کی طرح بدلا بدلا کیوں لگ رہا ہے؟ کچھ بات ہوئی ہے یا کوئی پریشانی ہوئی ہے؟"

اس نے یک دم اپنے چہرے کے تاثرات بدلنے کی کوشش کی،اور جھوٹ موٹ کی مسکان چہرے پر کھلاتے ہوئے اپنی چوری پکڑے جانے پر کلثوم کی بات بدلنے لگی:

بھابی! آپ نے مجھے بتایا نہیں میرا جوڑا کیسا لگ رہا ہے؟"

"آپ کو یاد ہے یہ جوڑا مجھے آپ نے میری سالگرہ پر تحفے میں دیا تھا؟

کلثوم چپ چپیتی بیٹھی اس کا چہرہ دیکھتی رہی اور کچھ پل کی خاموشی کے بعد کہا:

دیکھو، دعا! تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو اور تم جانتی ہو یہ صرف تمہیں لگتا ہے کہ " تم مجھ سے کچھ چھپا سکتی ہو، مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ آج تمہاری گہری لال آنکھیں، اترا ہوا چہرہ اور تمہارا لہجہ مل نہیں رہے۔ دعا! تم نے ضرور کوئی برا "خواب دیکھا ہے، جس سے تمہاری نیند چھن گئی ہو۔

دعا کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا، وہ کلثوم کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی:

ہاں، بھابی! آپ ہمیشہ میری چوری پکڑ لیتی ہیں اور میری آنکھوں میں جھانک " کر سچائی کا پتا لگا لیتی ہیں۔ مگر میرے دل کی گہرائی سے کوئی بھی واقف نہیں

ہے۔آپ نے بالکل درست کہا تھا۔میں نے بہت ہی براخواب دیکھا ہے، مگر وہ خواب میں صرف وصرف کسی عالم کو سنانا چاہتی ہوں۔

آپ تو جانتی ہیں اپنے خواب ہر کسی سے نہیں بانٹنے چاہئیں؟



472 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(472)(ادھوراپن)

"کیونکہ خوابوں کی تعبیر تو لفظوں کی غلام ہوتی ہے اور غلام حکم کے تابع۔

کلثوم نے اسے بغور دیکھا اور اس کا ماتھا چوم کر کہنے لگی:

میری جان! تم پریشان مت ہو۔میں تمہیں مجبور نہیں کر رہی خواب سنانے کے لیے، بلکہ میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی۔اس لیے وجہ پوچھ لی۔"

چلو دو رکعت نفلِ حاجت ادا کر کے اپنے رب سے بہتری کی دعاء مانگو، اکثر دعاؤں سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ جب دو پہر میں مولانا صاحب آجائیں تو ان سے بھی مل لینا۔" کہہ کر ایک پل کے لیے اس نے کچھ سوچا، پھر سرد لہجے میں بولی:

لیکن، دعا! مولانا صاحب تو یہاں نہیں ہیں، تمہیں یاد ہے وہ اس دن کھانے" "کے لیے منع کر رہے تھے۔

دعا نے ناامیدی کی سی کیفیت میں اسے دیکھا اور پھر سے اداس ہو گئی۔

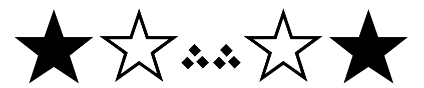
کلثوم اسے لیے اندر جانے لگی اور کمرے تک کی راہداری پر اس نے کہا:

دیکھو تم پریشان مت ہو۔ ہم اور کہیں بھی مولانا صاحب سے مل لیں گے، مگر" دوپہر کا انتظار کرنا ہو گا۔

تمہیں یاد ہے، دعا! وہ درس گاہ جہاں سے ہم نے حمزہ کے لیے تعویز لائے تھے، جب وہ بہت بیمار رہنے لگا تھا؟

ہم وہیں جائیں گے۔ آج جمعرات ہے اور وہاں ہر جمعرات مولانا صاحب نماز "ظہر کے بعد بیٹھتے ہیں۔

دعانے اپنی گردن ہاں میں ہلائی اور جائے نماز بچھا کر نوافل ادا کرنے لگی۔



:عائشہ نے موسیٰ کے کمرے پر دستک دی اور کہنے لگی

"موسیٰ! ڈیڈ کہہ رہے ہیں جلدی سے تیار ہو کر نیچے آجاؤ۔ناشتہ بھی تیار ہے۔"

:موسیٰ قرآن پاک ہاتھ میں لیے دروازے میں آیا اور مسکرا کر بولا

"جی، آپی! میں آجاتا ہوں، مگر تیاری کہاں کی؟"

:عائشہ حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہنے لگی

ماشاءاللہ! کتنی اچھی عادت ہے نا رب کا کلام پڑھنا۔اور ہاں، تم ڈیڈ کے ساتھ"

"دعا کے گھر جا رہے ہو۔

:اس نے معصومیت سے پوچھا

"تو کیا، آپی! آپ نے اجازت دے دی ہے مجھے جانے کی؟"

ہاں، موسیٰ! کیونکہ یہ تم چاہتے تھے۔اس لیے جلدی سے تیار ہو کر آجاؤ۔"""

کہہ کر عائشہ نے نیچے کی راہ لی اور موسیٰ تیاری کرنے لگا۔وہ اچھا سا لباس زیب

تن کیے آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بغور خود کو دیکھنے لگا۔

آج بہت عرصے کے بعد اس نے خود کو سنوارا تھا۔ اچھے سے سنورنے کے بعد اس نے ڈریسنگ کا دراز کھولا اور ایک رقعہ نکال کر حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر پیار سے سینے سے لگا کر اداس ہو گیا۔



473 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(473)(ادھورا پن)

کافی دیر گزرنے پر بھی موسیٰ تیار ہو کر نیچے نہیں آیا، تو حامد صاحب نے پھر سے عائشہ کو اسے بلا کر لانے کو کہا۔

عائشہ کے وہاں پہنچتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکل چکا تھا۔ جب عائشہ کی نظر اس پر پڑی تو وہ موسیٰ کو دیکھتی ہی رہ گئی۔

آج تو وہ بالکل کسی محل کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔

:عائشہ نے مسکرا کر کہا

"ماشاءاللہ، اللہ پاک نظر بد سے بچائے، آمین۔"

اس نے موسیٰ کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا، پھر اس کی نظر اتار کر کچھ روپے گھر کے

:ملازم کو دے کر بولی

یہ کہیں صدقہ کے طور پر دے آئیں۔ "پھر وہ موسیٰ کو لیے نیچے آ گئی۔"

حامد صاحب اور عافیہ نے جب اپنے بیٹے کو یوں تیار دیکھا، تو دونوں یک دم ایک

:دوجے کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر ایک ساتھ کہا

"ماشاءاللہ! آج واقعی میں چاند زمین پر اتر آیا ہے۔"

:حامد صاحب نے کہا

خدا کرے میرا بیٹا یونہی صدا خوش اور سلامت رہے، آمین۔ "موسیٰ نے"

:موم، ڈیڈ کو سلام کر کے، ڈیڈ سے پوچھا

"اچھا، ڈیڈ! اب تیاری ہو گئی ہے تو چلیں؟"

حامد صاحب کے کچھ کہنے سے پہلے عائشہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے سخت لہجے میں کہا:

"آج بڑے اتاولے ہو رہے ہو۔ لگتا ہے اپنے ریتی رواج بھول چکے ہو؟"

موسیٰ یک دم اس کی جانب پلٹا:

آپی! اب ایسے کون سے ریتی رواج ہیں جو مجھے یاد نہیں؟" عائشہ نے آنکھیں" پھیر کر ناشتے سے سجی میز کو دیکھتے ہوئے پھر سے کہا:

یہ ریتی رواج! جو تمہارے ہی بنائے ہوئے ہیں کہ کوئی بھی گھر سے باہر ناشتہ" "کیے بنا ایک قدم بھی نہیں رکھے گا۔ سنا ہے اب شگن ہوتا ہے۔

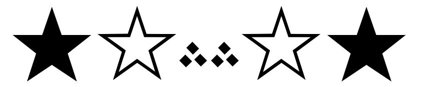
اس نے قہقہہ لگا کر اپنے سر پر ہاتھ مارا:

اف۔۔۔ آپی! یہ کبھی غلطی سے کہہ دیا ہوگا میں نے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔" اور ابھی ویسے بھی ہم کافی دیر کر چکے ہیں۔ آٹھ بج رہے ہیں اور ہمیں شام سے پہلے واپس گھر بھی پہنچنا ہے۔

"کیوں ڈیڈ؟

اس نے ڈیڈ کی طرف نگاہیں دوڑا کر پوچھا تھا۔

انہوں نے ہامی بھری اور پھر اپنے لاڈلے کو لیے اسلام آباد کے لیے روانہ ہو گی ئے۔



دعا جو کافی دیر سے سہمی ہوئی جائے نماز پر پڑی تھی، اپنے کمرے سے نکل کر کلثوم کو پکارتے ہوئے کچن میں آ نپہنچی۔ جہاں وہ نوشی کے ساتھ مل کر ناشتہ بنا رہی تھی۔

اس نے جب دعا کو یوں اچانک اپنے پاس پایا تو اسے لیے لاؤنج میں آ گئی، پھر اسے صوفے پر بٹھا کر پوچھنے لگی:

"ہاں، دعا! کیا ہوا؟! اتنی جلدی میں کیوں ہو سب خیریت تو ہے؟"

(باسط بن مظہر راجپوت)(474)(ادھوراپن)

دعا مسکرائی اور آنکھوں میں ایک عجیب سی حسرت لیے کلثوم کو گھورنے لگی۔

:کلثوم نے ایک پل کی خاموشی کے بعد پوچھا

"جلدی بتاؤ کیا چاہیے ؟ مجھے لگتا ہے کوئی فرمائش کرنا چاہ رہی ہو ؟"

:اس نے گردن ہاں میں ہلائی

بھابی ! مجھے ابھی اور اسی وقت مری کے لیے نکلنا ہے، بہت ضروری کام سے۔" میں ڈرائیور کے ساتھ جاؤں گی اور دوپہر سے پہلے واپس آجاؤں گی، پھر ہمیں "درس گاہ بھی جانا ہے۔

:کلثوم نے صرف اتنا پوچھا

"کیا بہت ضروری اور لازمی ہے وہاں جانا؟"

آپ کی قسم بہت ضروری ہے۔اور اگر یہ کام نہ کر پائی تو کبھی خود کو معاف" "نہیں کر پاؤں گی۔

:وہ پانی پینے لگی، جبکہ کلثوم نے اندر جاتے ہوئے نوشی کو آواز دی

"نوشی! جلدی سے دعا کو ناشتہ دے دو اسے کہیں جانا ہے۔"

پھر دروازے سے پلٹ کر کہنے لگی:

"دعا! دوپہر سے پہلے پہلے یہاں پہنچ جاؤ گی وعدہ کرو مجھ سے؟"

وہ دوڑ کر کلثوم سے لپٹ کر یوں اچھلی جیسے وہ آسمان کو چھو جائے گی، پھر اندر جاتے ہوئے کہنے لگی:

"جی، بھابی! میں وعدہ کرتی ہوں جلدی آجاؤں گی۔"

دعا جلدی جلدی ناشتہ کر کے مری کے لیے نکل گئی۔

کلثوم کافی پریشان تھی۔اس نے دعا کے والدین سے بھی اس کا مری جانا چھپائے رکھا تھا۔اس کے دل میں ایک ہی خوف تھا کہ کہیں بابا اس سے دعا کے متعلق پوچھ نہ لیں۔

دوپہر ایک بجے کلثوم گھر کی چھت پر گئی، تو آسمان پر چھائی کالی گھٹائیں دیکھ کر وہ گھبرا سی گئی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے رات کی سیاہی پھیلنے میں کچھ ہی دیر باقی ہو۔اس نے موسم کی خراب حالت کے پیش نظر دعا کو کال کی اور جواب کا انتظار کرنے لگی، کیونکہ وہ ہر بار کال کاٹے جا رہی تھی جو مزید پریشان کن تھا۔

کلثوم نے دو، چار مرتبہ کوشش کی، مگر بے سود۔
ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ موسیٰ اور اس کے ڈیڈ بھی دعا کے گھر پہنچ چکے تھے۔

:حمزہ دوڑتا ہوا چھت پر آیا اور ہانپتے ہوئے بولا
مم۔۔۔ما۔۔۔ماما! وہ نیچے آپ کو دادو کب سے ڈھونڈ رہی ہیں۔ جلدی چلیں"
"وہ پھپھو کی بھی پوچھ رہی ہیں۔
کلثوم ہر بات سے بے خبر اور کافی پریشان تھی۔اس نے حمزہ کو یہ کہہ کر واپس بھیج دیا:
"بیٹا! آپ نیچے چلیں میں بس ایک کال کر کے آرہی ہوں۔"
اس کے دوبارہ کوشش کرنے پر دعا کی بجائے ڈرائیور نے کال ریسیو کی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(475)(ادھوراپن)

"!ہیلو۔۔۔ہیلو دعا"

محترمہ! معاف کیجیے گا، مگر دعا بی بی گاڑی ڈرائیور کر رہی ہیں، تو بات نہیں"
"کر سکتیں۔۔۔۔۔

:کلثوم نے ڈرائیور کی بات کاٹتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ سب خیریت تو ہے؟"
مجھے آپ کی آواز سے کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا۔
"کہاں ہیں آپ اور کب تک پہنچیں گے؟

اس نے اپنے حدشات کے ساتھ بنا سانس لیے یہ سب پوچھا تھا۔ خوف کے
:مارے اس کے پیر زمین پر ٹک ہی نہیں پا رہے تھے۔ ڈرائیور نے جواباً کہا

محترمہ! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ یہاں کچھ بھی اچھا نہیں ہے، لیکن میں"
"مجبور تھا اس لیے چھوٹی مالکن کی بات ماننی پڑی تھی۔

ہاں! میں جانتی ہوں وہ بہت ضدی ہے اور یقیناً وہ غصے میں ہو گی؟"

"آپ کسی طرح میری بات کروائیں اس سے۔

"جی۔۔۔جی، میں لاؤڈا سپیکر آن کر دیتا ہوں، آپ خود ان سے بات کر لیجیے۔"

کلثوم نے ایک پل کی خاموشی کے ساتھ اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا:

دعا! یہ کیا پاگل پن ہے؟"

تم جانتی تو ہو تمہیں غصے میں کچھ بھی سمجھ نہیں آتا، اوپر سے موسم بھی کتنا خراب ہے۔ خدارا تم ڈرائیو مت کرو۔

"ڈرائیور تمہارے ساتھ ہے تو تم کیوں اپنی زندگی خطرے میں ڈال رہی ہو؟

دعا کا غصہ شدت اختیار کرنے لگا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو غصیلی نظروں سے گھورا تو وہ سمجھ گیا، اس کی بقاء اسی میں ہے کہ وہ کال کٹ کر دے۔ اس نے وہی کیا۔ اور موبائل سیٹ پر رکھے نگاہیں جھکائے خوف کے مارے سیٹ بیلٹ لگائے ذکر الٰہی کرنے لگا۔

دعا نے اپنے دانت بھینچتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ مزید بڑھا دی۔

کلثوم مارے خوف کے پسینے میں ڈوب چکی تھی۔اور ڈرتے ڈرتے چھت سے نیچے آگئی۔

نوشی کچن میں مصروف تھی۔جب کلثوم اس کے پاس پہنچی تو وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی:

"ارے، باجی! خیر تو ہے؟آپ کو اس خوشگوار موسم میں پسینہ کیوں آرہا ہے؟"

اس نے فریج سے پانی نکال کر گلاس میں ڈالتے ہوئے کہا:

"نوشی! تم میری چھوڑو۔یہ بتاؤ یہ سب کس کے لیے بنا رہی ہو؟ کیا کوئی مہمان آنے والا ہے؟"

اس نے کلثوم کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، پھر کہنے لگی:

"باجی! وہ موسیٰ بھائی اور ان کے ڈیڈ آئے ہوئے ہیں۔اسی لیے بڑی بیگم صاحبہ آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔اور دعا باجی کا بھی کچھ اتا پتہ نہیں ہے۔"

یہ سن کر کلثوم ہبڑ دبڑ میں اٹھ کھڑی ہوئی اور پانی کا گلاس شیلف پر رکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا:

"کک۔۔۔کیا کہہ رہی ہو تم؟ کب آئے ہیں وہ لوگ؟"

:نوشی نے اندازہ لگایا

ہوں۔۔۔ باجی ! انہیں قریب ایک گھنٹہ ہو چکا ہے اور وہ تو چائے بھی پی چکے "

"ہیں۔

کلثوم نے سر پر ہاتھ مارا اور دوڑتی ہوئی بیٹھک کی جانب بڑھی، جہاں مہمان اور

نایاب بیٹھے تھے۔



476 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(476)(ادھوراپن)

ہانپتی ہوئی کلثوم نے اپنی سانس پر قابو پانے کے لیے دروازے پر رکنا مناسب

سمجھا، پھر حسرت بھری نگاہوں سے موسیٰ کو دیکھ کر دل ہی دل میں سوچنے لگی۔

کہنے کو تو ماں، باپ اولاد کے لیے جو فیصلہ کرتے ہیں وہ غلط نہیں ہوتا، مگر کچھ فیصلے اولاد کی مسکراہٹ ضرور چھین لیتے ہیں۔اس نے گہری سانس چھوڑی، پھر بیٹھک میں جانے لگی۔

:اسے دیکھ کر موسیٰ فوراً سے کھڑا ہو گیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا

"آپی! کہاں غائب ہیں آپ؟"

معاف کیجیے گا وہ، میں چھت پر کپڑے سمیٹنے گئی ہوئی تھی تو وقت کا اندازہ ہی "نہیں ہوا۔"

نایاب نے غصے بھری نظروں سے اسے دیکھا، مگر وہ خاموش رہی تھیں۔

:حامد صاحب نے مسکراہٹ بھرے انداز میں کہا

"بیٹی! کوئی بات نہیں، آپ بیٹھو۔"

:اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا

ہاں۔۔۔ہاں، انکل! میں بس ایک منٹ میں آئی۔ زرادعا کو دیکھ لوں کالج سے " لوٹی یا نہیں۔اور بابا بھی نماز ادا کرنے گئے ہوئے ہوں گے۔"اس کے باہر

:جاتے ہی موسیٰ نے اپنے ڈیڈ سے اجازت طلب کی

"ڈیڈ! میں ایک کال کر لوں اور نماز بھی ادا کر لوں، مسجد بھی یہیں قریب میں ہے۔"

نایاب کہنے لگیں:

"بیٹا! اگر برا نہ لگے تو تم نماز یہیں گھر میں پڑھ لو، ویسے بھی جماعت ہو چکی ہو گی۔"

اس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا، پھر مسکرا کر بولا: "ٹھیک ہے، آنٹی! میں کال کر لوں تو پھر نماز یہیں پڑھ لوں گا۔"

نایاب کی آنکھوں میں نہ جانے کس قسم کا خوف تھا۔

موسیٰ گھر سے باہر آیا اور آسمان کی جانب نگاہیں اٹھائے کالی گھٹاؤں کو دیکھ کر خدا سے ہمکلام ہوا:

"اے خدا! میں تمہارا گناہ گار، بے صبر اور لالچی انسان ہوں۔ مگر خدایا، تجھ سے میری ایک ہی التجاء ہے۔ اگر میری محبت تیرے نزدیک بھی سچی ہے تو مجھے اس دوراہی منزل میں سیدھے راستے پر ڈال دے۔ مولا! تو تو ہر راز سے واقف ہے۔ تو اس کے دل میں بھی میرے لیے تھوڑی سی محبت ڈال دے۔ تو جیسے

چاہے، جو چاہے میرے مقدر میں لکھ دے، مگر ایک دفعہ دعا کے دل میں میرے لیے انسانیت کے ناطے محبت پیدا کر دے، تا کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ میں جانتا ہوں وہ مجھ سے بدگمان ہے، میری محبت سے اسے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ مولا! محبت تو تیرا تعارف ہے، محبت تو تو نے بھی اپنے بندوں سے کی ہے۔" کہہ کر وہ گڑگڑاتے ہوئے رو پڑا۔



477 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(477)(ادھوراپن)

پھر سنبھل کر دعاء مکمل کرنے لگا:

"مولا! بس اس کے دل میں اتنی محبت ڈال دے تاکہ وہ مجھے دل سے معاف کر

دے، آمین۔"

اس دعاء کے ساتھ موسیٰ چند قدم چلا اور پھر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنے

موبائل پر دعا کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دعا اپنے گھر کے بہت قریب پہنچ چکی تھی۔

ڈرائیور جو آج زندگی اور موت کے سفر پر گامزن تھا، اس نے پچھلی سیٹ سے دعا

کا موبائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"چھوٹی مالکن! معاف کرنا، مگر کسی 'unknown' نمبر سے کافی دیر سے

کال آرہی ہے، زرا دیکھ لیجیے۔"

دعا نے غصے سے لال ہوا چہرہ ڈرائیور کی طرف کرتے ہوئے آنکھیں پھاڑے

ایک نظر اسے گھورا، پھر موبائل لے لیا۔

بمشکل ہی سہی لیکن دعا نے کال پک کرلی، مگر اب تک اس کے اس شدت کے

غصے کی حقیقت عیاں نہ ہو پائی تھی۔

اس نے خاموشی سے موبائل کان سے لگالیا اور دانت بھینچنے لگی۔

ہائے،افسوس! زندگی نے آج محبت کو کس موڑ پر لا کھڑا کر دیا۔

موسیٰ نے جب محسوس کیا کہ کال اٹھائی جا چکی ہے، تو اس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔اس نے کپکپاتے ہوئے لبوں سے درد بھری آواز میں کہا:

"ہیلو۔۔۔دد۔۔۔دا۔۔۔دعا!۔۔۔"

نہ جانے کیوں اس کے لہجے میں بہت سا خوف تھا،اس کی زبان لفظوں کی ادائیگی میں اس کا ساتھ دینے سے قاصر تھی۔

دعا! میں مو۔۔۔موسیٰ بات کر رہا ہوں۔خدارا! کال کاٹنا نہیں۔میں جانتا" ہوں تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتیں، مگر مجھے ایک دفعہ اپنی آواز ہی سنا دو۔ میں تمہارے دل کی آواز کو سن سکتا ہوں، مگر میری آخری حسرت سمجھ کر اپنی زبان سے مجھے صدق دل سے معاف کر دو۔بھلے جھوٹ ہی سہی لیکن ایک دفعہ بول دو کہ تم نے مجھے دل سے معاف کر دیا، تو میں زندگی بھر تمہارے ان تین "لفظوں 'ہاں معاف کیا' کے ساتھ جی لوں گا یا پھر سکون سے مر جاؤں گا۔

دعا جو پہلے ہی شدید غصے میں تلملا رہی تھی،اس کی آواز سن کر بھڑک اٹھی اور چیخ کر کہا:

مرہی کیوں نہیں جاتے تم، موسیٰ! تم اب تک زندہ کیوں ہو؟" موسیٰ نے ایک "
لمحے کو بھی کچھ سوچے سمجھے بنا صرف اتنا کہا:

دعا! اب مجھے سکون کی ایک بھی سانس میسر نہ آئے۔ اور اگر تمہاری یہی تمنا "
ہے تو تم ہی مجھے مار دو۔"

دعا نے گہری سانس لی، پھر کہا:

"موسیٰ! کاش۔۔۔ کاش! یہ میرے بس میں ہوتا۔"

اس کے نفرت آمیز جملوں نے موسیٰ کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا، جو ہنستے ہوئے
بولا:

"بے فکر رہو تم۔ آج کل دعائیں کم خواہشات زیادہ اور جلد مان لی جاتی ہیں۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(478)(ادھوراپن)

اس سے قبل کے دعا کوئی اور بات کرتی۔اس کی تیز رفتار گاڑی کے سامنے اچانک ایک شخص آن ٹپکا، پھر دعا کی لاکھ کوششوں کے باوجود اس سے گاڑی نہ سنبھالی گئ۔اور اس شخص کو ٹکر مارتے ہوئے سڑک کنارے ایک درخت سے جا ٹکرائی اور مزید کسی بڑے حادثے سے محفوظ رہی۔

اس حادثے کے فوراً بعد دعا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔وہ گہری تشویش میں مبتلا ہکی بکی گہری سوچوں میں کھو گئ :

"تمہاری یہی تمنا ہے تو تم ہی ماردو مجھے۔"

یہ الفاظ اس کے دماغ میں گھر کر چکے تھے۔جو مسلسل اس کی سماعتوں کی نظر ہو رہے تھے۔

اس نے اپنا سر سٹیرنگ پر رکھے دونوں ہاتھوں میں دبالیا۔

ڈرائیور نے چلاتے ہوئے اسے گاڑی سے باہر نکالتے ہوئے التجا کی: "چھوٹی مالکن! کچھ بھی ہو جائے، آپ لوگوں کی بھیڑ لگنے سے پہلے پہلے یہاں سے نکلیں۔" کہہ کر اسے سہارا دیے گھر کے قریب پہنچا دیا۔

دعا لڑکھڑاتی ہوئی قدم بڑھا رہی تھی، اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ اور ایک عجیب سا خوف اس کی روح پر طاری تھا۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو جائے حادثہ پر زخمی شخص کے قریب کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے۔ جو منظر اسے دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔

:ڈرائیور نے گاڑی پیچھے لی اور بھیڑ کے قریب جا کر کہنے لگا

معاف کرنا، موسم کی خرابی اور دھند کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا"

"تھا۔

لوگوں نے کوئی بھی سوال جواب کرنے سے پہلے زخمی شخص کو اٹھایا۔ اور دو لوگ اس شخص کو اسی گاڑی میں لیے ہسپتال روانہ ہو گئے۔

دعا جیسے ہی گھر کے آنگن میں پہنچی، تو سامنے گیراج میں موسیٰ کی گاڑی کھڑی دیکھ کر اس کے پاؤں تلے سے زمین ہی کھسک گئی، وہ وہیں چکراتے ہوئے گر پڑی۔

چوکیدار یک دم اس کی جانب لپکا اور اسے بے ہوش دیکھ کر گھبراہٹ کا شکار اندر کی جانب لپکا:

"مالکن۔۔۔مالکن! وہ۔۔۔وہ چھوٹی مالکن!۔۔۔۔"

اس کی آواز سنتے ہی کلثوم اور نایاب نے باہر کی راہ لی۔ سامنے زمین پر پڑی دعا کو دیکھ کر ان کی تو جیسے جان نکل گئی تھی۔

کلثوم نے نوشی کو پانی لانے کا کہا اور خود زمین پر بیٹھی دعا کا سر اپنی گود میں رکھے اس کا چہرہ تھپتھپانے لگی، پھر پانی چھڑکنے لگی۔ دعا نے مدہم سی آنکھیں ایک لمحے کے لیے کھولیں، مگر پھر سے بے ہوش ہو گئی۔

سب گھر والے اس کی حالت زار دیکھ کر بے حال ہو رہے تھے۔

حامد صاحب نے اس نازک صورتحال کو بھانپتے ہوئے بنا دیری کلثوم سے کہا:

"چلو۔۔۔ چلو ہسپتال لے کر چلو، میں ساتھ چلتا ہوں۔"

479 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(479)(ادھوراپن)

اس نے نوشی اور چوکیدار کی مدد سے دعا کو اٹھا کر موسیٰ کی گاڑی میں لٹا دیا اور
: نایاب سے کہا
ماما! آپ فکر نہ کریں، بابا شاید بارش کی زیادتی کی وجہ سے مسجد میں ہی رک "
گئے ہوں گے۔ پلیز! انہیں اس متعلق ابھی نہ بتایئے گا وہ یونہی پریشان ہوں
"گے۔ میں آپ کو صورت حال سے آگاہ کر دوں گی۔

حامد صاحب کے ڈرائیور نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ کہنے لگے: "میں خود لے جاتا ہوں۔ تم ایسا کرو یہیں رکو اور حمید (ان کا بھروسے مند اور پرانا گارڈ) کے ساتھ رہنا۔ اور موسیٰ آئے تو بتانا میں ضروری میٹنگ کے لیے نکلا ہوں۔"

ٹھیک ہے، صاحب! جو آپ کا حکم۔" کہہ کر وہ پیچھے ہٹنے لگا۔"

دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ ہسپتال پہنچ چکے تھے۔

آئی۔ سی۔ یو' میں ڈاکٹرز نے دعا کا معائنہ کر کے بے حال کلثوم کو تسلی دیتے' ہوئے کہا:

میڈم! ایک تو یہ خوف زدہ تھیں، اوپر سے کوئی گہرہ صدمہ لگنے کی وجہ سے ان" کی حالت بگڑ گئ تھی، مگر آپ حوصلہ رکھیں۔ اب پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، آپ لوگ انہیں وقت پر یہاں لے آئے ہیں۔ ہم اپنی بھرپور کوشش کریں گے کہ آپ کی بہن کو جلد ہوش آجائے۔ جب تک ہم کوئی ختمی فیصلہ اخذ نہیں کر سکتے۔"

کلثوم نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا، پھر 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر حامد صاحب کے ساتھ اس کی صحت یابی کی دعائیں کرنے لگی۔

اس نے اپنے پیچھے کی جانب رخ کرتے ہوئے موسیٰ کے ڈیڈ کو دیکھا، پھر آنسو پونچھتے ہوئے بولی:

"انکل! یہ آپ کا ظرف ہے جو آج آپ نے ہماری مدد کی، ورنہ میں اکیلی دعا کو ہسپتال وقت پر نہ پہنچا پاتی۔ اور پھر خدانخواستہ میری دعا کو کچھ ہو جاتا تو میں شاہ ویر اور ماں، بابا کو کیا جواب دیتی۔ شاہ ویر تو نہیں رہے، مگر وہ مجھے ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ 'کچھ بھی ہو جائے میری معصوم سی شہزادی کا خیال رکھنا۔' انکل! میں کیسے آپ کا یہ احسان چکا پاؤں گی۔" کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

انہوں نے کلثوم کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر کہا:

"بیٹی! یہ میرا فرض تھا اور قرض بھی۔ اور دعا بھی میری بیٹیوں جیسی ہے، بس میری بدقسمتی تھی کہ میں اسے اپنی بہو نہ بنا سکا۔ تم بے فکر ہو کر خدا سے اس کی صحت یابی کی دعاء کرو۔ اور ہاں، اب گھر کال کر کے بابا کو بھی بتا دو، وہ پریشان ہو رہے ہوں گے۔ میں ذرا کاؤنٹر سے ہو کر آتا ہوں۔"

حامد صاحب کاؤنٹر کی جانب بڑھے ہی تھے کہ وہ سامنے سے آتے ہوئے وارڈ بوائے سے ٹکرا گئے، جو بہت جلدی میں دوسرے راستے سے کاؤنٹر کی جانب ہی بڑھ رہا تھا۔

وہ خوف زدہ ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے کچھ سامان بھی گرا تھا۔ جسے سمیٹتے ہوئے اس نے کہا:

"جناب! معافی چاہتا ہوں۔ دراصل میں ایک ایمرجنسی کیس میں آئے مریض کا سامان لے کر کاؤنٹر پر جا رہا تھا۔۔۔"



480 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(480)(ادھورا پن)

ان کی نظر جب اس سامان میں موجود والٹ پر پڑی تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور وارڈ بوائے سے کہنے لگے:

کک۔۔۔کہاں ہے مریض، یہ سامان مجھے دو۔یہ۔۔۔یہ والٹ میرے بیٹے کا" ہے۔

"میرا موسیٰ! کہاں ہے میرا موسیٰ؟ مجھے ابھی اسے دیکھنا ہے۔

وارڈ بوائے نے انہیں سہارا دیتے ہوئے کہا:

"جناب! میں۔۔۔میں لے کر چلتا ہوں، آپ خود کو سنبھالیں۔"

پھر انہیں لیے مردانہ 'آئی۔سی۔یو' بلاک کی طرف جانے لگا۔

وہ بمشکل وارڈ کے باہر پہنچے اور سامنے سے آتے ہوئے ایک ڈاکٹر کو روک کر پوچھنے لگے:

ڈاکٹر۔۔۔ڈاکٹر! کیا ایمرجنسی میں موسیٰ نام کا کوئی مریض آیا ہے؟ کیا میں" "اسے ایک نظر دیکھ سکتا ہوں؟

ڈاکٹر نے ان کے شانے پر ہاتھ دھرے رنجیدگی سے کہا:

سر! معاف کیجیے گا۔ابھی اس مریض سے کوئی نہیں مل سکتا۔پلیز! آپ اپنا"
"تعارف کرائیں تاکہ میں حقیقت سے آپ کو آگاہ کر سکوں۔

:وہ تڑپ گئے تھے

"میں باپ ہوں اس کا۔وہ۔۔۔"

:ڈاکٹر نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"سر! آپ آئیں میرے ساتھ تاکہ ہم اندر چل کر تفصیل سے بات کر سکیں۔"

:آفس میں پہنچ کر ڈاکٹر کہنے لگا

"پلیز سر! آپ تشریف رکھیں اور حوصلہ بھی۔۔۔"

اچھا۔۔۔اچھا، ڈاکٹر! بتائیں میرا بیٹا۔۔۔کیا ہوا میرے بیٹے کو؟"

ابھی ایک گھنٹہ پہلے وہ مم۔۔۔میرے ساتھ تھا۔" کہہ کر وہ نم آنکھوں سے

ڈاکٹر کی جانب متوجہ ہوئے۔

:وہ سرد روی سے گویا ہوا

دیکھیے، سر! زندگی، موت، صحت اور تندرستی سب کچھ اوپر والے کے ہاتھ"

میں ہے۔اور میں آپ کو کسی بھی قسم کی جھوٹی تسلی بالکل نہیں دوں گا۔

دراصل آپ کے بیٹے کا بہت خطرناک نوعیت کا اکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ بہت
"بری طرح سے زخمی بھی ہوا ہے۔

:انہوں نے ڈاکٹر کی بات مکمل ہوتے ہی رنجیدگی سے کہا

ڈاکٹر! آپ کچھ بھی کریں، کیسے بھی کریں، میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا"
ہوں میرے بیٹے کو بچالیں۔ آپ اچھے سے اچھے ڈاکٹرز کو ہائیر کریں۔ جتنا پیسہ
"! خرچ ہوتا ہے ہو جائے، مجھے بس میرا بیٹا لوٹا دیں۔ پلز۔۔۔۔

:ڈاکٹر ان کا ہاتھ دباتے ہوئے بے بسی میں کہنے لگا

سر! آپ بے فکر رہیں، ہمارے لیے ہمارا فرض ہماری جان سے بڑھ کر ہے۔"
بات پیسے کی نہیں، مگر آپ کے بیٹے کو جو چوٹیں آئی ہیں اس کے بعد وہ کوما میں تو
ہے ہی۔ اور جو حالت اس کی ہے وہ ہوش میں آکر بھی صرف سانس ہی لے
"پائے گا۔ خدانخواستہ مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ۔۔۔۔

:اس نے اپنی بات کو یہیں مکمل کیا، پھر کہا

سر! ہم نے امریکہ میں بہت ہی کابل ڈاکٹرز سے بات کرلی ہے، جس پر ابھی"
میٹنگ چل رہی ہے۔ اور ہم آپ کے بیٹے کو امریکہ بھیج رہے ہیں جس کی

کاروائیوں کا عمل درآمد ابھی سے شروع ہو چکا ہے۔آپ بس دعاء کریں سب خیر سے ہو جائے۔اب جیسے ہی اس کی کچھ حالت سنبھلے گی ہم اسے روانہ کر دیں گے۔"

481 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(481)(ادھوراپن)

حامد صاحب کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ڈاکٹر نے ایک پیپر ان کے سامنے رکھا، پھر کہنے لگا:

"سر! اس اسٹیٹیوٹ کے بہت سے قابل اسٹوڈنٹس کو بھی ہم ہر سال فائنل ٹرینگ کے لیے امریکہ بھیجتے ہیں، پھر ان اسٹوڈنٹس میں سے قابل ڈاکٹرز

ابرتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے آج یہاں کے قابل ڈاکٹرز ایک سیمینار میں شمولیت کے لیے کل ہی امریکہ روانہ ہوچکے ہیں۔ایک قابل شخص سے میرا رابطہ ہوچکا ہے،وہ شام تک آپ کے بیٹے کے پاس ہوگا اور اپنی صلاحیتوں سے وہ "ناممکن کو ممکن کردکھائے گا۔

:حامد صاحب نے سب اپنے خدا پر چھوڑتے ہوئے آنسو پونچھ لیے، پھر کہنے لگے

ڈاکٹر صاحب! میں اپنے بیٹے کے علاج کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں، کچھ" "بھی۔بس مجھے اجازت دیں۔

جی ضرور، سر! آپ کل تک کاغذی کاروائی مکمل کرلیں اور مریض کے" ڈاکومنٹس ہماری ذمہ داری ہیں۔ان شاءللہ! آپ کا بیٹا صحت یاب ہوکر وہاں سے لوٹے گا۔اور ائیر ایمبولینس اسٹاف سمیت اسی انسٹیٹیوٹ سے آپ کو مہیا کر "دی جائے گی۔

وہ ڈاکٹر کا شکریہ ادا کر کے جلد از جلد امریکہ جانے کی اپنی تیاری میں لگ گی ئے۔

دعا کے گھر والوں کو تو موسیٰ اور اس کے ڈیڈ کی یاد ہی دعا کے غم میں بھول چکی تھی۔

دعا کا ڈرائیور جو موسیٰ کو ہسپتال لے کر آیا تھا۔ وہ موسیٰ کی ادویات دے کر باہر نکل رہا تھا کہ اس کی نظر خواتین کے شعبے میں بیٹھی کلثوم پر پڑی، تو وہ دھنگ رہ گیا۔ اس نے پریشانی کے عالم میں کہا:

"اللہ خیر کرے۔" پھر ہانپتے ہوئے کلثوم کے قریب پہنچ کر پوچھنے لگا:

"ارے، مالکن! کیا ہوا سب خیریت تو ہے؟ آپ یہاں کیسے؟"

کلثوم نے جواب کی بجائے سوال کر ڈالا:

انکل! آپ کہاں تھے؟ دعا کو گھر اکیلا بھیج دیا؟"

یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کتنی لاپرواہ ہے۔

"یہ ذمہ داری نبھائی آپ نے؟

اس نے خاصی خفگی کا اظہار تلخ لہجے میں کیا تھا۔

ڈرائیور نے شرمندگی ظاہر کی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا:

مالکن! مجھے معاف کر دیجیے گا۔ میں چھوٹی مالکن کی ضد کے آگے بے بس تھا۔"

میں ایک مریض کو لے کر یہاں آیا ہوں جس کی حالت بہت نازک ہے، وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔

مالکن! چھوٹی مالکن نے تیز رفتاری اور غصے میں ایک راہ گیر کو ٹکر ماردی تھی۔ مگر اس کی ابھی تک پہچان نہیں ہو پائی۔اس کا چہرہ بھی پہچان کے قابل نہیں ہے۔"

یہ سن کر کلثوم تڑپ سی گئی اور دو زانو زمین پر بیٹھی چیخ چیخ کر کہنے لگی:

"دعا بھی اپنے حواس کھو بیٹھی ہے۔انکل! وہ بھی بے ہوش پڑی اپنی زندگی کے آخری لمحات جی رہی ہے۔ڈاکٹرز نے کہا ہے کہ جب تک وہ ہوش میں نہیں آ جاتی ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔"

ڈرائیور نے اپنا سر پکڑ لیا اور ہچکولے کھاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہو لیا، پھر سنبھل کر کلثوم کو سہارے سے بینچ پر بٹھاتے ہوئے بولا:"مالکن! آپ حوصلہ رکھیں اور دونوں کے لیے دعاء کریں۔ چھوٹی مالکن کے لیے بھی اور اس نامعلوم شخص کے لیے بھی۔"

482 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(482)(ادھوراپن)

:کلثوم نے نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے التجا بلند کی

اے رب! تو ہی تو ہے، تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں۔مالک! ہماری دعا کو لوٹا"
"دے اور اس نامعلوم شخص پر بھی اپنا کرم فرمانا، آمین۔

:ڈرائیور درد بھرے لہجے میں بڑبڑانے لگا

چھوٹی مالکن آج بہت غصے میں تھیں۔" کہہ کر ایک کی چین آگے بڑھاتے"

:ہوئے بولا

مالکن! اس زخمی شخص کے ہاتھ میں یہ کی چین تھا،اب یہی کی چین اس کی"
"کھوئی ہوئی پہچان واپس لوٹا سکتا ہے۔

کلثوم کی نظر جب کی چین پر پڑی تو اس پر تو جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے کی چین دیکھنے لگی، پھر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اور اپنی گردن نفی میں ہلاتے ہوئے چلائی:

"یہ۔۔۔یہ موسیٰ کو دعا نے اپنے پیار کی نشانی کے طور پر دیا تھا۔ دعا! یہ تم نے کیا کر دیا؟"

وہ اندر ہی اندر بڑبڑائی تھی، پھر پوچھنے لگی:

"انکل! وہ کہاں ہے؟ مجھے ابھی اسے دیکھنا ہے۔"

ڈرائیور نے بے بسی کا اظہار کیا:

"مالکن! اس سے ملنے کی اجازت کسی کو نہیں، مجھے تو ڈر ہے نہ جانے کس وقت اس کی سانسوں کی ڈور بھی ٹوٹ جائے۔"

کلثوم بھڑک اٹھی اور ڈرائیور کے تحفظات رد کرتے ہوئے بولی:

"للہ نہ کرے کبھی ایسا ہو۔ للہ کرے اسے میری بھی عمر لگ جائے۔" کہہ کر ہاتھ جوڑے پھر سے التجا کرنے لگی:

انکل! خدارا مجھے ایک نظر اسے دیکھنے دیجیے، یہ ایک بیٹی آپ کے سامنے ہاتھ "
جوڑے اپنے بھائی کو دیکھنے کی بھیک مانگتی ہے۔" اس پر ڈرائیور بھی اپنے
:آنسوؤں پر قابو نہ پاسکا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھے کہنے لگا
یہ کہہ کر تو آپ نے مجھے مقروض کر دیا ہے، آئیں میں آپ کے لیے ایک "
"!کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔۔۔ ممکن ہے اجازت مل جائے
وہ کلثوم کو لیے مردانہ 'آئی۔ سی۔ یو' کی جانب بڑھا۔ وہاں پہنچ کر کلثوم کی
ملاقات حامد صاحب سے ہو گئی جو اپنے بیٹے کی نازک حالت پر آنسو بہا رہے
تھے۔ اور دروازے پر لگے شیشے سے موسیٰ کو جھانک کر اپنی غلطیوں پر نادم ہو
رہے تھے۔
:بلکتی ہوئی کلثوم ان کے قریب ہو کر سردروی سے بولی
"انکل! حوصلہ رکھیں اور صبر سے کام لیں۔ اسے کچھ بھی نہیں ہو گا۔"
:وہ آنکھوں میں نمی لیے اس کی جانب متوجہ ہوئے اور رنجیدگی سے کہا
بیٹی! میں کیسے صبر کر لوں، جبکہ میں جانتا ہوں یہ میرے گناہوں کی سزا "
میرے بیٹے کو کاٹنی پڑ رہی ہے۔ میں نے ایک معصوم اور پاکیزہ کردار کی مالکن

کسی کی بیٹی پر جو الزامات لگائے تھے۔۔۔یہ اسی کی بد دعاء کا نتیجہ ہے۔آج میرا بیٹا اپنی کھوئی ہوئی سانسوں کے لیے تڑپ رہا ہے اور میں سوائے آنسو بہانے کے کچھ نہیں کر پا رہا۔"



483 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(483)(ادھوراپن)

:اپنی بات مکمل کر کے انہوں نے حیرانی میں پوچھا

"بب۔۔۔بیٹی! آپ یہاں کیسے؟آپ کو کس نے بتایا ہے؟"

:اس نے سرد روی سے کہا

ڈرائیور انکل نے جو موسیٰ کو یہاں لے کر آئے تھے۔اور آپ پلیز ہمیں معاف"

"کر دینا۔

نہیں، بیٹی! معافی مانگنے کا حق دار تو صرف میں ہوں، جس نے اپنی انا اور اونچے"

نام کے لیے اپنی اولاد کی زندگی داؤ پر لگادی۔

"تم دعا کی بتاؤ اس کی طبیعت کیسی ہے؟

:کلثوم کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات چھانے لگے، وہ رنجیدگی سے بولی

انکل! ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اسے بہت گہرا صدمہ پہنچا ہے، جب تک وہ ہوش میں"

"نہیں آجاتی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

انہوں نے افسوس کا اظہار کیا اور کلثوم کو ساتھ لیے دعا کو دیکھنے جانے لگے۔

:زنانہ 'آئی۔سی۔یو' میں پہنچ کر انہوں نے کہا

بیٹی! میں بھی کچھ دنوں میں موسیٰ کو امریکہ لے جا رہا ہوں، ڈاکٹرز نے جواب"

دے دیا ہے۔اور کہتے ہیں اس کی واپسی کی آخری امید امریکہ میں علاج کے بعد

:ہی کی جا سکتی ہے۔" کہہ کر وہ بے ہوش پڑی دعا کی جانب متوجہ ہوئے

دعا! مجھے امید ہے تم مجھے سنو گی ضرور۔ بیٹی! مجھے معاف کر دینا۔ ہم باپ، بیٹا" آئے تو اسی غرض سے تھے کہ تم سے معافی مانگ کر میں تمہارا ہاتھ اپنے بیٹے کے لیے مانگ لوں گا۔ مگر میرے گناہ کے سامنے ہر امید، ہر معافی اور میرا گڑ گڑانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔" پھر اپنے ہاتھ جوڑے گڑگڑانے لگے۔

:پاس موجود نرس نے التماس کی

پلیز، سر! آپ باہر جائیں، مریضہ کے لیے کسی بھی قسم کی دکھی بات یا رونے" "کی آواز زہر کا اثر رکھتی ہے۔

وہ سہمے ہوئے انداز میں پلٹے اور آنسو پونچھ کر کہنے لگے: "سوس۔۔۔ سوری۔" پھر الٹے قدموں وہاں سے باہر نکل گئے۔

کلثوم بھی ان کے ساتھ باہر آگئی، جسے متوجہ کر کے انہوں نے کہا: "بیٹی! میں موسیٰ کو لے کر جا رہا ہوں۔ اور تم اس بات کا خیال رکھنا کہ اس حادثے کی بھنک "تک عائشہ، ایمان اور اس کی ماں کو نہ پڑے۔ وگرنہ وہ جیتے جی مر جائیں گی۔

:کلثوم نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا

انکل! آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ان شاءللہ! موسیٰ بہت جلد صحت یاب ہو کر" واپس آئے گا، پھر ہم دعا اور اس کی شادی بھی کریں گے۔" کہہ کر اس نے کی

:چین انہیں تھما دیا

انکل! یہ آپ اپنے پاس رکھیں شاید موسیٰ ہوش میں آکر اس کی طلب" "کرے۔

:انہوں نے کی چین لیا اور کہا

ہاں۔۔۔ہاں، یہ تو دعاء ہے۔ جس کی طلب اور تمنا کسی بھی وقت پیش آسکتی" ہے۔" پھر وہاں سے جانے لگے۔

کلثوم بے حال ہو کر 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر لگے بینچ پر بیٹھ گئی اور اپنے رب سے آس لگا لی۔

:کچھ ہی پل گزرے تھے کہ ایک نرس نے باہر آکر پوچھا

"یہاں دعا کے ساتھ کون ہے؟"

:کلثوم یک دم اٹھ کھڑی ہو کر بولی

"ہاں، مم۔۔۔میں ہوں۔"

:نرس نے کہا

میڈم! آپ آئیں، آپ کی مریضہ کو ہوش آگیا ہے اور وہ کسی کا نام پکار رہی "

"ہیں۔



484 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(484)(ادھوراپن)

کلثوم دوڑتی ہوئی اندر کی جانب لپکی اور دعا کے سرہانے کھڑی ہو گئی، پھر اس کے
:ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی

"میری جان! کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

دعا نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، پھر اٹھنے کی کوشش کی جو ناکام ہوئی۔ اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھانے کی کوشش کی تو ہاتھ میں لگی ڈرپ دیکھ کر حیران ہو گئی۔ وہ کچھ پل کی خاموشی کے بعد پوچھنے لگی:

"مو۔۔۔ موسیٰ۔۔۔ بھابی! موسیٰ کہاں ہے؟"

کلثوم نے جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ اسے تسلی دینا چاہی:

"وہ ٹھیک ہے، اسے کچھ نہیں ہوا۔ تم حوصلہ رکھو نہیں تو طبیعت بگڑ جائے گی۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں، بھابی! میں نے خود اسے مر جانے کے لیے کہا تھا۔ اور میں اسے جانتی ہوں وہ میری کوئی بھی بات نہیں ٹالتا۔" کہہ کر اچانک وہ خوف زدہ ہو کر چلانے لگی:

"موسیٰ۔۔۔ موسیٰ! میں نے مار دیا اسے۔۔۔۔"

پاس کھڑی نرس نے بے قابو ہو رہی دعا کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ نرس نے باقی اسٹاف کو بلوا لیا اور کلثوم کو باہر بھیج دیا۔

بمشکل بے ہوشی کا انجیکشن دے کر دعا کو بے ہوش کر دیا گیا، جو دروازے سے جھانک رہی کلثوم کے لیے کافی تکلیف دہ تھا۔

:وہ سارا درد دل میں لیے اندر ہی اندر بڑبڑانے لگی

"دعا، میری جان یہ کس مصیبت کو تم نے للکار دیا؟"

:ڈرائیور بھی وہیں موجود تھا، جو اسے دلاسہ دے کر یہ کہتے ہوئے باہر نکلا

مالکن! مجھے بڑے صاحب کی کال آ رہی ہے تو گاڑی کی چابی دے دیں تاکہ میں" انہیں ہسپتال لے آؤں۔ چھوٹی مالکن کی گاڑی میں مکینک کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔

:کلثوم نے منہ ہاتھوں میں چھپائے سرد لہجے کہا

"میں نہیں لائی گاڑی۔۔۔چابی بھی گھر پر ہے۔"

شام کے چھ بج چکے تھے اور باہر کا موسم اب کافی بہتر ہو چکا تھا۔ وہ ہسپتال میں اکیلی بیٹھی دعا اور موسیٰ کی صحت یابی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

ڈرائیور کچھ ہی دیر میں دعا کے والدین کو لے کر آ چکا تھا۔ جن کے آتے ہی کلثوم

:اپنی جگہ سے اٹھی اور ہاتھ جوڑے ان کے سامنے کھڑی ہو گئی

بابا! مجھے معاف کردیں، یہ سب کچھ میری غیر ذمہ داریوں کا نتیجہ ہے۔ جو میں" نے اسے اکیلے مری جانے کی اجازت دی تھی۔" سسکتی ہوئی کلثوم کو اس کے سسر نے سینے سے لگالیا اور ماتھا چوم کر بولے:

نہیں، بیٹی! ایسا نہیں بولتے، کسی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تو قسمت کا کھیل" ہے، تو تم کیوں خود کو دوش دے رہی ہو۔ صبر رکھو میرا رب سب بہتر کرے گا "ان شاءللہ۔



485 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(485)(ادھورا پن)

کلثوم نے اپنا دوپٹہ ٹھیک کیا اور پھر سے نصیر صاحب کے سینے پر سر رکھ کر کہنے لگی:

"آپ دعاء کریں وہ جلدی سے ہوش میں آجائے۔اور پلیز! مجھے معاف کردیں، میں نے آپ سے اتنی بڑی بات اب تک چھپائے رکھی۔ میں ڈر گئی تھی بابا!"

کہہ کر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

نایاب جواب تک بالکل خاموش تھیں انہوں نے کلثوم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"بیٹی! بس، اب اس کے لیے دعاء کے سوا ہم کر بھی کیا سکتے ہیں، جو بیت گیا وہ بھی مقدر تھا۔اب سب بھول کر آنے والے لمحے کے متعلق سوچ بچار کرو۔"

وہ دونوں بغل گیر ہو گئیں پھر نایاب نے پوچھا:

"دعا ہے کہاں؟ کیا میں اپنی بچی سے مل سکتی ہوں؟"

اس نے رنجیدگی سے جواباً کہا:

"نہیں، ماما! ابھی اس سے کوئی بھی نہیں مل سکتا، بہت مشکلوں سے ڈاکٹرز نے اسے سنبھالا ہے، بے ہوشی کا انجیکشن دے کر۔"

نایاب نے ایک نظر دروازے پر لگے شیشے سے اندر دیکھا، تو وہ سہم سی گئیں اور الٹے قدموں روتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگیں۔

: نصیر صاحب نے انہیں سہارا دیتے ہوئے کہا

بیگم! یہ مشکل وقت ضرور ہے، مگر خود کو سنبھالنا ہو گا۔ تو دیکھنا خدا سب بہتر "

"کرے گا۔

دونوں میاں بیوی وہیں لگے بینچ پر بیٹھ گیٔے اور دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔

کچھ وقت کے بعد ایک ڈاکٹر 'آئی۔ سی۔ یو' سے باہر آیا اور دعا کے گھر والوں کو

: متوجہ کر کے پوچھنے لگا

"کیا دعا کے ساتھ آپ لوگ ہیں؟"

: کلثوم جو وہیں کھڑی تھی، یک دم آگے بڑھی

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ جی، ہم ہی ہیں۔"

ڈاکٹر نے ایک نظر اسے اور پھر بے حال بیٹھے دعا کے والدین کو دیکھ کر آہستگی

: سے کہا

"آپ پلیز! میرے ساتھ آئیں، مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

اس نے ہامی بھر کر سوالیہ نگاہوں سے اپنے سسر کو دیکھا تو انہوں نے اپنی گردن

ہاں میں ہلائی اور کہا:

"بیٹی! جاؤ اور ساری بات تسلی سے پوچھ لینا۔"

وہ ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے اس کے دفتر میں پہنچی تو اس نے کلثوم کو بیٹھ جانے کا کہا،

پھر کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

ڈاکٹر نے دعا کی فائل کی اچھے سے جانچ کرنے کے بعد کہا:

میڈم! میں اور آپ انسان ہیں اور ہو گا وہی جو خدا کو منظور ہے۔ ہم اپنی"

"کوشش ضرور کر سکتے ہیں جو ہم سے ہو پائے۔

اس نے ڈاکٹر کی بات سے اتفاق کیا:

بالکل سر! آپ نے درست کہا۔"

"اب مجھے بتائیں دعا ٹھیک تو ہو جائے گی؟

ڈاکٹر نے اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے فائل پر رکھے، پھر نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے

سرد لہجے میں بولا:

اگلے چوبیس گھنٹے بہت مشکل ہیں، جب تک دعا کو ہوش نہیں آجاتا۔اور ہوش" میں آنے کے ساتھ ساتھ ان کا خود کو سنبھالنا بے حد ضروری ہے۔اس حادثے کے بعد ان کا دماغ بری طرح سے متاثر ہوا ہے۔چوٹ تو نہیں آئی، مگر صدمہ گہرا ہے اور وہ کسی چیز سے خوف زدہ بھی ہیں۔



486 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(486)(ادھوراپن)

اب جو بات میں آپ کو بتانے جارہا ہوں آپ پلیز صبر اور حوصلے سے میری بات " سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کیجیے گا۔

:ایک طویل خاموشی کے بعد ڈاکٹر نے افسردگی میں بتایا

اب ان کی حالت ایسی ہو چکی ہے کہ ان کے ہوش میں آنے کے بعد بھی ہمیں" احتیاط کرنی ہو گی۔انہیں کسی بھی قسم کا دکھ پہنچا پھر بھی اور اگر وہ کسی بات پر "زیادہ غصہ ہوں گی پھر بھی ان کی زندگی کے لیے خطرہ بنا رہے گا۔

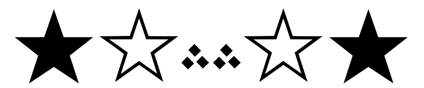
یہ سن کر کلثوم جذبات میں میز پر ہاتھ مارے اٹھ کھڑی ہوئی اور آنکھیں پھاڑے ڈاکٹر کو گھورنے لگی۔

میڈم! میں آپ کے ایموشنز سمجھ سکتا ہوں،اور یہ وقت جذبات کو کنٹرول" کرنے اور مستقبل کے بارے میں ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کا ہے۔اگر آپ سمجھتی ہیں کہ آپ ان کا بھرپور انداز میں خیال رکھ لیں گی تو آپ انہیں ہوش میں آنے کے بعد گھر لے جا سکتی ہیں۔اور دوسرا حل یہ ہے کہ انہیں یہیں "ہسپتال میں رکھ کر ہم خود ان کا خیال رکھیں۔

:ڈاکٹر نے کچھ پیپرز کلثوم کی طرف بڑھا کر مزید کہا

میڈم! میں چاہتا تو یہ بات آپ سے چھپا بھی سکتا تھا، لیکن میں چند لمحات کی" خوشی کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔اب آپ یہ پیپرز اچھے سے "پڑھ لیں اور جو آپ کا ختمی فیصلہ ہو کل تک مجھے ضرور آگاہ کر دیجیے گا۔

کلثوم نے وہ پیپرز لیے اور ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکل آئی۔



رات کے آٹھ بج رہے تھے اور عائشہ اپنی موم کے ساتھ لان میں بیٹھی ڈیڈ اور موسیٰ کی راہ دونوں دیکھ رہی تھیں۔

اچانک بھڑک کر اس نے موم سے کہا:

"بس موم! اب سکون مل گیا نا؟ صبح سے رات ہو چکی ہے، مگر موسیٰ اور ڈیڈ اب تک گھر نہیں لوٹے۔ اور نہ ہی وہ کال پک کر رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا میں موسیٰ کو نہیں جانے دوں گی۔ اب وہ گئے بھی گاڑی لے کر ہیں، ہوائی سفر بھی تو کر سکتے تھے۔"

وہ اسی تشویش کے ساتھ بالکل خاموش ہو گئی۔

عافیہ نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا اور کہا:

بیٹی ! تمہارے ڈیڈ کافی سمجھ دار ہیں اور اب تو میرا موسیٰ بھی۔ وہ شاید موسیٰ کو"
کہیں سیر و غیرہ کے لیے لے گئے ہوں گے، کتنے وقت کے بعد دونوں باپ
"بیٹا اکھٹے ہوئے ہیں۔

: عائشہ نے نگاہیں پھیر کر غصے بھرے انداز میں کہا

لیکن موم ! میرا دل نہیں مان رہا۔ مجھے لگتا ہے ڈیڈ ہم سے کچھ چھپا رہے ہیں۔"

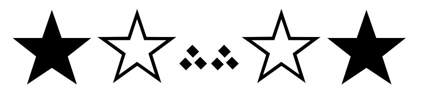


487 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(487)(ادھورا پن)

للہ خیر کرے، آمین۔" کہہ کر وہ اداسی لیے اٹھی اور کمرے میں چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی عافیہ نے بھی اپنی پریشانی کے آثار دکھادیے،ان کے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔



:نصیر صاحب نے کلثوم کو متوجہ کر کے کہا

"بیٹی ! تم ابھی گھر چلی جاؤ کافی تھک گئی ہو گی، صبح واپس آجانا۔"

:اس نے صاف انکار کر دیا

بابا! یہ تو ممکن نہیں ہے۔میں کیسے بھی کر کے رات یہاں گزار لوں گی، مگر" اپنی دعا کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔اور ہاں، بابا! آپ لوگ گھر چلے جائیں۔ویسے " بھی رات کے دس بج رہے ہیں اور آپ کے جاتے ہی نوشی یہاں آجائے گی۔

کلثوم کے بے حد اصرار پر اس کی بات مان لی گئی اور دعا کے والدین گھر جانے لگے، تو نصیر صاحب کلثوم کو تنبیہ کرتے گئے کہ :"وہ دعا کے ساتھ ساتھ اپنا بھی خیال رکھے اور اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو یا کوئی مسئلہ پیش آئے تو مجھے "کال کر لینا۔

کلثوم اپنے ساس، سسر کو الوداع کہنے ہسپتال کے بیرونی گیٹ تک آئی۔اور ان کی روانگی کے بعد پھر سے 'آئی۔سی۔یو' کے باہر جاکر بیٹھی ڈاکٹر کے دیے پیپرز پڑھنے لگی۔

اس نے دعا کی حالت کی تفصیل نصیر صاحب کو بتا دی تھی۔جو انہوں نے خدا کا فیصلہ سمجھ کر صبر کرنے کی تلقین کی تھی۔ایک گھنٹہ گزرنے پر نوشی ڈرائیور کے ساتھ کھانے پینے کا کچھ سامان ساتھ لیے وہاں پہنچی اور اظہار افسوس کے ساتھ کہا: " باجی! اللہ کرے دعا جلد صحت یاب ہو کر گھر چلی چلے۔اس کے بغیر گھر گھر نہیں لگتا، ہر طرف سناٹا سا چھا گیا ہے۔"

کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے، آمین۔"

ان دونوں نے وہیں جاگ کر دعائیں مانگتے ہوئے رات گزار دی تھی۔

صبح ہوتے ہی کلثوم ڈاکٹر کے دیے ہوئے پیپرز لے کر کاؤنٹر پر پہنچی، پھر پوچھنے لگی:

"میڈم! مجھے یہ پیپرز جمع کرانے ہیں ن یہیں ہر جمع ہوں گے؟"

:کاؤنٹر پر مامور لڑکی نے احتراماً کہا

نہیں، میم! یہ کاغذات آپ ڈاکٹر صاحب کو لوٹا دیں۔اور اپنا ختمی فیصلہ بھی "
انہیں سنائیں تاکہ وہ مریض کے لیے ادویات اور آگے کے علاج اور احتیاط وغیرہ
کے متعلق آپ کو تفصیل سے بتا سکیں۔
وہ ابھی اپنا راؤنڈ مکمل کر کے اپنے دفتر میں ہی آپ سے ملیں گے، آپ انتظار
"فرمایئے۔

کلثوم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ڈاکٹر کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔

بیس منٹ کے بعد ڈاکٹر اپنے دفتر میں بیٹھ چکا تھا، جہاں کلثوم بھی پہنچ گئی اور
:کاغذات ڈاکٹر کو دے کر کہا

سر! میں نے یہ سب اچھے سے پڑھ کر اپنا ختمی فیصلہ اخذ کر لیا ہے۔اور وہ یہ کہ "
ہمیں دعا کا مزید علاج گھر پر ہی کروانا ہے۔اس کی ذمہ داری میں اپنے سر لیتی
"ہوں۔

:ڈاکٹر مسکرا دیا، پھر کلثوم کی طرف دیکھ کر بولا

مجھے اچھالگا آپ کا یہ فیصلہ سن کر۔بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنوں کا"
خیال رکھنا اپنا اہم فریضہ سمجھتے ہیں۔

488 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(488)(ادھوراپن)

آپ ان کے ہوش میں آتے ہی انہیں اپنے ساتھ گھر لے جاسکتی ہیں۔ایک بات
اور۔۔۔وہ یہ کہ میں نے سنا ہے دعا ہمارے ادارے سے ہی تعلیم حاصل کر رہی
ہیں۔اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری اور ٹریننگ کے لیے وہ کچھ ہی عرصے میں امریکہ
"روانہ ہو رہی ہیں؟
:یہ سن کر وہ چہرے پر اداسی لیے کہنے لگی

ہاں، آپ نے جو سنا ہے وہ حقیقت ہے۔"

"مگر اب یہ سب کیسے ممکن ہو پائے گا؟

ڈاکٹر نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے کہا:

کیوں نہیں ممکن؟ آپ اپنے خدا پر یقین رکھیں۔ ان شاءللہ وہ سب بہتر" کرے گا اور آپ دو ہفتے بعد انہیں امریکہ لے جا سکتی ہیں۔ اس سے ان کی مصروفیات بھی بڑھیں گی اور وہاں ان کا ہر ممکن علاج بھی ہو جائے گا۔ مگر انہیں "کسی بھی صورت اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا اس بات کا خیال آپ کو ہی رکھنا ہو گا۔

یہ سب سن کر کلثوم کو ایک امید کی کرن دکھی، تو اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا، پھر خوشی خوشی باہر آ گئی، پھر 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر ہی بیٹھ گئی۔

حادثے کے چند روز بعد آج دوپہر کا وقت تھا جب ایک نرس نے کلثوم کو خوش خبری دی کہ:

"دعا کو ہوش آگیا ہے اور وہ اب بالکل ٹھیک ہیں۔"

اس پر کلثوم یک دم دعا کی جانب لپکی، اس کے سرہانے کھڑی ہو کر حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر اشک بار ہو گئی۔

:دعا نے جب اس اداسی کی وجہ جاننا چاہی تو اس نے دعا کا ماتھا چوم کر صرف اتنا کہا

میری جان! یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ تم جو لوٹ آئی ہو۔"

"اب مجھے یہ بتاؤ تم کھاؤ گی کیا؟

:اس نے چمکتی نگاہوں سے کلثوم کو دیکھ کر کہا

بھابی! مجھے سب سے پہلے گھر جانا ہے۔ماما، بابا اور حمزہ سے ملوں گی اس کے بعد"

"ہی کچھ کھاؤں گی۔

:کلثوم نے اسے سینے سے لگا لیا

ٹھیک ہے، دعا! تم کھانا کچھ بھی نہیں، لیکن تمہیں جوس پینا ہی پڑے گا تاکہ "

"اپنے پیروں پر چل کر گھر جا سکو۔

اس کی پلکیں بھیگ گئیں اور وہ کلثوم سے معافی مانگنے لگی۔ کلثوم نے دعا کے آنسو

:پونچھ کر سرد روی سے کہا

دعا! میں تمہاری آنکھوں میں نمی برداشت نہیں کروں گی۔اب صرف و"

"صرف تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھلنی چاہیے بس۔

اس کے ہوش میں آنے اور کچھ معائنہ کرنے کے چند گھنٹوں کے بعد ڈاکٹرز نے دعا کو گھر لے جانے کی اجازت دے دی۔اور اسے مضبوط رہنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ ڈھیروں دعائیں بھی دیں۔دعا نے ان سب کا شکریہ ادا کیا، پھر کلثوم اور نوشی اسے لیے گھر جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

نصیر صاحب کو اطلاع کر دی گئی تھی اور وہ آنا بھی چاہتے تھے، مگر کلثوم نے :انہیں یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ

سب کو ایک ساتھ دیکھ کر دعا پریشان ہو جائے گی، جو اس کے لیے اچھا نہیں "

"ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(489)(ادھوراپن)

دعا ہسپتال سے نکلتے ہوئے بار بار پیچھے مڑ کر یوں دیکھنے لگی، جیسے وہ کچھ رکھ کر بھول گئی ہو۔ مگر اس کی کھوئی ہوئی شے، موسیٰ کہیں نظر نہیں آیا۔

باہر دعا کا ڈرائیور اس کی گاڑی لے کر تیار کھڑا تھا۔ وہاں پہنچ کر دعا نے رک کر پہلے بغور گاڑی کا جائزہ لیا اور اپنے دماغ پر زور ڈال کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی، پھر اس نے چاروں اطراف سے گاڑی کا معائنہ کیا مگر اسے کچھ بھی یاد نہ آیا۔

بالآخر تھک ہار کر وہ گہری سوچوں میں گم صم گاڑی میں بیٹھ گئی۔

کلثوم نے نوشی سے کہا:

"نوشی! تم آگے بیٹھ جاؤ۔"

وہ خود دعا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور اس کا سر اپنے شانے پر رکھ کر پیار سے تھپتھپانے لگی۔

:ابھی ڈرائیور نے پوچھا ہی تھا

"مالکن! چلیں؟"

:اس سے پہلے کہ کلثوم کچھ بولتی، دعا انگلی نفی میں ہلا کر گویا ہوئی

:نہیں، ایک منٹ۔" کہہ کر وہ کلثوم کی جانب متوجہ ہو کر پوچھنے لگی"

بھابی! یہ گاڑی سے خوشبو۔۔۔یہ خوشبو کیوں آرہی ہے؟"

میری گاڑی میں تو ڈرائیور انکل کے سوا کوئی نہیں بیٹھتا اور یہ اتنا مہنگا پرفیوم

"استعمال نہیں کرتے۔

کلثوم اس کا اشارہ سمجھ چکی تھی اور اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ سو اس نے

:کہا

"انکل! آپ گاڑی چلائیں۔"

:اس بار دعا نے چیخ کر کہا

"بھابی! میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے، آپ مجھے یوں اگنور نہیں کر سکتیں۔"

:کلثوم خوف زدہ انداز میں کہنے لگی

"نہیں، میری جان! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔دراصل کچھ دن پہلے خراب موسم کی وجہ سے تمہاری گاڑی کی حالت بگڑ گئی تھی، تو میں نے تمہاری گاڑی سروس کے لیے دی تھی۔بس اسی لیے شاید انہوں نے صفائی ستھرائی کے بعد گاڑی میں سپرے کر دیا ہو گا، یہ اسی کی خوشبو ہے۔"

دعا نے گردن نفی میں ہلائی اور اپنا منہ پھیر کر ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

کلثوم کا کلیجہ تکڑے تکڑے ہو چکا تھا، مگر اس وقت اسے دعا کی حالت جو بمشکل سنبھلی تھی اس کی فکر لاحق تھی۔

دعا ایک ہفتے تک ہسپتال میں بے ہوش پڑی رہی تھی، جس کے ساتھ ہر پل کلثوم نے اذیتوں بھرا کاٹا تھا۔



دوسری جانب ایمان بھی سوات سے اپنے گھر لاہور، مقدس کی شادی کے دس دن بعد لوٹی تھی۔

سہ پہر کے قریب پونے چار بج رہے تھے۔جون کا مہینہ اور لاہور کی جھلسا دینے والی گرمی۔

ایمان گھر میں داخل ہوئی تو گیراج میں رکی گاڑی سے اترتے ہی اس کی نظر اپنے بائیں جانب اٹھی۔لان میں اکیلی پھولوں سے باتیں کر رہی عائشہ کو دیکھ کر وہ حیران کن انداز میں اس کی جانب بڑھی،اور پیچھے سے اسے اپنی باہوں میں لیتے ہوئے پوچھا:



490 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(490)(ادھوراپن)

"ارے پگلی! یہ سب کیا ہے؟ تم اس شدت کی گرمی میں یہاں کیا کر رہی ہو؟ چلو اندر چلو!"

عائشہ جب اس کے روبرو ہوئی،تب وہ اس کی حالت دیکھ کر گھبرا سی گئی۔

لال آنکھوں کے گرد سیاہ ملقے، پچکے ہوئے گال، خشک ہونٹ اور رنگت ایسی جیسے ہلدی کا لیپ لگا ہوا ہو۔

:ایمان نے اسے سینے سے لگالیا، پھر رنجیدگی سے کہنے لگی

"یار! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔ انیتس سال عمر ہے اور لگتی ایسے ہو جیسے ستر برس کی بڑھیا ہو۔"

:عائشہ نے اپنی بے بس حالت کے پیش نظر قہقہہ لگا کر کہا

"انیتس سال، ایمان! یہ عمر شاید زندگی جینے والوں کے لیے کم ہو، مگر زندگی گزارنے والوں کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں ہے۔

"تم بھی میری ہم عمر ہو، پھر تم بھی اس عذاب سے تو واقف ہو گی؟

:ایمان نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا

"دیکھو، یار! مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا۔ تم اندر چلو اور کھل کر بتاؤ آخر معاملہ کیا ہے؟"

بہت مشکل سے ایمان اسے اندر لے جانے میں کامیاب ہوئی تھی۔لاؤنج میں پہنچ کراس نے عائشہ کو صوفے پر بٹھادیااور ملازم سے پانی لانے کا کہہ کراس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

ایمان نے اسے پانی پلانے کے بعد کہا:

"تم تھوڑی دیر یہیں بیٹھو، میں موم سے مل کر آتی ہوں۔پلیز! باہر مت جانا۔"

وہ عافیہ کے کمرے کی جانب بڑھی اوراوپر جاکر دستک دی۔عافیہ جو زمین پر بیٹھیں پلنگ سے ٹیک لگائے تسبیح رول رہی تھیں،انہوں نے کہا:

"آجاؤ۔"

ایمان نے سلام کیااوران کے سینے سے لگ گئی،پھر رسمی گفتگواور حال احوال کے بعد وہ عائشہ کی حالتِ زار کی وجہ پوچھنے لگی۔

عافیہ پہلے مسکرائیں،پھر سنجیدگی سے کہا:

"بیٹی! تم توجانتی ہو میری عائشہ بالکل پاگل ہے۔چندروز قبل حامد اپنے لاڈلے کوساتھ لیے اسلام آباد دعا کے گھر معافی مانگنے نکلے تھے،جو ابھی تک گھر لوٹے

ہیں نہ ہی کوئی رابطہ کیا ہے۔عائشہ بالکل نہیں چاہتی تھی کہ موسیٰ پھر سے اس "بے وفالڑکی کا سامنا کرے۔۔۔بس یہی ہے اس کا سب سے بڑا مسئلہ۔

:یہ سن کر ایمان کو کافی تشویش ہوئی، تو وہ کہنے لگی

موم! اگر یہ معاملہ ہے تو اس کی پریشانی بجا ہے۔یہ واقعی میں چھوٹی بات تو" "نہیں۔

ہاں، مگر حامد اس کے ساتھ ہیں۔تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اسے لیے سیر " سپاٹے کے لیے نکل گی ئے ہوں۔" انہوں نے ایک اندازہ لگایا تھا، پھر پوچھنے :لگیں

اچھا، بیٹی! تم بتاؤ تمہارے والدین کیسے ہیں اور ہماری بیٹیاں۔۔۔مقدس اور" "آیت؟

موم! سب لوگ بہت اچھے ہیں اور بہت یاد کر رہے تھے آپ کو۔مقدس اور" منان کل شام ہی اسلام آباد کے لیے نکل گی ئے تھے۔اور آیت بھی اللہ کے فضل سے اپنے گھر جانے کی تیاری میں ہے۔اللہ نے بالآخر اس کی بھی سن ہی "لی۔

491 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(491)(ادھوراپن)

چلو، بیٹی ! یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔اچھا! میں نماز عصر ادا کرلوں، تم بھی فریش "
"ہو کر عائشہ کے ساتھ بیٹھو، پھر تم کچھ کھالو تو ہم مل کر چائے پیتے ہیں۔

:اس نے ہامی بھری اور جاتے ہوئے دروازے سے مڑ کر پوچھا

"موم! زینب اور وہاج کہاں ہیں؟ "

:عافیہ جائے نماز بچھاتے ہوئے بولیں

وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے ہوں گے، میں نیچے آکر انہیں "
"بھی بلوالوں گی۔

:وہ ان الفاظ کے ساتھ رخصت ہوئی

اچھا، موم! جب تک میں چائے کے ساتھ کچھ کھانے کے لیے بھی بنواتی"

"ہوں۔

ایمان فریش ہو کر لاؤنج میں پہنچی اور چائے وغیرہ کی کہہ کر عائشہ کو لیے اپنے کمرے میں جانے لگیں وہ دونوں۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے عائشہ کو صوفے پر بٹھایا اور اسے متوجہ کر کے کہنے :لگی

دیکھو، عائشہ! یوں پریشان نہیں ہوتے۔ موسیٰ ڈیڈ کے ساتھ گیا ہوا ہے اور" ہو سکتا ہے وہ ہمیں کوئی سرپرائز دینے جا رہے ہوں۔ اس لیے کوئی رابطہ بھی "نہیں کیا۔

عائشہ کافی دیر بالکل خاموش رہی، پھر آنکھوں میں مایوسی لیے اسے گھورتے :ہوئے کہا

ایمان! یہ بھی تو ہو سکتا ہے، وہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ تم سب کے فلسفے اپنی جگہ بجا" ہیں، مگر میرا دل۔۔۔ میرا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ موسیٰ اور ڈیڈ کسی بڑی

مصیبت میں ہیں۔میرے حلق سے پانی کا گھونٹ نہیں اترتا، کیونکہ میرے سامنے موسیٰ کے سوکھے ہوئے لب آجاتے ہیں، میں جب نیند کے لیے آنکھیں بند کرتی ہوں تو موسیٰ کا چہرہ زخمی حالت میں میرے سامنے آنے لگتا ہے۔تو میں "کیسے صبر کرلوں؟میں کیسے خود کو تسلی دوں؟

ایمان کے گال بھی آنسوؤں سے تر ہوچکے تھے،اس نے عائشہ کو سینے سے لگالیا، جو بے حالی کے اس موڑ پر تھی کہ اس کی آہوں کی آواز بمشکل سنائی دیتی تھی۔

:ایمان نے اسے جھنجھوڑا

عائشہ۔۔۔عائشہ !اسے کچھ بھی نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی ہوگا۔یہ یقیناً تمہارا وہم " ہے کیونکہ تم نہیں چاہتی تھی کہ وہ تمہاری نظروں سے ایک پل کے لیے بھی "اوجھل ہو۔۔۔۔

اسی دوران گھنٹی بجنے کی آواز سن کر عائشہ سہم سی گئی۔

تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں۔" کہہ کر ایمان یک دم کمرے سے باہر آئی،تو عائشہ " بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آگئی۔

اس نے جب ڈیڈ کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ دوڑ کر ان کے روبرو پہنچی۔
اور ان کا راستہ روکتے ہوئے پہلے ان کے پیچھے جھانکنے لگی، پھر ان کی آنکھوں میں
:آنکھیں ڈالے سرد روی سے پوچھنے لگی

ڈیڈ! مو۔۔۔ موسیٰ کہاں ہے؟ آپ کہاں تھے اتنے دنوں سے؟ "
ڈیڈ! آپ کو میری قسم کچھ تو بولیں۔
"! مجھے بتائیں موسیٰ کہاں ہے پلیز

وہ سسکیاں بھر بھر تڑپ رہی تھی اور چلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

492 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(492)(ادھوراپن)

حامد صاحب نے ایمان کو اشارہ کیا اور عائشہ کی دونوں باہیں اسے تھماتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا:

"میں کافی تھک گیا ہوں بعد میں بات کرتا ہوں۔"

اس نے ایک جھٹکے سے ایمان کو پیچھے دھکیلا، پھر ڈیڈ کے قریب ہو کر کہنے لگی:

"نہیں، ڈیڈ! مجھے آپ کا وقت نہیں چاہیے۔" پھر اپنے ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی:

"مجھے صرف موسیٰ کے متعلق جاننا ہے۔

"پلیز۔۔۔پلیز ڈیڈ! بتادیں؟

اس پر انہوں نے شدید غصے میں کہا:

"تمہیں ایک دفعہ کی سمجھ نہیں آتی ایمان! لے کر جاؤ اسے کمرے میں اور میری نظروں سے دور۔"

وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھے، تو سیڑھیوں سے نیچے آتی ہوئیں عافیہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی اور پوچھا:

"حامد! آپ آگئے؟ موسیٰ کہاں ہے اور یہ غصہ کیسا؟"

:انہوں نے کہا

بیگم! میں کافی لمبے سفر سے لوٹ رہا ہوں، ہم بعد میں بات کرتے ہیں۔اور"
رات تک مجھے کوئی تنگ نہ کرے۔" پھر اپنا موبائل انہیں تھماتے ہوئے کمرے
میں چلے گی ئے۔

ایمان کے سینے سے لگ کر سسکتے ہوئے عائشہ آسمان کی جانب دیکھ رہی تھی اور
خوف زدہ بھی تھی۔

عافیہ نے نیچے آتے ہی ایمان سے وجہ دریافت کی اور تڑپ رہی عائشہ کو سینے سے
:لگائے ماتھا چوم کر کہنے لگیں

"بیٹی! وہ تھکے ہوئے آئے ہیں اس لیے غصے میں ہیں۔ تم پلیز! اداس مت ہو۔"

:ایمان کہنے لگی

"لیکن موم! ڈیڈ کے لہجے میں اس قدر سختی پہلے تو کبھی نہیں تھی۔"

ارے، پگلی! وہ کہہ رہے ہیں کچھ دیر آرام کریں گے تو پھر رات کو بات کریں"
"گے۔

:انہوں نے حالات کو کچھ سنبھالنے کی کوشش میں مزید کہا

چلو چائے پی لیں۔ میں زینب اور وہاج کو بلا کر لاتی ہوں۔اور ایمان تم ایک نظر"
اریحہ کو بھی دیکھ لو، میری گڑیا جاگ چکی ہو گی۔"اس نے ہامی بھری جبکہ عافیہ، عائشہ کو لیے لان میں جانے لگیں۔



شام کی رونقیں سیاہی میں بدلنے میں بس کچھ ہی پل بچے تھے۔
کلثوم اور نوشی بھی دعا کو ہسپتال سے گھر لے آئی تھیں۔
ایک ہفتے کے بعد اپنی بیٹی کو گھر پر دیکھ کر دعا کے والدین نے اسے باری باری اپنی باہوں میں لیے پیار کیا۔اور دونوں اشک بار ہو گئے۔
:نصیر صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا اور نایاب کہنے لگیں
میں نے تو اپنی بیٹی کی واپسی پر نوافل مانے تھے۔ میں پہلے نوافل ادا کر لوں باقی"
"سب کچھ بعد میں ہوتا رہے گا۔
:نصیر صاحب نے بہو سے کہا
بیٹی! تم دعا کو کمرے میں لے جاؤ اور اس کے ساتھ ہی رہنا۔" پھر نوشی کو کچھ"
کھانے کے لیے بنا کر لے جانے کا کہا۔

نوشی یک دم کچن میں پہنچی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ دعا کمرے میں پہنچ کر کہنے لگی:

"بھابی! مجھے ابھی فریش ہو کر نماز ادا کرنی ہے، آپ کہیں جانا مت پلیز!"

وہ زیر لب مسکرا کر گویا ہوئی:

"ٹھیک ہے۔ تم فریش ہو جاؤ میں یہیں ہوں۔"



493 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(493)(ادھورا پن)

دعا نے نماز مغرب ادا کی۔ اور بس جائے نماز پر ہی رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑ گڑاتے ہوئے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے لگی۔

کلثوم وہیں بالکونی میں کھڑی کچھ عرصہ قبل سامنے بیٹھے موسیٰ کا ٹھکانہ دیکھ کر بے حال ہوئے جارہی تھی۔ اور دل ہی دل میں اس کی صحت یابی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

کافی دیر گزرنے کے باوجود دعا کی سسکیوں کی آواز تھم نہ سکی، تو کلثوم اس کی طرف لپکی۔ اور زمین پر بیٹھ کر اسے سجدے سے اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا، پھر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولی:

"خدارا، دعا! سنبھالو خود کو۔ تم ابھی بستر مرض سے اٹھی ہو اور تمہیں غم زدہ ہونے کی اجازت بالکل نہیں ہے۔ اس سے تمہاری حالت بگڑ سکتی ہے۔"

اس نے ایک نظر کلثوم کو دیکھا، پھر کپکپاتے ہوئے لبوں سے پوچھنے لگی:

"اچھا، میری حالت کی چھوڑیں۔ مجھے یہ بتائیں جس کی حالت میری وجہ سے بگڑی وہ نامعلوم شخص کون تھا؟ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ اس کے گھر والوں کی کیا حالت ہو گی؟"

کلثوم کی خاموشی کے پیش نظر دعا نے اظہار تشویش کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی اور کہا:

بھابی! میں نے جان بوجھ کر اسے گاڑی تلے روند ڈالا تھا۔ کیونکہ اس وقت میں" غصے میں تھی اور میری بات موسیٰ سے ہو رہی تھی۔ بھابی! آپ کو معلوم ہے جو نہی میری گاڑی اس شخص سے ٹکرائی تھی، اس وقت موسیٰ کی کال تو نہیں کٹی تھی، بلکہ میرے گھر پہنچنے اور بے ہوش ہونے تک موسیٰ ابھی کال پہ تھا۔ مگر وہ بول نہیں رہا تھا۔

"تو کیا میرا اندازہ درست نہیں ہو سکتا؟

:دونوں اطراف کی طویل خاموشی دعا کے ان الفاظ پر ٹوٹی

گاڑی میں اس کی خوشبو، اس کے لمس کی مہک، حادثے کے بعد ہر بار موسیٰ کا" چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آجانا، دل میں شدت کی نفرت کے باوجود ہر بار اسی شخص کا خیال آنا۔ اور تو اور اسے دل سے معاف کر دینے کا بھی جی چاہتا ہے

"اب تو۔

خاموشی سے سب سن رہی کلثوم کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امڈ آیا تھا۔ اس :نے برستی ہوئی نگاہیں دعا کی طرف کرتے ہوئے تڑپ کر کہا

"تو معاف کر دونا اسے ،اب تو تمہارا دل، تمہاری زبان اور نگاہیں سب اس کے حق میں بولنے لگے ہیں۔اب تم یہ لڑائی کس سے اور کس کے لیے لڑو گی۔اور معاف کرنا تو میرے رب کی سنت ہے۔"

مگر بے سود۔دعا بالکل خاموش رہی۔ جس پر کلثوم نے مایوس کن لہجے میں بات بدلتے ہوئے کہا:

"اب اٹھو! تمہیں آرام کی شدید ضرورت ہے۔"

وہ جائے نماز سے اس کے سہارے سے اٹھی اور اس کا ہاتھ تھامے پلنگ تک پہنچ کر اسے پاس بٹھا کر کہنے لگی:

494 .txt

اچھا، بھابی! آپ تو ڈرائیور انکل سے جان چکی ہوں گی اس شخص کے متعلق؟"
کیونکہ حادثے کے بعد وہ گھر نہیں آئے تھے۔ تو انہوں نے اس شخص کو دیکھا
ہو گا اور آپ کو بھی بتایا ہو گا۔

"پلیز! بتادیں؟

کلثوم نے پیار سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور نگاہیں چراتے ہوئے اٹھ کر کہنے لگی:

مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔" پھر اس نے کھڑکی بند کر کے مزید کہا":

میں 'اے سی' چلا دیتی ہوں اور روشنی بھی مدہم کر دیتی ہوں۔ تم کچھ دیر آرام"
"کرلو۔

دعا بے بسی کے عالم میں لیٹ کر کہنے لگی:

مگر، بھابی! کھڑکیاں بند کرنے یا روشنی مدہم کرنے سے حقیقت بدلتی ہے نہ"
ہی سچائی چھپتی ہے۔ اب آپ بہتر جانتی ہیں تو معلوم تو مجھے بھی پڑ جائے گا ایک نا
"ایک دن۔ اور جب تک میں سچائی معلوم نہ کر لوں مجھے سکون نہیں ملے گا۔

دعا نے ناراضی کی سی ادا سے کروٹ بدلتے ہوئے بہتے آنسو پونچھ لیے تھے۔

یہ سب سننے کے بعد کلثوم کا دل بھی چور چور ہو چکا تھا، مگر اس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے اسے تسلی دینے کی کوشش کی:

"میری جان! بھلا میں کیوں تم سے کچھ چھپاؤں گی۔ اگر کوئی بھی ایسی بات ہو گی تو میں نے پہلے بھی کبھی تم سے کچھ نہیں چھپایا۔ ابھی تم تھوڑا سا آرام کر لو، میں نوشی کو یہیں بھیج دیتی ہوں۔ اور تمہارے لیے اچھا سا سوپ بنا دیتی ہوں۔ ابھی دوا بھی لینی ہے تمہیں۔"

باہر جاتی ہوئی کلثوم کو اس نے پکار کر کہا:

"بھابی! سنیں۔ آپ کہہ رہی ہیں تو میں مان لیتی ہوں، مگر میرا دل ماننے یا کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔"

کلثوم نے مڑ کر دیکھا اور پھر اداس ہو کر باہر نکل آئی۔

کچن میں کام کر رہیں نایاب نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہنے لگی: "بیٹی! میں نے سوپ بنا دیا ہے اور کھچڑی کے لیے بھی سامان رکھ دیا ہے۔

اور ہاں، کیسا ہے وہ لڑکا۔۔۔ موسیٰ؟"

کلثوم ان کے سینے سے لگ کر رنجیدگی سے بولی:

"ماما! وہ بس اپنی آخری سانسیں جی رہا ہوگا کہیں۔ آپ پلیز! اس کے لیے دعائیں کریں وہ جلدی سے صحت یاب ہو جائے۔ وگرنہ اس بن دعا کی دعائیں اور دعا بھی ادھوری رہ جائیں گی۔ ہاں، وہ ابھی حقیقت سے ناواقف ہے تو ہم جب تک چھپا سکے اس سے یہ بات چھپانی پڑے گی۔

مگر جب دل ہی راہ اور منزل بھی دل ہی ہو تو راہی کو کٹھن راستوں اور اندھیروں کی پرواہ کہاں ہوتی ہے۔ اسے تو بس منزل چاہیے ہوتی ہے۔"

انہوں نے کلثوم کا ماتھا چوم لیا، پھر کہنے لگیں:

"بیٹی! ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ اللہ اس لڑکے کو صحت عطاء فرمائے اور ہر خوشی دعا اور اس کے مقدر میں لکھ دے، آمین۔" کلثوم نے بھی "آمین" کہا اور پھر کھانا ٹرے میں رکھتے ہوئے گویا ہوئی:

"اچھا، ماما! آپ پریشان مت ہونا، میں دعا کے ساتھ ہی رہوں گی۔ اور کل سے نرس بھی آجائے گی تو ہم مل کر دعا کا خیال رکھیں گے۔

495 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(495)(ادھورا پن)

"آپ نے کھانا کھالیا ماما؟

ہاں، بیٹی! میں اور تمہارے بابا نے آج دوپہر کا کھانا دیر سے کھایا تھا، تو ابھی دل" نہیں کر رہا۔ مگر نوشی نے کھانا بنا دیا ہے، میں تمہارے لیے بھی دعا کے کمرے "میں بھجواتی ہوں، وہیں کھالینا تم بھی۔

: کلثوم نے سوپ اور کھچڑی ٹرے میں رکھ کر اٹھائی اور باہر جاتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے، ماما! میں کھالوں گی۔"

کھانا لے کر وہ دعا کے کمرے میں پہنچ کر نوشی سے کہنے لگی: "نوشی تم جاؤ حمزہ کمرے میں ہی ہے، اسے کھانا کھلا کر سلا دینا۔ میں آج دعا کے ساتھ ہی رہوں "گی۔

:وہ الماری میں دعا کے کپڑے سیٹ کرتے ہوئے بولی

:جی، باجی! میں جاتی ہوں۔" کہہ کر اس نے پوچھا"

"بتی چلادوں باجی؟"

ہاں جلادو۔" کلثوم نے کھانا میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔ پھر دعا کو سہارا دے کر"

:بٹھاتے ہوئے اس کی کمر کے پیچھے تکیہ رکھ کر کہنے لگی

"چلو، دعا! اب جلدی سے گرما گرم سوپ پی لو اور پھر دوا لے کر سو جاؤ۔"

وہ سوالیہ انداز میں کلثوم کو دیکھنے لگی، جو کافی حیران کن تھا۔ اس نے مسکرا کر دعا

:سے پوچھا

"ہاں، اتنے غور سے کیوں دیکھ رہی ہو سب خیریت تو ہے؟"

بھابی! آپ پہلے 'اے سی' بند کریں اور کھڑکی کھول دیں۔ میرا دم گھٹ رہا"

"ہے۔

یہ کہہ کر دعا نے سر پر ڈوپٹہ لیا اور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔

کلثوم نے اس کی بات مان لی اور کھڑکی کھول کر اس کے پاس بیٹھ گئی، پھر سوپ کا

:ایک چمچ اس کی طرف بڑھایا۔ جو اس نے ہاتھ سے روکتے ہوئے پوچھا

"بھابی ! پہلے مجھے یہ بتائیں اس حادثے والے دن میرے رشتے کے لیے ہمارے گھر کون آیا تھا؟"

اس نے حیران کن انداز میں دعا کی طرف دیکھ کر کہا:

"ارے، یار ! جس گھر میں اتنی خوبصورت، کنواری اور روپے پیسے والی لڑکی ہو تو وہاں رشتہ آنا کونسی نئی بات ہے۔ تم چھوڑو نا ان چونچلوں کو۔ ابھی تم صرف اپنی صحت کے متعلق سوچو، تمہاری مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو گا۔"

وہ یہ سن کر کلثوم کی طرف اسطرح سے پلٹی، جیسے وہ اس کا چہرہ ہی نوچ ڈالے گی، مگر پھر اس نے شائستگی سے کہا:

"بھابی ! چلیں میں ایک ہفتے تک گونگی، بہری بن کر بیٹھ جاؤں گی۔ مگر اس کے بعد میں ہر اس بات پر احتجاج کروں گی جو ان چند روز میں مجھ سے چھپائی گئی۔ مجھے احساس ہے کہ آپ لوگوں کو مجھ سے کتنی محبت ہے۔ مگر اب کیا آپ لوگ اس حد تک چلے جائیں گے؟"

اس نے اظہار افسوس کے ساتھ پوچھا تھا۔

کلثوم کے چہرے پر اداسی چھانے لگی، تو اس نے دعا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے تحمل مزاجی سے کہا:

"میری جان! اگر تم مانتی ہو ہمیں تمہاری فکر ہے تو پھر بھروسہ رکھو، ہم سب کچھ تمہاری بہتری کے لیے ہی کریں گے۔ اب تم جلدی سے کچھ کھالو اور پھر دوا لے کر سو جاؤ پلیز۔"

دعا نے مسکراہٹ بھری اور اپنا منہ کھول کر بیٹھ گئی۔

کلثوم نے اسے کھانا کھلانے کے بعد دوا دے کر سلا دیا۔ اور خود اس کے سرہانے بیٹھی گہری سوچوں میں گم ہو گئی۔

496 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(496)(ادھوراپن)

میں اس کے ان سوالات کا کیا اور کیسے جواب دوں ؟اور اگر اسے حقیقت معلوم پڑ گئی تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے وغیرہ؟

اس سوچ کے ساتھ ساتھ اس کے آنسو بھی ٹپک رہے تھے۔



رات کے نو بج رہے تھے۔ حامد صاحب پریشانی کے عالم میں اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانک رہے تھے۔

:عافیہ نے دروازے پر دستک دی اور اندر آکر پوچھنے لگیں

ارے، حامد! ایسا کیا ہوا ہے جو آپ یوں کمرے میں بند ہو گئے ؟آخر ہم بھی" تو آپ کے اپنے ہیں، ہم سے کیا چھپائے پھر رہے ہیں آپ؟

اتنے دن ہو گئے آپ اور موسیٰ کو گھر سے گئے ہوئے، مگر آپ نے کوئی رابطہ "کیا نہ ہی کوئی وجہ بتا رہے ہیں۔ موسیٰ بھی آپ کے ساتھ نہیں لوٹا۔

:طویل خاموشی کے بعد انہوں نے اپنا رخ بدلا اور بیگم کو متوجہ کر کے کہنے لگے

"ہاں، بیگم !آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔اپنوں کی کوئی بات کر رہی تھیں شاید۔تو پھر سنیے۔۔۔مجھے اپنوں کا ہی ڈر ہے کہیں سچائی بتا کر میں کسی اپنے کی جان ہی نہ لے لوں۔"

:عافیہ ایک قدم آگے بڑھیں اور کپکپاتے ہوئے لبوں سے پوچھا

"نہیں، ﷲ نہ کرے۔یہ آپ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں؟"

:انہوں نے دردمندانہ لہجے میں جواباً کہا

"ہاں، آج واقعی میں میں بہک گیا تھا۔وہ میری معصوم عائشہ، آج میں نے اس کا بھی دل توڑ دیا۔آج جس لہجے میں میں نے اس سے بات کی تھی، مجھے ڈر ہے کہیں وہ اپنے ڈیڈ سے بدگمان نہ ہو جائے۔افسوس ہوتا ہے مجھے ہر دفعہ اپنی اولاد کی خوشیوں اور ان کی خواہشات کا گلا گھونٹ دیتا ہوں۔" کہہ کر وہ آہیں بھر بھر کر رونے لگے۔

:عافیہ نے انہیں سہارا دیے پلنگ پر بٹھایا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھنے لگیں

"حامد !کچھ بتائیں تو سہی۔اسلام آباد میں ایسا کیا ہوا تھا جو آپ اس قدر تڑپ رہے ہیں؟اپنے اندر کس طوفان کو لیے بیٹھے ہیں آپ؟"

ارے! یہ طوفان بھلے ہی میرے اندر رہے، مگر یہ میرا سب کچھ اپنے ساتھ بہا"

کر لے گیا۔

"جانتی ہو، بیگم! موسیٰ کہاں ہے؟

: یہ سن کران کے پورے بدن میں عجیب سا خوف طاری ہونے لگا، وہ کہنے لگیں

!اللہ خیر کرے"

"کیا ہوا میرے بیٹے کو؟

: حامد صاحب جگہ سے اٹھے اور باہر جاتے ہوئے گویا ہوئے

وہ اس وقت امریکہ میں زندہ رہنے کے لیے اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا"

ہے۔ چند سانسوں کی بھیک مانگے اس آس پر وہاں پڑا ہے کہ شاید خدا کسی کی

"دعاؤں کے صدقے اس پر خاص کرم کر دے۔

ان کے اتنا بتاتے ہی عافیہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ دوزانو زمین پر بیٹھ گئیں۔ وہ بس زندہ لاش کے سوا کچھ نہیں تھیں۔ ان کے ہاتھ آسمان کی جانب اٹھ گئے اور آنسو چہرے سے ٹپکتے ہوئے ان کی جھولی میں جذب ہونے لگے۔

کمرے کے باہر کھڑی عائشہ اور ایمان بھی مکمل گفتگو سن چکی تھیں،ان کی روح بھی جسے پرواز کر گئی ہو۔

حامد صاحب نے دروازہ کھولا جنہیں دیکھتے ہی عائشہ الٹے قدموں اپنے کمرے کی جانب جانے لگی۔اور ایمان ان کے سینے سے لگ کر تڑپتے ہوئے پوچھنے لگی :

ڈیڈ! یہ سب کب اور کیسے ہوا؟"

"آخر کب تک۔۔۔۔۔

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑی تھی۔



497 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(497)(ادھوراپن)

:حامد صاحب نے جواباً کہا

بیٹی! جو ہونا تھا ہو گیا۔اب بس صبر اور حوصلے سے کام لینا ہو گا اور اس کی زندگی"

"رب سے مانگنی پڑے گی۔

پھر وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیے گرتے سنبھلتے نیچے کی طرف جانے لگے۔

عائشہ بھی سسکتی ہوئی کمرے میں پہنچی اور مصلیٰ بچھا کر رب کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔

ایمان نے کچھ حد تک اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے عافیہ کے کمرے کی راہ لی۔

اور زمین پر بیٹھیں عافیہ سے لپٹ گئی۔

انہوں نے ایک جھٹکے سے ایمان کو پیچھے دھکیلا، پھر اپنے آنسو پونچھتے ہوئے غصے

:سے لال آنکھوں سے اسے دیکھ کر رنجیدگی سے بولیں

بس! اب کوئی کسی کے لیے آنسو نہیں بہائے گا۔ہمارے گناہوں کے آگے"

ہمارے آنسوؤں کی اوقات ہی کیا ہے۔" کہہ کر انہوں نے لہجے کی کرواہٹ

:میں کچھ کمی لاتے ہوئے ایمان کو اپنے قریب کھینچا، پھر سرد روی سے کہنے لگیں

بیٹی ! تمہیں معلوم ہے اس معصوم لڑکی کی حیاءاور گہری آنکھوں میں کس قدر" اذیت چھپی ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ اسی پاک دامن دعا کی بد دعائیں ہیں جو ہم سب پر رب کا قہر بن کر ٹوٹی ہیں۔اب ہمیں ان اذیتوں سے نکلنے کے لیے اس کے قدموں کا سہارا لینا ہوگا۔ تم جاؤ ! اس بد نصیب بہن کی خبر لو جو نہ جانے کس "جنم کی سزا کاٹ رہی ہے۔

اس نے ہامی بھری اور عافیہ کو صوفے پر بٹھا کر پانی کا گلاس پیش کرتے ہوئے کہنے لگی :

موم ! خدارا آپ حوصلہ رکھیں ،رب کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں۔ آپ دعاء" کریں موسیٰ کے لیے۔ وہ کہتے ہیں نا،ماں کی دعاءاور خدا کے درمیان کوئی پردہ ". نہیں ہوتا اور ماں کی التجائیں تو عرش کو ہلا دیتی ہیں

انہوں نے ایمان کا ماتھا چوم کر گردن ہاں میں ہلائی، پھر مصلٰے ہاتھ میں لیے ایک کونے میں چلی گئیں۔

ایمان آنکھوں میں آنسو لیے عائشہ کے کمرے میں پہنچی۔ وہ رب سے التجائیں کر رہی تھی :

اے رب! میں جانتی ہوں تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو بے نیاز ہے۔"

میرے آنسو اور میری دعائیں مولا تیرے کسی کام کی نہیں، مگر تو چاہے تو میری جان جو تیری امانت ہے ابھی مجھے اپنے پاس بلا لے۔ مگر، میرے مولا! میرے بھائی کی سزا ختم کر دے۔ اس نے تو ابھی تیری یہ دنیا پوری طرح سے دیکھی بھی نہیں ہے۔ میں اپنی جان کا صدقہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ موسیٰ کی تو اتنی عمر بھی نہیں جتنی اس نے سزائیں کاٹ لیں،" پھر گڑ گڑا کر کہنے لگی:

مولا! تجھے تیری رحمٰنیت کا واسطہ اب ان آزمائشوں کو صبر کے پھل میں بدل دے۔ تو تو نیتوں کو جانتا ہے۔ اب میرے بھائی کے بنا مجھے بھی زندگی نہیں چاہیے، میں ہر گز شکوہ نہیں کر رہی، مگر اپنے دکھ تو تجھ سے بانٹ سکتی ہوں۔"

اسے بے حال دیکھ کر ایمان کا دل بھی کانپ اٹھا تھا، اس نے بھی اپنے ہاتھ خدا کی بارگاہ میں اٹھا لیے اور رب کی بارگاہ میں پیش ہو کر صرف اتنا کہا:

498 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(498)(ادھوراپن)

"اے میرے رب! میں اپنے پھول جیسے بھائی کو اس کی جوانی چڑھنے سے پہلے کھو چکی ہوں، مگر میں نے اف تک نہیں کی تھی۔ مگر اب مجھ میں بھی ہمت نہیں ہے۔اور میں ہر گز اپنا دوسرا بھائی کسی کے چین سکون کے لیے قربان نہیں کر سکتی۔ میں نہیں جانتی اس کے ساتھ کیا ہوا، کیسے ہوا، مگر جو ہوا وہ ٹھیک نہیں ہوا۔الٰہی! موسیٰ کی جگہ تیری بارگاہ میں ہم پیش ہو جاتے ہیں تو جو چاہے ہم سے ویسا سلوک کر لینا، مگر وہ بے قصور ہے اسے ہمیں لوٹا دے۔"

اس رات اتنے آنسو ٹپکے تھے کہ جائے نماز تک بھیگ گی ئے۔اب نہ جانے ان آنسوؤں کا بدلہ کب اور کس صورت میں ملتا ہے، مگر عائشہ اور ایمان نے اپنے رب سے ایک نئ امید لگالی تھی۔

اس رات وہ دونوں رات بھر اپنے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتی رہیں۔

صبح ہوتے ہی حامد صاحب ناشتے کی میز پر آئے اور بیٹھنے سے پہلے عائشہ اور ایمان کو بھی اپنے پاس بلوالیا۔

انہوں نے دونوں کو باہوں میں لے لیااور باری باری ماتھاچوم کررنجیدگی سے کہنے لگے:

"بیٹے! میں مانتاہوں کل جو کچھ بھی ہوا وہ غلط تھا۔۔ نہیں ہوناچاہیے تھا۔میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں اور تم دونوں سے گزارش کرتاہوں مجھے دل سے معاف کردینا۔حالات کی نزاکت سے توتم دونوں واقف ہوگئی ہو، مجھے بھی اس وقت کچھ بھی سمجھ نہیں آرہاتھا۔"

ایمان نے ان کی جانب دیکھاتوان کی آنکھوں میں آنسو تھے، جواس نے پونچھتے ہوئے کہا:

"ڈیڈ! آپ ہمیں شرمندہ کررہے ہیں۔ ہم آپ سے ہرگز ناراض نہیں ہیں۔ اور پلیز! ایسا نہ کہیں۔یہ وقت آزمائش کا ہے توہمیں مل کر اس وقت کا صبر سے مقابلہ کرنا ہے۔" پھر عائشہ کی طرف متوجہ ہوکر پوچھنے لگی:

"کیوں عائشہ ! میں نے صحیح کہا نا؟"

عائشہ نے جواباً خاموشی اختیار کیے رکھی اور غصے سے اسے گھورنے لگی۔ وہ مزید کچھ کہے سنے بنا اپنے کمرے میں لوٹ گئی۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ڈیڈ سے کس قدر بدگمان ہو چکی ہے۔ وہ خود غرض نہیں تھی، مگر بھائی کی جدائی کے خوف نے اسے خود غرض بنا دیا تھا۔ اسے ڈیڈ کا موسیٰ کو اسلام آباد لے جانے والا فیصلہ اندر سے توڑ چکا تھا۔ بھلے ہی اس نے موسیٰ کو خود اجازت دی تھی، مگر صرف و صرف اپنے ڈیڈ کی اس یقین دہانی پر کہ 'وہ موسیٰ کا خیال اس کی پرچھائی بن کر رکھیں گے۔' جو وعدہ وہ پورا نہ کر سکے۔

حامد صاحب نے گہری سانس لی اور ہلکی سی مسکان لبوں پہ لیے ہاتھ سے اشارتاً کہا:

"میں کیا کہوں۔"

پاس کھڑیں عافیہ نے کہا:

حامد! آپ پریشان نہ ہوں کچھ دیر کی ناراضی ہے۔ وہ خود کو سنبھال لے گی،"

"آپ ناشتہ کریں۔

499 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(499)(ادھوراپن)

:انہوں نے اپنا موبائل اٹھایااور وقت کا تعین کرتے ہوئے بولے

"ساتھ بج رہے ہیں اور مجھے آٹھ بجے ائیر پورٹ پہنچنا ہے۔"

:عافیہ نے انہیں دروازے پر روکا، پھر اپنے جذبات کااظہار یوں کرنے لگیں

میں روکوں گی تو نہیں آپ کو، مگر اب واپسی پر میرے بیٹے کو لیے بنالوٹیے گا"

مت۔ میں اس گھر کے دروازے آپ کے لیے اس وقت تک نہیں کھولوں گی

"جب تک موسیٰ زندہ سلامت واپس نہیں لوٹ آتا۔

:وہ دروازے سے واپس پلٹے اور اپنا سامان ایاز کو تھماتے ہوئے کہنے لگے

بیگم! مجھے ہر وہ شرط منظور ہے جو مجھے مجبور کرے کہ میں اپنے بیٹے کی سانسیں "

"اسے دوبارہ لوٹا سکوں۔

:عافیہ رنجیدگی سے بولیں

ہاں، اتنا حق تو بنتا ہے آپ کا، کیونکہ یہ سب آپ کی بے وجہ کی ضد اور انا کا نتیجہ "

ہے۔ جب سب کچھ ہمارے ہاتھ میں تھا اس وقت آپ نے قدر نہیں کی۔ اور

جب سب ہاتھ سے ریت کی مانند بکھرنے لگا تو اپنا بیٹا ہی اس لڑکی کے قدموں

"میں ڈال دیا۔

:کچھ آہیں بھرنے اور آنسو بہا کر وہ سنبھلتے ہوئے پھر سے کہنے لگیں

جو کچھ اسلام آباد میں ہوا مجھے اس کی مکمل تفصیل معلوم ہے۔ ایک ماں ہی اپنی "

اولاد کا درد سمجھ سکتی ہے۔ میرا موسیٰ بھی کتنا تڑپا ہو گا، اس نے اپنی ماں کو بھی تو

پکارا ہو گا۔ مگر اب میں اپنے اندر کا درد محسوس کروں گی، اور قسم ہے موسیٰ

کی۔۔۔ میں اس وقت تک ایک بھی آنسو ضائع نہیں کروں گی جب تک اپنے

بیٹے کو سینے سے نہ لگا لوں۔ حامد! آپ جائیں۔ اور ہاں، میں جو وعدہ کروں اسے

"پورا بھی کرتی ہوں۔۔۔ یاد رکھیے گا۔

انہوں نے انہیں الفاظ ہر حامد صاحب کو الوداع کیا۔اور پھر گھر کا داخلی دروازہ بند کرتے ہوئے ایمان، زینب اور وہاج کے ساتھ ناشتے کی میز پر بیٹھ گئیں، پھر ایاز سے کہا:

"وہ عائشہ کا ناشتہ اس کے کمرے میں پہنچادے۔"

اپنی ساس کا یہ روپ دیکھ کر ایمان خوف زدہ ہو گئی، جس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر عافیہ مسکرا کر کہنے لگیں:

ایمان! تم کیوں پریشان ہو رہی ہو، میں نے جو کچھ بھی کیا ہم سب کی بہتری" "کے لیے مجبوراً کیا۔ چلو، شاباش جلدی سے ناشتہ کرو۔

ایمان نے ہامی بھری:

جی۔۔۔جی، موم!" پھر خوف زدہ انداز میں اٹھ کھڑی ہو کر بولی":

پہلے میں عائشہ کو دیکھ لوں پھر اریحہ کے ساتھ ناشتہ کرلوں گی۔ ویسے بھی آج" بچوں کی چھٹی ہے تو سارے کام جلدی سے نمٹ جائیں گے" یہ کہہ کر وہ عائشہ کے کمرے میں چلی گئی۔

★☆...☆★

صبح کے قریب نو بجے کلثوم نرس کے ہمراہ دعا کے کمرے کے باہر موجود تھی۔

اور دستک دینے پر معلوم پڑا دروازہ کھلا ہے۔

وہ نرس کو لیے کمرے میں داخل ہوئی تو دعا بستر پر موجود نہیں تھی۔ اسے کچھ تشویش ہوئی تو وہ نرس سے کہنے لگی:

میڈم! آپ یہ دوائیں وغیرہ ایک نظر دیکھ لیں میں دعا کو دیکھ لوں۔" پھر" پورے کمرے میں آوازیں دے کر وہ اسے ڈھونڈنے لگی، مگر مجال ہے دعا نے اس کی ایک بھی سنی ہو۔

اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے کلثوم کی نظر کھڑکی کی طرف اٹھی، جہاں دعا اداس اپنے آپ میں مگن کھڑی تھی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(500)(ادھوراپن)

:اسے دیکھ کر کلثوم نے سکھ کی سانس لی اور کہنے لگی

ارے، یار! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ میں نے کہاں کہاں تمہیں نہیں" ڈھونڈا، کمرے کے اندر، پچھلی طرف کی بالکونی میں جہاں تم ہر صبح تازہ ہوا لینے "جاتی ہو، مگر مجھے یقین نہیں آ رہا تم یہاں ہو۔

:اس نے بغور دعا کو دیکھا، تو سہمے ہوئے انداز میں گویا ہوئی

"یار! تم رو رہی ہو؟"

:دعا نے یک دم آنسو پونچھ لیے، پھر مسکرا کر کہنے لگی

بھابی! پہلے میں خود کو تو ڈھونڈ لوں تو پھر آپ کو مجھے نہیں ڈھونڈنا پڑے گا۔ اور" جہاں تک رہی میری یہاں موجودگی کی بات، تو جب سانس لینے کی وجہ ہی نہ "رہی ہو تو تازہ ہوا لینے کا کیا فائدہ۔

وہ دعا کا درد سمجھ چکی تھی۔ کیونکہ وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھیں، جہاں کچھ عرصہ قبل موسیٰ اپنی سزا کاٹ رہا تھا، جو ابھی تک مکمل نہ ہو پائی تھی۔

اس نے اداس ہوئی دعا کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لیے اسے پلنگ تک پہنچا دیا، جہاں نرس اس کے لیے ڈرپ تیار کر چکی تھی۔

اس نے دعا کو پلنگ پر لٹا دیا، پھر نوشی کو ناشتہ لانے کی کہہ کر دعا کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ کلثوم اس کے لمبے، چمکدار بکھرے ہوئے بال انگلیوں سے سنوارنے لگی۔

کچھ دیر میں نوشی ناشتہ لے کر حاضر ہوئی تو کلثوم نے دعا کو ناشتہ کرانا چاہا، مگر اس نے کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا:

"پہلے یہ بتائیں آپ سب نے ناشتہ کر لیا ہے؟"

"ہاں، دعا! ماما، بابا ناشتہ کر رہے ہیں اور مجھے یہیں آپ کے ساتھ ناشتہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔"

یہ سن کر دعا نے ایک لقمہ اٹھایا اور کلثوم کو کھلانے لگی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے سردروی سے کہا:

"بھابی! میں بس ابھی ماما، بابا اور حمزہ سے مل کر آتی ہوں، پھر دوا بھی لے لوں گی۔"

کلثوم نے خوشی خوشی اجازت دے دی اور خود اس کے کمرے کی حالت سنوارنے لگی۔

الماری کا دراز کھولنے پر اسے کچھ چوڑیاں شیشے کے ایک ڈبے میں دکھائی دیں، جن میں چند کے تکڑے اور چند کو جوڑ دیا گیا تھا۔ جو کلثوم کے لیے کافی حیرانی کا باعث تھا۔ کیونکہ یہ وہی چوڑیاں تھیں جو دعا کو موسیٰ نے محبت کی نشانی کے طور پر دی تھیں۔ جو دعا نے شدید نفرت دل میں لیے ایک غلط فہمی کے چلتے دیوار پر دے ماری تھیں۔

دعا ناشتے کی میز پر پہنچی تو نصیر صاحب یک دم اٹھے اور اپنی باہیں پھیلا دیں۔

دعا ان کے سینے سے لگ کر مسکراتے ہوئے بولی:

"بابا! اب آپ سب میرے بنا ناشتہ کریں گے۔ ایک دفعہ تو مجھے بلوا لیتے، کم از کم آپ کے ساتھ بیٹھ ہی جاتی۔"

"ارے، بیٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ تو کلثوم نے منع کر دیا تھا کہ تم چند روز کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھو گی، بس اس لیے۔"

501 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(501)(ادھوراپن)

:نایاب نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا

"بیٹی! ہم سب آج دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھائیں گے، یہیں اسی دستر خوان پر۔

"سو اب ناراضی دور کر لو۔

:اس نے پاس بیٹھے حمزہ کو گود میں اٹھا کر چومتے ہوئے ہامی بھری

"ماما! مجھے اس پل کا انتظار رہے گا۔"

:دس، گیارہ سالہ حمزہ اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر اسے متوجہ کر کے پوچھنے لگا

"پھپھو! آپ کو پتا ہے اس دن جب بہت بارش ہوئی تھی اور آپ گھر پر نہیں

"تھیں تو کیا ہوا تھا؟

حمزہ اسی دن کی بات کر رہا تھا جس دن دعا نے اپنی محبت کو گاڑی تلے روند ڈالا تھا۔

وہ بغور حمزہ کو دیکھنے لگی، پھر بولی:

"ہاں، بالکل۔ مگر یہ تو دس دن پہلے کی بات ہے۔"

حمزہ نے اپنے سر پر ہاتھ مارا:

"اف۔۔۔ پھپھو! میری پوری بات تو سن لیں۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ اس دن

ہمارے گھر ایک بڑے انکل اور ان کے ساتھ ایک چھوٹے انکل آئے تھے، جو ماما

اور دادو سے بار بار آپ کے آنے کی پوچھ رہے تھے۔۔۔"

دعا کے والدین نے حمزہ کو روکنے کی کوشش کی، مگر دعا نے انہیں روک دیا۔ یہ سب سن کر وہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی، اس کے تو جیسے پیروں تلے سے زمین ہی کھسک گئی ہو۔

وہ لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے دیوار سے ٹکرائی، پھر خود کو سنبھال کر حمزہ سے پوچھا:

"ہاں۔۔۔ ہاں، بیٹا! پھر کیا ہوا تھا؟"

پھپھو! چھوٹے انکل کسی کو کال کرنے باہر نکل گی ئے تھے۔ جو ابھی تک واپس" نہیں آئے اور ان کے ساتھ جو بڑے انکل تھے وہ آپ کو ہاسپٹل لے کر گئے "تھے۔

:نایاب آگے بڑھیں اور حمزہ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا

:بیٹا! آپ جاؤ اپنے کمرے میں،" پھر دعا سے کہنے لگیں"

"دعا! یہ تو بچہ ہے۔ تم اس کی باتوں میں مت آنا۔"

اس نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے ماما کو رک جانے کا کہا۔اور حمزہ کا ہاتھ تھامے :اس سے پوچھنے لگی

"اچھا، تو کیا آپ ان انکل کو تصویر میں دیکھ کر پہچان لو گے؟"

:اس سے پہلے کہ حمزہ کچھ بولتا نصیر صاحب نے دعا کے قریب ہو کر پوچھا

"بیٹی! تم کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو؟ کیا ہم پر بھروسہ نہیں ہے؟"

اس نے اپنی نگاہوں میں مایوسی لیے بابا کو دیکھا، پھر کہنے لگی:" پلیز بابا! ابھی جو کچھ میں کر رہی ہوں مجھے کرنے دیں۔اور میں آپ پر بھروسہ کرتی ہوں، ایسی "ویسی کوئی بات نہیں ہے، آپ بے فکر رہیں۔

پھر وہ حمزہ کو ساتھ لیے اسٹڈی روم میں چلی گئی اور اسے لیپ ٹاپ میں موسیٰ کی تصاویر دکھا کر پوچھا:

"کیا یہی تھے وہ چھوٹے انکل؟"

حمزہ نے بغور تصویر دیکھی اور کچھ سوچ کر کہنے لگا:

"جی۔۔۔جی، پھپھو! یہی تھے۔اور وہ بہت سیڈ بھی تھے۔"

اس نے حمزہ کو سینے سے لگا کر خوب پیار کیا، پھر "تھینک یو" بول کر کہا:



502 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(502)(ادھوراپن)

"آپ جاؤ۔"

مگراس کے آنسو تھے یا برسات کی بارش، جو حمزہ نے اپنے ننے پوروں سے پونچھ کر کہا:

"پھپھو! آپ سیڈ نہ ہوں پلیز۔"

اس نے جھوٹی مسکان کے ساتھ گردن ہاں میں ہلادی، جو دیکھ کر حمزہ خوشی خوشی باہر نکل گیا۔

کلثوم نے جب دیکھا دعاب تک واپس نہیں لوٹی، تو وہ نرس سے اجازت چاہتے ہوئے باہر آئی جہاں اس نے اپنے ساس، سسر کو پریشان بیٹھے دیکھا تو وجہ دریافت کرنے لگی۔

نایاب نے اپنی گردن نفی میں ہلاتے ہوئے کہا:

بیٹی! اسے سب حمزہ سے معلوم پڑ چکا ہے اور وہ دونوں کافی دیر سے اسٹڈی روم "میں جاچکے ہیں۔"

یہ سن کر کلثوم بوکھلا سی گئی اور اسٹڈی روم کی جانب لپکی۔ اسے راستے میں حمزہ نے روک کر کہا:

"ماما! پھپھو کہہ رہی ہیں انہیں کچھ دیر اکیلا رہنا ہے، تو انہیں کوئی بھی تنگ نہ کرے۔"

اس نے غصے بھری نگاہوں سے حمزہ کو دیکھ کر کہا:

"بہت تیز چلنے لگی ہے آپ کی زبان؟ میں ابھی آپ کا بندوبست کرتی ہوں تھوڑا صبر کرو۔" کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔

یہ سن کر حمزہ سہم سا گیا اور اپنے اندر خوف لیے دوڑ کر کچھ فاصلے پر کھڑے دادا جان سے لپٹ گیا۔

اسی دوران گھنٹی بجنے کی آواز پر سب کی توجہ داخلی دروازے کی جانب مرکوز ہوئی، جو حمزہ نے کھولا۔

دروازہ کھلتے ہی ثانیہ اپنے نرالے انداز میں اندر داخل ہوئی، پھر رک کر نصیر صاحب کو سلام کیا۔

انہوں نے اسے پیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور نایاب نے دو قدم اس کی جانب بڑھائے، پھر اسے ساتھ لیے لاؤنج میں آ گئیں۔

ثانیہ نے پورے گھر میں نگاہیں دوڑائیں، پھر حیران کن انداز میں پوچھا:

آنٹی! سب خیریت تو ہے؟ سب لوگ کافی پریشان لگ رہے ہیں اور دعا کہاں"

"ہے؟ اور یہ اتنی گہری خاموشی کیوں ہے یہاں؟

اس نے ایک ہی سانس میں ڈھیروں سوالات کر دیے تھے۔

:نایاب اسے بیٹھنے کا کہہ کر گویا ہوئیں

بیٹی! کچھ بھی نہیں ہوا اور دعا بھی یہیں ہے۔"

"تم سناؤ کیسی ہو؟ اور گھر میں سب کیسے ہیں؟

:اس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا

"اللہ کا کرم ہے آنٹی۔"

کلثوم بھی اسٹڈی روم کے دروازے سے واپس آگئی تھی، کیونکہ دعا کا حکم تھا کہ اسے کوئی تنگ نہ کرے۔

ثانیہ اور کلثوم بغل گیر ہو گئیں اور حال احوال دریافت کرنے لگیں۔ نایاب نے

:کلثوم سے کہا

"کلثوم! ذرا تم دعا کو بلوا دو، کہو اس کی سہیلی آئی ہے۔"

:اس نے کلثوم کو روک کر اندازہ لگایا

وہ یقیناً اسٹڈی روم میں ہو گی؟"

"آپ رہنے دیں میں وہیں چلی جاتی ہوں۔

ارے، موسیٰ! تم مر ہی کیوں نہیں جاتے؟ تم اب تک زندہ ہی کیوں ہو۔"

دعا! اگر تمہاری یہی تمنا ہے تو تم ہی مجھے مار دو۔ کاش۔۔۔ کاش، موسیٰ! یہ

"میرے بس میں ہوتا۔



503 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(503)(ادھورا پن)

دعا کے کانوں میں بس یہ الفاظ گونج رہے تھے۔ اور وہ زمین پر بیٹھی اپنا سر گھٹنوں

میں دبائے ان الفاظ کا رٹا لگا رہی تھی:

"سب کچھ میرے بس میں تھا۔سب کچھ میرے بس میں تھا۔"

وہ ایک کونے میں بیٹھی آہیں بھر رہی تھی۔اور گزرے لمحات عکس بن کر اس کے گرد طواف کر رہے تھے۔

ثانیہ اسٹڈی روم میں داخل ہوئی، تو اندھیرے کی بدولت سنبھل سنبھل کر اپنے قدم بڑھاتے ہوئے دعا کو پکارے پوچھنے لگی:

دعا۔۔۔دعا! کہاں چھپی بیٹھی ہو یار؟"

"دیکھو میں ثانیہ۔

اس کے گہرے خیالات کی ڈور ثانیہ کا نام سن کر ٹوٹی۔وہ یک دم سہم سی گئی اور آنکھوں میں آنسو لیے کھڑی ہو گئی۔

ثانیہ نے گہری تاریکی کو روشنی میں بدلنے کے لیے بلب روشن کیا، پھر اپنے سامنے یک مشت ساکن کھڑی دعا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔جب ثانیہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تو دعا کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

"مار دیا میں نے اسے،سب کچھ میرے بس میں تھا، میں نے مار دیا اسے۔"

ثانیہ نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

"دعا! یہ سب کیا ہے؟ سنبھالو خود کو۔"

دعا خوف کے مارے کانپ رہی تھی، جو ثانیہ کے جھنجھوڑنے پر کچھ حد تک سنبھل چکی تھی۔

ثانیہ نے کتابوں سے بھری الماری کے ساتھ لگی کرسی سیدھی کی اور دعا کو بٹھا دیا۔

کلثوم دروازے میں کھڑی حالات کا جائزہ لے رہی تھی، وہ دوڑتی ہوئی باہر گئی اور پانی کا گلاس لیے دوبارہ اسٹڈی میں آ گئی۔ ثانیہ نے دعا کو پانی پلایا جو آنکھیں پھاڑ کر کلثوم کو گھور رہی تھی۔ یہ سب کلثوم کے لیے باعث شرمندگی تھا۔ اس نے نظریں چرا لیں اور عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی۔ ثانیہ نے جب حالات کا جائزہ لیا تو وہ زیادہ نہیں مگر اتنا سمجھ چکی تھی، کہ اس وقت دعا سے کوئی بھی بات پوچھنا یا کرنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے جیسا ہے۔

وہ کلثوم کے ساتھ اسٹڈی سے باہر آ گئی، اور اسے روک کر پوچھنے لگی:

"بھابی! یہ سب کچھ کیا ہے؟ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ میں نے بچپن کے ساتھ ساتھ آدھی جوانی بھی دعا کے ساتھ گزاری ہے۔

"مگراس کچھ عرصے میں اتنا سب کچھ کیسے بدل گیا؟

اس نے رنجیدگی کے عالم میں ایک ہی سانس میں یہ سب پوچھا تھا۔

:کلثوم رکتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہو کر بولی

اسے دیوانگی کہتے ہیں۔اور جب انسان عشق کی بیماری میں مبتلا ہو جائے نا تو اس"

"کی یہی حالت ہوتی ہے۔۔۔ جس کا تم ابھی نظارہ کر کے آرہی ہو۔

:طویل خاموشی کے بعد کلثوم نے بات بدلتے ہوئے مزید کہا

اور ہاں، یہ بائیس، پچیس برس میں جوانی چڑھتی ہے، تو تم کونسی آدھی جوانی کی"

"بات کر رہی ہو۔

:ثانیہ نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے کہا

وہ بس غلطی سے زبان پھسل گئی تھی۔ میرا مطلب تھا ہم نے کافی وقت ایک"

ساتھ گزارا ہوا ہے۔

504 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(504)(ادھوراپن)

"اچھا، بھابی ! آپ بتائیں تو سہی ایسا کیا ہوا جو بات اتنی آگے نکل گئی ؟
ثانیہ نے اتاولے انداز میں پوچھا تھا۔
کلثوم اس کا ہاتھ تھامے اسے باہر لان میں لے گئی، پھر موسیٰ اور دعا کی داستان محبت اسے آسان الفاظ میں سمجھادی۔
جب اس نے دعا کے پاگل پن کے پیش نظر آئے حادثے کی بات ثانیہ کو بتائی تو اس کی تو چیخیں نکل گئیں، اس کا کلیجہ چور چور ہو گیا اور دل کانپ اٹھا۔ اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور گردن نفی میں ہلاتے ہوئے بولی :
اللہ خیر کرے ! یہ سب کچھ کسی قیامت سے کم نہیں ہے۔" کہہ کر پھوٹ" پھوٹ کر رونے لگی۔
کلثوم نے اسے تسلی دی :

"ارے، یار! تم کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔ یہ تو محبت میں وفا کا صلہ ہے جو ہر سچے عاشق کو انعام کے طور پر قبول کرنا پڑتا ہے، جیسے موسیٰ نے کیا۔ ثانیہ! اب دعا کو ہم نے سنبھالنا ہے اور اگر ہم بھی کمزور پڑنے لگے تو پھر نہ جانے یہ محبت کی آتش کیا کچھ جلا کر راکھ کر دے گی۔"

ثانیہ نے آنسو پونچھ کر گہری سانس لی، پھر کہنے لگی:

"بھابی! یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔

ہاں، اگر اجازت ہو تو میں ایک امانت اس تک پہنچا دوں؟

دراصل مجھے مقدس کی شادی کے فوراً بعد دعا سے ملنا تھا، مگر کچھ مصروفیات ہی ایسی تھیں کہ بالکل وقت نہیں نکال پائی۔" کلثوم جو کیاری میں لگے گلاب کے پھولوں کی نزاکت بھانپ رہی تھی، کہنے لگی:

"ہاں ضرور، مگر خیال رہے دعا کا دل ان گلاب کی پتیوں سے بھی نازک ہے، جو ہاتھ لگاتے ہی بکھر جاتی ہیں۔ اور میں نے اپنی زندگی کے تیس برس میں اتنی دردناک محبت دیکھی ہے نہ سنی ہے۔"

ثانیہ نے یقین دلایا کہ : "وہ خیال رکھے گی۔" اور پھر سے اسٹڈی روم میں جانے لگی۔

اسٹڈی میں جا کر اس نے دعا کے سامنے کرسی رکھی اور بیٹھ گئی۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے دعا کی آنکھوں میں جھانکنے لگی اور پھر ان کی گہرائی دیکھ کر یک دم گھبراتے ہوئے بولی :

ارے، دعا! تم جانتی ہو سانول نے تمہارے لیے ایک بہت ہی انمول تحفہ بھیجا" ہے، بقول اس کے۔ اور پھر بوتیک کے کاغذات اسے تھما دیے۔ دعا کاغذات ہتھیاتے ہی اپنی جگہ سے اٹھی اور سوالیہ انداز میں مڑ کر کہنے لگی :

"اچھا، ثانیہ! کیا تم جانتی ہو سانول کی عاشقی کے متعلق؟"

ثانیہ کو اس سوال کا کوئی ٹھوس جواب نہ ملا تو اس نے کہا :

ہاں، میں جانتی ہوں اس نے تم سے یکطرفہ محبت کی تھی۔ اور تم نے بھری" محفل میں اس کی محبت کا مذاق بنا ڈالا تھا۔ "

دعا نے حیران کن انداز میں اسے دیکھ کر کہا :

آں، ہاں۔اور دیکھو، آج محبت نے مجھے ہی مذاق بناڈالا۔"دعانے اپنے چہرے"
:کی جانب اشارہ کر کے بات جاری رکھتے ہوئے پوچھا
"جانتی ہو کیوں؟"



505 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(505)(ادھوراپن)

ثانیہ کو تو اب سانپ سونگھ گیا ہو جیسے۔ بہر حال دعانے اپنی بات جاری رکھتے
:ہوئے خود ہی جواباً کہا
کیونکہ اس کے دل میں میرے لیے آج بھی محبت کو لے کر وہی سچے جذبات"
ہیں، جو اسکول کے دور سے وہ مجھ سے کرتا تھا۔

جانتی ہو اس کی محبت آج بھی گُھٹ جانے کے باوجود سانسیں کیوں لے رہی ہے؟"

ثانیہ نے اپنی گردن نفی میں ہلائی تو اس کے آنسو برس رہے تھے۔ دعا افسردگی کی سی ادا میں گویا ہوئی:

"اچھا، بابا! میں بتا دیتی ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی محبت یکطرفہ نہیں تھی بلکہ میں بھی اسے پسند کرتی تھی۔ مگر افسوس! اس کی محبت حسن کے بوجھ تلے دھب گئی تھی۔"

یہ سن کر ثانیہ کی آنکھیں کھل سی گئیں اور وہ کرسی سے یوں اٹھ کھڑی ہوئی، جیسے اس میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

دعا قہقہہ لگا کر ہنسی اور اسے پھر سے کرسی پھر دھکیلتے ہوئے بولی:

"معاف کرنا دوست! میں نے تم سے اتنی بڑی حقیقت چھپائے رکھی تھی۔ دراصل بات یہ تھی کہ تب میری زبان خاموش تھی، مگر دل میں تو میرے بھی لاکھوں ارمان پیدا ہوا کرتے تھے۔ تب ہی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ کسی اجنبی، مڈل کلاس اور معصوم شخص سے محبت کر کے سوائے پیار کی باتوں اور ایک

دوسرے کے ساتھ کے مجھے زندگی بھر ملے گا بھی کیا۔اس لیے میں نے اس سے دوری اختیار کرلی اور اسکول بھی چھوڑ دیا تھا۔ پھر مری کو خیر آباد کہہ دیا اور اسلام آباد شفٹ ہو کر اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے اس کی بچپن کی محبت کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ مگر افسوس! وہ پھر سے کسی اجنبی کی طرح میرے روبرو آ کھڑا ہوا تھا۔میں نے اس کی محبت کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جس کی بدولت دو سچے دوست آزمائش میں پڑ گیئے تھے۔

محبت مجھے بھی تھی سانول سے، مگر تب تک جب تک اس کی حقیقت میری نظروں سے اوجھل تھی۔اس نے اپنی سچائی جب میرے سامنے رکھی تو میں نے اس سچائی کے پیش نظر اس سے اس کے خواب اور محبت دونوں چھین لیے تھے۔"

وہ عجیب بہکی بہکی باتیں کررہی تھی، جو ثانیہ کی دسترس سے کوسوں دور تھیں۔ کیونکہ تب تو وہ ہر پل دعا کے ساتھ ساتھ رہتی تھی، پھر وہ اس سب سے کیسے لاعلم رہ گئی وغیرہ۔اسی سوچ نے اسے کسی الجھن میں ڈالے رکھا تھا۔

دعا نے یک دم پوچھا:

"وجہ پتا ہے کیا تھی اس سے دوری کی؟"

:اس نے پھر گردن نفی میں ہلادی، تو دعا نے کہا

ایک تو وہ مڈل کلاس فیملی سے، دوسرا وہ تھوڑا سائیکو تھا۔ ہر وقت، ہر پل بس" ملاؤں کی طرح مجھے تبلیغ کرتا رہتا۔ یہ کرو، وہ نہ کرو، ایسے رہو، اس سے ملو، یہ پہنو، وہ نہ پہنا کرو وغیرہ وغیرہ۔ جو تب مجھے کم فہمی کی بدولت زندگی قید کرنے جیسا لگا تھا۔



506 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(506)(ادھوراپن)

مگر درحقیقت وہ صحیح تھا۔اسی لیے رب نے اسے میرے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے یا پھر میری اصلاح کے لیے اسے مجھ سے چھین لیا۔اس کی وجہ سے میں نے اسکول پھر شہر بھی چھوڑ دیا تھا۔ شہر چھوڑا تو چلو بابا کے بزنس کی وجہ سے تھا اور پھر میرے رشتہ داروں کو بھی تم جانتی ہو۔ مگر خدا نے اسے شاید میرے تکبر کو خاک میں ملانے کے لیے ہی وسیلہ بنا کر ساڑھے تین سال بعد پھر سے میرے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ مطلب آج سے دو،اڑھائی سال قبل کالج میں میری اس سے ملاقات ساڑھے تین سال بعد ہوئی تھی۔"

اب دعا کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔اس کی خشک صحرا جیسی آنکھوں میں پھر سے نمی امڈ آئی،جو کچھ ہی دیر میں برسات کی شکل میں برسنے لگی۔وہ ثانیہ کے قدموں میں بیٹھ گئی اور اس کی آغوش میں سر رکھے بے بسی کے عالم میں پھر سے کہنے لگی:

"ثانیہ! آج یہ جو میری حالت ہے یہ اسی کے ٹوٹے ہوئے دل سے نکلی بددعاء کا نتیجہ ہے،جو سیدھی عرش پر پہنچتی ہے۔میں نے حد سے زیادہ احساس کرنے والا شخص بھی پا لیا تھا،میں نے دنیا خرید کر میرے قدموں میں رکھنے والا شخص بھی پا

لیا تھا، میں نے حد سے زیادہ محبت کرنے والا شخص بھی پا لیا تھا۔بس نہیں پا سکی تو ان ہاتھوں کی لکیروں میں محبت کے نشان، نہیں پا سکی تو محبت کی قدر جو سب کچھ میری مٹھی میں آنے کے باوجود ریت کی مانند پھسل گیا۔اور میری بے قدری کی بدولت سب ایسے چھن گیا جیسے کبھی پایا ہی نہ تھا۔ثانیہ! آج محبت نے مجھے احساس دلایا اس درد کا جو عشق و محبت میں ٹوٹے ہوئے لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔ نہ جانے یہ کسی دعاء کا نتیجہ ہے یا پھر بد دعاء کا؟ کیونکہ ٹوٹے ہوئے دلوں کی التجا تو دونوں صورتوں میں سیدھی عرش سے ٹکراتی ہے۔میرا دل بھی پگھل رہا ہے، " کہیں یہ قطرہ قطرہ بکھر کر فنا ہی نہ ہو جائے۔

ثانیہ کے دل میں حقیقت جاننے کی چاہ تھی، مگر دعا کی بے بسی نے اسے خاموش رہنے پر مجبور کیے رکھا تھا۔

سچ کہا ہے کسی نے۔ ہم چاہے کتنے ہی گناہ گار کیوں نہ ہوں صرف ایک دفعہ صدق دل سے معافی اور دعاء مانگ کر تو دیکھیں، وہ رب تو گناہ گاروں کی التجاؤں کے انتظار میں رہتا ہے۔آج لگتا ہے اس نے موسیٰ کی دعاء سن لی جو دعا اس کے لیے تڑپ رہی ہے۔اور اسے محبت کے ساتھ کی ہوئی ناانصافیوں کا بھی احساس

ہو ہی گیا، جو اس نے موسیٰ کے ساتھ ساتھ سانول کے ساتھ بھی کی تھی۔ سبحان تیری قدرت۔

507 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(507)(ادھوراپن)

:ثانیہ نے اسے سینے سے لگالیا اور ماتھا چوم کر کہا

پلیز یار! سنبھالو خود کو، ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارے والدین کو تمہیں" تمہارے خواب پورے کرتے دیکھنا ہے، جو سب والدین کی اپنی اولاد کے لیے "سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔ پلیز دعا! سنبھالو خود کو۔

دعا نے گہری سانس لی اور آسمان کی جانب دیکھ کر آنسو پونچھتے ہوئے بے بسی کے عالم میں بولی:

"میں کون ہوتی ہوں کسی کو معاف کرنے والی؟ بلکہ معافی تو مجھے مانگنی ہے موسیٰ سے جس نے محبت کی چاہ میں اپنی زندگی بے قصور ہوتے ہوئے بھی داؤ پر لگا دی۔ اب مجھے چین تب ہی آئے گا جب وہ مجھے معاف کرے گا۔ واقعی، دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ کل میں نے کسی کو اپنی محبت کے لیے تڑپایا تھا، کسی کی تذلیل کی تھی۔ اور۔۔۔ اور دیکھو، آج میں بھی تڑپ رہی ہوں، آج مجھے تو محبت نے ہی ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔"

ثانیہ اسے لیے اسٹڈی سے نکل آئی اور کمرے میں لے جاتے ہوئے کہنے لگی:

"ہاں، دعا! ضرور معافی مانگنا۔ مگر اس سب کے لیے پہلے تمہیں اپنے پیروں پر پھر سے کھڑا ہونا ہوگا۔ اور یہ تب ہی ممکن ہو پائے گا جب تم اپنا خیال رکھو گی۔"

ان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی پہلے سے موجود کلثوم نے اسے نامناسب انداز میں گھورا اور باہر نکل گئی، جو کافی دردناک تھا دعا کے لیے۔

اس نے یک دم پلٹ کر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو وہ سمجھ گئی کہ اب اس کے دل کے راز اس کے چہرے پر افشا ہو چکے ہیں۔ وہ چاہ کر بھی کسی سے کچھ چھپا نہیں سکتی تھی۔

:ثانیہ نے اسے بستر پر لٹا کر کہا

ابھی تمہیں صرف آرام کی ضرورت ہے کیونکہ تمہیں کچھ ہی دنوں میں "
"امریکہ روانہ ہونا ہے۔ اس لیے اب بس اپنی صحت کا خیال رکھو۔

: باہر جاتی ہوئی ثانیہ کا ہاتھ اس نے پکڑ کر سر دروی سے پوچھا

"ثانیہ! رکو تو۔ تم کہاں جا رہی ہو؟"

: وہ مسکرا کر پلٹی اور کہا

میں ابھی شام تک یہیں ہوں۔ تم کچھ دیر آرام کر لو ہم بعد میں گپ شپ کریں "
"گے۔

وہ بستر سے اٹھی اور ثانیہ کو لیے صوفے پر بیٹھ کر نرس کو باہر جانے کا کہا۔ اور یہ
" بھی کہ "دروازہ بند کرتے جایئے گا۔

نرس نے ہامی بھری اور وہاں سے چلتی بنی۔

دعا ترسی ہوئی نگاہوں سے ثانیہ کو دیکھنے لگی، تو وہ سمجھ گئی کہ ضرور اس نے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔

اس نے دعا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور ہلکا سا دبا کر پوچھا: "ہاں، بولو کیا کہنا ہے؟"

دعا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور وہ پوری توجہ سے ثانیہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگی:

کیا تم نے کہیں سانول کو دیکھا ہے؟"

"میں اس سے ملنے چند روز پہلے مری گئی تھی، مگر اس کے گھر پر تالا لگا تھا۔

508 .txt

:ثانیہ پہلے تو حیران ہوئی، پھر تلخ لہجے میں کہنے لگی

اب یہ کونسی نئی قیامت ٹوٹ پڑی ہے؟ جبکہ تم اسے اپنی زندگی سے اس ناکارہ" پتے کی طرح نکال چکی ہو جو ہرے بھرے پودوں سے کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ فضول باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں۔

"کیا ہم کسی اور موضوع پر بات کر سکتے ہیں؟

: یہ سنتے ہی دعا کا کھل کھلاتا چہرہ مرجھانے لگا اور وہ آنکھوں میں آنسو لیے کہنے لگی

نہیں، یار! بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو، مجھے صرف اس سے معافی مانگنی" ہے۔ میں نے اس کا بہت دل دکھایا ہے۔ صرف ایک بار، ہو سکتا ہے میرے دل

"کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

:ثانیہ نے منہ پھیر لیا، پھر ہاتھ جوڑے کہنے لگی

دیکھو، دعا! خدارا کسی کو تو بخش دو۔ یہ محبت ہے کھیل نہیں کہ جب تمہارا دل" چاہا کسی کے بھی جذبات کے ساتھ کھلواڑ کرو گی۔ ہاں، مجھے معلوم ہے وہ کہاں ہے اور میں اس سے مل بھی چکی ہوں۔ لیکن میں تمہیں بتا کر گناہ گار نہیں بننا

چاہتی کہ تم پھر سے اس کی روح پر قابض ہو جاؤاور وہ پھر سے محبت کے ہاتھوں نیلام ہو۔۔۔ ہر گز نہیں۔" کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

دعا پھر سے خود کو قصوروار سمجھ کر آپے سے باہر ہو گئی۔اور کمرے میں موجود چیزوں کو زمین پر پٹخ پٹخ کر اپنا غصہ ظاہر کرنے لگی، پھر چیخ چیخ کر کہنے لگی:

"ہاں۔۔۔ہاں میں ہی قصوروار ہوں، باقی سب تو دودھ کے دھلے ہیں۔جو کچھ میرے ساتھ ہوایا اس محبت میں جتنا نقصان، اس سب کی قصوروار میں ہوں۔"

کلثوم اور نوشی کمرے میں پہنچیں تو وہاں سب کچھ بکھرا پڑا تھا۔اور دعا ایک کونے میں زمیں پر بیٹھی ہاتھوں میں سر دبائے سسک رہی تھی۔

کلثوم نے پیار سے اسے سہارا دیے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا کر پلنگ پر بٹھاتے ہوئے بولی:

"دعا! بس کرو۔مجھے اور کچھ بھی معلوم نہیں۔ہاں، مگر تمہارا دکھ برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔تم خوامخواہ خود کو سزا دے کر اپنے دل کو محبت کے نام سے مت آزاد کرو، کیونکہ دل صرف محبت کے لیے دھڑکتے ہیں۔"

اس نے معصومیت سے کلثوم کو دیکھ کر کہا:

بھابی! میں نے تو خدا کی پہچان محبت میں دغا کیا ہے تو اب وہ مجھے کیسے قبول "
فرمائے گا۔ میں چاہے زندگی بھر رب کے سامنے گڑگڑاتی بھی رہوں تو بھی اس
"گناہ کی معافی کی حق دار نہیں ہو سکتی۔

اس کا دکھڑا سن کر کلثوم اور پاس موجود نرس بھی لاجواب ہو گئیں، پھر کلثوم کہنے
:لگی

نہیں، میری جان! ہمارا رب بہت مہربان اور شفیق ہے۔"

بس تم دعاء کیا کرو کہ ہمیں مجازی عشق کی بدولت حقیقی عشق میسر آجائے۔

کیونکہ مجازی عشق کے چکر میں ہم اپنی دنیا تو برباد کر ہی لیتے ہیں تو کہیں ہماری
"آخرت بھی خراب نہ ہو جائے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(509)(ادھوراپن)

دعا کے چہرے پر کچھ مایوسی اور شرمندگی کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔دعا نے پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا جو اس کی دسترس سے باہر تھا۔اس لیے اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے کہا:

"وہ کیا ہے نا، اگر تم کسی پر بھروسہ کرو گے تو پھر بھروسہ رکھو وہ تمہیں اپنی عادت ڈال کر اتنی اونچائی سے تمہیں گرائے گا، جہاں سے اٹھتے ہوئے تمہیں زمانے بھی ناکافی ہوں گے۔

"اور میں نے بھی موسیٰ کے ساتھ وہی کیا۔

پھر غموں سے چور دعا کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہونے لگا۔

کلثوم نے اپنے ڈوپٹے سے اس کے آنسو پونچھ کر اسے لٹاتے ہوئے کہا:

"دعا! ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور تم نے کسی کو دھوکا نہیں دیا۔تم خود کو اس وہم سے نکالنے کی کوشش کرو، نہیں تو تمہاری زندگی برباد ہو جائے گی۔"

دعا نے کروٹ بدل کر رنجیدگی سے کہا:

ہاں، میں جانتی ہوں مجھے دھوکا کسی نے نہیں دیا لیکن میں نے تو دیا ہے۔ میں "
نے تو دلوں کو توڑا ہے جہاں خدا کا بسیرا ہوتا ہے۔ اب مجھے میری زندگی کی بربادی
"کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا مکافات عمل ہے اور یہ میں جان چکی ہوں۔

کلثوم کے اشارے پر نرس نے بالآخر دعا کو ڈرپ لگادی اور ساتھ میں نیند کا
انجیکشن بھی، جس کے بغیر گزارہ مشکل تھا۔

دعا کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھانے لگی، اور وہ اندر ہی اندر کچھ بڑبڑاتے
ہوئے سو گئی۔

:کلثوم نے سکھ کی سانس لی اور آسمان کی جانب دیکھ کر کہنے لگی

شکر ہے اس کی کچھ اذیت تو دم توڑ گئی ہے، کچھ دیر آرام کرے گی تو شاید بھول "
"جائے۔

:نرس نے مسکرا کر کہا

میڈم! خدا آپ کی زبان مبارک کرے، مگر یہ جو عشق کا روگ ہوتا ہے نا، یہ "
روح کو بھی ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اور پھر انسان سوائے اپنے محبوب کے سب دکھ،
"درد، سکھ اور یہاں تک کہ اذیتیں بھی بھول جاتا ہے۔۔۔۔

ثانیہ نے دروازے پر دستک دی اور اندر آکر اس انداز میں کھڑی ہو گئی، جیسے اس

سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو۔

: کلثوم نے اسے اپنے پاس بلا کر بٹھاتے ہوئے کہا

ثانیہ ! کچھ نہیں ہو گا تمہاری دوست کو، تم پریشان مت ہو۔ دیکھو تو کتنے آرام "

"سے بے فکر ہو کر سو گئ ہے۔

ثانیہ نے گردن ایک طرف جھٹکی اور بہانے سے آنسو پونچھتے ہوئے مسکرا دی،

: پھر کہنے لگی

واقعی ! یہ دل اپنے اوپر غموں کا بوجھ لیے دھڑکتا ہے تو اور کتنے احسانات "

کرے۔ بھابی ! میں نے کبھی اس قدر محبت تو نہیں کی تھی، مگر اس میں گرفتار

"قیدیوں کی اذیتیں میں نے ہر دفعہ دل سے محسوس کی ہیں۔

: کلثوم نے اس کے شانے تھپتھپائے

دعا اگلے چند روز میں امریکہ جا رہی ہے اور میں اس کے ساتھ رہوں گی۔ بس "

دعاء کرنا ہماری دعا مکمل ہو کر لوٹے کیونکہ موسیٰ کے بن یہ ادھوری ہے۔ اور

ہاں، تم ہمارے ماما، بابا کا بھی خیال رکھنا۔ نوشی تو ان کے ساتھ رہے گی، مگر حمزہ کا
"خیال رکھنا۔ میں اسے تمہیں ہی سونپ کر جاؤں گی۔
:ثانیہ نے ہنس مکھ انداز میں آئینے میں دیکھ کر اپنے بال سنوارتے ہوئے کہا



510 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(510)(ادھوراپن)

بھابی! یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ آپ بے فکر ہو کر جائیں، میں حمزہ کا بھی"
"اور انکل آنٹی کا بھی خیال رکھ لوں گی۔
پھر دونوں بغل گیر ہو گئیں۔



: مقدس نے ناشتے کی میز پر چائے والی چینک رکھتے ہوئے مانی سے کہا

آپ دیکھیں نا، گیارہ بج رہے ہیں اور سانول ابھی تک نہیں آیا، آپ اسے بلا"

"لاتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کرلیتا۔

: مانی نے اپنی پلکوں سے اشارہ کر کے کہا

وہ دیکھو موصوف کو جواب کسی سے بات چیت نہیں کرتے، بلکہ اپنے غموں"

"میں الجھے الجھے رہتے ہیں۔

لاؤنج میں بیٹھے جھنجلا رہے سانول کو دیکھ کر اس نے یہ سب کہا تھا، پھر خاموشی

سے ناشتہ کرنے لگا۔

: مقدس لاؤنج میں پہنچی اور گلا کھنکارتے ہوئے سانول کو متوجہ کیا

سانول! کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"چلیں ناشتہ کرلیں، پھر دوا بھی لینی ہو گی آپ کو۔

: وہ چونکا، پھر مسکرا کر کہنے لگا

میری شہزادی بہن! بے فکر ہو جاؤ۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اور ناشتہ بھی کرچکا"

"ہوں۔ ہاں، مگر چائے پیوں گا۔

:ناشتے کی میز کے قریب آتے ہی اس نے مقدس سے پوچھا

"مقدس! باقی سب لوگ کہاں ہیں؟ انکل، آنٹی، میری ماما اور کرن آپی؟"

:مقدس نے چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

وہ سب لوگ شاپنگ کے لیے گی ئے ہیں، کرن آپی جا رہی ہیں نا ترکی، تو انہوں"

"نے کچھ خریداری کرنی تھی۔

سانول نے حیرانی ظاہر کی، پھر خاموشی سے چائے پینے لگا۔ مقدس نے مانی کو

:متوجہ کر کے کہا

میری بات ہوئی تھی ایمان آپی سے تو انہوں نے آپ کے لیے پیغام میں کہا"

ہے کہ 'ابھی وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتیں، وہ بہت مجبور ہیں۔' اس لیے انہوں

"نے آپ دونوں سے معذرت کر لی ہے۔

:یہ سن کر مانی نے سانول کو ایک نظر دیکھا، پھر اپنے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولا

ارے! ایسا ہم سے کون سا گناہ ہو گیا جو وہ معافی مانگ رہی ہیں؟ کیا کچھ بتایا"

"انہوں نے؟

:مقدس نے اپنا موبائل کھول کر دیکھتے ہوئے جواب دیا

ہاں، وہ کہہ رہی تھیں اب موسیٰ سے ملاقات ممکن نہ ہو شاید۔۔۔۔"مانی نے"

:اسے ٹوکتے ہوئے اس کا ہلکا سا ہاتھ دبا کر کہا

اوہ اچھا! وہ شاید موسیٰ لندن اپنے بھائی کے پاس چلا گیا ہوگا، اس لیے انہوں"

"نے کہا ہے۔ اب بس اپنے بھائی کا ہاتھ بٹائے گا وہ۔

مقدس اٹھی اور برتن سمیٹتے ہوئے یہ کہہ کر کچن میں چل دی: "ہاں، شاید ایسا

"ہی ہو۔

اچھا، مانی! اس کا مطلب ہم لاہور نہیں جا رہے ؟ تو اب میرا زخم بھی بھر چکا ہے"

اور تمہاری شادی بھی خیر سے ہو چکی۔ تو میں کل اپنے گھر چلا جاؤں گا۔

511 .txt

اب ویسے بھی میرا مزید یہاں رکنا مناسب نہیں لگتا۔اور ابو کچھ دنوں میں

پاکستان آرہے ہیں تو میں سوچ رہا ہوں اپنا کوئی چھوٹا سا کاروبار شروع کروں گا۔

"اور کچھ سالوں میں خود کو قیدی بھی بنانے کی سوچ رہا ہوں۔۔۔۔

:مانی یک دم بولا

ہاں۔۔۔ہاں، مطلب تو شادی کی سوچ رہا ہے۔ چل یہ تو بہترین حل ہے۔"

"مگر کیا جانا ضروری ہے ابھی؟

اس نے اداس لہجے میں پوچھا تھا۔

ہاں، مانی! کیونکہ مجھے تم نے ہی کہا تھا کہ اب مجھے آگے بڑھ جانا چاہیے، تو ایک"

"کوشش تو کر ہی سکتا ہوں۔

"ہاں ٹھیک ہے، سانول! مگر اس بے حال دل کا کیا کرو گے؟"

:سانول نے گہری سانس لی، پھر سرد لہجے میں بولا

میں کیا کہوں، یار! دل تو اس کی راہوں میں دور کہیں بھٹک گیا تھا۔اب اس"

سینے میں سوائے اندھیرے گھڑے کے کچھ بھی نہیں ہے، جس میں جھانک کر

اس کے دیے ہوئے دکھوں کا عکس میسر آتا ہے۔ تو اب اس گھڑے میں کوئی تو میری طرح ٹھکرائی ہوئی، محبت کی ماری، دیپ جلا کر اپنے سارے دکھ اور غم میرے دل کی الماری میں سجا سکتی ہے، تاکہ وہ تو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔"

"اچھا، یار! اب بس تم نے سوچ لیا ہے تو تمہیں بالکل آگے بڑھ جانا چاہیے۔ اور کبھی کسی بھی موڑ پر اگر خود کو اکیلا پاؤ تو مجھے ضرور یاد کرنا، میں تمہاری ایک پکار پر لبیک کہہ دوں گا۔"

مانی نے ان الفاظ پر اپنی بات مکمل کی اور سانول کو تکنے لگا، جیسے وہ ہمیشہ کے لیے ابھی بچھڑ رہے ہوں۔

سانول نے گردن ہاں میں ہلا دی اور مسکراہٹ بھر کر کمرے میں چلا گیا۔



کالے بادلوں نے جون کے آخری دنوں کی گرمی کا زور توڑ دیا تھا۔ آج اسلام آباد میں ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ ہلکی ہلکی رم جھم بھی برس رہی تھی۔

کلثوم اور ثانیہ بالکل خاموش چہروں پر اداسی لیے لان میں بیٹھی تھیں۔ دعا کے والدین بھی اپنی بیٹی کے لیے کافی پریشان تھے۔

دوپہر کے اڑھائی بجے نوشی لان میں آئی اور کہنے لگی:

"باجی! میں نے کھانا تیار کر لیا ہے اور آج کابلی پلاؤ بھی بنایا ہے۔ثانیہ باجی کو بہت پسند ہے نا،اس لیے۔"

کلثوم نے لبوں پہ ہلکی سی مسکان بکھیرتے ہوئے کہا:

"اچھا! تم کھانا لگواؤ اور ماما، بابا کو بھی بلا لو، میں دعا کو دیکھ کر آتی ہوں۔"

اس نے ثانیہ کو اپنے ساتھ اندر آنے کے لیے کہا اور خود دعا کے کمرے میں چلی گئی۔

اس کے کمرے میں جاتے ہی نرس نے کہا:

"میڈم! شکر ادا کریں دعا میڈم نیند سے بیدار ہو چکی ہیں اور ان کا 'بی پی' بھی نارمل ہے۔اب وہ کافی بہتر محسوس کر رہی ہیں۔" کلثوم کا چہرہ کھل سا گیا اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔

کچھ ہی دیر میں دعا فریش ہو کر باہر آئی تو کلثوم نے اسے سینے سے لگا لیا، پھر دعا اور نرس کو ساتھ لیے کھانے کی میز پر پہنچ گئی۔

512 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(512)(ادھوراپن)

سب گھر والوں نے دعا کے چہرے پر بکھری ہوئی مسکراہٹ کو محسوس کیا اور خوشی خوشی کھانا تناول فرمانے لگے۔ کچھ دیر تو سب کچھ بالکل ٹھیک رہا، مگر جب ثانیہ نے پلاؤ کی ڈش کھولی تو دعا کی آنکھیں کھل سی گئیں۔

کل تک جو چیز دعا کو گوارا نہیں تھی آج اسے پانے کی خواہش اس کے دل میں جاگ اٹھی۔

اس نے ایک پلیٹ کلثوم کی طرف بڑھائی اور اشارتاً پلاؤ ڈالنے کے لیے کہا۔

اس نے پلاؤ ڈال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور خود کھانا کھانے لگی۔

دعا جو ابھی تک سب کچھ بھولے ہوئے تھی، اس نے جیسے ہی ایک چمچ پلاؤ کھایا تو اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر چھانے لگا، جو کافی عرصہ پہلے ریسٹورنٹ میں موسیٰ کا اپنا پسندیدہ پلاؤ کھانے کا ایک منفرد انداز تھا۔

جس پر موسیٰ نے پلاؤ کے ساتھ ساتھ خوب ڈانٹ بھی کھائی تھی عائشہ سے۔ دعا کے دماغ میں وہی منظر گردش کرنے لگا تھا اور سب گھر والوں کی نظریں اسے گھورے جا رہی تھی۔

اس کے ہاتھ سے چمچ پھسل کر پلیٹ میں گر گئی، پھر وہ یک دم وہی پلیٹ لیے باہر کی جانب لپکی۔ جسے روکنے کے لیے کلثوم نے آواز دی، مگر اس نے سنی ان سنی کر دی۔ باہر جاتی ہوئی دعا کے پیچھے اٹھتی ہوئی کلثوم کو نرس نے روک کر کہا:

"میڈم! تحمل سے کیجیے گا جو بھی کریں گیں۔ اور یہ یاد رکھیے گا! اس کے کسی بھی کام میں خلل پیدا کرنا اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

کلثوم نے اپنے ابلتے ہوئے خون کو ٹھنڈا کرنے کے لیے گہرے گہرے سانس لیے، پھر دعا کے پیچھے پیچھے باہر کو چل دی۔ جب اس نے گھر سے تھوڑی دور آ کر

ہر طرف نظریں دوڑائیں تو اسے دعا اس جگہ بیٹھی دکھائی دی، جہاں کچھ عرصہ پہلے موسیٰ اس کی محبت میں اپنا وقت برباد کر رہا تھا۔

کیونکہ وقت پر دعا نے اس کی قدر نہ کی تو مطلب اس کا محبت میں گزارا وہ وقت بے معنی تھا۔

کلثوم چند قدم کی دوری سے ہی اسے دیکھنے لگی، جو پہلے تو اس جگہ پر بیٹھی خود سے ہمکلام تھی، پھر آہستہ آہستہ ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے دعا وہاں پہ اکیلی نہیں ہے۔

اس جگہ پر پہلے جو چائے ڈھابہ یا ہوٹل موجود تھا وہ کچھ عرصے سے بند پڑا تھا۔اس لیے وہاں کسی بھی شخص کا گزر نہ ہونے کے برابر تھا۔

:ابھی کچھ ہی پل بیتے تھے کہ دعا اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہنے لگی

اچھا نا، موسیٰ! معاف کر دو۔دیکھو نا میں تمہارا من پسند پلاؤ لائی ہوں اور آج" تمہیں میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی، پھر تم جیسے چاہو کھا لینا۔آج یہاں "صرف میں اور تم ہیں تو تمہیں کوئی روکے گا بھی نہیں۔

دعا کے لبوں پر ایسے مسکان بکھری، جیسے اس کے سامنے اس کے خیالات میں موجود شخص حقیقتاً اس کے روبرو بیٹھا ہو اور وہ دعا کی بات مان کر مسکرا دیا ہو۔

513 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(513)(ادھوراپن)

دعا نے چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر موسیٰ کو کھلانا شروع کر دیے اور پھر ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈال کر کہنے لگی:

موسیٰ! جانتے ہو مجھے پلاؤ بچپن سے ہی ناپسند تھا، مگر آج سے میں ہر روز" "صرف پلاؤ ہی کھایا کروں گی۔

محبت کی ہر حد کو پار کر کے اور دیوانگی کی حد تک آگے بڑھ جانے والی معصوم دعا کو کہاں معلوم تھا کہ وہ جو لقمے موسیٰ کو کھلا رہی ہے، حقیقت میں وہ زمین پر بکھر رہے تھے۔ بہر حال اس نے پلیٹ خالی کر کے دیکھی تو افسوس کرتے ہوئے بولی:

"اچھا، موسیٰ! تم رکو میں اور کھانا لے آتی ہوں۔" اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی، مگر اسے یوں محسوس ہوا جیسے موسیٰ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روک لیا ہو۔

دعا مسکراہٹ بھرے انداز میں پلٹ کر بیٹھ گئی:

"اچھا، بابا! ٹھیک ہے۔ میں کہیں نہیں جا رہی۔" پھر موسیٰ کا منہ اپنے ڈوپٹے سے صاف کر کے وہ اپنے بازو پر موجود چوڑیاں کھنکاتے ہوئے پھر سے بولی:

"یہ دیکھو موسیٰ! یہ تمہاری دی ہوئی چوڑیاں (جو ٹوٹنے کے بعد بڑی مہارت سے دعا نے جوڑی تھیں) تمہیں بہت پسند ہیں نا؟ میں ہمیشہ انہیں یونہی پہن کر رکھوں گی۔" یہ کہہ کر وہ کچھ دیر کے لیے بالکل خاموش ہو گئی، اس کی نظریں ایک ہی سمت جم سی گئیں۔

کلثوم کھڑی یہ نظارہ دیکھ رہی تھی اور تڑپ بھی رہی تھی۔ جب اس نے محسوس کیا کہ دعا سنبھل چکی ہے، تو وہ سسکتے ہوئے اس کے قریب پہنچی اور گلا کھنکارتے ہوئے پوچھا:

"ہاں، دعا! اب چلیں؟"

"شاید موسیٰ کو نیند آ رہی ہو گی، اب اسے کچھ دیر آرام کرنے دو ہم بعد میں اس سے ملیں گے۔"

دعا اس دفعہ خوشی خوشی اٹھی، پھر کہنے لگی:

"بھابی! آپ موسیٰ کو بائے بولیں، پھر ہم چلتے ہیں۔"

اس نے کچھ بھی سوچے بنا اس کی خوشی کے لیے مسکرا کر کہا: "بائے بائے، موسیٰ!"

اور دعا کو لیے گھر کی طرف لوٹنے لگی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی کلثوم نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور دعا کو لیے کھانے لیے بیٹھ گئی۔

اس نے اپنے ہاتھوں سے دعا کو کھانا کھلایا جو اس نے خوشی کھا لیا تھا۔

اچانک اسے کے چہرے کے تاثرات پھر سے بدلنے لگے۔ وہ مڑ مڑ کر داخلی دروازے کو دیکھ رہی تھی، جیسے وہ کسی بچھڑے ہوئے کا انتظار کر رہی ہو، مگر یہ خیال کلثوم اور اس کے گھر والوں کا تھا۔ نایاب سے اس کی بے چینی دیکھی نہ گئی تو انہوں نے پوچھا:

"بیٹی! آج کس کا انتظار کر رہی ہو؟ کیا کوئی آنے والا ہے؟"

دعا نے حیرانی ظاہر کی اور دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھ کر بولی:

"ہاں، ماما! وہ آج امریکہ کے لیے میرے کچھ ضروری کاغذات اور ٹکٹس آنے تھے دوپہر میں۔ لیکن کافی دیر ہو چکی ہے، بس اسی لیے پریشان ہوں۔"

:اتنے میں گھنٹی بجی تو دعافت سے یہ کہہ کر دروازے کی جانب لپکی

"میں دیکھتی ہوں، شاید وہ آگیا ہے۔"

:اس کے جانے کے بعد سب نے اپنا سر پکڑ لیا اور نصیر صاحب نے پوچھا

"کلثوم ! کیا ان حالات میں اس کا امریکہ جانا ٹھیک رہے گا؟"

وہ جگہ سے اٹھی اور اپنے سسر کے شانوں کو پیار سے دباتے ہوئے پورے یقین

:سے بولی

ان شاءللہ، بابا! اور جب وہ زیادہ سے زیادہ مصروف رہے گی اور نئ جگہ پر جائے" گی تو ضرور اس میں بدلاؤ آئے گا، پھر وہ اس اذیت سے بھی نکل آئے گی۔ میں ہوں گی نا اس کے ساتھ، اس لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

"ہے۔

بیٹی ! ہمیں تم پر پورا یقین ہے، جیتی رہو۔" کہہ کر انھوں نے کلثوم کا ماتھا چوم"

:لیا پھر کہا

"اچھا، بیٹی ! اب تم بھی کچھ کھا پی لو۔"

:دعا بھی اپنے کاغذات لیے خوشی خوشی اندر آئی، پھر سرد لہجے میں بولی

بابا، ماما، بھابھی! خوشخبری یہ ہے کہ چند روز کے بعد میں اور بھابی امریکہ جارہی"

ہیں۔ جہاں میں اپنے خوابوں کو پورا کروں گی اور میرے ماما، بابا کی خواہش بھی۔

"آج میں بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔

اس کے والدین نے باری باری اسے گلے لگالیا اور دعاء دیتے ہوئے کہا: "اللہ

"پاک ہماری بیٹی کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے اور صدا خوش رکھے، آمین۔

دعا نے دونوں کا شکریہ ادا کیا، پھر خوشی خوشی اپنے کمرے میں چلی گئی۔



عافیہ نے نماز عصر ادا کی اور کچن میں پہنچیں، جہاں ملازم چائے وغیرہ کی تیاری

:میں مصروف تھا، اسے کہنے لگیں

"آج موسم کافی خوشگوار ہے تو ایسا کریں چائے باہر لان میں ہی لے آیئے گا۔"

"جی، مالکن! اور ساتھ میں کچھ کھانے کے لیے بھی لے آتا ہوں۔"

ٹھیک ہے، جو آپ کو بہتر لگے۔" کہہ کر وہ ایمان کے کمرے کی طرف چل"

دیں، جو نماز ادا کر کے مصلے سمیٹ رہی تھی۔

:ایمان نے یک دم سلام کرتے ہوئے کہا

"موم! مجھے بلوا لیتیں آپ نے یوں ہی تکلیف کی ہے۔"

:وہ مسکرا دیں

ارے! نہیں۔اور مجھے کوئی کام بھی نہیں تھا،بس عائشہ کو لے کر لان میں آجاؤ"

میں چائے پر تمہارا انتظار کروں گی۔

"اور بچے کہاں ہیں؟

اس نے آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے چہرے پر بکھرا ہوا کاجل تشو سے صاف

:کرتے ہوئے کہا

جی، موم! بچے۔۔۔اریحہ کا تو ابھی سونے کا وقت ہے وہ اسکول کے بعد کافی"

تھک جاتی ہے۔ باقی زینب اور وہاج کو میں نے ابھی ہوم ورک کرایا ہے تو وہ

"دونوں اپنے کمرے میں گیم کھیل رہے ہیں۔

"اچھا! چلو اب جلدی سے عائشہ کو لے کر پہنچو۔"

اس نے ہامی بھری، پھر کچھ ہی دیر میں عائشہ کو لیے لان میں پہنچ گئی۔

عائشہ نے سرد روی سے سلام کیا، پھر دونوں موم کے پاس بیٹھ گئیں۔

:انہوں نے عائشہ کو متوجہ کیا اور پیار بھرے انداز میں پوچھا

میری لاڈلی بچی! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی؟"

515 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(515)(ادھوراپن)

نہ کمرے سے نکلتی ہو، نہ ہی کسی سے بات کرتی ہو۔ ہم تمہارا دکھ سمجھ سکتے ہیں اور ہم بھی اسی دکھ کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں جس میں کہ تم۔ لیکن کوشش کے بغیر ہم کبھی دکھ سے نکل نہیں پائیں گے۔ میری صالح سے بات ہوئی ہے، وہ امریکہ میں ہی موجود ہے اور بتا رہا تھا کہ ڈاکٹرز نے اچھے کی نوید

سنادی ہے۔ موسیٰ کی حالت بہتر ہو رہی ہے، مگر کچھ وقت تو لگتا ہے۔ پلیز

"عائشہ! خود کو سنبھالو اور اس کے لیے دعاء کرو۔

:عائشہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں، وہ کہنے لگی

موم! کوئی کچھ بھی کہے، مگر وہ ابھی کوما میں ہے۔ یعنی زندہ لاش۔۔۔ جو سن تو"

سب کو سکتا ہے پر کسی کو جواب نہیں دے سکتا اور اپنی مرضی سے کچھ کھا پی

نہیں سکتا۔ موم! وہ موسیٰ جو گھر پر ہوتے ہوئے ایک پل کے لیے زمین پر نہیں

ٹکتا تھا، جو اپنے شور، باتوں اور مستی سے پورے گھر کو سر پر اٹھا لیتا تھا۔ آج وہ

"حرکت تک نہیں کر پا رہا ہو گا۔

عائشہ کے لہجے میں تلخی اور افسردگی ایک ساتھ جھلک رہی تھی۔

موم! افسوس اس بات کا ہے کہ یہ سب ڈیڈ کی ضد اور انا کے نتیجے میں موسیٰ کو"

کاٹنا پڑ رہا ہے، کبھی معاف نہیں کروں گی ڈیڈ کو، کبھی نہیں۔" کہہ کر وہ اٹھ کر

اندر چلی گئی۔

:ایمان نے موم کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے کہا

موم! آپ پریشان مت ہوں، میں سمجھاؤں گی اسے۔ غصہ تو کرے گی، آخر "

"موسیٰ کی بہن ہے۔

:انہوں نے دھیمی سی آواز میں کہا

"اسی بات کا خوف ہے کہ یہ موسیٰ کی بہن ہے، تو غصے میں کچھ غلط نہ کر بیٹھے۔"

:ایمان نے گردن نفی میں ہلا کر انہیں تسلی دی

کچھ نہیں کرے گی وہ، موم! آپ بے فکر رہیں اور کل ماما، بابا اور رہادی بھائی "

آرہے ہیں۔ میں نے بابا کو کال کر کے سب بتا دیا تھا۔ وہ کافی پریشان لگ رہے

"تھے اس لیے میں نے کہا کچھ دن یہیں آجائیں۔

:انہوں نے چائے کا مگ اٹھایا، پھر مسکرا کر بولیں

بیٹی! یہ تم نے بہت اچھا کیا، چلو کسی بہانے گھر جو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے، "

خوشی اور رونقوں میں بدل جائے گا۔



ارے، دعا! رات کے دس بج رہے ہیں اور تم یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو؟ میں "

"نے پورا گھر چھان مارا تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے۔

کلثوم لان میں آئی جہاں دعا اکیلی گھاس پر بیٹھی ستاروں سے باتیں کر رہی تھی۔

: کلثوم کی آواز سن کر اس کا ستاروں سے ربط ٹوٹ گیا اور وہ پلٹ کر کہنے لگی

"بھابی! یہاں آئیں کچھ دیر میرے پاس بیٹھیں۔ دیکھیں کتنے خوبصورت ہیں

تارے، بکھرے ہوئے، مگر پر سکون اور چمکدار بھی۔

"کیا آپ کو ایک بات معلوم ہے؟

:اس نے بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا

میرا ابھی بہت دل چاہتا ہے کہ میں ان ستاروں کے ساتھ دور کہیں آسمان میں"

"کھو جاؤں اور کسی کی خوشی کے لیے جھگمگانے لگوں۔۔۔

: کلثوم یک دم اس کے پاس زمین پر بیٹھ گئی اور تلخ لہجے میں کہا

(باسط بن مظہر راجپوت)(516)(ادھوراپن)

بس، دعا! آج جیسے کیسے تم نے یہ سب کہہ دیا، مگر آج کے بعد اگر ایسی کوئی"
بھی بات کی تو میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی اپنے ماں، بابا کے پاس ہمیشہ کے
"لیے۔

کلثوم کے والدین بارہ سال پہلے اس کی شادی کے بعد ہمیشہ کے لیے دبئ جا بسے تھے۔اور شاہ ویر کی موت کے بعد انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ان کی بیٹی بھی ان کے ساتھ آجائے اور نئ زندگی کی شروعات کرے، مگر کلثوم نے صاف انکار کر دیا تھا۔اور اپنے سسرال میں شاہ ویر کی امانت بن کر زندگی گزارنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ارے، بھابی! آپ تو غصہ ہو گئیں۔ لیکن میرے شاہ ویر بھائی بھی تو وہیں چمکتے"
تاروں میں موجود ہیں۔

"پھر میں کیوں نہیں؟

:دعا یہ پوچھ کر پھر سے ستاروں کی جھلملاہٹ میں کھو گئ۔ کلثوم سر پکڑ کر چلائی

دعا! خدا کے لیے بند کرو اپنی یہ بکواس۔ یہ باتیں کتابوں اور کہانیوں کی حد تک "
سچی اور اچھی لگتی ہیں۔ اور جو لوگ دلوں میں بستے ہیں وہ کبھی مرتے نہیں ہیں۔
"اب چلو دوا کا وقت ہو گیا ہے، میں تمہیں لینے آئی تھی۔
کلثوم نے وہ سب تلخ مزاجی میں کہہ کر بات بدل دی تھی۔
:دعا گھبرا سی گئی اور یک دم اٹھ کھڑی ہو کر کہنے لگی
"سوری بھابی! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"
:وہ طویل خاموشی کے بعد مسکرا دی اور اسے سینے سے لگائے کہنے لگی
اچھا، جان! اب جلدی چلو مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔۔۔۔۔"اور پھر دونوں "
کمرے میں جانے لگیں۔
:اس نے دعا کو دوا دی، پھر اسے لٹاتے ہوئے کہا
دعا! میں سونے لگی ہوں تو تم بھی اب سو جاؤ، دیر تک جاگنا اچھا نہیں ہوتا۔ اور "
سونے سے پہلے اپنی طرف والا لیمپ بھی آف کر دینا۔" کہہ کر وہ روشنی مدھم
کیے سو گئی۔

دعا بستر پر بیٹھی گہری سوچوں میں گم صم تھی کہ اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ دن پہلے پیش آیا حادثہ واضح ہونے لگا۔اور اس کے کانوں میں موسیٰ کی آواز گونجنے لگی۔۔۔

دعا! اگر تمہاری یہی تمناء ہے تو تم ہی مجھے مار دو، تم ہی مجھے مار دو، تم ہی مجھے مار "دو۔۔۔۔"

وہ اچانک خوف کے مارے چلا اٹھی:

نہیں۔۔۔ نہیں، میں نے موسیٰ کو نہیں مارا۔ہاں۔۔۔ہاں، میں نے مار دیا" "اسے۔موسیٰ مجھے معاف کر دینا۔۔۔۔۔

کلثوم بھی یک دم اٹھ کر بیٹھ گئی اور سسکتی ہوئی دعا کو جھنجھوڑ کر سینے سے لگائے کہنے لگی:

دعا! سنبھالو خود کو، یہاں کوئی نہیں ہے اور تم نے کسی کو نہیں مارا۔" پھر اس کا" چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے اس کی خوف کھاتی نگاہوں میں دیکھ کر پھر سے بولی:

میری جان! یہ سب تمہارا وہم ہے اور اگر موسیٰ کو کچھ ہو گیا ہوتا تو اب تک اس"
کے گھر والے کہاں خاموش بیٹھتے۔ جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔
"پلیز! سنبھالو خود کو۔



517 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(517)(ادھوراپن)

:دعا کے لہجے میں کچھ تلخی در آئی
بھابی! یہ میرا وہم نہیں ہے۔ بلکہ یہ میری اس سے محبت ہے جو مجھے ایک پل"
کے لیے بھی اس کے بغیر جینے نہیں دے گی۔
"جانتی ہیں میں نے اس سے نفرت کا ڈھونگ کیوں رچائے رکھا تھا؟

:پل بھر کی خاموشی کے بعد خود ہی جوابا ًکہا

میں بتاتی ہوں، بھابی! کوئی بھی بیٹی اپنے باپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ" سکتی، تو میں کیسے برداشت کرتی وہ آنسو جو میری وجہ سے میرے بابا کی آنکھوں سے ٹپکے تھے۔ میں نے اس دن خود سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے موت تو آسکتی ہے لیکن پھر سے کبھی موسیٰ سے محبت نہیں ہو سکتی۔ لیکن بھابی! اس نے مجھے ہرا دیا، میں جتنی اس سے دور جانے کی کوشش کرتی رہی میرے قدم اسی کی جانب بڑھتے رہے۔ وہ واقعی میں سچا اور میں مجبور تھی، جو اس سے نفرت کی خاطر بدلے کی آگ میں خود کو جلاتی رہی۔ میں اپنے بابا کی خاطر اپنی محبت کو قربان "کرنا چاہتی تھی، مگر اس کے عشق و جنون نے مجھے کسی قابل نہیں چھوڑا۔

:کلثوم جو کافی دیر سے بالکل خاموش اور اداس بیٹھی تھی، کہنے لگی

مجھے سب کچھ معلوم ہے، مگر یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے۔ تمہاری" "طبیعت بگڑ جائے گی۔ پلیز دعا! سو جاؤ، ہم صبح بات کرتے ہیں نا۔

:اس نے ایک جھٹکے سے کلثوم کا ہاتھ اپنی ٹھوڑی سے نیچے کیا اور بھڑک اٹھی

"نہ، بھابی! میں اس محبت کے قابل ہی نہیں ہوں، بلکہ میں تو اب اس سزا کے قابل ہوں کہ زندگی بھر محبت کو پکارتی رہوں اور وہاں سے مجھے کوئی صدا سنائی نہ دے۔"

اس کے یک دم بعد دعا کا لہجہ بدلا اور وہ مسکرا کر افسوس کرتے ہوئے پھر سے کہنے لگی:

"کیا ہوتا جو میں خدا کی عطاء پر راضی رہتی۔ نہ کبھی میری زبان حرکت کرتی، نہ میں موسیٰ پہ گرجتی اور نہ ہی وہ میری تمناء اور خواہش کی آڑ میں خود کو قربان کرتا۔

کاش! ہم دونوں کبھی ملے ہی نہ ہوتے۔

کاش! میں کم پر ہی صبر کر لیتی۔

کاش! میری وجہ سے کسی کا دل نہ ٹوٹا ہوتا۔

کاش! میں ان بددعاؤں کو اپنے مقدر میں نہ لکھواتی جن کی بدولت آج مجھ سے سب کچھ چھن گیا ہے۔ میں نے تو اپنا علاج کروایا تھا کہ اپنے بابا کی بے عزتی کا بدلا اپنے سخت اور قیامت برپا کر دینے والے لفظوں میں لوں گی۔ مگر اب شاید مجھے

بدلے کی آگ میں جل جل کر اپنی خطاؤں اور بدمزاجیوں کی معافی چیخ چیخ کر مانگنی پڑے گی، پھر بھی شاید میرا کشکول خالی ہی رہے گا۔

کاش! میں اپنی زندگی خدا کی رضامندی میں خاموشی سے گزار لیتی تو آج میں "محبت میں ہاری نہ ہوتی۔۔۔۔

کلثوم نے زبردستی اس کے لبوں کو ہاتھ سے سیتے ہوئے اسے خاموش کراتے ہوئے کہا:

دعا! تم اس حمزہ کی باتوں پر یقین کر کے اپنے ساتھ ہم سب کو بھی نہ ختم" ہونے والی اذیتوں میں دھکیل رہی ہو۔ وہ بچہ ہے، تو اسے کیا معلوم گھر میں کون "آیا تھا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(518)(ادھوراپن)

:اس نے پیار سے کلثوم کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹا کر کہا

بھابی ! یہ ضروری تو نہیں وہ یہاں آیا تھا یا نہیں اور نہ ہی مجھے اس حقیقت سے " کوئی غرض ہے۔ غرض ہے تو صرف اس بات سے کہ میرے تلخ لہجے نے نہ جانے کتنا گہرا زخم لگایا ہو گا اس کے دل پر جس کی تکلیف یہاں میں اپنے دل میں محسوس کر رہی ہوں۔ محبت، عشق، درد اور زندگی کی حقیقت کو تو اس نے پا لیا ہے۔ میں تو اس کے دل کو کھلونا سمجھ کر کھیلتی رہی جواب اس کھیل میں شکست کھا کر تڑپ رہی ہوں۔ میرے بدلے کی آگ نے مجھے ہی جلا کر راکھ کر ڈالا۔"

:کہہ کر دعا نے اپنا سر پکڑ لیا، پھر رنجیدگی سے بولی

بھابی ! میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہے، مجھے کچھ بھی نظر نہیں " آرہا۔"

اس نے جلدی سے پانی کا گلاس اٹھایا اور بمشکل دعا کو ایک گھونٹ پلا کر اسے لٹا دیا، پھر خود پریشانی کے عالم میں اٹھی اور دوسرے کمرے سے نرس کو ساتھ لیے کمرے میں آئی۔

:نرس نے دعا کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور 'بی پی' چیک کرنے کے بعد کہا

میڈم! پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، دراصل آج دعا نے اچھے سے کھانا کھایا" تھا۔ اور دوا کا اثر دیر سے ہونے کی وجہ سے نیند نے اچانک وار کیا ہے جس کا اثر دماغ پر ہوا۔ اب وہ سو گئی ہیں تو اپنی نیند پوری کر کے اچھا محسوس کریں گی، جوان "کے لیے بے حد ضروری ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔

کلثوم نے سکھ کی سانس لی۔ اور دعا کے سرہانے بیٹھے اس کا سر دباتے نہ جانے کب اس کی بھی آنکھ لگ گئی۔

رات کے آخری پہر جب کلثوم کی آنکھ کھلی تو دعا تہجد ادا کر کے اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلائے نہ جانے کیا مانگ رہی تھی۔

:اسے دیکھ کر کلثوم کے آنسو ٹپکنے لگے اور وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگی

اے خدا! اسے سکون دے دے اور اس کے دل میں اپنی محبت کو ڈال دے "

"تاکہ یہ موسیٰ کو بھول جائے۔ تو تو جانتا ہے اس کا اس کے بغیر گزارا مشکل ہے۔

کچھ ہی دیر میں فجر کی اذان گونجنے لگی تو کلثوم اٹھی اور نماز فجر کی تیاری میں مشغول ہو گئی۔

: نماز کے بعد دعا پھر سے اپنے رب سے دعائیں مانگنے لگی

اے رب! مجھے تجھ سے یا تیری لکھی تقدیر سے کوئی شکوہ نہیں ہے، مگر میری "

صرف اتنی سی التجاء ہے کہ میری اس تقدیر میں موسیٰ کو بھی شامل کر دے۔

میرے مولا! تو تو ہر چیز پر قادر ہے۔ بس میری التجاء سن لے اور وہ جہاں بھی ہے

"اسے اپنی حفظ و امان میں رکھنا، آمین۔

دعا اب تک خیالات کی دنیا میں تو حقیقت جان چکی تھی، مگر حقیقت میں اب تک اسے نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ کہاں اور کس حال میں ہو گا۔

519 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(519)(ادھوراپن)

دعا مصلےٰ سمیٹ کر کھڑکی میں جاکر کھڑی ہو گئی۔اس کا ٹھکانہ ایک ہی تھا جہاں اسے موسیٰ اس کی نگاہوں کے سامنے دکھائی دیتا تھا۔
صبح کا آغاز سورج کی ہلکی ہلکی کرنوں اور پرندوں کی چوں چرا سے ہوا، جو اپنے آشیانوں سے خدا کی حمد و ثناء کرتے رزق کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔
دھیمی دھیمی خوشبودار ہوائیں سانسوں میں سمو کر راحت بخش رہی تھیں۔یہ سب دیکھ کر دعا کا پرکشش اور حسین چہرہ مزید حسین لگنے لگا، جب اس کے لبوں پہ مسکان کھلنے لگی تھی۔
کلثوم چائے لے کر کمرے میں داخل ہوئی اور دعا کو پکارنے لگی۔ جس پکار پر اس نے لبیک کہا اور کھڑکی سے پلٹ کر اندر آگئی۔ کلثوم نے اسے چائے تھمائی اور پوچھنے لگی:

"کیسی ہو، دعا! اور رات بھر تم جاگتی کیوں رہی ہو؟"

دعا نے اپنے لبوں کی سرخی کو چائے سے سیراب کرتے ہوئے کہا: "نہیں، بھابی!

"میں تو سو گئ تھی، بس اذان سے کچھ وقت پہلے آنکھ کھل گئ تھی۔۔۔۔

:اتنے میں نوشی موبائل لے کر کمرے میں آئی اور دعا کو تھماتے ہوئے کہا

"باجی! کافی دیر سے بج رہا ہے۔"

اس نے موبائل لیا ہی تھا کہ پھر سے بجنے لگا۔

دعا نے جب نمبر دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹ کر باہر کو آنے لگیں، اور اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت طاری ہونے لگی۔

اس نے موبائل پر موسیٰ کا نام دیکھا تھا۔

کلثوم نے اشارتاً اسے کال سننے کو کہا اور خود کمرے کی حالت سنوارنے لگی۔ چند لمحات کے بعد دعا اپنے پیر گھسیٹتے ہوئے اس کے پاس آئی اور درد بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

:اس نے بغور دعا کا جائزہ لیا، پھر بولی

"ارے! کیا ہوا؟ کون تھا فون پہ اور تم رو کیوں رہی ہو؟"

"بھابی! ہسپتال سے فون تھا اور یہ نمبر موسیٰ کا ہے۔ اور ہمارے ہی انسٹیٹیوٹ سے کوئی نرس بات کر رہی تھی۔"

اس نے دعا کو سہارا دیے بٹھا کر پانی کا گلاس پیش کرتے ہوئے کہا: "لو، تم پہلے پانی پیو اور پھر حوصلے سے بتاؤ۔ کیا کہا تمہارے انسٹیٹیوٹ والوں نے؟"

"بھابی! وہ کہہ رہی تھیں، یہ موبائل چند روز قبل کسی مریض کا رہ گیا تھا جو کسی بڑے حادثے کی بدولت وہاں لایا گیا تھا۔ اور وہ جانے سے پہلے اپنا موبائل وہیں بھول گئے تھے۔" کہہ کر دعا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کلثوم تو حقیقت سے واقف تھی ہی اور اب اس کے پاس دعا کو سمجھانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ پہلے ہی جھوٹ بول بول کر اکتا چکی تھی، سو اس نے صرف اتنا کہا:

"دعا! ابھی چلو انسٹیٹیوٹ کے لیے تیار ہو جاؤ، ہم وہیں پتا کر لیں گے یہ سب کچھ کیا ہے۔ تم پریشان مت ہو۔"

اس نے کلثوم کا ہاتھ تھامے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا:

"بھابی! اب تو مجھے سچ بتا دیں؟"

مجھے موسیٰ کی قسم کوئی ہنگامہ نہیں کروں گی اور حقیقت کو مقدر سمجھ کر خاموش ہو جاؤں گی۔"

520 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(520)(ادھوراپن)

کلثوم نے پلٹ کر دیکھا تو دعا کی ترس کھاتی نگاہوں میں عجیب سا خوف تھا، جو کسی بڑے طوفان کی آمد کا ضامن تھا۔

اس نے گہری سی سانس لینے کے بعد کہا:

دعا! حقیقت جو مجھے معلوم ہے وہ یہ کہ چند روز قبل موسیٰ کا اکسیڈنٹ ہوا تھا، "یہیں اسلام آباد میں۔ اسے تمہارے انسٹیٹیوٹ ہی لے جایا گیا تھا جب اس کے ڈیڈ اور میں تمہیں وہاں لے کر پہنچے تھے۔

سنا تھا اس کی حالت بے حد نازک تھی، پھر اگلے چند روز میں نہ جانے حامد انکل اسے کہاں لے گئے تھے کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم۔ لیکن مجھے پورا یقین ہے وہ جہاں بھی ہے بالکل ٹھیک ہے۔ اور اب تم وعدہ کرو اس کے غم میں خود کو بے حال نہیں کرو گی، بس اس کی صحت والی لمبی زندگی کے لیے اس سب کو خدا کی آزمائش سمجھ کر اس کے لیے دعاء کرو گی، جس کے علاوہ ہم کچھ کر بھی نہیں "سکتے۔

دعا کو جھٹکا تو لگا تھا اور وہ اپنے آنسو بھی سنبھال نہ پائی تھی، لیکن اس نے کلثوم کے ہاتھ تھام کر وعدہ ضرور کر لیا تھا۔ کیونکہ اب اس کا شک حقیقت میں بدل گیا تھا۔ اور پھر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ عشق و محبت آسان نہیں، پھر چاہے خدا سے ہو یا پھر اس کی مخلوق سے۔ خدا آزماتا بھی انہیں ہے جو اس کے زیادہ محبوب اور قریب ہوں۔

کلثوم نے مسکرا کر اس کا ماتھا چوما، پھر اس کا ہاتھ تھامے اسے باہر لے گئی، جہاں نوشی ناشتے کی میز سجا چکی تھی۔

اس نے دعا کو کرسی پر بٹھا کر کہا:

"تم یہاں بیٹھو۔ میں ماما، بابا کو بلا لیتی ہوں، پھر ہم مل کر ناشتہ کریں گے۔"

نہ جانے اب یہ محبت کا کون سا روپ تھا؟ بہر حال دعا نے اپنے سر پر سوار غموں کا بوجھ اتار پھینکا تھا۔

اس کے والدین نے جب اپنی بیٹی کو دیکھا تو نصیر صاحب یک دم بولے:

"ماشاءاللہ! آج تو ہماری بیٹی ہمارا انتظار کر رہی ہے۔"

دعا نے احتراماً اٹھ کر سلام کیا، جس پر انہوں نے جواب دیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے:

جیتی رہو، بیٹی! اب چلو، بیٹھ جاؤ۔"

"لگتا ہے کہیں جا رہی ہو آج؟

اس نے مسکراہٹ بھری:

"جی بابا! انسٹیٹیوٹ جا رہی ہوں۔ یہ دیکھنے کہ اگر کچھ مزید کاروائی باقی ہو تو وہ دیکھ لوں۔ کیونکہ ٹریننگ کے بعد اسی انسٹیٹیوٹ میں تو کام کرنا ہے۔"

"ہاں، بیٹی! یہ تو ہے اور پھر اپنے بابا کا ہاتھ بھی بٹانا ہے۔"

"بیٹی! سنا ہے تمھیں تمہارا بوتیک واپس مل گیا ہے؟"

"جی، بابا! اور میں نے یہی سوچا ہے کہ ٹریننگ سے واپس آ کر میں کچھ عرصہ اپنا بوتیک ہی چلاؤں گی۔ اور پھر اپنی ڈیوٹی شروع کر دوں گی۔"



521 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(521)(ادھوراپن)

دعا نے چائے کی پیالی اپنے بابا کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا، پھر پوچھنے لگی:

"اچھا، بابا! مجھ سے کیسی بات کرنی تھی آپ نے؟ میرا مطلب ہاتھ بٹانے والی؟"

"بیٹی! کوئی خاص نہیں۔ بس وہ کچھ نئے کلائنٹس ملے ہیں تو انہیں کچھ نئے اور منفرد ڈیزائنز چاہیں۔ اب فیکٹری میں تو تمہارے لیول کا کوئی آرٹسٹ نہیں ہے۔ میری یہ الجھن تم ہی دور کر سکتی ہو۔"

وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بابا کے قریب ہو کر کہنے لگی:

"ہائے میں صدقے، بابا جان! یہ بھی کوئی الجھنے والی بات ہے۔ ایک تو کیا میں لاکھوں ڈیزائنز بنا دوں گی۔ ابھی میرے پاس کچھ پڑے بھی ہیں اور مزید آپ کو ثانیہ سے مل جائیں گے۔ آپ تو جانتے ہیں میری ساری فائلز اسی کے پاس ہیں تو وہ میرا لیپ ٹاپ آپ کو سونپ دے گی، پھر جو آپ کو اچھا لگے آپ اس پہ کام کر لیجیے گا۔

جانتے ہیں، بابا! وہ سارے ڈیزائنز میں اور ثانیہ نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیے تھے؟"

نصیر صاحب کی پریشانی ایک پل میں غائب ہو گی اور کہنے لگے :"ماشاءاللہ آفرین

"ہے، دعا بیٹی ! تمہارا کوئی جواب نہیں ہے۔

:نایاب بھی شانے اچکائے کہنے لگی

آخر بیٹی کس کی ہے۔"پھر سب ہنسنے لگے۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر دعا مسکراتے ہوئے بابا کے سینے سے لگ گئی، پھر اداس لہجے

:میں بولی

بابا! آپ اتنے پریشان تھے فیکٹری کو لے کر تو مجھے ایک حکم کرتے، تو میں "

"ایک پل میں آپ کی پریشانی دور کر دیتی۔

:انہوں نے دعا کا ماتھا چوم لیا، پھر گویا ہوئے

بیٹیوں پر حکم نہیں چلاتے، بلکہ ان سے گزارش کرتے ہیں۔ باپ کے ہوتے "

ہوئے بیٹی کام کرے یہ کسی باپ کو پسند نہیں ہے اور بیٹی کوئی فرمائش کرے وہ رد

کرنا بھی باپ کے بس میں نہیں ہوتا۔ میری بیٹی نے اپنا کام کرنا چاہا میں نے نہیں

روکا، تمہیں ڈاکٹر بنانا میرا خواب ہے جس میں تمہاری رضامندی شامل تھی، جو

"بہت جلد پورا ہو جائے گا ان شاءاللہ۔

دعانے اپنے آنسو پونچھ کر مسکراہٹ بھری:

"خدا سے یہی دعاء ہے، وہ ہر بیٹی کو آپ جیسا باپ عطاء کرے جو اسے بوجھ نہیں رحمت سمجھے، آمین۔ بابا! اب سے آپ کو مجھ سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اسٹڈی روم میں جا کر دیکھ لیں جو ڈیزائن اچھا لگے وہ آپ جیسے چاہیں استعمال میں

لا سکتے ہیں۔ اور ثانیہ بھی آپ کی ہر طرح سے مدد کرے گی۔"

انہوں نے دعا کو خوب پیار کیا، پھر اسٹڈی روم سے کچھ ڈیزائنز لے کر ڈرائیور کے ہمراہ فیکٹری کے لیے روانہ ہو گئے۔

دعا بھی اپنی ماما سے مل کر کلثوم کے ساتھ انسٹیٹیوٹ کے لیے دونوں روانہ ہو گئیں۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(522)(ادھوراپن)

صبح نو بجے وہ انسٹیٹیوٹ پہنچیں، دعا نے وہاں ڈیوٹی پر مامور عملے کو ساری تفصیل سے آگاہ کیا اور موسیٰ کا موبائل اپنی تحویل میں لے کر بغور اس کا جائزہ لیا، پھر چوم کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ چند لمحات بیت جانے کے بعد جب اس نے اپنی نگاہیں اٹھائیں تو اسے موسیٰ اپنے سامنے الوداعی انداز میں ہاتھ لہراتا ہوا نظر آیا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر نگاہیں اسی جانب ٹکائے مسکرانے لگی۔

اسی دوران کلثوم اس کے قریب پہنچی اور اسے یوں مصروف عمل دیکھ کر پریشانی کے عالم میں اسے جھنجھوڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ جس پر وہ سہم سی گئی اور کہا:

"ہاں۔۔۔ہاں، کیا ہوا؟"

کلثوم نے حیران کن انداز میں کہا:

"یہ پوچھنا تو میرا بنتا ہے۔"

کون ہے وہاں جسے دیکھ کر مسکرائے جارہی ہو؟اوراپنے ارد گرد کی بھی کوئی خبر

"ہے تمہیں؟

:دعانے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا

کچھ نہیں، بھابی! بس یونہی۔آپ باقی باتیں چھوڑیں نا، یہ دیکھیں یہ فون کتنا"

"پیارا ہے بالکل موسیٰ کی طرح۔

دعا کے لہجے کا درد محسوس کیا جاسکتا تھا، مگراس کے چہرے پر مسکان کھلی تھی۔

:کلثوم اس کا ہاتھ چوم کر گویا ہوئی

ہاں، میری جان! بالکل۔اوراب تم حقیقت سے واقف تو ہو ہی چکی ہو،اس"

لیے میں تمہیں تمہاری سوچ بدلنے کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گی۔کیونکہ موسیٰ

ایک اچھا لڑکا ہے۔لیکن اب تمہیں صرف و صرف اپنے خواب کو حقیقت میں

بدلنا ہے اوراگر قسمت کا ستارہ چمکا تو خدا خود تمہیں اس راہ پر گامزن کردے گا،

"جس راہ کی منزل پر تمہارا ملن موسیٰ سے ہو جائے گا۔

:دعا مسکراتے ہوئے بولی

"بھابی ! آپ کتنی اچھی ہیں نا، آپ مجھے کبھی ہارنے نہیں دیں گی۔اور ہر مشکل میں میرا ہاتھ تھام کر میرے حوصلے پست ہونے سے بچا لیتی ہیں۔"

"ہاں۔۔۔ہاں، دعا ! اب چلو تمہارا کام بھی ہو گیا، میں نے بھی پروفیسر صاحب سے ملاقات کر لی ہے اور آگے کا لائحہ عمل بھی پوچھ لیا ہے۔"

اسی کے ساتھ دونوں پارکنگ کی جانب چل دیں تو دعا رنجیدگی سے پوچھنے لگی:

"بھابی ! کیا آپ نے آخری دفعہ موسیٰ کو دیکھا تھا؟ کتنا درد ہوا ہو گا نا اسے ؟ کتنی اذیتوں سے گزرا ہو گا میرا موسیٰ ؟ بھابی ! بہت گہری چوٹیں لگی تھیں نا اسے اور وہ زندہ تو ہے نا؟"

دعا یک دم تڑپنے لگی تھی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔اس نے سوالیہ نگاہوں سے کلثوم کو دیکھ کر یہ سب پوچھا تھا۔ جس پر کلثوم نے سنجیدگی سے کہا:

"ہاں وہ زندہ ہے۔"

523 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(523)(ادھوراپن)

بہت گہرے زخم بھی آئے تھے اسے اور اذیت سے بھی گزرا تھا، مگر تب جب تم نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ سچے عاشق چھوٹے موٹے حادثات سے نہیں گھبراتے۔ اور اس دفعہ تو اسے تمہارا حکم ہوا تھا کہ وہ تمہارے سامنے نہ آئے، بلکہ تم نے تو اسے جان کی بازی لگانے تک کا کہہ دیا تھا۔
تو وہ کیسے تمہارے حکم پر لبیک نہ کہتا؟
دعا! اب تکلیف اسے نہیں تمہیں ہو گی، کیونکہ وہ اپنے گناہِ عشق کی سزا کاٹ چکا ہے۔ اب سزا اصل مجرم کو ملے گی جس نے ظلم کی ساری حدیں پار کر لیں۔ اور یہ محبت کسی کو وراثت میں نہیں ملتی کہ کسی ایک کو فنا کر دے جبکہ دوسرے کو بخش دے۔"

دعا اپنا جرم جانتی تھی، اس لیے وہ خوف زدہ تھی اور افسردہ بھی۔ وہ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی اور اندر ہی اندر خود کو کاٹ کھانے کا جی چاہتا تھا اس کا۔

خود پر غصے کی شدت سے اس کے پھول جیسے چہرے کا رنگ بھی پھیکا پڑ چکا تھا۔

دوپہر اڑھائی بجے کے قریب وہ دونوں گھر پہنچیں۔ گھر پہنچتے ہی دعا نے نوشی کو اپنے کمرے میں چائے لانے کا کہا، پھر دوڑ کر کمرے میں جانے لگی۔

کچھ دیر کے بعد نوشی چائے لیے دروازے پر حاضر ہوئی اور دروازے پر دستک دیے اندر داخل ہو گئی۔

دعا ایک کونے میں افسردہ زمین پر بیٹھی خود سے ہمکلام تھی:

"موسیٰ! تم سمجھ دار تھے۔ جانتے ہو میں کتنی جذباتی اور نادان ہوں؟ تو پھر تم نے میری بات کیوں مان لی؟ کیوں تم نے مجھے رک جانے کو نہ کہا۔۔۔۔"

نوشی نے گلا کھنکارتے ہوئے دعا کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا اور چائے میز پر رکھ کر جانے لگی۔ اس پر دعا چونکا دینے والے انداز میں اس کی طرف متوجہ ہو کر بولی:

"رکو نوشی!"

جی۔۔۔جی، باجی!" نوشی کہہ کر ادب سے کھڑی ہو گئی۔"

نوشی! جب تک بابا نہیں آجاتے میں کچھ دیر آرام کروں گی۔اور ہاں، آج شام"

"کی چائے میں خود بناؤں گی سب کے لیے تو مجھے جگا دینا۔

نوشی نے ہامی بھری اور باہر نکلتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

دعا پلنگ پر لیٹ گئی اور خیالوں میں کھوئے ہوئے اس کی آنکھ لگ گئی۔

شام کے سوا چھے بج رہے تھے جب اس کی آنکھ کھلی، تو وہ گھڑی پر وقت کا تعین کرتے ہوئے یک دم اٹھ بیٹھی۔اس نے آنکھیں مینچتے ہوئے سامنے لگے آئینے میں دیکھ کر اپنا حلیہ درست کیا اور چائے کا مگ اٹھا لیا، جس میں پڑی چائے بیکار ہو چکی تھی۔ لیکن موصوفہ کو چائے سے دل لگی تھی اس کے رنگ یا ذائقے سے نہیں شاید۔

دعا نے کمرے سے باہر آنے تک دو، چار گھونٹ باسی چائے کے ہی پی لیے۔اور مگ کمرے سے کچن کے بیچ کی راہداری پر ملی نوشی کو تھماتے ہوئے پوچھا:

524 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(524)(ادھوراپن)

"ہاں، بابا! آ گئی ہے کیا؟"

: وہ دعا کے پیچھے ہولی اور کہا

نہیں، باجی! ابھی تک نہیں، لیکن آنے والے ہیں۔ اور ہاں، کلثوم باجی نے "

" پکوڑوں کا سامان تیار کر لیا ہے بس آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔

یہ سب باتیں کچن اور دعا کے کمرے کے بیچ بیس قدموں کی مسافت پر ہوئیں۔

دعا کے کچن میں پہنچتے ہی کلثوم نے اسے گھورتے ہوئے کہا: "محترمہ! کچھ یاد ہے

ہمیں کل نہیں تو پرسوں روانہ ہونا ہے اور آج شاپنگ کے لیے جانا تھا۔ مگر آپ نے

"تو حد ہی کر دی اور کمرہ بھی اندر سے لاک کر رکھا تھا۔

: دعا نے خوشگوار انداز میں مسکان بھری اور کلثوم کے سینے سے لگ کر کہنے لگی

"سوری، بھابی! غلطی ہو گی۔اب نہ جانے کب یہ پل میسر آئیں کہ میں اپنے بستر پر سو پاؤں، شاید اسی لیے آنکھ لگ گئ تھی۔اور میرا تو آپ کو پتا ہے کچھ بھی پہن لیتی ہوں آپ کی پسند کا تو پھر پریشانی کیا ہے؟"

کلثوم کی نظریں اس کے پیروں پر تھیں جس کی بدولت اس کی ہنسی نکل گئ۔

دعا کافی حیران ہوئی اور اپنے ہاتھ سوالیہ انداز میں پھیلائے کلثوم کو دیکھنے لگی۔

کلثوم نے ہنسی روکتے ہوئے کہا:

"ارے، پاگل! اپنی پیر تو دیکھو، ایک پیر خالی ہے اور دوسرے پر نہ جانے کس زمانے کی چپل پہن رکھی ہے تم نے۔اگر میں تمہارا خیال نہ رکھوں تو کیا کرو گی میری جان؟" کلثوم نے جتایا تھا۔

دعا کی آنکھیں فوراً سے بھر آئیں اور وہ چہرے پر سنجیدگی لیے بولی:

"بھابی! آپ پیروں کی بات کر رہی ہیں اور یہاں تو میرے ہاتھ بھی خالی ہیں، جو صرف مجھے محسوس ہوتے ہیں۔اور جب کبھی مجھے لگا میرے ہاتھ بھر چکے ہیں تو پیروں پر بھی توجہ دے لوں گی۔ہاں، آپ کے بنا میں سچ میں کچھ نہیں، زندگی میں ایک غلط قدم اٹھایا جس میں آپ کی رضامندی شامل نہیں تھی تو اس کی

بدولت آج اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں۔اب دوبارہ خود کو خود میں بھی تلاش نہیں کر پا رہی۔بھابی! آپ کا میرا ساتھ جسم سے روح کی طرح کا ہے، جیسے روح کے بنا جسم بیکار، ویسے میں آپ کے بنا ادھوری اور نامکمل ہوں۔"

:کلثوم آگے بڑھی اور اس کے آنسو پنچھ کر کہا

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ایک انسان کے چلے جانے سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہوتا۔اور اس کی مثال میں خود ہوں تمہارے سامنے دس بارہ سال سے۔

"مجھے کبھی یوں مایوسی کی باتیں کرتے دیکھا ہے؟

:دعا نے جواباً صرف اتنا کہا

"تو پھر، بھابی! شاید آپ نے شاہ ویر بھائی سے ٹوٹ کر محبت ہی نہیں کی۔" یہ کہہ کر وہ کچن سے باہر نکل گئی۔

دعا کے ان لفظوں سے کلثوم بکھر کر رہ گئی تھی، مگر خاموش رہی۔کیونکہ وہ جانتی تھی محبت تو اس نے بھی کی ہے لیکن اس طرح کی انوکھی نہیں، جیسے دعا اور موسیٰ نے کی۔

525 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(525)(ادھوراپن)

دعالان سے ہوتی ہوئی گیٹ کے پاس کھڑی ہوگئی اور بابا کے انتظار میں گہری سوچوں میں گم صم ٹہلنے لگی۔

چوکیدار نے وجہ دریافت کی، تو اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہہ کر وہ پھر سے اپنے کام میں لگ گئی۔۔۔ مطلب گہری سوچوں کے ساتھ چہل قدمی کرنے میں۔

دس منٹ کے انتظار کے بعد گیٹ کھلنے پر دعا نے سکھ کی سانس لی۔ جونہی گیراج میں اس کے بابا گاڑی سے اترے اس نے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف اشارہ کیے پوچھا:

"بابا! یہ کیا، آپ ایک گھنٹہ لیٹ ہیں؟ جانتے ہیں میں نے کتنا انتظار کیا؟"

نصیر صاحب نے اسے سینے سے لگالیا اور ڈرائیور سے سامان اندر رکھنے کا کہہ کر

:دعا کی طرف متوجہ ہوئے

بیٹی! معاف کرنا، دراصل میں اپنی گڑیا کے لیے کچھ خریداری کرنے چلا گیا تھا"

"اور رش بھی تو بہت ہوتا ہے شام میں۔

دعا نے ایسا برتاؤ پہلے تو کبھی نہیں کیا تھا، لیکن بیٹی کو باپ سے جدائی کی سوچ نے

ضدی بنادیا تھا شاید۔

بہر حال وہ پھر سے ان کے سینے سے لگ گئی اور دونون باپ بیٹی اندر چلے گی ئے۔

:دعا نے انہیں مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا

بابا! آپ فریش ہو جائیں۔ میں بس نماز پڑھ لوں تو آپ کے لیے چائے بنالوں"

"گی۔

:نصیر صاحب نے کہا

ماشاءاللہ، بیٹی! ہمارے لیے بھی دعاء کرنا۔" پھر دونوں اپنے اپنے مسکن کی"

جانب چل دیے۔

دعا جو نہی اپنے کمرے میں پہنچی تو حمزہ جو سامنے کھڑا تھا کہنے لگا:

"پھپھو! میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھ لوں، مجھے ابھی سیکھنی بھی ہے۔"

یہ سن کر دعا کا چہرہ کھل سا گیا، اس نے حمزہ کو پیار کرتے ہوئے کہا:

"کیوں نہیں، ضرور۔ اور مجھے بہت اچھا لگے گا اگر آپ باقاعدگی سے پڑھ لو تو۔"

جی، پھپھو! میں پڑھوں گا۔" اور پھر دونوں خدا کی بارگاہ میں پیش ہو گیۓ۔"

نماز سے فارغ ہو کر دعا نے سب کے لیے چائے تیار کی اور کلثوم نے گرما گرم پکوڑے۔

وہ چائے لیے لاؤنج میں آگئی، جہاں اس کے والدین اور حمزہ دستر خوان پر موجود تھے۔ سب نے مل کر چائے پکوڑے تناول فرمائے جو بے حد ذائقے دار اور لذیذ تھے۔

دعا نے اپنے والدین سے شاباشی وصول کی اور بابا سے انعام کے طور پر کیش بھی۔

نایاب کہنے لگیں:

واہ بھئی، دعا! چائے بہت اچھی تھی۔"

"مگراب ہر شام ایسی چائے کون بنا کر پلائے گا؟

: یہ سن کر دعا کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے

اتنی اچھی بھی نہیں تھی، بہر حال نوشی اس سے اچھی چائے بنا لیتی ہے۔ آپ"

"چائے کی نہیں بلکہ اپنی فکر کیجیے گا اور بہت سا خیال بھی رکھنا آپ لوگ۔

: نصیر صاحب نے کہا

بیٹی! تم کیوں غم زدہ ہوتی ہو۔ ہم اپنا خیال رکھ لیں گے اور نوشی بھی تو بیٹیوں"

"جیسا ہی خیال رکھتی ہے ہمارا۔

: کلثوم نے ان کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا

: بالکل، بابا! آپ نے بجا فرمایا، پھر دعا سے کہنے لگی"

دعا! اب تم جلدی سے اپنا سامان پیک کر لو اور ضروری کاغذات بھی اپنے ہمراہ"

"رکھ لینا۔ کہیں ہبڑ دبڑ میں کچھ بھول ہی نہ جاؤ۔

526 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(526)(ادھوراپن)

:اس نے ہامی بھرتے ہوئے کہا

"شکریہ، بھابی! یاد دہانی کے لیے، لیکن میں پہلے ہی اپنا سامان تیار کر چکی ہوں۔"

اس پر سب نے خوشی کا اظہار کیا، پھر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ یعنی دعا کی ماما عشاء کی تیاری کرنے لگیں، کلثوم کھانے کی اور نصیر صاحب دفتر کے کام وغیرہ۔

★☆...☆★

آخری بیس، پچیس دنوں سے موسیٰ کے گھر کے حالات آئے دن بد سے بدتر ہو رہے تھے۔ سب گھر والے بس موسیٰ کی یادوں میں مگن رہنے لگے تھے۔

اس کی موم اور بھابی نے تو خود کو تسلی دیے رکھی، مگر ایک بہن کی تڑپ پورے گھر پر قہر بن کر ٹوٹ چکی تھی۔

عائشہ کا پاگل پن دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ موسیٰ کی جدائی نے اسے بالکل

خاموش کر دیا تھا۔ وہ نہ کچھ کھاتی اور نہ ہی کسی سے بات کرتی تھی، ماسوائے اپنے

خدا کے۔ وہ دن رات مصلے پر گزار دیتی اور کچھ پل داخلی راستے کی جانب نگاہیں

ٹکائے، لیکن اس کا بھائی پچیس دنوں سے گھر نہ لوٹا تھا۔

آج ایمان اپنی ساس کے پاس بیٹھ گئی، جو لان میں بیٹھیں ستاروں سے باتیں کر

رہی تھیں۔ ایمان نے پوچھا:

موم! اگر آپ اجازت دیں تو میں بابا اور ہادی بھائی سے بات کر کے عائشہ کو"

امریکہ ڈیڈ کے پاس بھیج دوں؟

"کیا معلوم موسیٰ اپنی آپی کی آواز سن کر لوٹ آئے۔۔۔۔

انہوں نے اسے ٹوکتے ہوئے جواب کی بجائے سوال کر دیا:

کیا تمہیں لگتا ہے اس کی یہ حالت امریکہ جانے یا پھر موسیٰ کو دیکھنے کے قابل"

ہے؟

تم ہادی سے کہو کچھ دن کے لیے اسے لے جائے تو شاید کچھ مسئلے کا حل نکل

آئے۔" پھر اندر جاتے ہوئے مزید کہا:

رات کے نو بج چکے ہیں۔ میں کھانے پر انتظار کر رہی ہوں، جلدی سے آؤ اور "
"عائشہ کو بھی کچھ کھلا دو۔

ایمان نے ہامی بھری اور اندر آگئی، جہاں زینب اور وہاج ان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔



دعا اور اس کے گھر والے بھی رات کا کھانا تناول فرما چکے تھے، وہ سب لاؤنج میں بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔ دعا جگہ سے اٹھی اور زمین پر بیٹھ کر اپنے بابا کی گود میں سر رکھے کہنے لگی:

بابا! میں اور بھابی صبح آٹھ بجے لاہور کے لیے روانہ ہوں گی اور کل رات ہماری "
لاہور سے امریکہ کی فلائیٹ ہے۔ یعنی کہ، بابا! کل آپ کی دونوں بیٹیاں اگلے
"چھ ماہ کے لیے آپ سے کافی دور جا رہی ہیں۔

527 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(527)(ادھوراپن)

: نصیر صاحب نے اسے پیار کرتے ہوئے رنجیدگی سے کہا

ٹھیک ہے، بیٹی! صبح میں خود اپنی بیٹیوں کو ائیر پورٹ الوداع کرنے چلوں گا،"

"ابھی میرا بیٹا جاؤ آرام کر لو۔

: دعا نے مسکرا کر کہا

نہیں، بابا! ہم لوگ بائے روڈ جا رہی ہیں لاہور۔ آپ کو تو پتا ہے مجھے لانگ "

"ڈرائیو کتنی پسند ہے، تو میں چاہتی ہوں اس موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

: انہوں نے صرف اتنا کہا

بیٹی! مجھے تمہاری خوشی سے عزیز کچھ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن ایک وعدہ کرو، گاڑی ڈرائیور ہی چلائے گا تم یا کلثوم نہیں؟

: وہ بابا کے گلے لگ گئی اور شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی

پکا وعدہ، آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

شب بخیر بابا!" کہہ کر دعا خوشی خوشی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد اس کے بابا نے کلثوم کو سمجھاتے ہوئے کہا: "بیٹی! تم نے ہمیشہ دعا کو اپنی چھوٹی بہن ہی سمجھا اور اس کی دیکھ بھال بھی کی۔ بس اور کچھ نہیں، بیٹی! ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تم اپنی چھوٹی بہن کا خیال رکھنا، اس کی "بھابی بن کر نہیں بلکہ بڑی بہن بن کر۔

:کلثوم نے نگاہیں جھکائے کہا

آپ بے فکر رہیں، میں دعا کا خیال بھی رکھوں گی اور وہ اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری" "!کے ساتھ ساتھ اپنی صحبت یابی کی ڈگری بھی ساتھ لیے لوٹے گی، ان شاءللہ

:نایاب کہنے لگیں

ہماری بیٹی ہمارا امان ہے۔ اور بیٹیاں ماں باپ کا مان ضرور رکھیں گی۔ ٹھیک" ہے، کلثوم! اب تم بھی آرام کر لو۔ صبح کافی لمبا سفر طے کرنا ہے، پھر کل رات "ہوائی سفر بھی۔

اس نے ہامی بھری اور "شب بخیر" کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

اگلے روز صبح کی روشنی پھوٹنے سے پہلے دعا بیدار ہوئی اور اپنی تمام تیاریاں مکمل کرنے لگی۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اس نے نوشی کو جگایا، پھر کچھ ہی دیر میں گھر کے باقی افراد بھی بیدار ہو چکے تھے۔

سب نے مل کر ناشتہ کیا اور قریب آٹھ بجے دعا اور کلثوم لاہور کے لیے روانہ ہوئیں۔ جنہیں نصیر صاحب اور نایاب نے دعاؤں کے سائے تلے رخصت کیا۔

سفر کے دوران دعا نے کلثوم کو مخاطب کر کے پوچھا:

"بھابی! ہم لوگ اسلام آباد سے باآسانی امریکہ جا سکتے تھے، تو پھر لاہور سے کیوں؟"

کلثوم نے کچھ پل کے لیے خاموشی اختیار کیے رکھی، پھر اچانک سے اس کی جانب پلٹ کر بولی:

(باسط بن مظہر راجپوت)(528)(ادھوراپن)

دعا! مجھے نہیں لگتا تمہیں کچھ سمجھانے کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک دفعہ یاد"
دہانی کرائے دیتی ہوں کہ ہم لوگ یہاں سے موسیٰ کے گھر جائیں گے اور میں
اس کی موم سے مل لوں گی۔ نہ جانے ان پر کیا بیت رہی ہو، مگر تم ان کے سامنے
نہیں آؤ گی۔ تم جانتی ہو تمہاری وجہ سے وہ اپنے جوان بیٹے کو دوسری دفعہ کھو چکی
"ہیں۔ تو کیا معلوم ان پر کیا گزر رہی ہو، اس لیے مجھے کوئی تماشہ نہیں چاہیے۔
:دعا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا
اچھا! میں ان کے سامنے نہیں جاؤں گی، لیکن آپ ان سے میری طرف سے"
"بھی معافی مانگ لیجیے گا۔ بھابی! زندگی کا کیا بھروسہ۔۔۔
:اس نے یک دم دعا کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کرادیا
"دعا! کیا تم کوئی اچھی بات نہیں کر سکتی؟"

جب دیکھو، مرنے مارنے کی باتیں کرتی رہتی ہو۔اس کے علاوہ بھی دنیا بہت

"بڑی ہے، تم کوئی اور بات کر لیا کرو۔

دعا نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور سر کلثوم کی آغوش میں رکھ کر لیٹ گئی۔

دوپہر بارہ بجے وہ دونوں لاہور مسلم ٹاؤن موسیٰ کے گھر کے قریب پہنچ چکی

تھیں۔

موسیٰ کے گھر کے باہر کلثوم نے گاڑی رکوادی اور دعا کا سر گود سے اٹھا کر اسے

:سمجھاتے ہوئے کہا

دیکھو، دعا! نہ جانے ان کے کیا حالات ہوں گے؟ تمہیں دیکھ کر ان لوگوں پر"

کیا بیتے؟اس لیے تم گاڑی سے باہر مت آنا۔

"میں بس پانچ منٹ میں واپس آجاؤں گی۔

:دعا نے گاڑی سے اترتی ہوئی کلثوم کو روک کر کہا

بھابی! ہر سو کتنی خاموشی ہے۔ موسیٰ کے بنا ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے اس جگہ"

سے کبھی کسی انسان کا گزر ہی نہیں ہوا۔ خاموش ہوائیں، روٹھی سی گھٹائیں،

"سنسان سڑکیں اور گمنام سے لوگ۔

یہ سب کہتے ہی نہ جانے کیوں دعا کی آنکھو میں آنسو امڈ آئے۔اس سے پہلے کہ وہ مزید گہرائی میں جاتی، کلثوم نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

"دعا! ہوش میں آؤ، کچھ نہیں بدلا۔نہ ہی ہوائیں، نہ علاقہ اور نہ ہی لوگ۔۔۔ بلکہ تمہاری محبت کی طلب میں فرق آیا ہے، تمہارے دل کے ارمان اور کھوئے ہوئے شخص کی طلب نے تمہاری سوچ بدل دی ہے۔"

پھر اس نے پانی کی بوتل دعا کو تھماتے ہوئے مزید کہا:

"اب یہ پانی پی لو اور آرام سے بیٹھ جاؤ۔"اس نے ڈرائیور کو ہوٹل جانے کا اشارہ کیا اور خود چند قدم کی دوری پر بنے موسیٰ کے گھر کے قریب پہنچی، پھر گھنٹی بجا کر گیٹ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔

دعا دیوانہ وار اس گھر کی دیوار پر سنہرے حروف میں لکھے موسیٰ کے نام کو دیکھ کر ایسے مسکرا رہی تھی، جیسے وہ موسیٰ سے محوِ گفتگو ہو۔

529 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(529)(ادھوراپن)

چوکیدار نے گیٹ کھولا اور کلثوم کو گھر کے ملازم کے ساتھ اندر بھیج دیا۔ ملازم نے لاؤنج میں پہنچ کر کہا:

"میڈم! آپ یہاں تشریف رکھیں، مالکن بس آتی ہی ہوں گی۔ میں نے ان تک پیغام بھجوادیا ہے۔"

کلثوم نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور عافیہ کے انتظار میں وہیں ٹہلنے لگی۔

کچھ دیر میں ایک ملازمہ ٹھنڈا مشروب لے کر حاضر ہوئی اور ساتھ ہی عافیہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ ملازمہ نے کھانے پینے کا سامان ٹرالی سے نکال کر میز پر سجادیا اور چند قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑی ہوگئی۔

عافیہ نے آتے ہی ملازمہ سے کہا:

"مہمان کو ٹھڈا مشروب پلاؤ اور کھانے کا بندوبست کرو۔"

:اس نے ہامی بھری اور مشروب کا ایک گلاس کلثوم کو پیش کرتے ہوئے کہا

"میڈم! یہ پی لیجیے۔"

کلثوم نے یک دم پلٹ کر پہلے تو خوف زدہ انداز میں سلام کیا۔انھوں نے مسکرا

:کر سلام کا جواب دیا اور پیار سے اس کا ہاتھ پکڑے صوفے پر بٹھا دیا، پھر کہا

جیتی رہو، بیٹی! اور خوف زدہ کیوں ہو؟ شاید لاہور کی گرمی نے تمہیں ستایا"

"ہو گا؟

:کلثوم نے جیسے کیسے اپنے حواس پر قابو پایا اور کہا

نہیں، آنٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔جون کی گرمی تو اسلام آباد میں بھی پڑتی"

:ہے، لیکن مجھے آپ کی گرم جوشی کا خوف تھا۔" پھر بلا تمہید مزید کہنے لگی

"جو کچھ بھی ہوا بہت برا ہوا اور ہم سب اس پر شرمندہ بھی ہیں اور بر ہم بھی۔"

عافیہ بغور اس کی بات سن رہی تھیں۔

"آنٹی! دراصل وہ ایک حادثہ تھا اس میں دعا کا۔۔۔"

:اس سے پہلے کہ کلثوم اپنی بات مکمل کرتی، انھوں نے اسے ٹوکتے ہوئے پوچھا

ہاں! دعا سے یاد آیا۔کیسی ہے میری بچی؟ کیا کر رہی ہے آج کل؟"

میرا تو اس سے ملنے کو بہت دل کرتا ہے۔ مگر، بیٹی! تم تو جانتی ہو تمہارے انکل کے ایک فیصلے نے ہمارے پورے گھر کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ کتنی مشکلوں اور منتوں کے بعد میرا موسیٰ گھر لوٹا تھا، مگر وہ پھر اسے لیے اسلام آباد پہنچ گی ئےاور ان کی انا کی بھینٹ پھر سے میرا بیٹا چڑھ گیا۔ بہت روکا تھا عائشہ نے، مگر میں نے بھی اسے مجبور کیا تو اس نے موسیٰ کو جانے کی اجازت دے دی تھی۔ حامد اسے لیے تمہارے سسرال اپنے کیے پر معافی طلب کرنے پہنچ گی ئےاور میرے بیٹے کی زندگی پھر سے برباد ہو گئ۔"

کلثوم بے حد دکھی ہوئی، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ شکر ہے میں خاموش رہی۔ شاید اس حادثے کی حقیقت سے اب تک موسیٰ کی موم ناآشنا ہیں۔ وہ اس سب کا قصوروار موسیٰ کے ڈیڈ کو سمجھ رہی تھیں۔

سو کلثوم نے بات بدل کر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

آنٹی! میں آپ کا دکھ سمجھ سکتی ہوں، مگر تقدیر میں لکھا کوئی نہیں بدل سکتا۔" سوائے خدا کی ذات کے۔

530 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(530)(ادھوراپن)

بس آپ دعاء کیا کریں موسیٰ جلدی سے صحت یاب ہو جائے، پھر ہم مل کر دعا
"اور اس کے متعلق ختمی فیصلہ کریں گے۔
للہ، تمہاری زبان مبارک کرے اور تمہارے اس گھر میں لگے یہ قدم بھی"
"مبارک ہو جائیں، جو اس گھر کی خوشیوں کو واپسی کی راہ دکھائیں، آمین۔
:انہوں نے چائے میں دودھ ڈال کر چینی کے متعلق پوچھا
"بیٹی! کتنے چمچ چینی؟"
"نہیں، آنٹی! چائے نہیں پیوں گی، شکریہ۔"
اچھا، بیٹی! آج یہاں کیسے؟ سب خیریت تو ہے اور گھر میں سب کیسے ہیں؟"

"معاف کرنا باتوں باتوں میں میں سب بھول ہی گی تھی۔

کوئی بات نہیں، آنٹی! اور سب لوگ بالکل ٹھیک ہیں۔ دراصل وہ دعا یہاں ایک بوتیک چلاتی تھی، جو کافی عرصے سے بند پڑا ہے۔ اسے کسی قابل شخص کو سونپنا ہے، دوسرا یہ کہ دعا اور میں امریکہ جا رہی ہیں آج رات۔ چھ ماہ کی ٹریننگ ہے "اس کی اور پھر اس کا ڈاکٹر بننے کا خواب پورا ہو جائے گا ان شاءاللہ۔

:انہوں نے یک دم خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا

ماشاءاللہ، بھئی! یہ تو بے حد خوشی کی بات ہے بلکہ بہت بڑی خبر ہے۔ تو کیا دعا" "سے نہیں ملواؤ گی؟

جی، آنٹی! ضرور ملواؤں گی، مگر اس وقت وہ ہوٹل پہنچ چکی ہو گی۔ میں اسے" یہاں ساتھ ضرور لاتی، مگر آپ جانتی ہیں عائشہ کا غصہ اور اپنے بھائی سے محبت، مجھے بھی علم تھا اس بات کا۔ اس لیے معذرت، میں اسے ساتھ نہ لا سکی۔ لیکن "آپ شام چھ بجے ائیرپورٹ پر اس سے مل سکتی ہیں۔

ہاں، بیٹی! یہ ٹھیک رہے گا۔ میں ایمان کے ساتھ چھ بجے ائیرپورٹ پہنچ آؤں" "گی۔

"آنٹی! ایمان اور عائشہ کہاں ہیں نظر نہیں آرہیں؟"

:انہوں نے گھڑی کی جانب دیکھ کر کہا

وہ عائشہ کو لیے باہر نکلی ہے کہ کچھ وقت باہر گزار کر اذیت سے نکل آئے،"

"بہت مشکل بنا رکھی ہے اس نے اپنی زندگی۔

:کلثوم نے ہامی بھری

"جی بالکل، آنٹی! کسی اپنے کو دکھ میں دیکھ کر کہاں دل کو قرار آتا ہے۔"

:کچھ پل وہ دونوں بیٹھیں محوِ گفتگو رہیں، پھر کلثوم نے اجازت طلب کی

آنٹی! اب مجھے اجازت دیں کافی دیر ہو چکی ہے۔ وہ بوتیک والا کام بھی"

"نمٹالوں، پھر شام میں ملاقات ہوتی ہے۔

:عافیہ زیرلب مسکرادیں

"ہاں، اس بار تو اجازت ہے، لیکن اگلی دفعہ کھانا کھائے بنا نہیں جانے دوں گی۔"

:کلثوم نے جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا

"جی۔۔۔جی، ایک کھانا ادھار سمجھیں۔"

:وہ اس کے ساتھ باہر تک آئیں اور لان میں اسے روکتے ہوئے رنجیدگی سے کہا

"بیٹی !ایک ماں کی گزارش ہے۔اگر ہو سکے تو میرے موسیٰ تک میرا پیغام پہنچا دینا کہ اس کی ماں اسے بہت یاد کرتی ہے،اس کی بہن اس کے لیے دن رات تڑپتی ہے،ایمان اندر ہی اندر گھٹ رہی ہے اور گھر کے دروازے اسی کی راہ دیکھتے ہیں۔اس سے کہنا اب ناراضی دور کر کے واپس آجائے۔"



531 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(531)(ادھوراپن)

ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کلثوم بھی اداس ہو گئی اور ان کے سینے سے لگ کر گویا ہوئی:

آنٹی! آپ بے فکر ہو جائیں۔ میں جانتی ہوں وہ کہاں ہے اور کوشش کروں گی" آپ کا پیغام اس تک پہنچا سکوں۔ جس انسٹیٹیوٹ میں وہ زیر علاج ہے وہیں پر دعا کی ٹریننگ بھی ہو گی، اس حادثے کے بعد اسلام آباد میں میری انکل سے ملاقات "ہوئی تھی، انہوں نے یہ سب بتایا تھا۔

کلثوم نے جانے کیوں اس حادثے کی حقیقت کو عافیہ پر عیاں نہ ہونے دیا؟

شاید اس لیے کہ وہ دعا سے انجانے میں ہوئی غلطی کو معاف نہ کر پائیں یا اگران کا اور دعا کا سامنا ہو جائے تو وہ کچھ ایسا نہ کہہ دیں جو دعا سہہ نہ پائے۔

بہر حال اس نے جو بھی فیصلہ لیا وہ وقت کی نزاکت کو سمجھ سکتی تھی۔ اور وقت آنے پر وہ سب سے معافی بھی مانگ لے شاید یا پھر سب خود بخود بہتر ہو جائے۔

کلثوم نے ان سے اجازت طلب کی، جو اسے الوداع کہنے گھر کی دہلیز تک آئیں اور دعاؤں میں اسے رخصت کیا۔

اس نے ڈرائیور سے دعا کو ہوٹل لے جانے کو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اور سانول نے بھی لاہور پہنچ کر اسے اطلاع کر دی تھی۔

دوپہر کے دو بج رہے تھے اور سورج کی تپش قہر برسا رہی تھی۔اس لیے سڑکیں سنسان پڑی تھیں اور لاہور کے اسکول، کالجز بھی بند تھے اس لیے رش نہ ہونے کے برابر تھا۔

کلثوم ٹیکسی کے ذریعے بوتیک پہنچ چکی تھی اور سانول اس کے بتائے پلان کے مطابق تمام تر تیاریاں بھی مکمل کر چکا تھا۔

اب کمی تھی تو اس شخصیت کی جس کے لیے یہ سب تیاریاں کی گئیں۔۔۔یعنی دعا کی۔

کلثوم نے اسے کال کر کے فوراً بوتیک پہنچنے کو کہا جو قریب تین بجے ڈرائیور کے ساتھ وہاں موجود تھی۔

دعا جیسے ہی بوتیک میں داخل ہوئی اس کی نظریں اور قدم تھم سے گئے اور کندھے پر لٹکا بیگ بھی زمین پر گر گیا، جب اس نے اپنے سامنے سانول کو دیکھا۔

سانول کو بھی ایک جھٹکا لگا اور اس کی نظریں ایک ہی سمت ٹھہر سی گئیں۔

آج دعا اور سانول قریب اڑھائی یا تین سال کے بعد آمنے سامنے ہوئے تھے، تو دونوں کا سکتہ میں جانا تو بنتا تھا۔ اور کچھ نہیں تو دعا سانول کی پہلی اور شاید آخری محبت بھی تھی۔

کلثوم نے باری باری دونوں کو دیکھا، پھر ہوش میں لانے کے لیے چٹکی بجاتے ہوئے بولی:

.ارے! ہوش میں آؤ تم دونوں"

"کیا ہو گیا ہے؟



532 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(532)(ادھوراپن)

:سانول چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوا، پھر ہچکچایا

"نن۔۔۔ نہیں کچھ بھی نہیں۔"

:دعا اسی کو دیکھتے ہوئے چند قدم آگے بڑھ کر کہنے لگی

بوتیک کی سجاوٹ اور خوبصورتی دیکھ کر میں حیران ہو گئی ہوں۔ بھابی! اس"
سب کی کیا ضرورت تھی؟

"مجھے تو یہاں چند لمحے گزارنے ہیں۔

اس کے دل میں کچھ اور تھا، مگر وہ دبا گئی تھی۔

:کلثوم مسکرادی

دعا! یہ سب تو ٹھیک ہے، مگر یہ سب کچھ میں نے نہیں بلکہ سانول نے کیا"

"ہے۔ تم اسی سے پوچھ لو۔

:دعا نے سانول کو متوجہ کرتے ہوئے کہا

:سانول! بہت بہت شکریہ!" پھر ایک پل کی خاموشی کے بعد دعا نے پوچھا"

"مجھے یہ بتاؤ، تم نے ڈاکٹریٹ کی پڑھائی کرنی تھی تو یہ سب کیسے؟"

:سانول نے اپنے عقب میں موجود کرسی دعا کو پیش کرتے ہوئے جواباً کہا

"یار! دراصل جب ایک عرصہ پہلے تم نے کالج چھوڑا تھا تب میں نے بھی دوسرے کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔اس کے بعد ڈیزائنگ کا کورس مکمل کیا اور شیف کا بھی، پھر اپنا آن لائن کام شروع کر دیا تھا۔ کل جب بھابی نے مجھے کال کی تو میں فوراً سے یہاں چلا آیا اور اب میں تمہارا یہ بوتیک تمہاری واپسی تک امانت سمجھ کر سنبھالے رکھوں گا۔۔۔"

دعانے یک دم کہا:

"پاگل ہو تم بھی۔میں نے صرف کالج چھوڑا تھا،اپنا خواب نہیں اور اب میں اپنی ڈگری مکمل کر کے ٹریننگ کے لیے امریکہ جا رہی ہوں۔ہاں، چھ ماہ بعد واپسی پر ہم کچھ وقت ساتھ گزاریں گے، پھر میں اپنا انسٹیٹیوٹ جوائن کر لوں گی۔"

اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں، مگر اس نے محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔

یہ سن کر سانول کو بے حد خوشی ہوئی اور کہنے لگا:

"واہ۔۔۔واہ! یہ تو بہت اچھی بات کی ہے تم نے۔دعا! میں تمہارا اور تمہاری کامیابی کا انتظار کروں گا۔"

کچھ پل کی خاموشی کے بعد اس نے مزید کہا:

ہاں، دعا! بہت بہت مبارک ہو خدا نے تمہیں پھر سے بولنے کی صلاحیت عطاء"

"کردی۔

:دعا رنجیدگی سے بولی

چھوڑو، یار! کس قسم کی خوشی؟ میں نے تو اس زبان کی تلوار سے اپنی خوشیاں"

جڑ سے اکھاڑ پھینکی ہیں۔ نہ جانے موسیٰ کس حال میں اور کہاں ہو گا۔ مجھے افسوس

ہوتا ہے اپنے آپ پہ اور خدا کی خوشی میں نہ خوش ہونے پہ۔ نہ وہ مجھے بولنے کی

"صلاحیت عطاء کرتا، نہ ہی میں موسیٰ پہ چلاتی اور نہ ہی اس کی یہ حالت ہوتی۔

سانول کو یہ سب بڑا عجیب سا لگا، لیکن اس نے صرف اتنا کہا: "دیکھو، دعا! تمہارا

کوئی قصور نہیں ہے۔ جو کچھ ہوا سب اوپر والے کی مرضی تھی اور اب اچھے کی

"امید سے جاؤ اور کامیاب ہو کر لوٹنا بس۔

دراصل کلثوم نے تمام تر تفصیلات سے سانول کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا، جو کچھ دعا

کے ساتھ ہوا۔

:سانول نے ساری باتیں پس پشت ڈالتے ہوئے خواہش کی

اچھا، دعا! باتیں تو بہت ہیں۔اب چلو چائے پی لو تب تک میں تمہیں اپنے "
"ڈیزائنز دکھاتا ہوں۔

533 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(533)(ادھوراپن)

دعا نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر ہامی بھری، پھر وہ دعا کو اپنے بنائے ڈیزائنز دکھانے لگا۔دعا کو اس کے بنائے ڈیزائنز اور اس کام بے حد پسند آیا۔وہ :اسے سراہتے ہوئے گویا ہوئی

سانول! بہت اچھا کام کیا ہے۔اور اس میں سے کچھ ڈیزائنز میرے بابا کو بھجوا "
"دینا، اگر ممکن ہوا تو۔

:سانول نے اس کا شکریہ ادا کر کے کہا

تم بے فکر رہو، میں بھیج دوں گا بلکہ ثانیہ ہفتے میں ایک چکر یہاں لگایا کرے گی"

"تو اسی کے ہاتھ بجھوا دوں گا۔

:کلثوم اپنی جگہ سے اٹھی اور دعا کو متوجہ کر کے کہا

اچھا، دعا! اب چلو تیاری کرو ہمیں ائیر پورٹ کے لیے نکلنا ہے، پانچ بج چکے۔"

اور ہاں! بوتیک اب سانول کے حوالے ہے ہماری واپسی تک۔" سانول

:مسکراہٹ بھرے انداز میں بولا

بھابی! آپ بے فکر رہیں۔ میں بوتیک کو آپ کی امانت سمجھ کر سنبھالے"

"رکھوں گا۔

:طویل خاموشی کے بعد سانول پھر سے گویا ہوا

اچھا! چلیں۔ میں آپ کو ائیر پورٹ تک چھوڑ دیتا ہوں، نہ جانے پھر کب"

"ملاقات ہو۔

:دعا نے بغور سانول کو دیکھ کر اس کی اداسی پر قہقہہ لگایا اور کہنے لگی

ہوں! تمہیں بڑی فکر ہے نا ہماری جو پچھلے تین سال میں ایک دفعہ ملاقات کی تھی ثانیہ کی مہندی والے دن، اس کے علاوہ کوئی رابطہ بھی نہیں کیا۔۔۔ سوائے "ایک دو دفعہ سامنے آنے کے۔

:سانول پھر سے ہچکچایا اور موضوع بدلتے ہوئے یک دم کہنے لگا

ارے، دعا! یہ سب چھوڑو۔ مجھے بتاؤ کہ تم لوگ پہلے مری اور اب اسلام آباد" "میں رہتے ہو تو یہ بوتیک لاہور میں کیوں؟

:دعا خاموشی سے چہرے پر اداسی لیے باہر نکل گئی، تو کلثوم کہنے لگی

سانول! تم نہیں جانتے۔ دراصل ہماری دو فیکٹریز لاہور میں بھی ہیں۔ جو پہلے" شاہ ویر نے سنبھالے رکھی تھیں اور یہ بوتیک بھی۔ ان کے جانے کے بعد یہ بوتیک دعا نے اپنے ذمے لے لیا جو مشغلہ اس کی پسند بھی ہے۔ بس شاہ ویر کی موت کے بعد سارا کام کاروبار بابا ہی دیکھ رہے ہیں، لیکن اسلام آباد میں آفس ہے تو وہاں سے یہاں فیکٹری میں تو بہت کم آنا جانا ہے ان کا۔ بابا کے کافی اچھے ورکرز اور ان کے پرسنل سیکرٹری کی محنتیں ہیں جو کافی بھروسے مند اور نیک دل

شخصیت کے مالک ہیں۔اس لیے بابا کو کام کے متعلق کوئی پریشانی نہیں ہوئی کبھی۔"

سانول نے خوشی کے اظہار کیا:

"ماشاءاللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

"اب چلیں، بھابی! شاید وہ ناراض ہو گئی ہے؟

سانول نے اپنا لیپ ٹاپ سنبھالتے ہوئے پوچھا تھا۔

کلثوم نے ہامی بھری اور پھر تینوں ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہو گی ئے۔

گاڑی میں بیٹھ کر کلثوم نے دعا کو متوجہ کر کے پوچھا:

"دعا! تمہیں یاد ہے کچھ دن پہلے تم کوئی خواب مولانا صاحب کو سنانا چاہتی تھی؟"

(باسط بن مظہر راجپوت)(534)(ادھوراپن)

:دعا نے ایک نظر کلثوم کو دیکھ کر مایوس کن لہجے میں کہا

بھابی! اب اس سب کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ میں نے خواب میں" دیکھا تھا اس کی تعبیر آپ مجھ سے بہتر جان چکی ہیں اور میں ابھی اس حقیقت سے انجان ہوں۔ خدا سے دعاء ہے میرا شک ہی رہے، حقیقت کا اس سے کوئی "تعلق نہ ہو، آمین۔

وہ موسیٰ کے متعلق حقیقت کو اب تک اپنے خدشات ہی سمجھے ہوئے تھی۔

اسی دوران سانول بھی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا، جسے دعا نے پکارا: سانول!"وہ اگلی :سیٹ سے پلٹ کر بولا

"!جی۔۔جی"

پلیز! مجھے معاف کر دو۔ میں جانتی ہوں میں نے ہر بار تمہارا صرف دل ہی" دکھایا ہے۔ پہلے اسکول میں اور پھر کالج میں جب تم نے مجھ سے جانے پہچانے بنا

دوستی کی، پھر محبت بھی اور مجھ سے اپنے دل کی بات بھی کہہ ڈالی تھی۔ تمہیں حقیقت تو معلوم نہیں تھی کیونکہ اسکول کے بعد ہم کافی عرصہ ایک دوسرے سے ملے نہیں تھے۔ مگر میں بالکل نادان تھی جو دوستی بھی نہ نبھا پائی۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا پلیز!"

سانول نے مسکراہٹ بھری اور چند آنسو اس کے گالوں پر ٹپکے، جو پونچھتے ہوئے اس نے کہا:

"ارے نہیں، دعا! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور معاف تو تم مجھے کر دو۔ دراصل میں پہلے ہی دن سے جانتا تھا کہ تم وہی اسکول والی دعا ہو، لیکن میں سمجھا ہو سکتا ہے تمہارے دل میں میرے لیے کوئی ایسی بات آئی ہو تو کیوں نا ایک ادنیٰ سی کوشش کر کے دیکھ لی جائے۔ دعا! مجھے کوئی شکوہ نہیں تم سے، تمہاری دوستی سے اور نہ ہی اس انکار سے۔ میں جانتا ہوں تم نے جو بھی فیصلہ کیا تھا وہ تمہارا حق تھا۔ اور تمہاری قسم اگر مجھے پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ تم میرے جگری دوست موسیٰ کی امانت اور محبت ہو تو میں کبھی تمہارے قریب بھی نہ بھٹکتا۔"

دعا نے مسکرا کر کہا:

اچھانا، اب جو گزر گیا اسے بھول جاؤ، ویسے بھی اب ہم اچھے دوست ہیں اور عمر"
بھر رہیں گے۔ دوسری بات یہ کہ میں
ایف ایس سی 'مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصے کے لیے لاہور ثانیہ کے ساتھ '
بوتیک پر آ گئ تھی۔ تب ہی میری ملاقات موسیٰ سے ہو گی تو میں اپنا دل اس پر ہار
بیٹھی تھی، اسی لیے کالج میں واپسی پر تمہارے پروپوز کرنے پر بھڑک اٹھی تھی۔
میں نے دوستی کا ہاتھ تمہاری جانب خود بڑھایا تھا کیونکہ میں چاہتی تھی اسکول
کے وقتوں میں جو کچھ ہوا تھا اس سب کے لیے تم سے معافی مانگ سکوں۔ لیکن
تب مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ مجھے بہتر وقت کی تلاش تھی جو آج میسر آیا
ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(535)(ادھوراپن)

"امید کرتی ہوں تم سب کچھ بھول کر اپنی دوست کو دل سے معاف کر دو گے؟

"ہاں، دعا! ہاں میں نے معاف کیا۔"

اس پر دونوں نے بغور ایک دوسرے کو گھورا، پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

کچھ ہی دیر میں وہ ائیر پورٹ پر پہنچ گئے۔

سانول نے ڈرائیور کی مدد سے سامان وغیرہ گاڑی سے نکلوا کر اجازت طلبی کے ساتھ کلثوم سے کہا:

بھابی! یہ جو دعا ہے یہ اپنے ساتھ کبھی انصاف نہیں کرتی، اس لیے آپ اس کا" بہت سا خیال رکھیے گا اور اپنا بھی۔ کھانا پینا وقت پر کیجیے گا اور نیند کا بھی خاص "خیال رکھیے گا۔

کلثوم نے بغور اس کی آنکھوں کا جائزہ لیا اور کہنے لگی:

سانول! تم بے فکر رہو۔ اور مجھے بہت اچھا لگا کہ اس کے دوست اتنے خیال" "رکھنے، احساس کرنے اور اخلاقیات والے ہیں۔

:سانول نے نظریں چراتے ہوئے اپنے آنسو صاف کیے، پھر رنجیدگی سے بولا

اچھا، دعا! میں انتظار کروں گا تمہارا، جلدی سے کامیاب ہو کر لوٹنا ہے تمہیں۔"

"میری دعائیں اور نیک خواہشات ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔

:دعا نے مسکراہٹ بھری

"شکریہ، دوست! ضرور، میں جلد لوٹوں گی اور تم بھی اپنا خیال رکھنا۔"

کلثوم جو کچھ دوری پر کھڑی تھی، سانول کے قریب ہوئی اور اس کے شانے پر

:ہاتھ رکھے کہنے لگی

سانول! صرف کام ہی نہیں کرتے رہنا اور ثانیہ بھی بوتیک کا چکر لگا لیا کرے"

"گی، تو پریشان مت ہونا۔

"جی، بھابی! آپ بے فکر رہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

دعا اور کلثوم اپنے سامان سمیت ائیر پورٹ کے داخلی راستے پر پہنچ گئیں اور

سانول انہیں نظروں سے اوجھل ہونے تک کھڑا دیکھتا رہا۔

ائیر پورٹ کے کیفے کے سامنے موسیٰ کی موم اور بھابی دعا لوگوں کا انتظار کر رہی

تھیں۔

عافیہ نے دعا کو دیکھتے ہی اپنے سینے سے لگا لیا اور پیار کرنے لگیں۔

ایمان نے بھی اس سے مل کر حال احوال دریافت کیا اور مبارک باد کے ساتھ ڈھیروں دعائیں بھی دیں۔

:عافیہ نے کہا

دعا! ہم جانتے ہیں ہم تمہاری معافی کے قابل نہیں ہیں، مگر ہمیں اس معافی کی "
"ضرورت ہے۔

:یہ سنتے ہی اس کی آنکھیں بھر آئیں

آنٹی! آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ اور ہاں، کوئی کسی کا قصور وار نہیں ہے "
سوائے میرے، اور مقدر میں لکھا تو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ اس لیے اب سب بھول کر ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔ آنٹی! آپ میرے لیے دعاء کیجیے گا میں جلد
"اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹوں۔

اس پر ایمان اور عافیہ نے "آمین" کہا، پھر دعا اور کلثوم اپنی منزل کی جانب چل دیں۔

536 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(536)(ادھوراپن)

کلثوم نے حیران کن انداز میں دعا کو دیکھا اور اندر ہی اندر سوچنے لگی۔ آج اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود دعا نے موسیٰ کے متعلق کچھ نہیں پوچھا، نہ ہی اس کی موم سے نہ ہی ایمان سے؟

:پھر تجسس لیے دعا سے پوچھنے لگی

"دعا! آج خیریت تو ہے؟ آج تم نے موسیٰ کے متعلق کسی سے نہیں پوچھا؟"

:وہ یک دم رک گئی اور پلٹ کر رنجیدگی سے کہا

بھابی! میرے پوچھنے یا نہ پوچھنے سے نصیب میں لکھا بدل تو نہیں سکتا، ہاں مگر" جو تسلی میں نے اپنے دل کو دے رکھی ہے وہ ایک آخری آس بھی نہ ٹوٹ جائے،

اس لیے شاید چپ ہو گئی ہوں۔ بھابی! اب چلیں ہماری اناؤنسمنٹ ہو چکی ہے۔"

دعا نے ایک نظر آواز کی سمت دوڑا کر کہا تھا۔

کلثوم لاجواب ہو کر خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔

پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق جہاز نے رات ساڑھے نو بجے لاہور اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے اڑان بھری۔

قریب اٹھارہ گھنٹوں کے ہوائی سفر کے بعد وہ دونوں نیویارک (امریکہ) جان ایف۔ کینیڈی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر موجود تھیں۔

امریکہ میں صبح کے ساڑھے سات بج رہے تھے، جبکہ پاکستان میں اسی روز سہ پہر کے ساڑھے چار۔۔۔ یعنی نو گھنٹے کا فرق۔

دعا نے پورے راستے اپنا سر ڈھانپے رکھا تھا اور ائیرپورٹ پر پہنچتے ہی اس نے نقاب کر لیا، جس پر کلثوم نے قہقہہ لگا کر پوچھا:

"ارے دعا! یہ کیا ہے؟ ابھی ہم امریکہ میں ہیں۔"

دعا نے اظہار افسوس کے ساتھ جواباً کہا:

"بھابی! تو کیا ہوا، جانا تو ہمیں یہاں سے بھی اپنے رب کے پاس ہی ہے۔"

دعا آگے بڑھ کر انسٹیٹیوٹ سے آئے ڈرائیور کو تلاش کرنے لگی اور کلثوم لاجواب ہوئے نظریں جھکائے اپنا سر ڈھانپ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

کچھ دیر کے بعد دعا نے ایک شخص کے ہاتھ میں اپنے نام کا بورڈ لہراتا دیکھا، تو اسے متوجہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے اسی جانب چل پڑی اور کلثوم بھی اس کے پیچھے چل دی۔

نیویارک میں جون کا مہینہ سال بھر میں گرم ترین مہینہ ہوتا ہے، جہاں ہلکی پھلکی گرمی کو محسوس کیا جا سکتا تھا۔

بہر حال لوگوں اور ٹریفک کے ہجوم سے ہوتے ہوئے ڈرائیور ان دونوں کو لیے اپارٹمنٹ پہنچ گیا۔ جہاں دعا اور کلثوم کو اگلے چھ ماہ گزارنے تھے۔

آج اتوار تھا اور کل یعنی۔۔۔ سوموار سے دعا اپنی ٹریننگ کی شروعات کر لے گی۔

دونوں نے اپارٹمنٹ میں پہنچ کر پہلے اپنے گھر کال کی اور پھر ناشتہ کر کے کچھ دیر آرام کرنے کو ترجیح دی۔



مقدس کی شادی کے بعد آیت اور ساحر بھی پھر سے ایک ہو گئے تھے۔ وہ آیت کی رضامندی سے اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آیا تھا۔ آیت کی واپسی پر اس کی ساس بے حد خوش تھیں، جو ماضی کی تلخیوں پر اپنی بہو سے معافی مانگ چکی تھیں۔



537 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(537)(ادھورا پن)

آیت نے کوئی بھی بات دل میں نہ رکھ کر سب کو معاف کر دیا اور اپنی زندگی پھر سے جینے لگی۔

ثانیہ اور آیت کا رشتہ تو سوکن کا تھا لیکن ان دونوں میں پرانی دوستی پھر سے اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔

:اس شام وہ دونوں کچن میں کھڑی تھیں، جب آیت نے ثانیہ سے کہا

ثانیہ! تم چاہو تو کچھ دن دعا کے گھر ہی رک سکتی ہو، گھر کی فکر کرنے کی" "ضرورت بالکل نہیں ہے۔

:ثانیہ نے مسکراہٹ بھری

ارے، یار! میں تو بس حمزہ کی وجہ سے جانا چاہتی تھی، مگر اس نے میرے ساتھ" آنے یا رہنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ وہ اپنے دادا، دادی کے ساتھ ہی رہنا "چاہتا ہے۔ بہر حال میں دوپہر میں چکر لگا لیا کروں گی۔

آیت نے چائے کے لیے مگ ٹرے میں رکھے اور ملازمہ سے کہنے لگی: "اچھا! آپ ایسا کریں، سب کے لیے چائے باہر بھیج دیں۔" کہہ کر وہ ثانیہ کو لیے لان میں بنے چبوترے کی جانب چل دی۔

سورج کی کرنیں مدہم ہو چکی تھیں اور شام کے آخری پہر میں دل کو سکون بخشنے والی ٹھنڈی ہوائیں بھی چلنے لگیں۔چبوترے کے نیچے لگی کرسیوں پر وہ دونوں بیٹھ گئیں تو آیت نے پوچھا:

"ثانیہ! دعا کا کچھ اتا پتہ کیا وہ امریکہ پہنچ گئی ہے؟"

ہاں، یار! پہنچ تو جانا چاہیے تھا اسے، مگر اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا ابھی۔شاید"
"کچھ دیر آرام کرنے کے بعد خبر کرے۔

اس نے چائے آیت کو پیش کرتے ہوئے یہ سب کہا تھا۔

آیت نے اپنا موبائل نکال کر دیکھا، پھر بڑبڑانے لگی:

ایک تو یہ ساحر بھی نہ جانے کہاں لے کر گئے ہیں آنٹی کو؟"

میں نے کہا بھی تھا ابھی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، لیکن آنٹی کی ضد تھی
"جو وہ خود شاپنگ کے لیے نکل گئیں۔

ثانیہ نے مسکرا کر کہا:

اچھا، یار! وہ ابھی آجائیں گے، تم چائے تو پیو اور ویسے بھی کل سے تم ساحر کے"
"ساتھ آفس چلی جاؤ گی، اسی لیے آنٹی نے کہا تھا کچھ خریداری کر لو۔

آیت چبوترے کی سیڑھیوں سے اتری اور لان میں ہی چہل قدمی کرنے لگی،
جس میں ثانیہ بھی شامل ہو کر پوچھنے لگی :

"آیت ! کیا وجہ ، بہت پریشان لگ رہی ہو ؟"

ہوا کے جھونکے سے چہرے پر بکھرے ہوئے بال آیت سنوارتے ہوئے گویا ہوئی :

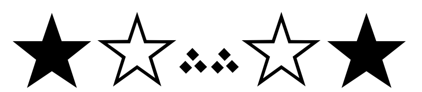
"ثانیہ ! پریشانی کی بات نہیں ہے۔ بس یونہی سوچ رہی ہوں، اتنے عرصے کے بعد کل آفس جانا ہے اور نہ جانے وہاں کیا کچھ بدل گیا ہو گا ؟"

اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ رک کر پھر سے کہنے لگی :

538 .txt

اچھا،ثانیہ! میں زرا کچن دیکھ لوں۔آج ساحر کے پسندیدہ کھانے تیار کرنے "

"ہیں۔



دعا کی آنکھ کھلی تو نیویارک میں دوپہر کے اڑھائی بج رہے تھے۔وہ یک دم اٹھی تو کلثوم کچن میں مریم کے ساتھ کھانا تیار کر رہی تھی۔

:دعا کچن میں پہنچی،تو کلثوم کہنے لگی

اوہ! تم بھی اٹھ گئ؟ چلو اب فریش ہو جاؤ پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔اور سنو "

"دعا!۔۔۔

:اس نے پلٹ کر کہا

"جی،سنائیں؟"

یہ مریم ہیں اور آج سے ہمارے کھانے پینے کی ذمہ داری یہی سنبھالیں گیں،تو "

"جو چاہیے ہو انہیں بتا دینا۔

جی،بھابی!" کہہ کر وہ کمرے میں جانے لگی۔ "

: کھانے سے فارغ ہو کر دعا نے کہا

بھابی! دراصل یہاں مجھے نماز کے اوقات کار بالکل سمجھ نہیں آ رہے، نہ ہی"

"اذان کی آواز آتی ہے کہیں سے، تو آپ کوئی بندوبست کرا دیں۔

: کلثوم زیر لب مسکرا کر کہنے لگی

میری جان! اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ تم بے فکر رہو۔ نماز"

چاہے پاکستان میں ہو یا امریکہ میں وقت ایک ہی ہوتا ہے۔ ابھی تین بجے ہیں، تم

ظہر ادا کر لو، پھر پانچ، ساڑھے بجے تم عصر کی نماز ادا کر لینا۔ اور کل تک میں ٹائم

ٹیبل بھی بنا دوں گی۔

"ٹھیک ہے؟

: دعا نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگی

"جی، بھابی! ٹھیک ہو گیا۔"

: کلثوم کچن کی جانب جاتے ہوئے گویا ہوئی

"دعا! میں چائے بنا لیتی ہوں، پھر ہم ساتھ میں پئیں گے۔"

وہ نماز ظہر ادا کر کے آئی تو چائے تیار ہو چکی تھی، پھر دعا چائے کا مگ اٹھائے اپارٹمنٹ کی پانچویں منزل کے ٹیرس پر آئی اور نیچے جھانکنے لگی۔اس نے کلثوم کو اپنے پاس بلا کر کہا:

"بھابی! یہاں دیکھیں نا اتنے لوگ اور کتنی بھیڑ ہے، لیکن سب اپنے کاموں میں مگن ہیں۔نہ کوئی کسی کو جانتا ہے اور نہ ہی کسی کو کسی کی پرواہ۔ہمارے پاکستان کی کیا ہی بات ہے۔ایک پل میں دو لوگ بھی اکھٹے ہو جائیں تو گھل مل جاتے ہیں۔"

کلثوم نے نیچے جھانکتے ہوئے پیار سے دعا کا کندھا تھپتھپایا اور کہنے لگی:

"میری جان! یہ سب کچھ تمہارے سوچنے کے لیے نہیں ہے، تم ان سب باتوں کے لیے پریشان مت ہوا کرو۔"

دعا نے بغور اسے دیکھ کر کہا:

"بھابی! پھر بھی اپنا ملک، گھر بھار اور لوگ تو یاد آتے ہیں۔"

کلثوم اسے لیے لاؤنج میں آگئی، پھر صوفے پر بٹھا کر گویا ہوئی:

دعا! کل سے تم صرف و صرف اپنے کام پر دھیان دینا اور جلدی سے ٹریننگ" مکمل کر کے اپنے مریضوں کا اچھے سے خیال رکھنا۔تاکہ اپنے دیکھے خواب کو سچ "ثابت کر سکو۔

:اس نے کلثوم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور چوم کر کہا



539 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(539)(ادھوراپن)

آپ پریشان مت ہوں۔میں جانتی ہوں آپ میری کتنی فکر کرتی ہیں۔اور" میرے لیے آپ نے جتنا کیا میں کبھی نہیں بھول سکتی۔بھابی! میں آپ کو کبھی "مایوس نہیں کروں گی۔

میری جان! میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا اور مجھے تمہاری قابلیت پر کوئی" شک نہیں ہے۔اب جلدی سے اپنی تیاری مکمل کر لینا اور عشاء کی نماز ادا کر کے سو جانا، صبح آٹھ بجے ہمیں انسٹیٹیوٹ پہنچنا ہے۔"اس نے تنبیہ کی تھی۔

:دعا نے یک دم گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا

"ہاں۔۔۔ہاں! مجھے سب یاد ہے اور ابھی تو دن کے چار بج رہے ہیں بھابی۔"

اس پر دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔

اگلی صبح سویرے وہ دونوں انسٹیٹیوٹ کے لیے تیار ہوئیں تو کلثوم نے تیاری مکمل :کر کے دعا سے کہا

"دعا! بابا کو کال کر لو، پھر ہم نکلتے ہیں۔"

:دعا نے موبائل کان سے لگائے اشارتاً کہا

"میں وہی کر رہی ہوں۔"

وہاں نایاب ابھی دعا کے کمرے میں کھڑیں افسردگی میں مسکراہٹ بھرے :دھیمے سے بڑبڑا رہی تھیں

میری گڑیا! کتنی جلدی بڑی ہو گئی اور کتنی دور جا بسی ہے۔"

اے خدا! میری دونوں بیٹیوں کو اپنی امان میں رکھنا اور ہر شر سے انہیں محفوظ رکھنا آمین۔" کہہ کر انہوں نے دعا کی تصویر کو سینے سے لگایا، پھر چوم کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے کمرے سے باہر نکل آئیں۔

نوشی ان کا موبائل لیے اسی جانب بڑھی:

"مالکن! دعا باجی کی کال ہے۔"

انہوں نے موبائل لیے کان سے لگایا تو دعا نے پہلے سلام کیا اور پھر حال احوال دریافت کرنے کے بعد پوچھا:

"ماما! کیسی ہیں، کیسے ہیں بابا، حمزہ اور آپ سب؟"

بیٹی! سب بالکل ٹھیک ہیں۔"

"تم بتاؤ کیسی ہو تم دونوں اور ناشتہ کر لیا میری شہزادیوں نے؟

جی، ماما! ابھی انسٹیٹیوٹ کے لیے نکل رہی تھی تو سوچا آپ کو بتا دوں۔ ماما! حمزہ" "کی بتائیں تنگ تو نہیں کیا اس نے؟

وہ مسکرا دیں:

ارے، بیٹی! وہ تو معصوم ہے بالکل تمہاری طرح، بالکل بھی تنگ نہیں کرتا۔"

اور آج اپنے دادا کے ساتھ باہر گھومنے نکلا ہے۔ تمہارے بابا آج دفتر سے جلدی

"آ گئے تھے۔

دعا نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے لب بھینچ کر کہا:

اچھا، ماما! آپ بھابی سے بات کر لیں، پھر ہم دونوں جا رہی ہیں اور میرے لیے"

"دعاء کرنا۔

اچھا، بیٹی! صدا خوش رہو اور خدا دنیا کی ساری کامیابیاں تمہاری جھولی میں بھر"

"دے، کبھی کوئی غم تمہارے قریب سے بھی نہ گزرے، آمین۔

دعا نے بھی "آمین" کہا اور موبائل کلثوم کو تھمائے اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

پاکستان میں اس شام جب حمزہ اور اس کے دادا گھر پہنچے تو نایاب نے انہیں متوجہ

کیا اور کہا:

وہ کچھ دیر قبل دعا کا فون آیا تھا، وہ آپ کی پوچھ رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی اسے"

"انسٹیٹیوٹ کے لیے نکلنا ہے تو دعاء کیجیے گا۔

540 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(540)(ادھوراپن)

: نصیر صاحب نے بیگم سے پوچھا
"اچھا! وہ دونوں ٹھیک تو ہیں اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں انہیں؟"
نہیں، کلثوم بتا رہی تھی وہاں سب ٹھیک ہے اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہوئی "
"تو کال کرلے گی۔
: یہ سن کر انہوں نے نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے کہا
چلو، اللہ کا شکر ہے، اب بس میری بیٹی جلدی سے اپنی ٹریننگ مکمل کر کے "
"کامیابی کے ساتھ لوٹ آئے۔ اور خدا میری دونوں بچیوں کو خوش رکھے۔

:نوشی نے حمزہ کو جوس کا گلاس تھماتے ہوئے نصیر صاحب سے پوچھا

"مالک! آپ کے لیے چائے ابھی لے آؤں یا نماز کے بعد؟"

:نصیر صاحب نے کلائی پر بندھی گھڑی پہ وقت کا تعین کرتے ہوئے کہا

ہاں، میں عصر ادا کرلوں پھر چائے لان میں لے آنا۔اور میرے کمرے میں دعا"

"کی دی ہوئی کچھ فائلز رکھی ہیں وہ بھی لیتے آنا۔

اس نے "ٹھیک ہے مالک" کہا، پھر حمزہ کو لیے اس کے کمرے چلی گئی۔ حمزہ نے

:پوچھا

آنٹی! آج مجھے ہوم ورک بھی نہیں ملا تو آپ دادا جان کو چائے دے کر میرے"

"ساتھ کھیلیں گی؟

:نوشی نے اس کا سامان الماری میں رکھا اور 'ٹی وی' آن کر کے بولی

"ہاں، بالکل۔ آپ جب تک کارٹون دیکھ لو، میں ابھی آئی۔"

حمزہ کا چہرہ کھل اٹھا اور وہ سکون سے بیٹھ کر 'ٹی وی' دیکھنے لگا۔



دعااور کلثوم صبح ساڑھے آٹھ بجے انسٹیٹیوٹ پہنچ گئیں۔استقبالیہ میں موجود انگریزی میڈم نے دونوں کو خوش آمدید کہا، پھر کچھ دیر انتظار کرنے کا بھی۔

کچھ پل کے انتظار کے بعد انسٹیٹیوٹ انچارج نے انہیں اپنے دفتر میں بلوایا، جن کی عمر قریب پینتالیس برس تھی۔

دعانے اجازت طلبی کے لیے دروازے پر دستک دی اور پھر اجازت لیے اندر آگئی۔

انچارج رفیق نے ہنس مکھ انداز میں دعا کا حال احوال دریافت کیا اور اسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

دعا شکریہ ادا کرتے ہوئے بیٹھ گئی۔

رفیق صاحب نے بغور اسے دیکھا، جو عبایا پہنے باحجاب ان کے سامنے موجود تھی۔

اچھا تو، بیٹی! آپ دعا ہیں؟ مجھے امید ہے میں نے آپ کے متعلق جو کچھ اپنے" حلقہ احباب سے سن رکھا ہے آپ اس سے بڑھ کر قابل اور محنتی ہیں۔

دعا پہلے تو کچھ حیران ہوئی مگر کچھ بھی بولنے سے پہلے اس نے اپنی قابلیت کی فائل آگے بڑھا دی، پھر ایک پل کی خاموشی کے بعد بولی:

"سر! میں اپنے متعلق صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں اپنا سو فیصد اپنے کام کو دیتی ہوں، اس فکر سے آزاد ہو کر کہ نتیجہ کیا نکلے گا۔ باقی خدا محنت کا پھل ضرور عطاء کرتا ہے۔"

رفیق صاحب جواب تک دعا کے تمام کاغذات کی جانچ کر چکے تھے۔ اور شاید انہیں دعا کی قابلیت کا اندازہ بھی ہو چکا تھا۔

541 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(541)(ادھوراپن)

: طویل خاموشی کے بعد انہوں نے فائل سمیٹتے ہوئے کہا

بیٹی! میں آپ کو اس ٹریننگ ورکشاپ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور میں امید"
"کرتا ہوں آپ کو ہمارے ساتھ وقت گزار کر اچھا لگے گا۔

: دعا نے ہامی بھری

"سر! یہ تو آپ کا احسان رہے گا جو مجھے اس قابل سمجھا اور اتنی عزت بخشی۔"

: رفیق صاحب مسکراتے ہوئے گویا ہوئے

نہیں، بیٹی! یہ احسان نہیں بلکہ آپ کی دن رات کی انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔"
اور ہمارا اولین فریضہ یہی ہے کہ حق اصل حق دار تک پہنچ جائے تو ہم اپنا فرض
"ادا کرنے میں کامیاب ہیں۔

: کچھ وقت کی گفتگو اور جانچ پڑتال کے بعد رفیق صاحب نے مزید کہا

اچھا، بیٹی! میں آپ کا قیمتی وقت مزید ضائع نہیں کروں گا۔ اس لیے اس"
ادارے کے کچھ اصول و ضوابط ہیں جنہیں ہم کبھی پس پشت نہیں ڈال سکتے۔
میرا مطلب ہم آج سے ہی اگلے سات دن کے لیے آپ کو بنیادی ٹریننگ دیں
گے اور اس کے بعد آپ کی قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ مریض آپ کے

سپرد کر دیے جائیں گے۔ مجھے امید ہے آپ جب چھ ماہ بعد اس ادارے سے نکلیں گی تو آپ ایک اچھی، مضبوط اور باصلاحیت ڈاکٹر کہلائیں گی ان شاءاللہ۔"

دعا کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس نے بھی گہری سانس لے کر "ان شاءاللہ" کہا، پھر سرد لہجے میں گویا ہوئی:

سر! جس پشت کے پیچھے ماں، باپ کی دعائیں ہوں، اسے کوئی چٹان یا دنیا کی کوئی بھی طاقت کامیاب ہونے سے نہیں روک سکتی۔"

رفیق صاحب اپنی جگہ سے اٹھے، اور دعا کی فائل اسے تھماتے ہوئے دروازے پر موجود نرس کی طرف دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیے کہا۔

"So please! go ahead۔"

دعا نے ہاتھ آگے بڑھائے فائل لی اور پر اعتماد لہجے میں بولی۔

"Thank you so much sir!"

رفیق صاحب نے مسکراتے ہوئے دعا کو دیکھا اور نرس سے کہنے لگے:

سسٹر! یہ ہیں دعا، اور آج سے اگلے چھ ماہ آپ اور یہ ایک سائے کی طرح ساتھ" رہیں گی۔ ابھی آپ انہیں ٹریننگ روم تک لے جائیں۔"نرس نے سر جھکا کر :کہا

جی بہتر، سر! پھر دعا کو ساتھ لیے دفتر سے باہر آ گئ۔ دفتر سے باہر آتے ہی دعا" نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائیں اور اپنے خدا کا شکر ادا کرنے لگی۔



542 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(542)(ادھوراپن)

:دعا نے نرس سے اجازت مانگتے ہوئے کہا

"سسٹر! بس دو منٹ، اگر اجازت ہو تو میں بھابی کو یہ خوشخبری سنادوں؟"

نرس نے ہامی بھری اور چند قدم کی مسافت طے کر کے ایک طرف بیٹھ گئی۔

دعا استقبالیہ کی جانب لپکی اور کلثوم سے لپٹ گئی۔ دعا کی ہر سانس سے اس کی خوشیوں کی مہک آ رہی تھی، جو کلثوم سے بہتر کون محسوس کر سکتا تھا۔ کلثوم نے اس کا ماتھا چوم کر کہا: "میری جان! میں اس خوشی کی وجہ جان گئی ہوں، بہت بہت مبارک ہو۔ لیکن، دعا! یہ شروعات ہے ابھی تمہیں بہت آگے جانا ہے۔ مجھے تمہاری قابلیت پر کوئی شک نہیں، مگر اب تمہیں خود سے خود کے لیے دن رات لڑنا پڑے گا۔"

دعا نے پلکیں اٹھا کر کلثوم کو دیکھا، پھر آنسو چھپائے پوچھنے لگی:

"بھابی! اب اور کتنا خود سے لڑوں؟

اتنی خود غرض تو بن چکی ہوں کہ خود غرضی کے خمار میں ایک سچی محبت کی پہچان نہیں کر پائی۔"

کلثوم چہرے پر اداسی لیے دعا سے لپٹ گئی اور کچھ لمحات یونہی بیت گئے، جیسے نہ جانے وہ دونوں کتنے عرصے کے لیے جدا ہو رہی ہوں۔

دعانے خود کو کچھ سنبھالا اور اپنا حجاب ٹھیک کرتے ہوئے بولی: "بس، بھابی! اب مجھے اپنے کام پر دھیان دینا ہے۔ آپ جائیں، اب سات روز کے بعد ملاقات ہو گی۔"

کلثوم نے مسکراتے ہوئے اجازت دی اور خود اپنے اپارٹمنٹ کی طرف لوٹنے لگی۔ وہ چلتے چلتے مڑ مڑ کر دعا کو دیکھتی رہی، جب تک کہ دونوں کے بیچ انسٹیٹیوٹ کی دیوار نے خلل پیدا نہ کی تھی۔

دعا نرس کے ساتھ ٹریننگ روم پہنچی، جہاں اس کا آج پہلا دن تھا۔ اس نے وہاں موجود اسٹاف سے ملاقات کی، پھر اپنی ذمہ داریوں کے متعلق جاننے لگی۔

وہ ان سب کاموں میں خوب دلچسپی لینے لگی اور خوشی خوشی اس نے خود کو ہر کام سیکھنے اور سمجھنے کے لیے تیار بھی کر لیا۔ جب سیکھنے کی چاہ اور خوابوں کی راہ پر من چاہی منزل ہو تو، منزل تک پہنچنے میں کوئی مشکل مشکل نہیں لگتی۔ دعا نے بھی ہر مشکل کا سامنا بہت دلیری سے کیا اور اپنی منزل کی راہ پر گامزن ہو گئی۔

اس نے سات دن انسٹیٹیوٹ کے ہاسٹل میں ہی گزارے اور آج اس کی پہلی سات روزہ ورکشاپ مکمل ہو چکی تھی۔

دعا اپنے سینئرز کی توقعات پر پوری اتری تھی۔ تمام اسٹاف اور اس کے ٹرینرز نے دعا کی خوب حوصلہ افزائی کی اور پہلی ورکشاپ مکمل کرنے پر اسے مبارک باد بھی دی۔

دعا اپنی پلکوں پر خوشی کے آنسوؤں کے موتی سجائے مسکراتے ہوئے دعائیں اور مبارک باد وصول کرنے لگی۔



543 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(543)(ادھورا پن)

آخر میں اسے انسٹیٹیوٹ کے چیئر مین رفیق صاحب نے اپنے دفتر میں بلوایا اور

کہا :

"بیٹی ! مجھے فخر ہے کہ آپ میرے بھروسے پر پوری اتری ہو۔ مجھے امید ہے اب اسی یقین کے ساتھ اگلے چھ ماہ آپ مریضوں کے ساتھ محنت اور لگن کے ساتھ کام کریں گی۔"

وہ نظریں جھکائے ان کی بات مکمل ہونے پر بولی :

"سر ! میں بہت مشکور ہوں آپ کی اور تمام اسٹاف ممبران کی۔ اب جہاں تک رہی بات میرے کام کی تو میں یہ کام اپنا فرض سمجھ کر ادا کروں گی۔ اور بھروسہ رکھیے کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

وہ مسکرا دیے :

"ٹھیک ہے، دعا ! ابھی آپ جائیں کچھ وقت آرام کریں اور پھر اگلے سوموار سے ہم 'آئی۔ سی۔ یو' میں مریضوں کے ساتھ اپنے کام کی شروعات باقاعدگی سے کریں گے۔"

دعانے ان کے ہاتھ سے اپنی فائل لیتے ہوئے پھر سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ اجازت طلبی کے ساتھ اپارٹمنٹ کی جانب روانہ ہو گئ، جہاں کلثوم ایک ہفتے سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

شام کے چھ بج کر بیس منٹ پر وہ اپارٹمنٹ پہنچی، جسے دیکھتے ہی کلثوم کی جان میں جان آ گئ۔ وہ دوڑ کر دعا سے لپٹ گئی اور اسے خوب پیار بھی کیا۔

ایک ہفتے کے دوران دعا کی مصروفیات کی وجہ سے ان دونوں کی کوئی ملاقات نہیں ہو پائی، مگر کال پہ رابطہ تھا۔ کلثوم اسے ساتھ لیے اندر چلی گی اور لاؤنج میں بٹھا کر حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ کافی وقت کی گہری خاموشی دعا کے "بھابی" کارنے پر ٹوٹی:

"بھابی! سب خیریت تو ہے نا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

کلثوم سہمے ہوئے لہجے میں محوِ گفتگو ہوئی:

"ہاں۔۔۔ہاں، دعا! میں بالکل ٹھیک ہوں، بس ویسے تمہیں دیکھے سات دن بیت گئے تو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔

"دعا! بتاؤ تم کیسی ہو؟ کیسے گزرے تمہارے دن اور کچھ کھایا پیا بھی یا نہیں؟

کلثوم نے ایک سانس میں یہ سب کہہ ڈالا تھا۔

دعا قہقہہ لگا کر ہنسی:

"بھابی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہوئی وہاں پر، سب نے بہت اچھے سے میرا خیال رکھا تھا۔ بھابی! آپ پریشان کیوں ہیں جبکہ ہماری ہر روز بات چیت ویڈیو کال پر ہوتی رہی ہے۔ لیکن ملاقات ممکن نہیں ہو پائی اس لیے مجھے معاف کر دینا۔ آئندہ سے کبھی کوتاہی نہیں ہو گی۔



544 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(544)(ادھوراپن)

"دراصل کچھ مصروفیات ہی ایسی تھیں تو کیا کرتی۔

اس نے کلثوم کو بہلانے کے لیے ایک لمحے میں پوری تقریر کر ڈالی تھی۔

اس کی باتیں سن کر کلثوم کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات دکھنے لگے۔ دونوں نے سب شکوے شکایتیں دور کیے، پھر سوموار کی حسین شام کو یادگار بنانے کے لیے باہر جانے کا فیصلہ کیا۔

باہر جا کر کچھ دیر پارک میں چہل قدمی کرتے اور حسین موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، کلثوم نے دعا کو اشارتاً بینچ پر بیٹھ جانے کا کہا جہاں کافی سکون تھا۔ پرندوں کی چہچہاہٹ اور ٹھنڈی پر سکون ہوائیں من کو تسکین بخش رہی تھیں۔ کچھ دیر وہ دونوں بالکل خاموش بیٹھی رہیں اور خوبصورت شام سے خوب لطف اندوز ہوئیں۔

کافی دیر بیت جانے پر کلثوم نے موبائل پر وقت کا تعین کیا، پھر دعا کی جانب متوجہ ہو کر پوچھنے لگی:

ہاں تو، دعا! کیا خیال ہے کچھ کھا پی لیں؟"

"شاید تم نے بھی دن بھر کچھ نہیں کھایا ہو گا۔

دعا حیران کن انداز میں پلٹ کر کہنے لگی:

ارے، بھابی! ابھی سات بج رہے ہیں۔" پھر خود ہی اٹھ کھڑی ہو کر بولی۔ "
"ویسے کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں، مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ چلیں پھر کچھ
"کھالیا جائے۔

کلثوم کے تیور یہ سن کر بدل گئے، کیونکہ اس کے پیٹ میں تو چوہے دوڑ رہے تھے۔ دونوں نے پاس کے ریسٹورنٹ کی راہ لی اور اچھا سا کھانا تناول فرمایا اور خوب گپ شپ کی۔

وہاں سے فارغ ہو کر دونوں نے اپارٹمنٹ کی راہ لی۔ وہاں پہنچتے ہی ملازمہ نے کھانا لگانے کی پوچھی، جس پر کلثوم نے اسے منع کر دیا اور دعا کے کمرے میں دو کپ چائے لانے کی کہی۔

:کمرے میں پہنچ کر وہ دعا کو لیے صوفے پر بیٹھ گئی اور پوچھا

"دعا! تو بتاؤ کیسی رہی تمہاری ٹریننگ اور کام وغیرہ؟"

دعا کے چہرے پر تھکاوٹ کے تاثرات امڈنے لگے، اس نے دھیمی سی آواز میں

:کہا

بھابی ! ابھی تو صرف بریفنگ دی گئی ہے،اصل امتحان تو اگلے سوموار سے "
شروع ہوگا وہ بھی 'آئی۔سی۔یو' میں کوما میں پڑے شدید زخمی مریضوں کے
"ساتھ۔۔۔۔

: کلثوم یک دم حیران کن انداز میں کہنے لگی

ہاں۔۔۔وہ تو مجھے پتا ہے۔ویسے 'آئی۔سی۔یو' میں چکر تو لگا ہوگا؟ کیا تمہیں ڈر "
ور نہیں لگا؟



545 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(545)(ادھوراپن)

"میرا مطلب تم تو ہلکا سا زخم دیکھ کر سہم جایا کرتی تھیں۔

اس کی بات مکمل ہوتے ہی جب دعا اس کی طرف پلٹی، تو دعا کی پلکیں بھیگ کر کاجل کی سیاہی نچوڑ چکی تھیں، جو اس کے گالوں سے ٹپکتے ہوئے اس کی جھولی میں جذب ہو رہی تھی۔ اس کے شفاف چہرے پر ڈر اور خوف صاف ظاہر ہو رہا تھا، جو دیکھ کر کلثوم بھی خوف زدہ ہو گئ۔ وہ پھر سے گویا ہوئی:

ارے نہیں، دعا! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ اور میں نے ایسا کیا پوچھ لیا تم سے جو تم یوں خوف زدہ ہو۔"

اس نے دعا کے چہرے سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تھا۔

دعا اس سے لپٹ کر سرد لہجے میں بولی:

"بھابی! تب میں نادان تھی جب ہلکا سا زخم دیکھ کر سہم جاتی تھی۔ مگر اب میں بڑے اور گہرے زخم دیتے ہوئے بھی نہیں گھبراتی، چیر پھاڑ کر رکھنے میں ماہر ہو چکی ہوں، پھر چاہے کسی کا دل ہو یا جسم، مجھے کہاں کسی کی پرواہ۔ میں گئ تھی آئی۔ سی۔ یو' میں جہاں موجود مریضوں میں مجھے موسیٰ کا عکس دکھا تھا۔ ہر' شخص کی کھلی آنکھیں دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے موسیٰ بے بسی اور لاچاری میں مجھے پکار رہا ہو۔ بھابی! مجھے بہت ڈر لگا تھا وہ سب کچھ دیکھ کر، مجھے وہاں سے

دوڑ جانے کا دل کیا تھا۔ لیکن ڈر زخم دیکھ کر نہیں یہ سوچ کر لگا کہ جو زخم میں نے موسیٰ کو دیے ہیں انہیں کیسے سی پاؤں گی۔ خدانخواستہ کچھ ایسا ویسا ہو گیا تو کل قیامت کے روز میں کیسے اس کا سامنا کر پاؤں گی۔ بھابی! ان بد قسمت آنکھوں سے ان لاچار اور بے یار و مدد گار پڑے مریضوں کے لیے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا۔ اور یہ خود غرض روح ایک پل کے لیے بھی ان کی حالت دیکھ کر تڑپی نہیں "تھی۔

اس نے رنجیدگی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔

:کلثوم نے اسے اپنی باہوں میں لے کر تسلی دیتے ہوئے کہا

دعا! تو اس میں افسوس کرنے کی کیا بات ہے؟ بلکہ تمہیں تو ایسے حالات کا" "یونہی مقابلہ کرنا ہے۔۔۔ صبر، حوصلے اور اطمینان کے ساتھ۔

:دعا نے اس کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا

بس کریں، بھابی! اب اور صبر نہیں ہوتا مجھ سے، میرے سینے میں جو دل ہے" اس کے پتھر ہونے سے پہلے کہیں میری بھی ایک خواہش پوری ہو جائے۔

بھابی! مجھے بتائیں میری بندگی میں کیا کمی رہ گئی تھی جواب میرے لیے صرف و
"صرف سزائیں باقی ہیں؟ مجھے جو دکھ مل رہے ہیں وہ کن خطاؤں کا نتیجہ ہیں؟

546 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(546)(ادھوراپن)

دعا نے تلخ لہجے میں یہ سب پوچھا تھا۔
کلثوم اس کی پریشانی سمجھ رہی تھی، تو وہ خاموش رہی۔
:دعا پھر سے چلائی

"ہاں۔۔۔ہاں! بتائیں مجھے؟ اگر مجھے اس کی محبت میں سزا نہیں سنائی گئی تو بھی
میں محبت کی عدالت میں ہر بار مجرم کیوں ٹھہرائی جاتی ہوں؟ اگر کسی سے محبت

کرنا جرم ہے تو پھر ایسے مجرم کے لیے بھی سزائے موت کیوں مقرر نہیں کی جاتی؟"

کلثوم پھر بھی خاموش رہی، تو دعا نے خود ہی کہا:

"بھابی! مجھے معلوم ہے میرا رب مجھے میرے ان گناہوں کی سزا دے رہا ہے، جو میں نے اس کے احکامات کی پاسداری نہ کر کے کیے۔ جس نے کسی غیر محرم کو دل کے آشیانے میں پناہ دی، میری زبان اس غیر محرم کے نام کی تسبیح کرتے نہ تھکتی تھی، میری نگاہیں جس کے دیدار کو ترستی تھیں، اس کے سہارے کے بنا میرے قدم ڈگمگا جایا کرتے تھے، میری روح کی غذا اس کے بدن کی مہک تھی۔ تو پھر جب میں اظہارِ جرمِ محبت کر چکی ہوں، میں اسے بھولنا چاہتی ہوں تو پھر کیوں اس کی تصویر، اس کا عکس ہر بار مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اس کو چاہنا میرا جرم نہیں ہے، بلکہ اسے بھول جانا یا دل سے نکالنا میرا جرم ہے۔"

کلثوم نے تحمل مزاجی سے اس کی داستان سنی، پھر پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگی:

"دعا! بس کرو، اب یہ فضول بحث بلکل نہیں ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے، میں نے تو بس یونہی پوچھ لیا تھا۔ ابھی مجھے لگتا ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

دعا نے پھر سے چیخ کر کہا:

"نہیں! مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اب مجھے جاننا ہے مجھ سے ایسی کیا خطاء ہوئی ہے جس کی سزا ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ مانا کہ مجھ سے محبت کو سمجھنے میں کوتاہی ہوئی ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ میرے ایک تلخ جملے نے موسیٰ کی زندگی تلخیوں میں دھکیل دی تھی۔ مگر میں نے یہ کبھی نہیں چاہا تھا کہ وہ میری وجہ سے کسی مصیبت میں پڑے، بلکہ یہ سب تو میں نے اس کی سزا کم کرنے کے لیے کیا تھا۔ بھابی! میں جانتی ہوں ابھی اس بحث کا بالکل بھی وقت نہیں ہے، لیکن میں نے جو سات روز وہاں مریضوں میں گزارے تو وہ ہر پل مجھ پر ہنستا رہا ہے۔ موسیٰ میری بیچارگی اور اداسی پر قہقہے لگا لگا کر افسوس کرتا رہا۔"

کلثوم نے کچھ کہے بنا اسے پلنگ پر بٹھا دیا اور چائے کا مگ اسے تھما کر کہنے لگی:

دعا! میں تمہاری روداد کی انتہا تک پہنچ چکی ہوں، جس کا آخری حل موسیٰ سے "
معافی مانگنا ہے۔اور اس کے لیے تمہارا جینا اور کسی بھی طرح ان چھ ماہ میں خود کو
سنبھالنا بے حد ضروری ہے۔میں یقین سے کہہ سکتی ہوں، موسیٰ کے دل میں
چاہے جو بھی ہو وہ سب بھول کر اپنی محبت کا مان رکھے گا اور تمہیں ہر جرم کے
لیے معاف کر دے گا۔



547 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(547)(ادھوراپن)

"پلیز دعا! خود کو سنبھالو۔

دعا نے چائے کا مگ سامنے میز پر رکھا اور گردن ہاں میں ہلا دی: "بھابی! واقعی میں، میں نے کسی معصوم کا دل دکھایا اور ہو سکتا ہے اس نے میری شکایت اپنے رب سے کی ہو، اسی لیے میں چاہ کر بھی نہ اسے بھول سکتی ہوں، نہ اپنا سکتی ہوں اور نہ ہی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتی ہوں۔ مجھے تو ڈر ہے کہ اگر کبھی میرا موسیٰ سے سامنا ہو گیا تو اس کا کیا برتاؤ ہو گا؟ نہ جانے وہ مجھ سے کس لہجے میں بات کرے گا اور سب سے دکھ کی بات وہ مجھے اپنائے گا بھی یا نہیں؟ "

اس نے ایک پل میں اپنے دل کا دکھڑا کلثوم کے سامنے رکھ دیا، جو کلثوم کے لیے بے حد تکلیف دے تھا۔ اس نے دعا کو سینے سے لگا لیا اور کہنے لگی:

"میری جان! تم بے وجہ کا خوف پال کر خود کو ہلکان مت کرو، جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اور موسیٰ وہ ہے جو تمہاری روح سے عشق کرتا ہے، جس کی جھلک میں نے اس کی نگاہوں میں دیکھی ہے۔ اپنی ذات سے بڑھ کر عشق کرنے والے کبھی بے وفائی کرتے ہیں نہ ہی راہیں جدا کرتے ہیں۔ دعا! تم اپنے رب کے حضور اس کی طلب میں عرضیاں ڈالتی رہو، رب بہت غفور و رحیم ہے۔ وہ ضرور تم دونوں کو ملوائے گا بھی اور تم دونوں کو ایک کرنے کے لیے کن

بھی کہے گا۔ کبھی مایوس مت ہونا کیونکہ دعائیں قسمتوں کو بدلنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ چلو شاباش، ابھی تم سو جاؤ، تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ میں بھی روشنی مدہم کر کے یہیں سو جاتی ہوں۔"

دعا نے مسکراہٹ بھری اور "جی بھابی" کہہ کر لیٹ گئی اور کلثوم اس کے سرہانے بیٹھی ان دونوں کے لیے خدا سے دعائیں مانگنے لگی۔ نہ جانے کب اس کی بھی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی جو رات کے آخری پہر دعا کی سسکیوں کی آہٹ کی بدولت کھل گئی، جو عادت پچھلے کافی عرصے سے دعا نے اپنائی ہوئی تھی۔

وہ مصلے پر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرضی ڈالے اسے منا رہی تھی، اور تڑپ تڑپ کر کہہ رہی تھی:

"اے رب! میں اسی پہ راضی ہوں جو تو نے مجھے عطاء کر دیا، اب مجھے صبر اور حوصلہ بھی دے دے۔ مالک! یہ جو ندامت کی مالا میرے گلے پڑ گئی ہے اسے تو اپنی رحمنیت کے صدقے تسبیح میں بدل دے، اے پروردگار! میں اپنے کیے پر رنج و ملال میں سر جھکائے ہوئے ہوں۔ مولا! تو نہ سنے گا تو میں اپنی فریاد کس کو سناؤں گی۔

548 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(548)(ادھوراپن)

رب آذان بلال بھی تو ہے، تو ہی غصے والا ہے، تو ہی رحیم ہے، خالق بھی تو ہی ہے اور ایک کن سے عطاء کرنے والا بھی تو ہی ہے۔اے خدایا! تو ہی محمد ﷺ کا بھی رب ہے، تو ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے، تو ہی تو کعبہ کا رب ہے، مولا نوح علیہ السلام کی کشتی کو بچانے والا بھی تو ہی ہے۔۔۔مجھے بھی بچالے۔یا رحیم! میری خطائیں بھی در گزر کر دے، تیری ہی رحمت کی طلبگار ہوں، تیری ہی گناہ گار بندی ہوں، ہمیں دریائے آتش میں جلنے سے بچالے، یارب تیرا سہارا مل جائے تو ہم سنبھل جائیں گے۔مولا! تو ہی وہ روشنی ہے جس سے میں غافل

رہی، جانے انجانے گناہوں سے کچھ بھی نہ حاصل ہوا۔ مولا! تیری نظر کرم ہو جائے تو یہ مشکل بھی ٹل جائے گی۔ روز حشر کا کوئی اندازہ نہیں، بخشش کا کوئی سامان ساتھ میں نہیں ہے۔ بس میری التجاء ہے اپنا رحم و کرم کر دے، مسکین ہوں تیرے در پہ بیٹھی۔ مالک! میرے ارادے ٹوٹنے پر مجھے معلوم ہوا کہ تیری حکومت میں ہو گا وہی جو تو نے کہا۔ اے رب! اپنے حبیب ﷺ کے صدقے سن لے نا میری یہ دعاء۔ اے رب! اگر موسیٰ میری قسمت میں تو نے لکھ دیا ہے تو مجھے عطاء کر دے اور اگر اس میں تیری حاکمیت نہیں ہے تو میرے دل و دماغ سے اس کا عکس، نقش، نام، مسکان اور اس سے جڑی ہر شے نکال دے، چاہے تو میرے جسم سے میری روح بھی نکال لے، مگر میری فریاد سن لے۔ مولا! مجھے معاف کر دے، آمین۔"

اس کے ساتھ دعا جائے نماز پر ہی گر گئی۔

کلثوم اس کے اٹھنے کے انتظار میں تھی، جو یک دم بستر سے اٹھی اور ملازمہ کو پکارتے ہوئے دعا کے پاس پہنچی، پھر اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ کر اسے ہوش

میں لانے کے لیے پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ کچھ دیر میں دعا نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، مگر پھر سے بے ہوش ہو گئی۔ اسے دیکھ کر کلثوم کی تو جان نکلنے لگی۔ اس نے ملازمہ کے ساتھ مل کر دعا کو اٹھائے پلنگ تک پہنچایا، پھر ملازمہ کو ایمبولینس منگوانے کا اشارہ کیا۔

کلثوم اسے لیے صبح پانچ بجے پاس کے ہسپتال پہنچی جہاں ڈاکٹرز نے اس کا معائنہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد کلثوم کو تسلی دیتے ہوئے ایک نے انگریزی میں کہا :

میڈم ! وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔ دماغ پر زیادہ دباؤ اور کچھ پرانے قصے یاد" آنے کی وجہ سے وہ اپنے حواس پر قابو نہیں رکھ پائیں۔ اور شاید ان کے دل میں کوئی خوف طاری ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(549)(ادھوراپن)

لیکن آپ کوشش کریں یہ خود کو مصروف رکھیں اور کوئی دکھی بات یا یاد انہیں ستانے نہ پائے۔"

ڈاکٹر نے کلثوم کو تفصیل سے سب بتاتے ہوئے کچھ دواؤں کی رسید اسے تھمائی، پھر اجازت طلبی کے ساتھ مریض کے لیے نیک خواہشات کا اظہار بھی کیا۔

کلثوم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وارڈ میں موجود دعا کے پاس پہنچ گئی۔ دعا کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے صدیوں سے کوئی بستر مرض پر پڑا ہو۔ اس نے کلثوم کو اپنے سامنے دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی، مگر اس کے تن نے اجازت نہ دی تو کلثوم نے اسے سہارا دیے کہا:

دعا! اٹھو نہیں لیٹی رہو، ابھی یہ ڈرپ ختم ہو تو میں ڈاکٹر سے آگے کے متعلق بات کرتی ہوں۔"

دعا نے یہ سن کر منہ بسورے کہا:

بھابی! آپ تو جانتی ہیں میں بلکل ٹھیک ہوں اور اگلے چند روز میں مجھے خود "
" مریضوں کی دیکھ بھال کرنی ہے۔ تو آپ مجھے یہاں کیوں لے آئیں؟

دعا کی تکلیف کا اندازہ اس کے انداز بیاں سے لگایا جا سکتا تھا۔ وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں یہ سب بڑبڑا رہی تھی۔ کلثوم نے مسکراہٹ بھرے انداز میں اسے دیکھ کر کہا :

ہاں بالکل، بہت جلد تم خود اپنے مریضوں کا خیال رکھنے لگو گی مگر کچھ وقت آرام کر لو، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اسی دوران دعا کی آنکھیں مدہم ہونے لگیں، جو کلثوم کے لیے باعث تشویش تھا۔ اس نے قریب ہی موجود نرس کو آواز دے کر کہا :

دیکھیں نا، سسٹر! اسے کیا ہو رہا ہے؟"

ابھی وہ بات کر رہی تھی پھر اچانک خاموش ہو گئی اور اس کی آنکھیں بھی بند ہو گئیں۔"

نرس نے دعا کی آنکھوں کا معائنہ کیا، پھر کلثوم کو پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا :

میڈم! یہ نیند کے انجیکشن کا اثر ہے جو کچھ دیر رہے گا، پھر مریضہ کافی اچھا" "محسوس کریں گی۔ آپ پلیز! کچھ دیر انتظار کر لیجیے۔

گوری میڈم نے انگریزی میں کلثوم کو ساری بات سے آگاہ کر کے گزارش کی اور اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

کلثوم الٹے پاؤں پیچھے ہولی اور نرس سے معذرت کے بعد شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکل گئ۔

کچھ دیر باہر بینچ پر انتظار کے بعد اسے کچھ کام یاد آنے لگا، تو فوراً سے اٹھی اور میڈیکل اسٹور پہنچ گئی۔ اس نے دواؤں کی رسید کاؤنٹر پر رکھی اور بیگ سے بل کی ادائیگی کے لیے کریڈٹ کارڈ نکالا ہی تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔

کال ریسیو کرنے سے پہلے اس نے کچھ سوچنے کی کوشش کی، پھر کال رسیو کر کے بولی:

550 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(550)(ادھوراپن)

"السـلام علیکم، ماما! کک۔۔۔ کیسی ہیں آپ اور بابا لوگ سب ؟"

:اس کی ساس صاحبہ نے سلام کا جواب دے کر کہا

"الحمدللہ، سب بلکل ٹھیک ہیں۔ مگر تمہاری آواز کو کیا ہوا؟ تم رو رہی ہو کیا؟"

کلثوم نے جھوٹا ہی سہی مگر قہقہہ لگانے کی کوشش کی اور اک ٹھنڈی آہ بھرنے

:کے بعد بولی

نن۔۔۔ نہیں، ماما! مجھے کیا ہوگا۔ بس ابھی ابھی اٹھی ہوں تو شاید نیند کی زیادتی

"کی وجہ سے آواز میں کچھ بدلاؤ آگیا ہے۔

:اس کی ساس نے تشویش ظاہر کی

بیٹی! اسی لیے کہتی ہوں وقت کی پابندی کیا کرو تاکہ صحت پر کوئی برا اثر نہ "

"پڑے۔ اچھا! دعا بیٹی کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے آج کل؟

:اب کلثوم کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی

ہاں۔۔۔اصل میں وہ۔۔۔وہ،ماما!۔۔۔وہ دراصل دعا۔۔۔"اس کی بات "

:شروع ہونے سے پہلے ہی انہوں نے کاٹتے ہوئے پوچھا

" کیوں، بھئی! کیا یہ،وہ لگا رکھی ہے؟ کیا ہوا؟ "

:کلثوم نے اپنے کھوئے ہوئے حواس پر قابو پایا، پھر گویا ہوئی

ارے،ماما! وہ سورہی ہے۔ پچھلے سات روز کافی مصروف تھی اس لیے۔آپ "

فکر نہ کریں میں اس کے جاگتے ہی آپ کی بات اس سے کروادوں گی، نہیں تو

"کل۔

ارے بیٹی! کل کیوں؟ابھی یہاں بھی شام ہوئی ہے تو دو گھنٹے تک تو وہ اٹھ "

"جائے گی،تب میری بات کروادینا۔

یہ سوچ کر کلثوم کے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی کہ، کیا معلوم دعا پر انجیکشن کا اثر

کب تک رہے۔تو وہ کیسے بات کرواپائے گی؟

مگر اب اس کے پاس ہاں میں جواب دینے کے سوا چارا ابھی نہیں تھا، سو اس نے

:اپنی ساس کی ہاں میں ہاں ملادی اور کہا

ٹھیک ہے، ماما! اور حمزہ سے کہنا کل شام اسکول کا ہوم ورک کر کے سوئے "

نہیں، میں اسے ویڈیو کال کروں گی۔

بہت یاد آرہی ہے آپ سب کی، کتنے دن ہو گئے ہیں آپ سب کو دیکھے

"ہوئے۔

:انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

ارے، پگلی! اداس مت ہو میں اسے کہہ دوں گی اور ہماری فکر کرنا چھوڑ دو۔ "

نوشی بہت اچھے سے سب کا خیال رکھتی ہے اور ثانیہ بھی ایک دو دفعہ آئی تھی،

"لیکن کہہ رہی تھی وہ کچھ روز میں لاہور روانہ ہو جائے گی دعا کے کسی کام سے۔

:کلثوم نے آنسو پونچھ کر کہا

ہاں، ماما! وہ بوتیک کے کچھ ادھورے کام ہوں گے اس لیے۔ چلیں ٹھیک ہے، "

میں بعد میں کال کرتی ہوں۔ بابا اور نوشی کو ہم دونوں کی طرف سے سلام کہنا۔

ویسے بھی بابا ابھی گھر پر تو نہیں ہوں گے؟" اس نے اندازاً پوچھا تھا۔

:نایاب نے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ کہا

551 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(551)(ادھوراپن)

ہاں، بیٹی! وہ کچھ روز سے دفتر کے کاموں میں مصروف ہیں تو آنے میں دیر"
کر دیتے ہیں۔ بہر حال میں تم دونوں کا سلام ان تک پہنچادوں گی۔ پریشان مت
"! ہونا، اپنا اور اپنی بہن کا خیال رکھنا۔۔۔ للہ نگہبان
ٹھیک ہے، ماما! للہ حافظ۔" کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔"
اس نے گہری سانس لی اور موبائل سینے سے لگائے آسمان کی جانب دیکھنے لگی۔
:اس کے خیالات کا ربط ٹوٹ گیا جب کاؤنٹر سے آواز آئی
"میڈم! یہ بل لے لیں۔"
کلثوم نے بل تھامتے ہوئے کریڈٹ کارڈ کاؤنٹر پر دیتے ہوئے "سوری" بولا۔

کاؤنٹر پر موجود نوجوان لڑکی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور ادویات آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

"It's ok mam!

Any way thank you۔"

کلثوم ادویات لے کر وارڈ کی جانب بڑھی تو صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔۔۔یعنی پاکستان میں شام کے ساڑھے پانچ۔

اس نے کانچ کے دروازے سے جھانک کر دیکھا تو دعا پر سکون تھی،اس کی ڈرپ اتاری جا چکی تھی۔کلثوم کو اب بس انتظار تھا تو اس کے مکمل ہوش میں آنے کا اور صحت یابی کی طرف قدم بڑھانے کا۔

کلثوم باہر بینچ پر ہی بیٹھ گئی اور ڈوپٹہ سر پر اوڑھے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئی۔

مسلسل تین گھنٹے وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہی اور دعا کے لیے دعائیں مانگتی رہی۔

اسی دوران ایک نرس اس کے پاس آئی اور کہا:

"Excuse me mam!

Are you with miss Dua?"

:کلثوم یک دم اٹھ کھڑی ہوئی

"Yes,

But why any thing else?"

:نرس یہ کہہ کر لوٹ گئی

"Please! Come inside."

کلثوم جلدی میں ادویات لیے دعا کے پاس پہنچی جو جوس پی رہی تھی۔ وہ دعا کو دیکھ کر تھم سی گئی اور مسکراتے ہوئے رب کا شکر ادا کرنے لگی۔ جب دعا کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اشارتاً اسے اپنے پاس بلایا اور جوس کا گلاس اسے پیش کرتے ہوئے بولی:

سوری، بھابی!" کہہ کر چہرے پر خوبصورت ادا لیے مسکرانے لگی۔ کلثوم نے" :گلاس میں موجود جوس کا آخری گھونٹ پینے کے بعد کہا

دعا! قربان جاؤں تمہاری ان معصومانہ اداؤں پہ۔"

552 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(552)(ادھوراپن)

"ویسے سوری کس لیے؟

بھابی! میں نے آپ کے بغیر ہی ساراجوس پی لیناتھااور آج آپ کاانتظار بھی "

"نہیں کیااس لیے۔

: کلثوم نے اپنے آنسو چھپائے اسے سینے سے لگا کر کہا

چل، جھوٹی کہیں کی، آخری دو گھونٹ مجھے دیے اور کہہ رہی ہو میرے بغیر "

"کچھ نہیں کرتی۔

: دعاخود کواس کی باہوں سے آزاد کراتے ہوئے گویاہوئی

"اسی لیے تو معافی مانگ رہی ہوں، آئندہ خیال رکھوں گی۔"

: کلثوم یک دم سنجید گی سے بولی

ہاں خیال رکھنا، مگر سب سے پہلے اپنی اس بے حال صحت کا جو امانت کے طور پر مجھے سونپی گئی ہو۔اور تمہارے بنا میرا اور ماں، بابا کا جینا ممکن نہیں ہے۔ تم نے ایک ننی جان سے کچھ وعدے بھی کیے تھے، جو معصوم اس انتظار میں ہر شام گزار دیتا ہے کہ اس کی پھپھو اسے کہانیاں سنائیں گی۔ کیا معلوم وہاں بستر مرض پر کونسا مریض اس امید پر تکالیف برداشت کر رہا ہو گا کہ اسے تمہارے ہاتھوں سے شفاع عطاء کی جائے۔ تمہیں اب صرف اپنے لیے نہیں بلکہ ہم سب کے لیے جینا ہے اور اپنا خیال رکھنا ہے۔" اس نے کلثوم کے بکھرے ہوئے آنسو پونچھے اور یقین دلانے لگی: "بھابی! میں وعدہ کرتی ہوں میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ کسی کی امیدوں پر پانی نہ پھرنے پائے۔ آپ پلیز! میری وجہ سے پریشان نہ ہونا۔"

کلثوم نے خوشی کا اظہار کیا اور باہر جا کر ڈاکٹر سے اسے لے جانے کی بات کی۔

ڈاکٹر نے ایک ہی شرط رکھی کہ وہ دعا کا خاص خیال رکھیں اور کوشش کریں وہ خیالات کی دنیا میں نہ جانے پائیں۔ کلثوم یک دم دھیمے سے بڑبڑائی:

"مریض عشق ہو اور خیلات سے آزادی، مطلب ناممکن کام۔"

بہر حال دو پہر ساڑھے بارہ بجے وہ دونوں اپارٹمنٹ میں پہنچ آئیں۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے دعا کی ماما، بابا سے بات کروائی، پھر دونوں نے مل کر اچھا سا ملک شیک تیار کیا۔ کلثوم نے ملازمہ کو اپنے پاس بلایا اور اسے دعا کی حالت اور اس کی دوا کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا اور کہنے لگی:

"میں ہوں تو یہیں دعا کے پاس، لیکن کبھی کبھار انسان کچھ چیزیں بھول جاتا ہے تو آپ کو یہ سب بتانے کا مقصد صرف یاد دہانی کے لیے تھا۔"

ملازمہ چونکہ سری لنکن تھی اس لیے تھوڑی بہت اردو بول اور سمجھ سکتی تھی۔ وہ عمر میں کلثوم سے دو، چار سال ہی بڑی تھی اور کلثوم اسے ملازمہ نہیں بلکہ اپنی دوست ہی مانتی تھی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(553)(ادھوراپن)

دعاجو تھوڑی دور بیٹھی کلثوم کو گھور رہی تھی۔اس نے اشارتاً گھورنے کی وجہ دریافت کی جس کے جواب میں دعا نے گردن نفی میں ہلادی اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

:یہ دیکھ کر کلثوم ان الفاظ کے ساتھ اس کی جانب لپکی

"دعا! بہت بد تمیز ہو گئ ہو تم،اب مجھے دیکھ کر ہنسو گی؟"

:دعا نے چند قدم کی دوری سے اسے روکتے ہوئے کہا

نہیں، بھابی! ایسی بات نہیں ہے۔میں آپ پر نہیں بلکہ آپ کی بھول جانے" "والی بات پر ہنس رہی تھی۔

:کلثوم نے وہیں رک کر کہا

میری جان! بھول جانا ایک قدرتی عمل ہے اس لیے دل سے چاہنے والے کبھی" بھولنا نہیں چاہتے،اسی خوف کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے بھی مریم کو کہہ دیا کہ "وہ مجھے یاد کرادیں بس۔وہ کہتے ہیں نا۔۔۔احتیاط علاج سے بہتر ہے۔

یہ سن کر اچانک دعا کا لہجہ اور تاثرات بدل گئے، وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دو قدم آگے بڑھ کر بولی:

"ہاں، بھابی! یہ فطرت اکثر خود کو عشق میں ہیر، رانجھا سمجھنے والوں کی ہی ہوتی ہے۔ بھول جانے اور بھلا دینے میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ بس بھول جانا بیماری ہے اور بھلا دینا فطرت۔ جیسے میں نے موسیٰ کی محبت، عشق اور جنون کے بدلے میں بھلا دینے والی فطرت کو اپنایا۔ اور اب اسے اپنانے کے لیے پہلے تو مجھے خدا کو منانا ہے، پھر اس سے موسیٰ کو مانگنا ہے۔"

کلثوم یہ کہتے ہوئے اس کے قریب ہوئی:

"اچھا، دعا! ابھی ظہر کا وقت ہے نماز ادا کر لو میں کھانا لگوا دیتی ہوں، پھر تم شام تک صرف و صرف آرام کرو گی۔ ویسے بھی تمہارے پاس کچھ دن ہی بچے ہیں آرام کے لیے جو تمہارے لیے بے حد ضروری ہے۔"

دعا مسکرا دی اور کہا:

"جو حکم میری پیاری، بھابی جان!"



آج ایک ہفتے کے بعد دعا کی باقاعدہ ٹریننگ کا آغاز ہو گیا تھا۔وہ صبح سویرے انسٹیٹیوٹ پہنچی اور کچھ کاغذی کاروائی اور اپنی ڈیوٹی کی تفصیلات جان کر اپنی ساتھی نرس کو ساتھ لیے دونوں 'آئی۔سی۔یو' میں پہنچیں، تو دعا نے کہا:

"سسٹر! سب سے پہلے مجھے اس مریض کی مکمل رپوٹس، ادویات اور کھانے وغیرہ کی تفصیلات چاہئیں۔

ساتھ میں مجھے یہ بھی جاننا ہے کہ یہ مریض کہاں سے ہے؟ اسے کتنا وقت ہو گیا ہے یہاں اور اس کی حالت میں وقت کے ساتھ ساتھ کوئی بدلاؤ وغیرہ آیا ہے کہ نہیں؟"

نرس نے ہامی بھری اور کچھ ہی دیر میں وہ مریض کی فائل لیے حاضر ہوئی۔اس نے فائل دعا کو پیش کرتے ہوئے کہا:

"میڈم! یہ مریض ایک ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوا تھا، جس کی بدولت یہ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے کوما میں ہے۔۔۔اور اس کی حالت میں تب سے اب تک ایک فیصد بہتری آئی ہے، جو نہ ہونے کے برابر ہے۔"

554 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(554)(ادھوراپن)

دعاخاموشی سے کھڑی اس کی فائل اور رپوٹس کی جانچ کر رہی تھی، پھر ایک نظر مریض کو دیکھتی جس کی پہچان کر پانا ممکن نہیں تھی، چونکہ اس کے چہرے پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

دعانے جب فائل کو دوبارہ دیکھا تو موسیٰ کا نام دیکھتے ہی اسے جھٹکا لگا، لیکن اس نے بمشکل خود کو جھوٹی تسلی دیے سنبھال لیا۔اس نے نرس کو مخاطب کر کے کہا:

سسٹر! یہ جتنا بھی سامان مریض کے ارد گرد بکھرا پڑا ہے، میرے ساتھ" الماری میں رکھوادیں۔اس نے خود سائیڈ ٹیبل سے سامان اٹھایا جس میں موجود

کی چین پر اس کی نظر پڑی جو اسی کے نام کا تھا، مگر وہ اپنا نام نہ دیکھ پائی۔ کچھ دیر کے لیے اسے کچھ یاد آیا مگر اس نے خیالات کو خود پر حاوی نہ ہونے دیا اور کی چین بن دیکھے سامان سمیت الماری میں رکھ دیا، پھر مریض کا معائنہ کرنے میں مصروف ہو گئ۔

دعا کا پہلا دن تو بہت مصروف رہا۔ اس نے دن بھر موسیٰ کی رپوٹس کو جانچا تا کہ وہ مریض کا باقاعدگی سے علاج شروع کر سکے۔

شام میں جب اس کی ڈیوٹی ختم ہوئی تو وہ نرس کے ہمراہ اپنے کیبن میں آ گئ۔

:نرس اسے متوجہ کر کے رنجیدگی سے کہنے لگی

میڈم! اس مریض کے ساتھ لائے گئے تقریباً سب کے سب مریض صحت" یاب ہو کر جا چکے ہیں۔ اور کچھ جو یہاں موجود ہیں وہ بھی چند روز میں اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔

لیکن اس مریض کی کچھ سمجھ نہیں آئی یا تو اسے جینے کی تمنا نہیں ہے یا پھر کسی "اپنے کی ایک صدا کا منتظر ہے۔

اس کی بات سے دعا کو کافی تشویش لاحق ہوئی۔اس نے اظہار افسوس کے ساتھ

:اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا، جیسے وہ وسیلہ بن کر آئی ہو

اب میں آگئی ہوں نا؟ جس مرض کا علاج دوا میں نہ ہو وہ دعاء سے ٹل جاتا ہے۔"

اب میں اس مریض کے لیے دن رات ایک کر دوں گی، ویسے بھی مجھے اس میں

:کسی اپنے کی جھلک نظر آئی ہے۔" کہہ کر وہ دھیمے لہجے میں بڑبڑائی

خدا کرے میرا شک، شک ہی ہو۔وہ جہاں بھی ہو خوش ہو اور اپنے پیروں پر"

"کھڑا ہو۔

:نرس نے اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا

میڈم! خداوند آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کرے اور اس نیک کام"

"میں، میں ہر پل آپ کے ساتھ ہوں۔

دعا نے مسکراہٹ بھری اور اس کا شکریہ ادا کر کے رہائش گاہ کی طرف نکل گئ۔

دعا کو کیا معلوم تھا جس شخص کو وہ صرف اپنا مریض تصور کر رہی ہے در حقیقت

وہی مریض دعا کے ہر مرض کی دوا ہے۔اسی شخص کی خاطر اس کی سانسیں چل

رہی ہیں، یہ وہی شخص ہے جو اس کی دعاؤں، منتوں، حاجتوں، سسکیوں اور آہوں میں شامل ہے۔

555 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(555)(ادھوراپن)

مگر وقت کا ہر قدم اس سمت بڑھتا ہے جس سمت کے راستے کٹھن اور زندگی دشوار ہو۔

اب دعا کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ اسے کسی بھی صورت اس مریض کو اس کے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔

وہ دن رات اپنے فرض اور مقصد کی کامیابی کے لیے کوشاں تھی۔ دعا دن میں مریض کا اچھے سے معائنہ کرتی اور رات بھر اس مرض کی تشخیص پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرتی اور انٹرنیٹ پر بھی اس متعلق سرچ کرتی۔ وہ اب دنیا سے کٹ کر رہ گئی تھی، کب دن اور کب رات ہو جاتی اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ نہ کھانے کی طلب، نہ آرام کی پرواہ اور نہ ہی وقت کا اندازہ۔۔۔ ماسوائے نماز کے اوقات کار۔

اس کی ٹریننگ کے تین ماہ مکمل ہو چکے تھے۔ اس دوران اس کی انتھک محنت اور کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب موسیٰ کی حالت سنبھلنے لگی تھی۔

وہ اب تک کوما میں ضرور تھا، لیکن باقاعدگی سے جسمانی ورزش اور اچھی دیکھ بھال کی بدولت اس کے جلد ہوش میں آنے کی امید قائم ہو چکی تھی۔

پچھلے چار ماہ کے دوران اس کی حالت تیس فیصد تک سنبھلی تھی، جس میں سے انیتس فیصد پچھلے تین ماہ میں، جو دعا کی دن رات محنت کا پختہ ثبوت تھا۔

موسیٰ کے ساتھ دعا نے تین ماہ گزار لیے تھے، مگر وہ اب تک حقیقت سے انجان تھی۔اس کی ہر روز کی آرزو اور دعائیں بس موسیٰ کا دیدار اور ملن تھیں۔وہ دعاؤں میں موسیٰ کی سلامتی، اسے اپنانے اور اس سے مل کر اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے گڑگڑاتے ہوئے زندگی گزار رہی تھی۔

کلثوم جو ہر وقت دعا کے ساتھ رہتی اسے دعا کی حالت پر بے حد تشویش رہنے لگی تھی۔

تین ماہ میں دعا کبھی کبھار گھر والوں سے رابطہ کر لیا کرتی تھی، اپنا خیال رکھنا تو جیسے وہ بھول ہی چکی تھی۔

آئے دن اس کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی، اس کے ہونٹوں کی مسکان بھی چھن سی گئی تھی۔

آج اتوار تھا اس لیے دعا اپنے مریض کی ذمہ داری پچھلے روز ہی ساتھی نرس کو سونپ آئی تھی۔اور کسی بھی ایمرجنسی میں رابطے کی تلقین بھی کی تھی نرس سے۔

دعا آج کلثوم کے ساتھ اپارٹمنٹ میں موجود تھی اور شام کا سورج ڈھل چکا تھا۔

وہ ٹیرس پر پر سکون کھڑی تھی مگر گہری سوچوں میں مگن بھی۔ کلثوم چوری چپکے اس کے پاس آئی اور خاموشی سے بیٹھ گئی، مگر مجال ہے دعا نے پلک تک جھپکی ہو۔ جو دیکھ کر کلثوم کہنے لگی:

اف۔۔۔ دعا! اس قدر بیزاری بھی اچھی نہیں ہوتی، میں کب سے یہاں بیٹھی "

"ہوں۔

وہ یک دم پلٹ کر اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھ کر پوچھنے لگی:



556 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(556)(ادھوراپن)

"جی، بھابی! آپ نے کوئی بات کرنی تھی؟"

:کلثوم حیران ہوئی

دعا! باتیں تو بہت ہیں، مگر تمہارا یہ لہجہ اجازت نہیں دیتا۔ تم تو خود کو اذیت "
"دے کر شاید خوش ہو لیکن تمہاری یہ حالت دیکھ کر میرا کلیجا پھٹنے لگتا ہے۔

:دعا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور مسکراتے ہوئے سرد روی میں بولی

بھابی! میں جانتی ہوں آج کل میں کسی کو اپنا وقت نہیں دے پارہی، نہ ہی آپ "
کو اور نہ ماں، بابا کو۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں آپ سے بیزار
آگئی ہوں یا مجھے یاد دہانی کی ضرورت ہے۔ بھابی! آپ سوچیں میرے ذمے جو
کام ہے اگر میں اس میں کوتاہی کروں گی تو کسی کی زندگی ضائع ہو سکتی ہے
خدانخواستہ۔ اب جو کچھ میرے دماغ میں چل رہا ہے، کہیں وہ موسیٰ۔۔۔ میرا
موسیٰ ہی ہوا تو؟" اس نے بلاتعطل اپنی بات جاری رکھی۔ "مجھے اس مریض کا
خیال رکھنا ہے اور اسے اس کے پیروں پر کھڑا ہوتا دیکھنا ہے، پھر چاہے مجھے اپنی
"جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔۔۔

:کلثوم نے اسے ٹوکتے ہوئے سخت لہجے میں کہا

بس۔۔۔ بس، دعا! بہت سن لی میں نے تمہاری۔ تم چاہتی کیا ہو؟"

ہر وقت مرنے مارنے پہ تلی رہتی ہو۔ تمہیں اگر اتنا ہی شوق ہے مرنے کا تو پھر

"پہلے ہم سب کو مار دو اور پھر سکون سے خود بھی مر جانا۔

کلثوم کی آنکھیں بھر آئیں، اس نے ٹیرس سے قدم اندر کی جانب بڑھاتے ہوئے

مڑ کر دو ٹوک انداز میں مزید کہا:

پھر تمہارا غم کرنے والا یا آنسو بہانے والا کوئی نہیں بچے گا۔"

ایک بات اور کان کھول کر سن لو۔ میں کل صبح پاکستان جا رہی ہوں، کیونکہ میرا

وہاں ایک عدد بچہ ہے جسے میری سب سے زیادہ ضرورت ہے، تو میں نہیں چاہتی

وہ اپنی ماں کے متعلق بدگمانیاں پالنے لگے۔ شاید تمہیں یاد ہو گا کچھ عرصہ پہلے

تمہارے کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے جن کی رپوٹس بہت بری تھیں؟

اس لیے اگر مناسب لگے تو اپنی تمناؤں کے ساتھ ساتھ اپنا بھی کچھ خیال کر

لینا۔" یہ کہہ کر کلثوم اپنے آنسوں پونچھتے ہوئے مایوس ہو کر وہاں سے چلی گئی۔

دعا اس کے اس رویے پر بے حد حیران ہوئی اور اپنی بے جا ضد اور اٹل فیصلوں کی

وجہ سے شرمندہ بھی۔

کلثوم اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد کمرے میں آگئی اور زمین پر بیٹھی زانوں میں سر دبائے سسک سسک کر رونے لگی۔

دعا وہیں کھڑی کچھ دیر خود سے جنگ کرتی رہی، پھر کلثوم سے معافی مانگنے کے لیے کمرے میں آگئی۔



557 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(557)(ادھوراپن)

:اس نے تڑپتی ہوئی کلثوم کو سینے سے لگالیا اور رنجیدگی سے کہا

بھابی! کیا واقعی آپ مجھے چھوڑ کر چلی جائیں گی؟"

میں جانتی ہوں میری وجہ سے آپ کو بلاوجہ قربانی دینی پڑ رہی ہے، یہ بھی جانتی ہوں کہ میں نے اپنا خیال نہ رکھ کر آپ سے وعدہ خلافی کی ہے۔ مگر، بھابی! آپ کو نہیں لگتا میری اس حالت کے ذمہ دار میرے وہ گناہ ہیں جو میں نے اپنی انا کی تسکین کے لیے کیے، جو آج سزا کے طور پر مجھ پر مسلط ہو رہے ہیں؟

مجھے کیسے بھی کر کے یہ تین مہینے خود کو زندہ رکھنا ہو گا تو شاید کسی کی زندگی میں اسے اس کی خوشیاں لوٹا سکوں۔ کسی بے سہارا اور انجان شخص کی پہچان اور سہارا بن سکوں۔ میں آپ کو روکوں گی نہیں لیکن یہ واضح کر دیتی ہوں کہ میں خود جینا چاہتی ہوں، مجھے اپنا ادھورا پن مکمل کیے بنا موت نہیں آئے گی۔ اب رہی بات میری اس حالت کی تو اس کی دوا اب موسیٰ ہی بنے گا۔ یا تو وہ مجھے مکمل کر دے گا یا پھر اس اذیت سے میری آزادی کی نوید اپنے سنگ لائے گا۔۔۔ اور ہو سکتا ہے یہ دونوں صورتیں اس کے آنے پر مکمل ہو جائیں۔"

کلثوم اس کی باتوں کو سنتی رہی اور تڑپتی بھی رہی، کیونکہ دعا کی رپوٹس اس کے ہاتھ میں تھیں۔

دعا اپنی بات مکمل کر کے کلثوم کے قدموں سے اٹھتے ہوئے بولی: "میں ساتھ والے کمرے میں سونے جا رہی ہوں، مجھے کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے تو مجھے تنگ کوئی نہ کرے۔ اور ہاں، اگر مجھے بھوک لگی تو میں کھانا باہر سے منگوا لوں گی، اس لیے میرے لیے کوئی تکلف نہ کیجیے گا۔"

دعا کے لہجے اور باتوں سے اس کی شدت کی ناراضی کا علم کلثوم کو ہو چکا تھا۔ وہ یہ تو نہیں چاہتی تھی جو ہو گیا تھا، بلکہ وہ صرف اتنا چاہتی تھی کہ کسی طرح دعا کو اپنی طرف متوجہ کر سکے، اس پہ یہ واضح کر دے کہ اس کے پیچھے کچھ اور لوگ بھی ہیں جو دعا کے لیے جیتے مرتے ہیں، انہیں اس کی پرواہ ہے۔ مگر کلثوم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پائی تھی۔

اس نے پاکستان لوٹ جانے کا خوف دعا کے دل میں ڈالنا چاہا، مگر بے سود۔ کلثوم بے قراری کے عالم میں اپنے کمرے میں ہی ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی۔ آخر ایسا کیا کیا جائے جس سے دعا کی ناراضی ختم ہو سکے؟

کلثوم نے کافی سوچ بچار کے بعد مریم کو کھانا تیار کرنے کا کہا اور خود دعا کو منا کر لانے اس کے کمرے کی جانب چل دی۔ کلثوم کا وار الٹا اسی کے سر پڑ گیا تھا۔

شام سے اب رات کے نو بج رہے تھے، جو کلثوم نے اس کے انتظار میں تین گھنٹے گزار دیے تھے۔

558 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(558)(ادھوراپن)

وہ دعا کے کمرے کے باہر دستک دینے کے ساتھ ساتھ کہنے لگی: "سوری، دعا! میں نے مذاق کیا تھا۔ میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہی۔ پلیز! کھانا کھالو، میں تمہاری مجبوری سمجھ سکتی ہوں اور تمہارا دل ہرگز نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ مگر اپنے دکھتے دل کا حال کسے سناتی۔ دعا! کیا تم جانتی ہو پچھلے تین ماہ سے میں نے کیسے ماں، بابا کو جھوٹے قصے سنا کر یہاں آنے سے روکے ہوئے ہوں؟ میں کیسے

تمہاری حالت کے متعلق ان سے سب کچھ چھپائے پھر رہی ہوں؟ یہ میں جانتی ہوں ان سے جھوٹ بولنے کے بعد مجھے کتنا برا محسوس ہوتا ہے۔اب میں کروں تو کروں کیا؟"

ایک پل کی خاموشی اور چند سسکیوں کے بعد اس نے مزید کہا:"دعا! میں کوشش کروں گی آئندہ تمہارا دل نہ دکھاؤں، لیکن تمہارے بغیر نوالہ میرے خلق سے بھی نہیں اترنے والا۔باقی تمہاری مرضی ہے۔" کہہ کر وہ دروازے کا سہارا لیے وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔دعا نے خود کو کچھ سمجھانے کے بعد بالآخر دروازہ کھول دیا اور خود کمرے میں ہی جا بیٹھی۔

کلثوم یک دم زمین سے اٹھ کر اس کی جانب لپکی اور اسے سینے سے لگا کر گڑگڑاتے ہوئے اس سے معافی مانگنے لگی۔

کچھ دیر میں دعا کی ناراضی دم توڑنے لگی تو اس نے کہا:

"بھابی! مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے، مگر۔۔۔۔"

اس کے مگر نے کلثوم کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔وہ یک دم دعا کی بات کاٹتے ہوئے پوچھنے لگی:

"ہاں۔۔۔ہاں، مگر کیا دعا؟"

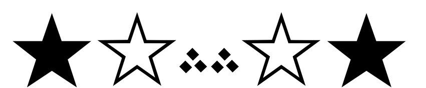
دعا زیر لب مسکرا دی اور اس کا ہاتھ تھامے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولی:

بھابی! مگر یہ کہ آئندہ مجھے چھوڑ جانے کا طعنہ نہ دیجیے گا۔"

جانے والے تو چلے جاتے ہیں، مگر ان کا بچھڑنا اذیت ناک ہوتا ہے۔ جو ہر پل اپنا میسر ہونا جتاتے ہیں پھر ایک ہی پل میں دھکیل کر تڑپنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ جو خاموش مزاج ہوتے ہیں نا وہ اور ان کے دیے دکھ بھی خاموش مزاج، مگر اندر سے انسان کو کھوکھلا کر دیتے ہیں اور پھر اذیت کم ہوتی ہے نہ ہی سانسیں رکتی ہیں۔"

دعا کی بات مکمل ہونے تک وہ دونوں کھانے کی میز کے پاس موجود تھیں۔

کلثوم نے اسے اس ادا سے دیکھا، جیسے وہ اپنے تلخ نما لفظوں کی بخشش طلب کر رہی ہو۔ دعا نے ایک مسکان بھری اور اسے سینے سے لگا کر سب شکوے دور کر دیے۔



ثانیہ لان میں موجود جبوترے کے پاس کھڑی گہرے کالے بادلوں کا نظارہ کر رہی تھی اور گہرے خیالات میں گم صم تھی۔

آیت بھی وہاں آ نپہنچی اور گلا کھنکارتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا، جس سے ثانیہ کے خیالات کی ڈور ٹوٹی تو وہ یک دم کہنے لگی:

"ہاں، آیت! دیکھو تو کیسے گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ اکتوبر کا مہینہ ہے لیکن شام یوں معلوم ہو رہی ہے، جیسے دسمبر کی ٹھنڈی شام روشنی سے روٹھ گئی ہو۔"



559 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(559)(ادھوراپن)

:آیت نے ہامی بھری

"ہاں، ثانیہ ! مگر مجھے اس طوفان کا ڈر نہیں ہے، بلکہ جو کچھ آج صبح ہوا اس کے بعد جو طوفان تمہارے اندر اٹھ چکا ہو گا اس سے خوف زدہ ہوں میں۔"

:ثانیہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولی

"اوہ ہو، آیت ! میری طرف سے بے خوف رہو۔ میں جانتی ہوں ساحر کے دل میں، میں کبھی گھر کر ہی نہیں سکتی، تو پھر تم کیوں خوف زدہ ہو؟ وہ صرف و صرف تمہارے ہیں اور خود کو تمہارے سوا کسی اور سے بانٹنے کی سوچ بھی نہیں سکتے۔ تمہاری غیر موجودگی میں، میں نے انہیں تمہارے لیے راتوں کو سسکتے ہوئے دیکھا ہے، ہر پل اپنے پروردگار سے تمہاری طلب میں گڑ گڑاتے ہوئے انہیں میں نے دیکھا ہے۔ آیت ! میں تم دونوں کے درمیان مزید مخل نہیں رہنا چاہتی، اگلے ہفتے ماما کے پاس لوٹ جاؤں گی اور کوشش کروں گی دعا کی واپسی پر ان کے ساتھ کینیڈا شفٹ ہو جاؤں۔۔۔۔"

:اس نے رنجیدگی سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا

ویسے بھی میں یہ سمجھ نہیں پا رہی کہ تمہیں میری اور ساحر کی شادی کروانے "

"کی کیا سوجھی تھی، میں لاکھ انکار کرتی رہی مگر تم نے میری ایک نہ سنی تھی۔

آیت کچھ دیر بالکل خاموش اور ساکن کھڑی رہی، پھر اسے اپنے ساتھ اپنے

:کمرے میں لے جا کر کہنے لگی

ثانیہ! ہر بات چھپائی تو جا سکتی ہے، مگر کچھ باتیں خود ہی بول دیا کرتی ہیں۔ جیسے "

تمہاری خاموشی اور اس خاموشی میں چھپا محبت کا راز، اوہ معاف کرنا، میرا

مطلب تمہاری محبت کا راز۔" ثانیہ چونکا دینے والے انداز میں اس کی جانب

:متوجہ ہو کر پوچھنے لگی

"کیا مطلب، آیت! تم کس محبت اور کس راز کی بات کر رہی ہو؟"

آیت نے خاموشی اختیار کیے رکھی اور الماری سے ایک عدد ڈائری نکال کر ثانیہ

کے سامنے رکھ دی۔ اپنی پرانی ڈائری دیکھ کر اس کی آنکھیں ابل کر باہر کو آ گئیں

اور وہ حیران کن انداز میں آیت کو گھورنے لگی، جیسے اس سے اس متعلق پوچھ

رہی ہو۔

:آیت زیر لب مسکرائی

ثانیہ! مجھے معاف کرنا، لیکن یقین مانو تمہارے اس راز کو اب تک میں اور تم ہی "
جانتی ہیں۔اور مجھے تو یہ قدرت کا فیصلہ لگتا ہے۔اگر یہ سب کچھ مجھے معلوم نہ ہو
پاتا یا تمہاری ڈائری میرے ہاتھ نہ لگتی تو شاید میں تمہیں تمہارا حق کبھی نہ دلا
پاتی۔میرا یقین کرو اگر میں اور ساحر کے بیچ ناراضی اور غلط فہمیاں نہ بھی ہوتیں،
تو بھی میں تمہاری ساحر کے ساتھ شادی ضرور کرواتی۔ثانیہ! میں نے اس
ڈائری کا مطالعہ کیا تھا اور واقعی، بے زبان اور یکطرفہ محبت کس قدر خطرناک
"ہوتی ہے اس کا اندازہ۔۔۔۔

:ثانیہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی

دیکھو، آیت! یہاں کیا معلوم کتنے عاشق ایسے ہوں گے جو صرف دل لگی کی حد "
تک عشق کرتے ہیں اور پھر اپنے جذبات کو اپنے اندر ہی دفن کر دیتے ہیں۔

"تو کیا تم سب کو ان کا حق دلاتی پھرو گی؟

560 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(560)(ادھوراپن)

"ثانیہ! سب کا تو معلوم نہیں، مگر تمہیں تمہارا حق ضرور دلاؤں گی۔"
:ثانیہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے کہا
آیت! یہ زندگی بس ہمارے نام سے منسوب ہوتی ہے، باقی فیصلے تو ان ہاتھوں" کی لکیروں میں چھپے ہوتے ہیں اس لیے میرا یقین ان لکیروں سے اٹھ گیا ہے۔
"اب فیصلہ کوئی بھی ہو اسے اپنا حق مان کر تسلیم کرلوں گی۔
:آیت مسکراہٹ بھرے انداز میں بولی
ثانیہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے جو تم لکیروں پر یقین نہیں رکھتی، کیونکہ ان" لکیروں کو بنانے والی ذات نے ہمیں عقل و شعور بھی بخشا ہے، جو ہمیں اس پاک ذات پر یقین کامل کرنے کا درس دیتے ہیں۔ چونکہ قسمتوں کا حال اور حل اسی
"ذات باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

:ثانیہ وقت کا تعین کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی

اچھا، آیت! باتوں میں تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا، لیکن جو کچھ میری قسمت" میں لکھ دیا گیا ہے میں نے اسے اپنا نصیب بھی مان لیا ہے۔اب چلو کچن میں سو "کام پڑے ہیں۔

آیت مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ اٹھی اور دونوں کچن کی جانب چل دیں۔

:آیت نے کام کر رہی ملازمہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا

"آنٹی! کھانا تیار ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟"

:ملازمہ کچھ برتن الماری سے نکال کر شیلف پر رکھتے ہوئے گویا ہوئی

"مالکن! کھانا تیار ہے۔بس آپ کی اجازت ہو تو لگا دوں؟"

:ثانیہ برتن اٹھائے دستر خوان کی جانب جاتے ہوئے کہنے لگی

"آیت! مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔میں برتن رکھ دیتی ہوں تم کھانا لگوا دو۔"

کچھ ہی دیر میں کھانا میز پر سجایا جا چکا تھا۔آیت اپنی ساس کو بلا لائی تھی، جو اپنے پوتے کے ساتھ آیت کے کمرے میں موجود تھیں۔

شام کا سورج نہ جانے کب ڈھل چکا تھا، گہرے کالے بادلوں کی بدولت اس سب کا اندازہ ہی نہیں ہو پایا تھا۔

باہر کا موسم کافی سہانا تھا اور ساحر بھی کچھ دیر قبل گھر لوٹا تھا، جو کافی خوش لگ رہا تھا۔ وہ کمرے میں گیا تو آیت بھی وہیں پہنچ گئی۔ اس نے ہر بار کی طرح پہلے تو اسے پانی کا گلاس تھمایا، پھر اس کے جوتے اٹھائے اور سنبھال کر کہنے لگی:

"ساحر! آپ چینج کر لیں میں آپ کے لیے چائے بنا دیتی ہوں۔

اس نے باہر جاتی آیت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا اور محبت بھرے انداز میں کہنے لگا:

آیت! یقین کرو، تمہارے بغیر میں نے تو سانس لینا ہی چھوڑ دیا تھا۔ شاید" تمہاری دعاؤں کی بدولت اب تک جی رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں، جو تم نے محبت کے مجرم کو عین وقت پر آکر سزائے "موت سے بچا لیا۔

561 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(561)(ادھوراپن)

آیت نے اپنی جھکی ہوئی پلکیں اٹھائیں اور مسکرا کر کہنے لگی: "ساحر! شکریہ میرا نہیں بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کریں جس نے ہمارے دلوں میں پھر سے محبت کا احساس پیدا کیا۔ اور شیطانی وسوسوں سے رہائی عطاء کر کے پھر سے اس محبت جیسے پاکیزہ رشتے کو استوار کر دیا۔ نہیں تو ہم ناشکرے اور اس ذات سے لا تعلق بندوں کی کیا اوقات جو ہم اس عظیم رشتے میں بندھے رہیں۔

ساحر! آپ جانتے ہیں جو کچھ ماضی میں ہوا؟ کیسے ہم دونوں سب کی مخالفت کے باوجود ایک ہوئے تھے؟

پھر شاید ہماری عبادت عشق میں کوئی کوتاہی ہوئی تھی جو ہمیں سزا کے طور پر جدا کر دیا گیا تھا۔"

:ساحر نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو، لیکن اس عبادت میں کمی میری طرف سے ہوئی تھی اور

"تم نے تو اپنا حق ادا کر دیا تھا۔ پھر اس سزا میں تمہیں کیوں شامل کیا گیا تھا؟

"ساحر! وہ اس لیے کہ اس دنیا کو چلانے والی ذات نے کچھ قوانین اور طور

طریقے بھی بنائے ہیں۔ میں نے شاید محبت کو محبت نہیں بلکہ عبادت سمجھ کر کیا

لیکن وہ عبادت حقیقی خدا کی بجائے مجازی خدا کی تھی، میں اس ذات کے احکامات

پر عمل پیرا نہ ہو پائی تھی۔ بہر حال، ساحر! مجھے لگتا ہے یہ سزا نہیں بلکہ ہمارا

امتحان تھا جس میں ہم دونوں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس لیے اب ہمیں اس پاک

"ذات کی بارگاہ میں شکرانے کے نوافل ادا کرنے چاہئیں۔

:ساحر ہامی بھرتے ہوئے اٹھا

"تو ٹھیک ہے، اس کامیابی پر ٹریٹ میری طرف سے تو چلو تیار ہو جاؤ۔"

:آیت کہنے لگی

"!لیکن میری ایک خواہش ہے"

ہاں بتاؤ؟ ایک تو کیا ہزاروں خواہشیں تمہاری مسکان پہ قربان۔ "اس نے"
:الماری سے ساحر کا جوڑا نکال کر اسے تھمایا اور ہنس مکھ انداز میں کہا
ساحر! ہماری اس خوشی میں ہم ثانیہ کو بھی شامل کریں گے۔ اور مجھے آپ کا"
"انداز گفتگو ہرگز پسند نہیں آیا جو صبح آپ نے اس کے لیے اپنایا تھا۔
:یہ سن کر ساحر کا چہرہ اتر سا گیا۔ اس نے تلخ لہجے میں پوچھا
آیت! کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ پچھلے ایک سال سے وہ اس گھر میں موجود ہے؟"
"میں صرف تمہاری محبت کا مان رکھے ہوئے ہوں۔۔۔۔
:آیت یک دم کہنے لگی
تو، ساحر! اس کا کیا کریں گے جو اس نے آپ کی محبت کا مان رکھتے ہوئے چپ"
سادلی تھی؟ کیا ہم اس کی حق تلفی کر کے کبھی خوش رہ پائیں گے؟
ویسے بھی اب وہ آپ کی بیوی ہے اور میرے برابر کے حقوق کی حق دار بھی، جو
"اسے ملنے چاہئیں۔

562 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(562)(ادھوراپن)

:ساحر نے حیران کن انداز میں پوچھا
"کہنا کیا چاہتی ہو تم ؟اس کی کونسی محبت تھی جس کا اس نے مان رکھا تھا؟"
:وہ ساحر کا ہاتھ تھامے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولی
ساحر! اتنے انجان بھی مت بنیے۔" کہہ کر ثانیہ کی ڈائری کھول کر پڑھنے لگی،" جس میں یہ درج تھا۔

میں ثانیہ ہوں، جو اپنے ماں، باپ کی اکلوتی بیٹی اور ان کے لیے کسی شہزادی سے" کم نہیں ہوں۔ آج ۲۰۱۶ء۔۔۔یعنی میرے، مری کے کالج کے گنے چنے دنوں کا سال۔ آج میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اپنے دل میں دفن راز (جو پچھلے کئی سالوں سے میرا غرور اور مان بنے ہوئے ہیں) ان رازوں کو اپنی محبت کے سامنے

افشا کر دوں گی۔ کیا معلوم میرا یہ ارادہ کرنا کس طرح سے میری زندگی پر اثر انداز ہو؟ مگر اب مجھ میں اور صبر کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں نے اپنے بیگ سے آئینہ نکالا اور خود کو میک اپ سے سنوارنے لگی تھی۔ بکھرے ہوئے بالوں میں اچھے سے کنگی کی، اپنی بھوری رنگت والی آنکھوں میں کاجل کی سیاہی تھونپ دی اور قدرتی گلابی رنگنت کے ہونٹوں پر گہرے سرخ رنگ کی لپ سٹک لگالی۔۔۔ مطلب میں نے ہر زاویے سے خود کو ساحر کے سامنے پیش ہونے اور اس کے دل میں بس جانے کے لیے تیار کر لیا تھا۔

کینٹن کی راہداری پر میرے ہر اٹھنے والے قدم نے میرے غرور اور مان کو اس وقت آسمان کی بلندیوں تک پہنچادیا، جب میں نے ہر نوجوان کی نظریں خود پر مرکوز پائی تھیں۔ احباب کے اس عمل نے میرا خود کو خوبصورت سمجھنے کا خواب پورا کر دیا تھا۔ تب میں بے حد خوش تھی اور ساحر کو اپنے دل کا حال سنانے کے لیے پر اعتماد بھی۔ آج جو جو نظر مجھ پر پڑی اس نے تعریفوں کے پل باندھ دیے تھے۔ اگلے کچھ لمحات میں میں کینٹین کے داخلی دروازے پر موجود تھی۔۔۔ میری دھڑکنوں کے سوا مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ مگر افسوس! میرا مان اور

میری خود کو دی ہوئی جھوٹی تسلیوں کی ڈور اس وقت ٹوٹ گئی جب میں نے اپنے حصے کی محبت کو کسی اور کے لیے بٹتے ہوئے دیکھا۔ یعنی جس ہاتھ کا سہارا میں نے اپنے لیے چاہا تھا اس ہاتھ میں آیت کا ہاتھ تھا، جو دیکھ کر میرے دل کے ارمان چور چور ہو گئے۔

وہ آئی تو کچھ عرصے کے لیے ورکشاپ اٹینڈ کرنے تھی، لیکن میری عمر بھر کی کمائی اپنے نام کر گئی۔۔۔ یعنی وہ ساحر کو جیت گئی۔ میری کھلی آنکھوں سے سے دیکھے سب خواب میرے آنسوؤں سے دھل گئے اور میرا حسین و جمیل چہرہ میری بدقسمتی کے غبار سے دھب چکا تھا۔ میری دھڑکنیں یوں خاموش ہوئیں جیسے میں سینے میں دل کے بنا ہی جی رہی ہوں۔ اس کے بعد مجھ پر کیا کچھ بیتا، کینٹن میں میں نے کیا دیکھا اور لوگوں کے لہجوں میں میرے متعلق کیا کچھ چھپا تھا، وہ میں اور میرا خدا جانتے ہیں۔ مگر آج مجھے میری چار سالوں کی خاموشی کے بدلے زندگی بھر اپنی بے بسی پر چیخ چیخ کر رونا میسر آگیا تھا۔ اس سب کو میں نے اپنا مقدر مان کر اپنی خاموش محبت کی موت کا اعلان ہوئے بنا ہی اسے دل کے "قبرستان میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل دفنا دیا تھا۔

:آیت نے ڈائری بند کر کے میز پر رکھ دی اور آنسو پونچھتے ہوئے بولی

563 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(563)(ادھوراپن)

ساحر! یہ اس کی داستان محبت کے کچھ پل اور ڈائری کے دو اوراق، ہماری عشق" و محبت سے بھرپور زندگی پر بھاری اور قرض ہیں، جو ہم چاہ کر بھی نہیں چکا "سکتے۔

:پھر اس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا

ساحر! آج میں آپ سے اپنی محبت کے صدقے ثانیہ کے لیے وہ خوشیاں بھیک "
میں مانگ رہی ہوں جو میں نے اس سے انجانے میں چھین لی تھیں۔ خدارا! اسے
"اس کی خوشیاں لوٹا دیں نہیں تو ہم چاہ کر بھی کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

:ساحر نے پھر سے حیران کن انداز میں پوچھا

مگر، آیت! اس سب سے تو ہم دونوں انجان تھے تو اس کی حق تلفی کا گناہ ہمیں "
"کیوں ملے گا؟ ہم نے جان کر تو کسی کا دل نہیں توڑا تھا۔

:آیت نے اک آہ بھرتے ہوئے سر د روی میں کہا

معلوم ہے، ساحر! تب ہم انجان تھے لیکن اب جان بوجھ کر تو ظلم نہیں "
کر سکتے۔ اور ویسے بھی وہ کوئی غیر نہیں بلکہ شرعی طور پر آپ کی بیوی ہے تو آپ
"پر اور آپ کے وقت پر اس کا پورا پورا حق ہے، جو اسے ملنا چاہیے۔

:طویل خاموشی کے بعد ساحر نے پوچھا

"اچھا! تو پھر تم بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ یک دم اس کے قریب ہوئی اور اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کہا: "ساحر!
میں چاہتی ہوں اب سے ثانیہ ہمیشہ کے لیے ہمارے ساتھ رہے اور آپ آج صبح
"کے کیے پر اس سے معافی مانگ لیں، تاکہ خدا بھی ہم سے راضی ہو۔

:ساحر نے مسکراہٹ بھرے انداز میں کہا

"ٹھیک ہے، آیت! اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے تو مجھے منظور ہے۔"

:وہ مسکرا کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گویا ہوئی

نہیں، ساحر! میری خوشی کے لیے نہیں، بلکہ رب کی رضا کے لیے یہ سب کرنا"
"ہے آپ کو۔

:کچھ سوچنے کے بعد ساحر نے گردن ہاں میں ہلا دی

ٹھیک ہے، آیت! تم اسے بھی ساتھ چلنے کے لیے کہو۔ ہم تینوں ایک ساتھ"
"باہر چلیں گے اور اگر ماما چلنا چاہیں تو انہیں بھی ساتھ لے چلو۔

آیت خوشی خوشی کمرے سے باہر آ گئی اور ثانیہ کو ساتھ چلنے کے لیے منا لیا، جو
کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی۔

ہی دیر میں ساحر بھی تیار ہو کر آچکا تھا، جس کے انتظار میں وہ دونوں بالکل تیار لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔اس نے آتے ہی پوچھا:

"چلیں،ثانیہ؟"

یہ سن کر ثانیہ بوکھلاسی گئی، جس پر آیت نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا:

"ثانیہ! فکر نہ کرو، وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں۔"

ساحر نے ہامی بھر کر پھر سے پوچھا:

"ہاں، آیت! ماما کا کیا پروگرام ہے؟"

اس نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے ثانیہ کو چلنے کا اشارہ کیا اور کہا:

564 .txt

وہ نہیں چلنا چاہییں، میرے پوچھنے پر کہنے لگیں کہ 'وہ عبداللہ کا خیال رکھ لیں "
"گی' کیونکہ ان کا خیال ہے وہ وہاں ہمیں تنگ کرے گا۔

:ساحر نے ہلکا قہقہہ لگایا اور کہا

ماما بھی بس۔۔۔ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتی ہیں۔ چلو اب ہمیں چلنا"
چاہیے۔ اور آج ہم ثانیہ کی پسندیدہ جگہوں پر چلیں گے اور وہی کھائیں گے جو
"ثانیہ چاہے گی۔

:آیت نے یک دم ہامی بھری اور کہنے لگی

"ارے واہ۔۔۔ کیا بات ہے، ثانیہ! چلو اب تو خوش ہو جاؤ۔"

آج اسلام آباد کا موسم بے حد خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی بارش اور ٹھنڈی خوشبودار ہوائیں من کو سکون بخش رہی تھیں۔ کچھ دیر پارک میں چہل قدمی کرنے کے

:بعد ساحر کہنے لگا

اچھا، یار! اب میرے تو پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے ہیں، اس لیے پہلے ہمیں "
"ریسٹورنٹ چلنا چاہیے۔ ویسے بھی رات کے نو بج چکے ہیں۔

وہ تینوں ریسٹورنٹ پہنچ گئے اور کھانا آرڈر کرنے کی ذمہ داری ثانیہ کو سونپ دی گئی، جو پہلے تو اسے زیادتی سمجھ رہی تھی۔ چونکہ اس کا ماننا تھا کہ کھانا ہر کسی کا من پسند ہونا چاہیے، نا کہ صرف اس کی پسند۔ لیکن احباب محفل کے اصرار پر اسے ہار ماننی پڑی۔ کھانا آرڈر کرنے کے بعد ساحر اور آیت تو خوشگپیوں میں مگن تھے، مگر ثانیہ اپنی پلکیں جھکائے خاموشی سے بیٹھی رہی۔

ساحر نے گلا کھنکار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا، مگر وہ نہ جانے کن خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔ پھر ساحر نے اپنی جگہ سے کرسی کھسکائی اور ثانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے دھیمے سے دبایا، جس کی بدولت وہ سہم سی گئی اور اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ ساحر یک دم مسکرا دیا:

"ارے، ثانیہ! کیا ہوا اتنی اداس کیوں ہو؟"

اس نے لبوں پہ جھوٹی مسکان کھلائے کہا:

نن۔۔۔ نہیں، میں بلکل اداس نہیں ہوں۔ آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے"

"ساحر؟

اس نے جواباً کہا:

ثانیہ! وہ اس لیے کہ میں جانتا ہوں تمہارے چہرے کی اداسی میں ہوں۔ میں" اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اور وعدہ کرتا ہوں آئیندہ کبھی تمہیں میری وجہ سے کوئی دکھ نہیں پہنچے گا، کبھی تمہاری حق تلفی نہیں ہو گی۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں اپنی زندگی میں وہ مقام بخشوں گا جس کی تم حق دار ہو۔ ثانیہ! دراصل میری آنکھوں پر پٹی بندھی تھی، میں اس غرور میں سب کچھ بھول چکا تھا کہ آیت مجھ سے اس قدر محبت کرتی ہے۔ مجھے افسوس ہے ہر اس لمحے پر جب میں نے تمہاری محبت کو ٹھکرایا۔



565 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(565)(ادھوراپن)

میں انجان تھا کہ تم اس حد تک مجھ سے محبت کرتی ہو۔اور آیت کے ایک دفعہ کہنے پر تم نے اپنی ساری زندگی میرے نام کر دی۔ثانیہ! میں تمہاری محبت کا ہر اک لمحہ خود پر قرض سمجھتا ہوں اور میں وعدہ کرتا ہوں آج سے میں وہ قرض ادا کرنا شروع کر دوں گا۔

مجھے شرمندگی ہے اس بات کی کہ میں چاہ کر بھی تمہاری طرح اپنی محبت شاید تم سے بھی نہ بانٹ سکوں۔میں احسان مند ہوں تمہارا اور تمہاری دوستی کا جو تم نے اپنی دوست کی خاطر۔۔۔وہ بھی چند مہینوں کی دوست کی خاطر اپنی برسوں کی محبت قربان کر دی تھی۔ثانیہ! کیا میں تمہاری معافی کے قابل ہوں؟

"اور اگر ہوں تو ایک آخری دفعہ مجھے معاف کر دو۔

ساحر نے شرمندگی کے احساس کے ساتھ ساتھ تفصیلی تبصرہ کیا تھا۔

ثانیہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی: "ساحر! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے، بلکہ میں شرمندہ ہوں کہ میری وہ قربانی ضائع ہو گئی جو میں نے دوست کی خاطر دی تھی۔جب آپ دونوں کی زندگی میری وجہ سے مسائل کا شکار ہو گئی۔آپ شاید میری وجہ

سے آیت کو اس کا حق بھی نہ دے پاتے ہوں گے، تو پھر میری وہ محبت اور میری قربانی کس کام کی؟ ساحر! میں چاہتی ہوں میں آپ دونوں کی زندگی سے نکل کر "کہیں دور جا بسوں جہاں سے واپسی ممکن نہ ہو۔

:ساحر اور آیت یک زبان ہو کر بولے

اللہ نہ کرے، ثانیہ! یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔" پھر ساحر کہنے لگا: "ثانیہ! تم" میری بیوی ہو اور آیت کی رضامندی اس سب میں شامل ہے، کہ اب سے ہم مل کر ایک ہی گھر میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور باقی کی زندگی ہنسی خوشی گزاریں گے۔ ثانیہ! اگر تم نے مجھے دل سے معاف کر دیا ہے تو مجھے انکار نہیں "کرو گی۔

ثانیہ گہری سوچوں میں کھو گئی اور وہ دونوں خاموشی سے اس کے جواب کا انتظار :کرنے لگے، اسی دوران کھانا بھی آ چکا تھا۔ ثانیہ کی خاموشی ان الفاظ ہر ٹوٹی

ساحر! اب اگر آپ وہ راز جان ہی چکے ہیں، تو اگر آیت اجازت دے تو میں" بھی اپنی خاموش محبت کے ساتھ خاموشی سے اپنی ساری زندگی بسر کر دوں "گی۔

:آیت نے اسے سینے سے لگا لیا اور ماتھا چوم کر کہا

ارے، میری جان! خاموشی سے کیوں بلکہ تم اپنا حق جتا کر اپنی زندگی جیو"

"گی۔

ساحر ہنسنے لگا اور اپنی نگاہیں اٹھائے خدا کا شکر ادا کرنے لگا، پھر تینوں خوشی

کھانا تناول فرمانے لگے۔

:آیت نے ثانیہ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا

ثانیہ! وہ مجھے بس سانول سے ملنا ہے، میں اس سے بھی اپنے گناہوں کی بخشش"

"مانگنا چاہتی ہوں۔ میری وجہ سے اس کا بہت دل ٹوٹا تھا۔

:ثانیہ نے کہا

"وہ لاہور میں ہے۔ میں جلد ہی تمہیں اس سے ملواؤں گی اور منان سے بھی۔"

:ساحر نے کہا

ہاں، آیت! ہم نے منان کو شادی کی مبارک باد بھی نہیں دی اور تمہیں اس"

"سے بھی مل کر معافی مانگ لینی چاہیے۔

:اس نے ہامی بھری

ٹھیک ہے، میں مقدس کو کال کر کے کہہ دوں گی کہ کسی دن وہ ہمارے ہاں"

کھانے پر آئیں، تو سارے معاملات وہیں نمٹ جائیں گے۔" ساحر نے "ان

شاء اللہ" کہا اور پھر ویٹر کو اشارہ تابل لانے کا۔

★☆...☆★

صبح کے آٹھ بجے رہے تھے اور اکتوبر کے آخری کچھ ایام میں سوات کا موسم کافی

خوشگوار ہونے لگا تھا۔

صبح کے وقت تو کافی ٹھنڈی ہوائیں اپنا رؤب جمانے آ جایا کرتی تھیں۔

شاہد صاحب جو کچھ دنوں کی چھٹی پر گھر آئے ہوئے تھے، ہاتھوں کو رگڑتے ہوئے باہر سے لاؤنج میں پہنچے جہاں ان کی بیگم بیٹھیں کتاب کا مطالعہ کر رہی تھیں۔انہوں نے لاؤنج میں پہنچتے ہی پوچھا :

"ارے، بیگم! آپ کیا پڑھ رہی ہیں؟میری تو ٹھنڈ کی وجہ سے چیخیں نکل رہی ہیں۔"

نازیہ نے کتاب بند کی اور سامنے میز پر رکھ کر بولیں :

"ہاں، بھئی! ٹھنڈ تو ہے اور رات کی بارش کے بعد تو بڑھ گئی ہے۔"شاہد صاحب کہنے لگے :

"اچھا! تو ایک کپ چائے تو منگوادیں اور عائشہ بیٹی کی سنائیں؟"

وہ جگہ سے اٹھتے ہوئے سردروی میں گویا ہوئیں :

"آپ تو جانتے ہیں وہ کس قدر اذیت میں ہے اپنے بھائی کی جدائی میں۔اس لیے میں اسے تنگ نہیں کرتی،اس کا جب دل چاہے وہ باہر آجائے کمرے سے۔ویسے بھی وہ رات میں سوتی کہاں ہے۔"

شاہد صاحب نے نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے کہا :

بیگم صاحبہ !اس کا پریشان ہونا تو بنتا ہے، لیکن ہمیں اسے تسلی دینی ہو گی۔ خدا"

"سب بہتر کرے۔

:نازیہ نے "آمین" کہا اور ان الفاظ کے ساتھ کچن کی جانب بڑھ گئیں

اچھا، میں آپ کی چائے بھجواتی ہوں اور عائشہ کو بھی بلواتی ہوں ناشتے کے "

"لیے۔

:کچن میں پہنچتے ہی انہوں عائشہ کو دیکھ کر پوچھا

عائشہ !تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

کتنی مرتبہ بولا ہے یہ تمہارے کرنے کے کام نہیں ہیں، یہاں ملازمین موجود ہیں تو ان سے کہہ دیا کرو۔" پھر نازیہ نے ملازمہ کو چائے لے کر آنے کا کہا اور عائشہ کو ساتھ لیے لاؤنج کی جانب جانے لگیں۔ شاہد صاحب نے جب اسے چند قدموں کی دوری سے آتے ہوئے دیکھا، تو اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

567 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(567)(ادھوراپن)

عائشہ نے وہاں آتے ہی سلام کیا، جس کا جواب شاہد صاحب دیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کا سر سینے سے لگا کر پوچھنے لگے:

"طبیعت کیسی ہے میری بچی کی؟"

عائشہ مسکراتے ہوئے سرد لہجے میں بولی:

"میں بلکل ٹھیک ہوں بابا!"

اسی دوران ملازمہ چائے لیے آچکی تھی جو عائشہ نے اس سے لی اور اپنے ساس، سسر کو سرو کرنے لگی۔

چائے کے دو گھونٹ پینے کے بعد شاہد صاحب اس کی طرف پھر سے متوجہ ہو کر کہنے لگے:

"بیٹی ! دیکھو، ہم تمہاری پریشانی سے بخوبی واقف ہیں اور تمہارے جذبات کی قدر کرتے ہیں، مگر تمہیں یوں دکھی دیکھ کر ہمیں بھی چین نہیں آتا۔ بس تم دعاء کیا کرو، اپنے رب سے تعلق مضبوط کر لو اور خوش رہا کرو تو ان شاء للہ، موسیٰ بہت جلد صحت یاب ہو کر لوٹ آئے گا۔ ہم تمہیں امریکہ بھیج دیتے، مگر تمہاری یہ حالت وہاں جانے کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ میں تو چاہتا تھا تم وہاں جا کر موسیٰ سے مل لیتی، مگر ڈاکٹرز نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی۔ لیکن تم بے فکر رہو وہ بہت جلد گھر لوٹ آئے گا۔" عائشہ ہامی بھرتے ہوئے جگہ سے اٹھی اور شاہد صاحب کے پیروں میں بیٹھے ان کی آغوش میں سر رکھ کر کہنے لگی:

"بابا! مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہے، سوائے ڈیڈ کے جو موسیٰ کو لیے اسلام آباد گئے اور اتنا بڑا حادثہ پیش آگیا تھا۔ کتنی دعاؤں اور منتوں سے میرا بھائی گھر لوٹا تھا۔ میں نے سب کو سمجھایا تھا کہ اسے نہ بھیجیں، مگر موم نے بھی میری ایک نہ سنی تھی۔"

انہوں نے عائشہ کو تسلی دی اور ماتھا چوم کر کہنے لگے:

"بیٹی! خدا اپنے بندوں کو ہی آزماتا ہے۔۔۔ تم اس کی رحمت سے کبھی مایوس مت ہونا، پھر وہ ضرور ہمارے موسیٰ کے حق میں بہترین فیصلہ فرمائے گا۔"

وہ ایک آس دل میں لیے اٹھی اور چائے والے برتن سمیٹتے ہوئے کہنے لگی:

"ہاں، بابا! آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔ میں چاہ کر بھی امریکہ نہیں جا پاؤں گی، کیونکہ مجھ میں اس کا سامنا کرنے کی بھی سکت نہیں ہے اور اگر ہمت کر بھی لی اس کا سامنا کرنے کی تو بھی میں اس کی حالت نہیں دیکھ پاؤں گی۔ اس لیے آپ ہادی کو ابھی پریشان مت کیجیے گا، وہ دو ماہ پہلے ہی تو گئے ہیں اور نومبر میں پاکستان آئیں گے، لیکن اس سے پہلے وہ بے حد مصروف ہیں کیونکہ صالح بھائی بھی تو موسیٰ کے ساتھ ہیں۔ ویسے بھی میں پچھلے چند ماہ کے دوران خود کو اتنا مضبوط بنا چکی ہوں کہ اب باقی کے دن گزر جائیں گے۔ اس لیے میری وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔"

نازیہ اٹھیں اور اسے دلاسہ دیے کہنے لگیں:

"اچھا، بیٹی! جیسے تمہیں بہتر لگے۔ کوئی زور زبردستی نہیں ہے، لیکن تم اپنے گھر کا ایک چکر لگا لو تو شاید تمہاری موم کو اچھا لگے۔"

568 .txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(568)(ادھوراپن)



:عائشہ نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا

"ماما! مجھے جتنا وقت یا عرصہ وہاں گزارنا تھا وہ گزر گیا۔اب مجھے اپنے اس گھر میں رہنا ہے اور اگر اب کبھی مجھے موم، ڈیڈ سے ملنے کا دل کرے گا تو وہ موسیٰ کے گھر لوٹنے کے بعد۔اس لیے میں چاہتی ہوں مجھے کوئی مجبور نہ کرے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔اور اس کے ساس، سسر ان پریشانیوں کے حل کی تلاش میں مصروف ہو گئے، جو عائشہ کو لاحق تھیں۔



"ہیلو، مقدس! کیسی ہو؟"

:اس نے جواب کی بجائے پوچھا

آپی! آپ بتائیں؟آج صبح صبح کیسے میری یاد آگئی؟"

"میں ٹھیک ہوں۔

آیت کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ اس کا شکوہ بنتا ہے۔۔۔آخر اس کی شادی کو چار، پانچ ماہ بیت چکے تھے اور آیت نے آج پہلی دفعہ کال کی تھی۔

:آیت طویل خاموشی اور سوچ بچار کے بعد کہنے لگی

یار، مقدس! میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو لیکن میں بے حد مصروف" تھی۔ تم تو جانتی ہو میرے بعد ساحر کا بزنس میں ہاتھ بٹانے والا بھی کوئی نہیں تھا "اور پھر گھر کے سو مسائل، تو سب کچھ مینج کرنا تھوڑا مشکل تھا۔

:مقدس قہقہہ لگا کر ہنس دی

آپی! آپ تو یونہی پریشان ہو گئیں، میں آپ سے بالکل بھی ناراض نہیں ہوں" اور آپ کی مصروفیات کا اندازہ بھی ہے مجھے۔ بس اتنا کہوں گی کہ اپنی صحت کا بھی خیال رکھیے گا۔

"اچھا، آپی! آج کال کیسے کی؟ میرا مطلب کوئی حکم ہو تو بتائیں؟

:آیت نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے سرد روی میں کہا

دراصل ایک گزارش کرنی تھی تم دونوں میاں بیوی سے۔۔۔تم لوگوں کو" کھانے پر مدعو کرنا چاہتی تھی تو سوچا تم سے پوچھ لوں۔ کب تک ہمیں وقت مل "سکتا ہے؟

آپی! میں مانی سے پوچھ کر بتادوں گی۔ اگر ان کی کوئی مصروفیات نہ ہوئیں تو ہم" حاضر ہو جائیں گے اور آپ پلیز روئیں نہیں۔ مجھے پتا ہے آپ کی اداسی کی وجہ کیا ہے۔ اور یقین مانیں مانی نے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا، وہ تو سب کی خوشی چاہتے ہیں۔ باقی کی جو بھی وجوہات ہیں میں آپ سے ملنے آؤں گی تو ہم مل کر انکا حل "تلاش کریں گے۔

:آیت نے اس کا شکریہ ادا کیا

ٹھیک ہے، مقدس! میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گی اور جب بھی موقع" "ملے تم لوگ آنٹی کو بھی ساتھ لیتے آنا۔

جی، آپی! میں شام تک آپ کو آگاہ کر دوں گی۔اپنا خیال رکھیں للہ حافظ۔"""

کہہ کر اس نے کال کٹ کر دی۔

آیت کچن میں آئی جہاں ثانیہ ملازمہ کے ساتھ مل کر ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ثانیہ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا:

"آیت! تمہارے لیے ناشتہ بنا دوں؟"

آیت نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے ہامی بھری، پھر کہنے لگی:

"میں ساحر کو دیکھ لوں آج وہ آفس سے لیٹ ہو رہے ہیں۔"

569.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(569)(ادھورا پن)

:ثانیہ اس کی بے قراری پر زیر لب مسکرا کر کہنے لگی

بے فکر ہو جاؤ، آیت! میں نے انہیں اچھا سا ناشتہ کروا کر وقت پر دفتر بھیج دیا"

تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے تم رات بھر سوئی نہیں ہو اس لیے آج دفتر آنے کی

"بجائے آرام کر لینا۔

:آیت نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا تو پریشانی کے عالم میں چلانے لگی

اف۔۔۔ یار! دس بج چکے ہیں۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں اور آفس سے چھٹی"

"نہیں کر سکتی، پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا ہے۔

ثانیہ نے ناشتے سے بھری تھالی اٹھائی اور میز پر رکھ کر کہنے لگی: "آیت! اگر

تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ہمیں ہسپتال جانا چاہیے تم جلدی سے ناشتہ

"کرو۔ دیکھو تو تمہاری ناک زکام کی وجہ سے لال ہو رہی ہے اور آنکھیں بھی۔

ارے، ثانیہ! یہ موسمی بدلاؤ ہے اور میں نے دوا لے لی تھی۔ اب تمہیں"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے چائے کے دو گھونٹ پیے اور بیگ اٹھائے آفس کے لیے روانہ ہو گئی۔

:ثانیہ اسے باہر تک چھوڑنے آئی اور کہا

اچھا! میں ساحر کو کال کر دیتی ہوں تو ڈاکٹر کے ہاں لازمی جانا اور اپنا خیال"

"رکھنا۔

ٹھیک ہے، بابا!" کہہ کر اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کر دیا۔"

وہ کچھ ہی دیر میں آفس پہنچ چکی تھی۔اس کے آفس میں داخل ہوتے ہی اس کی ملاقات ساحر سے ہوئی جو ابھی ایک میٹنگ کر کے ہال سے باہر نکل رہا تھا۔اس نے آیت کو دیکھ کر یک دم کہا:

ارے، جان! میں نے تم سے کہا بھی تھا آج آفس آنے کی کوئی ضرورت نہیں" ہے، پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری۔اور یہاں تم ایک پل کے لیے بھی "اپنا خیال نہیں رکھ پاؤ گی۔

آیت نے رک کر ایک نظر اسے دیکھا، پھر اپنے قدم آگے بڑھا دیے۔وہ اس کے روبرو ہو کر پوچھنے لگا:

"اچھا۔۔۔اچھا! پہلے یہ بتاؤ ناشتہ کیا تھا یا نہیں؟"

آیت غصے بھری نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہنے لگی:

ساحر! چھوڑیں بھی، اب مجھے اتنا بھی کچھ نہیں ہوا ہلکا سا بخار تھا جو اب اتر چکا" ہے۔اب چلیں۔۔۔مجھے کچھ فائلز پر دستخط کر کے آگے بھیجنی ہیں جو بے حد "ضروری ہیں۔

:اس کے ساتھ ہی وہ ساحر کو لیے اپنے آفس میں جانے لگی، جس پر اس نے کہا

"اچھانا، کر لینا سائن۔پہلے کچھ کھا پی لیتے ہیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

آیت نے اس کا بازو پکڑا اور لیپ ٹاپ کے سامنے بٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے :بولی

پہلے آپ اسٹاف کی سیلریز کلئیر کیجیے۔آج اٹھائیس تاریخ ہو چکی ہے اور مجھے دو" دن کے اندر اندر سب کی سیلریز کلئیر چاہئیں۔بہت کام چوری ہو چکی ہے۔اب "پہلے کام ہو گا اس کے بعد ہم بھی اسٹاف کی بریک میں کچھ کھا لیں گے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(570)(ادھوراپن)

:ساحر مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا رہا، پھر بولا

سچ بتاؤں تو کبھی کبھار مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں بھی اس کمپنی کا ملازم"

"ہوں۔ بھلا کمپنی کے پچاس فیصد شئیر ہولڈر سے بھی کوئی یوں کام کرواتا ہے؟

:آیت بے حد سنجیدگی سے بولی

جی بالکل، اور جب تک میں یہاں رہوں گی سب لوگ اپنے حصے کا کام وقت پر"

ہی کریں گے اور آپ بھی۔ یہاں کی تمام تر پالیسیز میری بنائی ہوئی ہیں اور وہ

"آپ پر بھی لاگو ہیں، اس لیے اب مجھے میرا کام کرنے دیں۔

وہ جو ساحر کے بالکل روبرو بیٹھی تھی، اس نے آیت کا ہاتھ اپنے ہاتھ تلے دباتے

:ہوئے پیار سے کہا

ارے، میڈم! غصہ تو نہ کریں۔ اور آج آپ دو گھنٹے لیٹ ہیں اس لیے آج تو"

"آپ حکم نامہ جاری نہیں کر سکتیں۔

آیت نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے بغور اس کی طرف دیکھ کر اسی کے انداز میں کہا:

"جی، محترم! میں جانتی ہوں، اسی لیے چاہتی ہوں مجھے میرا کام کرنے دیں۔ کیونکہ کام مکمل ہوئے بنا میں یہاں سے اٹھنے والی نہیں ہوں، اب مرضی آپ کی ہے۔ ہم بیٹھ کر فضول بحث کر لیں یا پھر جلدی سے کام مکمل کر کے کچھ اچھا سا کھا لیں؟"

یہ پوچھ کر آیت خاموش ہو گئی، مگر اسی کو گھورتی رہی۔

ساحر سنجیدگی سے کہنے لگا:

"اچھا! ٹھیک ہے، اب یوں گھورنا تو بند کرو۔ میں کر رہا ہوں کام اور اگر ایسے ہی چلتا رہا تو مجھے تمہاری ان خوبصورت نگاہوں سے عشق ہونے لگے گا، پھر مجھے سنبھالنا میرے بس میں نہیں رہے گا۔" آیت نے طنزاً مسکرا کر اشارتاً اُس کے لیپ ٹاپ کی جانب دیکھا اور کہا:

"سو پلیز!"

پھر وہ دونوں اپنے کام میں مگن ہو گی ئے، جو صبح سے سہ پہر ساڑھے چار بجے تک بنا کسی رکاوٹ ایک ایک کپ چائے کے سہارے چلتا رہا۔

کام مکمل ہونے پر آیت انگڑائی لیتے ہوئے جگہ سے اٹھی اور ساحر کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی، جو سامنے موجود میز پر ہی سر رکھے بڑ بڑا رہا تھا:

"ہائے۔۔۔ہائے! میں تو گیا آج کام سے، ارے کتنی ظالم ہو تم۔

"کیا کوئی اپنے شوہر سے بھی یوں کام لیتا ہے؟ حد ہے ویسے۔

آیت نے بنا کچھ کہے اسے سہارے سے اٹھایا، پھر کہنے لگی:

"ساحر! میں کہتی ہوں نا آج کا کام کل پر چھوڑ کر ہم اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اب اگر ہم خود کام نہیں کریں گے تو ہمیں ان ملازمین کا احساس کیسے ہو گا، جو چند ہزار کے لیے آٹھ آٹھ گھنٹے یا اس سے زائد بھی ہمارے لیے کام کرتے ہیں اور انتھک محنت بھی۔ اور اگر کل کو ان کی محنت کا صلہ انہیں وقت پر نہیں ملے گا تو وہ مایوس ہوں گے ہی اور ساتھ ہی ساتھ ہماری کمپنی کو بھی نقصان ہو گا۔

571.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(571)(ادھوراپن)

یہ کام جو آپ نے آج کیا، میں نے پچھلے ہفتے آپ کو کلیئر کرنے کا بولا تھا۔ لیکن نہیں، آپ کو بے حد محبت ہے اپنے اکاؤنٹنٹ صاحب سے۔ انہیں تو آپ نے موج مستی کے لیے نہ جانے کہاں بھیج دیا وہ بھی دس روز کے لیے، تو ان کا کام "بھی تو کسی نا کسی کو کرنا ہی تھا۔

:ساحر اپنی کمر پکڑ کر کہنے لگا

ہائے! میری کمر۔ آیت! آج مجھ سے گاڑی ڈرائیو نہیں ہو گی اور تم اگر" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی تو آدھی رات تو ہو ہی جائے گی۔"ساحر نے اسے تنگ کرنے کے لیے یہ سب کہا تھا۔

اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور دفتر کے ملازم کو ساحر کا لیپ ٹاپ، کچھ ضروری فائلز جو میز پر موجود تھیں گاڑی میں رکھنے کی کہی اور دفتر کے ڈرائیور کو بلوانے کی بھی۔

پھر وہ ساحر کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لیے پارکنگ میں پہنچ گئی جہاں دفتر کی گاڑی اور ڈرائیور موجود تھے۔

:آیت نے اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے ڈرائیور سے کہا

آپ ساحر کو گھر تک چھوڑ دیں انہیں بہت جلدی ہے اور میں اپنی گاڑی میں گھر "
" پہنچتی ہوں۔

ساحر جواب تک بالکل خاموش تھا وہ گاڑی سے اترا اور آیت کے پیچھے پیچھے چلتے

:ہوئے بولا

مگر، آیت! میں تو مذاق کر رہا تھا، مجھے معلوم ہے تم بہت احتیاط سے ڈرائیو "
" کرتی ہو، میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔

آیت نے اس کی کسی بات پر کان نہ دھرے اور گاڑی میں جا بیٹھی۔

:ساحر شیشے پر ہاتھ مارنے لگا

ارے، یار! تم تو سچ میں ناراض ہو گئی ہو۔ دروازہ تو کھولو یار! مجھے بات کرنی"

"ہے۔

آیت نے نگاہیں پھیرتے ہوئے ناراضی ظاہر کی اور ساحر کو وہیں چھوڑے گھر کی

طرف روانہ ہو گئی۔ ساحر مسکرانے لگا اور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا:

"یار۔۔۔! پاگل ہے قسم سے۔"

اتنے میں ڈرائیور گاڑی لیے وہاں پہنچ گیا اور دروازہ کھول کر بولا: "سر! آپ

"بیٹھیں۔

ساحر نے اسے رک جانے کو کہا اور باہر جا کر سامنے کھڑی ٹیکسی والے سے بات

چیت کے بعد ڈرائیور کو سامان ٹیکسی میں رکھنے کا کہہ کر کچھ روپے اسے دیتے

ہوئے بولا:

یہ آفس کی گاڑی ہے جو یہاں کسی کے کام آسکتی ہے، آپ اسے واپس پارک کر"

"دیں اور اسٹاف کا خیال رکھا کیجیے۔

ڈرائیور نے کہا:

سر! دفتر میں تو اور بھی گاڑیاں ہیں کوئی مشکل نہیں ہو گی۔" ساحر نے کہا:

اچھا! یہ تو بہت اچھی بات ہے کوئی مشکل ہونی بھی نہیں چاہیے۔اور ہاں، میں "
"چلا جاؤں گا ٹیکسی سے۔
ڈرائیور اس کا شکریہ ادا کر کے مسکراتے ہوئے لوٹ گیا۔



572.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(572)(ادھورا پن)

ساحر بھی شام کا سورج ڈھلنے سے پہلے ہی گھر کے لیے نکل چکا تھا، جس کے انتظار میں آیت لان میں ہی چکر کاٹ رہی تھی اور پریشان بھی تھی۔یہ سوچ کر کہ ،نہ جانے ساحر کہاں ہوں گے ؟کافی دیر ہو گئی ہے وہ اب تک آئے کیوں نہیں ؟کیا معلوم کچھ کھایا بھی ہو گا یا نہیں وغیرہ ؟

اسی دوران ساحر اپنے سامان اور لیپ ٹاپ سمیت گھر میں داخل ہوا، جسے دیکھ کر آیت فوراً اس کے پاس پہنچی اور اس سے سامان لے کر ملازم کو دیتے ہوئے بولی:

"سوسوری، ساحر! لیکن آئیندہ ایسا نہیں کروں گی۔ آپ ناراض تو نہیں ہیں؟"

وہ خاموش رہا تو آیت کہنے پھر سے کہنے لگی:

"میرا تو پتا ہے آپ کو میں پاگل ہوں، چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہوں، پھر آپ مجھے روکتے بھی نہیں کسی بھی کام سے۔"

ساحر ہنستے ہوئے گویا ہوا:

"ارے، یار! مجھے کچھ بھی نہیں ہوا اور میں بالکل بھی ناراض نہیں ہوں۔ چلو اندر چلو۔" کہہ کر وہ اس کا سر اپنے سینے سے لگائے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

"ساحر! آپ نے کچھ کھایا؟"

وہ دروازے پر رک کر شائستگی سے بولا:

"ارے! جب کسی کے انتظار میں دو دو حوریں بھوکی رہیں، اس شخص کے خلق سے کہاں کچھ نیچے اتر سکتا ہے؟"

ثانیہ جو پانی کا گلاس لیے سامنے کھڑی تھی، ساحر کو پانی پیش کرتے ہوئے کہنے لگی:

یہ تو پاگل ہے، ساحر! جب سے آئی ہے روئے جا رہی ہے اور کچھ بتا بھی نہیں رہی۔"

ساحر پانی کا گلاس لیے چند قدم آگے بڑھا، پھر لاؤنج میں بیٹھتے ہوئے بولا:

ہاں یہ کیسے بتائے گی، بیچاری! پورا دن کام کر کر کے تھک گئی ہو گی، اس لیے شاید میری تھکاوٹ کا احساس ہونے پر رو پڑی۔"

"کیوں آیت؟

اس نے آیت کو دیکھ کر بات مکمل کی تھی۔

اس پر آیت نے معصومانہ انداز میں کہا:

"سوری! میں جذبات میں آ کر اکثر حواس کھو بیٹھتی ہوں۔"

ساحر نے گردن نفی میں ہلائی اور ثانیہ سے پوچھنے لگا:

"اچھا، ماما کہاں ہیں؟ کچھ کھایا پیا انہوں نے؟"

"جی۔۔۔جی، ساحر! میں نے انہیں دوپہر میں وقت پر کھانا کھلا دیا تھا، ابھی وہ
اپنے پوتے کے ساتھ کمرے میں ہیں۔"

ساحر اٹھا اور گلاس آیت کو تھماتے ہوئے پیار بھری نگاہوں سے اسے گھور کر

بولا:

"ارے، پگلی! کھانا لگوا دو۔ میں ماما سے مل کر ابھی آیا پھر ہم مل کر کھائیں گے اور
پریشان مت ہوا کرو۔"

ثانیہ اسے ساتھ لیے کچن میں آئی اور کہا:

"آیت! میں نے بولا تھا نا کچھ بھی غلط نہیں کیا تم نے، تم یونہی پریشان ہو جاتی

ہو۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(573)(ادھوراپن)

اب چلو بیٹھو چل کر، میں کھانا لگوا دیتی ہوں۔اور ہاں، وہ مقدس سے بات ہوئی
" تھی تمہاری؟

ہاں !اس نے میسج کیا تھا کچھ دیر پہلے کہ وہ لوگ کچھ روز میں رات کے کھانے پر"
"آئیں گے تو بتا دے گی۔

:ثانیہ نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا

ارے واہ ! یہ تو اچھا ہو گیا۔ چلو، کسی بہانے تمہارے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے"
گا منان سے معافی مانگ کر۔ ویسے اس سب کی ضرورت تو نہیں تھی، کیونکہ
محبت پہ تمہارا ابھی پورا پورا حق تھا جو تم نے ساحر سے کی اور اپنی پسند سے شادی
" بھی۔

ثانیہ ! بات محبت میں خود غرضی کی ہے، جو میں اس معصوم کا احساس بھی نہ کر
پائی تھی اور انسانیت نام کی چیز تو جیسے مجھ میں تھی ہی نہیں۔ میں نے بلا وجہ اسے
بہت تکلیف دی تھی، اس پر نہ جانے کیا کیا الزامات بھی لگائے گئے تھے میری

وجہ سے۔اس لیے اب مجھ سے اپنے گناہوں کا بوجھ مزید اٹھایا نہیں جاتا۔تو اب مانی اور سانول کی حق تلفیوں پر کم از کم ان سے دوستی کے رشتے سے بخشش تو "طلب کی جاسکتی ہے ؟اور امید ہے وہ مجھے ضرور معاف بھی کر دیں گے۔

:ثانیہ نے اس کی بات سے اتفاق کیا، پھر کہا

چلو، جو تمہیں بہتر لگے۔ تم نے اچھا کیا جو اپنے دوستوں کے متعلق اتنا سوچا۔"

"للہ تمہیں تمہارے ہر نیک مقصد میں کامیاب کرے، آمین۔

کھانا بھی لگ چکا تھا۔اب بس ساحر کے انتظار میں وہ دونوں بیٹھی تھیں، جو کچھ ہی دیر میں اپنی ماما کو بھی ساتھ لیے آچکا تھا۔

آیت اور ثانیہ یک دم ان کے ادب میں اٹھ کھڑی ہوئیں اور یک زبان ہو کر سلام کیا۔ جس پر انہوں نے جواب کے ساتھ دونوں کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بیٹھ جانے کا کہا۔

آج رات کا کھانا دس بجے کی بجائے ساڑھے سات بجے ہی تناول فرما لیا گیا تھا، چونکہ آیت اور ساحر دن بھر سے بھوکے تھے۔

:ساحر کی ماما نے کھانے سے فارغ ہوتے ہی کہا

واقعی، میں بہت قسمت والی ہوں جسے خدا نے دو دو بیٹیاں عطاء کر دیں۔ میں"
بے حد پریشان تھی جب میری زویا اپنے گھر کی ہوئی، میں تو بالکل اکیلی ہو گئی
تھی۔ لیکن پھر میرے رب نے مجھے میری آیت لوٹا دی جس کے بغیر یہ گھر، گھر
نہیں بلکہ ایسا ویرانہ لگنے لگا تھا جہاں صدیوں سے کسی پرندے نے بھی پر نہ
مارے ہوں۔" اب وہ آیت کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں:
بس، بیٹی! اب میری خدا سے یہی خواہش ہے کہ وہ تمہیں کسی کا محتاج نہ"
کرے، جیسے تم نے اس گھر سے دور رہ کر بھی ہمارے ناروا سلوک کو بھلا کر
ہمارے لیے سوچا۔۔۔ میں کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

574.txt

:آیت اٹھ کر ان کے قریب ہوئی اور ان کے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے بولی

آنٹی! مجھے اپنے ماضی سے کوئی شکوہ نہیں ہے کیونکہ میرے رب نے میرے" لیے میرا حال بہترین لکھ دیا ہے۔اور مجھے امید ہے اگر ہم یونہی ایک دوسرے کا احساس کرتے رہے اور اتحاد برقرار رہا، تو ہمارا آنے والا کل بھی خوشیوں سے بھر "دیا جائے گا۔

ثانیہ اور ساحر نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے یک زبان ہو کر "ان شاءاللہ" کہا، جبکہ حاجرہ نے اشارتاً ثانیہ کو بھی اپنے پاس بلایا اور اس کا ماتھا چوم کر بہت سی دعائیں دیں۔

ثانیہ بھی آج بے حد خوش تھی، چونکہ اسے جس زندگی اور گھر کی تلاش تھی جہاں رشتوں کا احساس کرنے والی ایک ماں کی دعا ہو، اس نے پالیا تھا۔



نازیہ، عائشہ کے کمرے کے باہر موجود تھیں اور دروازے پر دستک دے رہی تھیں۔

:عائشہ جو جائے نماز پر اپنے رب سے التجاء بلند کیے ہوئے تھی، کہنے لگی

جی۔۔۔جی، آجائیں۔"اور جائے نماز سمیٹ کر ایک طرف رکھنے لگی۔"

:نازیہ کمرے میں آتے ہی کہنے لگیں

بیٹی! میں نے تنگ تو نہیں کیا؟ مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی، میں بعد میں"

"آجاتی ہوں۔

:عائشہ نے اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیں اور مسکرا دی

ماما! ایسا کچھ نہیں ہے اور اگر آپ کو مجھ سے کوئی کام ہوا کرے تو مجھے بلوالیا"

کریں، آپ یونہی زحمت کرتی ہیں۔"پھر وہ نازیہ کو صوفے پر بٹھاتے ہوئے

:پوچھنے لگی

"اچھا، ماما! آپ بتائیں نا کیا بات کرنی تھی؟"

بیٹی! بات تو بہت ضروری ہے۔ لیکن مجھے یہ بتاؤ تم باہر کھانے پر کیوں نہیں"

آئیں؟

"تمہارے انکل بھی تمہارے متعلق پوچھ رہے تھے۔

:عائشہ کو کچھ شرمندگی لاحق ہوئی تو وہ نظریں جھکائے کہنے لگی

سوری، ماما! آپ لوگوں کو میرا انتظار کرنا پڑا لیکن میں ہادی کے انتظار میں "
تھی۔ وہ کسی دوست کے ہاں گئے تھے تو کہہ رہے تھے دن کا کھانا ایک ساتھ
"کھائیں گے، بس اسی لیے۔

:نازیہ نے اسے سینے سے لگا کر کہا

ارے۔۔۔ماں صدقے جائے۔ بیٹی! اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔"
مجھے تو خوشی ہوئی کہ تم اپنے شوہر کے لیے اتنا سوچتی ہو۔ اچھا! تم تو جانتی ہو ہادی
کبھی کسی سے شکایت نہیں کرتا۔ اس نے جب سے اپنا بھائی کھویا ہے، اس نے تو
اپنی مسکان اور خواہشات بھی اس کے ساتھ ہی دفن کر دی تھیں۔ مگر، بیٹی! میں
چاہتی ہوں جو خوشی کی نوید اس دفعہ رب کی طرف سے ہمیں عطاء کی گئی ہے،
اسے ہم کھلے دل سے قبول کریں۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(575)(ادھوراپن)

کتنی مدتوں سے میرا دادی بننے کا خواب اب پورا ہونے جا رہا ہے۔اس لیے، بیٹی!
میں چاہتی ہوں تم سب غم بھلا کر اپنا اور آنے والے مہمان کا خوب خیال رکھو۔
خدا ہمیں صبر کا پھل عطاء کرنا چاہتا ہے جو ہمیں ہنسی خوشی قبول کرنا چاہیے۔
دیکھو، میں اس بات سے انکاری نہیں ہوں جو دکھ تم سہہ رہی ہو وہ بہت گہرا
ہے۔ لیکن تمہیں کسی کی خوشی کے لیے اپنا دکھ خدا کی رضاء کو مد نظر رکھتے ہوئے
"بھول جانا چاہیے، تو شاید وہ اُس دکھ کو بھی خوشیوں سے بدل دے۔
:اس نے نازیہ کے ہاتھوں کو تھام کر بوسہ دیا، پھر کہنے لگی
ماما! آپ بے فکر رہیں۔میرے دکھ کبھی بھی میری یا کسی کی بھی خوشیوں میں "
رکاوٹ نہیں بنے گے۔ کیونکہ میرا یقین اس ذات پر ہے جو ہر چیز پر قادر
"ہے۔۔۔۔

"ارے واہ! آج تو ساس بہو میں پیار ہو رہا ہے۔ لگتا ہے کوئی خاص بات ہے؟"

ہادی اپنے ہاتھوں میں ڈھیر سارا سامان لیے کمرے میں ان الفاظ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ وہ تین دن پہلے ہی پاکستان لوٹا تھا۔

: نازیہ نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا

ہاں۔۔۔ہاں جلتے رہو ماں، بیٹی کا پیار دیکھ کر۔ اور یہ اتنا سب کچھ کس کے لیے "لائے ہو، لگتا ہے پورا مال ہی اٹھا لائے؟"

عائشہ نے اسے پانی کا گلاس دیا جو اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے وصول کیا اور گویا ہوا:

عائشہ! باہر کچھ سامان رکھوا دیا ہے، تم اور ماما اچھے سے آنے والے مہمان کے "لیے کمرہ تیار کرواؤ اور کوئی بھی چیز چاہیے ہو مجھے بتا دینا۔"

عائشہ نے اس کے لائے شاپنگ بیگز ایک ایک کر کے کھولنے شروع کر دیے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا کمرہ کپڑوں اور کھلونوں سے بھر گیا۔

نازیہ نے پہلے تو ہادی کی تعریف کی لیکن اگلے ہی لمحے کہنے لگیں: "لو، دیکھو "موصوف کو۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی شاپنگ کر کے لائے ہیں۔

ہادی نے ماما کی باہیں تھام لیں اور اپنے ساتھ باہر لے جا کر باقی کا سامان دکھاتے ہوئے بولا:

"میری پیاری سی بھولی سی، ماما! مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ نعمت عطاء کرے یا رحمت سے نوازے، غرض ہے یہ کہ میری بیوی، میرے ماں، باپ اور اس گھر پر کوئی زحمت نہ آنے پائے۔ سب کو وہ اتنی خوشی عطاء کرے کہ ہم اپنے تمام دکھ درد بھول جائیں۔

ماما! مجھے صرف اپنے گھر والوں کی خوشی اور عائشہ کی گود میں رونقیں چاہئیں۔ بس اب بے بس اور لاچار جینے نہیں ہوتا۔" نازیہ نے اسے سینے سے لگا لیا اور اس کا ماتھا چوم کر کہا:

"بیٹا! ایک ماں کی دعاء ہے کہ وہ تمہیں اتنی خوشیاں دے کہ تمہیں کسی چیز کی کمی نہ رہے۔

576.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(576)(ادھوراپن)

وہ ذات اس گھر سے دکھوں کو ہمیشہ کے لیے دور کر دے اور ہم سب پر اپنا رحم فرمائے۔ میرا رب میری عائشہ بیٹی کو بھی ہر تکلیف اور آزمائش سے دور رکھے اور "ہمارے موسیٰ کو پھر سے زندگی لوٹا دے، آمین۔

عائشہ نے گلا کھنکارتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

ہادی اس کی جانب پلٹا، پھر وہاں موجود سامان کی طرف اشارہ کیا اور اس سے جاننا

:چاہا

"سب کیسا ہے؟

:عائشہ نے ہاتھ کا اشارہ کیا، اے ون۔ پھر کہنے لگی

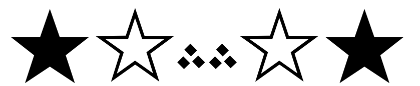
"ہادی! تین بج رہے ہیں، میں کھانا لگوا دیتی ہوں جلدی سے پہنچیں۔"

:ہادی نے چٹکی بجا کر کہا

"ٹھیک ہے، بس دو منٹ میں فریش ہو کر آیا۔۔۔ لیکن خبر دار! جو تم نے کسی بھی کام کو ہاتھ لگایا۔ ماما! آپ اس کا خیال رکھیے گا، آپ جانتی ہیں یہ کتنی لاپرواہ ہے۔"

انہوں نے عائشہ کو اپنے پاس آنے کو کہا اور اسے سینے سے لگا کر بولیں:

"میری بیٹی ذمہ دار ہے اور سمجھ دار بھی۔۔۔ اب تم جاؤ اور جلدی سے کھانے کے دستر خوان پر پہنچو۔"



ساحر صبح گھر سے دفتر کے لیے نکل رہا تھا، جسے الوداع کہنے آیت اور ثانیہ دروازے تک آئیں۔

آیت نے ساحر کو روکتے ہوئے کہا:

"ساحر! ایک بات کرنی ہے آپ سے۔"

وہ آیت کی طرف مڑ کر بولا:

"ہاں، آیت! بتاؤ کیا کہنا تھا؟"

وہ۔۔۔وہ، ساحر! دراصل آج مقدس اور مانی رات کے کھانے پر ہماری طرف" آئیں گے، یاد ہے پچھلے مہینے میں نے آپ کو بتایا بھی تھا۔""""ٹھیک ہے، مجھے یاد تھا۔اور آپ یہ کہنا چاہ رہی ہیں کہ شام کو جلدی گھر لوٹ آؤں؟۔۔۔۔

میں آجاؤں گا۔آج تم بھی گھر پر رہو اور اچھے سے انتظامات کرو۔وہ آج شادی کے بعد پہلی دفعہ ہمارے گھر آرہے ہیں اور جو بھی سامان چاہیے لسٹ ڈرائیور "کے ہاتھ بھیج دو وہ لے آئے گا۔

آیت مسکرانے لگی اور کہا۔

تھینک یو، ساحر! آپ کو میرا اتنا خیال ہے، میں خوف زدہ تھی کہ آپ غصہ" "ہوں گے۔

:ساحر نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا

آیت! تم پاگل ہو جو ایسا سوچتی ہو، بھلا میں غصہ کیوں کروں گا، جبکہ مقدس" میری چھوٹی بہن ہے۔تم فکر مت کرنا میں آتے ہوئے کچھ تحائف بھی لیتا آؤں گا۔اب اچھا تو نہیں لگے گا وہ پہلی دفعہ یہاں آئیں اور خالی ہاتھ انہیں رخصت کر "دیں۔

:آیت نے ہامی بھری اور یہ کہتے ہوئے اسے رخصت کیا

:اچھا! خیال رکھیے گا اور یاد رہے میں آپ کا انتظار کروں گی۔ "ساحر نے کہا"

جو حکم سرکار! میں تابعدار۔ اور اب اگر آپ یہیں کھڑی رہیں تو میں آفس "

نہیں جا پاؤں گا۔" کہہ کر وہ اسے گھورتے ہوئے مسکرانے لگا۔

آیت نے شرمیلے انداز میں گاڑی کا دروازہ بند کیا اور اندر جانے لگی۔ ساحر نے

:ڈرائیور کی طرف دیکھا، تو وہ مسکراتے ہوئے بولا



577.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(577)(ادھوراپن)

سر! گستاخی معاف، لیکن آپ دونوں کو یوں ساتھ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی" ہے، خدا آپ کی محبت کو یونہی قائم و دائم رکھے۔" ساحر نے "جزاک للہ" کہتے ہوئے گاڑی چلانے کا کہا اور مسکرا کر خیالات کی دنیا میں کھو گیا، جیسے وہ ابھی تک آیت سے ہی بات کر رہا ہو۔

ثانیہ اور آیت پورا دن گھر کے کام کاج اور کھانوں کی تیاریوں میں مصروف رہیں۔ آیت نے ملازمین کو سب کچھ سمجھاتے ہوئے سختی سے تنبیہ کی:

آج میری بہن اور بہنوئی پہلی دفعہ ہمارے گھر آرہے ہیں۔ اس لیے مجھے کسی" بھی قسم کی غلطی نہیں چاہیے اور کھانے کے معیار پر تو کوئی سمجھوتہ نہیں کروں "گی۔ اس لیے اگر کچن میں میری یا ثانیہ کی ضرورت پڑی تو بتا دینا۔

گھر کی پرانی ملازمہ آگے بڑھی اور بولی:

مالکن! مجھے یہاں کام کرتے ہوئے کافی سال بیت چکے ہیں اور میں آپ کی ہر" پسند سے واقف ہوں، اس لیے آپ بے فکر ہو جائیں، کھانا میں خود تیار کروں

گی۔آپ بس گھر کی صفائی وغیرہ دیکھ لیں، میری بیٹی اور نئی ملازمہ دونوں گھر کی صفائی میں مصروف ہیں۔"

ثانیہ کہنے لگی:

"ٹھیک ہے، آپ کھانا بنالیں تو میٹھا میں خود بناؤں گی۔آیت! تم جاؤ کچھ دیر آرام کرلو میں چائے لے کر تمہارے کمرے میں ہی آجاؤں گی۔"

آیت مسکرائی اور بے فکر ہو کر وہیں بیٹھ کر کہنے لگی:

"ارے، ثانیہ! میں کونسے پہاڑ کھود کر لائی ہوں۔ چلو، چائے تیار ہو تو پھر کمرے میں چلتی ہیں دونوں۔"

ثانیہ کچھ ہی دیر میں چائے لیے اس کے پاس آئی، پھر دونوں کمرے میں جانے لگیں۔

شام کے ساڑھے چھ بجے ساحر بھی دفتر سے گھر آچکا تھا اپنے ساتھ بہت سارے تحائف بھی لیے۔

ثانیہ نے اسے چائے کی پوچھی تو، وہ کہنے لگا:

آج دل نہیں کر رہا، کچھ دیر بعد لے آنا۔اور آج تو بڑی صفائیاں، لگتا ہے تم "

"دونوں پورادن مصروف رہیں؟

:ثانیہ اس کے پاس بیٹھ کر کہنے لگی

ہاں، مگر میں نہیں آیت۔۔۔آیت نے یہ سب کیا ہے اور ابھی پچھلی "

"طرف کی صفائی کروا رہی ہے۔

"ارے، واہ! اس کا بس چلے تو وہ پورا گھر بدل کر رکھ دے۔۔۔۔"

ہاں۔۔۔ہاں، ساحر! میرا بس تو چلتا ہے، مگر وقت کی کمی کی وجہ سے اتنا ہی ہو "

: پایا۔"آیت ان الفاظ کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی، پھر پوچھنے لگی

"اچھا، ساحر! آپ بتائیں کیا کچھ کیا پورادن آرام ہی یا کچھ کام بھی؟"

(باسط بن مظہر راجپوت)(578)(ادھوراپن)

:وہ لبوں پہ مسکان لیے اٹھ کھڑا ہوا

بوس! آپ کی غیر موجودگی میں تو میرا کام دوگناہ ہو جاتا ہے، اوپر سے آپ کا" حکم تھا کہ گھر جلدی لوٹ آؤں تو بمشکل ہی کام مکمل ہو پایا آج۔" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔

:آیت نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا

سوفی! ابھی آپ چینج کرلیں، ثانیہ نے آپ کا جوڑا نکال دیا ہے۔" وہ ہامی" بھرتے ہوئے کمرے کی جانب چل دیا، جبکہ آیت اور ثانیہ کچن میں۔

کچھ ہی دیر میں مقدس اور رمانی بھی آچکے تھے، جن کی آمد پر سب گھر والے بے حد خوش تھے۔

ساحر نے آگے بڑھ کر مانی کو سینے سے لگالیا۔ اور آیت لوگ بھی اس سے رسماً علیک سلیک کے بعد مقدس سے حال احوال دریافت کرنے لگیں۔

:انہیں لاؤنج میں بٹھاتے ہوئے ثانیہ نے کہا

"مقدس! آپ ماما، بابا کو بھی لے آتے۔۔۔۔"

اس پر مانی یک دم کہنے لگا:

"سوری بھابی! دراصل وہ لوگ تو ہمارے ساتھ آنے کے لیے تیار بھی تھے اور بہت پرجوش بھی، لیکن دو دن پہلے اچانک ہی ان دونوں کا لندن کا پروگرام بن گیا اور اب تو ایک ہفتے تک میں اور مقدس بھی ہمیشہ کے لیے وہیں جا رہے ہیں۔"

ساحر نے حیران کن انداز میں پوچھا:

"ارے یار! سب خیریت تو ہے؟ تم لوگوں کا یہاں بھی اپنا گھر اور اچھا کاروبار ہے، تو پھر لندن کیوں جا رہے ہو؟"

"ساحر! وہ بات یہ ہے کہ میری ماما کا جتنا بھی بزنس یا حلقہ احباب ہے وہ سب لندن میں ہی ہے، اس لیے وہ پاکستان میں نہیں رکنا چاہتی تھیں اور ان کے بغیر میں نہیں رہ سکتا اس لیے۔ لیکن ہم دونوں میاں بیوی آپ لوگوں سے ملنے آتے رہیں گے۔"

آیت اپنی بہن کے نزدیک ہوئی اور اسے اپنی طرف متوجہ کر کے کہنے لگی:

خدا، تم دونوں میں اتحاد برقرار رکھے اور تم لوگ ہمیشہ خوش رہو، آمین۔" پھر

وہ مانی کی جانب پلٹی:

اچھا، مانی! زندگی موت کا کیا بھروسہ ؟اس لیے میں چاہتی ہوں تم ماضی کی"
تلخیوں اور گستاخیوں کو بھلا کر مجھے اچھی دوست سمجھ کر معاف کر دو۔ میں مانتی
ہوں جانے انجانے میں، میں نے تمہارا بہت نقصان کیا اور تم پر ظلم بھی، لیکن
"میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔۔۔۔

ساحر یک دم اس گفتگو میں شامل ہوا:

ہاں، مانی! میں بھی یہی چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں تم ہم دونوں کو معاف کر دو"
"گے۔

مانی مسکراتے ہوئے جگہ سے اٹھا اور ساحر کو سینے سے لگا کر کہنے لگا:

دیکھیے، ساحر! آپ دونوں مجھے شرمندہ کر رہے ہیں، میرے دل میں ایسا کچھ"
بھی نہیں ہے اور نہ ہی آپ دونوں سے کوئی شکوہ۔

579.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(579)(ادھوراپن)

جو بیت گیا وہ ہمارا کل تھا اب میرا ماضی سے کوئی واسطہ باقی نہیں ہے۔ کوئی کسی کا
"مجرم نہیں تھا۔ بس تقدیر کا لکھا ہمیں تسلیم کر کے آگے بڑھ جانا چاہیے۔
:آیت نے سرد روی میں پوچھا
"مطلب تم نے ہمیں معاف کر دیا؟"
:جی، آیت! بلکل۔" کہہ کر اس نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا"
اور اب اگر برا نہ لگے تو چائے پی لیتے ہیں یا اورنج جوس؟"
"میرا مطلب آپ ابھی بھی وہی پیتی ہوں گی؟
:آیت زیر لب مسکراتے ہوئے کہنے لگی
"ہاں۔۔۔ کبھی کبھار پی لیتی ہوں، مگر اب چائے سے دل لگی سی ہے مجھے بھی۔"

ثانیہ خوشی خوشی اٹھی اور آیت کو صوفے پر بٹھا کر کہنے لگی: "کیوں نہیں، بس تم لوگ گپ شپ کرو میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں اور کھانے کے بعد سب کا منہ بھی میٹھا کرواؤں گی۔" اس کے ساتھ وہ کچن کی طرف گامزن ہوئی۔

:مانی نے کچھ تحائف میز پر رکھتے ہوئے کہا

اچھا، آیت! یہ سب کچھ بہت پیار سے ماما نے آپ لوگوں کے لیے بھیجا ہے۔"

"امید ہے آپ کو پسند آئیں گے تحائف؟

یہ پوچھ کر وہ آیت کے چہرے کے تاثرات پرکھتے ہوئے دور کہیں ماضی میں جا بسا۔

مطلب ان کی لندن میں ملاقات کے بعد جب وہ ایک دفعہ اس کے گھر گئی تھی۔

آنٹی! اس سب کی کیا ضرورت تھی، مجھے یہ سب کچھ بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔" میں تو صرف آپ سے ملنے آئی تھی۔""بیٹی! اپنوں کو کبھی انکار نہیں کرتے، میں بھی تو ماں ہوں۔ چلو، شاباش! یہ تحائف قبول کرو اور مسکراؤ۔ تمہارے "حسین چہرے پر یہ اداسی اور غصہ بالکل بھی نہیں جچتے۔

آیت نے اس کا شکریہ ادا کیا، مگر وہ خیالات میں دور کہیں کھویا ہوا تھا۔۔۔ جس کے خیالات کی ڈوری آیت کے ملازمہ کو پکارنے پر ٹوٹی، جو ملازمہ سے کہہ رہی تھی :

"یہ سب آپ کمرے میں رکھوادیں کھانے کے بعد میں تقسیم کر دوں گی۔ کیوں ساحر؟"

ہاں، بھئی بالکل" ساحر نے ثانیہ کے ہاتھ سے چائے کی پیالی مانی کو پیش کرتے ہوئے کہا، جس کی نگاہیں آیت کے لبوں پر وہی پرانی مسکراہٹ دیکھ رہی تھیں، جو وہ ہر پل، ہر موڑ پر کھلائے رکھتی تھی۔

سب کو ہنستا ہوا دیکھ کرمانی نے بھی قہقہہ لگانے کی کوشش کی۔

زندگی بھلے ہی خوبصورت اور حسین ہو جائے، مگر وہ کمبخت محبت، پہلی محبت۔۔۔ وہ پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی۔



صبح سویرے کلثوم اپنے کمرے سے نکل کر دعا کے کمرے میں گئی، لیکن وہ آج کمرے میں موجود نہیں تھی، جو اس کا ہمیشہ سے شیوہ رہا۔ اور تو اور آج وہ کمرے کی صفائی ستھرائی بھی کر چکی تھی جو حیران کن تھا۔

مگر وہ دونوں اپنے گھر پر نہیں، امریکہ میں ایک اپارٹمنٹ میں رہائش پذیر تھیں۔

بہر حال کلثوم جمائی کو ہاتھ کی پشت سے روکتے ہوئے کچن کی جانب بڑھی، تو وہاں دعا کھڑکی کے سامنے بیٹھی کچھ مطالعہ کر رہی تھی۔

کلثوم نے گلا کھنکارتے ہوئے اپنی موجودگی کا ثبوت دیا، دعا نے کتاب کو الٹا کر میز پر رکھا اور پوچھنے لگی:

جی، بھابی! اٹھ گئیں آپ؟"

"آئیں بیٹھیں۔

580.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(580)(ادھوراپن)

:کلثوم مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہو کر بولی

ویسے یہ تو میرا سوال ہے، کیونکہ آج چھ ماہ میں پہلی دفعہ تم جیت گئیں۔سناؤ کیا"
"کچھ چل رہا ہے اور وہ تمہارا مریض؟

دعا نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر کھڑکی کے قریب ہو کر پردہ ہٹاتے ہوئے کہنے
:لگی

بھابی! بس میری منزل اتنی ہی دور ہے جتنی یہ پردہ کھلنے سے پہلے روشنی"
اندھیرے سے دور تھی۔آج اس کے چہرے کی بینڈج بھی کھل جائے گی اور پھر
"نہ جانے کونسا پوشیدہ راض مجھ پر عیاں ہو جائے گا۔

:کلثوم کو کچھ عجیب سا لگا تو وہ یک دم جگہ سے اٹھ کر بولی

"ارے، دعا! سب خیریت تو ہے؟ کونسا راز؟ کھل کر بات کرو۔"

اس نے کلثوم کو بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ لیا اور کمرے میں لے جا
:کر اس مریض کی فائل اسے تھماتے ہوئے کہا

یہ۔۔۔ یہ ہے وہ راز۔ اور اب آپ اتنی بھی نادان تو نہ بنیں، بھابی!"ایک پل"
:کی خاموشی کے بعد دعا پوچھنے لگی

اگر واقعی ہی وہ میرا موسیٰ ہوا تو میں کیسے اس کا سامنا کر پاؤں گی؟ بھابی! اب"
تک تو خدا نے میرے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور میرے جرائم چھپائے
رکھے ہیں۔ لیکن جب وہ کوما سے اٹھے گا تو میں کیسے اس کا سامنا کر پاؤں گی؟ جبکہ
"میں جانتی ہوں کہ وہ اپنی یادداشت بھی کھو چکا ہے۔

کلثوم کو زور کا جھٹکا لگا تھا یہ سن کر، مگر وہ خاموشی سے دعا کو گھورتی رہی، جو تڑپ
:تڑپ کر کہہ رہی تھی

کتنی وفا تھی نہ اس کی محبت میں کہ میں نے ایک دفعہ اسے خود سے جدا کرنے کا"
کہا اور اس نے میرا بھرم رکھنے کے لیے خود کو ہی بھلا دیا، لیکن میں نے یہ تو کبھی
نہیں چاہا تھا۔

مگر، بھابی! مجھے نہیں لگتا وہ اپنے ساتھ ہوئے ظلم کو بھول گیا ہو گا، جو میں نے اس پر کیا تھا۔اب تو جی چاہتا ہے یہ سانسیں تھم سی جائیں تو کم از کم مجھے اس کے "سامنے شرمندہ تو نہیں ہونا پڑے گا۔۔۔

کلثوم نے بات مزید آگے بڑھنے سے پہلے ہی بات یک دم بدل دی۔اس نے ہاتھ :سے فائل ایک طرف رکھی اور دعا کا ہاتھ تھامے یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئی

دیکھو، دعا! یہ حقیقی زندگی ہے کوئی فلم یا ڈرامہ نہیں کہ جو کردار۔۔۔یعنی تم" نے سوچ لیا وہی ہو گا۔اب خدارا! اس وہمی دنیا سے نکلو اور خود کو سنبھالو، کیونکہ ایک ہفتے میں ہمیں پاکستان لوٹنا ہے۔

"اگر یونہی چلتا رہا تو میں، ماما، بابا کو کیا جواب دوں گی؟

(باسط بن مظہر راجپوت)(581)(ادھوراپن)

دعانے لمبی سی آہ بھری اور کلثوم کے شانے تھپتھپاتے ہوئے بولی:"بھابی! میں جانتی ہوں یہ حقیقی زندگی ہے، ناکہ ڈرامہ یا فلم کا سین۔اس لیے آپ بے فکر ہو جائیں،اب میں اس دنیا سے نمٹنا خوب جانتی ہوں۔" یہ کہہ کراس نے اپنا کچھ سامان بیگ میں ڈالااور فائل لیے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگئ:

بھابی!آج انسٹیٹیوٹ میں میرا آخری دن ہے،مطلب میری ٹرینگ مکمل" ہوجائے گی اور مجھے میرے خوابوں کی رانی،میری ڈگری مل جائے گی۔آپ دوپہر تک وہاں آجایئے گا کیونکہ میں اپنی اس کامیابی کو اکیلے سیلیبریٹ نہیں کر "پاؤں گی۔

کلثوم اس کے پیچھے دروازے تک آئی اور کہا:

اچھاٹھیک ہے، لیکن ناشتہ توکرلو،اس خوشی کے موقع پر اتنی جلد بازی میں خود" "کو تومت بھولو۔

اس نے ہاتھ ہوامیں لہرایااور یک دم کلثوم کی نظروں سے اوجھل ہو ہوگئ۔

:کلثوم کچھ دیر وہیں رکی رہی، پھر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائے کہنے لگی

اے رب! اس کی حفاظت فرمانا اور اسے اس کی خوشیوں سمیت سنبھالے "

رکھنا۔ میرے مولا! اس نے اپنی زندگی میں سوائے دکھوں کے ابھی کچھ نہیں

"دیکھا اور آپ تو ہر چیز پر قادر ہیں، اس کی رہنمائی فرمانا، آمین۔

دعا انسٹیٹیوٹ پہنچی جہاں نرس اس کے انتظار میں پہلے سے ہی موجود تھی، جو

:اسے دیکھ کر کہنے لگی

ہیلو میڈم! آپ پہنچ گئیں؟"

دراصل آج ہمیں موسیٰ کی بینڈیجز کھولنی ہیں۔ تو کیا آپ تیار ہیں؟" یہ پوچھ کر

اس نے رنجیدگی سے اپنی بات جاری رکھی: "مجھے تو اس کی جوانی پہ ترس آتا ہے،

"کتنا بدنصیب رہا ہے جس کی پہچان، یادداشت اور بینائی بھی چھن گئی۔

بینائی کا سن کر دعا اپنے حواس کھو بیٹھی، کیونکہ موسیٰ کی فائل میں اس کی بینائی کے

متعلق کچھ مینشن نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر اداسی چھانے لگی تو اس نے نرس کی

:طرف دیکھ کر کہا

بدنصیب وہ نہیں بلکہ اس کی محبت۔۔۔اس کی سچی محبت تھی، جس نے اس کی"
"قدر نہ جانی اور اس معصوم سے جینے کا حق بھی چھین لیا۔

دعا کو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہہ کیا رہی ہے، مگر اس وقت اس کے دل و دماغ میں صرف و صرف اس کا موسیٰ چھایا ہوا تھا۔

:نرس نے حیران کن انداز میں اسے گھورتے ہوئے کہا

معاف کرنا، میڈم! مگر کیا آپ اس مریض کو جانتی ہیں جس کی پہچان اس کے"
"نام کے سوا کچھ بھی نہیں ہے؟



:دعا تڑپ کر بولی

582.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(582)(ادھوراپن)

سسٹر! موسیٰ تو میری بھی پہچان ہے، اس کے نام کے سہارے ہی تو میری" سانسیں چلتی ہیں۔" کہہ کر اس نے یک دم چپ سادلی، پھر طویل خاموشی کے بعد کہنے لگی:

"اچھا! باقی باتیں بعد میں ہوں گی، ابھی کام کا وقت ہے۔"

دعا 'آئی۔ سی۔ یو' میں داخل ہوئی اور اپنا بیگ الماری میں رکھتے ہوئے ایک فائل کی جانچ کرنے لگی، پھر نرس کے ساتھ مل کر موسیٰ کو کچھ جسمانی ورزش کرانے لگی۔

ورزش کرانے کے بعد دعا نے نرس کو موسیٰ کے چہرے سے پٹی کھولنے کی کہی اور خود آنکھیں بند کیے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئی۔

پٹی کھول کر نرس نے کہا:

"میڈم! کھل گئی بینڈج۔"

دعا کی نگاہیں اس کے چہرے پر رک سی گئیں، کیونکہ یہ چہرہ اس کے موسیٰ کا نہیں تھا۔ یہ سب دیکھ کر دعا کو کچھ حد تک تسلی ہوئی۔ اسے اپنے مریض کی تو فکر

تھی ہی جواب تک کوما میں تھا، لیکن اس کے دل کی تسکین کی وجہ تھی کہ وہ موسیٰ اس کا موسیٰ نہیں تھا۔

کچھ دیر میں نرس اس کے چہرے کی صفائی کر کے دعا کے پاس آئی اور کہنے لگی:

"میڈم! آپ کی محنت رنگ لے آئی، ہمارے مریض کے چہرے پر اب کوئی زخم یا زخم کا نشان باقی نہیں ہے۔ میں تو خوف زدہ تھی جو حالت میں نے اس کے چہرے کی پہلے دن دیکھی تھی، تب کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا چہرہ یوں صاف شفاف ہو کر زخم بھر سکتے ہیں۔"

دعا کی انتھک محنت، مرض کی اچھے سے تشخیص، صحیح وقت پر صحیح فیصلوں اور وقت کی قدر کے پیش نظر دعا کی محنت رنگ لے آئی تھی۔

دعا کچھ دیر گہری سوچوں میں گم صم رہی اور پھر یک دم کہنے لگی:

"اچھا، سسٹر! مجھے اس کی کوئی پرانی تصویر دیکھنی ہے، جب اسے یہاں لایا گیا تھا۔

"آپ کے پاس تو مکمل تفصیلات ہوں گی؟

اس نے موسیٰ کی ڈرپ بدلتے ہوئے مڑ کر کہا:

میڈم! ممکن ہے سر آپ کی مدد کر سکتے ہیں جو اس مریض کے متعلق سب"
"جانتے ہیں اور ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی تصویر بھی ہو۔

اب چاہے کچھ بھی ہو، دعا کو اپنے موسیٰ کی تلاش تو کرنی تھی۔اس نے ایک پل
:کے لیے کچھ سوچا، پھر پوچھنے لگی

سسٹر! کیا اس مریض کے آگے پیچھے کوئی ہے؟ گھر بار یا خاندان وغیرہ؟"

"دراصل پچھلے چھ ماہ سے میں یہاں ہوں لیکن کسی سے ملاقات نہیں ہو پائی۔

:نرس جواباً کہنے لگی

وہ لوگ آتے رہتے ہیں اکثر، لیکن صرف اس کے بابا اور بڑا بھائی اور شاید ابھی"
"وہ سر کے آفس میں ہی ہوں گے۔

:دعا یہ کہتے ہوئے یک دم اٹھ کھڑی ہوئی

اچھا! آپ کمرے کی صفائی کروا دیں، میں بس دس منٹ میں آفس سے ہو کر"
"آتی ہوں۔

583.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(583)(ادھورا پن)

دفتر کی راہداری پر اس نے تھوڑے فاصلے سے موسیٰ کے ڈیڈ کو کھڑا دیکھا، جو رفیق صاحب سے بات چیت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر دعا کو تعجب ہوا تو وہ دھیمے سے بڑبڑائی:

"موسیٰ کے ڈیڈ یہاں کیسے؟"

پھر دعا نے اس طرف دو قدم ہی بڑھائے تھے، کہ اچانک ان کی آواز اس کی سماعتوں کی نظر ہوئی۔

پروفیسر صاحب انہیں سمجھا رہے تھے:

دیکھیے، محترم! ہم آپ کی پریشانی سمجھ سکتے ہیں اور خدا کا شکر ہے کہ ہمارے" اسٹاف کی محنت کی برکت سے آپ کا بیٹا بہتری کی طرف لوٹ رہا ہے۔ اور مجھے

پورا بھروسہ ہے وہ چند روز یا کچھ ہی لمحات میں کوما سے نکل آئے گا۔ دوسری بات یہ، محترم! کہ میں شرمندہ ہوں۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کہیں سے آپ کے بیٹے کے لیے آنکھوں کا عطیہ مل جائے یا ہم کہیں سے خرید سکتے "لیکن۔۔۔

:وہ رفیق صاحب کی بات کاٹتے ہوئے چلانے لگے

ڈاکٹر! مجھے میرا بیٹا سلامت چاہیے اور میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتا۔ آپ" کچھ بھی کریں، کیسے بھی کریں اور جتنی رقم چاہیے آپ اپنے کام پہ لگ جائیں۔۔۔ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔ بس مجھے میرے بیٹے کی "صحت اور سلامتی چاہیے۔

:رفیق صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا

محترم! ہم اپنے تمام تر وسائل اس کام میں لگا دیں گے۔ آپ بس حوصلہ" رکھیں اور ایک ہفتے تک کا وقت دیں۔ خدا سب بہتر کر دے گا۔ آنکھوں کا عطیہ ملتے ہی آپریشن کے چند روز بعد آپ اپنے بیٹے کو گھر لے جا سکتے ہیں اور میں

گارنٹی دیتا ہوں، زیادہ سے زیادہ دس دن۔ آپ پلیز بھروسہ رکھیے اور دعا کیجیے

"وہ ہوش میں آ جائے۔

:حامد صاحب نے خود کو کچھ حد تک سنبھالا، پھر پوچھنے لگے

"اچھا، ڈاکٹر! کیا میں اپنے بیٹے سے مل سکتا ہوں؟"

جی۔۔۔جی، سر! ہم آپ کو بھلا کیوں روکیں گے، مگر نہ جانے کیوں آپ"

پچھلے ساڑھے سات ماہ میں ایک بھی دفعہ اپنے بیٹے کا سامنا نہیں کر پائے، آپ

"دروازے سے اسے دیکھتے ہیں اور چند آنسو بہا کر ہمت ہار جاتے ہیں۔

:حامد صاحب مسکراتے ہوئے بولے

ڈاکٹر! جانتے ہو میرا بیٹا بولتا نہیں چہکتا تھا جو اب پلک جھپکنا بھی بھول چکا ہے،"

تو میں کیسے اس کا سامنا کر سکتا ہوں۔ چلو، رہنے دو میں آج بھی اس کا دیدار

"کر کے چند آنسو بہا لوں گا اور پھر خود کو تسلی دے سکوں گا کہ وہ زندہ تو ہے۔

584.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(584)(ادھورا پن)

نہ جانے کیوں حامد صاحب بہکی بہکی باتیں کر رہے تھے، جو کوئی بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ رفیق صاحب نے ان کی ہاں میں ہامی بھری، پھر دونوں اپنے اپنے راستے چل پڑے۔

دعا جو کچھ ہی فاصلے پر دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی سسک رہی تھی۔ ایک پل میں اس کے سامنے وہ سارے مناظر گردش کرنے لگے، جن لمحات میں وہ اور موسیٰ ایک ساتھ خوشی خوشی رہا کرتے تھے۔ مختصراً یہ کہ اس کی محبت کی مکمل داستان اس کی آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگی تھی۔

دعا دیوار کے سہارے سے اٹھی اور بڑبڑانے لگی:

"موسیٰ! تم نے تو محبت کا بھی حق ادا کر دیا۔ اور ایک میں بد قسمت ہوں جو زندگی کا حق بھی ادا نہ کر سکی۔ میں نے تم سے تمہاری پہچان تک چھین لی، میں نے اپنے

خوابوں کی ہوس میں تمہاری آنکھوں کا نور اور تمہارے خوبصورت خیالات تک

"چھین لیے۔

یہ بڑبڑاتے ہی وہ گڑگڑا کر رونے لگی۔ چند لمحات کے بعد اسے کچھ یاد آیا تو پہلے

:اس نے آنسو صاف کیے، پھر خود سے ہمکلام ہوئی

موسیٰ! مجھے اپنی اس ادھوری محبت کی قسم ہے، چاہے کچھ بھی ہو جائے میں"

تمہیں مکمل کروں گی۔ میں اتنی خود غرض نہیں ہو سکتی کہ اپنی انا کی تسکین کے

لیے کسی معصوم کی زندگی داؤ پر لگا دوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں موسیٰ، میں تمہیں

"تمہارے جینے کا حق دے کر ہی دم لوں گی۔

وہ 'آئی۔ سی۔ یو' کی طرف بڑھنے لگی اور چھ ماہ پہلے اس نے موسیٰ کا کچھ سامان

جس الماری میں رکھا تھا اس کے قریب پہنچ گئی۔

:نرس یک دم آگے بڑھ کر پوچھنے لگی

"میڈم! کیا بنا آپ کے کام کا؟ کیا آپ سر سے ملی ہیں؟"

:اس نے جواباً سنجیدگی سے کہا

میرا کام ہو گیا۔ میں جس شخص کی تلاش میں نکلی تھی وہ یہی میرا موسیٰ ہے۔

"میری محبت، میری دیوانگی، میرے جینے کی وجہ اور میرے دل کی دھڑکن۔

اس نے الماری کھولی اور سارا سامان نکال کر باہر رکھنے لگی جس میں سے اسے کی چین ملا، جو اس نے چھ ماہ پہلے دیکھا ان دیکھا کر دیا تھا۔ جس کی بدولت وہ اب تک سمجھ نہیں پائی تھی کہ جس شخص کا وہ علاج کر رہی تھی وہ صرف نام کا ہی موسیٰ نہیں تھا، بلکہ وہ دعا کا پیار، عشق اور محبت ہی تھی۔۔۔ یعنی اسی کا موسیٰ۔

دعا نے کی چین کو چوم کر اپنی ہتھیلی پر رکھا، پھر دونوں ہاتھ اٹھائے کہنے لگی:

اے رب! اس سزا کی اصل حق دار تو میں تھی میرا موسیٰ نہیں۔ بس میں اتنا" چاہتی ہوں کہ تو میرے موسیٰ کو صحت عطاء کر دے۔ چاہے تو بدلے میں مجھے فنا "کر دے میں کوئی شکایت نہیں کروں گی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(585)(ادھوراپن)

نہ جانے کونسا وقت قبولیت کا ہوتا ہے اور دعائیں تو منٹو میں ہی قبول کر لی جاتی ہیں۔۔۔بس ان کا اثر تب ہوتا ہے جب وہ ہمارے حق میں بہتر ہوں۔اور یہ سب خدا کی مصلحت ہے جو ہم چاہ کر بھی نہیں جان سکتے۔

پھر اس نے اپنی پلکوں سے آنسوؤں کے موتی ایک طرف چھڑکے اور موسیٰ کے نزدیک ہو کر مسکرانے لگی۔

آج بھی ہلکی سی ٹھنڈی ہوا، چند قطرے بارش کے اور پھولوں کی خوشبو دعا کا سینہ چاک کر رہی تھی۔اس نے کھڑکی بند کر دی، پھر زمین پر دوزانو بیٹھے موسیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے کہنے لگی:

موسیٰ! میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو اور وجہ میری بے وجہ کی ضد ہے۔"

میرا ادھوراپن تمہارے بن کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ! میں جانتی ہوں تمہارے جیسا دل کسی کے پاس نہیں ہے، اس لیے اپنے ہاتھ جوڑ کر التجاء کر رہی ہوں کہ لوٹ آؤ قبل اس کے کہ میری تمہارے لوٹ آنے کی آخری امید بھی دم توڑ جائے۔

موسیٰ! تمہیں تمہاری معصوم، بے انتہا اور انمول محبت کا واسطہ لوٹ آؤ، تا کہ میں مکمل ہو جاؤں۔ میرے جینے کی امید تم ہو اور آج یہاں میرا آخری دن ہے۔ میں تمہاری واپسی کی آس پر جی رہی ہوں اور نہ جانے کون کون۔۔۔ اور اگر میری یہ امید بھی ٹوٹ گئی تو میں بکھر جاؤں گی۔"

ایک طویل خاموشی اور اضطراب کے بعد اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور زمین سے اٹھ کر پھر سے بولی:

"موسیٰ! میں جانتی ہوں تم مجھے سن سکتے ہو۔ میں اس لمحے کا انتظار زندگی بھر کروں گی اور مجھے اپنے اس یقین کا مان رہے گا کہ تم مجھ سے ملنے ضرور آؤ گے۔ اس سے پہلے مجھے موت نہیں آسکتی جب تک میرا مان تمہاری صورت میں برقرار ہے۔ اگر تم لوٹ کر میرے پاس آئے تو سمجھوں گی تم نے مجھے معاف کر دیا اور پھر میں اس دنیا کی خوش قسمت لڑکی ہو کر مروں گی۔"

پاس کھڑی نرس بھی اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکی اور آنسو پونچھتے ہوئے دعا کو
سینے سے لگا کر گویا ہوئی :

میڈم ! میں نہیں جانتی یہ سب کیا ہے. محبت کا اظہار یا پھر کوئی صحت یابی کا"
" تعویز، مگر جو بھی ہے کمال ہے۔اور اگر محبت تو میں قربان اس محبت کے۔
دعا مسکرادی اور کی چین نرس کو تھماتے ہوئے کہنے لگی :

میرے موسیٰ کا خیال رکھیے گا اور شاید اس سوال کا جواب وہ خود آپ کو دے۔"
بس یہ کی چین آپ اسے لوٹا دیجیے گا۔" کہہ کر وہ اپنا سامان لیے باہر نکل گئی۔
دعا رفیق صاحب کے دفتر کے باہر دستک دیے اجازت ملنے پر اندر داخل ہو گئی۔

586.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(586)(ادھورا پن)

رفیق صاحب اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور اسے بیٹھ جانے کا کہا۔اس نے بیٹھتے ہوئے شکریہ ادا کیا پھر پوچھا:

"سر! اگر اجازت دیں تو میں کچھ کہنا چاہتی ہوں؟"

"جی۔۔۔جی، بیٹی! آپ کہیں بے فکر ہو کر۔"

دعا ایک پل کی خاموشی کے بعد کہنے لگی:

"سر! میں جانتی ہوں کہ اس انسٹیٹیوٹ کے ہر فرد کو اپنے حق کے لیے بولنے کی مکمل اجازت ہے۔دراصل، سر! کچھ دیر پہلے آپ کی حامد انکل سے ہوئی مکمل گفتگو میں نے سن لی تھی،اس کے لیے میں معافی چاہتی ہوں۔"

رفیق صاحب اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے:

"کوئی بات نہیں، بیٹی! مگر آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں، کھل کر کہیں؟"

"سر! میں صرف اتنا بتانا چاہتی ہوں کہ ،ان کے بیٹے کی اس حالت کی ذمہ دار میں اکیلی ہوں اور اب میں وہ سب بہتر کرنا چاہتی ہوں۔میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ میں اپنی موجودگی میں موسیٰ کا مکمل علاج کر پاؤں اور اسے اس

کے پیروں پر پھر سے کھڑا ہونے کے قابل بناؤں۔۔۔مجھے بھروسہ ہے وہ میرا مان کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔بس، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنی آنکھیں "اسے ڈونیٹ کر دوں، اس سب کے لیے مجھے آپ کی مدد درکار ہو گی۔

:یہ سنتے ہی رفیق صاحب یک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور تلخ لہجے میں کہنے لگے

بس۔۔۔بس، دعا! اب آپ حد سے بڑھ رہی ہیں۔دیکھیے، ان سب فیصلوں" کے لیے ابھی میں موجود ہوں اور اس انسٹیٹیوٹ کی ریپوٹیشن پر کوئی حرف آئے مجھے گوارہ نہیں ہے۔آپ کی ڈگری اور ٹریننگ مکمل ہو چکی ہے۔آپ ہمارے لیے قابل احترام، قابل فخر ہیں۔اس انسٹیٹیوٹ کا مستقبل آپ جیسے ہزاروں "جوانوں سے جڑا ہے، اس لیے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، سوری۔

:دعا نے لمبی سی آہ بھری، پھر کہنے لگی

سر! میں جانتی ہوں یہ سب کچھ بہت مشکل ہے اور میں آپ کے تحفظات سے" بھی بخوبی واقف ہوں۔میں وعدہ کرتی ہوں کہ میرے متعلق میرے گھر والے آپ سے کوئی سوال نہیں کریں گے، کیونکہ وہ میرے ہر فیصلے پر میرے ساتھ

کھڑے ہوتے ہیں اور کھڑے رہیں گے۔یہ فیصلہ تھوڑا مشکل ضرور ہے لیکن وہ سمجھ جائیں گے۔

سر! میں اپنے دل میں یہ دکھ لے کر مرنا نہیں چاہتی کہ جو بگاڑ میں نے پیدا کیا اسے سدھار نہ سکی۔یوں سمجھ لیجیے کہ یہ میری آخری خواہش ہے اور آخری خواہش تو سزائے موت کے مجرم کی بھی پوری کی جاتی ہے۔آپ مجھے تحفے میں "اگر یہ عطاء کر دیں گے تو میں آپ کی احسان مند رہوں گی۔



587.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(587)(ادھوراپن)

دونوں اطراف مکمل خاموشی چھاگئی، پھر دعا نے ایک رقعہ آگے بڑھا کر مزید

کہا:

"سر! آپ میری ڈگری کے ساتھ یہ رقعہ بھی میری بھابی کو دے دیجیے گا۔اب بس آپ کی اجازت مل گئی تو کل ہی میں اپنا کام مکمل کر کے جلد اپنے ملک لوٹ جاؤں گی۔میری آنکھوں کے بدلے موسیٰ کی آنکھیں مجھے عطیہ کر دیں، پلیز

سر!

سر! آپ کا ایک سائن میرے تمام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن سکتا ہے، باقی کی کاغذی کاروائی میں جلد ہی مکمل کرلوں گی۔"

اس نے اپنی اور موسیٰ کی روداد انہیں سنائی، پھر منت سماجت کرنے لگی:

"خدارا سر! میں محبت کی بھیک مانگتی ہوں۔آپ پلیز۔۔۔پلیز! انکار مت کیجیے

گا۔"

اب تقدیر کے لکھے پر وہ یا پروفیسر صاحب کیا کر سکتے تھے۔انہیں مجبوراً بے بس دعا کی التجاء بے بسی سے ماننی پڑی۔انہوں نے کچھ کاغذات پر دستخط کر کے فائل دعا کی جانب بڑھائی، تو اسی دوران نرس دوڑتی ہوئی دفتر میں آئی اور کہنے لگی:

سر۔۔۔ سر! جلدی آئیں، وہ۔۔۔وہ موسیٰ نے میڈم کا نام پکارا ہے اور ان کی"

"حالت بہتر ہو رہی ہے۔

دعا نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائیں اور خدا کا شکر ادا کیا۔اس کی پلکیں

بھیگ چکی تھیں۔

:رفیق صاحب نے نرس سے کہا

:ٹھیک ہے، میں آتا ہوں آپ جائیے۔" کہہ کر دعا کی طرف پلٹے"

دعا! مبارک ہو۔آخر آپ نے وہ کر دکھایا جس کی ہم نے امید ہی چھوڑ دی تھی۔

خدا پاک آپ کو ہر میدان میں یونہی کامیاب فرمائے، آمین۔ کیا آپ اس سے ملو

"گی نہیں؟

:دعا نے اپنا بیگ اٹھایا اور جگہ سے اٹھتے ہوئے سرد روی میں کہنے لگی

نہیں، سر! میں اس کا سامنا کرنے کے قابل ہوں نہ ہی اہل، جب تک اس کی"

مکمل زندگی اسے لوٹا نہیں دیتی۔اور پھر وہ آئے گا نا مجھ سے ملنے، اسے اپنی محبت

"اور میرے یقین کا مان بھی تو رکھنا ہے۔

اگلے ہی لمحے وہ مٹھائی کا ڈبہ جو اس نے اپنے کیبن میں سنبھالے رکھا تھا، اٹھا لائی

:اور کہا

اچھا، سر! آپ لیں منہ میٹھا کیجیے، آج میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ اور یہ راز راز "

ہی رہے۔ آپ بس یہ رقعہ امانتاً میری بھابی کو دے دیجیے گا اور موسیٰ کا خیال

رکھیے گا۔ اس کی روداد اور تڑپ سن کر رفیق صاحب کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں،

وہ اس سے کہنے لگے: "بیٹی! اگر آپ کل تک رک جاتیں تو آپ کا یادگار دن بھی

ہم فریم کروا کر دیوار پر آویزاں کرتے۔ کل ہم نے آپ اور آپ کے ساتھیوں

کی کامیابی کے جشن کے لیے ایک پروگرام رکھا ہے۔" انہوں نے اپنی خواہش کا

اظہار کیا تھا۔

:دعا نے دروازے سے مڑ کر کہا

سر! میرا یہ پل یادگار رہے گا، جب میں اس پل کی بدولت محبت میں کامیاب "

"ہوں گی۔ آپ اس پل کو اپنے دل کی دیوار پر ضرور آویزاں کیجیے گا۔ للہ حافظ۔

دعا جب وہاں سے گئی تو دوپہر کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔

دوپہر اڑھائی بجے کے قریب کلثوم بھی انسٹیٹوٹ پہنچی تو کافی خوش لگ رہی تھی، کیونکہ آج دعا کی خوشی کا دن تھا۔۔۔بقول دعا کے۔

اس نے استقبالیہ سے معلومات لیں تو اسے بتایا گیا کہ:

"پروفیسر صاحب اپنے دفتر میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"



588.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(588)(ادھوراپن)

کلثوم دفتر میں پہنچی تو رفیق صاحب نے اسے اپنے سامنے بٹھایا، پھر دعا کی ڈگری کے ساتھ ایک رقعہ اسے تھماتے ہوئے کہا:

دیکھیے، محترمہ! دعا بہت قابل اسٹوڈنٹ تھیں اور اب ان کی ڈگری مکمل"
"ہو چکی ہے تو آپ مبارک باد کی مستحق ہیں، قبول کیجیے۔

اس نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کچھ کچھ پریشان بھی ہوئی۔

رفیق صاحب نے ایک پل کے لیے کچھ سوچتے ہوئے اسے متوجہ کر کے مزید کہا:

مجھے اس طرح یہ ڈگری آپ کو نہیں دینی چاہیے، لیکن یہ سب ان کی خواہش"
تھی، وہ کہہ رہی تھیں ڈگری کے ساتھ ساتھ آپ تک یہ رقعہ پہنچا دیا جائے تو
"باقی آپ سمجھ جائیں گی۔ میں معذرت خواہ ہوں۔

کلثوم نے بنا کوئی سوال کیے وہ رقعہ اور دعا کی فائل اٹھالی اور رفیق صاحب کا شکریہ ادا کر کے باہر جانے لگی، جس پر انہوں نے اسے روکتے ہوئے کہا:

محترمہ! ایک خوشخبری اور ہے۔۔۔ وہ موسیٰ کو ہوش آگیا ہے اس سے بھی مل"
"لیں۔ ہو سکتا ہے آپ سے مل کر اسے کچھ یاد آجائے۔

یہ سنتے ہی کلثوم سارے دکھ بھلا کر 'آئی۔ سی۔ یو' کی جانب لپکی، جہاں موسیٰ کے ڈیڈ اور بھائی دونوں موجود تھے۔

کلثوم نے دروازہ کھولا اور کچھ دیر وہیں رکنے کے بعد چند قدم آگے بڑھی۔ حامد صاحب نے جب اسے دیکھا تو حیران کن انداز میں بولے:

"ارے، کلثوم بیٹی! آپ؟ آپ یہاں کیسے سب خیریت تو ہے؟"

اس نے پہلے سلام کیا، پھر کہنے لگی:

"انکل! مجھے یہاں آئے چھ ماہ بیت چکے ہیں، وہ دعا کی ٹریننگ چل رہی تھی تو اسی کے ساتھ تھی۔ اب بس چند روز میں واپسی ہے۔ انکل! آپ کو بہت بہت مبارک ہو ہمارا موسیٰ خدا کے فضل سے لوٹ آیا ہے۔ اب بس دعاء ہے یہ جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے، آمین۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے "آمین" کہا، پھر کہنے لگے:

"ویسے بیٹی! مبارک باد کی مستحق تو ہماری دعا بیٹی ہے، جو اپنی ٹریننگ اور ڈگری مکمل کر کے فارغ ہوئی ہے۔ کب ملوا رہی ہو دعا سے ہمیں؟"

کلثوم یک دم حیران کن انداز میں اپنے چاروں سمت نظر دوڑا کر پلٹی:

"ہاں ضرور ملواتی، مگر میں خود اسی کو ڈھونڈ رہی ہوں، ابھی آج ہی اس کی ٹریننگ مکمل ہوئی ہے اور وہ اپنی ڈگری اور یہ رقعہ میرے لیے چھوڑ کر نہ جانے کس سفر پر نکل پڑی ہے۔"

یہ سن کر حامد صاحب کو گہری تشویش ہوئی:

"اوہ، بیٹی! میں معافی چاہتا ہوں۔ للہ پاک خیر فرمائیں۔"

"کوئی بات نہیں، انکل! مجھے امید ہے وہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی، وہ جو بھی فیصلہ کرتی ہے سوچ سمجھ کر کرتی ہے۔" یہ کہتے ہی اس نے بات بدلتے ہوئے پوچھا:

"اچھا، انکل! موسیٰ کے بارے میں بتائیں کیسی حالت ہے اب اس کی؟"

(باسط بن مظہر راجپوت)(589)(ادھوراپن)

:انہوں نے سردروی میں کہا

بیٹی ! ابھی اسے ہوش میں آئے چند گھنٹے ہی گزرے ہیں تو اس سے زیادہ بات "
چیت کی اجازت نہیں تھی۔اب دیکھو، خدا نے یہ کرشمہ دکھادیا ہے تو سب بہتر
"ہی ہو گا۔

:کلثوم چہرے پر مسکان لیے کہنے لگی

ہاں، انکل ! وقت کے ساتھ ساتھ خدا سب بہتر کر دے گا، اب مجھے اجازت "
دیں اور اگر کوئی بھی پریشانی یا ضرورت ہو کسی چیز کی تو مجھے کال کر لیجیے گا۔۔۔یہ
"میرا نمبر ہے۔

اس نے دعا کے دیے رقعے سے چھوٹا سا ٹکڑا اپھاڑ کر اپنا نمبر لکھ دیا تھا۔

:حامد صاحب نے اس سے نمبر لیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا

بیٹی ! ویسے بھی کل موسیٰ کا آپریشن ہے اس کے بعد دس روز میں ہمیں اسے "
لے جانے کی اجازت مل جائے گی، ابھی آج ہی کسی مہربان نے آنکھیں عطیہ

کرنے کی ہامی بھری ہے، بس تم دعاء کرنا۔" کلثوم نے ہامی بھری اور اجازت لیے اپارٹمنٹ روانہ ہو گئی۔

وہ کچھ شاپنگ وغیرہ کر کے رات کے آٹھ بجے اپارٹمنٹ پہنچی تھی۔ اس نے ملازمہ کو آواز دی اور چائے تیار کر کے کمرے میں پہنچانے کا کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس نے سارا سامان پلنگ پر رکھ دیا اور زمین پر بیٹھ گئی۔ اس نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے دعا کا دیا ہوا رقعہ کھولا، مگر پڑھنے سے پہلے اسے ہزاروں وسوسوں نے گھیر لیا تو اس نے خوف کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر کے بعد اس نے خود کو حوصلہ دیے اپنی آنکھیں کھول دیں، پھر لرزتے ہوئے ہاتھوں سے رقعہ اوپر کرتے ہوئے پڑھنے لگی،

جس میں درج تھا۔

بھابی ! میرا آپ کو پریشان کرنے کو ہر گز دل نہیں کرتا، مگر آج میں محبت کے " ہاتھوں مجبور ہو کر کچھ دان کرنے جا رہی ہوں تا کہ اپنے دل کے بوجھ کو اتار سکوں۔ میرا یہ فیصلہ ٹھوڑا مشکل ضرور ہے، لیکن مجھے امید ہے آپ مجھے سمجھنے کی کوشش ضرور کریں گی اور اس متعلق کسی سے کوئی سوال نہیں کریں گی۔

ایک آخری بات، وہ یہ کہ آپ میرا انتظار لاہور میں ہی کیجیے گا۔ کیونکہ اب ہماری اگلی ملاقات پاکستان میں ہی ہو گی۔ اب اگر میں اپنی آخری خواہش کا ذکر کرتی چلوں تو میرا جنازہ موسیٰ کے گھر سے ہی اٹھنا چاہیے، وہ بھی اس کی محرم کی صورت میں۔

پلیز۔۔۔ پلیز، بھابی ! ان باتوں کو یاد کر کر کے پریشان مت ہونا، میں نے ویسے ہی ایک بات کی ہے۔ بس میرا انتظار کیجیے گا۔ لاہور میں ہی ملیں گے ان شاءللہ۔ "

از قلم :- دعا۔

اس کے آنسوؤں سے رقعہ بھی تر ہو چکا تھا۔ مگر اس نے صبر سے کام لیتے ہوئے مصلٰے بچھالیا، پھر اپنے پروردگار سے دعا کے لیے دعائیں مانگنے لگی جب تک کہ اسے دلی سکون نہیں مل گیا۔



590.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(590)(ادھوراپن)

اس نے دعا کے متعلق بہت سوچ بچار کی اور پھر وہ اس نتیجے پر پہنچی، کہ وہ کبھی کوئی ایسا کام کر ہی نہیں سکتی جو دوسروں کے لیے تکلیف یا پریشانی کا باعث بنے۔ وہ خود سے بھی زیادہ دعا پر بھروسہ کرتی تھی اس لیے اس نے اگلے ہی روز کسی سے کوئی بھی سوال کیے بنا پاکستان چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔

دل تو اس کا بھی اداس تھا، طرح طرح کے خیالات نے اس کے دل میں گھر کر لیا تھا، لیکن ابھی اسے اپنے ساتھ ساتھ دعا کے والدین کو بھی سنبھالنا تھا اور اب اسے موسیٰ کو بھی جواب دینا تھا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ پہلے امتحان کے نتیجے سے پہلے اس کا دوسرا امتحان شروع ہو چکا تھا۔

اگلے روز صبح سویرے موسیٰ کے آپریشن کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ اور کلثوم بھی پاکستان روانگی کے لیے نیویارک ائیر پورٹ پر موجود تھی۔

ڈاکٹرز نے حامد صاحب کو موسیٰ کا آپریشن کامیاب ہونے کی نوید سنائی اور دس روز میں اسے ڈسچارج کرنے کی بھی، جو سن کر وہ اشک بار ہو گئے۔ وہ اپنے رب کا شکریہ ادا کر کے سب کا منہ میٹھا کرانے نکل پڑے۔ اب بس انہیں تلاش تھی تو اس مہربان کی جس نے موسیٰ کے لیے اپنی آنکھیں دان کی تھیں۔ مگر یہ جاننا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ کون تھا/ تھی۔

جب محبت کے صدقے اتارے جاتے ہیں تب دکھاوا نہیں بلکہ محبوب کی رضاء مطلوب ہوتی ہے، اس لیے اب یہ راز راز ہی بن چکا تھا شاید۔

کلثوم بھی جیسے کیسے پاکستان پہنچ گئی اور لاہور میں رہنے کو ترجیح دی، جو دعا نے اس سے کہا تھا۔

دو دن وہ ہوٹل کے کمرے میں بند رہی اور اپنے ساس، سسر کو کیا جواب دے گی اس نے ہر لمحہ اسی سوچ میں گزارا تھا۔ بالآخر اس نے سانول سے ملنے کا ارادہ کیا۔

اگلے روز۔۔۔یعنی پاکستان لوٹنے کے تیسرے دن صبح گیارہ بجے وہ سانول سے ملنے بوتیک پہنچی۔ اسے دیکھ کر وہ حیران، پریشان اور کچھ حد تک خوش بھی ہوا۔

خوشی، کیونکہ اسے اپنی دوست کی کامیابی کا جشن منانے کا مدتوں سے انتظار تھا۔

پریشانی کا باعث کلثوم کا اترا ہوا چہرہ اور حیرانی اس بات پر کہ وہ بن بتائے اس سے ملنے اچانک آئی تھی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(591)(ادھوراپن)

اس سے پہلے کہ وہ کلثوم سے کسی بھی قسم کا سوال کرتا اس نے خود ہی اسے ساری کہانی سنادی، جو کوئی بھی سن کر اشک بار ہو جاتا۔ پھر سانول تو دعا کا دوست ہے، مگر اس نے اداسی کے ساتھ ساتھ سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے کلثوم کو تسلی دی اور کہا: "بھابی! آپ پریشان مت ہوں۔ دعا ایک ذمہ دار اور سمجھ دار لڑکی ہے وہ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ اور رہی بات اس کے والدین کی تو انہیں وہ خود سمجھالے گی، اب بس ہمیں اس کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ آپ ابھی صرف خود کو سنبھالنے کی کوشش کریں پلیز۔ چائے منگواؤں آپ کے لیے بھابی؟"

کلثوم نے اس کی طرف دیکھ کر کچھ اطمینان ظاہر کیا اور پھر ہامی بھر کر سوچوں میں گم ہو گئی۔

اچانک اس کا موبائل بجنے لگا، مگر وہ سوچوں میں اس حد تک گم تھی کہ اسے کچھ پتا ہی نہیں چلا۔ سانول اس کا موبائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا:

بھابی! آپ کی کال ہے۔" جس پر وہ چونک سی گئی اور موبائل لے کر اداسی "

بھرے انداز میں سانول کو دیکھنے لگی۔

:سانول نے پوچھا

"بھابی! اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتائیں؟ آپ پریشان نہ ہوں۔"

:اس نے دو گھونٹ چائے پی کر کہا

وہ بابا کی کال ہے۔ ابھی واٹس ایپ آن ہوا ہے وائی فائی کی وجہ سے۔ تو میں کیا"

کہوں گی ان سے؟

وہ مجھ پر بھی دعا جتنا بھروسہ کرتے ہیں اور میں ان کے بھروسے کے قابل بھی

"نہیں۔

:سانول اٹھ کر اس کے قریب ہوا

دیکھیے، خاموشی کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے، آپ ان سے بات کریں کیا پتا وہ"

"!آپ کی بات سمجھ جائیں اور ہو سکتا ہے دعا نے انہیں کچھ بتایا ہو

:یہ سن کر کلثوم کو کچھ حد تک تسلی ہوئی تو اس نے بابا کو خود ہی کال کر دی

السلام علیکم، بابا! کیسے ہیں؟" پوچھ کر وہ بلا تعطل اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھی:

"بابا! مجھے معاف کر دیجیے گا۔ میں آپ کی بیٹی اور اپنی بہن کا خیال نہیں رکھ سکی۔ آپ تو جانتے ہیں وہ کتنی ضدی ہے اور مجھے اس نے کچھ بتایا بھی نہیں۔" کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نصیر صاحب نے اس کی بات سن کر کہا:

"بیٹی! تم اداس مت ہو اور پریشان ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

نصیر صاحب بھی اداس تھے، مگر کسی کو تو ہمت دکھانی تھی۔ سو انہوں نے کوشش جاری رکھی۔ مزید کہنے لگے:

"میں اس لیے تمہیں کال کر رہا تھا کہ تمہیں بتا سکوں کہ دعا نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ میں جانتا ہوں وہ اس وقت کہاں ہے اور مجھے نہ آپ سے کوئی شکوہ ہے نہ ہی دعا سے۔ اس نے جو بھی فیصلہ کیا ہے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہو گا۔ میں نے اس کی جو تربیت کی ہے مجھے اس پر فخر ہے۔ آج اگر مشکل وقت میں وہ کسی کے کام

آئی ہے توکل کو خدا اس کی مدد فرمائے گا۔ وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہے جو دوسروں کے کام آنا ہے۔

کلثوم بیٹی! وہ اگلے سات روز میں پاکستان لوٹ آئے گی تو پھر ہم لوگ بھی لاہور چلے آئیں گے۔"



592.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(592)(ادھوراپن)

کافی دیر سے خاموش کلثوم نے کہا:

لیکن، بابا! جو رقعہ اس نے میرے لیے چھوڑا تھا وہ کچھ دان کرنے کی کہہ رہی تھی؟" اس لیے میں بہت خوف زدہ ہوں، کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے۔"

: نصیر صاحب نے مسکرا کر رنجیدگی سے کہا

بیٹی! وہ جو دان کرنا چاہتی تھی کر چکی ہے، اس نے اپنی آنکھیں موسیٰ کو دان کر "
دی ہیں اور آپریشن بھی کامیاب رہا۔ جو کچھ موسیٰ کے ساتھ ہوا اس کا ذمہ وہ اپنے
سر لیے ہوئے ہے اور اب اسے تب ہی چین آئے گا جب وہ اس کے لیے کچھ کر
گزرے گی۔

کلثوم! تم پریشان مت ہونا، تم نے اپنی ذمہ داری اچھے سے نبھائی ہے، اب جو
"میرے رب کو منظور۔ تم اپنا خیال رکھنا۔

اچھا، بابا! میں فون رکھتی ہوں۔ ماما کو سلام اور حمزہ کو ڈھیر سارا پیار کرنا اور اسے "
کہنا میں جلد ہی اس سے ملوں گی۔

"اللہ حافظ۔

"ٹھیک ہے بیٹی! خوش رہو۔"

: کال کاٹنے کے بعد وہ خوب روئی اور دھیمے سے بڑبڑائی

"دعا! یہ کیا کر دیا تم نے؟اپنی جوانی کسی غیر کے لیے کیوں برباد کی؟کیوں قسمت کے لکھے کو اپنی غلطی مان کر خود کو سزا دی تم نے؟دعا! اگر تم قربانی نہ بھی دیتی تو بھی اس کے ڈیڈ کوئی نا کوئی بندوبست کر لیتے۔"

وہ بے بسی کے عالم میں اپنا سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی اور خوب گلے شکوے کرنے لگی۔

سانول اس کے قریب ہوا اور پانی کا گلاس اسے پیش کرتے ہوئے کہنے لگا:

"بھابی! آپ کیوں اداس ہو رہی ہیں۔وہ تو پاگل ہے، بس ایک دفعہ مجھ سے کہہ دیا ہوتا۔میں اپنی آنکھیں عطیہ کر دیتا اپنے دوست کے لیے۔لیکن وہ اور اس کی انا، کسی کو کچھ سمجھتی ہی نہیں۔آپ پانی پیجیے اور پریشان مت ہوں، خدا سب بہتر کر دے گا۔" کلثوم نے بغور اسے دیکھا اور زمین سے اٹھ کر رنجیدگی سے کہنے لگی:

"دیکھو، سانول! مجھے تو تمہاری نیت میں بھی کھوٹ نظر آنے لگی ہے، لیکن اب تم خود کو قربانی کا بکرا مت بنانا۔اس نے تو اپنی زندگی کھیل تماشا سمجھ رکھی ہے،

مگر تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ وعدہ کرو مجھ سے کہ تم کوئی بیوقوفی نہیں کرو

"گے؟

وہ کافی جذباتی ہو چکی تھی۔

:وہ مسکرا کر بولا

بھابی! میں نے ویسے ہی بات کی ہے، میں ایسا ویسا کچھ بھی نہیں کروں گا۔ لیکن "

"اگر دعا مجھ سے مشورہ کر لیتی تو میں اسے کبھی قربان نہ ہونے دیتا۔

ارے، بابا! میں جانتی ہوں تمہاری دوستی کیسی ہے۔ تم حد سے گزر جانے "

والے دوست ہو مجھے دعا نے بتایا تھا تمہارے متعلق، اسی لیے مجھے ڈر ہے کہیں

"تم۔۔۔۔

:اس نے کلثوم کو ٹوکتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے، بھابی! میں کچھ بھی الٹا نہیں کروں گا۔ اب چلیں؟"

:کلثوم نے اشارتاً پوچھا

"اب کہاں جانا ہے؟"

593.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(593)(ادھوراپن)

: سانول نے اپنا بیگ اٹھایا اور باہر کی راہ لیتے ہوئے بولا
بتاتا ہوں، آپ آئیں تو سہی۔ "پھر اس نے بوتیک کی ذمہ داری سعد کو سونپتے"
: ہوئے کہا
اچھا، سعد! میں ابھی ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں تو کچھ دیر میں کلائنٹس کی"
کچھ میلز آئیں گی وہ دیکھ لینا۔ اور کچھ مہندی کے جوڑوں کے ڈیزائنز تیار پڑے
"ہیں وہ شام تک ایک کسٹمر آئے گی اسے دے کر کیفے چلے آنا۔
سعد نے ہامی بھری اور اپنے کام پر لگ گیا۔
: کلثوم، سانول کے روبرو ہو کر پوچھنے لگی

"ہاں، سانول! مجھے بتایا نہیں ہم کہاں جارہے ہیں؟"

ارے، بھابی! میں آپ کو کچھ دکھانے لے جارہا ہوں، آپ کو پسند آئے گا اور "

"آپ خوش بھی ہو جائیں گی۔

کلثوم گاڑی میں بیٹھ گئی اور انگلی دانتوں میں دباتے ہوئے سیٹ بیلٹ پہن کر

خاموش ہو گئی۔

:کچھ ہی دیر میں وہ کیفے کے بالکل سامنے موجود تھے، جو دیکھ کر کلثوم کہنے لگی

"اف! اب یہ کیا ہے؟ ابھی تو ہم نے چائے پی تھی۔"

:سانول نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا

"آپ آئیں تو سہی۔"

وہ گاڑی سے اتری تو سانول اسے اپنے ساتھ لیے کیفے کے احاطے میں پہنچا اور

:اسے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہنے لگا

دراصل یہ کیفے میں اور سعد نے پارٹنرشپ کر کے تین ماہ پہلے خرید لیا تھا۔ "

"مجھے اپنا کوئی بزنس شروع کرنا تھا اور بس یہی بہتر لگا۔

یہ وہی کیفے تھا جہاں بچپن سے موسیٰ کو اس کے والدین ناراضی کی صورت میں منانے کے لیے لایا کرتے تھے اور وہ ہنسی خوشی راضی ہو جایا کرتا تھا۔ یعنی

'.Eve time coffee shop'

'.Friends time coffee shop' جس کا سانول نے نام بدل کر رکھ دیا تھا۔

اس سوچ کے ساتھ کہ کبھی تو دو دوست یہاں مل بیٹھیں گے۔

:کلثوم نے خوشی کے اظہار کے ساتھ کہا

"سانول! بہت بہت مبارک ہو۔ بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے۔"

وہ دونوں کافی دیر بیٹھے گپ شپ میں مصروف رہے، پھر ساڑھے چار بجے کے قریب کلثوم نے اجازت طلبی کے ساتھ کہا:

"اچھا، اب مجھے اجازت دو میں چلتی ہوں ہوٹل۔ میں چکر لگاتی رہوں گی بوتیک کا۔"

وہ جانے کے لیے چند قدم ہی چلی تھی کہ سانول اس کے پیچھے بھاگا، جس پر وہ پلٹی تو سانول کہنے لگا:

بھابی! اگر آپ کو برا نہ لگے تو آپ ہمارے ساتھ رک سکتی ہیں، سعد کے" گیسٹ ہاؤس میں۔ میں اس کی بہن کو کہہ دوں گا وہ بھی آپ کے ساتھ ہی رہے "گی۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔

کلثوم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور گردن نفی میں ہلا کر کہنے لگی: "نہیں، میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو۔ تم جاری رکھو ہم بعد میں ملیں گے۔" کہہ کر وہ چلی گئی۔

سانول کچھ دیر گہری سوچوں میں گم صم رہا۔ آخر ایسا کیا ہے جو بھابی نے اس کی آفر کو ٹھکرا دیا؟

پھر اسے خیال آیا کہ شاید وہ دعا کی وجہ سے پریشان ہیں اس لیے وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتیں۔

شام ہوتے ہی سعد بھی وہاں پہنچ گیا، تب سانول اس سے بات چیت میں مصروف ہو گیا۔

594.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(594)(ادھورا پن)

کلثوم اپنے کمرے میں بیٹھی رات بھر آنسو بہاتی رہی اور دعا کے جلد صحت یاب ہو کر لوٹنے کی دعائیں کرنے لگی۔

★☆...☆★

شام کی چائے کا وقت تھا اور نومبر کی آخری شام کی ٹھنڈ وہ بھی سوات میں، جسے سوچتے ہی جسم کا انگ انگ تھر تھرانے لگتا ہے۔

عائشہ گرم شال لیے لان میں چہل قدمی کر رہی تھی۔اس کے لبوں سے بھاپ نکل کر فضا میں گھل رہی تھی اور وہ اپنے ہاتھوں کو ملتے ہوئے ٹھہر سی گئ۔

اس نے آسمان پر کالے بادلوں کو سجتے دیکھا تو رنجیدگی سے خود سے ہمکلام ہوئی:

کاش! دسمبر آنے سے پہلے میرا موسیٰ بھی ان بادلوں کی طرح اچانک لوٹ "

آئے اور میرے سینے سے لگ کر کہے۔

آپی! میں آگیا ہوں اور آئندہ کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔'پھر'

"میں مسکرا کر اسے چوم لوں۔۔۔

ابھی وہ یہ سب بڑبڑا ہی رہی تھی کہ اچانک اندر سے ہادی کی نظر اس پر پڑی، تو وہ

:یک دم اسی کی طرف لپکا اور اس قریب ہو کر کہنے لگا

اوہ! میں تو پورے گھر میں آپ کو تلاش کر رہا تھا اور آپ یہاں ہیں۔اور آپ "

"کس سے باتیں کر رہی ہیں؟

:وہ چونکا دینے والے انداز میں اس کی طرف پلٹ کر بولی

"نن۔۔۔ نہیں، ایسا تو کچھ نہیں ہے۔میں کس سے بات کرنے لگی بھلا؟"

:ہادی مسکراتے ہوئے گویا ہوا

اچھا! ٹھیک ہے پریشان مت ہوں، اندر چلیں یہاں تو جما دینے والی ٹھنڈ ہے۔"

اور خوشخبری یہ ہے کہ ہم کل دوپہر میں لاہور جا رہے ہیں آپ کے گھر، تو تیاری

"کر لیں۔

عائشہ کو یہ سن کر کوئی خاصی خوشی نہیں ہوئی، کیونکہ موسیٰ کے بنا وہ اس گھر کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔اس نے جھوٹی سی مسکراہٹ کھلائی اور کمرے میں جانے لگی۔

عائشہ اور ہادی کو خدا نے رحمت سے نوازا تھا، جو آج پندرہ دنوں کی ہو چکی تھی۔ اس کے آنے سے پورا گھر نور اور خوشیوں سے بھر سا گیا تھا۔سب گھر والے اس سے بے حد محبت کرتے،ایسا لگتا تھا کہ اس گھر سے روٹھی ہوئی خوشیاں پھر سے لوٹ آئی ہوں۔ہادی بھی عائشہ کے پیچھے پیچھے کمرے میں آیا اور پوچھنے لگا:

"ہاں جی، مصفیٰ کہاں ہے؟"

عائشہ نے جھولے کی طرف انگلی کرتے ہوئے شائستگی سے کہا:"آہستہ بولیں، "وہ سو رہی ہے بڑی مشکل سے سوئی تھی۔

یہ سن کر ہادی پریشانی کے عالم میں پوچھنے لگا:

"ارے! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

595.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(595)(ادھوراپن)

عائشہ نے اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا اور مسکراتے ہوئے بولی:

"ہادی! ایسی کوئی بات نہیں ہے، وہ بالکل ٹھیک ہے اور بچے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آپ پریشان مت ہوں۔ اور مجھے بتا دیجیے آپ کی کیا پیکنگ کروں لاہور جانے کے لیے؟"

ہادی نے پیار سے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا:

"یونہی مسکراتی رہا کریں، اچھی لگتی ہیں۔ اور میری پیکنگ ہو چکی ہے۔ بس آپ گرما گرم پکوڑے بنوا دیں تو اس حسین شام کو کتنا یادگار بنایا جا سکتا ہے!"

:عائشہ زیر لب مسکرائی اور کچن کی طرف جاتے ہوئے کہا

"بس، ابھی اپنے ہاتھوں سے بنا کر لاتی ہوں، آپ یہیں رکیے گا۔"

اگلے روز شام میں عائشہ اور ہادی اپنی بیٹی کو لیے عائشہ کے گھر لاہور پہنچ گئے۔ انہیں اچانک گھر پر دیکھ کر عافیہ اور ایمان خوشی سے کھل اٹھیں، مانو۔۔۔ پورا گھر خوشیوں سے جھوم اٹھا ہو۔

:عائشہ کی موم نے مصطفیٰ کو اپنی باہوں میں اٹھالیا اور چوم کر کہنے لگیں

ماشاءاللہ! میری پیاری گڑیا کتنی پیاری ہے، بالکل اپنی ماں پر گئی ہے۔" پھر"

:ہادی کی طرف متوجہ ہو کر حال احوال کے بعد کہا

ہادی بیٹا! بہت بہت مبارک ہو۔ اور بہت شکریہ تمہارا جو میری بیٹی کو یہاں"

"لے آئے۔ خدا تم لوگوں کو صدا خوش رکھے، آمین۔

:ہادی نے نظریں جھکائے کہا

"ارے، آنٹی! اس میں شکریہ کی کیا بات ہے، میں نے اپنا فرض نبھایا ہے۔
دراصل عائشہ کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میں مجبور تھا، مجھے معاف کر
دیں۔"

عافیہ نے اسے سینے سے لگائے مسکرا کر کہا:

"ماں کبھی اپنی اولاد سے ناراض نہیں ہوتی اور میں سب جانتی ہوں۔ اب بس تم
لوگ آگئے یہی بہت ہے ہمارے لیے۔ اور میں بھی معافی چاہتی ہوں، اپنی بیٹی
اور نواسی سے ملنے نہیں آسکی۔"

ہادی نے انکے ہاتھ پر بوسہ دیا، پھر رنجیدگی سے کہا:

بس، آنٹی! اب کوئی شکوہ نہیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں، اپ پلیز اداس مت
ہوں۔"

وہ مسکرا کر گویا ہوئیں:

"اچھا، بیٹا! کھڑے کیوں ہو تم لوگ؟ بیٹھو، میں چائے وغیرہ کا بندوبست کرتی
ہوں۔" کہہ کر ایمان کو لیے کچن کی طرف چل دیں۔ انہوں نے ایمان کو متوجہ
کر کے کہا:

"بیٹی ! تم رات کے کھانے کی تیاری کرو، آج میری بیٹی اور داماد کتنے عرصے کے بعد یہاں آئے ہیں۔ تو چلو، کسی بہانے ہم بھی خوشیاں بانٹ لیں گے۔"

اسی دوران اریحہ اپنی ماما کا موبائل لیے کچن میں آئی اور کہا: "ماما۔۔۔ماما! یہ موبائل لیں بابا کی کال ہے۔"

ایمان نے کال پک کرلی:

"السلام علیکم، صالح! کیسے ہیں آپ؟ موسیٰ اور بابا کی بتائیں؟ "

صالح نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا:

"ایمان! ہم سب بالکل ٹھیک ہیں۔اور جانتی ہو ایک ہفتے میں ہم موسیٰ کو لے کر پاکستان آرہے ہیں؟

ایمان! ہمارے رب نے ہماری التجائیں سن لیں، ہمارا موسیٰ ہوش میں آگیا ہے، الحمدللہ۔"

596.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(596)(ادھوراپن)

یہ سن کر ایمان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے،اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔اس نے یک دم کال کاٹ دی اور روتے ہوئے پاس موجود عافیہ کے گلے لگ کر پوچھنے لگی:

"موم۔۔۔موم!کیا آپ جانتی ہیں صالح کیا کہہ رہے تھے؟"

انہوں نے حیران کن انداز میں ایمان کو جھڑکتے ہوئے کہا:

"اب کچھ بتاؤ گی تو کچھ پتا چلے گا!"

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

"موم!ہمارے موسیٰ کو ہوش آگیا ہے اور وہ لوگ اسے ایک ہفتے تک لے کر گھر آرہے ہیں۔"وہ نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے لب بھینچے کھڑی ہو گئی۔

یہ سن کر عافیہ نے اسے پھر سے سینے سے لگا لیا اور ماتھا چومتے ہوئے کہا:

میں نا کہتی تھی، خدا کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں۔ بیٹی! تم جلدی سے کچھ میٹھا" "لے کر آؤ میں عائشہ کو یہ خوش خبری سناتی ہوں۔

وہ انہیں الفاظ کے ساتھ لاؤنج میں پہنچیں اور باہیں پھیلائے عائشہ کو اپنے پاس : بلایا، اسے سینے سے لگا کر کہا

بیٹی! تمہارے قدم بہت مبارک ہیں، جانتی ہو تمہارے بھائی کو ہوش آ گیا" ہے۔ اور دیکھنا وہ بہت جلد ہمارے بیچ ہو گا

ان شاء للہ۔" کہہ کر وہ نگاہیں آسمان کی جانب بلند کیے خدا کا شکر ادا کرنے لگیں۔

عائشہ خوشی سے اچھلی، اس کے چہرے کی ساری اداسی پل میں غائب ہوئی اور : کہنے لگی

موم! آپ جانتی ہیں ہم نے اپنی بیٹی کا نام مصفیٰ رکھا ہے، جس کے معنی پاک" کے ہیں اور یہ اسی کے پاک سائے کے نتیجے میں خدا نے ہمیں اتنی بڑی خوشی عطاء کی ہے۔ موم! میں آج ہی گھر کی سجاوٹ شروع کر دیتی ہوں اور شکرانے کے

نوافل ادا کرتی ہوں۔ "ایمان میٹھائی سے بھری تھالی اٹھائے لاؤنج میں آئی اور

:عائشہ کا منہ میٹھا کرا کر کہا

ہاں۔۔۔ہاں، عائشہ! کیوں نہیں، بہت انتظار کے بعد آج یہ دن آیا ہے۔ چلو"

"ہم تیاری شروع کرتے ہیں۔

پورا گھر ایک ہی پل میں خوشیوں سے جھوم اٹھا تھا۔

:عافیہ اپنے داماد کے قریب ہو کر کہنے لگیں

بیٹا! ہم نہ جانے کب سے ان خوشیوں کو ترس رہے تھے، خدا کرے یہ پل"

"ہمیشہ کے لیے ہمارے مقدر میں لکھ دیے جائیں۔

:ہادی نے خوشگوار انداز میں "آمین" کہا، پھر گویا ہوا

آنٹی! آپ کو بہت بہت مبارک ہو، میں یہ خوش خبری ماں، بابا اور آیت کو بھی"

"سنا دیتا ہوں۔

ہاں، بیٹا! اور سب کو مدعو کر دو، ہم سب میرے بیٹے کی خوشی مل کر منائیں"

"گے۔

شام کی چائے سب نے مل کر پی اور پھر نوافل پڑھنے کا اہتمام کیا گیا۔

اگلے روز دوپہر تک گھر کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ کا کام مکمل کروا کر عائشہ نے مہمانوں کی بھی لسٹ تیار کرلی، پھر کھانے وغیرہ کا انتظام کرنے لگی۔ تمام تر انتظامات مکمل ہونے پر عافیہ نے سب گھر والوں کو لان میں جمع کیا اور کہنے لگیں:

"دیکھو، عائشہ! میرا بیٹا اور تمہارا لاڈلا بھائی گھر لوٹ رہا ہے، اس سے بڑھ کر میرے لیے کچھ اہم نہیں ہے۔



597.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(597)(ادھوراپن)

بہت مدتوں کے بعد ہمیں یہ خوشی کا دن میسر آیا ہے اور میں چاہتی ہوں اب کی بار ہم موسیٰ کی شادی بھی کروادیں۔"

ہادی نے معذرت کرتے ہوئے سردروی میں کہا:

"مگر، آنٹی! یہ فیصلہ ہم موسیٰ کے لوٹ آنے پر اس کی رضامندی سے کریں تو بہتر ہے، وہ پہلے ہی ایک لڑکی کی خاطر بہت دکھ دیکھ چکا ہے اور نہ جانے اس عرصے میں اس نے کیا کچھ برداشت کرلیا ہے۔"

عافیہ نے اسے گھورا، پھر ان کے چہرے پر اداسی چھانے لگی۔ انہوں نے طویل خاموشی کے بعد کہا:

"بیٹا! میں ماں ہوں اور ایک ماں سے زیادہ اولاد کا درد شاید ہی کوئی سمجھ سکتا ہو۔ اور مجھے کبھی اس کی پسند سے کوئی شکوہ نہیں رہا۔ اور اب وقت آگیا ہے اس کے صبر اور قربانی کا ثمر اسے مل جائے۔"

اس پر ایمان اور عائشہ نے یک زبان ہو کر پوچھا:

"موم! آپ کا مطلب دعا؟"

"ہاں، بیٹے! وہ اس کی محبت ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ ہم یہ فرض ادا کر دیں۔"

اگلے ہی لمحے عائشہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا:

"موم! خدارا اب تو آپ سمجھ جائیں، دعا ہمارے موسیٰ کے لیے صحیح نہیں ہے۔ وہ دونوں جب بھی ملے، ہمیں سوائے اذیتوں کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ میں ہرگز اپنے بھائی کو اس منحوس لڑکی کو نہیں سونپوں گی اور یہی میرا آخری فیصلہ ہے۔"

عائشہ نے غصے کا اظہار کیا اور اٹھ کر ایک طرف کو چل دی۔

شاید وہ کچھ ایسا جانتی تھی جس سے باقی سب لاعلم تھے۔

عافیہ نے اپنی گردن نفی میں ہلاتے ہوئے کہا:

"دیکھو، بیٹی! یہ فیصلہ میرا یا تمہارا نہیں ہے، بلکہ خدا بھی ان دونوں کو جوڑنے کی سوچ چکا ہے۔ تم نہیں جانتی لیکن تمہارا بھائی آج اسی منحوس لڑکی (بقول تمہارے) ہی کی بدولت اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکا ہے۔ اور جو کچھ اس لڑکی نے ہمارے موسیٰ کے لیے دان کیا ہے وہ ہم اس کے سگے بھی کبھی نہ کر پاتے۔

"جانتی ہو اس نے ہمارے موسیٰ کے لیے اپنی آنکھیں تک دان کر دیں؟

یہ سن کر عائشہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر پلٹ کر تلخ لہجے میں جواب کی بجائے سوال کرنے لگی:

بس موم! تو کیا اس کی یہ قربانی موسیٰ کو حاصل کرنے لے لیے کافی ہو گی؟"

جس لڑکی کی بدولت میرے بھائی کی جوانی اجڑ گئی، اس کی خوشگوار زندگی سے زندگی کی تمام رنگینیاں چھن گئیں، جس کے گناہوں کی سزا بے گناہ ہو کر بھی موسیٰ نے مجرم کی طرح کاٹی۔ آپ کے ہاں یہ سب بہت چھوٹا سا عمل ہو گا، مگر اب میں اس رِیت کو نہیں چلنے دوں گی۔ شاید آپ تک ابھی مکمل تفصیلات نہ پہنچی ہوں، مگر میں جانتی ہوں۔"

ہر سو طویل خاموشی چھا گئی، پھر عائشہ نے رنجیدگی سے مزید کہا:

اس حادثے میں موسیٰ کی یادداشت بھی کھو چکی ہے جواب تک لوٹائی نہیں گئی۔"

اس کا چہرہ بالکل بدل چکا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے خود کو پہچاننے میں بھی ہماری رہنمائی درکار ہو گی۔

"پھر آپ اس سب کو خدا کا ان دونوں کے حق میں فیصلہ کیسے مان سکتی ہیں؟"

598.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(598)(ادھوراپن)

ہادی اور ایمان ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کافی اداس بھی ہوئے۔

:عائشہ کی بات مکمل ہونے پر عافیہ نے سخت لہجے میں اس سے پوچھا

"اچھا!۔۔۔۔تو اگر تمہاری تقریر مکمل ہو گئی ہو تو میں کچھ کہنا چاہتی ہوں؟"

:وہ بالکل ساکن رہی، تو انہوں نے کہا

"میں یہ اس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ میرا کامل یقین ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور وہ صبر کا پھل ضرور عطاء فرماتا ہے۔

تم یہ جو کچھ بھی سوچ رہی ہو یہ تمہاری خود غرضی کی سوچ ہے۔اور میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنے بیٹے کی پسند کو پس پشت ڈال کر اپنے من کی شانتی کے لیے اس کے مزاج کے خلاف کوئی بھی فیصلہ کروں۔جو کچھ ماضی میں ہم نے غلط کیا یہ سب اسی کا نتیجہ تھا، جو کچھ بھی ہمارے بیٹے کو سہنا پڑا ہے۔اب ہمیں "کوئی حق نہیں ہے اس کی باقی کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا۔

عائشہ کا چہرہ لالی بکھیرنے لگا، اس نے سامنے گرل پر لٹکا پھولوں کا گملہ زمین پر :پٹختے ہوئے چیخ کر کہا

آپ کا جو دل چاہے آپ کریں۔میں تو فضول میں بکتی رہتی ہوں۔اور ہاں! مجھ " سے کسی قسم کی بے وقوفی، جو آپ کرنے جا رہی ہیں، کی کوئی امید نہ رکھیے گا۔"

یہ کہہ کر وہ چہرے پر اداسی اور غصہ لیے کمرے میں چلی گئی۔

:عافیہ نے اپنا سر تھپتھپایا اور اظہار افسوس کیا

میں۔۔۔میں کس سے بہتری کی امید رکھوں؟ یہاں تو میرے اپنے ہی گھر " "جلانے کی سوچے ہوئے ہیں۔

ایمان اور ہادی نے انہیں سہارا دیے کرسی پر بٹھایا، پھر ہادی نے پانی کا گلاس پیش کرتے ہوئے کہا:

"آنٹی! وہ موسیٰ کو لے کر بہت خوف زدہ ہے، وہ نہیں چاہتی کہ اب اس کا بھائی کسی بھی مصیبت میں پڑے یا اس سے کسی بھی صورت جدا ہو۔ لیکن میں اسے سمجھاؤں گا اور منا بھی لوں گا، آپ بے فکر رہیں۔ اور ختمی فیصلہ تو موسیٰ کا ہی ہو گا، اس لیے ابھی ہمیں صرف اس کی واپسی کی پرواہ کرنی چاہیے۔ آپ پلیز! خود کو ہلکان نہ کریں۔ یہ آپسی اختلافات کا نہیں بلکہ مل کر خوشیاں منانے کا وقت ہے۔"

اس نے تحمل مزاجی سے معاملہ سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔

عافیہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ماتھا چوم کر اسے اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

"ٹھیک کہا تم نے، بیٹا! اور مجھے امید ہے عائشہ بھی میری بات سمجھ جائے گی۔ اب چلو ہمیں بہت سے کام بھی نمٹانے ہیں۔"

ایمان یہ کہتے ہوئے کچن کی جانب بڑھی:

"اچھا، موم! آپ لوگ لسٹ بنائیں، میں کچن دیکھ لیتی ہوں۔"

جیتی رہو، بیٹی !" کہہ کر وہ ہادی کے ساتھ کام میں لگ گئیں۔ دسمبر کی دوسری" شام کی ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ بادلوں نے سورج سے آنکھ مچولی کا ارادہ کر لیا اور کچھ ہی دیر میں سورج بھی اپنی اگلی منزل کو روانہ ہو گیا۔

:عافیہ نے ہادی کو متوجہ کر کے کہا

بیٹا! آپ کے ذمے ایک اور کام ہے۔۔۔اور وہ یہ کہ کل سے ہر روز میرے" بیٹے کے آنے تک گھر میں قرآن خوانی کا بھی انتظام و اہتمام کرنا ہے۔اس کے "لیے تمام محلے داروں کو پیغام بھجوا دو۔

:ہادی نے مسکان کے ساتھ کہا

"جو حکم، آنٹی! آپ بے فکر رہیں سب کچھ ہو جائے گا۔"



بالآخر آج وہ دن بھی آ ہی گیا جب موسیٰ کو گھر جانے کی اجازت مل گئی۔

حامد صاحب اور صالح صبح سویرے ہی اس کے پاس ہسپتال پہنچ گئے تھے۔

599.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(599)(ادھوراپن)

موسیٰ نے ہوش میں آنے کے بعداب تک کسی سے بات نہیں کی تھی، کچھ بھی ہو وہ بس مسکرادیا کرتا تھا۔ حامد صاحب نے اس کا ماتھا چوم کر اسے بٹھادیا، پھر جوس کا گلاس پیش کر کے کہنے لگے:

"بیٹا! بس اب آپ کی آزمائش اور پرہیز کا وقت ختم ہوا۔ آج سے آپ ہنسی خوشی من چاہی زندگی بسر کر سکتے ہو۔ چلو اب تیاری کرو، آج دوپہر ہی ہمیں پاکستان روانہ ہونا ہے۔"

موسیٰ نے جوس کے دو گھونٹ پیے، پھر گلاس بائیں طرف کی میز پر رکھتے ہوئے اپنی آنکھوں سے چشمہ اتارا اور آنکھیں موندتے ہوئے پلنگ سے اتر کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ پردہ ہٹا کر باہر کا نظارہ کرنے لگا جہاں اب تک سورج کی

چند شعاعیں ہی بکھری تھیں۔دو دن پہلے نیو یارک میں ہونے والی برف باری کی کچھ باقیات سڑک کنارے اور درختوں کے نیچے ڈھیر کی صورت میں موجود تھیں۔ہلکی ہلکی دھوپ اور سانسوں میں تازگی پھیلانے والی ٹھنڈی ہوا سے ہر سو الگ ہی قسم کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں۔اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، پھر پلٹ کر ڈیڈ کے پاس بیٹھے گہری سوچوں میں کھو گیا۔۔۔جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

صالح نے اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"میری جان! موسیٰ! دیکھو، پریشان مت ہو، میں تمہارا بھائی ہوں اور تمہیں ساتھ لے جانے کے لیے ہم دونوں آئے ہیں۔اب چلو تم فریش ہو جاؤ، پھر ہم کسی اچھی سی جگہ ناشتہ کرتے ہیں۔" موسیٰ نے معصومانہ انداز میں اپنے بھائی کو دیکھا، مگر اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف طاری تھا۔صالح نے اشارتاً اُس سے پوچھا:

"کیا ہوا؟"

موسیٰ نے پلکیں جھکا کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے، جو دیکھ کر صالح مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

"اوہ۔۔۔تو میرے بھائی کو دعاء کرنی ہے۔ چلو ابھی ہمیں یہاں سے جانا ہے، تم گھر چل کر دعاء کر لینا۔" کہہ کر اسے لیے باہر جانے لگا۔ موسیٰ کا چہرہ اترا سا دیکھ کر اس کی ادوایات اور فائل وغیرہ سمیٹ رہی نرس صالح کے پاس آ کر پوچھنے لگی:

"سر! اگر آپ کو برا نہ لگے تو میں کچھ کہوں؟"

اس نے ہامی بھری اور موسیٰ کو باہر کھڑے ڈیڈ کے پاس بھیج دیا، تو نرس کہنے لگی:

"سر! در اصل آپ کا بھائی دعاء مانگنے کی نہیں کہہ رہا بلکہ وہ آپ سے دعا کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ جس نے اپنی زندگی اور جوانی کی پرواہ کیے بغیر بستر مرض پر پڑے اس بے جان شخص کو جینے کا حوصلہ دیا۔ آپ شاید اس حور پری سے واقف بھی ہوں، ممکن ہے وہ موسیٰ کے بے حد قریب رہی ہو اور اب موسیٰ کی کھوئی ہوئی یادداشت پھر سے لانے میں آپ کی مدد کر سکے۔"

اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے، پھر مزید کہنے لگی:

سر! میں نے موسیٰ کا سامان پیک کر کے الماری میں رکھ دیا ہے اور یہ رہی وہ"
"امانت، جو مجھے موسیٰ کو سونپنے کے لیے دی گئی تھی۔

600.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(600)(ادھوراپن)

:اس نے دعا کا دیا ہوا کی چین صالح کو تھماتے ہوئے پھر سے کہا

"یہ امانت موسیٰ کو دے دیجیے گا اور اس کا بہت سا خیال رکھیے گا۔"

:اب تک خاموش کھڑے صالح نے باہر جا رہی نرس کو روکا، پھر کہنے لگا

سنیں، سسٹر! ویسے میں یہ تو جان چکا ہوں کہ وہ لڑکی کون ہے، مگر یہ نہیں کہ "
"وہ یہاں کب اور کیوں آئی تھی۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں اس کے متعلق؟

:نرس نے پلٹ کر صرف اتنا کہا

"وہ اس لیے کہ شاید خداوندان دونوں کو الگ نہیں کرنا چاہتا۔"

یہ سننے میں کافی حیران کن تھا، کیونکہ دعا وہاں اپنی ٹریننگ کے لیے آئی تھی لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔اور نرس کا جواب بھی ادھورا تھا، جو سن کر صالح کو بھی جھٹکا لگا۔

وہ موسیٰ اور دعا کے متعلق پہلے سے جانتا تھا، اس لیے وہ بے حد پریشان ہوا اور یہ جاننا چاہتا تھا کہ دعا یہاں کیوں آئی تھی؟

کچھ دیر سوچ بچار کے بعد وہ باہر اپنے ڈیڈ کے پاس پہنچا اور انہیں ایک طرف لے جا کر کہنے لگا:

"ڈیڈ! مجھے آپ سے دعا کے متعلق کچھ پوچھنا ہے۔"

انہوں نے حیرانی سے چاروں جانب دیکھا، پھر صالح کو ساتھ لیے پارکنگ میں لگے بینچ پر بیٹھتے ہوئے بولے:

"ارے، پگلے! تو نہیں جانتا وہ دعاء ہی تو ہے جو ہماری تقدیر بدلنے کے کام آتی ہے، جو ہمیں رب کے قریب کرنے کا سبب بنتی ہے، ہماری مردہ روح کو جینے کا ہنر سکھاتی ہے اور۔۔۔۔"

"اور۔۔۔اور کیا ڈیڈ؟"

اس نے ان کی بات کاٹ کر پوچھا تھا، پھر دعا کے نام کا کی چین ان کے سامنے لہراتے ہوئے کہنے لگا:

"ڈیڈ! میں دعاء کی نہیں بلکہ اس لڑکی دعا کی بات کر رہا ہوں جو موسیٰ کی دوست تھی۔"

یہ سن کر حامد صاحب اٹھے اور اس کے قریب ہو کر مسکرا دیے، پھر اگلے ہی لمحے اپنے آنسو پونچھ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ صالح دوڑ کر گاڑی کے پاس پہنچا اور سنجیدگی سے بولا:

"ڈیڈ! میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے۔"

انہوں نے اسے موسیٰ کی جانب متوجہ کرتے ہوئے رنجیدگی سے کہا:

"بیٹا! وہ لڑکی وہی بدقسمت شخصیت ہے جس نے ہمارے موسیٰ سے محبت کی تھی۔اس محبت کے لیے اپنی روشن زندگی میں اندھیرے خرید کر موسیٰ کی زندگی اور آنکھوں کا نور پھر سے لوٹا گئی۔اسی کی بدولت آج ہمارا موسیٰ مقدر سے لڑ کر زندگی کی دوڑ میں پھر سے شامل ہو پایا ہے۔"

"لیکن ڈیڈ! وہ یہاں کیوں آئی تھی؟میرا مطلب۔۔۔۔"

انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ٹوکتے ہوئے کہا:

"لیکن ویکن کا مجھے کچھ نہیں پتا ابھی تم جلدی سے فلیٹ پر چلو۔ہمیں پاکستان جانے کی تیاری بھی کرنی ہے۔"

اس نے ہار مان لی اور اپنے سب سوالات ادھورے چھوڑ کر موسیٰ کو گاڑی میں بٹھا دیا اور ڈرائیور کے ساتھ مل کر موسیٰ کا سامان گاڑی میں رکھنے لگا۔

کچھ ہی دیر میں وہ فلیٹ پر پہنچے اور پھر پاکستان جانے کی تیاری کرنے لگے۔

حامد صاحب موسیٰ کے پاس آئے اور پوچھا:

"بیٹا! آپ کی تیاری ہوگئی ہے؟ہمیں بارہ بجے ائیرپورٹ پہنچنا ہے۔"

اس نے گردن ہاں میں ہلائی، پھر مسکراہٹ بھرے انداز میں کہنے لگا:

"اب مجھے جائے نماز چاہیے، مجھے نوافل ادا کرنے ہیں۔"

حامد صاحب چونکا دینے والے انداز میں اس کی جانب پلٹے، ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا، جب انہوں نے ساڑھے سات ماہ بعد اپنے بیٹے کی آواز سنی تو۔



601.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(601)(ادھوراپن)

وہ یک دم آگے بڑھے اور جائے نماز بچھا کر موسیٰ سے کہنے لگے:

"جاؤ بیٹا! اور جی بھر کر اپنے رب کا شکر ادا کرو اور دعائیں بھی مانگو تا کہ وہ تمہاری ہر مشکل آسان کر دے۔"

موسیٰ نوافل ادا کرنے لگا اور صالح اس کا سامان وغیرہ پیک کر کے ناشتے کی تیاری میں مگن ہو گیا۔ حامد صاحب اس کے کمرے میں گئے تو موسیٰ نوافل ادا کر چکا تھا۔ اسے دیکھ کر حامد کہنے لگے:

"ماشاءاللہ، میرا بیٹا کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ چلو بیٹا! اب ناشتہ کر لو۔"

اس نے جائے نماز سمیٹا اور ڈیڈ کے ساتھ ناشتے کے لیے کمرے سے باہر آگیا۔

تینوں نے مل کر ناشتہ کیا اور موسیٰ واپس اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ان کی رہائش ائیر پورٹ کے نزدیک تھی اس لیے وہ ساڑھے گیارہ بجے فلیٹ سے نکلے اور ٹھیک بیس منٹ میں

'John F. Kennedy International Airport New York'

پہنچ گئے۔

دوپہر ساڑھے بارہ بجے ان کی پاکستان کی فلائٹ تھی اور تمام تر کاغذی کاروائی حامد صاحب دو دن پہلے ہی کروا چکے تھے۔

ائیر پورٹ پر پہنچ کر حامد صاحب نے موسیٰ اور صالح کو کیفے میں بھیج دیا اور خود

ایک طرف جہاں شور کم تھا جا کر اپنی بیگم کو کال کرنے لگے، وہ بھی ساڑھے

سات ماہ بعد۔

کچھ دیر کے بعد وہ اپنے بچوں کے پاس آئے اور پوچھا۔

ہاں، بھئی! چائے یا کافی، کیا لو گے ؟"

"ابھی فلائٹ میں کچھ وقت باقی ہے۔

صالح نے موسیٰ کی طرف دیکھا جو بالکل خاموش گہری سوچوں میں گم صم معلوم

ہوا، جبکہ وہ اپنے سوچنے کی صلاحیت شاید کھو چکا تھا۔

صالح نے مسکرا کر کہا:

ڈیڈ! مجھے نہیں لگتا یہ کچھ بولنے والا ہے، اس لیے چائے ہی منگوالیں۔۔۔؛ باہر"

"کا حسین موسم اور ان لمحات میں چائے میسر ہو، مزہ ہی آجائے گا۔

اچھا، بیٹا! چائے تو آجائے گی، لیکن میں نے تمہاری موم کو بتا دیا ہے کہ ہم کچھ"

"دیر میں پاکستان کے لیے نکل رہے ہیں۔

صالح نے کچھ حیرانی ظاہر کی اور گھڑی پر وقت کا تعین کرتے ہوئے کہنے لگا:

اچھا، ڈیڈ! لیکن اب تک وہ جاگ رہی ہیں؟ جبکہ وہاں تو رات ہو چکی ہے وہ بھی "

"دسمبر کی یخ ٹھنڈی رات۔

: حامد صاحب نے چائے لے کر آئے ویٹر کا شکریہ ادا کیا، پھر سنجیدگی سے بولے

بیٹا! جوان اولاد کا درد ماؤں کی نیندیں کھوکھلی کر دیتا ہے۔ اور پھر اولاد تم جیسی "

نیک اور فرمانبردار ہو تو کہاں آنکھ لگتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی دونوں نے چائے کے مگ اٹھائے جنہیں دیکھ کر موسیٰ نے بھی مگ اٹھالیا، لیکن وہ شاید پریشان تھا کہ اس کا کرے گا کیا۔

: حامد صاحب نے بغور اس کا جائزہ لیا تو وہ اس کی مشکل سمجھ گئے اور کہنے لگے

"موسیٰ بیٹا! یہ دیکھو مجھے۔"

انہوں نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا، جو دیکھ کر اس نے بھی چائے کا ایک گھونٹ پیا اور مسکرانے لگا۔

حامد صاحب کی آنکھیں بھر آئیں، ایک باپ کیسے اپنے جوان بیٹے کو یوں محتاجی میں دیکھ سکتا ہے۔

602.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(602)(ادھوراپن)

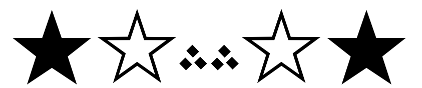
وہ موسیٰ کے قریب ہوئے اور اس کا منہ ٹشو سے صاف کر کے اسے اپنے سینے سے لگالیا:

"بیٹا! مجھے معاف کر دینا، نہ جانے یہ کس خطاء کی سزا ہے، میں تو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مجھے امید ہے تم جلد اپنے مجبور باپ کو معاف کر کے میری پریشانیوں کا حل بتلاؤ گے۔"

اسی دوران صالح نے انہیں کچھ فاصلے سے پکارا:

"ڈیڈ! چلیں۔ کب سے ہمارا نام پکارا جا چکا ہے۔"

وہ ہڑ بڑا کر اٹھے اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے موسیٰ کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگے۔



لاہور پاکستان میں موسیٰ کے گھر پر خوشی کا سماں تھا۔اس کے بہت سے رشتہ دار بھی ان کے گھر پر موجود تھے۔

اب رات کے گیارہ بج چکے تھے اس لیے گھر کے افراد کے سوا سب لوگ سو چکے تھے۔

عافیہ جو لاؤنج میں عائشہ کے سسرال والوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھیں۔وہ اجازت طلب کر کے باہر لان میں آئیں، جہاں ہادی اور ایمان بیٹھے تھے۔

:ہادی یک دم انہیں دیکھ کر جگہ سے اٹھا اور پوچھنے لگا

آنٹی! آپ لوگ ابھی تک سوئے نہیں؟ کچھ چاہیے تھا تو ہمیں بلا لیتیں آپ نے "کیوں تکلیف کی؟"

ارے نہیں، بیٹا! میں بس بتانے آئی تھی کہ تمہارے انکل نے کافی دیر پہلے "
کال کی تھی اور بتا رہے تھے وہ ائیر پورٹ پر ہیں اور کچھ ہی دیر میں ان کی پاکستان
"کی فلائٹ ہے۔

:ہادی کا چہرہ کھل سا گیا، وہ کہنے لگا

آنٹی! یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔ خدا کرے وہ خیریت سے پہنچ آئیں، "
"آمین۔

ایمان یک دم اپنی ساس سے لپٹ گئی اور مبارک باد پیش کرنے لگی۔ انہوں نے
:اسے پیار کرتے ہوئے کہا

یہ سب آپ لوگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ بیٹی! اب اچھی سی چائے پلا دو میں "
"ذرا عائشہ کو بتا دوں، اور ہادی تم بھی اندر چلو یہاں کافی ٹھنڈ ہے۔

ایمان کی خوشی کا اندازہ اس کے چہرے کی مسکان سے لگایا جا سکتا تھا، جو سچ میں
بہت خوش تھی۔

:اس نے اوپر جاتی موم کو کچن کی چوکھٹ سے پکارا

"موم! عائشہ کو ابھی نہ بتائیں، ویسے بھی اس کا موڈ آف ہے اور شاید وہ سو چکی ہو گی۔"

"ہاں، ایمان! کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو لیکن اسے بتانا ضروری ہے۔ نہیں تو وہ صبح اٹھے گی تو معلوم پڑنے پر سب کی کلاس لے لے گی۔ تم چائے تیار کرو میں بس دو منٹ میں آتی ہوں۔" کہہ کر وہ عائشہ کے کمرے کی طرف جانے لگیں۔

انہوں نے عائشہ کے کمرے پر دستک دی تو دروازہ کھلا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو عائشہ جائے نماز پر سجدہ ریز تھی، جسے دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے چپکے سے اس کے پاس زمین پر جا بیٹھیں، پھر دھیمے سے بڑبڑائیں:

"اے رب! میں یہ تو نہیں جانتی میری بیٹی کیا مانگ رہی ہے، مگر اس کی ہر طلب پر ایک ماں دل سے آمین کہہ رہی ہے۔ میرے رب! اسے سب عطاء کر دے، آمین۔"

عائشہ سجدے سے اٹھی تو موم کو اپنے قریب بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگی:

"موم! سب خیریت تو ہے اتنی رات کو آپ یہاں؟"

انہوں نے کچھ کہے بنا ہی اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا، پھر اک لمبی سی آہ بھرتے ہوئے بولیں:

بیٹی! تم نہیں جانتی آج میں کتنی خوش ہوں۔ میرے خدا نے ہماری ہر دعاء" قبول کر لی ہے، میں کیسے اس پروردگار کا شکر ادا کروں۔



603.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(603)(ادھوراپن)

اس نے مجھے بہت نوازا ہے، اب بس دعاء ہے یہ خوشیاں ہمیں راس آجائیں، "آمین۔

یہ سب سن کر عائشہ حیران ہوئی اور عافیہ کو سہارے سے زمین سے اٹھا کر

:صوفے پر بٹھاتے ہوئے پوچھا

"موم! آپ پہلے بتائیں تو سہی اتنی خوش ہیں ماشاءاللہ سے اور کیا وجہ ہے؟"

:وہ عائشہ کی طرف متوجہ ہو کر بولیں

بیٹی! میں تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ تمہارے ڈیڈ نے کال کی تھی۔وہ لوگ"

امریکہ سے نکل رہے ہیں اور کل شام چھ بجے لاہور اقبال

ائیر پورٹ پر پہنچ آئیں گے۔بیٹی! میں کیسے بتاؤں میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔اپنے

"بیٹے کو دیکھنے کی حسرت نے میری آنکھوں کی نیند تک گنوادی۔

عائشہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور وہ آنکھیں پھاڑے موم کو گھورنے لگی۔

"ارے،بیٹی! کیا ہوا؟"

انہوں نے چٹکی بجا کر اسے خیالات کی دنیا سے رہا کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

:وہ چونکا دینے والے انداز میں مڑی

ہاں۔۔۔ہاں،موم؟"

موم! آپ نہیں جانتیں آپ نے مجھے کتنی بڑی خوشخبری دی ہے، لیکن میں اپنے رویے کے لیے شرمندہ ہوں، مجھے آپ سے اس طرح سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ موم! دراصل میرے بھی کچھ تحفظات ہیں۔ ایک بہن کے لیے اس کے بھائی کی خوشی سے بڑھ کر کچھ معنی نہیں رکھتا، لیکن میں اپنے بھائی کی خوشی کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی بھی چاہتی ہوں۔ پلیز، موم! مجھے غلط مت سمجھیے گا، میں نے موسیٰ کو اذیتوں کے سمندر میں ڈوبتا دیکھا ہے۔ اس لیے اب "میں اسے کسی نئ مصیبت میں نہیں پڑنے دوں گی۔

: عافیہ نے اس کا ہاتھ تھام کر چوما اور مسکرا کر بولیں

ہاں، بیٹی! بالکل میں تمہاری بات سمجھ سکتی ہوں۔ اور دیکھو، میں بھی تم لوگوں" "کی دشمن نہیں ہوں، بس خوش دیکھنا چاہتی ہوں اپنی اولاد کو۔

: اس نے موم کو تسلی دیتے ہوئے کہا

موم! مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے لیکن میں موسیٰ کے لیے کوئی بھی ایسا" اقدام نہیں ہونے دوں گی جو اس کی زندگی کے لیے مضر ہو، پھر چاہے دعا کا ساتھ ہی کیوں نہ چھوٹ جائے اس سے۔ دیکھیے، موم! اب اس کی یادداشت کھو

چکی ہے، وہ خود کو بھول چکا ہے تو اس لڑکی کا اس کی زندگی میں سے جانا کوئی بڑی بات نہیں ہو گی۔اس لیے میں چاہتی ہوں ہم ان دونوں کو اب کبھی ملنے نہ دیں "تو کم از کم میرے بھائی کی زندگی تو بچ جائے گی۔

عائشہ کے لہجے میں نرمی تھی، لیکن سنجیدگی بھی۔

انہوں نے تسلی سے اس کی بات سنی پھر صرف اتنا کہا:

بیٹی! کل میرا موسیٰ گھر لوٹ رہا ہے، مجھے بس اس کے لوٹنے کی خوشی ہے۔"

باقی جو تقدیر کے فیصلے ہیں وہ ہم وقت پر چھوڑ دیتے ہیں۔اب پلیز! تم اپنا موڈ اچھا کر لو اور کچھ دیر آرام کر لو۔ کل بہت سے کام بھی موسیٰ کے آنے سے پہلے مکمل "کرنے ہیں اور اس کے کمرے کی سجاوٹ تمہاری ذمہ داری ہے۔

عائشہ نے ہامی بھری اور موم کو بوسہ دیتے ہوئے کہا:

"موم! آپ بے فکر ہو جائیں میں آپ کے ساتھ ہوں، گڈ نائٹ۔"

604.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(604)(ادھوراپن)

:وہ باہر جاتے ہوئے دروازے سے مڑ کر پوچھنے لگیں

"بیٹی! آپ کے لیے چائے بھجوادوں؟"

عائشہ نے دیوار پر لگی گھڑی سے وقت کا تعین کیا تو رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔اس نے جمائی لے کر آنکھیں موندتے ہوئے کہا:

نہیں، موم! ابھی مجھے کچھ دیر آرام کرنا ہے، صبح ناشتے پر ملتے ہیں۔بہت سی" تیاریاں باقی ہیں جس میں موسیٰ کا کمرہ سرفہرست ہے۔"

عافیہ نے دروازہ بند کرتے ہوئے چند الفاظ کے ساتھ رخصت چاہی: "ٹھیک ہے، بیٹی! آپ آرام کرو میں بھی مہمانوں کو دیکھ لوں، سب لاؤنج میں میرے انتظار میں بیٹھے ہیں۔وہ، ہادی اور اس کے والدین۔"



اگلے روز صبح دس بجے دعا کے والدین اور بھتیجا کلثوم کے بتائے پتہ پر لاہور پہنچ چکے تھے۔ کلثوم پچھلے ایک ڈیڑھ ہفتے سے ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھی۔ وہ چہرے پر اداسی لیے ساس، سسر اور اپنے بیٹے کے انتظار میں چہل قدمی میں مصروف تھی۔ اسی دوران دروازے پر دستک سن کر یک دم دروازہ کھول کر ندامت بھرے انداز میں ہاتھ جوڑے کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے۔

دعا کے بابا آگے بڑھے اور اسے سینے سے لگا کر بولے:

"میری گڑیا! بیٹیاں کبھی ہاتھ نہیں جوڑتیں بلکہ سینے سے لگا کرتی ہیں۔"

انہوں نے اس کا ماتھا چوما، اس کے آنسو صاف کر کے پھر سے کہا: "بیٹی! میں تمہارا دکھ سمجھ سکتا ہوں اور اتنا خود غرض نہیں ہوں کہ تمہاری مجبوری نہ سمجھ پاؤں۔ اور میں دعا کی ضد سے واقف ہوں اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔

"دعا خود ایک امید ہے، تو وہ کیسے ہماری آس اور امید توڑ سکتی ہے۔

نایاب نے اسے سینے سے لگا کر کہا:

"ہاں، بیٹی! تمہارے انکل بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، تم پریشان مت ہو۔"

:کلثوم مسکرا کر دو زانو زمین پر بیٹھ گئی اور باہیں پھیلا کر بولی

"حمزہ! میری جان! یہاں آؤ ماما کے پاس۔"

وہ دوڑ کر کلثوم کے پاس آیا اور اس کے سینے سے لگ کر کہنے لگا: "ماما! آپ روئیں

"تو نہیں، اب ہم سب آ گئے ہیں نا، اور دیکھنا پھپھو بھی جلدی آ جائیں گی۔

:کلثوم نے اسے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا، پھر کہا

"سوری جان! میں اپنے بیٹے کو بھول ہی گئی تھی۔"

:حمزہ نے اس کی آنکھوں سے آنسو ہاتھ سے پونچھتے ہوئے کہا

"It's ok mom!

"آپ جانتی ہیں جو دوسروں کا خیال رکھتے ہیں وہ کبھی اپنوں کو بھول نہیں سکتے۔

:یہ سن کر وہ حیران کن انداز میں بولی

"اچھا! آپ کو بڑا پتا ہے ان باتوں کا۔ کس نے بتایا ہے؟"

:اس نے کلثوم کا ہاتھ تھام کر زمین سے اٹھایا اور کرسی پر بٹھا کر کہنے لگا

ماما! مجھے پھپھو نے بتایا تھا اور میری پھپھو کبھی بھی مجھے کچھ غلط نہیں بتاتیں۔"

"اچھا، ماما! آپ نے ناشتہ کیا؟

کلثوم نے اسے گود میں اٹھا کر گردن نفی میں ہلائی، تو وہ فوراً سے اٹھا اور اپنے بیگ سے کپ کیک نکال کر اسے پیش کرتے ہوئے بولا:

605.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(605)(ادھوراپن)

"ماما! یہ میں نے ائیر پورٹ سے آتے ہوئے آپ کے لیے خریدا تھا۔ مجھے معلوم تھا آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا ہو گا۔"

کلثوم نے کیک لیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کر کے کہا:

"میرا بیٹا، میں صدقے جاؤں اس سوچ کے، چلو آپ فریش ہو جاؤ، میں ابھی ناشتہ منگواتی ہوں پھر ہم سب مل کر کھائیں گے۔"

وہ ہامی بھر کر کمرے میں چلا گیا۔

کلثوم نے ساس، سسر سے حال احوال دریافت کیا اور پھر ناشتے کے لیے میز سجانے لگی۔

کچھ ہی دیر میں آرڈر کیا ناشتہ بھی موصول ہو گیا، جو سب نے مل کر تناول فرمایا۔

ناشتے کے بعد کلثوم نے ان دونوں کو لفظ بہ لفظ ساری داستان سنائی اور یہ بھی بتایا کہ:

"دعا کس حد تک موسیٰ کے عشق میں دیوانی ہو چکی ہے، وہ چاہتی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا جنازہ بھی موسیٰ کے گھر سے اٹھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اب موسیٰ کو ہی اپنا شریک حیات چن چکی ہے۔"

نصیر صاحب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"دیکھو، بیٹی! یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے۔ اور دعا نے جو بھی فیصلہ کیا ہے وہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لیے اب اس موضوع پر اس کے لوٹنے کے بعد ہی بات ہو گی۔"

★☆...☆★

آج بارہ دسمبر۔۔۔یعنی موسیٰ کی سالگرہ کا دن تھا۔سہ پہر کے وقت ایسے معلوم ہو رہا تھا، جیسے لاہور میں آج سورج نکلا ہی نہیں تھا۔ہر طرف دھند اور آسمان پر کالے بادلوں کا سایہ، لیکن ابھی تک بارش تھمی ہوئی تھی۔

کچھ لوگ چہل پہل میں مصروف تھے، جو کسی ضروری کام کی غرض سے یا دفتروں سے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

لوگوں کی اس چہل پہل میں سانول اور اس کا دوست بھی شامل تھے۔وہ دونوں بوتیک سے نکل کر کیفے جانے کے لیے بوتیک سے تھوڑی دور پارکنگ کی جانب گامزن تھے۔پارکنگ میں پہنچ کر دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے اور سعد نے گاڑی اسٹارٹ کر کے سانول کی جانب دیکھ کر کہا:

"ہاں، بھئی! آج تو بہت مصروفیت ہونے والی ہے، موسم بھی خوشگوار ہے اور ویک اینڈ بھی۔"

سانول جو کچھ عرصے سے ہر پل سنجیدہ رہنے لگا تھا، کہنے لگا:

"نصیب سے بڑھ کر اور وقت سے پہلے کچھ نہیں مل سکتا،اس لیے خاموشی سے چل۔"

سعد نے "جیسے تمہاری مرضی،" کہہ کر گاڑی سڑک پر دوڑا دی۔

سانول گہری سوچوں میں گم صم تھا۔ نہ جانے اس کے دماغ میں کیا کچھ چل رہا تھا۔ البتہ وہ دعا کے متعلق بھی سوچ سکتا تھا اور آج اس کے پہلے اور بہترین دوست موسیٰ کی سالگرہ بھی تھی، جس نے آج سے سات سال پہلے اسے مدعو بھی کیا تھا، مگر تب سانول گاؤں کا ایک عام سا نوجوان تھا اور آج وہ اچھا خاصہ سمجھ دار اور کاروباری شخص ہے۔

"مگر کہتے ہیں نا،" وقت خود کو کبھی نہیں دہراتا۔

مطلب یہ کہ اگر آج اسے موسیٰ نے دعوت دی ہوتی تو وہ لازمی اپنے دوست سے پہلی دفعہ مل سکتا تھا یا اس کا دیدار کر سکتا تھا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(606)(ادھوراپن)

سانول انہیں خیالات میں گم صم رہااور وہ کیفے کے بالکل سامنے پہنچ چکے تھے، جس کا اندازہ اسے سعد کے گاڑی کا دروازہ بند کرنے پر ہوا۔



ساڑھے پانچ بجے ہادی، عائشہ، ایمان اور شاہد صاحب

ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ جبکہ عافیہ، آیت اور نازیہ نے گھر پر رہ کر موسیٰ کے استقبال کا فیصلہ کیا۔ ثانیہ، ساحر، مقدس اور منان گھر کے ہال میں مہمانوں کے بیچ و بیچ تھے۔ ہر طرف رونقیں اور خوشیاں تھیں، بچوں کا شور و غل، عورتوں کی آپسی کھسر پھسر اور مرد احباب کے بزنس کے قصے۔ ہر کوئی آیت اور ساحر سے موسیٰ کے متعلق پوچھتا اور مبارک باد دیے آگے بڑھ جاتا۔ جبکہ ثانیہ اور مقدس ہال میں مہمانوں کو بٹھانے کے انتظامات دیکھ رہی تھیں۔

مقدس اور منان ایک ماہ پہلے لندن چلے گئے تھے، مگر عائشہ کے بے حد اصرار پر وہ ایک دن پہلے ہی پاکستان واپس لوٹے تھے۔

گھر کے لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے کھانے پینے اور مہمانوں کے بیٹھنے کے انتظامات گھر کے وسیع ہال میں کیے گئے تھے۔

شام چھ بج کر دس منٹ پر جہاز باحفاظت

علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کر چکا تھا۔

ٹھیک سات بجے موسیٰ اس کے ڈیڈ اور صالح تمام تر کاروائی مکمل کر کے باہر آچکے تھے۔

حامد صاحب اور صالح سامان لیے آگے چل دیے، جبکہ موسیٰ اپنے کچھ دستی سامان کے ساتھ نظریں جھکائے صالح کے ساتھ ساتھ قدم بڑھا رہا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے رکا، پھر سے قدم بڑھانے لگا کہ اس کی سامنے سے گزرتی ہوئی باحجاب لڑکی سے اس کی ٹکر ہو گئ، جس کے ہاتھ میں سفید رنگ کی چھڑی تھی۔ یعنی وہ بصارت سے محروم معلوم ہو رہی تھی اور اس نے کالے رنگ کی عینک بھی پہن رکھی تھی۔

اس سب کے چلتے موسیٰ کے ہاتھ سے اس کا سامان زمین پر بکھر گیا اور وہ لڑکی دو قدم کی دوری پر جا گری۔ وہ اپنے ہاتھ زمین پر مارتے ہوئے چھڑی کے سہارے سے اٹھ کر بولی:

"معاف کیجیے گا، میں جلدی میں تھی اور اکیلی بھی ہوں، اس لیے میں آپ کو دیکھ نہیں پائی۔" وہ زمین پر بیٹھے ہی مزید کہنے لگی: "میں سامان اٹھا دیتی ہوں۔

موسیٰ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر روک دیا اور نہ جانے کیوں اس کے حجاب کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

ایک پل کے لیے اس کی آواز نے اسے سرور بخشا، لیکن فضاء میں اٹھتے شور نے اسے ان لمحات سے غافل رکھا جو وہ بھول چکا تھا۔ کچھ پل کی خاموشی کے بعد موسیٰ نے ہچکچاتے لہجے میں کہا:

"ک۔۔۔کو۔۔۔کوئی بات نہیں، آپ رہنے دیں۔"

صالح یک دم وہاں پہنچا اور موسیٰ کو دیکھ کر کہنے لگا:

"اوہ ہو، یار! تم چلو اب۔ اور یہ سامان تمہارا ہے؟"

اس نے گردن ہاں میں ہلائی تو صالح نے پھر سے کہا:

"اچھا! تم چلو ڈیڈ کے پاس، میں سامان لے کر آتا ہوں۔"

وہ لڑکی یعنی۔۔۔دعا، ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ جسے نہ تو موسیٰ نے پہچانا اور نہ ہی اور کوئی اسے جانتا تھا، ماسوائے حامد صاحب کے جو وہاں سے باہر پارکنگ کی جانب نکل چکے تھے۔

کاش! صالح، موسیٰ کا نام پکار دیتا تو شاید حالات کچھ اور ہوتے۔



607.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(607)(ادھوراپن)

بہر حال صالح نے اس سے معذرت کرتے ہوئے پوچھا:

میڈم! میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟ میرا مطلب آپ کو کہاں جانا ہے؟"

"میں ڈرائیور سے کہہ کر آپ کو ڈراپ کروا دیتا ہوں۔

دعا نے معصومانہ لہجے میں کہا:

"بہت بہت شکریہ، سر! بس آپ مجھے ٹیکسی منگوا دیں، آپ کی نوازش ہو گی۔"

صالح نے ہامی بھرتے ہوئے اس کا سامان بھی اپنے ساتھ لیا اور باہر سے ٹیکسی بک کر کے اسے روانہ کر دیا۔

ہادی اور عائشہ نے صالح کو دور سے ہی پہچان لیا تھا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ سب ایک ساتھ پارکنگ میں موجود تھے۔

رسماً علیک سلیک کے بعد عائشہ آگے بڑھ کر ڈیڈ کے سینے سے لگ گئی اور پھر چاروں اطراف کا جائزہ لیتے ہی اس کے چہرے پر اداسی چھانے لگی۔ تو وہ گویا ہوئی:

"ڈیڈ! موسیٰ کہاں ہے؟"

انہوں نے اپنے پاس کھڑے شخص کا ہاتھ پکڑ کر آگے کرتے ہوئے رنجیدگی سے کہا:

"یہ ہے ہمارا موسیٰ۔ بیٹی! میں نے تمام تر تفصیلات سے تم لوگوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اب ہمارے کیے کی بھی تو کوئی سزا بنتی تھی اور وہ یہ ہے کہ ہمیں خود کو موسیٰ سے متعارف کروانا ہو گا۔ اب گھر چلیں؟"

عائشہ نے ہامی بھر کر موسیٰ کا بغور جائزہ لیا، جو اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر عائشہ نے ہاتھ ملانے کے لیے جب اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ حیران کن انداز میں اسے گھورنے لگا، جو دیکھ کر عائشہ خوف زدہ ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔

حامد صاحب نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا:

"بیٹی! معاف کرنا، مگر اس سب کے لیے ہمیں بڑی محنت کرنی ہو گی۔ اور ڈاکٹرز نے اس مرض کی دوا، دعا کا بتایا ہے۔ جس سے مل کر یا اسے دیکھ کر ممکن ہے اسے سب یاد آ جائے۔"

یہ سب کچھ عائشہ کو ہضم تو نہیں ہوا لیکن، شاید اس کے دل میں دعا کی جگہ پھر سے بننے لگی تھی۔

کیونکہ اسے اپنے بھائی کی صحت یابی کی فکر تھی اور اگر وہ یہ رسک نہ لے پائی تو موسیٰ شاید اپنی بہن کو بھی نہ پہچان پائے۔ یہ سب کچھ اس نے گاڑیوں میں سامان رکھنے تک کچھ ہی لمحات میں سوچ لیا تھا۔

ہادی نے ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے سسر سے کوئی بھی سوال نہ کیا۔ وہ حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے سب کو لیے گھر کے لیے نکل گیا۔ اور شاہد صاحب بھی خاموش رہے تھے۔

عائشہ پورے راستے پاس بیٹھے موسیٰ کا چہرہ دیکھتی رہی اور وہ خاموش مزاج بنے مسکراتا رہا۔

دوسری جانب دعا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:

"سر! یہاں مسلم ٹاؤن کے قریب مین مارکیٹ میں ایک کیفے ہے، مجھے بس وہیں پر اتار دیجیے گا۔"

اس نے یک دم ٹیکسی روک کر کہا:

میڈم! ہم پہنچ چکے ہیں، وہ سامنے رہا کیفے۔ میں یوٹرن لے کر آپ کو اتار دیتا"

"ہوں، بارش ہو رہی ہے اور ٹریفک بھی بہت ہے۔

دعا نے مسکراتے ہوئے کہا:

"جی بہتر، اگر آپ ایسا کر دیں تو مہربانی ہو گی۔"

ڈرائیور نے یوٹرن لے کر اسے اتارا اور سامان سمیت اسے ایک طرف چھوڑتے

ہوئے اپنی چھتری اسے تھماتے ہوئے بولا:

میڈم! یہ لیں یہ چھتری رکھیں میں ابھی جلدی میں ہوں تو آپ کی کوئی مدد"

"نہیں کر سکتا۔

یہ کہتے ہی وہ ٹیکسی کی جانب چل پڑا۔

دعا نے اسے آواز دی اور اپنے پرس میں پاکستانی کرنسی میں پڑا ایک ہی پانچ ہزار کا

نوٹ نکال کر اسے دے دیا، پھر سنبھل کر ایک طرف کو چل دی۔

608.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(608)(ادھوراپن)

:ڈرائیور نے بغور اسے دیکھا اور کہنے لگا

لیکن میڈم! میرے پاس چھٹے نہیں ہیں، اگر پانچ سو کا نوٹ ہے تو دے دیں، "
"نہیں تو رہنے دیں۔

:دعا نے اپنا پرس بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا

رہنے دیں، سر! کوئی بات نہیں، آپ نے میرا اتنا خیال کیا۔ آپ رکھ لیں، پھر "
" کبھی موقع ملا تو دیکھا جائے گا۔

:ڈرائیور نے اس کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہتے ہوئے خوشی خوشی چلا گیا

میڈم! خدا آپ کی ہر مشکل آسان کرے اور آپ کو بہت سی خوشیاں عطاء "
"فرمائے، آمین۔

دعا تیز بارش کی وجہ سے بے حد پریشان تھی، اسے کافی مشکل پیش آ رہی تھی۔

اس نے اپنا موبائل نکال کر کہا:

"کال بھابی۔۔۔۔ مگر اس کا نمبر نہیں لگ رہا تھا۔"

دعا مایوس ہو کر کیفے سے چند قدم کی دوری پر ہی کھڑی تھی۔ سانول نے شیشے کے دھندلے پن کو ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے غور سے باہر دیکھا، تو اسے ایک لڑکی دکھائی دی۔۔۔ یعنی دعا، مگر وہ جانتا نہیں تھا۔ اس نے افسوس جتاتے ہوئے اپنے دوست سے کہا:

"ہائے! یہ دسمبر اور ٹھکرائے ہوئے عاشق کسی ایک ہی خاندان سے ہیں شاید۔"

سعد نے حیرانی میں پوچھا:

"کیا۔۔۔ کیا! مطلب ہے تمہارا؟"

اس نے باہر نکلتے ہوئے کہا:

"تم رہنے دو، وہاں کوئی مشکل میں ہے شاید۔"

اگلے ہی لمحے وہ بارش کی پرواہ کیے بغیر ہی اس لڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ چونکہ وہ حجاب کیے ہوئے تھی اس لیے سانول اسے پہچان تو نہیں سکا، البتہ انسانیت کے ناطے اس نے کہا:

"معاف کیجیے گا، محترمہ! مگر کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟ دراصل یہ سامنے کیفے میرا ہی ہے۔ شاید آپ کو کوئی پریشانی ہے تو میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔"

دعا نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچ کر خود سے سرگوشی کی:

"یوں کسی اجنبی پر بھروسہ کرنا وہ بھی رات میں۔۔۔بے وقوفی ہو گی۔" پھر وہ خوف زدہ انداز میں تیزی سے گویا ہوئی:

"بب۔۔۔بہت شکریہ، سر! میں ٹھیک ہوں۔"

اس کی درد بھری آواز نے سانول کو اس کی مدد کرنے کے لیے مجبور کر دیا تھا۔

سانول ہنسنے لگا، پھر اگلے ہی لمحے سنجیدگی سے بولا:

"دیکھیے! میں کوئی غلط انسان نہیں ہوں۔ یہاں ٹھنڈ بہت ہے تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ وہاں کیفے میں بیٹھ کر انتظار کر لیں جس کا بھی انتظار ہے آپ کو۔"

اس کے ساتھ ہی سانول نے اس کا سامان زبردستی اٹھایا اور اندر کی جانب چل دیا۔ اس نے جب محسوس کیا کہ وہ شخص جا چکا ہے، تو اس نے اسے آوراز دے کر پوچھا:

"سر۔۔۔ سر! کیا آپ مجھے سہارا دے کر اندر لے جا سکتے ہیں؟ دراصل میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو کچھ ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا۔" ایک نابینا لڑکی کو دکھائی کیسے دیتا۔

بہر حال سانول نے اس کا سامان سعد کو تھما دیا اور خود پلٹ کر اس لڑکی کے پاس پہنچ گیا:

"جی۔۔۔ جی، آپ میرا ہاتھ پکڑیں اور چلیں میرے ساتھ۔۔۔ دھیان سے۔" وہ سانول کے ساتھ اس کے کیفے میں پہنچ گئی، جہاں گاہکوں کی کافی بھیڑ جمع تھی۔ اسے کرسی پر بٹھا کر سانول اس کے لیے کچھ کھانے کو لانے کچن میں پہنچ گیا۔ مگر جب وہ لوٹا تو اس کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔ اس کا چہرہ نیلا پیلا پڑ گیا اور عجیب سی کیفیت ہونے لگی تھی اس کی۔ سانول نے ایک پل کے لیے اپنی آنکھیں بند کر کے گہری سانس لیے کچھ سوچا۔

نہیں یہ میرا وہم ہے، یہ وہ نہیں ہو سکتی۔

609.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(609)(ادھوراپن)

خود کو جھوٹی تسلی دینے کے بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے جھٹکا سا لگا۔ کیونکہ اس کے سامنے اور کوئی نہیں بلکہ دعا ہی تھی، جس کا حلیہ بارش کی وجہ سے عجیب ہو چکا تھا۔ سانول اس کی حالت سے بیزار نہیں آیا، لیکن اس کی بے حال حالت پر ترس ضرور آیا اسے۔

اس کی آنکھوں پر بڑا سا کالا چشمہ، جو اس کی جھیل سی نیلی آنکھوں پر بالکل نہیں جچتا تھا۔ سانول نے قہقہہ لگایا اور اگلے ہی لمحے اسکے لہجے میں سنجیدگی سی چھانے لگی:

"اچھا میں معافی چاہتا ہوں، دعا! مگر یہ سب کیا ہے، بھلا بارش میں یوں کوئی کالا چشمہ پہنتا ہے؟" اس نے کہہ کر ہاتھ آگے بڑھائے اس کا چشمہ اتارنا چاہا، جو دعا نے محسوس کر لیا تھا۔ اس نے جھٹ سے اپنا رخ بدلتے ہی تلخ لہجے میں کہا:

"دیکھیے، سر! میں نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں اور میرا نام کیسے معلوم پڑا آپ کو۔ لیکن آپ کا یوں بے تکلف ہونا مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔ آپ ہوتے کون ہیں میری ذاتیات میں دخل دینے والے؟

مانا کہ آپ نے بارش میں میری کچھ مدد کر دی، لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ آپ مجھ پر یوں حق جتانے لگیں۔"

سانول سب کچھ جانتا تھا، مگر وہ اسے محسوس نہیں کرانا چاہتا تھا، تو کہنے لگا:

"ارے! نہیں، آپ تو یونہی برا مان گئیں۔ شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں ہے یا پھر اس چشمے کی وجہ سے میرا چہرہ نہیں دیکھ پا

رہیں آپ۔ ویسے میرا نام سانول ہے اور ہم کسی زمانے میں اچھے دوست رہ چکے

"ہیں۔ چلیں، آپ یہ سینڈوچ کھائیں میں گرما گرم کافی لاتا ہوں۔

یہ سب سنتے ہی دعا کے چہرے سے خوف کے آثار اڑنے لگے، اس کا غصہ بھی

:ٹھنڈا پڑنے لگا، وہ اندر ہی اندر بڑبڑائی

چلو، یہ اچھا ہوا کہ میں غلط ہاتھوں میں نہیں ہوں، وگرنہ یہ دنیا والے مجھ جیسی "

بینائی سے محروم لڑکی کے ساتھ نہ جانے کیا کرتے؟ اب میں بھابی کو یہیں بلوا

"لوں گی، پھر ان کے ساتھ گھر چلی جاؤں گی۔

:سانول کچھ ہی دیر میں کافی لیے اس کے پاس آیا

"اچھا، دعا! اب اگر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو تو میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

:دعا کے چہرے پر اداسی اور لہجے میں نرمی تھی

سوسوری۔ پلیز، سانول! مجھے غلط مت سمجھنا، دراصل میں پچھلے کچھ دنوں سے "

" بہت پریشان ہوں اس لیے میرا رویہ تمہارے ساتھ اچھا نہیں تھا۔

:اس کی بات مکمل ہوتے ہی سانول کہنے لگا

"دعا! آپ کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پہلے ہی بھابی سے سب کچھ جان چکا ہوں، مگر یہ یقین نہیں تھا کہ آپ نے اپنی آنکھیں اسے دان کر دی ہیں۔ آپ نے اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں! مجھے معلوم ہے، سانول! میں نے کچھ اچھا نہیں کیا۔ اس لیے اب بہتر کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ یاد رہے! میرے کسی فیصلے پر مجھے میرے بابا نے کبھی کچھ نہیں کہا تو تم تو بس ایک دوست ہو، اس لیے تو انجان ہو ان باتوں سے۔"

دعا کا لہجہ پل میں پھر سے بدل گیا تھا۔

سانول نے تالیاں بجاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا:

"ارے، واہ! کیا لائن بولی ہے تم۔۔۔۔ اوہ سوری، آپ نے۔ میں جانتا ہوں میں آپ سے محبت کرنے کا حق، اس کے بعد دوستی کا اور اب کوئی مشورہ دینے کا حق بھی کھو چکا ہوں۔ لیکن مجھے یہ بتائیں آپ نے جس شخص سے محبت کی، جس کے لیے دنیا سے دشمنی مول لے لی، اس کا کیا بنا؟

610.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(610)(ادھورا پن)

بہت ناز ہے نا آپ کو آپ کے فیصلوں اور آپ کی محبت پہ؟
لیکن کبھی پوچھنا ان لوگوں سے جو ان دونوں صورتوں سے گزرے ہوں۔ پھر آپ کو جو اتنا غرور ہے کہ آپ کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتیں، اس کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔ کیا ہو گا جو آپ موسیٰ کی محبت جیت بھی جائیں، وہ تو آپ کے غرور اور تکبر کے بوجھ تلے پس چکا ہے۔ تو اب آپ کیا جتانا چاہتی ہیں؟"
یہ پوچھ کر اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور دعا کا ہاتھ پکڑے باہر لے جا کر مزید کہنے لگا:

اچھا! رہنے دیں، بارش تھم چکی ہے اور میں ویسے بھی اجنبی ہوں، کہیں کوئی" نقصان نہ پہنچادوں آپ کو۔اس لیے آپ چلی جائیں۔ میری زندگی سے تو جا ہی چکی ہیں آپ۔۔۔اب یہاں سے بھی جائیں، آپ کو مزید نہیں رکنا چاہیے۔۔۔۔" کہہ کر اپنی باتیں ادھوری چھوڑے وہ گرتا سنبھلتا اندر کی جانب لوٹ گیا۔

دعا شدید غصے میں تھی۔اس نے ہاتھ کا انگوٹھا ہتھیلی میں رکھ کر انگلیوں کے بیچ زور سے دبایا اور اپنے ہاتھ سے کچھ سامان جو سانول اسے تھماتے ہوئے گیا تھا۔ اس نے وہ زمین پر دے مارا، پھر چیخنے چلانے لگی۔ کچھ دیر چیخ وپکار کے بعد وہ تھک ہار کر سر جھکائے زمین پر بیٹھ گئی اور خود کو کوسنے لگی :

وہ ٹھیک کہتا ہے۔ میں انا پرست اور خود غرض ہی ہوں جو بس نام کی محبت کرتی" ہوں۔ اگر میں حقیقتاََ محبت کے معنی سمجھتی تو کبھی موسیٰ کو تڑپنے کے لیے نہ چھوڑتی، اس کے احساسات اور جذبات سے نہ کھلیتی اور نہ ہی دل کی تسکین کے پیش نظر محبت سے کھیل کھیلتی۔ مجھے بہت مان تھا ہمیشہ سے۔۔۔ میں جو بھی فیصلہ کرتی ہوں وہ کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا، لیکن میں نے کبھی اس فیصلے سے

دوسروں پر کیا بیتے گی سوچا ہی نہیں۔ میرے انہیں فیصلوں نے آج مجھے میرے موسیٰ سے دور کر دیا ہے اور اب شاید میں اس کے دل میں اپنی کھوئی ہوئی پہچان بھی کبھی نہیں بنا پاؤں گی۔

ویسے بھی میں نے اسے سوائے دکھوں کے دیا کیا ہے اور دکھ دینے والوں کو بھلا "کون یاد رکھتا ہے۔

سانول اپنے دوست کے ہمراہ اندر سے اسے تڑپتے ہوئے دیکھ کر خود بھی تڑپنے لگا:

یار! میں اسے یوں دکھی نہیں دیکھ سکتا، لیکن میرے دل کا غبار بھی مجھے دھونا" تھا۔ میں نے اس سے محبت کی تھی اور اب وہ میری روح پر قابض ہے۔ میں بس اس کی محبت سے خود کو آزادی دلانا چاہتا ہوں، میں اسے بھول نہیں سکتا، کھونا نہیں چاہتا اور تو اور میں اسے اپنا بھی تو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ میرے دوست کی امانت ہے اور دعا کا اصل حق دار صرف و صرف موسیٰ ہے۔ آج اس نے وہ کیا جو میں چاہتا تھا، اس نے میری محبت کو تو کیا میری دوستی کو بھی نہ بخشا، جو اسے "بھول جانے کے لیے شاید کافی ہو گا۔

سعد نے یک دم اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

"سانول ! رک جا۔۔۔ وہ دیکھ۔۔۔ وہ دیکھ۔ وہ زمین پر گر پڑی ہے اور کچھ بول بھی نہیں رہی۔ چل سانول۔" پھر دونوں اسی جانب لپکے۔ سانول اس کے پاس پہنچتے ہی زمین پر بیٹھ گیا اور قریب سے اس کا جائزہ لینے لگا، مگر وہاں سے کوئی ہل چل نظر نہ آئی اور نہ ہی کوئی جواب ملا، جو سانول کے لیے باعث تشویش تھا۔

اس نے یک دم کلثوم کو کال کی مگر کوئی جواب نہ ملا، پھر وہ سعد کے ہمراہ دعا کو لیے ہسپتال روانہ ہو گیا۔



611.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(611)(ادھورا پن)

پلیز، سعد! جلدی چلو۔ اگر آج اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر" پاؤں گا، مجھے سوچ سمجھ کر اپنا منہ کھولنا چاہیے تھا۔ نہ جانے یہ کن کن اذیتوں اور "مشکلوں سے امریکہ سے لوٹی ہے؟

:سعد نے کہا

میں کوشش کر رہا ہوں، لیکن خدارا اب اس کے گھر والوں کے سامنے تم اپنا" "منہ بند رکھنا۔ جو کچھ ہوا غلط ہوا، مگر اب ہمیں صبر اور حوصلے سے کام لینا ہو گا۔

:سانول اس کی ہتھیلیوں کی مالش کرتے ہوئے سرد لہجے میں خود سے ہمکلام ہوا

دعا! تم آنکھیں کھولو، تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔" پھر اگلے ہی لمحے خود کو کوسنے" :لگا

میں ہی کم عقل ہوں جو ہر چیز پر اپنا حق جتانے لگتا ہوں، دعا نے ٹھیک کہا تھا۔" 'میں تو رشتے نبھانا ہی نہیں جانتا اور نہ ہی کسی کے جذبات کی قدر کرنا کبھی سیکھا ہے۔' اے میرے رب! اس مشکل وقت میں میری رہنمائی فرما اور دعا کو جلد "صحت عطاء فرما، آمین۔

وہ کچھ ہی دیر میں قریب کے ہسپتال پہنچے اور دعا کو بے ہوشی کی حالت میں 'آئی۔

سی۔یو' میں لے جایا گیا۔کچھ لمحات بیتنے کے بعد ایک ڈاکٹر باہر آیا، تو سانول اس

کے سامنے کھڑا ہو کر رنجیدگی سے پوچھنے لگا:

"ڈاکٹر! کیسی حالت ہے ہماری دوست کی؟ کیا ہوا ہے اسے؟"

ڈاکٹر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"سر! آپ دعاء کریں۔ابھی ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے جب تک کہ مریضہ کو

ہوش نہیں آجاتا۔اور ان کی حالت سے تو لگتا ہے بہت لاپروائی برتی گئی ہے ان

کے ساتھ جو وہ اس حال میں جا پہنچی ہیں۔ بہر حال، آپ حوصلہ رکھیں اور جتنا

جلدی ہو سکے ان کے کسی رشتے دار کو یہاں بلوالیں۔"

رات کے گیارہ بج رہے تھے اور سانول بے چین سی کیفیت میں بینچ پر بیٹھ گیا اور

کلثوم کو پھر سے کال کرنے لگا۔



دوسری جانب موسیٰ اپنے گھر بہت وقت پہلے پہنچ چکا تھا۔اسے اس کے ڈیڈ

مہمانوں اور رشتے داروں سے ملوا کر اس کے کمرے میں لے گئے۔

وہ سوالیہ انداز میں انہیں گھورتا رہا اور کافی پر سکون بھی معلوم ہو رہا تھا۔

:انہوں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا

بیٹا! بس کچھ دیر انتظار پھر آپ کے ہر سوال کا جواب آپ کو مل جائے گا۔ میں" آپ کی موم کو یہاں بھیجتا ہوں۔" کہہ کر وہ ہال میں چلے گئے۔

وہ ہال میں پہنچے اور مہمانوں میں اپنی بیگم کو تلاش کر کے انہیں ایک طرف لے

:جا کر کہنے لگے

دیکھیے، بیگم صاحبہ! میں نے آپ سے کیا وعدہ تو پورا کر دیا ہے، اب بس آپ" کے ساتھ کی ضرورت ہے۔اس کی حالت کے متعلق شاید آپ کو عائشہ نے بتا دیا ہو گا اس لیے آپ اس سے ملتے وقت خیال رکھیے گا کہ اس کے دماغ پر کسی قسم کا منفی اثر نہ پڑنے پائے۔ وہ ہمارا بیٹا ہے اور ہم مل کر اسے سب یاد دلائیں گے، مگر

"تب جب وہ اس سب کے لیے خود سے تیار ہو گا۔

:عافیہ نے تحمل سے ساری گفتگو سنی، پھر لمبی سی آہ بھر کر کہا

حامد! میں سمجھ سکتی ہوں، آپ بے فکر رہیں۔ میں اپنے بیٹے کو دیکھ کر باقی کی" زندگی گزار لوں گی اور میرا کوئی بھی عمل اس کے لیے باعث اذیت نہیں بنے "گا۔ آپ مہمانوں کو سنبھالیں میں ذرا اس کا جی بھر کے دیدار تو کر لوں۔

: حامد صاحب نے پلکوں پر نمی سجائے انہیں گھورتے ہوئے کہا

"لیکن آپ اپنے حواس پر قابو رکھیے گا۔"



612.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(612)(ادھوراپن)

وہ صالح کے ساتھ موسیٰ کے کمرے میں آئیں تو دروازے پر رک سی گئیں۔

موسیٰ کمرے میں لگی تصاویر بغور دیکھ رہا تھا اور ایک اس کے ہاتھ میں تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خود سے کچھ پوچھ رہا ہو۔

عافیہ چپکے سے اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں، پھر کہنے لگیں:

"ہاں، بھئی! یہ جو تصویر آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں میرا بیٹا ہے اور ایک اس کا بہترین دوست۔ کتنے معصوم اور پیارے ہیں نا؟"

یہ سن کر موسیٰ سہمے ہوئے انداز میں مڑا۔

عافیہ کی نظر جب اس کے چہرے پر پڑی تو ایک پل کے لیے تو جیسے وہ تھم ہی گئی تھیں۔ اگلے ہی لمحے اپنے لبوں پہ مسکان کھلائے انہوں نے پھر سے پوچھا:

"اچھا! تو کیا میں آپ کو بیٹا بلا سکتی ہوں؟"

موسیٰ پل بھر میں مسکراتے ہوئے ان کے سینے سے لگ گیا، تو انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو سینے سے لگا کر خوب پیار کیا اور اپنے اندر کی ممتا کو راحت بخشی، ان کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

موسیٰ دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے نظریں جھکائے کھڑا ہو گیا اور اپنے چہرے پر اداسی لیے پوچھنے لگا:

"اچھا! تو اب میں آپ کو کیا بلاؤں؟ مجھے تو کچھ بھی یاد یا معلوم نہیں۔"

ایک ماں پر کیا گزرتی ہے جب اس کا لختِ جگر ماں کو ہی بھول چکا ہو۔ اچانک ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تو کہنے لگیں:

"ہوں! تو پھر خاموش رہیں اور جو میں کہوں وہ سنیں۔"

موسیٰ پھر سے مسکراتے ہوئے بولا:

"ہاں، میں نے سوچ لیا ہے۔ آپ نے مجھے بیٹا کہا ہے تو پھر آپ میری ماں ہوئیں۔ ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔ میں آج سے آپ کو موم بلایا کروں گا۔"

یہ سن کر ایک ترسی ہوئی ماں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ وہ گڑگڑاتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرنے لگیں کہ آج ان کی التجائیں مکمل طور پر قبول کر لی گئی ہیں۔

انہوں نے پھر سے موسیٰ کو سینے سے لگائے خوب پیار کیا اور اسے ساتھ لیے لاؤنج میں آگئیں:

"اچھا، بیٹا! مجھے یہ بتاؤ کھاؤ گے کیا؟"

جانتے ہو میرا بیٹا جب بھی باہر سے آتا یا مجھ سے ناراضی کے بعد بات کرتا تو وہ
"بہت سی فرمائشیں کیا کرتا تھا۔

:انجان موسیٰ معصومانہ انداز میں کہنے لگا

ہوں، تو آپ جو کچھ اپنے بیٹے کو پیار سے کھلایا کرتی تھیں مجھے بھی وہی"

"چاہیے۔

وہ ترسی ہوئی سماعتوں سے اس کی میٹھی میٹھی باتیں سنتی رہیں اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھتی رہیں۔ جب اس نے اپنی بات مکمل کر لی تو عافیہ نے اسے کمرے میں بھیج دیا اور خود کچن میں اس کی پسند کی چیزیں تیار کرنے میں مگن ہو گئیں۔

ہال میں موجود تمام لوگوں نے حامد صاحب کو مبارک باد پیش کی اور بہت سے :تحائف بھی۔ انہوں نے سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا

آپ سب لوگ یہاں آئے ہمیں بہت اچھا لگا اور خوشی بھی ہوئی، لیکن میں" معذرت خواہ ہوں کہ ابھی اپنے بیٹے سے آپ سب کو ٹھیک سے نہیں ملوا سکا۔ امید کرتا ہوں آپ سب معاملات کی نزاکت کو سمجھ پائیں گے۔ اور ہاں، کھانا

تیار ہے سو پلیز سب لوگ کھانا کھا کر ہی جائیں۔اور میرے بیٹے کی مکمل صحت یابی کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے، قبول کیجیے۔"

613.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(613)(ادھوراپن)

رات کے ساڑھے بارہ بجے تک سب مہمان اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔

کھانے سے فارغ ہو کر حامد صاحب نے گھر والوں، یعنی۔۔۔ہادی، اس کے والدین، آیت، مقدس، مانی اور ساحر کو ایک پلیٹ فارم پر، لاؤنج میں جمع کیا اور موسیٰ کی حالت کی تمام تر تفصیلات سے انہیں آگاہ کر دیا۔

وہاں موسیٰ بھی موجود تھا، مگر تھوڑے فاصلے پر۔ حامد صاحب کی بات سن کر

: شاہد صاحب نے انہیں نگاہیں اٹھا کر دیکھا، ہلکی سی مسکان بھری اور کہا

حامد! تم بے فکر رہو، اس مشکل وقت میں تم بالکل بھی اکیلے نہیں ہو۔ موسیٰ "

میرے بھی بچوں کی طرح ہے اس لیے جو بھی فیصلہ تم نے کیا ہے ہم سب بالکل

ویسا ہی کریں گے۔ مجھے امید ہے موسیٰ بہت جلد بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ اور

"ویسے بھی اب تک اس کا برتاؤ دیکھ کر تو کوئی خوف والی بات نہیں ہے۔

پھر جب حامد صاحب نے دعا کے رشتے کی بات چھیڑی تو عائشہ سے رہا نہ گیا، وہ

: یک دم اپنی جگہ پر اٹھ کر جذبات میں گویا ہوئی

دیکھیے، ڈیڈ! آپ اور یہ سب لوگ سمجھ کیوں نہیں رہے؟ وہ پہلے بھی ہم سب "

سے بدگمان تھا اور اب یہ نئی مصیبت۔ میں آپ لوگوں کے کسی بھی فیصلے سے

اتفاق نہیں کر سکتی اور ابھی میں زندہ ہوں، نہ ہی آپ لوگوں پر اسے بوجھ بننے

" دوں گی اور نہ ہی اسے کسی کی بھی محتاجی ہونے دوں گی۔۔۔

مگر، عائشہ! یہ وقت جذبات کا نہیں بلکہ ہمارے تحمل سے کام لینے کا ہے۔ "

"پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو۔

عائشہ نے تو غصہ ناک پر سجائے رکھا تھا۔ جھٹ سے پلٹی اور اپنے ہاتھ جوڑ کر تلخ لہجے میں بولی:

"ڈیڈ! خدا کا واسطہ ہے اب آپ اس کے لیے مزید کچھ نہ سوچیں۔ آپ کو اگر وہ منحوس لڑکی اتنی ہی عزیز ہے تو بلوا لیں اسے اور جتنی چاہیں ہمدردیاں نبھائیں، لیکن میرا بھائی کسی کے وقت، پیار اور احسان کا منتظر نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو اپنا آپ بھی بھول بیٹھا ہے کسی کو اپنے بے گناہ ہونے کا قائل کرتے کرتے۔

"ڈیڈ! آخر اس کی خطاء ہی کیا تھی جو اتنی بڑی قیمت چکانی پڑی اسے؟

اس کے چہرے کے تاثرات بدلے، اس نے غصے بھری نگاہوں سے سب کو گھورتے ہوئے اپنی گردن نفی میں ہلا کر مزید کہا:

"لیکن نہیں، یہاں سب کو بس دعا کی پڑی ہے۔ جس نے اپنی آنکھیں دان کر کے سب کے دلوں میں گھر کر لیا ہے، مگر میرا بھائی کسی بھی طرح کی مزید قربانی نہیں دے گا اور نہ ہی میں اسے ایسا کرنے دوں گی۔ وہ جیسے ہے ویسے ہی زندہ تو رہے گا۔"

اس نے رنجیدگی سے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا اور آنسو پونچھتے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔

عائشہ کا برتاؤ اور روپ دیکھ کر سب حیران ہوئے اور اداس بھی۔ صالح نے ہمت کر کے ڈیڈ کو سنبھالا:

"ڈیڈ! دیکھیے، میں اس کے کیے پر معافی چاہتا ہوں اور یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ یہ سب غصے میں کہہ رہی تھی۔ اس کا موسیٰ سے پیار اس کے غصے پر سبقت کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جلد ہی اس صدمے سے نکل آئے گی، آپ بے فکر رہیں۔

614.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(614)(ادھوراپن)

ویسے بھی موسیٰ کو ابھی ہمارے پیار کی ضرورت ہے تو وہ خود سب سے دوستی

"کر لے گا۔ کیوں موم؟

اس نے عافیہ کی جانب گردن گھما کر بات مکمل کی تھی۔

ہاں، بیٹے! بالکل اور میں تو اس سے دوستی کا ہاتھ ملا چکی ہوں۔ حامد! سچ میں "

صالح بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے، میں نے جب موسیٰ سے بات کی تو وہ فوراً سے

"میرے ساتھ گھل مل گیا تھا اور مجھے تو اپنی موم بھی مان چکا ہے۔

:حامد صاحب نے موسیٰ کی جانب دیکھ کر کہا

خدا کرے یہ سب سے جلد دوستی کر لے، میں یہ آزمائش مزید برداشت نہیں "

"کر سکتا۔

سب نے مل کر "آمین" کہا، پھر حامد صاحب کو تسلی دی اور ساتھ دینے کا یقین

بھی دلایا۔


★☆…☆★

کلثوم اپنا ڈوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے بینچ پر بیٹھ گئی اور سانول کو پانی کی بوتل پیش کرتے ہوئے کہنے لگی:

دیکھو، سانول! دکھ مجھے بھی ہے، لیکن تم یوں پریشانی میں منہ لٹکائے کب" تک بیٹھے رہو گے؟ یہ پانی پی لو اور کچھ دیر آرام بھی کر لو، کافی دیر سے یہیں بیٹھے ہو۔"

سانول نے اپنی نم پلکیں اٹھائیں اور کانپتے ہوئے لبوں سے بولا: "مم۔۔۔ مجھے کسی بھی حال میں تب تک سکون نہیں آئے گا جب تک میں دعا سے بات نہیں کر لیتا۔ آپ پلیز! انکل، آنٹی کو ہوٹل بھیج دیں۔"

دیکھو، سانول! میری ابھی ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے، وہ کہہ رہے تھے امید" کر سکتے ہیں کہ صبح تک اسے ہوش آ جائے گا۔ ابھی کچھ دیر میں ڈاکٹر صاحب فارغ ہو لیں تو دعا کی رپورٹس کے متعلق بھی بتائیں گے۔ تمہیں نہیں جانا تو ٹھیک ہے، تم سامنے مسجد میں جا کر نوافل ادا کر لو اور اس کے لیے دعاء کرو، تو تمہارے دل کو بھی قرار آ جائے گا۔ اور تم پریشان مت ہونا میں سب سنبھال لوں گی۔"

سانول اس کے والدین کے پاس گیا اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا:

"انکل! میں آپ لوگوں کا دکھ سمجھ سکتا ہوں، لیکن ابھی آپ لوگ جائیں کچھ دیر آرام کر لیں۔ میں اور بھابی یہاں سب سنبھال لیں گے۔ ویسے بھی اب اس کی فائنل رپوٹس کچھ دیر تک آجائیں گی تو میں کال کر کے آپ کو سب بتا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، بیٹا! اگر تم کہہ رہے ہو تو ہم چلے جاتے ہیں، اب یہاں بیٹھ کر ہمیں کونسا چین آئے گا۔ ہماری بیٹی کی تو قسمت ہی ایسی ہے کہ وہ جہاں جاتی ہے سوائے دکھوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسے۔"

نایاب نے یہ کہہ کر اس کی پشت پر ہاتھ رکھے اس کا شکریہ ادا کیا، پھر نصیر صاحب کے ہمراہ چہرے پر اداسی لیے ہوٹل روانہ ہو گئیں۔

رات کے قریب ایک بجے، ان کے جاتے ہی ایک نرس کلثوم کے پاس آئی اور پوچھا:

"میڈم! یہاں دعا نامی مریضہ کے ساتھ آپ ہیں؟"

اس نے یک دم ہامی بھری:

"جی۔۔۔جی میں ہی ہوں۔"

"آپ پلیز! میرے ساتھ آئیں، ڈاکٹر صاحب نے آپ کو آفس میں بلوایا ہے۔"

615.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(615)(ادھوراپن)

:کلثوم نے مسجد کی طرف جارہے سانول کو اشارہ کیا اور مسکرا کر بولی

"جی، بہت شکریہ! ہم دو منٹ میں آئے۔"

نرس کے جاتے ہی وہ دونوں آفس کی جانب چل دیے۔

دروازے پر دستک دے کر دونوں اندر داخل ہوئے، تو ڈاکٹر نے کہا: "جی،

"میڈم! تشریف رکھیے آپ لوگ۔

:دونوں ڈاکٹر کے سامنے بیٹھ گئے اور کلثوم نے شکریہ ادا کیا، پھر پوچھنے لگی

اچھا! بتائیں آپ نے بلوایا تھا؟"

وہ دعا۔۔۔دعا کی بھابی ہوں میں اور یہ دعا کا اچھا دوست اور میرے بھائی جیسا

ہے۔"

ڈاکٹر نے سانول پر مرکوز نگاہیں پھیرتے ہوئے کہا:

اوہ، اچھا! دراصل میں اکیلے میں آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا تھا، مگر"

آپ نے بتا دیا ہے یہ آپ کے قریبی ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں۔"

پھر اس نے دعا کی رپوٹس کا جائزہ لیا اور ایک فائل میں رکھتے ہوئے بغور کلثوم کو

دیکھ کہا:

میڈم! حالات بے حد نازک ہیں اور آپ کو حوصلے سے میری بات سننی"

ہوگی۔ دیکھیے، تقدیر کا لکھا تو صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر ان رپوٹس کے

مطابق آپ کی بہن دعا کی حالت بہت تشویش ناک ہے۔ دراصل وہ پچھلے چند ماہ

سے اپنی صحت کے بارے میں بالکل پرواہ نہیں کر رہیں۔ نہ جانے کس بات کا

سٹریس لیے ہوئے ہیں؟ اسی سٹریس کے چلتے ان کی دماغی حالت پر گہرا اثر پڑا

ہے، جس کی بدولت ان کے جسمانی اعضاء اچھے سے کام نہیں کر رہے۔ کام کی

زیادتی، کھانے میں لاپروائی، وقت کی پابندی نہ کرنا، راتوں کو دیر تک جاگنا، کسی ایک بات کے متعلق بارہا سوچتے رہنا اور اندر ہی اندر سب مسائل کا حل تلاش کرنا۔۔ مطلب یہ کہ اپنی زندگی سے کھیلنا۔ دماغی کمزوری اور خوراک کی کمی کی وجہ سے بلڈ پریشر کے 'اب نارمل' ہونے سے دل پر بھی منفی اثر پڑا ہے۔ شاید نہیں بہت گہرا صدمہ دل پر لینے کی وجہ سے ان کے دل کی حالت بھی نارمل ہے، دل کی دھڑکنیں نارمل نہیں ہیں۔

اب یوں گھنٹوں تک بے ہوش رہنا ان کے لیے نقصان دہ ہے۔ میں نہیں جانتا ان کی زندگی میں ایسا کونسا حادثہ رونما ہوا ہے کہ وہ جینا ہی نہیں چاہتیں، بس ایسا "محسوس ہوتا ہے کہ کسی کے انتظار میں وہ کچھ پل گزارنا چاہتی ہیں۔

کچھ پل سوگواری میں ڈوب گئے۔ سانول اور دعا بمشکل سب کچھ سہ پا رہے تھے۔ ڈاکٹر نے گہری سانس لیتے ہوئے انہیں تسلی دی، پھر سے گویا ہوا:

دیکھیے، یڈم! میرا مقصد آپ کا دل دکھانے کا ہرگز نہیں تھا، مگر آپ کو" حقیقت سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم اپنی ہر ممکن

کوشش کریں گے کہ آپ کی بہن کا علاج کر سکیں۔ بس ہمیں آپ کے ساتھ اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

سانول کی تو دھڑکنیں تھم چکی تھیں یہ سب جان کر۔ اور کلثوم اپنے دکھوں کو اندر ہی اندر دبائے سنبھل کر بولی:

"سر! میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ کوئی لاپروائی نہ برتی جائے، لیکن میری ایک ہی بہن ہے جس کی مجھے بہت ضرورت ہے۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے فائل اٹھائی اور گرتی سنبھلتی سانول کے بازو کے سہارے سے باہر آ گئی۔

616.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(616)(ادھوراپن)

:سانول نے اسے 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر بینچ پر بٹھایا، تو وہ تڑپتے ہوئے بڑبڑائی

نہ جانے کس گناہ کی سزا دینے جا رہی ہے خود کو؟ اگر خود جینا ہی نہیں چاہتی تو"

"دوسروں کو کیوں آس دلاتی ہے؟

خود سے یہ پوچھتے ہی اس نے اپنا سر پیٹ لیا، پھر اگلے ہی لمحے پر سکون ہو کر مزید

:کہنے لگی

سانول! صبح ہوتے ہی ماں، بابا کو کال کر کے بتا دینا کہ ڈاکٹرز نے جواب دے"

"دیا ہے، اب کلثوم کے بس میں آنسو بہانے کے سوا کچھ نہیں بچا۔

:سانول نے اسے تسلی دینے کی کوشش میں کہا

پلیز بھابی! خود کو سنبھالیں، اس وقت سب سے زیادہ آپ کی ضرورت ہے"

سب گھر والوں کو اور دعا کو بھی۔ ہم صبح ہونے کا انتظار کر لیتے ہیں سب بہتر

ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر وہ سامنے مسجد کی طرف چل دیا۔

دوسری جانب دعا کے والدین رات بھر ہوٹل میں اپنی بیٹی کی صحت یابی کی

دعاؤں میں مصروف رہے۔ نصیر صاحب کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا، تو کہنے

:لگے

کیا کچھ سوچ کر اپنی بیٹی کو خود سے دور رکھا تھا کہ وہ اپنے خوابوں کو پورا کر سکے، "
لیکن اس بدنصیب نے تو اپنی زندگی ہی عذاب بنالی ہے۔نہ جانے وہ کس گناہ کی
"سزا کاٹ رہی ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔

:نایاب پانی کا گلاس لیے ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں

آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں۔ ہمیں ایسی مایوسی کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں "
بلکہ اپنی بیٹی کی صحت یابی کی دعاء کرنی چاہیے۔اس کا ساتھ کیسے دیں اس متعلق
"کچھ سوچ بچار کرنی چاہیے۔

:وہ پانی کا گلاس لیتے ہوئے رنجیدگی سے بولے

ہاں، نایاب! اب بس میری بیٹی اپنے پیروں پر اٹھ کر کھڑی ہو جائے، تو جیسا وہ "
چاہے گی ہم ویسا ہی کریں گے۔میں کل ہی حامد صاحب سے مل کر اپنی بیٹی کی
"خواہش ان کے سامنے پیش کروں گا، پھر جو خدا کو منظور۔

:نایاب کہنے لگیں

اچھا، ٹھیک ہے، مگر ابھی آپ کچھ دیر آرام کر لیں صبح اس متعلق بھی سوچتے "
"ہیں۔

اگلی صبح سویرے دونوں میاں، بیوی ہسپتال پہنچے، جہاں کلثوم اور سانول چہروں پر اداسی لیے بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔

"ارے، کلثوم بیٹی! تم دونوں یہیں پر بیٹھے ہو اور کیا کہا ڈاکٹرز نے؟"

کلثوم روتے ہوئے نصیر صاحب کے سینے سے لگ گئی۔ وہ رات بھر سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ وہ سب کچھ ماں، بابا کو بتا دے گی، کیونکہ اب کچھ بھی اس کے ہاتھوں میں نہیں تھا۔ وہ رنجیدگی سے گویا ہوئی:

بابا! میں بہت شرمندہ ہوں، مگر جو کچھ میں بتانے جا رہی ہوں۔۔۔ پلیز صبر اور حوصلے سے میری بات سنیے گا اور اس سب کو خدا کی رضا سمجھ کر قبول کر لیجیے گا۔"

پھر اس نے تحمل مزاجی سے ساری داستان دعا کے والدین کو سنا دی اور خود دیوار سے لگ کر بلک بلک کر رونے لگی۔

617.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(617)(ادھوراپن)

: نصیر صاحب اس کے پاس گی ءاور سرد لہجے میں اسے سمجھانے لگے

بیٹی ! یہ ہمارا امتحان ہے جس پر ہم افسوس اور صبر کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، "
سوائے دعاؤں کے۔اب اگر ہم ہی ہمت ہار جائیں گے تو اسے کون حوصلہ دے
"گا۔پلیز! تم خود کو سنبھالو۔

: کلثوم نے نم پلکیں اٹھائیں اور رنجیدگی سے کہنے لگی

لیکن بابا! مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ وہ جینا ہی نہیں چاہتی۔آخر ہم بھی تو"
اس کے اپنے ہیں تو کیا کسی ایک شخص کے لیے اپنی زندگی یونہی داؤ پر لگا دے
گی۔کیا کچھ نہیں کیا میں نے اس کی خوشی کے لیے۔میں نے اپنی جوانی اس کی
وجہ سے قربان کر دی، کوئی وجہ نہ ہونے کے باوجود بے وجہ میں اس کی خاطر

اپنے ماں، باپ سے دور ہو گئ، ہر وقت اسے سمجھایا لیکن نہیں۔۔۔اسے محبت کرنی تھی، اب کرے محبت اس دردناک زندگی سے تو بہتر ہے وہ۔۔۔۔"

اس پر کلثوم کی زبان رک سی گئی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اپنی ادھوری بات بدلتے ہوئے مکمل کی:

"لیکن کیا کوئی دیوانگی کی اس حد تک بھی جا سکتا ہے جن حدوں کو ہماری دعا نے عبور کر لیا۔ کیسے کھلی کھلی زندگی جی رہی تھی اس کے بنا اور پھر نہ جانے کس منزل کی جانب چل دی کہ خود کو ہی بھول گئی۔"

اس کے سسر نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا:

"دیکھو، وہ ناسمجھ تھی، قصور وار تو ہم ہیں جو اسے اتنی آزادی دیے رکھی اور آج اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہماری دعا کبھی غلط نہیں تھی، لیکن ہم شاید اسے سمجھ نہ سکے یا پھر اس نے انتخاب غلط شخص کا کیا۔ ہم نے اس کی ہر بات مانی تو ہے، مگر اس کے لیے اس کی محبت خرید نہ سکے۔ کلثوم بیٹی! ہمیں معاف کر دو لیکن ہماری بیٹی کو کیسے بھی کر کے واپس لے آؤ ہم اس کے بنا جی نہیں پائیں گے۔"

:وہ سسکتے ہوئے نصیر صاحب کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی

ہاں شاید ہم ایک کوشش کر سکتے ہیں، اگر موسیٰ اور دعا روبرو ہو جائیں۔ مگر" افسوس! وہ دونوں ایک دوسرے کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ جہاں سے وہ ایک دوجے کی پکار بھی نہیں سن سکتے۔

دعا یہاں بے ہوش پڑی ہے اور موسیٰ۔۔۔ موسیٰ تو خود کو ہی بھول چکا ہے تو وہ "کیسے ہماری مدد کر پائے گا۔

اس نے ایک پل کی خاموشی اختیار کر لی، پھر کچھ سوچ کر گہری سی آہ بھرتے :ہوئے بولی

اچھا، میں ایمان سے رابطہ کرتی ہوں ہو سکتا ہے وہ ہمارے کسی کام آ سکے۔ آپ" "بس دعاء کریں خدا سب بہتر کر دے۔

★☆...☆★

دو دن کے بعد بالآخر دعا کو ہوش آ ہی گیا، لیکن ابھی اسے چند روز کے لیے ڈاکٹرز کی زیر نگرانی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈاکٹر نے کلثوم اور اس کے والدین کو بہتری کی

نوید تو سنائی، مگر ایک مشورے کے ساتھ کہ وہ لوگ دعا کا کیسے خیال رکھ سکتے ہیں۔ گھر نہ لے جانے کی وجہ یہ بتائی کہ:

"مریضہ کی حالت کسی بھی وقت کسی بھی سمت پلٹ سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ایک پل میں بالکل ٹھیک ہو جائے اگر وہ خود چاہے تو یا پھر خدانخواستہ اپنی ضد کی بدولت اپنا نقصان کر بیٹھے۔ مختصراً یہ کہ آپ لوگ ان کے جینے کی وجہ تلاش کر کے ان کے مطلوبہ شخص سے انہیں ملوادیں۔"



618.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(618)(ادھوراپن)

ڈاکٹر نے نصیر صاحب سے التجائیہ طور پر مزید کہا:

میں آپ سے معذرت کرتے ہوئے کہنا چاہوں گا کہ اکثر ایسے کیسز عشق و محبت میں سامنے آتے ہیں۔اور ان کی دماغی حالت سے یہی لگتا ہے کہ یہ کیس بھی عشق و محبت کے باعث ہی پیش آیا ہے۔اب ہمیں دعا کو چند روز یا مہینوں کی مہمان سمجھ کر ان کے لیے کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔"

ڈاکٹر نے تمام تر تفصیلات سے دعا کے گھر والوں کو آگاہ کیا اور اس کے لیے دعاؤں کی درخواست کی گزارش بھی کی۔

یہ سب سن کر دعا کی ماما تو ٹوٹ سی گئیں، مگر نصیر صاحب نے صبر سے کام لیتے ہوئے کلثوم کا ساتھ دینے کا عزم کر لیا۔

سانول بھی اندر ہی اندر ٹوٹ چکا تھا اور ہر لمحہ دعا کی فکر اسے اداس کیے ہوئے تھی۔اس کا بھی زیادہ تر وقت دعا کی عیادت کے لیے ہسپتال میں ہی گزرنے لگا، جو دعا کے والدین کے ساتھ ساتھ کلثوم کا بھی سہارا بنا رہا۔



موسیٰ کو بھی گھر لوٹے پانچ دن بیت چکے تھے اور اس کے رشتہ دار بھی گھروں کو لوٹ چکے تھے۔

موسیٰ نے اب تک گھر کے ہر فرد سے کسی نا کسی حد تک دوستی اور نئے رشتے تو قائم کر لیے تھے، مگر اب تک وہ اپنے بیتے ہوئے کل سے نا آشنا تھا۔

گھر کی خوشیاں اور امیدیں جو موسیٰ سے وابستہ تھیں، بڑی حد تک لوٹنے لگیں۔

آج حامد صاحب آٹھ ماہ بعد اپنے دفتر کے لیے نکلے تھے۔

صالح اپنے کمرے میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا کہ اچانک اسے کچھ یاد آیا، تو وہ یک دم کتاب میز پر الٹا کر رکھتے ہوئے اٹھا اور اپنے بیگ میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد اس کے ہاتھ میں ایک کی چین تھا، جو موسیٰ کی امانت کے طور پر اسے سونپا گیا تھا۔

وہ گہری سوچوں میں پڑ گیا کہ آخر یہ کی چین موسیٰ کو دے یا نہ دے؟

تب ہی اسے وہ لمحہ یاد آیا جب وہ ایمان کے ساتھ دعا کے گھر گیا تھا، اور ایمان وہ کی چین سڑک پر پڑے ایک شخص کے ہاتھ میں دیکھ کر چلائی تھی:

"یہ ہمارا موسیٰ ہے اور یہ کی چین ہی اس کی پہچان ہے۔"

وہ فٹ سے خیالات کی دنیا سے نکلا اور ارادہ کر لیا کہ یہ کی چین موسیٰ کے کمرے میں رکھ دینا چاہیے، تو ہو سکتا ہے اسے کچھ یاد آ جائے۔

صالح خود سے باتیں کرتے ہوئے اس کے کمرے میں جا پہنچا، جہاں موسیٰ موجود نہیں تھا۔ صالح نے چپکے سے کی چین ڈریسنگ کے شیلف پر آئینے کے سامنے رکھ دیا، پھر پرسکون ہو کر چاروں اطراف کا جائزہ لینے لگا، تو موسیٰ ٹیرس میں کھڑا باہر کے موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

صالح نے اس سے بات کرنا چاہی، پھر خود ہی گردن نفی میں ہلا کر باہر نکل گیا۔

کچھ دیر چہل قدمی کے بعد جب موسیٰ کمرے میں نماز ظہر کی ادائیگی کے لیے آیا، تو اچانک اس کی نظر ڈریسنگ پر پڑی۔



619.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(619)(ادھوراپن)

وہ آنکھیں پھاڑے اسی سمت چند لمحات کے لیے گھورتا رہا، پھر سوچنے لگا۔ یہ۔۔۔ یہ کی چین کس کا ہو سکتا ہے؟ یہاں پر کیسے پہنچا؟ جیسے سینکڑوں سوالات نے اس کے دماغ میں گھر کر لیا تھا۔

اچانک اس کے ہونٹوں پر مسکان کھلی جو اس کے اندر کے بدلاؤ کی عکاسی کر رہی تھی۔ اب وہ اپنی جھیل سی نیلی، پر کشش اور گہری آنکھوں سے پورے کمرے کو گھورنے لگا۔ لیکن اس بات سے بے نیاز کہ وہ خوبصورت آنکھیں کسی دل ربا کا اپنی محبت کو ایک انمول تحفہ تھیں۔ نہ جانے کیوں آج موسیٰ بے حد ہوش لگ رہا تھا، جس کا اندازہ اس کے چہرے کی چمک اور کچھ روح میں بھی ہل چل تھی۔

بالآخر اس نے وہ کی چین اٹھایا، بغور اسے دیکھنے پر وہ جان پایا تھا کہ اس پر کیا لکھا ہے۔ وہ پھر سے مسکرایا تھا، اس کے لبوں پر وہی لفظ جاری ہوا:

دعا۔۔۔ دعا۔" جس کی مٹھاس کا اندازہ اس کے انداز بیاں سے ٹپک رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے کچھ یاد آنے لگا ہو۔ اس کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی، اس کے دل اور دماغ میں بس ایک صدا بلند ہونے لگی۔

"میں دعا ہوں، میں تمہارا انتظار کروں گی۔۔۔۔"

ان الفاظ کے بعد اس کے بیتے لمحات اس کے وہم و گمان سے بھی کوسوں دور ہونے لگتے۔ وہ کچھ پل کے لیے یادوں میں کھو جاتا، کچھ یاد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا، مگر بے سود۔

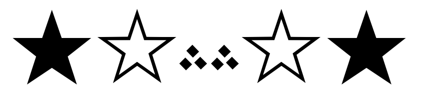
موسیٰ نے کی چین کو بوسہ دیا اور پیار سے اسے اپنے کرتے کی جیب میں رکھ لیا۔

اب وہ کافی اکھڑا اکھڑا سا معلوم ہونے لگا، ایسے جیسے قدرت پھر سے اس کے دن بدلنے کا ارادہ کر چکی ہو۔

اب موسیٰ کی روٹین بدلنے لگی تھی۔ وہ زیادہ تر خوش اور گھل مل کر رہنے لگا تھا۔ لیکن اس کی تنہائی اسے ایک پل چین میسر کرنے کے حق میں نہیں تھی۔ وہ اپنے گھر والوں سے خوش اصلوبی اور اخلاق سے ملتا، مگر اب تک وہ بیتے لمحات کے چند لفظوں سے نہ نکل سکا تھا۔

موم، ڈیڈ، بہن، بھائی اور بھابی تو اس کے نئے رشتے میں بندھ چکے تھے۔ مگر افسوس! اسے اپنے گزرے حسین لمحات میں کوئی جگہ نہ مل پائی تھی۔

ایک ہفتہ تو یونہی گزر گیا۔ وہ ہر روز کی چین کو دیکھ کر کچھ یادیں سمیٹنے کی کوشش کرتا۔۔۔اور پھر سے اس کا ربط ٹوٹ کر بسم ہو جاتا۔



پچھلے سات روز سے دعا کے والدین اور کلثوم دعا کے لیے بے حد پریشان تھے۔

کلثوم نے ہسپتال کو ہی اپنا مسکن بنا لیا تھا۔

وہ رات بھر 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر گزارتی، کبھی سو جاتی، پھر اس سوچ کے ساتھ اچانک سے اٹھ جاتی کہ کہیں دعا کو اس کی ضرورت تو نہیں؟ ڈاکٹرز کی ہدایات کے مطابق مریضہ کے سامنے پریشانی ظاہر کرنا یا کوئی غیر ضروری بات کرنا اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔ یہی سب کچھ وہ سوچتی اور بس خدا کی بارگاہ میں پیش ہو جاتی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(620)(ادھوراپن)

وہ دن بھر دعا کے ساتھ 'آئی۔سی۔یو' میں اور کبھی باہر چہل قدمی میں گزار دیتی۔اس نے دعا کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا۔ ایک ہفتہ تو دعا کی طرف سے پر سکون گزرا تھا۔اس نے کسی قسم کا سٹریس لیا نہ ہی اپنے ماتھے پر پریشانی کا ایک بھی شکن آنے دیا۔

اس نے اپنی بصارت کو تو محبت کے صدقے وار دیا تھا اور اب شاید روح بھی وار دینے کا ارادہ کر چکی تھی۔

آج صبح دعا نے روٹین کے مطابق ناشتہ کیا، دوا لی اور پر سکون ہو گئی، جسے دیکھ کر کلثوم نے بھی اطمینان کی سانس لی۔

چند لمحات کی خاموشی کے بعد اچانک کلثوم کی سماعتوں سے سسکیوں کی آہٹ ٹکرائی، جو سن کر وہ بوکھلا سی گئی۔وہ یک دم صوفے سے اٹھ کر دعا کے پاس پہنچی:

"ارے، میری جان! کیا ہوا؟ یوں بچوں کی طرح کیوں رو رہی ہو؟ اور جانتی بھی ہو یہ سب تمہارے لیے کتنا نقصان دہ ہے؟"

اس کے ہاتھ آنسوؤں کی نمی سے تر ہو چکے تھے، تو کہنے لگی: "بھابی! میں جانتی ہوں یہ سب میرے لیے کیسا ہے۔" اس نے اپنے آنسوؤں سے تر ہاتھ آگے بڑھا دیے اور پھر سے گویا ہوئی:

"مگر یہ محبت کی لکیروں سے خالی ہاتھ۔۔۔ ان سے زیادہ میرا نقصان کون کر سکتا ہے۔ بھابی! مجھے معلوم ہے میں چند لمحات یا پھر چند روز کی مہمان ہوں، میں نے اپنی رپوٹس امریکہ میں ہی دیکھ لی تھیں۔

مگر کیا میں اس دنیا سے گناہ گار ہی لوٹ جاؤں گی؟ کیا موسیٰ کو اپنانے کی حسرت اپنے دل میں لیے فنا ہو جاؤں گی؟ اگر ایسا ہو گیا تو میں اپنے رب کو کیا جواب دوں گی؟"

کلثوم خاموش تھی، بس تڑپتی رہی۔

دعا نے سینکڑوں سوالات کے بعد اپنی بات رنجیدگی سے جاری رکھی:

"میں نے کسی غیر محرم سے ٹوٹ کر محبت کی، میرے نادان دل میں صرف و
صرف اسی کا نام زندہ رہا۔ میری اس نادانی کی وجہ سے میرے والدین کو شرمندہ
ہونا پڑا، موسیٰ کو والدین کے آگے بغاوت کرنا میری محبت نے سکھایا۔
نہ جانے وہ کون کون سے لمحات تھے جن میں مجھے اپنے رب کا ذکر کرنا تھا، اسے
راضی کرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کرنی تھی۔۔۔ان قیمتی
لمحات میں، میں اس نامحرم شخص کا نام تسبیح سمجھ کر پڑھتی رہی، میرا دل بس اسے
پانے کی حسرتوں میں غافل رہا۔"

پھر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔اس کے لہجے سے شرمندگی ٹپک رہی تھی۔اسے
اپنے خیالات، اپنی بے لگام حسرتوں اور جانے انجانے میں ہوئیں کوتاہیوں پر رونا
آرہا تھا۔اس نے اپنا سر اپنے زانوں میں دبائے ایک ایک گناہ کو گننا شروع کیا تھا۔

بالآخر کلثوم نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا، وہ جواب تک خاموشی سے سب سن رہی
تھی، کہنے لگی:

"دعا! موت کا ایک وقت متعین ہے، جو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کب اور
کس وقت کسے لوٹ کر جانا ہے۔

621.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(621)(ادھوراپن)

دوسری بات یہ کہ محبت میں تم اکیلی قصوروار نہیں ہو، بلکہ وہ بھی تم سے عشق کرتا ہے۔ تم دونوں کی محبت کا اصل مقصد نکاح تھا اور ہے، یہ میں جانتی ہوں۔ چونکہ تمہاری تربیت میں مجھے نہیں لگتا کہ کوئی کمی رہی ہو گی، پھر چاہے وہ دنیاوی ہو یا دینی۔ تم نے محبت کی اور ہر انسان محبت کرتا ہے، تمہیں تمہاری غلطی کا احساس ہو گیا ہے، یعنی خدا تمہیں بخشنا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ تم اپنے جانے انجانے گناہوں کی بخشش طلب کرو تاکہ وہ تمہیں بہترین انعام سے نواز

دے۔" کہہ کر اس نے سسکتی ہوئی دعا کو سینے سے لگا کر خوب پیار کیا، پھر طویل

:خاموشی کے بعد مسکرا کر پھر سے گویا ہوئی

دعا! جہاں تک میں موسیٰ کو جانتی ہوں وہ کبھی تمہیں دھوکا دے ہی نہیں"

سکتا۔ جس شخص کی محبت کسی کو اس کے خدا کی پہچان کروا دے بھلا اس کی محبت

میں کھوٹ کیسے ہو سکتی ہے۔ پھر خدا جس پر اپنے در کے دروازے کھول دے،

سوچو اس عاشق کی عاشقی کیسی اور اس کی محبت کی طلب کیسی؟

موسیٰ تمہیں اپنائے گا مجھے پورا یقین ہے۔

:قرآن میں خود خدا نے فرمایا

ترجمہ:-'بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی

ہے۔'

یہ آیت مبارکہ سورہ الشرح کی آیات 5-6 ہیں۔

میں نے تمہیں موسیٰ سے محبت کے بعد جن اذیتوں سے گزرتے دیکھا ہے۔

لیکن کبھی سوچا نہیں تھا کہ تم کسی ایک شخص کی محبت میں خود کو اسیر کر لو گی۔اور

وہ۔۔۔اس بیچارے کے امتحانات کی طویل لسٹ ہے، جو ختم بھی نہیں ہوتے اور

"ان کا کوئی رزلٹ بھی نہیں نکلتا۔

ایک لمبی تقریر کے ساتھ کلثوم اسے سمجھاتے ہوئے رک سی گئی۔ لمبی لمبی آہیں

بھر کر کلثوم نے آنکھوں سے پھوٹے چشموں کو ٹشو کی مدد سے روکا تھا۔

اپنی آنکھوں پر کالے رنگ کی عینک سجائے دعا نے اوپر دیکھا، وہ اب پہلے سے بہتر

محسوس کر رہی تھی۔ شاید اسے کوئی امید نظر آنے لگی تھی۔ وہ سرد روی میں

:پوچھنے لگی

بھابی! تو کیا وہ اس حالت میں بھی مجھے اپنا لے گا؟ کیا میں اب تک اسے یاد بھی"

"ہوں گی؟

دعا کا لہجہ سرد، مگر آس گہری تھی۔

ہاں، دعا! وہ تمہیں ہر حال میں قبول کرے گا اور جیسا تم چاہو گی ویسا ہی کرے"

"گا۔ اب تم اپنے پروردگار کو پکارو، پھر دیکھو وہ ان امتحانات کا نتیجہ کیا نکالتا ہے۔

:کلثوم نے جوس کا گلاس اسے پیش کر کے مزید کہا

اب یہ جوس پی لو، تم نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا۔"جوس پیتے ہی وہ پھر سے منہ لٹکائے بیٹھ گئی، جیسے وہ کچھ خاص سوچ رہی ہو۔ کلثوم نے چٹکی بجا کر پوچھا:

"ہیلو، میڈم! اب کیوں منہ لٹکائے بیٹھ گئیں؟ ایسا کیا یاد آ گیا ہے؟"

اس نے ماتھے پر شکن سجائے جواب کی بجائے سر دروی میں پوچھا:

"بھابی! بس اس لیے حیران ہوں کہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ اب بھی مجھے اپنائے گا؟ آپ کو کیسے معلوم میں اس کی طلب میں اب بھی شامل ہوں؟ آپ کو کیا معلوم اس کی محبت میں کھوٹ نہیں ہے؟"

622.txt

دعانے ایک پل میں سب کچھ جاننے کا تجسس ظاہر کیا، پھر جواب کے انتظار میں کلثوم کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔

چند لمحات کی خاموشی چھاگئی جو کلثوم کے گلا کھنکارنے پر ٹوٹی:

"ارے، میری جان! میں ہر وقت اور سب سے زیادہ تمہارے قریب رہی ہوں، بھلا میں کیسے تمہارے حالات اور دل کی باتوں سے ناواقف رہ سکتی ہوں۔ دیکھو، دعا! تمہیں پہلے اس شخص سے ٹوٹ کر محبت ہوئی، پھر پل میں نہ جانے تمہیں کیا سوجھی، جو تم نے دل کے دروازے بند کر کے محبت کی راہوں سے گزرنا ہی چھوڑ دیا۔ مگر اس شخص نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا، ہر تکلیف برداشت کی، دربدر کی ٹھوکریں کھائیں، اپنے ناکردہ گناہوں پر بھی محبوب سے عشق کی طلب میں سر جھکائے محبوب کے در کے چکر لگاتا رہا۔

دعا! تم بہت معصوم اور نادان ہو۔" کہہ کر اس نے دعا کے ہاتھ چومتے ہوئے اسے دیکھ کر مزید کہا:

"اب جب اچانک تمہاری نفرت پھر سے محبت میں بدلنے لگی، تمہاری راتوں کا چین کھونے لگا، تمہاری نمازوں میں سجدے لمبے اور التجائیں گہری ہونے لگیں اور تمہارا چٹان سا مضبوط دل یوں اچانک پگھلنے لگا ہے۔ تو کیا میں اتنا بھی نہیں سوچ سکتی کہ یہ سب موسیٰ کی محبت کی طلب کا نتیجہ ہے؟ جس شخص نے اتنی خواری کاٹنے کے باوجود ہتھیار نہیں ڈالے تو وہ محبت کی جنگ کیسے ہار سکتا ہے؟ اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھنا وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گا، بشرطیکہ تمہاری محبت اور طلب میں کھوٹ نہ ہوئی تو۔ کچھ اچھا پانے کے لیے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔ اور تم دونوں شاید محبت کے اس امتحان میں کامیاب ہو چکے ہو۔"

دعا یک دم اس کے سینے سے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے دعا کو سنبھالا:

"پلیز دعا! یوں مایوس مت ہوا کرو اور اب تم ایک بھی آنسو نہیں بہاؤ گی۔ تمہیں موسیٰ کی محبت کی قسم ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ جھٹ سے پیچھے ہٹ کر آنسو پونچھتے ہوئے بولی: "بھابی! یہ آنسو نہیں بلکہ اپنے کیے پر شرمندگی کے آثار ہیں جو میں چاہ کر بھی چھپا نہیں سکتی۔"

دیکھو، دعا! جیسے انسان کے بس میں کچھ نہیں ہوتا، تم بھی بے بس تھیں۔ مگر" اب تمہیں ہمت کرنی ہوگی اس محبت کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے۔"

دعا قہقہہ لگا کر اپنی بے بسی پر ہنس پڑی:

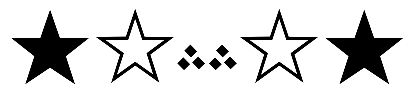
چلیں، یہ آخری معرکہ بھی ہو لینے دیتے ہیں، پھر ہار یا جیت کس کی ہوئی سب" عیاں ہو جائے گا۔"

کلثوم اسے پلنگ پر لٹاتے ہوئے کہنے لگی:

اچھا، یار! اب تم آرام کر لو۔ میں تمہاری رپوٹس کے متعلق ڈاکٹر سے پوچھ" لوں اور یہ بھی کہ تمہیں ڈسچارج کب ملے گا۔"

(باسط بن مظہر راجپوت)(623)(ادھوراپن)

اس کے ساتھ کلثوم باہر نکل گئی اور دعا اپنی بصارت سے محروم نگاہیں چھت پر ٹکائے موسیٰ کو یاد کرنے لگی۔



صبح کے گیارہ بجے موسیٰ اپنے کمرے میں بیٹھا کچھ مطالعہ کر رہا تھا۔اچانک اس نے کتاب بند کر کے میز پر رکھی اور اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر اپنے بال سنوار کر اپنا چہرہ دیکھنے لگا۔جب اس نے اپنی خوبصورت آنکھوں کو دیکھا تو اس کی دھڑکنیں تھم سی گئیں،اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔یک دم اس کی کیفیت عجیب ہونے لگی اور چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔

ایک ہی پل میں اس کی محبت کا ہر گزرا لمحہ اس کے دماغ میں گھر کر گیا تھا۔اسے دعا کا نام تو ہر پل سنائی دیتا تھا۔۔۔اب اسے اس کا چہرہ بھی دکھائی دینے لگا تھا۔

وہ دور کہیں گزرے لمحات میں جا بسا تھا۔

کم و بیش چار سال پہلے وہ انار کلی بازار لاہور کی پہلی نظر، جو اس نے دعا کی طرف اٹھائی تھی اور پھر اسی کا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی گہری آنکھوں میں ڈوب گیا تھا، جہاں سے وہ اب تک چاہ کر بھی نکل نہیں پایا۔

بھلے ہی اس محبت کے اظہار میں پہل دعا نے کی تھی، مگر اس کا انکار موسیٰ نے بھی کبھی نہیں کیا۔

اسے دعا کی امریکہ میں کی گئی باتیں بھی ایک ایک کر کے یاد آنے لگی تھیں۔

مختصراً یہ کہ اس کی کھوئی ہوئی یادداشت لوٹ چکی تھی۔

اس نے اپنے وجود میں ایک قیمتی اور انمول تحفے کو (یعنی دعا کی دان کی ہوئی آنکھیں) پہچان لیا تھا۔

اسے دعا کے متعلق سوچ کر دکھ ہوا اور خود پر وہ غصہ تھا۔ اس نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا، اپنے بال نوچنے لگا اور پھر چیخ چیخ کر دعا کو پکارنا شروع کر دیا۔

اس کے چیخنے اور پاگل پن کی صدائیں مدھم رہیں، جو اس کے کمرے تک ہی محدود رہی تھیں۔ یہ وہی غبار تھا جو پچھلے تین سالوں سے اس نے اپنے سینے میں دبائے رکھا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس نے اپنے حواس پر قابو پالیا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر نیچے آیا تو ایمان کو سامنے دیکھ کر سلام کیا پھر کہا:

"بھابی! اگر برا نہ لگے تو اپنے ہاتھوں سے ایک کپ چائے بنا دیں۔"

ایمان سارے کام کاج چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تو ایمان کے چہرے پر الگ سی چمک تھی۔ یک دم گویا ہوئی:

ہاں۔۔۔ہاں، موسیٰ! میں بنادوں گی۔ اس میں ناراضی کی کیا بات ہے۔" کہہ کر وہ مسکراتے ہوئے کچن کی طرف بڑھی اور پلٹ کر پوچھنے لگی:

"اچھا! مجھے بتاؤ آپ نے ناشتہ کر لیا ہے؟"

جی، بھابی! صبح سب کے ساتھ کر لیا تھا۔ میں لان میں ہوں تو چائے تیار ہو تو بتا دیجیے گا۔"

ایمان نے آج اس میں پرانے موسیٰ کی جھلک دیکھی تھی۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی۔ اے خدا! کوئی تو کرشمہ دکھادے، اس کی یادداشت لوٹا دے۔

پچھلے دس روز میں موسیٰ سب سے گھل مل تو گیا تھا، مگر اسے شاید ان پرانے رشتوں کی پہچان نہیں تھی۔



624.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(624)(ادھورا پن)

اسے بھابی رشتہ تو معلوم تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ بھابی کے دل میں اس کی کیا اہمیت ہے، موم، ڈیڈ کے لیے وہ کون ہے اور اپنے بہن، بھائی سے اس کا وقت

کیسا بیتا تھا۔ مگر ایمان نے اس کی آنکھوں میں کھوئے ہوئے ان رشتوں کی اہمیت جان لی تھی۔

وہ چائے لیے کچن سے باہر آئی تو موسیٰ جا چکا تھا۔

ایمان چائے لیے باہر لان میں آئی تو وہ یک دم پلٹا:

اوہ سوری، بھابی! میں باہر چلا آیا۔" کہہ کر اس نے چائے کا مگ تھامے اس کا" شکریہ ادا کیا۔ ایمان نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا، پھر ایک لمحے کے لیے کچھ سوچ کر پوچھا:

"موسیٰ! آپ کو یاد ہے آپ کی میٹھی والی چائے؟ پی کر بتاؤ نا کیسی بنی ہے؟"

اس نے دو تین گھونٹ پی کر کہا:

کیا بات ہے، بھابی! بالکل وہی ذائقہ، وہی خوشبو۔ آپ اب تک میری پسند" "نہیں بھولیں؟

یہ سن کر ایمان کے دل کو یقین ہو گیا تھا کہ واقعی میں کچھ تو بدلا ہے۔ آج عرش والے نے کیسے اس کے دل کی پکار یک دم سن لی۔ وہ کہنے لگی:

خدا کرے تمہیں ہر وہ پل یاد آجائے، جب جب تم مسکرائے تھے اور جب جب" "تمہیں خوشیاں نصیب ہوئی تھیں، آمین۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا:

بھابی! بے فکر رہیں۔ خدا نے آپ کی دعائیں قبول کرلی ہیں، مجھے سب یاد آگیا" ہے۔" پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی چھانے لگی اور لہجے میں حسرت جنم لینے لگی:

پلیز۔۔۔ پلیز، بھابی! مجھے دعا کا پتہ بتادیں۔ میں ایک بھی لمحہ ضائع کیے بنا اس" کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔
وہ کہتی تھی، 'تم مجھ سے ملنے ضرور آؤ گے اور یہ میرا مان ہے جو تم کبھی ٹوٹنے نہیں دو گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔'

بھابی! میں اس کا مان ٹوٹنے نہیں دوں گا۔ میں اس کے جینے کی امید برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ تو میرے ہر راز اور خواہش سے واقف ہی ہیں، یہ میری آخری "خواہش سمجھ کر میرا ساتھ دے دیجیے۔ زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔

اس نے نگاہیں جھکا کر ہاتھ جوڑ لیے تھے۔

:ایمان کے دل کی اداسی اس کے گالوں پر بہنے لگی

"ارے، موسیٰ! آپ ایسا مت کرو۔" اس نے ہاتھ سے مگ موسیٰ کو دوبارہ پیش

:کرتے ہوئے مزید کہا

"آپ یہ چائے پیو، میں کلثوم بھابی سے رابطہ کر کے ابھی آپ کو بتاتی ہوں۔ پلیز،

"موسیٰ! اداس مت ہو۔ میں ہوں نا؟

وہ اسے تسلی دیتے ہوئے کمرے میں گئی اور اندر آتے ہی کلثوم کو کال کر کے سب

کچھ بتادیا، پھر کچھ ہی دیر میں موسیٰ کو ساتھ لیے ہسپتال پہنچنے کا یقین دلایا۔

چونکہ کلثوم نے اسے دعا کی حالت کے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔

موسیٰ نے چائے ختم کر کے مگ ایک طرف رکھا، پھر لان کی دائیں طرف چل دیا

جہاں اس کے ڈیڈ اور عائشہ محوِ گفتگو تھے۔

"ڈیڈ! میں موسیٰ کی دشمن نہیں ہوں، مگر اب کوئی بھی فیصلہ میری مرضی کے

خلاف آپ کو موسیٰ کے لیے نہیں کرنے دوں گی۔ مجھے معلوم ہے اس لڑکی نے

بہت بڑی قربانی دی ہے، مگر وہ حادثہ بھی اسی کی بدولت پیش آیا تھا۔

625.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(625)(ادھوراپن)

نہ وہ موسیٰ کی زندگی میں آتی، نہ آپ ضد ٹھان کر اسے
اسلام آباد لے کر جاتے اور نہ ہی میرا بھائی کسی کی قربانی کا محتاج ہوتا۔" کہہ کر وہ
منہ بسوڑے کھڑی ہو گئی۔
بیٹی! آپ سمجھنے کی کوشش کرو، میں اپنے بیٹے کے خلاف مزید نہیں جا سکتا۔ مانا"
کہ کچھ غلطیاں وہاں سے ہوئی ہیں، مگر یہ کافی ہے کہ موسیٰ اس لڑکی کی
"مہربانیوں سے آج ہم سب میں موجود ہے۔
وہ عائشہ کو سمجھانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔
اس نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا:

بس، ڈیڈ! اب وہ اس لڑکی کو بھول چکا ہے۔ آپ یہ بھی بھول رہے ہیں کہ وہ"
اپنی یادداشت کھو کر نئی زندگی کا خوشگوار انداز میں آغاز کر چکا ہے۔ اب یہاں
"دور دور تک۔۔۔۔

:موسیٰ نے چند قدم کی دوری سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

آپی! شاید آپ بھی بھول رہی ہیں کہ میں اس لڑکی سے کس قدر محبت کرتا"
ہوں۔ اور یہ بھی کہ محبت چھوٹنے یا کھونے سے پہلے کوئی نا کوئی نشانی ضرور چھوڑ
"جاتی ہے۔

:اس کی دو انگلیوں کا اشارہ اپنی آنکھوں کی طرف تھا۔ وہ پھر سے کہنے لگا

میری محبت نے میری یاددہانی کے لیے شاید یہ تحفہ نشانی کے طور پر مجھے سونپا"
ہے۔" کہہ کر وہ مسکراتے ہوئے قدم بڑھائے ان کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

عائشہ تو بے ساختہ اسے گھورتے ہوئے خاموش ہو گئی تھی۔

:حامد صاحب نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا کر کہا

الحمدللہ، میرا بیٹا۔۔۔ میرا بیٹا میرے خدا نے لوٹا دیا ہے۔ میں کیسے اس رب کا"
"شکر ادا کروں اور کیسے دعا کے احسانات کا بدلا اتار سکوں گا۔

عائشہ ملال میں سر جھکائے خاموش کھڑی رہی، مگر اس کے آنسوؤں کے موتی اس کے قدموں میں بکھر رہے تھے۔

:موسیٰ اپنے ڈیڈ کے سامنے پلکیں جھکائے کہنے لگا

ڈیڈ! آپ یہ قرض اسے اپنی بہو بنا کر اتار سکتے ہیں۔اس طرح میرے دل کو" بھی قرار حاصل ہو گا اور آپ بھی اس کے سامنے سر اٹھا کر کھڑے ہو پائیں "گے۔

:انہوں نے یک دم ہامی بھری

ٹھیک ہے، بیٹا! اگر تم دونوں راضی ہو تو اس رضا میں، میں خوش ہوں۔ جاؤ اور" "اپنی خوشیوں کو سمیٹ لو۔

:وہ ان کا شکریہ ادا کرے عائشہ کی طرف متوجہ ہوا

آپی! آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟"

"اب میں آگیا ہوں، سب بالکل ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ۔

عائشہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اپنے کیے پر افسوس کرنے لگی۔

ایمان، موسیٰ کو پکارتے پکارتے اس کے قریب پہنچی اور کہا: "موسیٰ! اس کا پتہ مل گیا ہے۔ چلو باقی کی بات میں راستے میں بتادوں گی۔"

وہ یک دم اس کی جانب پلٹا:

جی، بھابی! چلیں۔" پھر ڈیڈ سے اجازت طلبی کے ساتھ کہنے لگا: "ڈیڈ! میں کوشش کروں گا اسے اپنا کر اپنے ساتھ لے آؤں۔ پلیز! آپ شام تک تیاری کر لیجیے گا۔"

آپی! آپ اس کے لیے میرا کمرہ تیار کروا دینا، کیونکہ ہم دونوں کی پسند ناپسند آپ کو معلوم ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ایمان اور موسیٰ ہسپتال کے لیے روانہ ہو گئے اور عائشہ اپنے ڈیڈ کے ساتھ تیاریوں میں لگ گئی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(626)(ادھوراپن)

عائشہ نے گھر کے تمام ملازمین کو اکھٹا کیا، ان سے گھر کی صاف صفائی کرنے پھر گھر سجانے کا کہہ کر وہ ڈیڈ کے پاس پہنچی، جو لان میں موجود سجاوٹ کے لیے لائے گی ئے پھولوں کی جانچ اور شام کے انتظامات کی تیاری کر رہے تھے۔
عائشہ اپنے بھائی کے اس فیصلے سے خوش تو نہیں تھی، لبتہ گھر والوں کے چہروں پر خوشی دیکھ کر وہ یہ کڑوا گھونٹ پینے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس کے والدین اور صالح، موسیٰ کی یادداشت لوٹنے اور اس کے کیے فیصلے پر بے حد خوش تھے۔
حامد صاحب اور صالح بھی ہسپتال جانا چاہتے تھے، مگر گھر کی تیاری بھی کسی کو سنبھالنی تھی۔ اس لیے وہ گھر پر ہی رک گی ئے۔ بس اب سب کو انتظار تھا تو موسیٰ کی کال کا جس کے ذریعے وہ دعا سے ملاقات کے متعلق گھر والوں کو اطلاع دیتا۔

ایمان نے سفر کے دوران اسے وہ سب بتادیا جو کلثوم نے کال پر دعا کے متلعق اسے بتایا تھا۔ موسیٰ پورے راستے خاموش رہا۔ شاید اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا، جسے وہ عیاں ہونے سے بچائے ہوئے تھا۔

ڈرائیور نے ہسپتال کے داخلی دروازے کے سامنے گاڑی روک کر کہا: "میڈم!

"آپ لوگ چلیں میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔

:موسیٰ نے گاڑی سے اترنے سے پہلے کہا

آپ یہیں رکیے گا اور جب میں کال کروں تو فوراً سے مولانا صاحب کو لے کر"

"یہاں آجایئے گا اور نکاح کے کاغذات بھی۔

:ایمان اس کی بات سن کر چونکا دینے والے انداز میں پلٹی

موسیٰ! یہ سب تم بہت جلد بازی میں کر رہے ہو، ابھی ہمیں دعا کی مرضی بھی"

"جان لینی چاہیے۔ کہیں تمہارے اس فیصلے سے وہ تم سے مزید بدگمان ہو گئی تو؟

:وہ آگے بڑھتے ہوئے مسکرادیا

بھابی! اب جو میرے دل میں چل رہا ہے میں مزید چھپا تو نہیں سکتا اور ویسے"

"بھی اس کی مرضی کے خلاف میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔

ایمان نے اس کی آنکھوں میں گھورا، جن میں ایک امید کی کرن دیکھی جا سکتی تھی۔ وہ کہنے لگی:

"اچھا! اب اگر تم فیصلہ کر ہی چکے ہو تو چلو نئے کپڑے خرید لو۔ تمہاری زندگی کا اتنا حسین دن ہے تو اتنا تو کر ہی سکتے ہو اور میں انکار بالکل بھی نہیں سنوں گی۔"

وہ اسے زبردستی چند قدم کی دوری پر موجود شاپنگ مال لے گئی، تب اسے مجبوراً نیا جوڑا لینا ہی پڑا۔

کلثوم 'آئی۔ سی۔ یو' میں دعا سے محوِ گفتگو تھی اور اسے بتانے جا رہی تھی کہ موسیٰ یہاں آ رہا ہے اور ڈاکٹرز نے بھی آج شام ڈسچارج کا بتا دیا ہے۔

مگر قدرت کو کیا منظور کوئی نہیں جانتا، اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی دعا کی طبیعت بگڑنے لگی۔

کلثوم اس کے قریب ہوئی، اسے پانی کا گلاس پیش کر کے بغور اس کا جائزہ لیا تو یک دم بوکھلا سی گئی:

"دد۔۔۔ دعا! تم ٹھیک تو ہو؟"

دعا! آنکھیں کھولو پلیز۔ایسا نہیں کرتے۔دیکھو، میرے پاس بہت کچھ ہے تمہیں بتانے کے لیے، وہ جو تم چاہتی تھیں۔

627.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(627)(ادھوراپن)

لیکن اس کی ہر کوشش اس وقت ناکام ہوئی جب دعا کے چہرے کا رنگ سفیدی سے یک دم زردی مائل ہونے لگا، اس کی آنکھیں کھلی ایک ہی سمت میں رک سی گئی تھیں۔
کلثوم نے ہمت کر کے ڈاکٹر تک خبر پہنچائی، مگر خود اذیت میں مبتلا تھی۔

ڈاکٹرز نے اسے باہر رک جانے کا کہا اور ایک پل میں سب دعا کے گرد جمع ہو گئے۔ ڈاکٹرز کی بھاگ دوڑ سے محسوس کیا جا سکتا تھا کہ کچھ تو ایسا ہوا ہے جو کلثوم کے لیے باعث تکلیف تھا۔

وہ 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر بے یار و مددگار چہرے پر اداسی لیے آنکھیں پھاڑے دروازے پر لگے شیشے سے اندر دیکھ رہی تھی۔

دس منٹ کی کوشش کے بعد ڈاکٹرز مایوس کن ادا کے ساتھ دعا کا چہرہ ڈھانپ کر باہر آ گئے۔ کلثوم کے لیے یہ سب قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔ ایک ڈاکٹر دروازے کے سامنے پلکیں جھکائے رکا، مگر خاموش رہا۔ جس سے کلثوم کو حالات کی نذاکت کا اندازہ ہو چکا تھا۔

وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہو گئ۔ ڈاکٹر نے پلکیں جھکائے معذرت کی، تو کلثوم اسے پیچھے دھکیل کر گرتی سنبھلتی کچھ ہی فاصلے پر موجود بے جان پڑی دعا کے پاس پہنچی، پھر دوزانو زمین پر بیٹھ گئی۔ اسے قیامت سے پہلے ہی وہ منظر دکھائی دینے لگا تو اس نے اپنا سر زانوں میں دبا لیا، پھر بلک بلک کر رونے لگی۔

بالآخر اس نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے اٹھ کر کرسی گھسیٹی، اس کے قریب بیٹھ گئی اور دعا کے چہرے سے پردہ ہٹا کر حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

اس کا چہرہ آج مزید حسین اور پر نور لگ رہا تھا، اس کے لبوں کی رنگت سرخ اور مسکان ایسی جیسے وہ کسی بات پر مسکرا رہی ہو۔

کلثوم نے اس کے چہرے پر بوسہ دیا، پھر اس کے نرم و ملائم ہلکی بھوری رنگت کے گھنے بالوں کو سہلاتے ہوئے رنجیدگی سے گویا ہوئی:

دعا! تم یوں اچانک مجھے بتائے بنا کمرے سے باہر نہیں جایا کرتی تھیں، تو آج اتنا" بڑا فیصلہ کیسے کر سکتی ہو؟ تم اپنے خوابوں، خیالوں کو یوں ادھورا چھوڑے دنیا کی بھیڑ سے اتنی خاموشی سے کنارہ کیسے کر سکتی ہو؟ جبکہ تم جانتی اور مانتی ہو کہ۔۔۔ کہ اس بھیڑ میں کوئی تو ہے جو صرف و صرف تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

دعا! تم نے زندگی کے اس سفر میں اپنے ہم سفر کا بھی انتخاب کیا تھا۔

کیا اسے اس بھیڑ میں تڑپتا، سسکتا اور بلکتا چھوڑ جاؤ گی؟

تم تو وفا نبھانے کے بڑے بڑے دعوے کرتی تھیں، تو جب وفا نبھانے کا وقت آیا

"تو تم نے پیٹھ پھیر لی۔

اس کا لہجہ سرد، آنکھوں میں ساون کی برسات، سانسیں اکھڑی ہوئیں اور

دھڑکنیں تھمی سی معلوم ہو رہی تھیں۔

اگلے ہی لمحے اس کا انداز بدلنے لگا، وہ چند لمحے پلنگ کے پاس کھڑی رہی، مگر دعا

نے کوئی حرکت کی نہ ہی اشارہ دیا۔

کلثوم الٹے قدموں پیچھے ہٹتے ہوئے، دیوار سے پیٹھ جوڑے، چہرے پر اداسی اور

نگاہوں میں نمی لیے دعا کا دیدار کرنے لگی۔

628.txt

موسیٰ جو کافی بدل چکا تھا ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی۔ وہ ایمان (جسے وہ اپنی بہن مانتا تھا) کے ساتھ شاپنگ مال سے باہر آ چکا تھا۔ سفید رنگ کا کرتا شلوار، سر پر سفید رنگ کی نمازی ٹوپی اور پیروں میں سادہ سی چپل، جیسے کسی مسجد میں خطیب لگ گیا ہو۔ اس نے نظریں جھکائے پہلا قدم ہسپتال کے گیٹ سے اندر رکھا، جو ایک آواز پر وہیں روک کر پیچھے دیکھنے لگا۔

"موسیٰ! رکو تو۔ یہ ڈاڑھی بھی ٹھیک کرالو، کیا پتا دعا نکاح کے لیے مان جائے۔"

ایمان نے ناک سکیوڑے کہا تھا۔

وہ مسکرا دیا اور بولا:

"بھابی! میں دعاء گو ہوں کہ میرا رب مجھے اور آپ کو معاف کر دے۔ میں پہلے ہی جہالت کے اندھیروں میں اپنی زندگی برباد کر چکا ہوں اور اب کسی قسم کی غفلت کی امید مجھ سے مت کیجیے گا۔"

سرجری کے بعد اس کے چہرے کی بناوٹ پہلے جیسی نہیں رہی تھی، مگر قدرت کی شان، دکھنے میں وہ اب بھی بے حد خوبصورت تھا۔ دودھیا رنگ کا پر کشش

چہرہ، نیلی رنگنت کی جھیل نما آنکھیں جو اس کے حسن کو چار چاند لگائے ہوئے مسکراتی معلوم ہوتیں۔اس نے اپنی بڑھی ہوئی داڑھی میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"یہ ڈاڑھی بھی انہیں نبی ﷺ کی سنت ہے جن کی سنت کی تکمیل کی نیت سے میں دعا سے ملنے جارہا ہوں۔اور اگر اسے میرا حلیہ پسند نہ آیا تو میں اپنے رب کی رضا سمجھ کر صبر کرلوں گا، لیکن کسی کی خوشی کے لیے میں خدا کو ناراض ہر گز نہیں کروں گا۔" ایمان شرمندگی کے مارے خاموشی سے اندر چلی گئی، کیونکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ بحث کا وقت نہیں ہے۔

آئی۔سی۔یو' کے سامنے پہنچتے ہی دروازہ کھلا دیکھ کر ایمان حیران ہوئی، کیونکہ' وہاں چند صفائی کرتے ہوئے افراد اور شاید ایک دو مریضوں کے لواحقین موجود تھے۔

ایمان نے پلٹ کر کہا:

"موسیٰ! یہاں تو بالکل خاموشی ہے اور کلثوم بھابی یا دعا کے گھر سے کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔"

موسیٰ نے جھکی ہوئی نظریں اٹھائیں تو اسے اندر کلثوم دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی نظر آئی۔اس نے نظریں جھکا کر کہا: "بھابی! آپ چلیں اندر، وہ رہیں کلثوم آپی۔"

اسے دیکھ کر ایمان کی تو جیسے روح کانپ اٹھی۔اس نے دھیمے لہجے میں کہا:

"اللہ خیر کرے۔" پھر دوڑتے ہوئے کلثوم کے پاس جا پہنچی۔

موسیٰ نظریں جھکائے چند قدم کی دوری پر رک سا گیا۔

"بھابی!" ایمان نے اسے پکارتے ہوئے جھٹ سے سینے سے لگالیا اور بے بسی کے عالم میں کپکپاتے ہوئے پوچھنے لگی:

"آ۔۔۔ارے، بھابی! کیا ہوا کچھ بتائیں تو سہی؟"

کلثوم اس کے سوال پر تڑپ گئی اور پلنگ کی طرف اشارہ کیے کہنے لگی:

"ایمان۔۔۔ایمان! دیکھو نا کب سے چلارہی ہوں کہ کچھ بول دے، آنکھیں کھول دے یا کم از کم اپنی موجودگی کا ثبوت دینے کے لیے سانس لے لے۔ مگر نہیں، نہ جانے کس خطاء پر مجھ سے ناراض ہو گئی ہے۔ کچھ سن ہی نہیں رہی۔"

629.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(629)(ادھوراپن)

یہ سب سننا اور دیکھنا ایمان اور موسیٰ کے لیے بھی کسی قیامت سے کم نہ تھا۔
ایمان! یہ شاید کسی کے انتظار میں تھی جواب یہاں آچکا ہے، اب وہی کچھ "
"کرسکتا ہے۔
ایمان نے کلثوم کو تسلی دی، کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے۔ وہ دونوں دعا کے قریب ہوئیں تو ایمان نے دعا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اداسی بھری نظروں سے موسیٰ کو دیکھنے لگی، جو حالات کی نزاکت سے واقف تھا۔ آج اس نے دعا اور کلثوم کو پلکیں اٹھا کر نہیں دیکھا، کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ وہ دونوں اس کے لیے نامحرم ہیں۔ اس نے نامحرم سے محبت کی جو خطاء کی

تھی اس خطاء کو سدھارنے کے لیے وہ کسی بھی صورت اس محبت کی منزل۔۔۔
یعنی نکاح کی تکمیل چاہتا تھا۔

وہ لمبی سی آہ بھر کر درد بھری آواز میں کچھ فاصلے سے کہنے لگا:

"دعا! میں لوٹ آیا ہوں، مجھے معلوم ہے تم مجھ سے ناراض ہو سکتی ہو، لیکن میں تمہاری واپسی کی آس لگائے ہوئے ہوں۔

یاد ہے تم نے مجھے میری معصوم اور بے انتہا محبت کا واسطہ دیا تھا؟

آج میں بھی اسی محبت کا واسطہ دیتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں، کیا ہم دونوں کی انمول محبت ہمیں ہماری منزل تک پہنچائے گی یا پھر آج بھی محبت کو ہار ماننی پڑے گی۔"

پل بھر کی خاموشی اور چند سسکوں کے بعد وہ پھر سے بولا:

"دعا! لوٹ آؤ اس سے قبل کہ خدا ہم دونوں کو بھی گناہ گاروں کی صف میں کھڑا کرنے کا فیصلہ کر لے۔ اس سے پہلے کہ میری امید بھی ٹوٹ جائے تمہیں اپنانے کی۔ میں نے اپنی ساری زندگی اندھیرے میں بسر کر دی، مگر جو امید سحر کی کرن

مجھے تم نے دکھائی تھی میں اسے کھونا نہیں چاہتا، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا، میں جس رب کی جستجو میں نکلا ہوں اسے پاکر کھونا نہیں چاہتا۔

میں ایک نامحرم سے ناطہ جوڑنے اوراس سے محبت کرنے کی جو خطاء کرچکا ہوں اس خطاء کاازالہ تمہیں اپنی شریک حیات بناکر کرناچاہتاہوں۔ میں تمہیں شرعی طورپراپناناچاہتاہوں۔"

:جب وہ مایوس ہواتواپنے ہاتھ بارگاہِ الٰہی میں بلند کرلیے

"اے رب! دلوں کے راز توجانتاہے۔اے رب! میں کم عقل گناہ گار بندہ نادانی میں کسی غیر محرم کودل میں بسانے لگا تھا، میں اس سے انتہاء کی محبت کرنے لگا تھا۔ مولا! توتوجانتاہے میری نیت اس سے نکاح کرنے کی تھی، محبت توتیرا تعارف ہے جوتواپنے بندوں سے کرتاہے۔ آج میں اپنی کوتاہیوں پر تجھ سے بخشش مانگتاہوں مجھے بخش دے اوراتنی سی مہلت دے دے کہ میں اس محبت کو حلال طریقے سے اپنالوں، پھرمیں اسی پرراضی ہوں جو تیری رضاہے۔اوراگر آج میں مایوس لوٹ گیاتوزندگی بھراٹھ نہ سکوں گااورنہ ہی خود کومعاف کرسکوں گا۔ اللہ! میری پکارسن لے، میں جانتاہوں میں تیری یاد سے صدا

غافل رہا، مگر آج بڑی آس لیے تیرے دربار میں حاضر ہوا ہوں، آج کوئی کرشمہ دکھا دے تاکہ میرا ایمان مضبوط ہو جائے، آمین۔"

630.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(630)(ادھوراپن)

:ایمان کی یک دم چیخ نکلی

"بھابی! دیکھیں۔۔۔دیکھیں اس نے حرکت کی۔ بھابی! دعا نے میرا ہاتھ پکڑا ہے۔" وہ اپنا ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے "ڈاکٹر۔۔۔ڈاکٹر! جلدی آؤ دیکھو اس نے حرکت کی ہے۔" پکارنے لگی۔

اگلے ہی لمحے ڈاکٹرز کی ایک ٹیم 'آئی۔ سی۔ یو' میں موجود تھی، جو دعا کے گرد جمع ہو چکی تھی۔ نرس نے ان تینوں کو باہر انتظار کرنے کا کہا اور دروازہ بند کر دیا۔

وہ تینوں ایک نئی امید کے ساتھ باہر موجود تھے۔

کون کہتا ہے کہ دعاؤں میں تاثیر نہیں ہوتی، بس مانگنے کا ہنر آنا چاہیے اور خدا پر کامل یقین ہونا چاہیے۔ محبت میں کھوٹ نہ ہو اور عشق شرق سے پاک ہو تب کرشمے ہوتے ہیں۔۔۔ بشرطیکہ محبت کی طلب من کی پیاس بجھانے کی بجائے خدا کے احکامات کی پیروی کی جستجو۔۔۔ یعنی نکاح ہو اور مطلوب رضائے الٰہی۔

کلثوم نے مسکراتے ہوئے موسیٰ کو دیکھ کر کہا:

"مجھے معلوم تو تھا تم کس قدر دعا سے محبت کرتے ہو، مگر یہ نہیں کہ ایک عام سا شخص جو کل تک ایک لڑکی کے لیے مجنوں بنا پھرتا تھا، وہ شخص اپنے رب سے بھی اتنی محبت، اتنا عشق کرتا اور اتنا قریب ہو سکتا ہے، جس کی ایک التجاء پر خدا اسے اس کی محبت لوٹا دے۔"

وہ رنجیدگی میں بھی مسکرایا تھا:

آپی! جس عشق میں نیت رب کی رضا ہو تو پھر رب ایسے ہی انعام کرتا ہے۔"

میں نے محبت تو دعا سے کی تھی لیکن جب اس کی محبت میں، میں محبت کے حصول کے لیے نکلا تو مجھے رب کی محبت بھی حاصل ہو گئی، کیونکہ میری محبت میں کھوٹ نہیں تھی۔ اب جس محبت نے مجھے میرے رب کا تعارف کرایا، مجھے اس کی محبت کی طلب کیسے نہ ہو، میں کیسے اسے اکیلا چھوڑ دیتا جبکہ مجھے کامل یقین تھا کہ میرا رب ہماری محبت کو ضرور قبول فرمائے گا، کیونکہ ہماری نیت رب کی رضا یعنی نکاح کی تھی۔۔۔ جو رب کے محبوب ﷺ کی سنت ہے۔

" 'بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'

کلثوم نے اسے سراہا:

خدا قبول فرمائے اور مبارک کرے، آمین۔"

جانتے ہو دعا بھی یہی چاہتی تھیں، وہ بھی ہر نماز کے بعد تمہیں ہی مانگتی رہی۔

ماں، بابا کہتے ہیں کہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے اس کی کوئی نماز قضاء نہیں ہوئی تھی۔" کہہ کر وہ سسکنے لگی اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر مزید

کہا: "مگر افسوس! جب وہ امریکہ میں تمہارا علاج کرنے میں مصروف تھی تب کبھی کبھار۔اور جب تمہاری طلب کے غم اور خدا کے خوف میں وہ بے ہوش تھی، یہ کچھ دیر قبل اور تمہیں ٹھکرانے کے بعد ایک، دو مرتبہ۔اس دوران اس کی نمازیں قضاء ہو گئیں۔ویسے اس نے بیماری کی حالت میں بھی کبھی یہ کوتاہی نہیں کی، لیکن کیا کرے انسان ہے نا تو غلطیاں تو ہو جاتی ہیں۔

عشق آسان نہیں ہوتا، پھر چاہے مجازی ہو یا حقیقی۔آج مجھے بھی یقین ہو گیا ہے کہ میرا خدا کبھی دل سے نکلی التجائیں رد نہیں کرتا۔تم اور دعا کی طلب، مطلب تم اور وہ کیسے نہ ملتے، یہ کیسے ہو سکتا تھا۔

631.txt

اس کی دعاؤں اور پھر نفرت نے تمہیں تمہاری حقیقت سے واقفیت کرائی، اس سے محبت میں پڑ کر تم حقیقی محبت کے حصول کے لیے نکلے۔ وہ تم سے محبت کرنے لگی تھی یعنی اس باپردہ لڑکی نے ایک نامحرم سے عشق کیا۔ جانتے ہو اس کی آج جو حالت ہے وہ کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ رب کی مرضی کے خلاف ایک فیصلے کا خوف ہے۔"

موسیٰ کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ خوف کے مارے اس کا رنگ پھیکا پڑنے لگا اور شرمندگی کی بدولت وہ پلکیں اٹھا نہیں پا رہا تھا۔ اس نے سردروی میں لرتے لبوں سے کہا:

"آپی! وہ پروردگار ہے، رحمٰن ہے اور شرک کے علاوہ تو وہ ہر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بے شک ہم دونوں نے اس کے احکامات کی خلاف ورزی کی تھی، مگر اب ہم دونوں اس محبت کے رشتے کو نکاح کی صورت میں پاکیزہ، خوبصورت اور مضبوط بنائیں گے۔ کیا معلوم اس کا میری زندگی میں آنے کا اصل مقصد مجھے

میرے رب سے ملوانا ہوا ہو؟ اور جس رشتے کی نسبت سے میں رب کی محبت اور

"رضا کا طلبگار بن گیا ہوں اس رشتے کو خدا یوں ادھورا نہیں رہنے دے گا۔

کلثوم کے آنسو اس کے قدموں میں گر رہے تھے، اس کے لہجے سے خوف اور

اداسی ٹپکنے لگے:

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ محبت میں حقیقت سے واقفیت آزمائش اور منزل پہ

روانی میں بھٹک جانا سزا کے جیسا ہے۔

میرا رب جن سے بہت محبت کرتا ہے اور جو اس کی طلب رکھتے ہیں انہیں وہ

آزماتا ضرور ہے، اور آزمائش پر پورا اترنے پر انعام بھی عطاء فرماتا ہے۔

مگر جو دل کے کالے ہوتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں بس سزا ہی ہے، پھر

چاہے وہ من چاہی محبت تو پالیں لیکن حقیقی عشق کا سرور حاصل نہیں کر سکتے۔

موسیٰ! یہ دنیا اور یہ محبت سب کچھ چند لمحات کے ساتھی ہیں۔ بس کوشش کرنا

"اس چار دن کی زندگی کے لیے اپنی آخرت اور رب کی رضا گنوا نہ دینا۔

ایک طویل خاموشی چھا گئی جو موسیٰ کے ان الفاظ پر ٹوٹی:

"بالکل، آپی! اب آپ بس دعاء کرنا خدا ہم دونوں کو ایک لکھ دے، تاکہ ہم اس رب کے دربار میں سرخرو ہو پائیں۔"

کلثوم نے "آمین" کہا، پھر اگلے ہی لمحے ایمان بھی ان دونوں کے پاس پہنچی، جو کافی دیر سے کچھ فاصلے پر لگے بینچ پر بیٹھی دعائیں کر رہی تھی۔

اچانک 'آئی۔ سی۔ یو' کے باہر لگی لال بتی بجھ گئی اور دروازہ کھلتے ہی ایک ڈاکٹر ان تینوں کے پاس آیا۔ اس سے قبل ان تینوں میں سے کوئی کچھ پوچھتا، ڈاکٹر ماسک اتارتے ہوئے کہنے لگا:

"میں نے زندگی میں یہ سنا تو بہت تھا، مگر آج دیکھ بھی لیا ہے۔۔۔" وہ تینوں حیران کن انداز میں سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگے۔ وہ مسکرا کر اپنی ادھوری بات مکمل کرتے ہوئے بولا:

"محبت کی خاطر موت سے لڑ جاؤں گا/گی۔" اس کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ وہ ٹھیک سے لفظ بھی ادا نہیں کر پا رہا تھا۔

632.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(632)(ادھورا پن)

ایک لمحے کے لیے ڈاکٹر نے ٹھنڈی سی آہ بھری، پھر اس کا اشارہ اندر کی طرف ہوا:

"آج اس نے اس بات کو سچ ثابت کر دیا، وہ واقعی میں محبت کی خاطر موت سے لڑ رہی ہے جو چاہ کر بھی دعا کو شکست نہ دے پائی۔ شاید یہ رب کا فیصلہ اور کرشمہ ہے جو وہ اب تک زندہ ہے۔۔۔"

موسیٰ نے یک دم پوچھا:

"تو کیا اب ہم ان سے مل سکتے ہیں؟ کیسی طبیعت ہے ان کی؟"

ڈاکٹر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے گردن ہاں میں ہلائی اور کہا: "ٹھیک ہیں وہ اب، آپ مل سکتے ہیں ان سے۔"

تینوں نے نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے رب کا شکرادا کیا، پھر موسیٰ نے ڈاکٹر کا بھی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

"سر! اب خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے، میں۔۔۔ مطلب ہم ان سے بات کر سکتے ہیں؟"

وہ مسکرا کر گویا ہوا:

"ہاں، بالکل اور شام تک انہیں گھر بھی لے جا سکتے ہیں، لیکن ان کا بہت خیال رکھنا ہو گا۔ ان کی رپورٹس اور حالات کے پیش نظر جو ہم نے اخذ کیا تھا ہم لوگ ابھی تک اس فیصلے پر اٹل ہیں، مگر محبت کی طاقت کو ایک موقع دینا تو بنتا ہے، کیا پتا وہ خود سے جینا شروع کر دیں!"

موسیٰ کے چہرے کی مسکان ڈھلنے لگی، وہ بے حد پریشان بھی ہوا۔

ڈاکٹر نے اسے تسلی دی:

"آپ پریشان مت ہوں، بلکہ پریشانی کا حل تلاش کریں جو ان کی طاقت بنے کمزوری نہیں۔" کہہ کر وہ اس کے شانے پر ہاتھ پھیرے اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

آدھا گھنٹہ گزرا تو دعا کو پھر سے وینٹیلیٹر سے دوسرے پلنگ پر شفٹ کر دیا گیا۔ اب وہ بالکل ٹھیک لگ رہی تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل رہے تھے۔

اسے ایک طرف سے روح میں گھر کر جانے والی محبت کی مہک، یعنی موسیٰ کی مہک آتی محسوس ہوئی۔ اس کی سانسیں مزید گہری ہوتی گئیں، وہ تڑپ سی گئی تھی۔

اس کی روح پھر سے محبت کی مہک سے سیراب ہونے لگی۔ اس نے تڑپ کر پوچھا:

"بھابی! وہ موسیٰ آیا ہے نا؟"

اس کی دھیمی سی آواز موسیٰ کی سماعتوں تک نہ پہنچ سکی۔ پاس موجود کلثوم اور ایمان نے چپ سادھ لی۔ کیونکہ موسیٰ اس کے سامنے یا قریب آنے سے پہلے اسے اپنی محرم بنانا چاہتا تھا۔

دعا نے پھر سے سوال دہرایا، مگر اس کا لہجہ پہلے سا سرد نہیں تھا۔

کلثوم یک دم بولی:

دعا! ہاں، وہ موسیٰ ہی ہے لیکن وہ تم سے ملاقات کرنے سے پہلے تم سے نکاح"
کرنا چاہتا ہے، تمہیں اپنی محرم بنانا چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی اجازت دیتی ہو، اگر
تمہارا دل اس کی محبت سے مطمئن ہے تو۔ وہ خود بھی اپنے رب کے احکامات کے
مزید خلاف نہیں جانا چاہتا اور تمہیں بھی مزید گناہ گار نہیں کرنا چاہتا۔ تم دونوں
نے محبت کی تھی جو ایک فطری عمل ہے۔ وہ اب اس محبت کی پاکیزگی کے لیے
"سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنا چاہتا ہے، جسے اب تمہاری ہاں یا نہ کا انتظار ہے۔
کلثوم نے اسے اسلامی نقطہ نظر سے سمجھایا جو کسی عام آدمی کے لیے مشکل تھا،
مگر دعا اس کی ٹکڑوں میں کی گئی بات سمجھ گئی۔

633.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(633)(ادھورا پن)

دعا بمشکل اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے آنسو اس کی آغوش میں گر کر جذب ہونے لگے، وہ کہنے لگی:

"موسیٰ! محبت لہجے کی کڑواہٹ سے سہم جاتی ہے، اس لیے تم اتنے قریب آجاؤ تاکہ میں خوش نما انداز میں محبت سے گفتگو کر سکوں۔"

موسیٰ نے قدم بڑھائے جن کی آہٹ دعا کو خوش نما ساز معلوم ہوئی، تو وہ بس مسکرائی اور اپنی عینک پہن لی۔

موسیٰ نے رخ موڑے چند قدموں کی دوری سے کہا:

"دعا! میں نے تمہیں بہت دکھ دیے ہیں، میری وجہ سے تمہاری پاکیزگی پر حرف آیا اور تمہاری محبت پر زمانے نے نہ جانے کیا کیا باتیں بنائی تھیں۔ آج میں اس سب کے لیے تم سے معافی چاہتا ہوں، میں تمہارا دل دکھا کر ایک پل بھی سکون حاصل نہیں کر سکا۔ خدارا! مجھے معاف کر دو۔"

دعا جانتی تھی موسیٰ بے قصور تھا، مگر وہ محبت کا مان رکھنا جانتا تھا۔ وہ کہنے لگی:

"ہاں، مجھے بہت دکھ ہوا ہے، میرا دل ریزہ ریزہ ہو کر بٹ چکا ہے، مجھے میرے وجود سے نفرت ہونے لگی ہے۔ موسیٰ! مجھے تمہاری محبت سے کوئی گلہ نہیں رہا، مگر اپنی ذات سے شکوہ رہا۔ میں نے اپنے من کی شانتی کے لیے اپنے رب کو ناراض کیا ہے۔ میں نے ایک نامحرم شخص کی خاطر اپنا فرض ادا کرنے میں غفلت بھرتی ہے۔" پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سکون موسیٰ کو بھی میسر نہیں تھا، جو شرمندگی کے مارے نظریں جھکائے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ دعا نے ایک پل کے لیے کچھ سوچا، پھر اپنے آنسو پونچھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس نے گرتے سنبھلتے دو قدم بڑھائے اور کھڑکی کے سامنے کھڑی ہو گئ۔ سہ پہر کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔

دسمبر کا مہینہ ہو اور غموں کی برسات نہ ہو، ایسا کیسے ممکن ہے؟

ہوا کے ٹھنڈے جھونکے اپنے ساتھ بارش کے چند قطرے بھی لائے تھے، جو دعا کے چہرے پر پڑے۔ وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر انہیں محسوس کرنے لگی اور پھر سے پلنگ پر آ بیٹھی۔ اس نے موسیٰ کو مخاطب کر کے پوچھا:

"موسیٰ! ایک بات جانتے ہو؟"

پھر خود ہی جواباً کہا:

مجھے اپنی زندگی سے اب کوئی لگاؤ نہیں رہا، لیکن میں تب تک جینا چاہتی ہوں" جب تک اپنے رب کو راضی نہیں کر لیتی۔ موسیٰ! تم میرے گناہ گار نہیں ہو بلکہ میں ہوں گناہ گار۔ تم سے محبت میں پہل بھی میں نے کی تھی، محبت میں بے وفائی بھی میں نے کی لیکن ہر بار قربانی تمہیں دینی پڑی۔ جانتے ہو یہ دنیا مکافات عمل ہے۔ میں نے محبت میں بے وفائی کی تو کس منہ سے زندگی سے امید وفا رکھوں؟ آج بدلے میں زندگی مجھ سے وفا نہیں کر رہی۔ میں جینا نہیں چاہ رہی لیکن مجھے سزا کے طور پر جینا پڑ رہا ہے۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(634)(ادھوراپن)

موسیٰ! کیا تم مجھے معاف کر سکتے ہو؟
شاید زندگی بھی مجھے بخش دے اور خدا بھی۔
کیا تم مجھے اپنی عزت بناؤ گے؟
تاکہ میں اپنے خدا کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے اس گناہ کی بخشش طلب کرنے کے قابل ہو جاؤں۔"

اب وہ موسیٰ کے جواب کے انتظار میں بالکل خاموش ہو گئی۔ موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ کھلی اور وہ یک دم کہنے لگا:

"ہاں۔۔۔ہاں، دعا! میں اسی آس پر اب تک جی رہا ہوں کہ تمہیں اپنا سکوں،

میں زندگی کے ہر موڑ پر تمہیں اپنانا چاہتا تھا کیونکہ تمہاری جدائی نے تو مجھے جینے کے قابل بنایا ہے۔ اس سے بڑھ کر میرے لیے اور خوشخبری کیا ہو گی کہ تم میرے نصیب میں لکھ دی گئی ہو۔ دعا! تم نہیں جانتی کہ تم نے مجھے کیا دے دیا

ہے۔اب دیکھنا ہمارے نکاح کے بعد خدا بھی ہم سے راضی ہو جائے گا۔اور ایک "گناہ گار شخص کے لیے رب کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز معنی نہیں رکھتی۔

دونوں اطراف بالکل خاموشی چھاگئی، پھر موسیٰ نے پوچھا:

"دعا! کیا تم مجھ سے نکاح کرو گی؟"

ہاں، موسیٰ! میں تیار ہوں اور نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"موسیٰ اس" کے ہامی بھرتے ہی کھل سا گیا اور دوڑ کر باہر کلثوم اور ایمان کے پاس پہنچا۔ایمان نے اسے روکتے ہوئے پوچھا:

"کیا ہوا اتنی جلدی میں کیوں ہو؟ ماشاءاللہ، بہت خوش بھی لگ رہے ہو؟"

اس نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا:

بھابی! میں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں۔آج میرے خدا نے مجھے وہ عطاء کر" دیا جو مجھے چاہیے تھا۔دعا نکاح کے لیے مان گئی ہے۔" کہہ کر اس نے ڈرائیور کو سب بتایا، جو کچھ ہی دیر میں مولانا صاحب اور نکاح کے کاغذات کے ساتھ وہاں موجود تھا۔

ڈاکٹر کی اجازت کے بعد مولانا کو 'آئی۔ سی۔ یو' میں لے جایا گیا جہاں دعا اپنی بھابی اور ایمان کے ہمراہ پلنگ پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

کلثوم نے بڑی منت سماجت کر کے اسے ایک جوڑا پہننے کے لیے راضی کیا تھا، جس میں وہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کی سفید رنگت اور گالوں پر قدرتی سرخی جیسے قدرت کا حسین شاہکار ہو۔ وہ ہلکے سرخ رنگ کے عروسی جوڑے میں شہزادی معلوم ہو رہی تھی، جو کلثوم نے صبح ایمان سے بات چیت کرنے کے بعد ہی منگو لیا تھا، کیونکہ وہ موسیٰ اور دعا کا ارادہ جانتی تھی۔ وہ جوڑا کلثوم نے سانول کو امریکہ سے کال کر کے ڈیزائن کرایا تھا، جو کافی خوبصورتی اور مہارت سے تیار کیا گیا تھا۔

کلثوم یہ تو نہیں جانتی تھی کہ قسمت کا سکہ کس سمت اچھلے گا، مگر وہ دعا کے لیے بہت پر امید تھی۔ جو امید آج پوری بھی ہونے کو تھی۔

635.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(635)(ادھوراپن)

مولانا صاحب نے دعا کی اجازت کے بعد باقاعدہ نکاح پڑھانے کی کاروائی شروع کی:

موسیٰ ولد حامد، آپ کا نکاح دعا ولد نصیر سے بعوظ ایک کروڑ روپے حق مہر "پڑھایا جاتا ہے۔ کیا آپ کو قبول ہے؟"

موسیٰ نے تین دفعہ خوشی خوشی "قبول ہے" دہرایا۔

پھر مولانا صاحب دعا کی طرف متوجہ ہوئے:

دعا ولد نصیر، آپ کا نکاح بعوظ ایک کروڑ روپے حق مہر موسیٰ ولد حامد سے "پڑھایا جاتا ہے۔ کیا آپ کو قبول ہے؟"

دعا نے بھی ہنسی خوشی تین دفعہ "قبول ہے" دہرایا۔ جس کے گواہ دو ڈاکٹرز اور ڈرائیور گواہی کے طور پر پیش ہوئے تھے۔

:مولانا صاحب نے نئے بننے والے جوڑے کو مبارک باد پیش کی اور دعا دی

"خدا تم دونوں کو اس مضبوط اور پاکیزہ رشتے میں ہمیشہ کے لیے باندھے رکھے،

"اور اس نیک عمل کو ہماری بخشش کا ذریعہ بنادے، آمین۔

موسیٰ کی ترسی ہوئی نگاہیں اب دعا پر مرکوز تھیں۔ وہ اسے نظر بھر کر دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔ کلثوم، ایمان، ڈاکٹر ز اور ڈرائیور نے بھی ان دونوں کو مبارک باد پیش کی، پھر کلثوم نے سب کا منہ میٹھا کروایا۔ کلثوم کا موبائل بجنے لگا جو سننے وہ باہر نکل گئی۔

دعا کے والدین موسیٰ کے گھر پر موجود تھے، جنہیں کلثوم نے اس متعلق پہلے ہی بتادیا تھا اور اجازت بھی لے چکی تھی۔

دعا نے بھی اپنا شریک حیات موسیٰ کو پا کر خدا کا شکر ادا کیا اور پر سکون ہو گئی۔

:موسیٰ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا

"بھابی! آپ گھر چلنے کی تیاری کریں اور ڈیڈ کو بھی کال کر دیں۔ میں ڈاکٹر سے

"مل کر آگے کا لائحہ عمل تیار کر لوں۔

:دعا نے اس کا ہاتھ تھام لیا

سنیں تو! ابھی تو ملے ہیں تو کیا ہم دونوں کچھ پل ساتھ بیٹھ نہیں سکتے؟ کچھ باتیں "

" نہیں کر سکتے؟ کیا معلوم پھر موقع ملے نہ ملے۔

وہ یک دم پلٹا تو دعا کے لبوں پر مسکان دیکھ کر چپ چاپ زمین پر بیٹھ کر گویا ہوا:

ہاں، کرو کیا باتیں کرنی ہیں؟"

میں یہیں ہوں، بلکہ اب ہر پل تمہارے پاس ہی رہوں گا۔ میں تمہارے چہرے کی یہ مسکراہٹ دیکھنے کو ترس گیا تھا، تمہاری باتیں سننے کو آج تک ترستا تھا۔ اب بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، پھر مجھے تمہاری آنکھوں کا بھی علاج کروانا ہے۔"

وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی جو قیامت خیز منظر تھا۔

پھر سنجیدگی سے بولی:

آپ بھی نا، پاگل ہیں۔ بھلا مجھے اب آنکھوں کی کیا ضرورت ہے جبکہ میں اپنے" محبوب کی ہر ادا کو محسوس کر سکتی ہوں اور دل کی نگاہوں سے دیکھ تو کیا گھور بھی سکتی ہوں۔ ویسے بھی اب جو آپ دیکھیں گے مجھے بھی وہ صاف دکھائی دے گا۔

آپ وعدہ کریں مجھے کبھی مجبور نہیں کریں گے ؟ کیونکہ آپ نہیں جانتے میرے
" لیے ان آنکھوں کی قدر و قیمت کیا ہے۔

: موسیٰ کو مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی تو وہ کہنے لگا

ٹھیک ہے۔ اب بس تم پریشان مت ہونا، میں بس پانچ منٹ میں آتا ہوں، پھر "
" ہم گھر چلیں گے۔ وہاں سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔



636.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(636)(ادھوراپن)

موسیٰ یہ کہہ کر باہر آیا تو کلثوم اور ایمان اندر آئیں۔

: کلثوم نے دعا کے ماتھے پر بوسہ دیا، پھر اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے کہنے لگی

"ایمان! بس آدھے گھنٹے کے لیے ایک کام سے جا رہی ہوں تم دعا کا خیال رکھنا۔"

ایمان نے اسے بے فکر ہو کر جانے دیا۔

دراصل موسیٰ اپنے ڈیڈ سے اجازت لے کر ہسپتال آیا تھا کہ اگر اسے دعا کی اجازت مل گئی تو وہ اس سے نکاح کر کے ہی لوٹے گا۔

کلثوم نے بھی دعا کے والدین کو موسیٰ کے گھر پہنچنے کا کہہ دیا تھا، جو اپنی بیٹی کی زندگی کا ہر فیصلہ اس کی مرضی پر چھوڑ چکے تھے۔ دعا کے بابا نے چند روز قبل ہی اس رشتے اور دعا کی حالت کے متعلق حامد صاحب سے بات کر لی تھی، جو وہ سمجھ بھی گئے اور مان بھی گئے تھے۔

دعا من چاہی مراد اور صبر کا پھل پا کر بے حد خوش تھی۔ وہ ایمان سے خوشگوار انداز میں محوِ گفتگو تھی، اسے اپنے اور موسیٰ کے متعلق بتاتی، پھر دونوں مسکرانے لگتیں۔

"ایمان آپی! آپ نہیں جانتیں آج میرے رب نے مجھ پر کتنا بڑا ایک اور احسان کیا ہے۔ مجھے تو جیسے میری ہر دعاء مقبول ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ بس اب

مجھے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنی ہے، پھر بے شک اگلے ہی لمحے وہ مجھے اپنی امان میں لے لے۔اب مجھے اپنے رب کی رضا درکار ہے۔"

ایمان اس کے حسین اور دلکش چہرے پر نظریں جمائے مسکرائے جا رہی تھی۔

ایمان کے دل میں قدرت کے اس حسین شاہکار پر بہت سے خیالات جنم لے رہے تھے، جن کا عکس ایمان کے خوبصورت چہرے کو بھی مزید پر نور کیے ہوئے تھا۔

"بے شک خدا نے ہر انسان کو احسن بنایا۔"

لیکن دعا کے حسن کی تو کیا ہی بات تھی، جسے دیکھنے والے نظریں جمائے بنا رہ ہی نہیں سکتے تھے۔

نہ جانے اس حسن کو کس کی نظر لگی، یا محبوب کی طلب نے محبوبہ کے حسن کو بھی چھین لیا، کیا معلوم خوف خدا نے حسن زادی کا رنگ روپ بدل دیا تھا۔

ایمان نے اسے گھورا تھا، پھر اس کی نگاہیں افسوس کے مارے جھک کر می برسانے لگیں۔

دعا کے چہرے پر دلکشی اور ایمانی نور تو باقی تھا، مگر جس دعا سے موسیٰ نے عشق کیا تھا۔ وہ۔۔۔وہ دعا خود میں ہی کہیں محبت کو کھوجتے کھوجتے یا دل کو کریدتے کریدتے کہیں کھو گئی تھی۔

دعا اپنے رحیم رب سے شرمندہ تھی، وہ خوف زدہ تھی کہ اپنے رب کریم کو کیا منہ دکھائے گی۔

یہاں دنیا کی محبت میں غافل رہی اور اسی غفلت میں اس مجازی عشق کا حق بھی ادا نہ کر سکی جس عشق کی اجازت دین اسلام میں نہیں جب تک کہ نکاح نہ کر لیا جائے۔

اس نے آج موسیٰ سے نکاح تو کر لیا تھا اور بے حد خوش بھی تھے وہ دونوں۔ مگر دعا ماضی کی تلخیوں اور غفلتوں کے بوجھ تلے شاید دب چکی تھی۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(637)(ادھوراپن)

موسیٰ 'آئی۔سی۔یو' کی طرف آتے ہوئے بے حد خوش تھا۔ ہر قدم کے ساتھ وہ اپنی نگاہیں اٹھا اٹھا کر رب کا شکر ادا کرتا اور مسکرا دیتا۔

اچانک دعا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا، جسے دیکھ کر ایمان پانی کا گلاس لیے اس کے قریب ہوئی:

"دعا! کیا ہوا؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ لو پانی پیو۔"

اس نے بمشکل ایک گھونٹ پانی کا پیا اور سر دردی میں کہنے لگی:

"آپی! میرا سر پھٹنے لگا ہے، میرا وجود جیسے کرچیاں بن کر ہوا میں اڑھ جائے گا۔ شاید میری روح سے سانسوں کی نسبت گھٹ رہی ہے۔ پلیز! آپ انہیں تو بلوا دیں۔"

اس نے خواہش کے اظہار کے ساتھ ایمان کا ہاتھ پکڑا، تو ایمان بے بسی کے عالم میں کہنے لگی:

"دعا! تم سنبھالو خود کو اور لیٹ جاؤ، موسیٰ آگیا ہے۔"

:ایمان خوف زدہ انداز میں پلٹی

موسیٰ! جلدی آؤ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔اس کی حالت پھر سے بگڑنے لگی"

"ہے۔

وہ یک دم دعا کے نزدیک ہوا، پھر اس کا ہاتھ پیار سے اپنے ہاتھ میں لیے

:دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں کو سہلانے لگا

دعا! اب تم میری ہو اور میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔"موسیٰ کی"

آنکھیں برسنے لگیں،اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔

ابھی آواز دعا کی سماعتوں سے ٹکرائی ہی تھی کہ وہ پرسکون ہو گئی،ایسے جیسے اسے

کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ موسیٰ کی آواز اس کی روح کی غذا بن چکی تھی،اس کا ساتھ

اسے سانسیں مہیا کرنے لگا تھا۔

ایمان بھی ڈاکٹر کو لیے پہنچی جس نے موسیٰ کو باہر جانے کا کہا، مگر دعا نے

:مسکراتے ہوئے گزارش کی

پلیز، ڈاکٹر! مجھے معلوم ہے موت کا ایک وقت متعین ہے اس لیے مجھے "
میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔ میں ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے جانتی ہوں میرے
پاس کتنا وقت باقی ہے۔ مگر میرا رب بہترین تعین کرنے والا ہے۔ میری جان
اسی کی امانت ہے وہ جب چاہے لے لے، مگر میں اپنے یہ لمحات اپنے شیر ک
"حیات کے ساتھ اکیلے میں گزارنا چاہتی ہوں۔

اس کے لہجے کی اداسی اور لفظوں کی حقیقت نے سب کو اس کی بات ماننے پر آمادہ
کرلیا، تو سب انہیں چھوڑ کر باہر نکل گی ئے۔

:چند لمحات خاموش گزرے، پھر وہ اچانک سے کہنے لگی

"آج سے میری زندگی آپ کے نام۔"

وہ اسلام کے مطابق اپنے ہر پہلو کو گزارنا چاہتی تھی اس لیے اس نے اپنے شوہر کا
نام بھی لینا مناسب نہ سمجھا۔

:موسیٰ کے آنسو بہنے لگے

"پلیز، دعا! ڈاکٹرز کو ان کا کام کرنے دو، یوں ضد نہیں کرتے۔"

:وہ شدت کی تکلیف کے باوجود ہر اذیت برداشت کرتے ہوئے مسکرادی

آپ! دیکھیے نا، اب میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے صرف و صرف آپ کا ساتھ" اور سہارا چاہیے بس۔

638.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(638)(ادھوراپن)

مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں، اگر اس کے بعد میرے مقدر میں زندگی کی وفا ہوئی تو میں ڈاکٹرز کو بالکل نہیں روکوں گی۔" اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کچھ ضروری کہنا چاہتی ہے۔ اس نے موسیٰ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا جو حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر تڑپ رہا تھا، جیسے وہ ہمیشہ کے لیے بچھڑ رہے ہوں۔

!دعا کی حالت کچھ ایسی تھی جیسے وہ کہہ رہی ہو

روح کہہ رہی بکھر جاؤ راکھ بن کر

دل کہہ رہا ہے تھوڑا انتظار اور سہی۔

از:- باسط

:بہر حال موسیٰ نے اسے اجازت دیتے ہوئے کہا

"دعا! تمہیں جو کہنا ہے کہو لیکن صرف دس منٹ ہیں تمہارے پاس۔"

اچھا! تو پھر سنیں، آپ تو جانتے ہیں زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں؟"

کب موت کا فرشتہ نازل ہو جائے۔نہ جانے ہم کس حال میں ہوں، اس لیے ہمیں ہر وقت اپنی آخرت سنوارنے کی تیاری رکھنی چاہیے۔میں نے آپ کو بہت دکھ دیے ہیں، میری وجہ سے آپ کی زندگی اذیتوں اور دکھوں سے بھر گئی تھی۔اب میں چاہتی ہوں آپ ہر اس بات پر، ہر اس عمل پر مجھے معاف کر دیں، جس سے کبھی سوچ میں بھی آپ کا دل دکھا ہو۔مجھے یقین ہے ہماری محبت سچی

تھی، ہماری نیت صاف تھی اور آج خدا نے ہمیں اس صبر کا پھل عطاء کر دیا ہے،
جس میں امتحان صرف آپ کا ہوا۔ میں آپ کا دل دکھا کر کس منہ سے اپنے
پروردگار کا سامنا کروں گی۔

"آپ مجھے معاف تو کر ہی سکتے ہیں؟

اس نے اپنی گفتگو معصومانہ سوال پر مکمل کی تھی۔

اداسی اس کے لبوں سے ٹپک رہی تھی، اس کے چہرے کا رنگ بتا رہا تھا کہ وہ کس
اذیت میں ہے۔

:موسیٰ نے اس کا ہاتھ چوما اور لرزتے ہوئے لبوں سے کہا

دعا! میں تمہارا اور تمہاری اس محبت کا شکر گزار ہوں جو تم نے مجھے اپنی محبت"
کے قابل سمجھا۔ تم نے میرا ادھورا پن مکمل کر دیا ہے، مجھے وہ خوشی عطاء کی ہے
جس کے بعد میں ہر غم، ہر تکلیف اور دکھ بھول چکا ہوں۔ تمہاری رضامندی
کے بعد مجھے علم ہوا کہ محبت واقعی میں گناہ نہیں ہے، اگر اس میں سزا کاٹنے کے
بعد انعام نکاح کی صورت میں ملے۔۔۔ یعنی محبت کرنے والے مکمل ہو
"جائیں۔

ہاں شاید، مگر آپ نہیں جانتے کہ محبت مل جانا ادھوراپن مکمل ہونے کی دلیل" نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں اپنا ادھوراپن مکمل کرنے کے لیے حقیقی عشق کو جیتنا پڑتا ہے،اس عشق کی طلب کے بنا ہر عشق لاحاصل اور ہر عاشق ادھورا ہے۔۔۔ پھر چاہے وہ دینا کی ساری محبتیں بھی حاصل کر لے۔

میں چاہتی ہوں آپ بھی اپنا ادھوراپن مکمل کرنے کے لیے رب سے رجوع کر لیں۔



639.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(639)(ادھوراپن)

"یہ دنیا تو فانی ہے، موت سب کو آنی ہے۔

یہ سب ایک سانس میں کہہ کر دعا سسکنے لگی۔ایک پل کی خاموشی کے بعد پھر

:سے کہنے لگی

آپ جانتے ہیں میرے نزدیک ہمارا عشق اور ادھوراپن اس دن مکمل ہو گا، "

جب ہم ہمیشہ رہنے والی زندگی۔۔۔یعنی آخرت کے بعد جنت میں، وہاں ہم

دونوں ایک ساتھ ہوں۔اس فانی دنیا میں عشق و محبت کا کیا فائدہ اگر ہم حقیقی

"عشق نہ پا سکیں۔

اب وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔موسیٰ نے اسے سہارا دے کر بٹھاتے ہوئے

:پوچھا

"ہاں، دعا! کیا چاہیے ؟"

:اس نے جواباً سوال کر دیا

کیا مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے ؟"

"مجھے نماز ادا کرنی ہے۔

یہ سنتے ہی موسیٰ کے پیروں تلے سے زمین ہی کھسک گئی۔اسے یک دم ساڑھے

تین سال پرانی بات جو ایک فقیر نے کہی تھی یاد آگئی۔

کامیاب تو وہ ہوتا ہے جو رب کو اپنا لے یا رب کو پانے کی طلب اس کے دل میں "
"ہونے لگے۔

آج صاف ظاہر تھا دعا نے اپنے رب کو منا لیا تھا۔ وہ اٹھنے کے قابل نہیں تھی، پھر بھی اس کے دل میں رب کی بارگاہ میں پیش ہونے کی تمنا جاگی تھی۔

دعا نے سائیڈ ٹیبل کے نچلے حصے میں رکھی پاک مٹی سے بھری پلیٹ، جو اس نے تیمم کے لیے رکھی تھی، موسیٰ سے دینے کا کہا، پھر تیمم کر کے بستر پر ہی اشارتاً نماز ادا کرنے لگی۔

وہ اٹھنے کی پوزیشن میں بالکل بھی نہیں تھی، جو اٹھ کر وضو خانے تک جاتی یا خود سے وضو کر پاتی۔

اسے نماز ادا کرتا دیکھ کر موسیٰ مسکرا بھی رہا تھا اور اس کے آنسو اس کی ڈاڑھی کو تر کرتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے:

سبحان للہ، بے شک، مولا! تو جسے چاہے دونوں جہانوں کی محبت عطاء کر دے "
"اور تو نہ چاہے تو مجھ جیسے گناہ گار کو عطاء کر کے چھین لے۔

ان الفاظ کے ساتھ موسیٰ تھوڑا پیچھے ہٹ کر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

کلثوم اپنا کام نمٹا کر لوٹ آئی، جسے ایمان نے باہر روکتے ہوئے دعا کی حالت کے متعلق بتایا۔ کلثوم نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"ایمان! مجھے نہیں لگتا اب ڈاکٹرز دعا کو لے جانے کی اجازت دیں گے، اس لیے تم گھر والوں کو بتا دو۔"

"کلثوم بھابی! مجھے موسیٰ نے سختی سے منع کیا ہے کہ ابھی کسی کو کچھ نہ بتاؤں، وہ سب کتنے خوش ہوں گے۔ اس لیے ہمیں تھوڑا انتظار کرنا چاہیے۔"

دعا کی نماز اور دعاء مکمل ہوتے ہی موسیٰ اس کے قریب ہوا، اسے سہارا دیے لٹا دیا، پھر کہنے لگا:

"میں قربان جاؤں۔ دعا! اگر خدا نے اس اذیت اور تکلیف میں بھی تمہیں اپنی بارگاہ میں پیش ہونے کی ہمت دی ہے، تو پھر تم اس کی رحمت پر کامل یقین رکھو، وہ تمہیں بخش بھی دے گا۔

640.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(640)(ادھوراپن)

کیوں خوف زدہ ہو کر اپنی جوانی پر قہر برپا کر رہی ہو؟ کیوں خود کو اذیت سے دوچار کیے ہوئے ہو؟"

دعا نے گہری سانس چھوڑتے ہوئے باکمال جواب دیا:

"آپ ! ابھی واقف نہیں ہیں شاید کہ رب کی طلب اور اس سے لگاؤ میں خود پر قہر برپا کرنا، ٹوٹ کر خدا سے عشق کرنا کتنا حسین عمل ہے۔اس کی طلب میں اس ذات کا خوف کھانا ہی تو ہمیں حقیقی زندگی سے آشنا کراتا ہے۔ نہیں تو زندگی تو لوگ پر سکون محلوں میں اس کی لاتعداد نعمتوں کے ساتھ بھی گزارتے ہیں، مگر

زندگی جینا خدا کی طلب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔اذیت اور تکلیف میں اس کے

"شکر گزار ہونے میں جو مزہ ہے وہ کہیں نہیں۔

موسیٰ لاجواب ہو گیا، جو خاموشی سے اسے گھور رہا تھا۔

:اس نے خود سے سرگوشی کی

کاش! میں اپنی زندگی تمہارے نام کر سکتا،"

کاش! میں اپنی روح تمہیں دان کر سکتا۔

کاش! میں اس اذیت سے تمہیں رہائی دلا سکتا۔

کاش۔۔۔کاش! میں تمہارے ساتھ تمہاری سوچ کے عین مطابق زندگی بسر کر

"لوں اور تمہاری طرح خدا کی پہچان کر پاؤں۔

دعا بھی کچھ لمحے بالکل خاموش رہی، پھر اچانک کروٹ بدل کر موسیٰ کی جانب

:مڑی

"آج اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو دیں گے؟"

اس نے درد بھری آواز میں گزارش کی تھی۔

:موسیٰ نے گردن ہاں میں ہلا کر "ہاں" کہا، تو دعا کہنے لگیں

"شاید اب میری زندگی مجھ سے مزید وفا نہ کرے، مگر میں اپنی وفاداری کے ثبوت کے طور پر آپ کو چھوڑے جا رہی ہوں۔ میرے بعد میرے لیے میری مغفرت کی دعائیں ضرور کرتے رہیے گا۔"

اذیت کے باوجود اس کے لہجے کی مٹھاس موسیٰ کے دل کو ریزہ ریزہ کر چکی تھی۔ دعا کی تلخ، لیکن حقیقت پر مبنی باتیں موسیٰ پر قیامت برپا کر رہی تھیں۔ وہ کہنے لگا:

"دعا! مجھے معلوم ہے ایک نا ایک دن ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے، لیکن پلیز! تم یوں لوٹ جانے کی باتیں تو مت کرو۔

کیا ہم کچھ پل اس محبت کے صدقے ایک ساتھ نہیں گزار سکتے؟"

وہ تڑپ کر بولی:

"کاش! یہ سب ہمارے بس میں ہوتا، مگر مجھے نہیں لگتا میں چاہ کر بھی خود کو روک پاؤں گی۔ ہاں مگر، میں وہاں آپ کا انتظار ضرور کروں گی اور زندگی بھر کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ آپ رب کی رضا کی خاطر مجھے اجازت دے دیں پھر دیکھیے گا وہ کبھی میری وجہ سے آپ کو کوئی دکھ نہیں پہنچائے گا۔"

وہ عجیب بہکی بہکی، مگر حقیقی باتیں کر رہی تھی۔

محبت میں شاید یہی وہ آخری حد ہوتی ہے، جسے معاشرہ دیوانگی کا نام دیتا ہے۔

وہ حقیقی عشق میں دیوانی ہو چکی تھی،اس کا وجود کانپ رہا تھااور وہ اکھڑی ہوئی سانسوں کے ساتھ پھر سے متوجہ ہوئی:



641.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(641)(ادھوراپن)

"معاف کیجیے گا! مگر اب اور ہمت نہیں ہو رہی۔ میں چاہتی ہوں آپ مجھے منہ دکھائی کا تحفہ بھی عطاء کر دیں۔۔۔۔"

موسیٰ یک دم اٹھ کھڑا ہوا:

ہاں۔۔۔ہاں! مجھے منظور ہے۔اور جانتی ہو میں نے تمہارے لیے تمہاری"
پسندیدہ جگہ پر جیسا تم چاہتی تھیں ویسا ہی گھر بنوایا ہے، جو تمہارا ہے۔ چلو ابھی گھر
"چلتے ہیں، میں نے منہ دکھائی کا تحفہ گھر پر لا کر رکھا ہوا ہے۔

:دعا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا، پھر کہنے لگی

مجھے تحفہ ابھی چاہیے۔"

"دے سکتے ہیں؟

:وہ چہرے پر مایوسی لیے کہنے لگا

"بس دس منٹ دو، میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

دعا نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، جو کھینچتے ہوئے اس نے موسیٰ کو اپنے پاس بٹھا لیا اور
:اس کے بازو پر سر رکھے کہنے لگی

آپ! بھی نا، کتنے پاگل ہیں۔"

بھلا میں کیا کروں گی گھر بھار اور تحائف کا؟

مجھے تو رب کی اور آپ کی رضا چاہیے۔بس، آپ کی اجازت کے پیش نظر مجھے
منہ دکھائی کے تحفے کے طور پر ایک دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا دیں۔تاکہ اس دنیا کو بھی

معلوم ہو سکے کہ محبت میں محبوب کو پالینا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس کی ہر جائز طلب اور ضد پر رب کی رضا کے لیے صبر اور تحمل سے سب کچھ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

موسیٰ نے بھی خود کو محبوب کے روپ میں ڈھال لیا تھا۔اس نے تڑپتے ہوئے تھمتی سانسوں کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا، جو دعا نے اس کے ساتھ دہرایا۔۔اور پھر۔۔۔پھر موسیٰ کی باہوں میں سر رکھے اس کی روح پرواز کر گئی۔

موسیٰ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر دعا کے پر نور چہرے پر گر رہے تھے۔وہ تڑپا تھا، بلک بلک کر ہچکولے بھر بھر کر رو رہا تھا، مگر اس کی آواز بس اسی کی سماعتوں تک محدود رہی تھی۔

آج محبت کا کڑا امتحان تھا، جو ایک عاشق نے محبوب کی رضا کی خاطر صبر کا دامن نہ چھوٹنے دیا تھا۔

کانٹو بھرے راستوں پر سفر کرتے ہوئے منزل پر پہنچ کر موسیٰ نے صبر کا دامن تھام لیا تھا۔

وہ رو رہا تھا، اس کے آنسو ساون کی برسات کی مانند برس رہے تھے، مگر اس کی زبان پر شکوہ نہیں تھا۔

کلثوم اور ایمان کو بھی معلوم ہو چکا تھا، کہ اب وہ جا چکی ہے۔ دونوں آہ و پکار کے ساتھ دوڑتی ہوئیں میت کے قریب آئیں، مگر موسیٰ نے اپنی گردن نفی میں ہلا کر رنجیدگی سے کہا:

"آپی، بھابی! پلیز۔۔۔ پلیز، ہمیں صبر اور تحمل سے کام لینا ہے، یہ دعا کے آخری الفاظ تھے۔ آپ لوگ روئیں۔ لیکن اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہمیں یہ صدمہ برداشت کرنا ہوگا۔ میں نماز مغرب ادا کر لوں، پھر ہم دعا کو لے کر گھر چلتے ہیں۔"

کلثوم اور ایمان نے اپنی چیخ و پکار ہاتھ کی مدد سے مدہم کر لی، پھر دونوں گلے لگ کر خوب رونے لگیں۔

کچھ ہی دیر میں وہ تینوں میت سمیت موسیٰ کے گھر کے قریب موجود تھے۔ وہاں ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا۔ پورا گھر پھولوں اور رنگین بتیوں سے خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔



642.txt

(باسط بن مظہر راجپوت)(642)(ادھوراپن)

سب گھر والے موسیٰ اور اس کی دلہن کے استقبال کی تیاری کیے ہوئے تھے۔ دعا کے متعلق ابھی کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا، اس کے والدین کو بھی نہیں۔ ایمبولینس کے گیراج میں داخل ہوتے ہی ہر طرف کہرام مچ گیا۔ موسیٰ گاڑی سے اترا اور سامنے کھڑے ڈیڈ کے سینے سے لگ گیا۔ وہ تڑپ کر بولا:

ڈڈ۔۔۔ڈیڈ! میں نے تو اسے اپنا لیا ہے، مگر اس کے حقیقی عشق نے اسے "

"مہلت ہی نہ دی۔

یہ سنتے ہی حامد صاحب بکھر سے گئے اور موسیٰ کو کس کر باہوں میں لیے تڑپنے لگے۔

ہر کوئی دعا کی جدائی میں مغموم تھا۔ موسیٰ نے گھر کے لان کے ایک کونے کو اپنا مسکن بنا لیا۔ اور بالکل خاموش اور ساکن زمین پر بیٹھا دل ہی دل میں دعا کی مغفرت اور اپنے لیے صبر کی دعائیں مانگنے لگا۔

کیا قسمت تھی دعا کی۔ ناممکن ہونے کے باوجود محبوب کے گھر سے اس کا جنازہ اٹھنے کی اس کی آخری خواہش بھی پوری ہو گئی۔

غم اپنی جگہ، مگر وہاں موجود ہر فرد اس محبت کے صدقے واری جا رہا تھا، جس محبت نے موسیٰ کو صبر کا پہاڑ بنائے آج سب کے سامنے پیش کیا تھا۔

آج اس کا جنازہ موسیٰ کے گھر سے اٹھا، جبکہ آج ہی وہ موسیٰ کی دلہن بنی تھی۔

دعا کو دفنا کر موسیٰ، اس کے ڈیڈ اور رشتہ دار وغیرہ گھر آ گئے تھے۔

ہر آنکھ نم زدہ اور ہر فرد غم زدہ تھا۔

موسیٰ اپنے ڈیڈ کے ساتھ لان میں کھڑا تھا، جن کے عقب میں غم میں نڈھال سانول موسیٰ کو ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھ دیکھ کر تڑپ رہا تھا۔

آج گیارہ سال میں پہلی دفعہ ایک جگری دوست نے اپنے جگری یار کا دیدار کیا تھا، مگر موسیٰ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ سانول اسے سینے سے لگا کر اپنا تعارف کراتا۔ ہاں مگر، اس نے اسے سینے سے لگا کر اس کے نقصان پر افسوس ضرور کیا تھا۔

سانول تعزیت کے بعد پیچھے ہٹنے لگا اور موسیٰ اپنے ڈیڈ کا ہاتھ تھام کر رنجیدگی سے کہنے لگا:

ڈیڈ! یہ میری زندگی کا سب سے بڑا نقصان ہے جو میں فنا ہو کر بھی پورا نہیں" کر سکتا۔

اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنا ادھوراپن مکمل کرنے کے لیے خدا سے رجوع کر لوں اور اپنی ذات کو اسے سونپ دوں۔ میں بس اس صدمے سے نکل لوں تو پھر اللہ کی راہ میں چالیس دن کے لیے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، جو میری

خواہش ہے۔میں باقی کی زندگی خدا کے بتائے احکامات کے عین مطابق گزارنا "چاہتا ہوں۔

اس کے آنسو حامد صاحب کے شانوں پر ٹپک رہے تھے۔

حامد صاحب نے اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے اسے سراہا، پھر روبرو کرتے ہوئے ماتھا چوم کر کہنے لگے:

بالکل، بیٹا! تم جیسے چاہو اپنی زندگی گزار سکتے ہو۔ تمہارا نقصان تو ہم پورا نہیں" کر سکتے، مگر اس راہ پر چلنے میں، میں تمہارا ساتھ ضرور دوں گا۔

(باسط بن مظہر راجپوت)(643)(ادھوراپن)

اسی صراطِ مستقیم پر چل کر تمہارے نقصان کا ازالہ اور تمہارا ادھوراپن مکمل "ہو سکتا ہے۔میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔

موسیٰ ان کے اس فیصلے پر پھر سے ان کے سینے سے لگ کر کہنے لگا:

"جزاک للہ خیر، للہ پاک ہم دونوں کواپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین۔"
پھر موسیٰ نے دعا کے والدین کو بھی سہارا دیا، جو بیٹی کے غم میں ٹوٹ کر بکھر چکے تھے۔اس نے ان سے معافی مانگی اوران سے بھی اجازت طلب کی، جو بنا تکلف دعاؤں کے سائے تلے مل گئی۔دعا کے والدین کی توجیسے زندگی لٹ گئی تھی۔اور کلثوم بھی غم سے تڑپ رہی تھی، مگر کسی نے بھی صبر کے دامن کو چھوٹنے نہ دیااور للہ کی رضامان کر جو ہوااسے قبول کر لیا۔

موسیٰ کوتواب صبر کا پہاڑ بن کر جینا تھا،اس نے اپنی محبت کواپنی شریک حیات بنتے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا تھا۔

إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ

(سورۃالبقرہ2:153)

"ترجمہ:"بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہ آیت ہمیں آزمائشوں میں حوصلہ، ثابت قدمی اور صبر کی تلقین کرتی ہے۔ جو صبر کرتا ہے، اللہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ کا ساتھ سب سے بڑی طاقت ہے۔

آخرِکار محبت میں محبوب کی طلب نے موسیٰ کو بھی اس راہ کا مسافر بنادیا تھا۔ جس راہ پر چل کر ہی وہ اور ہم سب بھی اپنا ادھورا پن مکمل کر سکتے ہیں اور اپنے جینے کی وجہ جان کر رضائے الٰہی پا سکتے ہیں۔

الحمدللہ، پایہ تکمیل۔

از قلم :- باسط بن مظہر راجپوت۔

دعاؤں کا طلبگار!

THE END